# سلسلہ احادیثِ صحیحہ (اردو)

جلد پنجم

تصنیف

مجدد دین محدثِ کبیر محقق شہیر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ تبویب، شرح

فضیلۃ الشیخ ابوالقاسم محمد محفوظ احمد حفظہ اللہ

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ محمد عبد اللہ سلیم حفظہ اللہ || فضیلۃ الشیخ قمر الزمان المدینی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد نعیم رضوان حفظہ اللہ



انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور

فون: 042-37357587

نام کتاب: سلسلہ احادیث صحیحہ (اردو)

تصنیف

مجدد دین محدث کبیر محقق شہیر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ تبویب شرح

فضیلۃ الشیخ ابو القاسم محمد محفوظ احمد حفظہ اللہ

ناشر: ابو مومن منصور احمد حفظہ اللہ
اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com

# فہرست ابواب
# سلسلة الاحاديث الصحيحة

## جلد اوّل



## جلد دوم



## جلد سوم

## جلد چہارم



## جلد پنجم



## جلد ششم

# فہرست

❁❁❁❁

# اَلْمَنَاقِبُ وَالْمَثَالِبُ

# فضائل ومناقب اور معائب ونقائص

المناقب: لغوی معنی: "المَنْقَبَة" کی جمع ہے، شرف، فضیلت، عمدہ اخلاق واوصاف، خاندانی خوبی

اصطلاحی تعریف:...... لغوی معانی ہی مراد ہیں، یعنی بڑی بڑی شخصیات اور ان کی عظمتیں اور عمدہ اخلاق واوصاف۔

المثالب: لغوی معنی: "المَثْلَبَة" کی جمع ہے، عیب، گالی، خامی وخرابی، برائی

اصطلاحی تعریف:...... لغوی معانی ہی مراد ہیں، یہ مناقب کی ضد ہے، یعنی گھٹیا اور رذیل لوگ اور ان کی خامیاں، خرابیاں اور نقائص۔

اس باب میں وہ احادیث درج کی گئی ہیں جن میں شخصیات اور مکانات کے فضائل ومناقب اور معائب ونقائص کا ذکر ہے، ایسی احادیث زیادہ توضیح وتشریح کا تقاضا نہیں کرتیں، ہم نے بھی اسی اصول کی پابندی کی ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے فضائل ومناقب

### آپ ﷺ سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دیں گے

(٣١٦٩)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّأْخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَأُقَعْقِعُهَا۔)) (الصحيحة: ١٥٧٠)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا۔"

تخريج: أخرجه الترمذي: ٤/ ١٤٠، والدارمي: ١/ ٢٧، واحمد: ٣/ ١٤٤، ٢٤٧، وأخرجه مسلم: ١/ ١٣٠ بلفظ: ((اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقرعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔))

(٣١٧٠)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ. فَيَقُوْلُ: بِكَ أُمِرْتُ أَنْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں روزِ قیامت جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھولنے کا مطالبہ کروں گا۔ دربان پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ میں جواب دوں گا: میں محمد ہوں۔ (یہ سن کر) وہ

لَا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ۔)) (الصحيحة: ٧٧٤)

کہے گا: آپ کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے (جنت کا) دروازہ نہیں کھولنا۔‘‘

تخریج: أخرجه مسلم فی "صحیحه": ١/ ١٣٠، وأحمد: ٣/ ١٣٦

**شرح:**...... نبی کریم ﷺ حشر کے میدان میں تمام لوگوں کے سردار ہوں گے اور جد امجد حضرت آدم ﷺ سمیت تمام لوگ آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اوصاف والا شخص ہی جنت کے دروازے پر دستک دے سکتا ہے، یہ نبی معظم ﷺ کی عظیم منقبت ہے۔

(٣١٧١)۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: ((اِمْشُوْا أَمَامِيْ وَخَلُّوْا ظَهْرِيْ لِلْمَلَائِكَةِ۔)) (الصحيحة: ١٥٥٧)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور اپنے صحابہ سے فرمایا: ’’تم لوگ میرے سامنے چلو اور میری پشت (والی سمت) فرشتوں کے لیے خالی کر دو۔‘‘

تخریج: أخرجه أبونعيم في "الحلية": ٧/ ١١٧، والحاكم: ٤/ ٢٨١ بالفاظ مختلفة، وابن حبان: ٢٠٩٩، واحمد: ٣/ ٣٩٧، والدارمي: ١/ ٢٣

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت کے متعارض ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَمْشُوْا بَيْنَ يَدَيَّ وَلَا خَلْفِيْ، فَإِنَّ هٰذِهِ مَقَامُ الْمَلَائِكَةِ۔))...... ’’میرے سامنے چلو نہ میرے پیچھے، کیونکہ یہ فرشتوں کا مقام ہے۔‘‘

اس حدیث میں آپ ﷺ کے سامنے بھی چلنے سے منع کیا گیا ہے، جبکہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے سامنے چلتے تھے۔ اس کے دو جواب دیے جا سکتے ہیں: (۱) صحابہ کا چلنا اس نہی سے پہلے تھا یا (۲) ’’بَيْنَ يَدَيَّ‘‘ (میرے سامنے نہ چلو) والے الفاظ شاذ ہیں اور یہی بات اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ١٥٥٧)

(٣١٧٢)۔ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((رَأَتْ أُمِّيْ كَأَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔)) (الصحيحة:١٩٢٥)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میری ماں نے دیکھا کہ ایک نور ان سے خارج ہوا، جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔‘‘

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٢، وابن سعد في "الطبقات": ١/ ١٠٢، وابن عدي: ١/٣٢٦، والطبراني في "الكبير": ٧٧٢٩

**شرح:**...... یہ نور اس چیز سے عبارت ہے کہ آپ کی نبوت شرق و غرب تک پھیل جائے گی اور کفر و ضلالت کی ظلمتیں چھٹ جائیں گی۔

(۳۱۷۳)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَأَلْتُ رَبِّي مَسْأَلَةً وَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَسْأَلْهُ، قُلْتُ: يَا رَبِّ! كَانَتْ قَبْلِي رُسُلٌ، مِنْهُمْ مَنْ سَخَّرْتَ لَهُ الرِّيَاحَ، وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يُحْيِي الْمَوْتٰى، وَكَلَّمْتَ مُوْسٰى قَالَ: أَلَمْ أَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوَيْتُكَ؟ أَلَمْ أَجِدْكَ ضَالًّا فَهَدَيْتُكَ؟ أَلَمْ أَجِدْكَ عَائِلاً فَأَغْنَيْتُكَ؟ أَلَمْ أَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ، وَوَضَعْتُ عَنْكَ وِزْرَكَ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: بَلٰى يَا رَبِّ! فَوَدِدْتُ أَنْ لَّمْ أَسْأَلْهُ۔)) (الصحيحة:۲۵۳۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے ربّ سے ایک سوال کیا، لیکن بعد میں چاہا کہ نہ کیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔ میں نے کہا: اے میرے ربّ! مجھ سے پہلے کئی رسل گزر چکے ہیں، تو نے کسی کے لیے ہواؤں کو مسخر کیا، کوئی (تیری توفیق سے) مردوں کو زندہ کرتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے تو نے (براہِ راست) کلام کی۔ اللہ تعالی نے کہا: کیا میں نے تجھے یتیم پا کر مقام نہیں دیا، کیا تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی، کیا تجھے نادار پا کر تونگر نہیں بنا دیا، کیا میں نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا اور تجھ پر سے تیرا بوجھ نہیں اتار دیا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، (اس طرح اللہ تعالی نے مجھے چپ کرا دیا)۔ میں نے چاہا کہ میں نے سوال نہ کیا ہوتا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم :۲/ ۵۲۶، والزيادتان له، والبيهقي في"دلائل النبوة": ج۲۔ مخطوط، والطبراني في"المعجم الكبير": ۳/ ۱۵۵/ ۲ خط و۱۱/ ۴۵۵/ ۱۲۲۸۹ـــ ط، و"المعجم الأوسط":۱/ ۲۱۰/ ۳۳۹۴ بترقيمي و ابن أبي حاتم كما في": تفسير ابن كثير"، والضياء المقدسي في "المختارة":ق۲۴۸/ ۲

(۳۱۷۴)۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُمْ قَالُوْا لَهُ: أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ، قَالَ: ((نَعَمْ، أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيْمَ، وَبُشْرٰى عِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَرَأَتْ أُمِّي حِيْنَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُوْرُ الشَّامِ، وَاسْتُرْضِعْتُ فِي بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ، فَبَيْنَا أَنَا فِي بَهْمٍ لَّنَا أَتَانِي رَجُلَانِ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ، مَعَهُمَا طَسْتٌ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٌ ثَلْجًا، فَأَضْجَعَانِي، فَشَقَّا

خالد بن معدان، اصحابِ رسول سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اپنے بارے میں بتلائیں۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں، میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور عیسی (علیہ السلام) کی بشارت ہوں، جب میری ماں کو میرا حمل ہوا تو انھوں نے دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے، مجھے بنو سعد بن بکر قبیلے میں دودھ پلایا گیا۔ میں وہاں بکریاں چرا رہا تھا، میرے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے، ان کے پاس برف سے بھری ہوئی سونے کی پلیٹ تھی، انھوں نے مجھے لٹا دیا، میرے پیٹ کو چاک کیا، پھر دل کو نکالا، اس کو

بَطْنِي، ثُمَّ اسْتَخْرَجَا قَلْبِي فَشَقَّاهُ، فَأَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَةً سَوْدَاءَ، فَأَلْقَيَاهَا، ثُمَّ غَسَلَا قَلْبِي وَبَطْنِي بِذٰلِكَ الثَّلْجِ، حَتّٰى إِذَا أَنْقَيَاهُ، رَدَّاهُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: زِنْهُ بِعَشْرَةٍ مِنْ أُمَّتِهِ۔ فَوَزَنَنِي بِعَشْرَةٍ، فَوَزَنْتُهُمْ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِمِئَةٍ۔ فَوَزَنَنِي بِمِئَةٍ، فَوَزَنْتُهُمْ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِأَلْفٍ مِنْ أُمَّتِهِ فَوَزَنَنِي بِأَلْفٍ، فَوَزَنْتُهُمْ، فَقَالَ: دَعْهُ عَنْكَ فَلَوْ وَزَنْتَهُ بِأُمَّتِهِ، لَوَزَنَهُمْ۔)) (الصحيحة:١٥٤٥)

پھاڑا اور اس سے سیاہ رنگ کا بستہ خون کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا، پھر میرے دل اور پیٹ کو برف سے دھویا، جب انھیں صاف کر لیا تو اپنی اپنی جگہ پر لوٹا دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: ان کی امت کے دس افراد سے ان کا وزن کرو۔ چنانچہ انھوں نے دس افراد سے میرا وزن کیا، میں بھاری رہا۔ پھر اس نے کہا: ان کی امت کے سو افراد سے ان کا وزن کرو۔ سو اس نے سو (١٠٠) افراد سے میرا وزن کیا، میں وزنی رہا۔ پھر اس نے کہا: ہزار آدمیوں سے ان کا وزن کرو، چنانچہ اس نے ہزار افراد سے میرا وزن کیا، نتیجتًا میں بھاری رہا۔ (بالآخر) اس نے کہا: چھوڑیئے، اگر تم ان کی پوری امت سے ان کا وزن کرو تو پھر بھی یہ وزن میں غالب رہیں گے۔“

تخریج: أورده الحافظ ابن كثير في "البداية" ٢/ ٢٧٥۔ قلت: والظاهر انه نقله عن "سيرة ابن اسحاق" وقد روى اوله الحاكم من الوجه: ٢/ ٦٠٠، والطبرى فى "تفسيره": ٣/ ٨٢/ ٢٠٧٠

(٣١٧٥)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وُزِنْتُ بِأَلْفٍ مِنْ أُمَّتِي فَرَجَحْتُهُمْ، فَجَعَلُوْا يَتَنَاثَرُوْنَ عَلَيَّ مِنْ كِفَّةِ الْمِيْزَانِ۔)) (الصحيحة: ٣٣١٤)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے ایک ہزار افراد سے میرا وزن کیا گیا، میں وزنی رہا (اور ان کا پلڑا اتنا اوپر کو اٹھ گیا کہ) وہ اس سے مجھ پر گرنا شروع ہو گئے۔“

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ٣/ ١١٦/ ٢٣٧٢۔ كشف الأستار

(٣١٧٦)۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ۔ قَالَ: ((نَعَمْ أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيْمَ، وَكَانَ آخِرُ مَنْ بَشَّرَ بِي عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔)) (الصحيحة:١٥٤٦)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اپنے بارے میں آگاہ کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”جی ہاں، میں ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں میری بشارت دینے والے حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام تھے۔“

تخریج: رواه ابن عساكر في "التاريخ": ١/ ٢٦٥/ ٢

**شرح:**...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے دوران یہ دعا کی تھی: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (سورۂ بقرہ:

۱۲۹) ......''اے ہمارے رب! ان کے اندر انھیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انھیں کتاب وحکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے نبوت و رسالت کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (سورۂ صف: ٦) ......''(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:) اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمھیں خوشخبری سناتا ہوں، جن کا نام احمد ہوگا۔'' پس یہ بشارت عملاً سچ ثابت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ جوامع الکلم تھے

(٣١٧٧)۔ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُعْطِيْتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهُ۔)) قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، فَعَلَّمَنَا التَّشَهُّدَ۔ (الصحيحة: ١٤٨٣)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے جامع اور خاتم کلمے عطا کیے گئے ہیں۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو تعلیمات دی ہیں ان میں سے ہمیں بھی کچھ سکھا دیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تشہد سکھایا۔

تخريج: أخرجه أبويعلي في "مسنده" ٤/ ١٧٣٧

**شرح:**...... اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی جامعیت پر دلالت کرنے والے کلمات عطا کیے گئے ہیں۔ جامع کلمات سے مراد وہ کلام ہے، جس کے الفاظ تھوڑے اور معانی و مطالب زیادہ ہوں، اس کی سب سے اعلیٰ مثالیں قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ جوامع الکلم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر الفاظ میں زیادہ معنویت پائی جاتی تھی، قرآن و حدیث جامع کلمات پر مشتمل ہیں۔ اس حدیث میں تشہد کی مثال پیش کی گئی ہے، جو جامع کلمات کا شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت کے خزانے اور الفاظ کی کنجیاں عنایت فرمائی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشکل سے مشکل مطالب کو نہایت فصیح و بلیغ الفاظ میں ادا کر لیتے تھا، اللہ تعالیٰ نے تمام الفاظ اور لغاتِ عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آسان کر دی تھیں۔ آپ کے کلمات نہایت جامع و مانع ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ہر لفظ اس حقیقت پر شاہد ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''اُمّی'' تھے، کسی مدرسہ میں یا کسی استاد سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی، اس پر مستزاد یہ کہ ایک جاہل اور وحشی قوم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر گزری تھی، پھر بھی دقیق اور باریک مضامین اور احکام کو اس خوبی کے ساتھ بیان کرتے کہ بڑے بڑے مقنن اور وکیل اور بارسٹر ان سمجھنے سے قاصر ہوں۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کا باعثِ رحمت و تزکیہ ٹھہرنا

(٣١٧٨)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيْمَةٌ، وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، جو انس کی ماں تھیں، کے پاس ایک یتیم بچی تھی۔ (ایک

فَرَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْيَتِيْمَةَ ، فَقَالَ: ((آنْتِ هِيَه؟ لَقَدْ كَبُرْتِ لَا كَبُرَ سِنُّكِ.)) فَرَجَعَتِ الْيَتِيْمَةُ أِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي، فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ: مَالَكِ يَا بُنَيَّةُ؟ قَالَتِ الْجَارِيَةُ: دَعَا عَلَىَّ نَبِيُّ اللّٰهِ أَنْ لَّا يَكْبُرَ سِنِّي أَبَدًا أَوْ قَالَتْ: قَرْنِيْ. فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوْثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَالَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟)) فقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيْمَتِيْ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ؟)) قَالَتْ: زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَّا يَكْبُرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبُرَ قَرْنُهَا. قَالَ: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((يَا أُمَّ سُلَيْمٍ! أَمَا تَعْلَمِيْنَ أَنَّ شَرْطِيْ عَلَى رَبِّيْ أَنِّيْ اِشْتَرَطْتُّ عَلَى رَبِّيْ فَقُلْتُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِيْ بِدَعْوَةٍ لَّيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ، أَنْ يَّجْعَلَهَا لَهُ طَهُوْرًا وَزَكَاةً وَّقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟))

(الصحيحة: ٨٤)

دن) آپ ﷺ نے اس بچی کو دیکھا اور پوچھا: "تو یہاں ہے؟ تو تو بڑی ہو گئی ہے، تیری عمر نہ بڑھنے پائے۔" یہ سن کر یتیمہ روتی ہوئی اُم سلیم کے پاس پہنچی۔ ام سلیم نے پوچھا: بیٹی! کیا ہوا؟ بچی نے جواب دیا: اللہ کے نبی نے مجھے بد دعا دی ہے کہ میری عمر یا میرا زمانہ طویل نہ ہونے پائے۔ ام سلیم نے جلدی جلدی چادر لپیٹی اور نکل پڑی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "ام سلیم! تجھے کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری یتیمہ کو بد دعا دی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: "وہ کون سی (ذرا وضاحت کرو)؟" اس نے کہا: میری یتیمہ کہتی ہے کہ آپ نے اسے اس کی عمر بڑی نہ ہونے یا اس کا زمانہ طویل نہ ہونے کی بد دعا دی ہے۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: "ام سلیم! کیا تجھے علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے ربّ سے شرط لگائی کہ میں بشر ہوں، عام دوسرے انسانوں کی طرح خوش بھی ہوتا ہوں اور ناراض بھی۔ سو میں جس امتی پر ایسی بد دعا کر دوں جس کا وہ حقدار نہ ہو تو وہ (اللہ میرے امتی) کے حق میں اس بد دعا کو پاک کرنے والی، اس کا تزکیہ کرنے والی اور اسے روزِ قیامت اپنے قریب کر دینے والی بنا دے؟"

تخریج: رواه مسلم فی باب من لعنه النبی ﷺ او سبه او دعا علیه ولیس هو اهلا لذالك؛ كان له زكاة و اجرا ورحمة

**شرح:**...... یہ رحمۃ للعالمین کا لقب پانے والے کی عظمت و منقبت ہے کہ آپ ﷺ کی بد دعائیں بھی فرزندان امت کے لیے باعثِ تزکیہ بن جاتی ہیں، بشرطیکہ وہ آدمی اُس بد دعا کا مستحق نہ ہو۔

(٣١٧٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس

قَالَتْ: دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَانِ، فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ لَاأَدْرِيْ مَاهُوَ، فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا مَاأَصَابَهُ هٰذَانِ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَتْ: قُلْتُ: لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا قَالَ: ((أَوَمَا عَلِمْتِ مَاشَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّيْ؟ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ! إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَأَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا۔)) (الصحيحة:۸۳)

دو آدمی آئے، انھوں نے آپ سے کوئی بات کی، جسے میں نہ سمجھ سکی، آپ ﷺ غصے میں آ گئے اور ان پر لعن طعن کیا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے (طنزیہ انداز میں) کہا: اے اللہ کے رسول! جو بھلائی ان بے چاروں کو ملی ہے، وہ تو کسی کے حق میں نہیں آئی ہو گی؟ آپ نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' میں نے کہا: آپ نے ان پر لعن طعن اور سب وشتم کیا (یہ ان کی بد بختی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے اس شرط کا علم نہیں، جو میں نے اپنے رب سے لگائی ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ! میں بشر ہی ہوں، میں جس مسلمان پر لعن طعن کروں یا اسے گالی گلوچ کروں، تو تو اس چیز کو اس کے حق میں باعثِ تزکیہ اور باعث اجر بنا دے۔''

تخریج: رواه مسلم فی بَابِ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ سَبَّهُ أَوْ دَعَا عَلَيْهِ وَلَيْسَ هُوَ أَهْلًا لِذٰلِكَ، كَانَ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا وَرَحْمَةً۔

**شرح:**...... یہ رحمۃ للعالمین ہیں کہ جن کی بددعائیں دوسروں کے لیے باعثِ تزکیہ وطہارت اور باعثِ اجر و ثواب بن جاتی ہیں۔ اس موضوع پر مزید بحث اس عنوان میں دیکھیں: ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ڈانٹ ڈپٹ یا ان کی فضیلت اور اس کی حقیقت''

## نبی کریم ﷺ اپنے اوپر لگائی گئی تہمتوں کا جواب کیسے دیتے تھے؟

(۳۱۸۰)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِبْتَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَعْرَابِ جَزُوْرًا۔ أَوْ جَزَائِرَ بِوَسْقٍ مِّنْ تَمْرِ الذُّخْرَةِ (وَتَمْرُ الذُّخْرَةِ: الْعَجْوَةُ) فَرَجَعَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى بَيْتِهِ وَالْتَمَسَ لَهُ التَّمْرَ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ: ((يَا عَبْدَاللّٰهِ! إِنَّا قَدِ ابْتَعْنَا مِنْكَ جَزُوْرًا۔ أَوْ جَزَائِرَ۔ بِوَسْقٍ مِّنْ تَمْرِ الذُّخْرَةِ، فَالْتَمَسْنَاهُ فَلَمْ نَجِدْهُ۔)) قَالَ: فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی بدّو سے ایک وسق ذخرہ یعنی عجوہ کھجور کے عوض ایک یا چند اونٹنیاں خریدیں۔ آپ ﷺ گھر واپس آئے، کھجوریں تلاش کیں لیکن آپ ﷺ کو کچھ نہ ملا۔ آپ ﷺ اس بدّو کے پاس گئے اور فرمایا: ''اللہ کے بندے! میں نے تجھ سے ایک وسق ذخرہ کھجور کے عوض اونٹنی خریدی، لیکن تلاش کرنے کے باوجود مجھے کھجور نہ مل سکی۔'' اس نے کہا: ہائے عہد شکنی! لوگوں نے اسے برا بھلا کہتے ہوئے کہا: اللہ تجھے ہلاک کرے، کیا رسول اللہ ﷺ عہد شکنی کر سکتے ہیں؟

وَاغَـدْرَاه! قَـالَـتْ: فَهَـمَّ الـنَّـاسُ وَقَالُوْا: قَاتَلَكَ اللّٰهُ، أَيَغْدِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: فَـقَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ: ((دَعُـوهُ فَـإِنَّ لِـصَـاحِـبِ الْحَقِّ مَقَالاً ـ)) ثُمَّ عَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَا عَبْدَاللّٰهِ! إِنَّا ابْتَعْنَا مِنْكَ جَـزَائِـرَ وَنَـحْـنُ نَـظُنُّ أَنَّ عِنْدَنَا مَا سَمَّيْنَا لَكَ فَـالْتَـمَسْنَـاهُ فَـلَمْ نَجِدْهُ ـ)) فَقَـالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاغَدْرَاه! فَنَهَمَهُ النَّاسُ وَقَالُوْا: قَاتَلَكَ اللّٰهُ، أَيَغْدِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((دَعُـوْهُ فَـإِنَّ لِصَاحِبِ الْـحَـقِّ مَـقَـالاً ـ)) فَرَدَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ذٰلِكَ مَـرَّتَيْـنِ أَوْ ثَلَاثًـا فَلَمَّا رَآهُ لَايَفْقَهُ عَنْهُ قَالَ لِـرَجُـلٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ: ((اِذْهَبْ إِلٰى خَوْلَةَ بِـنْـتِ حَـكِيْـمِ بْـنِ أُمَيَّةَ فَقُلْ لَّهَـا: رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ يَـقُـوْلُ لَكِ: إِنْ كَانَ عِنْدَكِ وَسْقٌ مِـنْ تَـمْـرِ الـذُّخْرَةِ فَأَسْلِفِيْنَاهُ حَتّٰى نُؤَدِّيَهُ إِلَيْكِ إِنْ شَـاءَ الـلّٰـهُ ـ)) فَـذَهَـبَ إِلَيْهَـا الـرَّجُلُ، ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: قَالَتْ: نَعَمْ، هُوَ عِـنْدِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَابْعَثْ مَنْ يَّقْبِضُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلرَّجُلِ: ((اِذْهَبْ بِهٖ فَـأَوْفِـهِ الَّذِيْ لَهُ ـ)) قَالَ: فَذَهَبَ بِهٖ فَأَوْفَاهُ الَّـذِيْ لَـهُ، قَالَتْ: فَمَرَّ الْأَعْرَابِيُّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِيْ أَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: جَـزَاكَ الـلّٰهُ خَيْراً، قَدْ أَوْفَيْتَ وَأَطْيَبْتَ، قَـالَـتْ: فَـقَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُوْلٰئِكَ خِيَـارُ عِبَـادِ الـلّٰـهِ عِـنْـدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

آپ ﷺ نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا: ''اسے کچھ نہ کہو، صاحبِ حق آدمی باتیں کرتا رہتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ پھر لوٹے اور واپس آ کر فرمایا: ''اللہ کے بندے! میں نے تجھ سے اونٹنی خریدی تھی، میرا خیال تھا کہ میرے پاس طے شدہ قیمت ہو گی، لیکن تلاش کے باوجود کچھ نہ ملا۔'' اس بدّو نے کہا: ہائے! یہ تو دھوکہ بازی ہے! لوگوں نے اسے زجر و توبیخ کی اور کہا: اللہ تیرا ستیاناس کرے، کیا رسول اللہ ﷺ دھوکہ کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو چھوڑ دو، حقدار آدمی باتیں کرتا رہتا ہے۔'' آپ ﷺ نے دو تین دفعہ ایسے ہی کیا، لیکن کسی کو (اصل مقصد) سمجھ نہ آ سکا۔ بالآخر آپ ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''خولہ بنت حکیم بن امیہ کے پاس جاؤ اور اسے میرا پیغام دو کہ اگر تیرے پاس ایک وسق ذخرہ کھجور ہے تو مجھے بطور قرض دے دے، میں ان شاء اللہ بعد میں تجھے واپس کر دوں گا۔'' وہ صحابی گیا اور واپس آ کر کہا کہ خولہ کہتی ہیں: جی ہاں! اے اللہ کے رسول! میرے پاس کھجوریں موجود ہیں، آپ کسی آدمی کو لینے کے لیے بھیج دیں۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ ''جاؤ اور اس کا قرضہ ادا کر دو۔'' وہ گیا اور اس کا قرضہ چکا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: وہ بدّو آپ ﷺ کے پاس سے گزرا جبکہ آپ ﷺ اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے اور اس نے کہا: اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے قرض چکا دیا ہے اور بہت عمدہ انداز میں ادا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی کے ہاں روزِ قیامت بہترین بندے وہ ہوں گے جو اچھے انداز میں ادائیگیاں کرتے ہیں۔''

الْمُوْفُوْنَ الْمُطَيِّبُوْنَ۔))

(الصحيحة: ٢٦٧٧)

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٢٦٨، والبزار: ١٣٠٩

**شرح:** ...... یہ ضروری نہیں کہ اینٹ کا جواب پتھر سے ہی دیا جائے، شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جارحانہ باتیں کرنے والے کا سبب دریافت کیا جائے کہ آیا وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بجا طور پر کہہ رہا ہے یا بے جا طور پر، اس شخص کا مزاج کیسا ہے؟ اس کو کس انداز میں جواب دیا جائے؟ پھر اس کے مطابق اس کے ساتھ جوابی کاروائی کرنی چاہیے۔

قرضہ دینے والا محسن اور قرضہ لینے والا ممنون اور محتاج ہوتا ہے، لیکن ہمارے ہاں معاملہ بڑا عجیب ہے کہ قرض دینے والا قرضہ دینے کے بعد قرضہ لینے والا کا محتاج ہو کر رہ جاتا ہے، جب وہ اپنی رقم کا مطالبہ کرتا ہے تو جواباً اوٹ پٹانگ باتیں کی جاتی ہیں۔ ایسا کرنا شرعی مزاج کا تقاضا نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو ان لوگوں کی تعریف کر رہے ہیں جو اچھے انداز میں قرضے چکاتے ہیں اور ہم سرے سے ہی قرضہ ادا کرنے سے قاصر آ جاتے ہیں۔

ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع کا وزن دو کلو سو گرام ہوتا ہے۔

## آپ ﷺ کی عاجزی

(٣١٨١)۔ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَأَخَذَهُ مِنَ الرَّعْدَةِ أَفْكَلٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هَوِّنْ عَلَيْكَ، فَإِنِّيْ لَسْتُ بِمَلِكٍ، إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيْدَ۔))

سیدنا قیس بن حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، اس پر خوف کی وجہ سے کپکپی طاری ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ذرا پرسکون ہو جاؤ (اور فکر مت کرو)، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو سوکھا گوشت کھانے والی ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔“

(الصحيحة: ١٨٧٦)

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات": ١/ ٢٣، ورواه ابن ماجه: ٣٣١٢ عن ابی مسعود موصولا، والحاكم: ٣/ ٤٧

**شرح:** ...... اگرچہ آپ ﷺ سید الاولین والآخرین ہیں، لیکن آپ ﷺ کا امتیازی وصف یہ تھا کہ آپ سہل خو اور نرم پہلو تھے، جفا جو اور سخت خو نہ تھے، غصے اور تکبر سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے، عجز و انکساری اور شفقت و رحمت سے بدرجۂ اتم متصف تھے، چہرۂ انور پر ہمیشہ بشاشت رہتی، خندہ جبیں رہتے، فقرا و مساکین کے ساتھ بیٹھتے، غلاموں کی دعوت قبول کرتے اور اس میں پیش کیا جانے والا سادہ اور معمولی کھانا اہتمام کے ساتھ کھاتے اور کھانے اور لباس میں ان پر برتری اختیار نہ کرتے اور اپنے خادم کو عتاب کرتے نہ انہیں اف تک کہتے۔

## آپ ﷺ کے نبی ہونے کا فیصلہ کب کیا گیا؟

(٣١٨٢)۔ عَنْ مَيْسَرَةَ الْفَجْرِ ، قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَتٰى كُتِبْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ: ((وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔)) (الصحيحة: ١٨٥٦)

سیدنا میسرہ فجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو بطورِ نبی کب لکھا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت جب حضرت آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

تخريج: أخرجه أحمدفي "المسند": ٥/ ٥٩ وفي "السنة": صـ١١١ ، وابو نعيم فى "الحلية": ٩/ ٥٣

**شرح:**...... یعنی ابھی تک نوعِ انسانیت کا آغاز ہی نہیں ہوا تھا کہ تقدیر میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر کچھ غور وفکر کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ نبی کریم ﷺ پہلی مخلوق ہیں۔ (صحیحہ: ٦١١) اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تقدیر میں آپ ﷺ کی نبوت کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ تمام فرقِ اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ افضل البشر اور سیدِ اولادِ آدم ہیں، اس لیے آپ ﷺ کی شان وعظمت کو ثابت کرنے کے لیے تکلف اور غلو کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالی نے اپنے نبی کی اور رسول اللہ نے اپنی جو شان وعظمت بیان کی ہے، اسی پر اکتفا کرنا چاہیے اور آپ ﷺ کی محبت کے تقاضے عملی طور پر پورے کیے جائیں۔ سب سے پہلی مخلوق کون سی ہے؟ جواب کے لیے دیکھیں: "المبتدأ والأنبياء وعجائب المخلوقات" میں ''سب سے پہلی مخلوق'' کا عنوان۔

## آپ ﷺ کا مزاحیہ انداز بھی حقائق پر مشتمل ہوتا تھا

(٣١٨٣)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا؟ قَالَ: ((اِنِّيْ لَااَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔)) (الصحيحة: ١٧٢٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آیا آپ بھی ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں جو کچھ کہتا ہوں، وہ حق ہوتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي في "السنن": ١/ ٣٥٩ و "الشمائل": ٢/ ٣٤ ، والبغوي في "شرح السنة": ٣٦٠٢ ، وأحمد: ٢/ ٣٦٠

**شرح:**...... ''میں جو کچھ کہتا ہوں، وہ حق ہوتا ہے۔'' یعنی آپ ﷺ کی ہر بات صدق اور عدل پر مبنی ہوتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ اپنے اقوال وافعال میں لغزشوں سے معصوم ہیں۔ یہ آپ ﷺ کا کمال ہے کہ آپ کے ہر قول وفعل سے استدلال واستنباط کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا مزاحیہ انداز بھی حقائق پر مشتمل ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سواری کا سوال کیا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔'' اس نے کہا: میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”(جو اونٹ تو طلب کر رہا ہے) وہ بھی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔“ (ترمذی، ابوداود)

سنجیدگی آپ ﷺ کا امتیازی وصف تھا، آپ ﷺ کی خاموشی میں وقار تھا اور گفتگو میں کشش، آپ کی گفتگو دو ٹوک ہوتی، نہ مختصر نہ فضول، ہر حرف واضح ہوتا، نکھرے ہوئے کلمات ہوتے۔

## آپ ﷺ رحمت تھے

(٣١٨٤)۔ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ۔)) (الصحيحة: ٤٩٠)

سیدنا ابوصالح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! میں رحمتِ مجسم بن کر آیا ہوں، جو (اہل جہان کے لیے) ایک ہدیہ ہے۔“

تخریج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات": ١/ ١٩٢۔طبع بیروت

**شرح:** ...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کا لفظ "مُهْدَاةٌ" ایک روایت کے مطابق "مِهْدَاةٌ" ہے اور یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ ہدایت سے ماخوذ ہے اور آپ ﷺ کو ہادی بنا کر بھیجا گیا تھا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۂ شوری: ٥٤) ...... ”اور بیشک آپ ﷺ صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔“

اگر اس کو "مُهْدَاةٌ" پڑھا جائے، تو یہ "اَهْدٰی" سے ماخوذ ہوگا، یعنی اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو لوگوں کی طرف ایک تحفہ بنا کر بھیجا ہے، یہ معنی بھی مناسب ہے۔ (صحیحہ: ٤٩٠)

(٣١٨٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ: ((إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا ، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔)) (الصحيحة: ٣٩٤٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! مشرکوں کے حق میں بد دعا کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے لعنت کرنے والا نہیں، رحمت والا بنا کر بھیجا گیا۔“

تخریج: أخرجه مسلم: ٨/ ٢٤ ، والبخاري في "الأدب المفرد": ٣٢١

**شرح:** ...... رحمۃ للعالمین ہونے کا یہی تقاضا ہے کہ مشرکوں کے لیے ہدایت کی دعا کی جائے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔﴾ (سورۂ انبیا: ١٠٧) ...... ”اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والا اس رحمت کو قبول کرتا ہے، اللہ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہے اور نتیجتاً دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے اس وصف کا یہ بھی تقاضا ہے کہ آپ کی وجہ سے یہ امت بالکلیہ تباہی و بربادی سے محفوظ کر دی گئی ہے، جیسے پچھلی قومیں اور امتیں حرفِ غلط کی طرح مٹا دی جاتی رہیں۔

ما حصل کیا ہے؟ سبق کیا ملا؟ صرف یہ کہ ہم جائزہ لیں کہ ہم اس رحمت سے کس قدر مستفید ہوئے ہیں، اور یہ رحمت ہمارے لیے کتنی مفید ثابت ہو رہی ہے۔

## نبی کریم ﷺ دشمنوں کے لیے بھی مجسمۂ رحمت تھے

(٣١٨٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهِ فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ تَحَوَّلْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ صَدْرِهِ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ أُبَيٍّ الْقَائِلِ يَوْمَ كَذَا؛ كَذَا وَكَذَا؟ يَعُدُّ أَيَّامَهُ قَالَ: وَرَسُوْلُ اللّٰهِ يَتَبَسَّمُ ، حَتّٰى إِذَا أَكْثَرْتُ قَالَ: ((أَخِّرْ عَنِّيْ يَاعُمَرُ إِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ وَقَدْ قِيْلَ لِيْ ﴿اِسْتَغْفِرْلَهُمْ أَوْ لَاتَسْتَغْفِرْلَهُمْ وَأَنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبه:٨٠) لَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ لَوْ زِدْتُّ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَلَهُ، لَزِدْتُّ۔)) قَالَ: ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ وَمَشٰى مَعَهُ فَقَامَ عَلٰى قَبْرِهِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهُ۔ قَالَ: فَعَجَبٌ لِّيْ وَجُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَوَاللّٰهِ مَاكَانَ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتْ هَاتَانِ الْآيَتَانِ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (التوبه:٨٤) قَالَ: فَمَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَهُ عَلٰى مُنَافِقٍ وَلَا قَامَ عَلٰى

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب عبد اللہ بن ابی (منافق) مرا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا، آپ ﷺ تشریف لے گئے اور جب نماز کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں گھوم کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالی کے دشمن عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ (پڑھنے لگے ہو)، جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کہا تھا؟ ان دنوں کو شمار بھی کیا، آپ ﷺ جواباً مسکرا دیے۔ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمر! پیچھے ہٹ جاؤ، مجھے اختیار دیا گیا اور میں نے (اس اختیار کو) قبول کر لیا، مجھے (اللہ تعالی کی طرف سے) کہا گیا ہے: ﴿اے محمد! آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر دفعہ بھی بخشش طلب کریں تو پھر بھی اللہ تعالی ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا﴾ (سورۂ توبہ: ٨٠) اگر مجھے علم ہوتا کہ ستر سے زائد دفعہ بخشش طلب کرنے سے اسے بخش دیا جائے گا تو میں زیادہ دفعہ کر دیتا۔'' پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، اس کی میت کے ساتھ چلے اور فارغ ہونے تک اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ مجھے رسول اللہ ﷺ پر جرأت کرنے پہ بڑا تعجب ہو رہا تھا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اللہ کی قسم! تھوڑے وقت کے بعد ہی یہ دو آیات نازل ہوئیں: ﴿اے محمد! منافقوں میں سے جو بھی مرے، آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، انھوں نے

قَبْرِهٖ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ۔ (الصحيحة: ۱۱۳۱)

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور فسق کی حالت میں مرے ہیں۔﴾ (سورۂ توبہ: ۸۴) (ان آیات کے نزول کے بعد) آپ ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔

تخريج: أخرجه الترمذي: ۲/ ۱۸۵، وأحمد: ۱/ ۱٦، واخرجه البخاري: ۱/ ۳٤۳، ۳/ ۲۵۳، دون قوله: ((وقد قيل لي: استغفر لهم......)) و قوله: ((فما صلى بعده على منافق......۔)) وهكذا رواه النسائي: ۱/ ۲۷۹

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، اپنے دشمنوں کے حسنِ عاقبت کے بھی حریص تھے۔ بہرحال بعد میں معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ زیادہ درست تھا۔

معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان مشرک کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکتا ہے، آجکل جو لوگ برادریوں کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے ایسا کرتے ہیں، انھیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالی کے قرآن کو سامنے رکھیں کہ جس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے مذکورہ بالا واقعہ کے بعد نہ کسی مشرک کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ کسی ایسے فرد کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

## اونٹ کا آپ ﷺ سے اپنے مالک کی شکایت کرنا

(۳۱۸۷)۔ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ يَعْلٰى، قَالَ: مَا اَظُنُّ اَنَّ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ رَاٰى مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا دُوْنَ مَا رَاَيْتُ، فَذَكَرَ اَمْرَ الصَّبِيِّ، وَالنَّخْلَتَيْنِ، وَاَمْرَ الْبَعِيْرِ، اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: ((مَا لِبَعِيْرِكَ يَشْكُوْكَ؟ زَعَمَ اَنَّكَ سَانِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَبُرَ تُرِيْدُ اَنْ تَنْحَرَهُ، لَا تَنْحَرُوْهُ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْاِبِلِ يَكُوْنُ مَعَهَا۔)) (الصحيحة: ٤٨٥)

منہال بن عمرو، سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ جس کثرت سے میں نے رسول اللہ کو دیکھا، اتنا کسی نے نہیں دیکھا ہوگا، پھر انھوں نے بچے کا معاملہ، کھجور کے دو درختوں کا معاملہ اور اونٹ کا معاملہ ذکر کیا۔ اونٹ کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''تیرے اونٹ کو کیا ہوا؟ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے سینچائی کے لیے رہٹ میں چلاتے رہے اور جب یہ بوڑھا ہو گیا تو تم اسے ذبح کرنا چاہتے ہو، اس کو ذبح نہ کرو اور اسے اونٹوں میں چھوڑ دو، ان کے ساتھ چلتا پھرتا رہے گا۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٤/ ۱۷۳، والحاكم: ۲/ ٦۱۷

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ''من معجزاته ﷺ'' کی سرخی ثبت کی ہے۔ آپ ﷺ ایسے رحمۃ للعالمین تھے کہ حیوانات کو بھی آپ ﷺ کی رحمت کا فائدہ ہوا اور آپ ﷺ نے ان کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی گئی۔

## زمین وآسمان کی ہر چیز کو علم ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ماسوائے ......

(۳۱۸۸)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى دَفَعْنَا اِلٰى حَائِطٍ فِيْ بَنِيْ النَّجَّارِ، فَاِذَا فِيْهِ جَمَلٌ لَا يَدْخُلُ الْحَائِطَ اَحَدٌ اِلَّا شَدَّ عَلَيْهِ، فَذَكَرُوْا ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَأَتَاهُ فَدَعَاهُ، فَجَاءَ وَاضِعًا مِشْفَرَهُ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى بَرَكَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: ((هَاتُوْا خِطَامًا۔)) فَخَطَمَهُ، وَدَفَعَهُ اِلٰى صَاحِبِهِ، ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ: ((مَابَيْنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ اَحَدٌ يَعْلَمُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا عَاصِيَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔)) (الصحيحة:۱۷۱۸)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلتے رہے، حتی کہ ہم بنونجار کے ایک باغ تک جا پہنچے، اس میں ایک اونٹ تھا، جو آدمی اس باغ میں داخل ہوتا وہ اونٹ اس پر ٹوٹ پڑتا تھا، لوگوں نے یہ بات نبی کریم ﷺ کو بتائی، آپ اس کے پاس آئے اور اس کو بلایا، وہ اپنا ہونٹ زمین پر رگڑتا ہوا آیا، یہاں تک کہ آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ آپ نے فرمایا: ”لگام لاؤ۔“ آپ نے اسے لگام ڈالی اور اس کے مالک کو تھما دی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”زمین و آسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ماسوائے نافرمان جنوں اور انسانوں کے۔“

تخريج: أخرجه الدارمي: ۱/ ۱۱، وابن حبان في "الثقات": كما يأتي، وأحمد: ۳/ ۳۱۰

**شرح:**...... جن لوگوں نے آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کو حق تسلیم کیا ہے، ان کو چاہیے کہ اس عقیدے کے تقاضے پورے کریں۔

## آپ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش

(۳۱۸۹)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَنَقَشَ فِيْهِ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" وَقَالَ: ((اِنِّيْ اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِّنْ وَرِقٍ، وَنَقَشْتُ فِيْهِ: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" فَلَا يَنْقُشَنَّ اَحَدٌ عَلٰى نَقْشِهِ۔))

(الصحيحة:۳۳۰۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ کندہ کروائے اور فرمایا: ”میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے، اس میں ”محمد رسول اللہ“ کا نقش بنوایا ہے۔ تم میں سے کوئی آدمی اپنی انگوٹھی پر یہ الفاظ کندہ نہیں کروا سکتا۔“

تخريج: رواه البخاري: ۵۸۷۷، ومسلم: ۶/ ۱۵۱، وابن ماجه: ۳۶۴۰، والبيهقي في "السنن الكبرى": ۱۰/ ۱۲۸، وأبوالشيخ في "أخلاق النبي ﷺ": صـ ۱۱۵، وأحمد: ۳/ ۱۸۶، ۲۹۰، وأبويعلي: ۳۸۹۶، ۳۹۳۶، ۳۹۴۳، وابن سعد في "الطبقات الكبرى": ۱/ ۴۷۵

**شرح**:...... اگر چہ چاندی کی انگوٹھی سب کے لیے جائز ہے، لیکن آپ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش آپ ﷺ کی انگوٹھی کے ساتھ خاص تھا۔

## آپ ﷺ کی حیثیت مبلّغ اور تقسیم کنندہ کی تھی

(٣١٩٠)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّمَا اَنَا مُبَلِّغٌ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ، وَقَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ، فَمَنْ بَلَغَهُ مِنِّي شَيْءٌ بِحُسْنِ رَغْبَةٍ وَحُسْنِ هُدًى، فَاِنَّ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَارَكُ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ بَلَغَهُ عَنِّيْ شَيْءٌ بِسُوْءِ رَغْبَةٍ وَسُوْءِ هُدًى، فَذَاكَ الَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔))

(الصحيحة: ١٦٢٨)

حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں مبلّغ ہوں، ہدایت دینے والا اللہ ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں، عطا کرنے والا اللہ ہے۔ اگر کسی آدمی کو میری جانب سے کوئی چیز حسنِ رغبت اور اچھے طریقے کے ساتھ مل جاتی ہے تو اس کے لیے اس میں برکت ہوگی اور اگر کسی کو سوئے رغبت اور برے طریقے کے ساتھ کوئی چیز ملتی ہے تو وہ ایسا آدمی ہے جو کھاتا ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٠١۔ ١٠٢

**شرح**:...... جو چیز آپ ﷺ کسی کو نہ دینا چاہیں، لیکن وہ لینے پر اصرار کرے اور آپ ﷺ اس کے اصرار کی وجہ سے اسے دے دیں تو ایسی چیز مبارک نہیں ہوگی۔

## آپ ﷺ بنو کنانہ سے تھے

(٣١٩١)۔ عَنِ الْجَفْشِيْشِ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَنْتَ مِمَّنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((نَحْنُ بَنُوْ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ، لَا نَقْفُوْا اُمَّنَا، وَلَا نَنْتَفِيْ مِنْ اَبِيْنَا۔))

(الصحيحة: ٢٣٧٥)

سیدنا جفشیش کندی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کن لوگوں سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم بنونضر بن کنانہ سے ہیں، ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں نہ اپنے باپ کی نفی کرتے ہیں۔''

تخريج: رواه ابن منده في "٢/ ٢۔ عام ٢٤٤٢، والخطيب في "التاريخ": ٧/ ١٢٨، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢/ ٢٨٥/ ٢١٩٠

**شرح**:...... اس حدیث میں بنونضر کے غیرت مندانہ وصف کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ کی تیرھویں پشت پر نضر بن کنانہ کا نام آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے میں (محمد) کو منتخب کیا۔ (مسلم)

## آپ ﷺ کی امت سب سے بڑی ہے

(۳۱۹۲)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (( مَا صُدِّقَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ ، اِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُ مِنْ اُمَّتِهِ اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ۔)) (الصحيحة: ۳۹۷)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انبیا میں سے جس قدر (بھاری تعداد میں) لوگوں نے میری تصدیق کی، اتنی کسی کی نہیں کی گئی اور بعض انبیا تو ایسے بھی گزرے ہیں کہ ان کی امتوں میں سے صرف ایک ایک فرد نے ان کی تصدیق کی تھی۔''

تخريج: أخرجه مسلم في "صحيحه": ۱/ ۱۳۰، و ابن حبان في "صحيحه": ۲۳۰۵۔موارد

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ حق و باطل کی معرفت کا دارو مدار پیروکاروں کے قلیل یا کثیر ہونے پر نہیں ہے۔

غور کریں! یہ انبیا، ان کی دعوت ایک تھی، اور ان کا دین ایک تھا، لیکن ایسے انبیا بھی گزرے ہیں کہ جن کی پیروی کرنے والا ایک ایک فرد تھا اور کسی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔

اس حدیث میں عصرِ حاضر کے دعوت دینے والوں اور جن کو دعوت دی جا رہی ہو، دونوں کے لیے بڑی زبردست اور سبق آموز عبرت ہے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ اس حدیث سے نصیحت حاصل کرے اور اپنی دعوت کو جاری رکھے اور دعوت قبول کرنے والوں کی قلت کی کوئی پرواہ نہ کرے، کیونکہ اس کی ذمہ داری حق کو واضح شکل میں پیش کرنا ہے، جبکہ سابقہ انبیائے کرام کا اسوہ حسنہ بھی اس کے سامنے ہے، جن کی زندگیوں کا نتیجہ ایک یا دو پیروکاروں کی صورت میں نکلا۔

اور جس کو دعوت دی جا رہی ہے، وہ داعی کے پیروکاروں کی قلت سے وحشت، عدم انسیت اور خوف و گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے شک و شبہ میں نہ پڑے، چہ جائیکہ وہ قلت کو معیار و حجت قرار دے کر داعی کی دعوت کے بطلان کا دعوی کر دے اور کہے کہ اگر اس کی دعوت سچی ہوتی تو اکثریت اس کی پیروکار بن جاتی۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔﴾ (سورۂ یوسف: ۱۰۳) ...... ''اور زیادہ لوگ مومن ہونے والے نہیں ہیں، اگرچہ آپ حریص ہیں۔'' (صحیحہ: ۳۹۷)

## آپ ﷺ کی امت کا حساب و کتاب سب سے پہلے ہوگا

(۳۱۹۳)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((نَحْنُ آخِرُ الْاُمَمِ ، وَاَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ ، يُقَالُ: أَيْنَ الْاُمَّةُ الْاُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا؟ فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔)) (الصحيحة: ۲۳۷٤)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم سب سے آخری امت ہیں، لیکن سب سے پہلے حساب کتاب ہمارا ہوگا۔ وہاں کہا جائے گا: امتِ امیہ اور اس کا نبی کہاں ہیں؟ ہم (دنیا میں) آخر میں آنے والے ہیں، (لیکن آخرت میں) سب سے پہلے حساب

دینے والے ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: / ٥٧٥

**شرح**:...... أُمِّي: امی اس آدمی کو کہتے ہیں جو دیکھ کر پڑھ سکتا ہو نہ لکھ سکتا ہو، یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ علم وعمل اور حکمت و دانائی سے متصف ہو یا نہ ہو۔

## آپ ﷺ سب سے بڑے متقی تھے

(٣١٩٤)۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، اَنَّ اَنَسًا الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَ عَطَاءً: اَنَّهُ قَبَّلَ امْرَاَتَهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ، فَاَمَرَ امْرَاَتَهُ، فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔)) فَاَخْبَرَتْهُ امْرَاَتُهُ، فَقَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يُرَخَّصُ لَهُ فِي اَشْيَاءَ، فَارْجِعِي اِلَيْهِ فَقُوْلِي لَهُ، فَرَجَعَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: قَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يُرَخَّصُ لَهُ فِي اَشْيَاءَ فَقَالَ: ((اَنَا اَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَعْلَمُكُمْ بِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔))

(الصحيحة: ٣٢٩)

عطا بن یسار، ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کرے۔ اس نے آپ ﷺ سے پوچھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(کوئی مضائقہ نہیں) رسول اللہ ﷺ خود ایسا کرتے ہیں۔'' اس نے اپنے خاوند پر صورتحال کو واضح کیا، لیکن اس نے کہا: نبی ﷺ کو تو بعض مخصوص چیزوں کی رخصت دی جاتی ہے (جو عام مومنوں کے لیے نہیں ہوتی) لہٰذا تو دوبارہ جا اور آپ کے سامنے میرا یہ اشکال پیش کر۔ وہ دوبارہ نبی ﷺ کے پاس گئی اور کہا: میرا خاوند کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو تو بطورِ اختصاص بعض چیزوں کی اجازت دے دی جاتی ہے (لیکن ہم......)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کی حدود کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔''

تخریج: أخرجه رواه الامام أحمد: ٥/ ٤٣٤

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ کے تمام افعال واقوال اور عبادات و معاملات اس امت کے افراد کے لیے حجت ہیں، کسی کو یہ کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں کہ یہ کام تو رسول اللہ ﷺ کے لیے تھا، ہمیں کوئی اور راستہ تلاش کرنا چاہئے۔ ہاں جہاں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وضاحت ہو جائے کہ فلاں چیز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، تو امت کو ایسا کرنے کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ جیسے بیک وقت ایک نکاح میں چار سے زائد بیویاں رکھنا اور کسی عورت کا اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہبہ کر دینا۔ روزے دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ اس پر

مفصل بحث ''الصیام والقیام'' میں کی گئی ہے۔

## آپ ﷺ اولادِ آدم کے سردار ہیں

(٣١٩٥)۔ قَالَ ﷺ: ((اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَاَنَسٍ، وَاَبِيْ سَعِيْدٍ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَّامٍ۔ (الصحيحة:١٥٧١)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔'' یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو سعید اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخریج: جاء من طرق:

١۔ رواه ابن سعد: ١/ ٢٠

٢۔ أخرجه الحاكم: ٢/ ٦٠٤۔٦٠٥

٣۔ وأخرجه البخاري في "التاريخ": ٤/ ١/ ٤٠٠

٤۔ وعن علي ابن زيد بن جدعان عن أبي نضرة عن أبي سعيد مرفوعا به: فأخرجه أحمد: ٣/ ٢، والترمذي: ٤/ ١٤٠، وابن ماجه: ٢/ ٥٨١

٥۔ عن عبدالله بن سلام مرفوعا مثل حديث أبي سعيد: فأخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٢١٢٧۔ موارد

**شرح**:...... ''سیّد'' وہ ہوتا ہے جو خیر و بھلائی میں اپنی قوم سے فائق ہو اور اسے بھی سیّد کہتے ہیں کہ لوگ جس کے سامنے اپنی مصیبتیں اور سختیاں پیش کرتے ہیں اور وہ ان کا آسرا بنتا ہے۔ آپ ﷺ دنیا میں بھی ان دو معنوں میں سید تھے اور آخرت میں بھی ہوں گے۔

## شجر و حجر کا آپ ﷺ کو سلام کرنا

(٣١٩٦)۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ، فَخَرَجْنَا فِيْ بَعْضِ نَوَاحِيْهَا، فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! (الصحيحة:٢٦٧٠)

سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، ہم مکہ کی ایک جانب نکلے، جو درخت اور پتھر بھی آپ کے سامنے آتا، وہ کہتا: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو۔

تخريج: أخرجه الترمذى: ٣٦٣٠، والدارمى: ١/ ١٢، وأبو نعيم فى "الدلائل": ص١٣٨، والحاكم: ٢/ ٦٢٠

## آپ ﷺ کی شان میں غلو نہ کیا جائے

(٣١٩٧)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((اَنَا مُحَمَّدُ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

بْـنُ عَبْـدِ الـلّـٰهِ ، اَنَا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ، مَا اُحِـبُّ اَنْ تَـرْفَـعُـوْنِـيْ فَـوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ اَنْزَلَنِيْهَا اللّٰهُ۔)) (الصحيحة:١٥٧٢)

فرمایا: ''میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ مجھے اس مقام و مرتبہ سے بڑھا چڑھا کر پیش کرو جو اللہ تعالی نے مجھے عطا کیا ہے۔

تخریج: رواه البخاري في"التاريخ الصغير": ٧ ، واحمد: ٣/ ١٥٣ ، ٢٤١

**شرح**:...... آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے جو شان و عظمت عطا کی ہے اور قرآن و حدیث میں آپ ﷺ کا جو مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے، اسی پر اکتفا کرنا چاہئے اور آپ ﷺ کی ذات میں غلو نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تُـطْـرُوْنِـی کَـمَـا اَطْـرَی عِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ وَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه۔)) (بخاری) ...... ''مجھے اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان نہ کرو جیسا کہ عیسی بن مریم کے ساتھ کیا گیا، بس اتنا کہہ دو کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

(٣١٩٨)۔ عَـنْ اَنَـسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلاً قَـالَ: يَـامُـحَـمَّـدُ! يَـا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا! وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَـا أَيُّهَـا الـنَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ ، وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ (وَفِي رِوَايَةٍ: قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ ، وَلَا يَسْتَـجِرَّكُمْ) الشَّيْطَانُ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْـدِ الـلّٰـهِ ، عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ، وَاللّٰهِ! مَا أُحِـبُّ أَنْ تَـرْفَـعُـوْنِـي فَـوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِي أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔)) (الصحيحة: ١٠٩٧)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے محمد! اے ہمارے سید! ہمارے سید کے بیٹے! ہم میں سے بہترین! اور ہم میں سے بہترین کے بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! تقوی اختیار کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھارا دل موہ لے (ایک روایت میں ہے: اپنی درست بات پر پکے رہو، کہیں شیطان کے تابع نہ ہو جاؤ)۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ مجھے میرے اس مقام سے بلند کردو، جو اللہ تعالی نے مجھے عطا کیا ہے۔''

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ٣/ ١٥٣ و ٢٤١و ٢٤٩ ، والبيهقي في"دلائل النبوة" ٣/ ١١٣ / ٢

(٣١٩٩)۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ ، قَالَ: كُنَّا عِـنْـدَ عَـلِـيِّ بْـنِ الْـحُسَيْنِ فَجَاءَ قَوْمٌ مِنَ الْـكُـوْفِيِّيْـنَ ، فَـقَالَ عَلِيٌّ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ أَحِبُّـوْنَـا حُـبَّ الْإِسْلَامِ ، سَـمِـعْـتُ أَبِيْ يَـقُـوْلُ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَـا أَيُّهَـا الـنَّاسُ! لَاتَرْفَعُوْنِي فَوْقَ قَدْرِيْ ، فَإِنَّ اللّٰهَ

اتَّخَذَنِي عَبْدًا قَبْلَ أَنْ يَتَّخِذَنِي نَبِيًّا۔)) فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: وَبَعْدَ مَا اتَّخَذَهُ نَبِيًّا۔ (الصحيحة: ٢٥٥٠)

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ہم علی بن حسین کے پاس بیٹھے تھے، کوفی لوگوں کی ایک جماعت آئی۔علی نے کہا: عراقیو! ہم سے اسلام کے نام پر محبت کرو۔ میں نے اپنے باپ سے سنا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! مجھے میرے مقام سے بلند نہ کرنا، (یاد رکھنا کہ) اللہ تعالی نے مجھے نبی بنانے سے پہلے بندہ بنایا ہے۔'' میں نے یہ حدیث سعید بن مسیب کے سامنے ذکر کی، انھوں نے کہا: آپ ﷺ نبی بننے کے بعد بھی بندے تھے۔

تخريج: أخرجه الحاكم. ٣/ ١٧٩

**شرح**:...... خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں آپ ﷺ کے جو فضائل و مناقب اور شمائل و محاسن بیان کیے گئے ہیں، ان کو لمبی لمبی تفصیلوں کے بغیر اس انداز میں بیان کیا جائے کہ دوسرے انبیا و رسل کی تنقیص لازم نہ آئے۔

## آپ ﷺ کی ''عاتکہ'' نامی تین جدّات

(٣٢٠٠)۔ عَنْ سَيَابَةَ:اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ: ((أَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ۔)) (الصحيحة:١٥٦٩)

حضرت سیابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حنین والے دن فرمایا: ''میں عاتکہ نامی عورتوں کا فرزند ہوں۔''

تخريج: رواه البيهقي في"دلائل النبوة": ج ١ باب نبوآت النبي ﷺ، والطبراني في "المعجم الكبير": ٦٧٢٤

**شرح**:...... آپ ﷺ کے نسب میں تین جدات کا نام ''عاتکہ'' تھا۔ (١) عاتکہ بنت ہلال بن فالج، یہ عبد مناف کی والدہ تھیں، (٢) عاتکہ بنت مرہ بن ہلال، یہ ہاشم بن عبد مناف کی والدہ تھیں اور (٣) عاتکہ بنت اوقص بن مرہ، جو آپ ﷺ کے نانا جان وہب کی والدہ تھیں۔ پہلی عاتکہ دوسری کی اور دوسری تیسری کی پھوپھی ہیں۔ آپ ﷺ فخریہ انداز میں ان کا تذکرہ کرتے تھے۔

## فرشتے آپ ﷺ کو امت کا درود پہنچا دیتے ہیں

(٣٢٠١)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُوْنِّي عَنْ أُمَّتِيَ السَّلَامَ۔)) (الصحيحة: ٢٨٥٣)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی کے بعض فرشتے زمین میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں، وہ مجھے میری امت کے افراد کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه النسائي :۱/ ۱۸۹، وابن حبان :۱۳۹۲، والحاكم :۲/ ۴۲۱، وكذا الدارمي: ۲/ ۳۱۷، و أحمد: ۱/ ۴۴۱، ۴۵۲، وابن المبارك في"الزهد": ق/ ۲۰۴/ ۲، والقاضي اسماعيل في"فضل الصلاة علي النبي": رقم ۲۱، وعنه ابن النجار في"تاريخ المدينة": صفحة ۳۹۸، وابن أبي شيبة في"المصنف":۲/ ۱۳۵/ ۲، و ابن الديباجي في"الفوائد المنتقاة": ۲/ ۸۰/ ۲، والطبراني في"الكبير": ۳/ ۸۱/ ۲، وأبو نعيم في"أخبار أصبهان": ۵/ ۵۰۲، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ۹/ ۱۸۹/ ۲

**شرح:**...... انسان، نیک ہو یا بد، اپنی وفات سے لے کر قبر سے اٹھنے تک عالم برزخ میں رہتا ہے، عالم برزخ ایک زندگی کا نام ہے، جس کا تعلق عالَمِ غیب سے ہے اور جس کی ہیئت و کیفیت دنیوی زندگی سے مختلف ہے اور اس عالم کا دنیوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسی برزخی زندگی کا ایک منظر اس حدیثِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے، جس کی حقیقت اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم آپ ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود وسلام بھیجیں۔

## قریشی سرداروں کا آپ ﷺ کے خلاف منصوبہ، لیکن ناکامی

(۳۲۰۲)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: إِنَّ الْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ اجْتَمَعُوْا فِيْ الْحِجْرِ ، فَتَعَاقَدُوْا بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةِ الثَّالِثَةِ الْأُخْرٰى وَنَائِلَةَ وَإِسَافٍ لَوْ قَدْ رَأَيْنَا مُحَمَّدًا لَقَدْ قُمْنَا إِلَيْهِ قِيَامَ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَلَمْ نُفَارِقْهُ حَتّٰى نَقْتُلَهُ، فَأَقْبَلَتْ أَبْنَتُهُ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَبْكِيْ حَتّٰى دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ: هٰؤُلَاءِ الْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ تَعَاقَدُوْا عَلَيْكَ لَوْ قَدْ رَأَوْكَ لَقَدْ قَامُوْا إِلَيْكَ فَقَتَلُوْكَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا قَدْ عَرَفَ نَصِيْبَهُ مِنْ دَمِكَ۔ فَقَالَ: ((يَا بُنَيَّةُ أَرِيْنِيْ وَضُوءً ا۔)) فَتَوَضَّأَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِمُ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا: هَا هُوَ ذَا، وَخَفَضُوْا أَبْصَارَهُمْ، وَسَقَطَتْ أَذْقَانُهُمْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ، وَعَقَرُوْا فِيْ مَجَالِسِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریشیوں کے اشراف لوگ حطیم میں جمع ہوئے، انھوں نے لات، عزی، نائلہ اور اساف کے نام پر باہم معاہدہ کیا کہ اگر ہم نے محمد (ﷺ) کو دیکھا، تو سب کے سب یکبارگی اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور اسے قتل کئے بغیر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور کہا: ان قریشی سرداروں نے باہم معاہدہ کیا کہ وہ جہاں بھی آپ کو دیکھیں گے، یکبارگی حملہ کر کے آپ کو قتل کر ڈالیں گے، ان میں سے ہر آدمی آپ کے خون میں سے اپنے حصے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میری بیٹی! وضو کے لیے پانی لاؤ۔'' آپ نے وضو کیا اور ان کے پاس بیت اللہ میں چلے گئے۔ جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے: یہ وہ ہے (محمد ﷺ)۔ پھر انھوں نے اپنی آنکھوں کو جھکا لیا، سروں کو پست کر لیا، اپنی اپنی جگہ پر ٹک کر کھڑے رہے اور ان میں سے کسی نے نہ آپ کو دیکھا اور نہ آپ کی طرف لپکا۔

فَلَمْ يَرْفَعُوْا إِلَيْهِ بَصَرًا وَلَمْ يَقُمْ إِلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلٌ! فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى قَامَ عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ فَأَخَذَ قَبْضَةً مِّنَ التُّرَابِ فَقَالَ: ((شَاهَتِ الْوُجُوْهُ)) ثُمَّ حَصَبَهُمْ بِهَا، فَمَا أَصَابَ رَجُلاً مِّنْهُمْ مِنْ ذٰلِكَ الْحَصٰى حَصَاةٌ إِلَّا قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ كَافِرًا۔

(الصحيحة: ٢٨٢٤)

رسول اللہ ﷺ ان کی طرف گئے، ان کے پاس کھڑے ہوئے، کنکریوں کی مٹھی بھری اور فرمایا: ''چہرے بھدے ہو گئے۔'' پھر وہ مٹھی ان پر پھینک دی، جس جس آدمی کو کنکری لگی، وہ بدر والے دن کفر کی حالت میں قتل ہو گیا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٣٠٣، ورواه الحاكم: ٣/ ١٥٧ مختصرا، والبهيقى فى "الدلائل": ٢/ ٢٧٧، وابن حبان فى "صحيحه": ٨/ ١٤٨/ ٦٤٦٨

**شرح**:...... جس کی حفاظت اللہ تعالی کا مطلوب ہو، کوئی اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ جن بدبختوں کے معاہدے ہی غیر اللہ کے نام پر ہوں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ میں کیسے روڑے اٹکا سکتے ہیں۔ نیز یہ سبق بھی حاصل ہوا کہ اسباب و وسائل کا استعمال بھی ضروری ہے، لیکن ان سے پہلے اللہ تعالی پر توکل کو پائیدار کرنا ازحد ضروری ہے۔

## اگر ابوجہل، آپ ﷺ کی گردن روندتا تو......

(٣٢٠٣)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا ﷺ لَأَطَأَنَّ عَلٰى عُنُقِهِ، فَقِيْلَ: هُوَ ذَاكَ، قَالَ: مَا أَرَاهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ فَعَلَ، لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عَيَانًا، وَلَوْ أَنَّ الْيَهُوْدَ تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَمَاتُوْا۔)) (الصحيحة: ٣٢٩٦)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا: اگر میں نے محمد (ﷺ) کو دیکھا تو اس کی گردن روند دوں گا۔ اسے کہا گیا کہ وہ محمد (ﷺ) ہے۔ وہ کہنے لگا: مجھے تو نظر نہیں آ رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اس کو سب کے سامنے پکڑ لیتے، اگر یہودیوں نے موت کی تمنا کی ہوتی تو وہ مر جاتے۔''

تخريج: رواه البزار: ٣/ ٤٠/ ٢١٨٩۔ والسياق له۔ وابن جرير: ١/ ٣٣٦، ٣٠/ ١٦٥، و أخرجه احمد: ١/ ٢٤٨ لكنه لم يسق لفظ، وانما احال على لفظ قبله، وابو يعلى فى "مسنده": ٤/ ٤٧١/ ٢٦٠٤، وأخرجه البخارى: ٤٩٥٨، والترمذى: ٣٣٤٨ بلفظ: قال ابن عباس: قال ابو جهل: لئن رايت محمد يصلى عند الكعبة لأطأن على عنقه، فبلغ النبى ﷺ فقال: ((لو فعله لأخذت الملائكة۔))

**شرح**:...... یعنی ابوجہل وقتی طور پر اندھا ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ اسے دکھائی نہ دیے۔

## آپ ﷺ کی امت سب سے بڑی ہو گی

(٣٢٠٤)۔ عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً، وَإِنِّي أَرْجُوْ اللّٰهَ أَنْ أَكُوْنَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً۔)) (الصحيحة: ١٥٨٩)

فرمایا: ''ہر نبی کا حوض ہوگا اور انبیا اس پر آنے والے لوگوں کی اکثریت کی بنا پر باہم فخر کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''

تخريج: أخرجه البخاري في"التاريخ": ١/ ١/ ٤٤، والترمذي: ٣/ ٢٩٩۔ ٣٠٠، وابن أبي عاصم كما في"نهاية ابن كثير": ١/ ٣٥١، والطبراني في"الكبير": ٦٨٨١

**شرح**:...... میدان حشر میں آپ ﷺ کی امت کی تعداد دوسرے تمام انبیا کی امتوں سے زیادہ ہوگی۔ حدیث نبوی کے مطابق جنتیوں کی کل ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی ان میں سے اسی (۸۰) صفیں آپ ﷺ کی امت کی ہوں گی۔

## آپ ﷺ تبلیغ کرنے والے تھے، نہ کہ تکلیف دینے والے

(٣٢٠٥)۔ إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَاتُخْبِرْ نِسَائَكَ أَنِّيْ اخْتَرْتُكَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَنِيْ مُبَلِّغًا وَلَمْ يُرْسِلْنِيْ مُتَعَنِّتًا۔)) (الصحيحة: ١٥١٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ نے اپنی بیویوں کو یہ نہیں بتلانا کہ میں نے آپ کا انتخاب کر لیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے مجھے تبلیغ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، نہ کہ تکلیف دینے والا (اور پریشان کرنے والا)۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٤/ ١٩٤۔ ١٩٥، والترمذي: ٢/ ٢٣١

**شرح**:...... اس حدیث میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جب امہات المومنین کی طرف سے نان نفقہ کے مطالبہ پر آپ ﷺ سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور بیویوں سے علیحدگی اختیار کی۔ ایک ماہ کے بعد سورۂ احزاب کی نازل ہونے والی آیات پڑھ کر آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو اپنی زوجیت کے عقد میں رہنے یا طلاق لینے کا اختیار دیا۔ اس کا آغاز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا، جنھوں نے آپ ﷺ کو اختیار کیا اور پھر انھوں نے کسی دوسری ام المومنین کو اپنے اقدام کے بارے میں نہ بتلانے کی التماس کی۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کی اس التماس کو پورا نہ کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو یہ واقعہ بیان کرنے سے گریز نہ کیا جائے گا، کیونکہ ایسا کرنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔

## آپ ﷺ کا تبلیغ کا حریص ہونا

(٣٢٠٦)۔ عَنْ جَابِرٍ: كَانَ ﷺ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ، فَيَقُوْلُ:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حج کے موسم میں اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کرتے اور کہتے: ''آیا کوئی

((أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُوْنِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي۔)) (الصحيحة: ١٩٤٧)

ایسا آدمی ہے جو مجھے (بحفاظت وضمانت) اپنی قوم کے پاس لے جائے، تاکہ میں اپنے ربّ کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکوں، کیونکہ قریش نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في"أفعال العباد": صـ ٧٧ـ هند، وأبوداود: ٤٧٣٤، والترمذي: ٢/ ١٥٢، والدارمي: صـ ٤٢٨ـ هند، وابن ماجه: ٢٠١، وابن منده في"التوحيد":١١٣/ ٢، وابن عبد الهادي في"هداية الأنسان": ٢/ ٢٣٩/ ١

**شرح:**...... آپ ﷺ کی بعثت کا مقصود حق کی تبلیغ اور لوگوں کی رہنمائی کرنا تھا، مشرکینِ مکہ کی رکاوٹوں کی وجہ سے آپ ﷺ اپنا مرکز بدلنا چاہتے تھے، آپ ﷺ کی یہ خواہش پوری ہوئی اور آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور مختصر عرصے میں آپ ﷺ کے مقصدِ حیات کی تکمیل ہوتی ہوئی نظر آنے لگی۔

## خیر و بھلائی کے امور میں آپ ﷺ کی حرص
## مظلوم کی مدد کے لیے عہد و پیمان کی خواہش

(٣٢٠٧)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((شَهِدْتُ حِلْفَ الْمُطَيَّبِيْنَ مَعَ عُمُوْمَتِي۔وَأَنَا غُلَامٌ ۔فَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ وَأَنِّي أَنْكُثُهُ۔)) (الصحيحة:١٩٠٠)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے چچاؤں کے ساتھ مُطَيَّبِيْن کے معاہدے میں شریک ہوا، اس وقت میں ایک لڑکا تھا، اب بھی میں ایسے عہد و پیمان کو سرخ اونٹوں کے عوض توڑنے کے لیے تیار نہیں۔''

تخريج: أخرجه البخاري في"الأدب المفرد": ٥٦٧، وابن حبان: ٢٠٦٢، والحاكم: ٢/ ٢٢٠، وأحمد: ١/ ١٩٠و ١٩٣، والطبري في"التفسير": ٩٢٩٦، وابن عدي: ٢٣٣/ ٢

**شرح:**...... جب آپ ﷺ کی عمر بیس سال تھی، اس وقت آخری جنگ فجار پیش آئی، آپ بھی اس میں شریک ہوئے، اس جنگ کے بعد ماہِ ذیقعدہ میں درج ذیل پانچ قبائل میں ایک معاہدہ طے پایا، جسے ''حلف الفضول'' کہتے ہیں: (۱) بنو ہاشم (۲) بنو المطلب (۳) بنو اسد (۴) بنو زہرہ (۵) بنو تیم

اس کا پس منظر یہ ہے کہ زبید یمنی سامانِ تجارت لے کر مکہ آیا، عاص بن وائل نے اس سے سامان خریدا لیکن قیمت ادا نہ کی۔ اس نے بنو عبد الدار، بن مخزوم، بنو جمح، بنو سہم اور بنو عدی سے فریاد کی، لیکن انھوں نے توجہ نہ کی۔ چنانچہ اس نے جبل ابو قبیس پر چڑھ کر اپنی مظلومیت کا نقشہ چند شعروں میں کھینچا، اور مدد کے لیے پکارا۔ اس پر زبیر بن عبد المطلب نے دوڑ دھوپ کی اور مذکورہ پانچ قبائل کے افراد بنو تیم کے سردار عبد اللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے، وہ مکہ کا باشندہ ہو یا کسی اور علاقے کا، یہ سب اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے

ہوں گے، پھر عاص بن وائل سے زبید کا حق لے کر اس کے حوالے کیا۔

اس عہد و پیمان میں آپ ﷺ بھی اپنے چچاؤں میں تشریف فرما تھے اور شرفِ رسالت سے مشرف ہونے کے بعد مذکورہ بالا حدیث میں بیان کیا ہوا مضمون دوہراتے تھے اور اس رغبت کا اظہار کرتے کہ اگر مجھے اب دورِ اسلام میں ایسے معاہدے کے لیے بلایا جائے تو میں یقیناً قبول کروں گا۔

بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم دورِ جاہلیت میں ابن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے، ایک ٹب میں خوشبو ڈالی اور اس میں اپنے ہاتھ ڈبو کر یہ معاہدہ کیا کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے اور اس کو اس کا حق دلوائیں گے، اس طرح ان کا نام مُطَيَّبِيْن پڑ گیا، کیونکہ انھوں نے خوشبو میں ہاتھ ڈالے تھے اور خوشبو کو عربی میں "طِيْب" کہتے ہیں۔

## آپ ﷺ ڈٹ کر اپنے منہج پر قائم رہے

(٣٢٠٨)۔ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: جَاءَتْ قُرَيْشٌ اِلَى اَبِيْ طَالِبٍ، فَقَالُوْا: اَرَاَيْتَ اَحْمَدَ يُؤْذِيْنَا فِيْ نَادِيْنَا، وَفِيْ مَسْجِدِنَا، فَانْهَهُ عَنْ اَذَانَا۔ فَقَالَ: يَا عُقَيْلُ! اِئْتِنِيْ بِمُحَمَّدٍ۔ فَذَهَبْتُ فَاَتَيْتُهُ بِهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ! اِنَّ بَنِيْ عَمِّكَ زَعَمُوْا اَنَّكَ تُؤْذِيْهِمْ فِيْ نَادِيْهِمْ وَفِيْ مَسْجِدِهِمْ، فَانْتَهِ عَنْ ذٰلِكَ۔ قَالَ: فَلَحَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَصَرِهِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَحَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَصَرِهِ) اِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: ((مَا اَنَا بِاَقْدَرَ عَلٰى اَنْ اَدَعَ لَكُمْ ذٰلِكَ عَلٰى اَنْ تُشْعِلُوْا لِيْ مِنْهَا شُعْلَةً۔)) يَعْنِيْ الشَّمْسَ۔ فَقَالَ اَبُوْ طَالِبٍ: مَا كَذَبَ ابْنُ اَخِيْ، فَارْجِعُوْا۔ (الصحيحة:٩٢)

سیدنا عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریشی، ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: آپ احمد (ﷺ) کو نہیں دیکھتے؟ وہ ہمیں ہماری مجالس اور مساجد میں تکلیف دیتا ہے، آپ اسے ایسی ایذا پہنچانے سے منع کر دیں۔ انھوں نے مجھے کہا: عقیل! محمد (ﷺ) کو بلاؤ۔ میں گیا اور ان کو بلا کر لے آیا۔ ابو طالب نے کہا: میرے بھتیجے! تیرے چچا زاد بھائیوں نے یہ شکایت کی ہے کہ تم انھیں مجلسوں اور مسجدوں میں تکلیف دیتے ہو، اس طرح کرنے سے باز آ جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے کن انکھیوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: "اگر تم لوگ میرے لیے آسمان سے شعلہ (یعنی سورج) بھی لے آؤ تو میں ایسا کرنے سے نہیں رک سکتا۔" یہ سن کر ابو طالب نے کہا: میرا بھتیجا محمد (ﷺ) جھوٹا نہیں ہے، تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔

تخریج: رواه أبو جعفر البختري في "حديث أبي الفضل أحمد بن ملاعب": ٤٧/ ١-٢، وابن عساكر: ١١/ ٣٦٣/ ١، ١٩/ ٤٤/ ٢٠١

**شرح:**...... آپ ﷺ کا مقصد حق گوئی اور تبلیغِ حق تھا، اس فریضہ کی ادائیگی سے کسی کی موافقت ہو یا مخالفت، آپ ﷺ کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھی۔

## مصطفی ﷺ کی مصطفائی ......آپ ﷺ کا نسب نامہ

(٣٢٠٩)۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ۔)) (الصحيحة: ٣٠٢)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے میں (محمد) کو منتخب کیا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ٥٨، وأبويعلى في "مسنده": ٣٥٥/ ٢، والخطيب: ١٣/ ٦٤، وابن عساكر: ١٧/ ٣٥٣/ ١، واحمد: ٤/ ١٠٧، والترمذي: ٢/ ٢٨١

**شرح**: ...... اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آپ ﷺ کے بالا و برتر ہونے کا بیان ہے۔

آپ ﷺ کا نسب نامہ: ابو القاسم محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان بالاتفاق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں، لیکن دونوں کے درمیان کتنی پشتیں ہیں؟ اور ان کے کیا کیا نام ہیں؟ اس کے بارے میں بڑا اختلاف ہے۔

## آپ ﷺ حق گو تھے

(٣٢١٠)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُرِيْدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِيْ قُرَيْشٌ وَقَالُوْا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضٰى! فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَوْمَأَ بِإِصْبَعِهِ إِلٰى فِيْهِ، فَقَالَ: ((أُكْتُبْ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ، إِلَّا حَقٌّ۔)) (الصحيحة: ١٥٣٢)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا، اسے یاد کرنے کی غرض سے لکھ لیتا تھا، مجھے قریشیوں نے ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا: کیا تو ہر بات لکھ لیتا ہے، جبکہ صورتحال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں، جو ناراضگی اور خوشی میں باتیں کرتے ہیں۔ پس میں نے لکھنا ترک کر دیا اور جب یہ (قریشیوں والی بات) رسول اللہ ﷺ کو بتائی گئی تو آپ ﷺ نے اپنے منہ کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''لکھتا رہ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرے منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٢٤، والدارمي: ١/ ١٢٥، والحاكم: ١/ ١٠٥، أحمد: ٢/ ١٦٢، ١٩٢

**شرح:**...... حضرت محمد ﷺ رسالت ونبوت کے منصب پر فائز تھے، ہادیٔ عالم تھے، آپ ﷺ کی حرکات و سکنات قرآن مجید کی خاموش تفسیر کی حیثیت رکھتی تھیں، آپ ﷺ کی رضامندی میں اللہ تعالی کی مرضی شامل ہوتی تھی، آپ ﷺ کے ارشادات وفرمودات قیامت کے در و بام تک آنے والے لوگوں کے لیے رشد وہدایت کا پیغام ہیں۔

جو ہستی ایسی صفات سے متصف ہو، اس کی مقدس زبان سے صرف حق ہی صادر ہو سکتا ہے۔

## آپ ﷺ کی کسریٰ کو دعوتِ اسلام

(۳۲۱۱)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ الْأَسْلَمِيِّ بِأَسَانِيْدَ لَهُ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، قَالَ: دَخَلَ حَدِيْثُ بَعْضِهِمْ فِيْ حَدِيْثِ بَعْضٍ، قَالُوْا: وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ حُذَافَةَ السَّهْمِيَّ، وَهُوَ أَحَدُ السِّتَّةِ، إِلٰى كِسْرٰى يَدْعُوْهُ إِلَى الْإِسْلَامِ وَكَتَبَ مَعَهُ كِتَابًا: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَدَفَعْتُ إِلَيْهِ كِتَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُرِءَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَهُ فَمَزَّقَهُ، فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ مَزِّقْ مُلْكَهُ۔)) وَكَتَبَ كِسْرٰى إِلٰى بَاذَانَ عَامِلِهِ عَلَى الْيَمَنِ أَنِ ابْعَثْ مِنْ عِنْدِكَ رَجُلَيْنِ جَلْدَيْنِ إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ بِالْحِجَازِ، فَلْيَأْتِيَانِيْ بِخَبَرِهِ، فَبَعَثَ بَاذَانُ قَهْرَمَانَهُ وَرَجُلًا آخَرَ وَكَتَبَ مَعَهُمَا كِتَابًا، فَقَدِمَا الْمَدِيْنَةَ، فَدَفَعَا كِتَابَ بَاذَانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَدَعَاهُمَا إِلَى الْإِسْلَامِ وَفَرَائِصُهُمَا تَرْعَدُ وَقَالَ: ((اِرْجِعَا عَنِّيْ يَوْمَكُمَا هٰذَا حَتّٰى تَأْتِيَانِيَ الْغَدَ فَأُخْبِرُكُمَا بِمَا أُرِيْدُ۔)) فَجَاءَاهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ لَهُمَا: ((أَبْلِغَا صَاحِبَكُمَا أَنَّ رَبِّيْ قَدْ قَتَلَ رَبَّهُ

محمد بن عمر اسلمی اپنی سندوں کے ساتھ چند ایک صحابہ، جن میں سے بعض کی احادیث کے الفاظ دوسروں کی احادیث میں خلط ملط ہو گئے، سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ ، جو چھ میں ایک تھے، کو کسری کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا اور ایک خط بھی لکھا۔ عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کا خط کسری تک پہنچایا، وہ اس پر پڑھا گیا، اس نے خط پکڑا اور پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کی بادشاہت کے پرخچے اڑا دے۔'' پھر کسری نے یمن کے گورنر باذان کی طرف خط لکھا کہ کوئی دو باہمت آدمی اس حجاز والے شخص (نبی کریم ﷺ) کے پاس بھیج تاکہ وہ ہمیں اس کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ باذان نے اپنے میر منشی اور ایک دوسرے آدمی کو اپنا خط دے کر بھیجا۔ یہ دونوں مدینہ پہنچے اور باذان کا خط نبی کریم ﷺ کو دیا۔ آپ ﷺ مسکرائے اور انھیں دعوتِ اسلام دی، اس وقت ان کے مونڈھوں کا گوشت کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ ''تم دونوں آج چلے جاؤ، کل مجھے ملنا، میں تمھیں اپنے ارادے پر مطلع کروں گا۔'' جب وہ دوسرے دن آئے تو آپ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''میری بات اپنے لیڈر (باذان) تک پہنچا دو کہ اِس رات میرے ربّ نے اس کے

كِسْرٰی فِیْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ۔)) رب کسری کو ہلاک کر دیا ہے۔''

(الصحيحة: ١٤٢٩)

تخریج: أخرجه ابن سعد: ١/ ٢٥٨۔ ٢٦٠

**شرح:**...... مسلم حکمرانوں کو بھی چاہئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا حق ادا کریں اور کفریہ مملکتوں کے وزرا وسلاطین کو اسلام کی طرف دعوت دیں اور انجام کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیں۔

جب رسول اللہ ﷺ قریش سے حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ کر کے اور ان کی طرف سے مطمئن ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو بادشاہوں اور امرا کے نام خطوط لکھ کر انہیں دعوتِ اسلام دی اور ان کو ان کی دوہری ذمہ داری یاد دلائی۔ ایک خط والئ فارس خسرو پرویز کو لکھا، جس کا تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے۔

خسرو پرویز کی بادشاہت آپ ﷺ کی بد دعا کا مصداق بنی، رومیوں نے کسری کے لشکر کو بدترین شکست دی، پھر خسرو کے بیٹے شیرویہ نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اسے قتل کر کے بادشاہت پر قبضہ کر لیا، پھر وہاں افتراق و انتشار کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا، تا آنکہ خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی لشکر نے اس ملک پر قبضہ کر لیا اور یہ بادشاہت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

## آپ ﷺ کا حلیہ مبارک

(٣٢١٢)۔ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: كَانَ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، حَسَنَ الْوَجْهِ، لَمْ اَرَ بَعْدَهٗ وَلَا قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ۔))

(الصحيحة: ٣٥٥٨)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ موٹے ہاتھوں اور پیروں والے اور خوبصورت چہرے والے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

تخريج: أخرجه البخاري: ٥٩٠٦۔ ٥٩١٢، وأحمد: ٣/ ١٢٥، وابن سعد في "الطبقات": ١/ ٤١٤

(٣٢١٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: كَانَ ﷺ شَبْحَ الذِّرَاعَيْنِ، أَهْدَبَ أَشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ، بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، يُقْبِلُ جَمِيْعاً، وَيُدْبِرُ جَمِيْعاً، لَمْ يَكُنْ فَاحِشاً وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ۔

(الصحيحة: ٢٠٩٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بھرے ہوئے بازوؤں والے اور لمبی پلکوں والے اور آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا۔ پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوا کرتے تھے اور پورے وجود کے ساتھ پیٹھ پھیرتے تھے۔ آپ ﷺ بدخلق تھے نہ بدزبان اور آپ ﷺ بازاروں میں شور کرنے والے بھی نہیں تھے۔

تخريج: أخرجه الطيالسي: ٢٤١٣، وأحمد: ٢/ ٣٢٨، ٤٤٨، وابن سعد: ١/ ٤١٤، والبيهقي: ١/ ١٨١

**شرح:**...... سیدہ ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک ان الفاظ میں بیان کیا: پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ،

پسندیدہ خو، نہ توندنکلی ہوئی نہ چندیہ کے بال گرے ہوئے۔ زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ وفراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرمگین چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش، وقار کے ساتھ گویا دل بستگی لیے ہوئے۔ دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دل فریب، قریب سے نہایت شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی وبیشی الفاظ سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ منظر، والا قدر، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ ترش رو، نہ فضول گو۔

(ماخوذ از زاد المعاد لابن قیم الجوزی)

(٣٢١٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَبْيَضَ ، كَأَنَّمَا صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ ، رَجِلَ الشَّعْرِ۔ (الصحيحة: ٢٠٥٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ ایسا سفید تھا کہ گویا کہ آپ کو چاندی سے بنایا گیا ہو اور آپ کے بال معمولی گھنگریالے تھے۔

تخريج: أخرجه الترمذي في "الشمائل": ص٢٩ ، والبيهقي في "الدلائل": ١/ ١٧٩

**شرح**:...... امام ابن حزم نے رسولِ معظم ﷺ کا حلیہ ان الفاظ میں بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نہ بہت لمبے تھے نہ پستہ قد، آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا، رنگ کے اعتبار سے آپ ﷺ نہ بالکل سفید تھے نہ گندم گوں، بلکہ رنگ سفیدی کے ساتھ سرخی لیے ہوئے تھا، چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکدار تھا۔ سر کے بال نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل پیچدار، بلکہ ہلکی سی پیچیدگی کے ساتھ گھونگریالے تھے۔ اعضا کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی اور پر گوشت تھیں۔ پلکیں سیاہ سرمگیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے، دندان مبارک خوبصورت چمکدار، دہن اعتدال کے ساتھ فراخ یعنی تنگ نہ تھا۔ ناک خوبصورت، رفتار تیز تھی، چلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ڈھلوان زمین پر اتر رہے ہیں۔ جب آپ توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ فرماتے، یعنی صرف گردن پھیر کر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ نگاہ اکثر نیچی رہتی تھی، پنڈلیاں پُر گوشت اور ملائم تھیں۔ ایڑی میں گوشت کم تھا۔ ریش مبارک گھنی اور بال سیاہ تھے۔ آپ کے پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے، سر کے بال زیادہ لمبے ہوتے تو کان کی لو تک یا شانے تک پہنچ جاتے تھے۔ ورنہ نصف کان کی لو تک یا شانے تک رہتے تھے۔ آپ کے سر اور داڑھی کے بال بیس سے زیادہ سفید نہ تھے یعنی گنتی کے بال سفید تھے۔ (جوامع السیرۃ)

## آپ ﷺ کے سونے کی کیفیت

(٣٢١٥)۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ ﷺ تَنَامُ عَيْنَاهُ ، وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔))

(الصحيحة: ٣٥٥٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا۔

تخريج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٤٣١

(٣٢١٦)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔)) (الصحيحة:٦٩٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "صحيحه": ١/ ٩/ ٢

(٣٢١٧)۔ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ تَنَامُ اَعْيُنُنَا، وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُنَا۔)) (الصحيحة: ١٧٠٥)

عطاء کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہم انبیا کی جماعت کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتے۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات": ١/ ١٧١

**شرح**:...... ان احادیث میں انبیاورسل کا ایک خاصہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے سونا ناقضِ وضو نہیں تھا۔

## آپ ﷺ کا بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا

(٣٢١٨)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْبِطُ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِهِ مِنَ الْغَرَثِ۔ (الصحيحة:١٦١٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔

تخريج: أخرجه ابن الأعرابي في "معجمه": ٣/ ١

**شرح**:...... غزوۂ خندق کے موقع پر کھدائی کے دوران آپ ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اگر معدہ کے خالی ہو جانے کی صورت میں ایسے نہ کیا جائے تو بھوک کا احساس بڑھ جاتا ہے اور پیٹ میں گیس پیدا ہو جاتی ہے۔

## حضرت ابراہیم، حضرت عیسی، حضرت موسی اور حضرت محمد علیہم الصلاۃ والسلام کی خصوصیات

(٣٢١٩)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ: اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ، وَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهُ، وَمُوْسٰى كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا، فَمَاذَا أُعْطِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((وَلَدُ آدَمَ كُلُّهُمْ تَحْتَ لِوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تُفْتَحُ لَهُ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصحابِ رسول نے کہا: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) خلیل اللہ ہیں، حضرت عیسی (علیہ السلام) اللہ تعالی کا کلمہ اور روح ہیں اور حضرت موسی (علیہ السلام) سے اللہ تعالی نے کلام کی ہے۔ اے اللہ کے رسول! آپ کو کیا عنایت کیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزِ قیامت حضرت آدم (علیہ السلام) کی ساری اولاد میرے جھنڈے

اَبْوَابُ الْجَنَّةِ۔)) (الصحیحۃ:٢٤١١)

تلے ہوگی، میں وہ شخصیت ہوں جس کے لیے سب سے پہلے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔''

تخریج: رواہ لوین فی "حدیثہ": ١/ ١۔ قطعة منه

**شرح:**...... روزِ قیامت آپ ﷺ بنو آدم کے سردار ہوں گے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اَنَا سَیِّدُالنَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔) (بخاری، مسلم) ...... ''میں روزِ قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا۔'' ...... یہ آپ ﷺ کے دو امتیازات ہیں کہ آپ تمام لوگوں کے سیّد ہوں گے اور سب سے پہلے آپ کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

## آپ ﷺ کی امتیازی خصوصیات

(٣٢٢٠)۔ عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُعْطِیْتُ مَالَمْ یُعْطَ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِیَاءِ فَقُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاهُوَ؟ قَالَ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْأَرْضِ، وَسُمِّیْتُ أَحْمَدَ، وَجُعِلَ التُّرَابُ لِیْ طَهُوْرًا، وَجُعِلَتْ أُمَّتِیْ خَیْرَ الْأُمَمِ۔)) (الصحیحۃ: ٣٩٣٩)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ایسی چیزیں بھی عطا کی گئیں جو (مجھ سے پہلے) کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(لوگوں پر میرا) رعب (ڈال کر) میری مدد کی گئی ہے، مجھے زمین کی چابیاں عنایت کی گئیں ہیں، میرا نام احمد رکھا گیا ہے، مٹی کو میرے لیے پاک کرنے والا بنا دیا گیا ہے اور میری امت کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ١/ ٩٨، والبیهقي في "السنن": ١/ ٢١٣، و "الدلائل": ٥/ ٤٧٢، وابن ابی شیبة فی "المصنف": ١١/ ٤٣٤/ ١١٦٩٣

**شرح:**...... اس میں نبی کریم ﷺ کی خصوصیات کا بیان ہے۔ایک ماہ کی مسافت کی باوجود آپ ﷺ کا دشمن آپ کے رعب کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے۔ زمین کی چابیوں سے مراد وہ علاقے اور سلطنتیں ہیں، جن کو فرزندان امت نے اپنی فتوحات میں داخل کر لیا اور بیش بہا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے مراد سونے اور چاندی وغیرہ کی کانیں ہوں۔ ''احمد'' اسم تفضیل کا صیغہ ہے، فاعل اور مفعول دونوں کے معنی میں ہوسکتا ہے، اگر فاعل کا معنی تسلیم کریں تو اس کا معنی ہوگا: ہر تعریف کرنے والے سے بڑھ کر تعریف کرنے والا، بالخصوص اس وقت جب اللہ تعالی حشر میں میدان میں اپنے تعریفی کلمات آپ ﷺ کو الہام کریں گے، اور اگر مفعول کا معنی سامنے رکھیں تو معنی یہ ہوگا: ہر محمود سے بڑھ کر محمود۔ لیکن فاعل کا معنی مراد لینا زیادہ درست ہے، کیونکہ مفعول کا معنی آپ ﷺ کے نام ''محمد'' میں بھی پایا جاتا ہے۔ تیمّم اور ہر جگہ نماز پڑھنے کی رخصت بھی صرف آپ ﷺ اور آپ کی امت کو ملی، پہلے والی امتوں کے لیے

ضروری تھا کہ وہ اپنے مخصوص عبادت خانوں میں نماز ادا کریں۔

## قرآن مجید کی وجہ سے آپ ﷺ کا امتیاز

(٣٢٢١)۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أُعْطِيْتُ مَكَانَ التَّوْرَاةِ السَّبْعَ الطِّوَالَ ، وَمَكَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِيْنَ ، وَمَكَانَ الإِنْجِيْلِ الْمَثَانِيَ ، وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔)) (الصحيحة: ١٤٨٠)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تورات کی جگہ ''طِوَال سَبْعَه'' زبور کی جگہ ''مِئِيْن'' اور انجیل کی جگہ ''مَثَانِي'' دی گئیں اور ''مُفَصَّل'' سورتوں کے ساتھ مجھے فضیلت دی گئی۔''

تخريج: أخرجه الطيالسي: ٢/ ٩/ ١٩١٨ ، والطحاوي في "مشكل الآثار" ٢/ ١٥٤ ، و الطبراني في "التفسير" ١/ ١٠٠ رقم ١٢٦ ، وابن منده في "المعرفة" ٢/ ٢٠٦/ ٢

**شرح**:...... طِوَالِ سَبْعَه: سورۂ بقرہ سے سورۂ توبہ تک سات لمبی سورتیں۔

مِئِيْن: سورۂ یونس سے سورۂ صافات تک۔

مَثَانِي: سورۂ صافات سے سورۂ حجرات تک۔

مُفَصَّل: سورۂ حجرات سے آخرِ قرآن تک۔

(٣٢٢٢)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعًا: ((أُعْطِيْتُ هٰذِهِ الآيَاتِ مِنْ آخِرِ الْبَقَرَةِ ، مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ ، لَمْ يُعْطَهَا نَبِيٌّ قَبْلِي وَلَا يُعْطَى مِنْهُ أَحَدٌ بَعْدِي۔)) (الصحيحة: ١٤٨٢)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے عرش کے نیچے ایک خزانے سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں، اس قسم کی آیات نہ مجھ سے قبل کسی نبی کو دی گئیں اور نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٨٣ ، وابن نصر في "قيام الليل" صـ ٦٥ ، والسراج في "مسنده": ٣/ ٤٧/ ١ ، والبيهقي: ١/ ٢١٣

**شرح**:...... ان سے مراد سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات ہیں، جو ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ سے شروع ہوتی ہیں۔

## آپ ﷺ کے مقابلے میں ابلیس کا مغلوب ہونا

(٣٢٢٣)۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فَصَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ وَهُوَ خَلْفَهُ ، فَقَرَأَ ، فَالْتَبَسَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ ،

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز فجر ادا کی اور وہ (ابوسعید) آپ کے پیچھے تھے، آپ نے قرأت فرمائی، لیکن آپ ﷺ

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: ((لَوْ رَأَيْتُمُوْنِيْ وَإِبْلِيْسَ فَأَهْوَيْتُ بِيَدِيْ، فَمَا زِلْتُ أَخْنُقُهُ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ لُعَابِهِ بَيْنَ إِصْبَعَيَّ هَاتَيْنِ: الإِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا، وَلَوْلَا دَعْوَةُ أَخِي سُلَيْمَانَ، لَأَصْبَحَ مَرْبُوْطًا بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ يَتَلَاعَبُ بِهِ صِبْيَانُ الْمَدِيْنَةِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَحُوْلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ أَحَدٌ فَلْيَفْعَلْ۔))
(الصحیحۃ:۳۲۵۱)

پر قراءت خلط ملط ہونے لگی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کاش کہ تم مجھے اور ابلیس کو دیکھتے، میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کا گلا گھونٹتا رہا، حتی کہ مجھے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان اس کے لعاب کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ اگر میرے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی دعا نہ ہوتی تو وہ اس حال میں صبح کرتا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ بندھا ہوتا اور مدینے کے بچے اس کے ساتھ کھیل رہے ہوتے۔ تم میں سے جس میں یہ استطاعت ہو کہ (دورانِ نماز) اس کے اور اس کے قبلہ کے مابین کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ ایسا ہی کرے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۳/ ۸۲، ومن هذ الوجه رواه ابوداود: ٦٩٩ مختصرا

**شرح**:...... اگرچہ نبی کریم ﷺ شیطانی حملوں سے مکمل محفوظ تھے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِ قَرِيْنَهُ مِنَ الْجِنِّ۔)) قَالُوْا: وَإِيَّاكَ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((وَاِيَّايَ، اَلَا اِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِي عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ، فَلَا يَأْمُرُنِي اِلَّا بِخَيْرٍ۔)) (مسلم) ...... ''اللہ تعالی نے تم میں سے ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان مقرر کر دیا ہے (جو اسے برائی پر آمادہ کرتا ہے)۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ تعالی نے اس کے خلاف میری مدد کی، جس کی وجہ سے وہ مطیع ہو گیا، پس وہ مجھے صرف خیر و بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔''

لیکن ابلیس اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتا رہتا تھا اور نتیجتاً ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹتا تھا، جیسا کہ اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی: ﴿وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي﴾ (ص: ۳۵) ......''اور (اے اللہ!) مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما، جو میرے بعد کسی کے لیے لائق نہ ہو۔''

حافظ ابن حجر نے کہا: اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی رعایت کرتے ہوئے ابلیس کو چھوڑ دیا تھا، لیکن یہ بھی احتمال ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہو کہ وہ جو کام چاہتے جنوں سے کروا لیتے تھے۔ (فتح الباری)

## آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا

(٣٢٢٤)۔ عَنْ اَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَكَاَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقْظَةِ، اِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّتَمَثَّلَ بِيْ۔)) (الصحيحة: ١٠٠٤)

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مجھے خواب میں دیکھا، گویا کہ اس نے مجھے بیداری کی حالت میں دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت میں ڈھلنے کی سکت نہیں رکھتا۔“

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤/ ٣٩٠، وابن حبان: ١٨٠١

(٣٢٢٥)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: كَانَ ﷺ لَا يُخَيَّلُ عَلٰى مَنْ رَآهُ۔ (الصحيحة:٢٧٢٩)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو آدمی آپ ﷺ کو خواب میں دیکھتا، وہ محض خیالی چیز نہ ہوتی تھی۔

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١٠/ ٢٦٤/ ١٠٥١٠، وأخرجه احمد: ١/ ٤٥٠ بلفظ: ((من رآني في المنام، فانا الذي رآني، فان الشيطان لا يتخيل بي۔)) ورواه احمد: ١/ ٣٧٥ ايضا، والترمذي: ٢٢٧٧، وابن ماجه: ٣٩٤٦ بلفظ ((لا يتمثل بي)) مكان ((لايتخيل بي))

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے شواہد ذکر کرتے ہوئے اور ان پر طویل بحث کرتے ہوئے کہا:

(بعض شواہد پر کی گئی جرح نقل نہیں کی جا رہی، کیونکہ دوسرے طرق اور مرویات کی وجہ سے یہ کمی پوری ہو جاتی ہے۔)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَاَنَا الَّذِي رَآنِي، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي۔)) ......”جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری مشابہت اختیار نہیں کرسکتا ہے۔“ (مسند احمد: ١/ ٤٥٠)

اس کے ایک طریق میں ”لا یتمثل بی“ (شیطان میری مماثلت اختیار نہیں کرسکتا) کے الفاظ ہیں۔ (مسند احمد: ١/ ٣٧٥، ٤٠٠، ٤٤٠، ترمذی: ٢٢٧٧، ابن ماجہ: ٣٩٤٦، دارمی: ٢/ ١٢٣۔ ١٢٤)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَاِيَّايَ رَآى، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِيْ۔ وَفِيْ لَفْظٍ: لَا يَتَخَيَّلُنِي۔)) ......”جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری مشابہت اختیار نہیں کرسکتا۔“

اسی حدیث کا ایک اور طریق: نذیر فارسی کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور ان کو یہ خواب بیان کیا۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّتَشَبَّهَ بِي، فَمَنْ رَآنِي فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِي۔)) ......”بیشک شیطان میری

مشابہت اختیار کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس لیے جس نے مجھے خواب میں دیکھا، پس اس نے مجھے دیکھا۔“

پھر سیدنا عبداللہ نے اس آدمی سے کہا: تو نے جس آدمی کو خواب میں دیکھا ہے، کیا اس کی صفات بیان کرسکتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں، میں نے دیکھا کہ دو آدمیوں کے درمیان ایک آدمی تھا، اس کا جسم اور گوشت سفیدی کی طرف مائل گندمی رنگ کا تھا، اس کی آنکھیں سرگیں تھیں، حسین انداز میں مسکراتا تھا، اس کا چہرہ خوبصورت گولائی لیے ہوئے تھا، سینے کے بالائی حصے کو بھرنے والی بڑی اور گھنی داڑھی تھی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھتا تو آپ کی صفات اس سے زیادہ بیان نہ کرسکتا۔ (مسند احمد: ١/ ٣٦١، مختصر شمائل ترمذی: ٣٤٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی شاہد میں یہ الفاظ ہیں: (( ..... فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي، وَقَالَ بْنُ فُضَيْلٍ مَرَّةً: يَتَخَيَّلُ بِي۔)) (مسند احمد: ١/ ٣٣٢، ٢/ ٣٤٢)

تیسرا شاہد سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي۔)) ..... ”جس نے مجھے خواب میں دیکھا، سو اس نے مجھے دیکھا، کیونکہ شیطان میری مماثلت اختیار نہیں کرسکتا۔“ (شمائل ترمذی: ٣٤٩، اوسط طبرانی: ١/ ٢١٨/ ٢/ ٣٩٠٦)

امام بخاری (۶۹۹۴) نے اسی روایت کو بلفظ (( ..... لا یتمثل بی۔)) روایت کیا ہے اور معنی ایک ہی ہے۔

مناوی نے (شرح الشمائل) میں کہا: ”لا یتخیل بی“ کے معانی ہیں: شیطان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ کسی کے لیے میری صورت میں ظاہر ہو۔ تخیّل کا معانی تصوّر کے قریب قریب ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے: ”لَا يَتَزَايَا بِيْ، لَا يَتَرَاءٰى بِي، لَا يَتَكَوَّنُنِي“ لیکن یہ سب الفاظ قریب المعنی ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے، میں نے (الروض النضیر) میں (۹۹۵) کے تحت دس صحابہ سے اس کی تخریج پیش کی ہے۔ (مجمع الزوائد: ٧/ ١٨١۔ ١٨٢) میں مزید صحابہ کے نام مل سکتے ہیں۔

ان احادیثِ مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے، اگرچہ دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم زمانہ نہ ہو۔ ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی صورتِ مبارکہ میں دیکھے۔ علما کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ١٢/ ٣٨٤) میں کہا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا برا بن عازب رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور تعبیر کرنے والوں کے امام جناب محمد بن سیرین کی بھی یہی رائے ہے۔

ایوب کہتے ہیں: جب کوئی آدمی امام ابن سیرین کو یہ خواب بیان کرتا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، تو وہ اسے کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرو۔ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات درست بیان نہ کرتا تو اسے کہتے کہ تو

نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔

علامہ ابن رشد نے کہا، جیسا کہ (الاعتصام للامام شاطبی: ۱/۳۵۵) میں ہے: ((مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَآنِی حَقًّا)) (جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حق دیکھا۔) کا یہ مطلب نہیں کہ جو آدمی بھی آپ ﷺ کو دیکھتا ہے، وہ حق دیکھتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کو خوابوں میں مختلف صورتوں میں دیکھا جاتا ہے، اب یہ ناممکن ہے کہ آپ ﷺ کی تصویر اور صفات بدلتی رہتی ہوں۔

اس حدیث کا معنی تو یہ ہے کہ جس نے مجھے اس صورت میں دیکھا، جس پر میں پیدا کیا گیا ہوں، کیونکہ شیطان یہ صورتِ مبارکہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اب اس آدمی کا کیا کیا جائے جو آپ ﷺ کو ایسی صورت اور صفات میں دیکھتا ہے، جو صورت اور صفات آپ ﷺ کی نہیں ہوتیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: کچھ لوگوں نے اس معاملے میں تنگی پیدا کر دی ہے اور کہا ہے کہ خواب دیکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کو اس صورت میں دیکھے، جس پر آپ ﷺ فوت ہوئے تھے، حتی کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے سفید بالوں کی کمیّت کی بھی شرط لگائی ہے، جو کم و بیش بیس تھے۔ حالانکہ درست موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ کو آپ کی حقیقی صورت میں دیکھا جائے، اگرچہ اس صورت کا تعلق نوجوانی سے ہو یا مردانگی سے ہو یا ادھیڑ عمری سے ہو یا آخری عمر سے۔

شیخ ملا علی قاری نے (شرح الشمائل: ۲/۲۹۳) میں کہا: ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنے والی احادیث کا تعلق آپ کے اہل زمانہ کے ساتھ خاص ہے، یعنی جو شخص آپ ﷺ کو خواب میں دیکھ لیتا، اللہ تعالی اسے بیداری میں آپ ﷺ کا دیدار نصیب کر دیتا۔ لیکن یہ معنی بعید ہے اور آپ ﷺ کی احادیث میں پائے جانے والے عموم کے بھی منافی ہے، بہر حال کچھ قیود تو ضروری ہیں، جن کے ساتھ اس حدیث کے عموم کو مقید کیا جائے گا، مثلا ایسے شخص نے آپ ﷺ کو پہلے نہ دیکھا ہو یا صحابی اس عموم میں داخل نہیں ہے ......

میں (البانی) کہتا ہوں: یہ تخصیص بے سہارا ہے، البتہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ رَآنِی فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِی فِی الْیَقْظَةِ، وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِی۔)) ...... ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا، اور شیطان میری مماثلت اختیار نہیں کر سکتا۔'' (صحیح بخاری: ٦٩٩٣)

لیکن دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ''فسیرانی فی الیقظة'' کے الفاظ مزید درج ذیل صورتوں میں بھی روایت کیے گئے ہیں: ((فکانما رآنی فی الیقظة۔))...... ((فقد رآنی فی الیقظة۔))

اکثر احادیث میں تو صرف ((فقد رآنی)) کے الفاظ ہیں اور ساری روایات ایسے خواب کے سچا ہونے پر دلالت کرتی ہیں، سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ معنی کو دیکھا جائے تو اس روایت میں ((فکانما رآنی فی

اليقظة۔)) کے الفاظ زیادہ صحیح نظر آتے ہیں، اس سے بھی زیادہ تاکید درج ذیل روایت سے پیدا ہوتی ہے:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((فقد رآنی الحق۔)) (بخاری: ٦٩٩٧، احمد: ٣/٥٥) یہ حدیث ابن حبان (٦٠١٩، ٦٠٢٠) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (صحیحہ: ٢٧٢٩)

حافظ ابن حجرؒ نے طویل بحث کے دوران کہا: اس بحث کا ماحصل چھ اقوال پر مشتمل ہے:

(۱) یہ محض تشبیہ وتمثیل ہے۔

(۲) عنقریب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرے گا۔

(۳) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے صحابہ کے ساتھ خاص ہے۔

(۴) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آئینے میں دیکھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے تھے، لیکن یہ تو بعید تاویل ہے۔

(۵) وہ روزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار عام لوگوں کی بہ نسبت مخصوص انداز میں کرے گا۔

(۶) خواب دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں حقیقت میں دیکھے گا اور آپ کے ساتھ ہم کلام ہوگا۔ (فتح الباری)

اس کتاب کا مزید مراجعہ کیا جا سکتا ہے۔ معلوم ایسے ہوتا کہ اس حدیثِ مبارکہ کے ظاہری مفہوم اور عموم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جائے کہ خواب دیکھنے والے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک اور دوسری عادات و اطوار کے بارے میں پوچھا جائے۔ اگر اس کا جواب کتبِ احادیث میں بیان کی گئی صورتِ مبارکہ سے مکمل موافقت رکھتا ہو تو اس خواب کو حقیقت پر محمول کیا جائے اور اس حقیقت کی حقیقت کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیا جائے اور اگر موافقت نہ ہو تو معاملہ واضح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ امر ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار کرنے والا جہاں اس چیز کو اپنے حق میں سعادت خیال کرتا ہے، وہاں اسے چاہیے کہ عملی رجحان پیدا کرے، نہ کہ پہلے والی نیکیوں کی روٹین ہی متاثر ہو جائے، کیونکہ اخروی نجات کا انحصار نیکیوں پر ہے۔

## امہات المؤمنین کے فضائل ومناقب

(٣٢٢٦)۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ﷺ اِذَا اُتِيَ بِالشَّيْءِ يَقُوْلُ: ((اِذْهَبُوْا بِهِ اِلٰى فُلَانَةٍ فَاِنَّهَا كَانَتْ صَدِيْقَةَ خَدِيْجَةَ، اِذْهَبُوْا اِلٰى بَيْتِ فُلَانَةٍ فَاِنَّهَا كَانَتْ تُحِبُّ خَدِيْجَةَ۔)) (الصحيحة:٢٨١٨)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز لائی جاتی تو فرماتے: ''یہ چیز فلاں عورت کو دے آؤ، وہ (میری بیوی) خدیجہ کی سہیلی تھی۔ یہ چیز فلاں کے گھر پہنچا دو کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت کرتی تھی۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٢٣٢، والبزار في "مسنده": ١٩٠٤۔الكشف، والدولابي في "الذرية الطاهرة": ق٩/ ١، والحاكم: ٤/ ١٧٥

(٣٢٢٧)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ: ((سَيِّدَاتُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ بَعْدَ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ: فَاطِمَةُ، وَخَدِيْجَةُ، وَآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ۔)) (الصحيحة:١٤٢٤)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت مریم بنت عمران کے بعد جنتی عورتوں کی سردار یہ (تین عورتیں:) فاطمہ، خدیجہ اور فرعون کی بیوی آسیہ تھیں۔''

تخريج: رواه الطبراني: ٣/ ١٥٠/ ٢

(٣٢٢٨)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بَشِّرُوْا خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبٌ فِيْهِ وَلَا نَصَبٌ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفَي، وَعَائِشَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَرَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ۔

(الصحيحة: ٣٦٠٨)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خدیجہ کو جنت میں یاقوت والے موتیوں کے گھر کی خوشخبری سنادو، اس میں شور وغل ہوگا نہ تعب و تکان۔'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن ابو اوفی، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن جعفر اور ایک اور صحابی رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج:(١)۔ أما حديث ابن أبي أوفي: فرواه البخاري: ١٧٩٢، ٣٨٢٩۔ واللفظ له۔، ومسلم: ٧/ ١٣٣۔ والنسائي في"الكبرى": ٨٣٦٠، وابن أبي شيبة: ١٢/ ١٣٣، وابن حبان: ٧٠٠٤، وأحمد في"مسنده": ٤/ ٣٥٥، ٣٥٦، ٣٨١ وفي"الفضائل": ١٥٧٧، ١٥٨١، ١٥٨٢، وابنه عبدالله في"زوائده": على" الفضائل": ١٥٩٣، ١٥٩٤، والقطيعي في"زوائده": على "الفضائل": ١٥٩٥، والحميدي ٧٢٠، والطبراني في"الكبير": ٢٣/ رقم ١١

(٢)۔ وأما حديث عائشة: فرواه البخاري:٣٨٢٦، ٣٨٢٧، ومسلم: ٧/ ١٣٣، و الترمذي: ٣٨٧٦، والنسائي في"الكبرى" ٨٣٦٢، وأحمد في"مسنده": ٦/ ٥٨، ٢٠٢، ٢٧٩، والحاكم في"المستدرك": ٣/ ١٨٦، وأسحاق بن راهويه في"مسنده": ٣١١

(٣)۔ وأما حديث أبي هريرة: فرواه البخاري: ٣٨٢٠، ٧٤٩٧، ومسلم: ٧/ ١٣٣، والنسائي في"الكبرى": ٨٣٥٨، وابن أبي شيبة: ١٢/ ١٣٣، وابن حبان: ٧٠٠٩، والحاكم: ٣/ ١٨٥، والبغوي: ٣٩٥٣، وأحمد في"المسند": ٢/ ٢٣١ وفي"الفضائل": ١٥٨٨، وأبويعلي: ٦٠٨٩، والطبراني: ٢٣/ رقم۔ ١٠

(٤)۔ وأما حديث عبدالله بن جعفر: فرواه ابن حبان: ٧٠٠٥، والحاكم: ٣/ ١٨٤، ١٨٥، وأحمدفي"المسند" ١/ ٢٠٥ وفي"الفضائل": ١٥٨٥، ١٥٩١، وأبويعلي في"مسنده": ٦٧٩٥، ٦٧٩٧،

والطبراني في"المعجم الكبير": ٢٣/ رقم ـ ١٣

(٥)ـ وأما حديث الرجل من الصحابة: فقد رواه ابن أبي شيبة في"المصنف" ١٢/ ١٣٤

**شرح**:...... نبی کریم کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والی، گھبراہٹوں میں آپ ﷺ کا سہارا بننے والی اور آپ ﷺ پر اپنا سرمایا لٹا دینے والی آپ کی وفادار بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اللہ تعالی نے ان کی قربانیوں کی قدر کی اور انھیں جنت میں گھر کی بشارت سنوا دی۔

(٣٢٢٩)ـ قَالَ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُبَشِّرَ خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبٌ فِيْهِ وَلَانَصَبٌ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ جَمْعٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مِنْهُمْ: عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ، وَعَائِشَةُ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أَوْفٰى۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا کہ میں (اپنی بیوی) خدیجہ کو جنت میں یاقوت سے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری سناؤں، جس میں شور وغل ہوگا نہ دکھ درد۔'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

(الصحيحة: ١٥٥٤)

تخريج: (١)ـ أما حديث عبدالله بن جعفر: فأخرجه أحمد: ١/ ٢٠٥، والحاكم: ٣/ ١٨٤، ١٨٥، والضياء في"المختارة": ق ١٢٨/ ١

(٢)ـ وأما حديث عائشة ((دون قوله: لاصخب......)): فأخرجه أحمد: ٦/ ٢٧٩، وعنه الحاكم: ٣/ ١٨٥، وكذا الخطيب في"التاريخ": ١٢/ ٢٣٤، ثم اخرجه البخاري: ٣/ ١٣، ٤/ ١١٦، ومسلم: ٧/ ١٣٣، والترمذي: ٢/ ٣٢١، وزاد الترمذي: ((لاصخب فيه، ولا نصب))

(٣)ـ وأما حديث أبي هريرة: فأخرجه البخاري: ٣/ ١٤، ٤/٩٧٩، ومسلم أيضا، وأحمد: ٢/ ٢٣٠

(٤)ـ وأما حديث ابن أبي أوفي: فأخرجه الشيخان، وأحمد: ٤/ ٣٥٥، ٣٥٦، ٣٥٧، ٣٨١

**شرح**:...... سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نبوت کا ابتدائی دور ہی پا سکی تھیں، لیکن اس مختصر عرصے میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے وفاؤں کا وہ انداز اختیار کیا کہ نبوی دربار سے جنتوں اور بہشتوں کی بشارتیں وصول کر لیں تھیں۔

(٣٢٣٠)ـ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهُ لَيُهَوَّنُ عَلَيَّ الْمَوْتُ أَنْ أُرِيْتُكِ زَوْجَتِيْ فِي الْجَنَّةِ۔))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ''مجھ پر موت کی سختیاں اس بنا پر آسان ہو رہی ہیں کہ تم جنت میں مجھے اپنی بیوی دکھائی دے رہی ہو۔''

(الصحيحة:٢٨٦٧)

تخريج: رواه الحسين المروزي في"زوائد الزهد":٢٠٧/ ٢، والخلعي في "الفوائد": ٢/ ٥٩/ ١،

واحمد: ٦/ ١٣٨

**شــــرح** :...... اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت بیان کی گئی ہے کہ وہ جنت میں نہ صرف آپ ﷺ کی بیوی ہوں گے، بلکہ آپ ﷺ اس چیز پر اتنے خوش ہیں کہ آپ ﷺ کو موت کے سکرات اور سختیاں ہلکی محسوس ہو رہی ہیں۔

(٣٢٣١)۔ عَنْ مُسْلِمِ الْبَطِيْنِ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَائِشَةُ زَوْجِيْ فِيْ الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة: ١١٤٢)

حضرت مسلم بطین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ جنت میں بھی میری بیوی ہوگی''

تخريج: أخرجه ابن سعد: ٨/ ٦٦

(٣٢٣٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ فَاطِمَةَ قَالَتْ: فَتَكَلَّمْتُ أَنَا ، فَقَالَ: ((أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِيْ زَوْجَتِيْ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ؟)) قُلْتُ: بَلٰى وَاللّٰهِ! قَالَ: ((فَأَنْتِ زَوْجَتِيْ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ۔)) (الصحيحة: ٣٠١١)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا، میں نے ان کے بارے میں کوئی (ناقدانہ) باتیں کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس شرف پر راضی نہیں ہوگی کہ دنیا و آخرت میں میری بیوی ہو؟'' میں نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''تم دنیا و آخرت میں میری بیوی ہو۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٧٠٥٣۔ الأحسان ، ، والحاكم: ٤/ ١٠ ، وأخرج الترمذي: ٣٨٧٥ ، وابن حبان: ٧٠٥٢ الجملة الاخيرة منه عن عائشة رضی اللہ عنہا

**شــــرح** :...... اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمال فضیلت بیان کی گئی ہے کہ وہ دنیا میں بھی ام المومنین ہیں اور آخرت میں بھی زوجۂ رسول ہی رہیں گی۔

نبی کریم ﷺ نے سیدہ کو یہ مژدہ اس وقت سنایا جب انھوں نے بتقاضۂ بشریت آپ ﷺ کی محبوب بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کچھ نقد کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم صحابہ کرام اور صحابیاتِ عظام کے آپس کے اعتراضات کو ان کا دور گزر جانے کے بعد موضوع بحث بنالیں۔

(٣٢٣٣)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ ، كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ وَأَبِيْ مُوْسٰى وَعَائِشَةَ۔ (الصحيحة: ٣٥٣٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں پر عائشہ کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔''

تخريج: ورد من حديث أنس وأبي موسى و عائشة:

۱۔ وأما حديث أنس: فأخرجه البخاري: ۳۷۷۰، ۵٤۱۹، ٥٤۲۸، ومسلم: ۷/ ۱۳۸، والترمذي في "السنن": ۳۸۸۷۔ وصححه۔، والدارمي في "السنن": ۲/ ۱۰٦، والنسائي في "السنن الكبرى": ٦٦۹۲، وابن ماجه: ۳۲۸۱، وأحمد في "المسند": ۳/ ۱٥٦

۲۔ وأما حديث أبي موسى: فأخرجه البخاري: ۳۷٦۹، ومسلم: ۷/ ۱۳۲۔ ۱۳۳، والنسائي: ۸۳۸۱، ۸۸۹٥، والترمذي: ۱۸۳٤۔ وصححه۔، والطيالسي: ٥۰٤، وكذا ابن ماجه: ۳۲۸۰، وأحمد: ٤/ ۳۹٤

۳۔ وأما حديث عائشة: فأخرجه النسائي: ۸۸۹٦

**شرح**:...... ثرید ایک قسم کا زود ہضم اور بابرکت کھانا ہوتا ہے جسے دوسرے کھانوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ یہی معاملہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے کہ وہ مسلم خواتین میں اعلی مقام رکھتی ہیں۔

(۳۲۳٤)۔ عَنْ أَبِيْ سَلِمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ لِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِيْ: ((أَمْرُكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِيْ بَعْدِيْ وَلَنْ يَصْبِرَ عَلَيْكُنَّ إِلَّا الصَّابِرُوْنَ۔)) ثُمَّ قَالَتْ: فَسَقَى اللّٰهُ أَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ، وَكَانَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قَدْ وَصَلَهُنَّ بِمَالٍ، فَبِيْعَ بِأَرْبَعِيْنَ أَلْفًا۔ (الصحيحة: ۱٥۹٤)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، انھوں نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد پیش آنے والے تمھارے معاملات نے مجھے مغموم و بے چین کر رکھا ہے اور صبر کرنے والے ہی تم پر صبر کریں گے۔'' پھر حضرت عائشہ نے ابوسلمہ سے کہا: اللہ تعالی تیرے باپ کو جنت کی سلسبیل سے مشروب پلائے۔ انھوں نے واقعی صلہ رحمی کا ثبوت دیتے ہوئے امہات المؤمنین کو (ایک باغ) دیا، جو چالیس ہزار کا فروخت کیا گیا۔

تخريج: أخرجه الحاكم: ۳/ ۳۱۲

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا ایک شاہد یہ بھی نقل کیا ہے: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: ((اِنَّ الَّذِيْ يَحْنُوْ عَلَيْكُنَّ بَعْدُ هُوَ الصَّادِقُ الْبَارُّ، اَللّٰهُمَّ اسْقِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ۔)) (حاکم) ......''(میری بیویو!) بیشک جو آدمی تم پر شفقت و مہربانی کرے گا، وہی سچا اور نیک ہوگا، اے اللہ! تو عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کی سلسبیل سے سیراب فرما دے۔''

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں کا انتہائی درجے کا احترام و اکرام اور ان کے ساتھ شفقت و رافت والا معاملہ ہونا چاہیے۔ آج اگرچہ امہات المؤمنین موجود نہیں ہیں، لیکن ان کا تذکرۂ خیر کرنا اور ان کے بشری تقاضوں کو سامنے رکھ کر ان پر کیچڑ نہ اچھالنا ہمارے ایمان و ایقان کا تقاضا ہے۔

## آپ کے اہل وعیال کے حق میں بہتر آدمی کی فضیلت

(٣٢٣٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي مِنْ بَعْدِيْ۔)) (الصحيحة:١٨٤٥)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل کے حق میں بہتر ہوگا۔''

تخريج: أخرجه البزار: صـ ٢٧٤ ـ زوائده، وأبونعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ٢٩٤، والحاكم: ٣/ ٣١١

**شرح**:...... آپ ﷺ کی بیویوں، بیٹیوں اور دوسرے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کرنا آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی ایک شق ہے۔

## جنت کی چار افضل خواتین

(٣٢٣٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَطَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَخْطُطٍ، ثُمَّ قَالَ: ((تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟)) قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ۔)) (الصحيحة:١٥٠٨)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار خطوط کھینچے، پھر پوچھا: ''کیا تم ان لکیروں کے بارے میں جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا: اللہ تعالی اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت والی خواتین میں سب سے افضل یہ چار ہیں: خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد (ﷺ)، مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم۔''

تخريج: رواه أحمد: ١/ ٢٩٣، والطحاوي في "المشكل" ١/ ٥٠، والحاكم: ٢/ ٥٩٤، ٣/ ١٦٠، ١٨٥، والضياء في "المختارة" ٦٥/ ٦٧/ ١، والطبراني: رقم ١١٩٢٨، ١٢١٧٩

## سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے دعائے مغفرت

(٣٢٣٧)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا رَأَيْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ طِيْبَ النَّفْسِ، قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُدْعُ اللّٰهَ لِيْ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَائِشَةَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَاتَأَخَّرَ، وَمَا أَسَرَّتْ وَمَا أَعْلَنَتْ۔)) فَضَحِكَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى سَقَطَ رَأْسُهَا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرحان وشاداں دیکھ کر کہا: اے اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ تعالی سے دعا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! عائشہ کے پہلے اور پچھلے اور اعلانیہ اور مخفی (سب) گناہ بخش دے۔'' (خوشی سے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہنسنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کی گودی میں جا

اللّٰهِ ﷺ مِنَ الضَّحْكِ فَقَالَ: ((أَيَسُرُّكِ دُعَائِي؟)) فَقَالَتْ: وَمَالِي لَا يَسُرُّنِي دُعَاؤُكَ؟ فَقَالَ: ((وَاللّٰهِ إِنَّهَا لَدَعْوَتِي لِأُمَّتِي فِي كُلِّ صَلَاةٍ.))

(الصحيحة: ٢٢٥٤)

پڑا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تجھے میری دعا نے خوش کر دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: بھلا مجھے آپ کی دعا خوش کیوں نہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں ہر نماز میں اپنی امت کے لیے یہ دعا کرتا ہوں۔''

تخريج: أخرجه أخرجه البزار في "مسنده": ٢٦٥٨، كشف الأستار

## سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت

(٣٢٣٨)۔ عَنْ رَبِيعَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَعْطَانِي أَرْضًا وَأَعْطَى أَبَا بَكْرٍ أَرْضًا، وَجَاءَتِ الدُّنْيَا فَاخْتَلَفْنَا فِي عَذْقِ نَخْلَةٍ، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: هِيَ فِي حَدِّ أَرْضِي! وَقُلْتُ أَنَا هِيَ فِي حَدِّي! وَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي بَكْرٍ كَلَامٌ، فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ كَلِمَةً كَرِهْتُهَا وَنَدِمَ فَقَالَ لِي: يَارَبِيعَةُ! رُدَّ عَلَيَّ مِثْلَهَا حَتَّى يَكُوْنَ قِصَاصًا، قُلْتُ: لَا أَفْعَلُ، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: لَتَقُوْلَنَّ أَوْ لَأَسْتَعْدِيَنَّ عَلَيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ: مَا أَنَا بِفَاعِلٍ۔ قَالَ: وَرَفَضَ الْأَرْضَ فَانْطَلَقَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَانْطَلَقْتُ أَتْلُوْهُ، فَجَاءَ أُنَاسٌ مِنْ أَسْلَمَ فَقَالُوْا: رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ! فِي أَيِّ شَيْءٍ يَسْتَعْدِيْ عَلَيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، وَهُوَ الَّذِيْ قَالَ لَكَ مَا قَالَ؟ فَقُلْتُ: أَتَدْرُوْنَ مَنْ هٰذَا؟ هٰذَا أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ، وَهُوَ (ثَانِيَ اثْنَيْنِ) وَهُوَ ذُوْ شَيْبَةِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِيَّاكُمْ يَلْتَفِتُ فَيَرَاكُمْ

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، آپ نے مجھے زمین دی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی زمین دی۔ ہم پر دنیا غالب آ گئی، کھجور کے ایک درخت کے بارے میں ہمارا جھگڑا ہو گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میری زمین کی حد میں ہے۔ میں نے کہا: یہ میری حد میں ہے۔ میرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان سخت کلامی ہوئی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا کلمہ کہا جس کو میں نے ناپسند کیا اور وہ خود بھی شرمندہ ہوئے۔ (بالآخر) انہوں نے مجھے کہا: اے ربیعہ! مجھے یہی کلمہ کہو تا کہ بدلہ ہو جائے۔ لیکن میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تجھے ضرور کہنا پڑے گا، ورنہ میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کروں گا۔ میں نے کہا میں ایسا (جملہ) نہیں کہوں گا۔ ربیعہ کہتے ہیں: ابوبکر زمین چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف چل دیے، میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔ بنواسلم قبیلہ کے چند لوگ آئے اور انہوں نے کہا: اللہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، بھلا وہ رسول اللہ ﷺ سے کس چیز کے متعلق تیرے خلاف فریاد کریں گے۔ حالانکہ انھوں نے تجھے ایسے ایسے بھی کہا ہے۔ میں نے کہا: تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، (غارِ ثور) میں دو میں سے دوسرے وہ تھے اور وہ مسلمانوں

تَنْصُرُوْنِیْ عَلَیْهِ فَیَغْضَبَ، فَیَأْتِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَیَغْضَبَ لِغَضَبِهِ، فَیَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِهِمَا، فَیَهْلَكَ رَبِیْعَةُ: قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: ارْجِعُوْا۔ فَانْطَلَقَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَبِعْتُهُ وَحْدِیْ وَجَعَلْتُ أَتْلُوْهُ حَتّٰی أَتَی النَّبِیَّ فَحَدَّثَهُ الْحَدِیْثَ كَمَا كَانَ فَرَفَعَ إِلَیَّ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((یَا رَبِیْعَةُ! مَالَكَ وَلِلصِّدِّیْقِ؟)) قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَانَ كَذَا وَكَانَ كَذَا، فَقَالَ لِیْ كَلِمَةً كَرِهْتُهَا، فَقَالَ لِیْ: قُلْ كَمَا قُلْتُ لَكَ حَتّٰی یَكُوْنَ قِصَاصًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَجَلْ فَلَا تَرُدَّ عَلَیْهِ وَلٰكِنْ قُلْ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ یَا أَبَا بَكْرٍ! غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ یَا أَبَابَكْرٍ۔)) قَالَ: فَوَلّٰی أَبُوْبَكْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ یَبْكِیْ۔ (الصحیحة:٣٢٥٨)

کے بزرگ ہیں۔ پس تم بچو(کہیں ایسا نہ ہو) کہ وہ تم کو اپنے خلاف میری مدد کرتے ہوئے دیکھ کر غصے ہو جائیں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور آپ اس کے غصے کی وجہ سے ناراض ہو جائیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائیں اور ربیعہ ہلاک ہوجائے۔ انہوں نے کہا: تو (پھر ایسے میں) تم ہمیں کیا حکم دیتے ہو؟ اس نے کہا: تم چلے جاؤ۔ (اب ہوا یوں کہ) ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے اور میں بھی اکیلا ان کے پیچھے چل پڑا۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور جیسی بات تھی ویسے ہی بیان کردی۔ آپ ﷺ نے اپنا سر میری طرف اٹھایا اور فرمایا: ''اے ربیعہ تیرے اور صدیق کے مابین کیا معاملہ ہے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! معاملہ تو ایسے ایسے تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسا کلمہ کہا جس کو میں نے ناپسند کیا، پھر انھوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ میں بھی ان کو وہی بات کہہ دوں تاکہ لے پلے ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، اب تم نے (قصاصا) وہ بات نہیں دوہرانی، بلکہ یوں کہنا ہے: اے ابوبکر! اللہ تجھے معاف کرے۔ اے ابوبکر! اللہ تجھے معاف کرے۔'' جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو وہ رو رہے تھے۔

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ٥٨-٥٩، الطبراني في "المعجم الكبير": ٤٥٧٧

**شرح:**...... غلط فہمی یا ناراضگی ناممکن نہیں، بلکہ یہ انسان کی فطرت ہے، آدمی جذبات میں آ کر نامناسب باتیں بھی کہہ دیتا ہے، لیکن نیک صفت لوگ جذبات میں ہونے والی تقصیروں کو ندامت کے آنسوؤں سے فوراً دھو لیتے ہیں، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی ناراضگی ہوجاتی تھی، مگر وہ نفوس قدسیہ تقویٰ کی بلندیوں پر فائز ہونے کی وجہ سے فوراً اپنا معاملہ رفع دفع کرتے ہوئے دل صاف کر لیتے تھے۔ اس حدیث طیبہ سے جہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت اور مقام ومرتبہ معلوم ہوتا ہے، وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ حد درجہ رقیق القلب اور خوفِ خدا، خشیت الٰہی اور احترام انسانیت رکھنے والے شخص تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہما دونوں نے جھگڑا تو برابر کا کیا۔ ہاں یہ بات ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آخر میں ندامت کا اظہار کیا اور مقابل کو کہا کہ وہ یہی بات کر کے اس سے قصاص لے لے۔ لیکن سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹنے کا

مقصد یہ تھا کہ ابوبکر صدیق بزرگ ہیں، ان کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے، اس لیے عام صحابہ کو ان کا لحاظ کرنا چاہیے اور ان سے کٹ حجتی کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَقِیْلُوْا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ۔)) ..... ''صاحب حیثیت لوگوں کی غلطیاں معاف کر دیا کرو، الا یہ کہ وہ حدود ہوں۔'' (صحیحہ: ٦٣٨)

دنیا کا ہر وہ معاشرہ جس کو تہذیب و شائستگی سے ادنی تعلق بھی رہا ہو، اپنے اندر موجود باوقار، شریف النفس اور رذائل سے دور رہنے والے افراد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کی چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کو نظر انداز کرتا نظر آتا ہے۔

(٣٢٣٩)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَ أَبُوْبَكْرٍ آخِذًا بِطَرْفِ ثَوْبِهِ حَتّٰى أَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ۔)) فَسَلَّمَ وَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ، ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِيْ، فَأَبٰى عَلَيَّ! فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ: ((يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ!)) (ثَلَاثًا) ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ، فَأَتٰى مَنْزِلَ أَبِيْ بَكْرٍ فَسَأَلَ: أَثَمَّ أَبُوْبَكْرٍ؟ فَقَالُوْا: لَا، فَأَتٰى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ يَتَمَعَّرُ حَتّٰى أَشْفَقَ أَبُوْبَكْرٍ، فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ (مَرَّتَيْنِ) فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ إِلَيْكُمْ، فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: صَدَقَ وَ وَاسَانِيْ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْلِيْ صَاحِبِيْ؟)) (مَرَّتَيْنِ) فَمَا أُوْذِيَ بَعْدَهَا۔

سیدنا ابودردا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انھوں نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑا ہوا تھا، حتی کہ اسے اپنے گھٹنے سے ہٹا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے ساتھی نے خود کو مصائب و مشکلات میں ڈال دیا ہے۔'' انھوں نے سلام کہا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری ابن خطاب سے کچھ گڑبڑ ہو گئی، میں نے جلدی میں کچھ کہہ دیا، پھر مجھے ندامت ہوئی، سو میں نے ان سے کہا کہ وہ مجھے معاف کر دیں، لیکن انھوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس لیے اب میں آپ کی طرف آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا: ''ابوبکر! اللہ تجھے معاف کرے۔'' اُدھر بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ندامت ہوئی، وہ سیدنا ابوبکر کے گھر گئے اور پوچھا: کیا ابوبکر ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدلتا گیا، حتی کہ ابوبکر ڈرنے لگ گئے، وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں زیادہ ظلم کرنے والا تھا۔ (دو دفعہ کہا) ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! بیشک اللہ نے مجھے تمھاری طرف بھیجا، لیکن تم نے مجھے (جھٹلاتے ہوئے) کہا: آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ سچے ہیں۔

(الصحيحة: ٣١٤٤)

ابوبکر نے اپنے جان و مال کو میری حمایت میں کھپا دیا، کیا تم میرے دوست کو میرے لیے چھوڑ دو گے؟'' (دو دفعہ فرمایا) اس کے بعد انھیں تکلیف نہیں پہنچائی گئی۔

تخریج: أخرجه البخاري: ٧/ ١٨/ ٣٦٦١

(٣٢٤٠)۔ عَنْ عَائِشَةَ: اَنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔)) (الصحيحة: ١٥٧٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کے آگ سے آزاد شدہ آدمی ہو۔''

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٩٢، والطبراني في "المعجم الكبير": رقم - ٩، والحاكم: ٣/ ٣٧٦

(٣٢٤١)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((مَا اَحَدٌ اَعْظَمَ عِنْدِيْ يَدًا مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسَانِيْ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، وَاَنْكَحَنِيْ ابْنَتَهٗ۔)) (الصحيحة: ٢٢١٤)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی نہیں جو مجھ پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت زیادہ احسان کرنے والا ہو، انھوں نے جان و مال کو میری حمایت میں صرف کر دیا اور اپنی بیٹی (عائشہ) کی مجھ سے شادی بھی کی۔''

تخریج: أخرجه الطبراني فی "معجمه الكبير": ١١/ ١٩١/ ١١٤٦١، وابن عدی: ٣١/ ٢، وابن عساكر فی "تاريخه": ٩/ ٢٧٨/ ١، وأخرجه البخاری: ٤٦٧ بلفظ: ((انه ليس من الناس احد امن علی فی نفسه وماله من ابی بكر ابن ابی قحافة، ولو كنت متخذا ......))

(٣٢٤٢)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، قَالَ: ((هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ۔)) (الصحيحة: ٨١٤)

سیدنا عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: ''یہ (میری امت کے) کان اور آنکھیں ہیں۔''

تخریج: أخرجه الترمذی: ٤/ ٣١١

**شـــرح** :...... یعنی سر میں جو اہمیت کان اور آنکھ کی ہے وہ دینِ اسلام میں صدیق و فاروق کی ہے، کانوں اور آنکھوں کے بغیر انسان کیسا لگتا ہے؟ اس کی کتنی وقعت ہوتی ہے؟ وہ اپنی صلاحیتوں سے کس قدر مستفید ہوسکتا ہے؟ یہی حشر اس اسلام کا ہوگا، جس میں رسول اللہ ﷺ کے سسر صدیق و فاروق نہیں ہوں گے۔

(٣٢٤٣)۔ قَالَ ﷺ: ((أَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر اور عمر پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے جنت میں داخل ہونے والے ادھیڑ عمر والے لوگوں

وَالْآخِرِيْنَ۔))رُوِیَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، مِنْهُمْ عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُوْ جُحَيْفَةَ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیُّ۔

کے سردار ہیں۔'' یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، مثلا: حضرت علی بن ابو طالب، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو جحیفہ، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم۔

(الصحيحة: ٨٢٤)

تخريج: ١۔أما حديث علي؛ فأخرجه الترمذي: ٤/ ٣١٠، وابن ماجه: ١/ ٤٩، وابن عدي: ٢١٤/ ٢، وابن شاهين في"السنة": ٦٧۔نسختي، والخطيب في"تاريخ بغداد": ١٠/ ١٩٢، وابن عساكر في"تاريخ دمشق": ٩/ ٣٠٧/ ٢، والدولابي في"الكنى": ٢/ ٩٩، وابن عدي"١٠٠/ ٢، وعبد الغني المقدسي في"الاكمال": ١/ ١٤/ ٢، وابن عساكر: ٩/ ٣١٠/ ١، وعبدالله بن أحمد في"زوائد المسند": ١/ ٨٠

٢۔وأما حديث أنس؛ فأخرجه الترمذي: ٤/ ٣١٠، والضياء المقدسي في"المختارة": ١٩٧۔١٩٨، وابن عساكر: ٢/ ٢٥٠/ ١، ٩/ ٣١٠/ ١، ١٣/ ٢٤/ ١، وابن عساكر: ٩/ ٣١٠/ ٢، والضياء: ١٤٥/ ٢

٣۔وأما حديث أبي جحيفة عن أبيه؛ فأخرجه ابن حبان: ٢١٩٢، وكذا ابن ماجه: ١/ ٥١، والدولابي في"الكنى": ١/ ١٢٠

٤۔وأما حديث جابر؛ فرواه الطبراني في"الأوسط"، قال الهيثمي: ٩/ ٥٣، ومن هذا الوجه أخرجه ابن عساكر: ١٣/ ٢٤/ ١

٥۔وأما حديث أبي سعيد؛فرواه الطبراني في"الأوسط"

٦۔أما حديث ابن عمر؛ فأخرجه السهمي في"تاريخ جرجان: ٧٧، وابن عساكر: ١٣/ ٢٣/ ٢، وقال ابن أبي حاتم: ٢/ ٣٨٩

**شرح:**...... صدیق و فاروق ان کے سردار ہوں گے، جو لوگ ادھیڑ عمری میں فوت ہو کر جنت میں داخل ہوں گے، وگرنہ جنت میں تو سب جنتیوں کی عمریں، جوانیاں اور قد و قامت وغیرہ برابر ہوں گے۔

ہم نے حدیث کے لفظ ''کُهُول'' کا معنی ادھیڑ عمر والے لوگ کیا ہے، جبکہ قاموس میں ہے کہ تیس یا چونتیس برس سے لے کر اکاون برس تک کی عمر والوں کو ''کُهُول'' کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے اپنے باب میں واضح کیا ہے کہ صدیق و فاروق جن لوگوں کے سردار ہوں گے، ان میں انبیا و رسل داخل نہیں ہیں۔

(٣٢٤٤)۔ وَسُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ شَابَ إِلَّا يَسِيْرًا، وَلٰكِنَّ

جب سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا، تو انھوں نے کہا: رسول اللہ کے چند بال ہی سفید ہوئے تھے، البتہ آپ کے بعد سیدنا

أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ بَعْدَهُ خَضَبًا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ. قَالَ: وَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ بِأَبِيْهِ أَبِي قُحَافَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ يَحْمِلُهُ، حَتّٰى وَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَبِي بَكْرٍ: ((لَوْ أَقْرَرْتَ الشَّيْخَ، لَأَتَيْنَاهُ مَكْرُمَةً لِأَبِي بَكْرٍ.)) فَأَسْلَمَ وَلِحْيَتُهُ وَرَأْسُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((غَيِّرُوْهُمَا وَجَنِّبُوْهُ السَّوَادَ.)) (الصحيحة:٤٩٦)

ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے مہندی اور کتم (کے پودے) کو خضاب کے لیے استعمال کیا۔ (یہ بات بھی یاد رہے کہ) جب ابوبکر اپنے باپ سیدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے تو آپ ﷺ نے ابوبکر سے فرمایا: ''اگر تم اپنے بزرگوں کو اپنے مقام پر ہی رہنے دیتے تو ہم ابوبکر کی عزت کرتے ہوئے ان کے پاس جاتے۔'' پھر انھوں نے اسلام قبول کرلیا، ان کی داڑھی اور سر کے بال ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں (یعنی داڑھی اور سر) کے بالوں کا رنگ بدل دو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔''

تخریج:أخرجه الامام أحمد: ٣/ ١٦٠، والحاكم: ٣/ ٢٤٤، وابويعلى: ٢٨٣١

**شرح**:...... ثغامہ: ایک درخت جو پہاڑ کی چوٹی پر اگتا ہے، اس کا پھل اور پھول سفید ہوتے ہیں اور خشک ہونے کی صورت میں سفیدی بڑھ جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ ابوبکر کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ خود ان کے والد گرامی قدر کے پاس چلے جاتے۔

(٣٢٤٥)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا إِنِّيْ أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خِلٍّ مِنْ خِلِّهِ، وَلَوْكُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا، لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَأَبِي الْمُعَلّٰى الْأَنْصَارِيِّ، وَجُنْدُبٍ الْبَجَلِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي وَاقِدٍ وَالْبَرَاءِ۔ (الصحيحة: ٣٥٩٨)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! میں ہر گہرے دوست کی دوستی سے بری ہو رہا ہوں، اگر میں نے کسی (بشر) کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا، تمھارا ساتھی (یعنی حضرت محمد ﷺ) اللہ تعالی کا خلیل ہے۔'' یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابومعلیٰ انصاری، حضرت جندب بجلی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابوواقد اور حضرت براء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: جاء من جمع من الصحابة:

(١)۔ أما حديث ابن مسعود: فرواه مسلم: ٧/ ١٠٨، ١٠٩، والترمذي: ٣٦٥٥، وابن ماجه: ٩٣، .....

(٢)۔ وأما حديث ابن عباس: فقد رواه البخاري: ٤٦٧، والنسائي في "الكبرى": ٨١٠٢.....

(٣)۔ وأما حديث أبي سعيد الخدري: فقد رواه البخاري: ٤٦٦، ومسلم: ٧/ ١٠٨، .....

(٤)۔ وأما حديث عبدالله بن الزبير: فقد أخرجه البخاري في "صحيحه": ٣٦٥٨

(٥)۔ وأما حديث أبي المُعلّي بن لوذان: فقد رواه الترمذي: ٣٦٥٩، وأحمد: ٣/ ٤٧٨، ٤/ ٢١١، .....

(٦)۔ وأما حديث جندب بن عبدالله البجلي. فقد رواه مسلم: ٧/ ١٠٨، .....

(٧)۔ وأما حديث عائشة: فرواه أحمد في "الفضائل": ٥٦٥، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٢٠٥٥

(٨)۔ وأما حديث أنس: فرواه الطبراني في "مسند الشاميّين": ١٥٤، والبزار في "مسنده": ٢٤٨٤

(٩)۔ وأما حديث جابر: فرواه عبدالله ابن أحمد في "زوائده": على "فضائل الصحابة": ٢١

(١٠)۔ وأما حديث أبي واقد الليثي: فرواه الطبراني في "الكبير": ٣٢٩٧

(١١)۔ وأما حديث البراء: فرواه الخطيب في "تاريخه": ٣/ ١٣٤

(١٢)۔ وأما حديث أبي هريرة: فقد أخرجه الترمذي: ٣٦٦١، .....

**شرح**:......"خلیل" اس مُحِبّ کو کہتے ہیں جو اپنے دل میں اپنے محبوب سے اتنی زیادہ سچی اور گہری محبت رکھتا ہو کہ اب مزید اس کے دل میں کسی کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہی ہو۔ ایسی محبت کو "خلّت" کہتے ہیں اور محبت کا یہ انداز صرف اللہ تعالیٰ کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے جو شدید محبت (یعنی خلّت) تھی وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ تھی، کیونکہ صدیق کا مقام مرتبہ اپنی جگہ پر مسلّم ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے کسی کا کوئی موازنہ اور تقابل نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں محمد رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیلیے اسلامی مودّت ومحبت کا دعوی بحال رکھا، جس کا مرتبہ "خلّت" سے کم ہے۔ (حافظ ابن حجرؒ نے "خلیل" کے نو معانی ذکر کئے ہیں۔ دیکھیں: فتح الباری: حدیث ٣٦٥٧ کے تحت)

(٣٢٤٦)۔ قَالَ ﷺ: ((اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔

(الصحيحة: ١٢٣٣)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا، عمار کی سیرت اختیار کرنا اور ابن مسعود کے عہد کو تھام لینا۔" یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: ١ ـ أما حديث ابن مسعود: فأخرجه الترمذي: ٢/ ٣١١، والحاكم: ٣/ ٧٥

٢ ـ وأما حديث حذيفة: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٩٠، والطحاوي في "المشكل" ٢/ ٨٣ ـ ٨٤، وأحمد: ٥/ ٣٨٥، ٤٠٢، والحميدي في "مسنده" ١/ ٢١٤/ ٢٤٩، وابن سعد: ٢/ ٣٣٤، و ابن أبي عاصم في "السنة" ١٠٤٨ و ١٠٤٩ ـ بتحقيقي، وأبو نعيم في "الحلية" ٩/ ١٠٩، و الخطيب: ١٢/ ٢٠، والحاكم: ٣/ ٧٥، وابن عساكر: ٩/ ٣٢٣/ ١ و ١٢/ ٣١/ ١ مختصرا و مطولا، وبعضم ذكر المولى، وبعضم لم يذكره، وهو الذي رجحه الحاكم خلافا لأبي حاتم في: العلل" ٢/ ٣٨١

٣ ـ وأما حديث أنس بن مالك: فأخرجه ابن عدي: ٧٥/ ١

٤ ـ وأما حديث ابن عمر: فأخرجه ابن عساكر: ٩/ ٣٢٣/ ٢

**شرح:**...... دوسری احادیث کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی اطاعت کی جائے گی، جب تک اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو۔

(٣٢٤٧) ـ قَالَ ﷺ: ((أُثْبُتْ حِرَاءُ! فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيْقٌ، أَوْ شَهِيْدٌ ـ)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَبُرَيْدَةَ بْنِ الْحصيبِ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ ـ

(الصحيحة: ٨٧٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حرا! تھم جا، نہیں ہے تجھ پر مگر نبی یا صدیق یا شہید۔'' یہ حدیث حضرت سعید بن زید، حضرت عثمان بن عفان، حضرت انس بن مالک، حضرت بریدہ بن حصیب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: ١ ـ أما حديث سعيد بن زيد: فأخرجه أبوداود: ٢/ ٢٦٤، والترمذي: ٤/ ٣٣٦، وابن ماجه: ١/ ٦١، وابن حبان: ٩/ ٦٩/ ٦٩٥٧ ـ الاحسان، والحاكم: ٣/ ٤٥٠، وأحمد: ١/ ١٨٧ و ١٨٨ و ١٨٩

٢ ـ وأما حديث عثمان: فأخرجه ابن حبان: ٢١٦٨، والترمذي: ٤/ ٣٢٠

٣ ـ وأما حديث أنس: فأخرجه الخطيب في "التاريخ": ٥/ ٣٦٥، واخرجه البخاري: ٧/ ٣٠، والترمذي: ٤/ ٣١٨، واحمد: ٣/ ١١٢ بلفظ: ((احد)) بدل ((حراء))

٤ ـ وأما حديث بريدة: فأخرجه أحمد: ٥/ ٣٤٦

٥ ـ وأما حديث أبي هريرة: فأخرجه مسلم: ٧/ ١٢٨، والترمذي: ٤/ ٣١٩، وأحمد: ٢/ ٤١٩، والخطيب: ٨/ ١٦١

**شرح:**...... اس میں سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی عظمتوں کا بیان ہے، جنہیں بالترتیب صدیق اور شہید کے القاب سے نوازا گیا۔

(٣٢٤٨)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا؟)) قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: اَنَا قَالَ: ((مَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا؟)) قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: اَنَا قَالَ: ((مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً؟)) قَالَ اَبُوبَكْرٍ: اَنَا۔ قَالَ: ((مَنْ اَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا؟)) قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: اَنَا۔ قَالَ مَرْوَانُ: بَلَغَنِيْ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا اجْتَمَعَ هٰذِهِ الْخِصَالُ فِيْ رَجُلٍ فِيْ يَوْمٍ، اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔)) (الصحيحة:٨٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''آج کون روزے دار ہے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں۔ آپ نے پوچھا: ''آج تم میں سے کس نے مریض کی بیمار پرسی کی ہے؟'' ابوبکر نے کہا: میں نے۔ آپ نے پوچھا: ''آج تم میں سے کس نے نماز جنازہ پڑھی ہے؟'' ابوبکر نے کہا: میں نے۔ آپ نے پوچھا: ''آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ مروان کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخر میں فرمایا: ''جس آدمی میں ایک دن میں یہ صفات جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

تخريج: رواه مسلم في "صحيحه": ٧/ ١١٠، والبخاري في "الأدب المفرد": ٥١٥، وابن خزيمة في "صحيحة": ٣/ ٣٠٤/ ٢١٣١، والبيهقي في "السنن": ٤/ ١٨٩، و"الشعب": ٧/ ٥٣٧/ ٩١٩٩، وابن عساكر في "تاريخه": ٩/ ٢٨٨/ ١

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے لیے جنت کی بشارت کا بیان ہے، اس موضوع پر دلالت کرنے والی کافی ساری احادیث موجود ہیں۔

نیز اس میں ایک دن میں مذکورہ بالا خصائل سے متصف ہونے کی فضیلت کا بیان ہے، جو آدمی ایک دن میں یہ نیکیاں سرانجام دے گا، اسے جنت کی بشارت دی جائے گی۔ (صحیحہ: ۸۸)

خصائل یہ ہیں: ایک دن میں روزہ رکھنا، بیمار کی تیمار داری کرنا، نماز جنازہ ادا کرنا اور مسکین کو کھانا کھلانا۔

## سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب کیسے ملا؟

(٣٢٤٩)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا اُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى، اَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذٰلِكَ، فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ كَانُوْا آمَنُوْا بِهِ وَصَدَّقُوْهُ، وَسَعَوْا بِذٰلِكَ اِلَى اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالُوْا: هَلْ لَكَ اِلٰى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ اَنَّهُ اُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟ قَالَ: اَوَ قَالَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصی تک سیر کرائی گئی اور صبح کے وقت لوگوں نے اس موضوع پر بات چیت کرنا شروع کی تو کچھ لوگ، جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے، مرتد ہو گئے، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: یہ آپ کا ساتھی اس قسم کا دعوی کر رہا ہے کہ اسے آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی، اب آپ اس کے بارے میں کیا

ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ۔ قَالَ: لَئِنْ كَانَ قَالَ ذٰلِكَ، لَقَدْ صَدَقَ۔ قَالُوْا: اَوَ تُصَدِّقُهُ اَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ اَنْ يُصْبِحَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِنِّيْ لَاُصَدِّقُهُ فِيْمَا هُوَ اَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ، اُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِيْ غَدْوَةٍ اَوْ رَوْحَةٍ، فَلِذٰلِكَ سُمِّيَ اَبُوْبَكْرٍ: الصِّدِّيْقَ۔ (الصحيحة:٣٠٦)

کہیں گے؟ سیدنا ابو بکر نے پوچھا: آیا آپ ﷺ نے یہ دعوی کیا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ سیدنا ابو بکر نے کہا: اگر آپ ﷺ نے ایسی بات کی ہے تو آپ نے سچ فرمایا ہے۔ انھوں نے کہا: کیا تم تصدیق کرو گے کہ آپ راتوں رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے پہلے واپس بھی آ گئے ہیں؟ سیدنا ابوبکر صدیق نے کہا: جی ہاں، (غور کرو کہ) میں تو ان امور میں بھی آپ کی تصدیق کرتا ہوں جو (تمھاری سمجھ کے مطابق) اس (وقوعہ) سے بھی مشکل اور بعید ہیں۔ میں تو صبح کے وقت آسمانی خبر یعنی آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں، وہ صبح کو موصول ہو یا شام کو۔ اسی وجہ سے ابو بکر کو ''صدیق'' کہا گیا۔

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٦٢، ومن طريقه البيهقي في "الدلائل": ٢/ ٣٦٠۔ ٣٦١

**شــرح**:...... قربان ہو جائیں ہمارے ماں باپ ابو بکر صدیق کی صداقت پر، نبی کریم ﷺ کی مقدس زبان سے جو دعوی سنائی دیا، وہ کسی کے لیے بادی النظر میں ممکن ہو یا نہ ہو، بہر حال صدیق کے لیے قابل تسلیم ہو گا۔

## ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ بلا فصل تھے

(٣٢٥٠)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((بَيْنَمَا اَنَا عَلٰى بِئْرٍ اَنْزَعُ مِنْهَا، جَاءَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ، فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ الدَّلْوَ، فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ، وَفِيْ نَزْعِهِ ضَعْفٌ، وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ! ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ، فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهِ غَرْبًا، فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهُ، فَنَزَعَ، حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ، وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَاَبِي الطُّفَيْلِ۔ (الصحيحة: ٣٦١٤)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں (خواب میں) ایک کنویں سے پانی کھینچ رہا تھا، میرے پاس ابو بکر آئے، انھوں نے ڈول پکڑا اور ایک دو ڈول کھینچے، اس کے کھینچنے میں کمزوری محسوس ہو رہی تھی اور اللہ تعالی اسے بخش دے گا۔ پھر ابو بکر کے ہاتھ سے عمر ابن خطاب نے (وہ ڈول) پکڑ لیا، پھر تو وہ بہت بڑا ڈول ثابت ہوا، میں نے ایسا قوی (اور باکمال) آدمی نہیں دیکھا جو اس طرح کام کرتا ہو، انھوں نے اتنا پانی کھینچا کہ لوگ اپنے اونٹوں کو سیراب کر کے پانی کے پاس ٹھہر گئے۔'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تخريج: جاء من حديث ابن عُمر، أبي هريرة، وأبي الطفيل:

(١)۔ أما حديث ابن عُمر؛ فرواه البخاري: ٣٦٣٣، ٣٦٨٢، ٧٠٢٠، ومسلم: ٧/ ١١٣، والترمذي: ٢٢٧٩، والنسائي في "الكبرى": ٧٦٣٦، وأحمد في "مسنده": ٢/ ٢٨ و ٣٩، وفي "الفضائل": ٢٢٤،

وابن أبي شيبة: ١١/ ٦٢، ١٢/ ٢١، والبيهقي: ٨/ ١٥٤، وأبويعلي: ٥٥١٤، ٥٥٢٤، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٣١٧٧، وابن أبي عاصم: ١٤٥٦

٢۔ وأما حديث أبي هريرة؛ فرواه عنه جماعة: (ونحن نلخص)

رواه البخاري: ٣٦٦٤، ٧٠٢١، ٧٤٧٥، ومسلم: ٧/ ١١٢، ١١٣، وابن حبان: ٦٨٩٨، والنسائي في "الكبرى": ٨١١٦، وابن أبي عاصم: ١٤٥٨، والبيهقي في "الدلائل": ٦/ ٣٤٤، وأحمد: ٢/ ٤٥٠س، وابن أبي شيبة: ١٢/ ٢١

(٣) وأما حديث أبي الطفيل فرواه احمد ٥/ ٤٥٥

**شرح**:...... اس خواب کی تعبیر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بالترتیب خلافت ہے۔ اول الذکر کی کمزوری اور ایک دو ڈول سے مراد یہ ہے کہ وہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کی خدمت نہ کر سکیں گے، انکار و ارتداد اور اختلاف و اضطراب جیسے مسائل کھڑے ہو جائیں گے اور جلدی فوت ہو جائیں گے۔ یہ ساری کم و کاست سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوری کر دی، ان کا دورِ خلافت تعظیم دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا زمانہ تھا اور شرق و غرب میں پرچم توحید لہرانے لگا۔

"غَرْبًا" اس بڑے ڈول کو کہتے ہیں جو بھینس یا بیل کی کھال سے بنایا جاتا ہے، اس سے کھیتوں یا باغوں کی آبیاری کرتے ہیں۔

حدیث کے آخری جملے کا معنی یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام پھیلے گا اور فتوحات اتنی بے شمار ہوں گی کہ لوگ مال و دولت سے سیراب ہو جائیں گے۔

(٣٢٥١)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ: ((اِئْتِنِيْ بِكَتِفٍ أَوْ لَوْحٍ حَتّٰى أَكْتُبَ لِأَبِي بَكْرٍ كِتَابًا لَا يُخْتَلَفُ عَلَيْهِ۔)) فَلَمَّا ذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِيَقُوْمَ، قَالَ: ((أَبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ أَنْ يُخْتَلَفَ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ!۔)) (الصحيحة: ٦٩٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری بڑھ گئی تو (میرے بھائی) عبد الرحمن بن ابوبکر کو حکم دیا کہ "کوئی تختی یا ہڈی لاؤ، میں ابوبکر کے حق میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس پر کسی کو اختلاف نہ ہو"۔ جب عبد الرحمن چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے اور مؤمنوں نے اس بات سے انکار کر دیا ہے کہ تجھ پر اختلاف کیا جائے۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٤٧، والحسن بن عرفة في "جزئه": ٢/ ٢، ومن طريقه ابن بلبان في "تحفة الصديق في فضائل أبي بكر الصديق": ٥٠/ ١

وأخرجه البخاري: ٤/ ٤٦، ٤٠٥، ومسلم: ٧/ ١١٠، وأحمد: ٦/ ١٤٤

**شرح**:...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی بیماری کے دوران کہا (أدعي

لِيْ اَبَـابَكْرٍ اَبَاكَ وَاَخَاكَ حَتّٰى اَكْتُبَ كِتَابًا ، فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلَ قَائِلٌ: اَنَا اَوْلٰى ، وَيَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ۔) (مسلم) ......''اپنے باپ ابوبکر اور بھائی کو بلاؤ، تاکہ میں کچھ لکھ ہی دوں، کیونکہ مجھے خدشہ کہ کوئی خواہش مند تمنا کرسکتا ہے اور کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ (خلافت کا) زیادہ حقدار ہے۔لیکن اللہ تعالی اور مومنین تو ابوبکر کے علاوہ ہر کسی کا انکار کرتے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کرگئی، میں بھی کچھ مسلمانوں سمیت آپ ﷺ کے پاس موجود تھا، سیدنا بلال نے آپ ﷺ کو نماز کے لیے بلایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو حکم دے دو کہ وہ نماز پڑھا دے۔'' جب میں باہر آیا تو دیکھا کہ لوگوں میں عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غائب تھے۔ میں نے کہا: عمر! اٹھو اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ پس وہ آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی، چونکہ وہ بلند آواز والے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ان کی آواز سن لی اور پوچھا: ''ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان کسی اور کے آگے بڑھنے کا انکار کرتے ہیں، اللہ اور مسلمان کسی اور کے آگے بڑھنے کا انکار کرتے ہیں۔'' پھر ابوبکر کی طرف پیغام بھیجا، وہ تشریف لے آئے، لیکن اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہ نماز پڑھا چکے تھے۔(ابو داود: ٤٦٦٠، احمد: ١٨٤٢٧)

یہ روایات اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ کے خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور عملا ایسے ہی ہوا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اربابِ حل وعقد اور پھر تمام مسلمانوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بین ثبوت ہے۔

اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ بھی ہوتی تو ان کی خلافت کے برحق ہونے کے لیے صحابہ کرام کا اجماع واتفاق ہی کافی تھا۔

## سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

(٣٢٥٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ! أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً۔)) (الصحيحة: ٣٢٢٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو غلبہ نصیب فرما۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٢١٨٠ ـ موارد من طريق عبدالله بن عيسى الفروي، وكذا البيهقي في "سننه": ٦/ ٣٧٠، وابن عدي في "الكامل": ٦/ ٣١٠، وعنه ابن عساكر في "تاريخ الدمشق": ١٢/ ٧١٨، والحاكم: ٣/ ٨٣، وعنه البيهقي

**شرح**:...... اللہ تعالی نے اس دعائے نبوی کی قدر کی اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو اقتدار عطا کیا۔ یہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عظمت اور حق گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ان کو غلبۂ اسلام کے لیے مانگا گیا تھا۔

(٣٢٥٣)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوْعًا:

((لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ ، لَكَانَ عُمَرُ۔)) (الصحيحة:۳۲۷)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتا۔“

تخریج: رواه الترمذي: ۲/ ۲۹۳ وحسنه، والحاكم: ۳/ ۸۵وصححه، وأحمد: ٤/ ١٥٤، والروياني في "مسنده": ۵۰/ ۱، والطبراني في "الكبير": ۱۷/ ۲۵۷، وأبوبكر النجاد في "الفوائد المنتقاة": ۱۷/ ۱-۲، وابن سمعون في "الأمالي": ۱۷۲/ ۲، وأبوبكر القطيعي في "الفوائد المنتقاة": ٤/ ۷/ ۲، والخطيب في "الموضح": ۲/ ۲۲٦، وابن عساكر: ۳/ ۲۱۰/ ۲

**شــرح**:...... اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صلاحیت، لیاقت، قابلیت، اہلیت، حق گوئی اور حق کے قریب ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔

(٣٢٥٤)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: ((رَأَيْتُنِي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ ، فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ اِمْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ ، وَسَمِعْتُ خَشْفًا أَمَامِي ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰذَا بِلَالٌ ، وَرَأَيْتُ قَصْرًا أَبْيَضَ بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ قَالَ: قُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ قَالَ: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَدْخُلَ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ ، قَالَ: فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ۔)) فَقَالَ عُمَرُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوَعَلَيْكَ أَغَارُ؟ (الصحيحة:١٤٠٥)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا، اچانک وہاں میری نگاہ ابوطلحہ کی بیوی رمیصا پر پڑی اور مجھے اپنے سامنے والی جانب سے کسی کے حرکت کرنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا: جبریل! یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ بلال ہے۔ پھر میں نے ایک سفید محل دیکھا، اس کے صحن میں ایک لڑکی بھی موجود تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ عمر بن خطاب کا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو جاؤں اور (اندر سے) دیکھ لوں، لیکن عمر! مجھے تیری غیرت یاد آ گئی۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں آپ پر غیرت کرسکتا ہوں؟

تخريج: أخرجه البخاري: ۲/ ٤۲۵، والطيالسي في "مسنده" ۱۷۱۹، وأحمد: ۳/ ۳۷۲، ۳۸۹

(٣٢٥٥)۔ عَنْ أَنَسٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((دَخَلْتُ الْجَنَّةَ ، فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوْا:لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ ، فَظَنَنْتُ أَنِّيْ أَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں جنت میں داخل ہوا، اچانک سونے کا ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ انھوں نے کہا: ایک قریشی جوان کا ہے۔ مجھے خیال تھا کہ یہ میرا ہی ہوگا (کیونکہ

هُوَ، فَقُلْتُ: وَمَنْ هُوَ؟ فَقَالُوْا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: فَلَوْلَا مَا عَلِمْتُ مِنْ غَيْرَتِكَ لَدَخَلْتُهُ.)) فَقَالَ عُمَرُ: عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغَارُ؟. (الصحيحة: ١٤٢٣)

میں قریشی ہوں)۔ بہرحال میں نے پوچھا: وہ قریشی کون ہے؟ انھوں نے کہا: یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''عمر! اگر تیری غیرت وحمیت کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں اس میں ضرور داخل ہو جاتا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کھا سکتا ہوں؟''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٩٣، وابن حبان: ٢١٨٨، وأحمد: ٣/ ١٠٧و ١٧٩

**شرح**:...... آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ کی غیرت، شدت اور حدّت کا خیال رکھا، جب کہ ان کے جواب کا یہ مقصد تھا کہ اللہ تعالی نے ان کو آپ کی وجہ سے رفعت عطا کی ہے اور آپ کے ذریعے ہدایت سے نوازا ہے، بھلا وہ آپ پر کیسے غیرت کر سکتے ہیں۔

(٣٢٥٦)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ، مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثَّدْيَ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ.)) قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الدِّيْنَ.))

(الصحيحة: ٣٦١٢)

ابوامامہ بن سہل بن حنیف ایک صحابیٔ رسول سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مجھ پر اس حال میں پیش کئے جانے لگے کہ انھوں نے قمیصیں پہنی ہوئی تھیں، کسی کی قمیص سینے تک تھی، کسی کی اس سے نیچے تک، اتنے میں عمر کو پیش کیا گیا، ان کی قمیص تو (اتنی لمبی تھی کہ) گھسٹ رہی تھی۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(قمیصوں سے مراد) دین ہے۔''

تخريج: رواه عبدالرزاق: ٢٠٣٨٥، ومن طريقه: أحمد: ٥/ ٣٧٣، والترمذي: ٢٢٨٥، وأخرجه البخاري: ٢٣، ٣٩٠، ومسلم: ٧/ ١١٢، والترمذي: ٢٢٨٦ وغيرهم لكن سمّوا الصحابي المبهم: أبا سعيد الخدري

**شرح**:...... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبوی شہادت کے مطابق دین اسلام سے مکمل طور پر مزین تھے۔ مفہوم یہ ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دورانیہ طویل ہوگا، اس میں دین کو سربلندی نصیب ہوگی، ان کی حیات میں اور موت کے بعد ان کی فتوحات کے آثار باقی رہیں گے۔ قمیص کے گھسٹنے کا معنی یہ ہوا کہ ان کی وفات کے بعد ان کے آثار جمیلہ اور سنن حسنہ مسلمانوں میں باقی رہیں گی۔ (تلخیص از مرقاۃ المفاتیح: ١٠/ ٣٩٣)

(٣٢٥٧)۔ قَالَ ﷺ: ((أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ

سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ.)) رُوِيَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُوْ جُحَيْفَةَ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ.

(الصحيحة: ٨٢٤)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر اور عمر پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے جنت میں داخل ہونے والے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔'' یہ حدیث حضرت علی بن ابو طالب، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو جحیفہ، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: ١۔أما حديث علي؛ فأخرجه الترمذي: ٤/ ٣١٠، وابن ماجه: ١/ ٤٩، وابن عدي: ٢١٤/ ٢، وابن شاهين في"السنة": ٦٧۔نسختي، والخطيب في"تاريخ بغداد": ١٠/ ١٩٢، وابن عساكر في"تاريخ دمشق": ٩/ ٣٠٧/ ٢، والدولابي في"الكنى": ٢/ ٩٩، وابن عدي"١٠٠/ ٢، وعبد الغني المقدسي في"الاكمال": ١/ ١٤/ ٢، وابن عساكر: ٩/ ٣١٠/ ١، وعبدالله بن أحمد في"زوائد المسند": ١/ ٨٠

٢۔وأما حديث أنس؛ فأخرجه الترمذي: ٤/ ٣١٠، والضياء المقدسي في"المختارة": ١٩٧۔١٩٨، وابن عساكر: ٢/ ٢٥٠/ ١، ٩/ ٣١٠/ ١، ١٣/ ٢٤/ ١، وابن عساكر: ٩/ ٣١٠/ ٢، والضياء: ١٤٥/ ٢

٣۔وأما حديث أبو جحيفة عن أبيه؛ فأخرجه ابن حبان: ٢١٩٢، وكذا ابن ماجه: ١/ ٥١، والدولابي في"الكنى": ١/ ١٢٠

٤۔وأما حديث جابر؛ فرواه الطبراني في"الأوسط"، قال اليهثمي: ٩/ ٥٣، ومن هذا الوجه أخرجه ابن عساكر: ١٣/ ٢٤/ ١

٥۔وأما حديث أبي سعيد؛فرواه الطبراني في"الأوسط"

٦۔أما حديث ابن عمر؛ فأخرجه السهمي في"تاريخ جرجان: ٧٧، وابن عساكر: ١٣/ ٢٣/ ٢، وقال ابن أبي حاتم: ٢/ ٣٨٩

**شرح**:...... صدیق و فاروق ان لوگوں کے سردار ہوں گے، جو لوگ ادھیڑ عمری میں فوت ہو کر جنت میں داخل ہوتے ہیں، وگرنہ جنت میں تو سب جنتیوں کی عمریں، جوانیاں اور قد و قامت وغیرہ برابر ہوں گے۔

ہم نے حدیث کے لفظ ''کُھُول'' کا معنی ادھیڑ عمر والے لوگ کیا ہے، جبکہ قاموس میں ہے کہ تیس یا چونتیس برس سے لے کر اکاون برس تک کی عمر والوں کو ''کُھول'' کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے اپنے باب میں واضح کیا ہے کہ صدیق و فاروق جن لوگوں کے سردار ہوں گے، ان میں انبیا و رسل داخل نہیں ہیں۔

(٣٢٥٨)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، قَالَ:

((هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ۔)) (الصحيحة: ٨١٤)

سیدنا عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: ''یہ (میری امت کے) کان اور آنکھیں ہیں۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٤/ ٣١١

**شرح**:...... یعنی سر میں جو اہمیت کان اور آنکھ کی ہے وہ دینِ اسلام میں صدیق و فاروق کی ہے، کانوں اور آنکھوں کے بغیر انسان کیسا لگتا ہے؟ اس کی کتنی وقعت ہوتی ہے؟ وہ اپنی صلاحیتوں سے کس قدر مستفید ہو سکتا ہے؟ یہی حشر اس اسلام کا ہوگا، جس میں رسول اللہ ﷺ کے سسر صدیق و فاروق نہیں ہوں گے۔

(٣٢٥٩)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ أَمَةً سَوْدَاءَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَرَجَعَ مِنْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ، فَقَالَتْ: إِنِّيْ كُنْتُ نَذَرْتُ: إِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحاً أَنْ أَضْرِبَ عِنْدَكَ بِالدُّفِّ! قَالَ: ((إِنْ كُنْتِ فَعَلْتِ فَافْعَلِيْ، وَإِنْ كُنْتِ لَمْ تَفْعَلِيْ فَلَا تَفْعَلِيْ۔)) فَضَرَبَتْ فَدَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ، وَدَخَلَ غَيْرُهُ وَهِيَ تَضْرِبُ، ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ، قَالَ: فَجَعَلَتْ دُفَّهَا خَلْفَهَا وَهِيَ مُقَنَّعَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَفْرَقُ مِنْكَ يَا عُمَرُ! أَنَا جَالِسٌ هٰهُنَا، وَدَخَلَ هٰؤُلَاءِ، فَلَمَّا أَنْ دَخَلْتَ فَعَلَتْ مَافَعَلَتْ۔)) (الصحيحة: ١٦٠٩)

عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ایک غزوے سے واپس آئے تو سیاہ رنگ کی ایک لونڈی آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالی نے آپ کو فاتح لوٹایا تو میں آپ کے پاس دف بجاؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر نذر مانی ہے تو ٹھیک ہے (دف بجا لے)، وگرنہ نہیں۔'' اس نے دف بجانا شروع کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، وہ بجاتی رہی، دوسرے صحابہ آئے، وہ اسی حالت پر رہی۔ لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف چھپانے کے لیے اسے اپنے نیچے رکھ دیا اور دوپٹا اوڑھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔ میں اور یہ لوگ یہاں بیٹھے تھے (یہ دف بجاتی رہی) لیکن جب تم داخل ہوئے تو اس نے ایسے ایسے کر دیا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٥٣، والترمذي: ٤/ ٣١٦، وابن حبان: ٢١٨٦

**شرح**:...... اگرچہ اس موقع پر اس لونڈی کا دف بجانا جائز تھا، تبھی تو نبی کریم ﷺ نے اجازت دی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب اور ہیبت تھی، جس کا رسول اللہ ﷺ بھی لحاظ کرتے تھے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کی وجہ سے بعض لوگ اشکال میں پڑ گئے ہیں اور وہ یہ کہ نکاح اور عید کے علاوہ دف بجانا معصیت اور نافرمانی کا کام ہے اور نافرمانی پر مشتمل نذر ماننا بھی ناجائز ہے اور اس کو پورا کرنا بھی ناجائز ہے، لیکن اس موقع پر اجازت کیوں دی گئی؟

مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کی نذر کا تعلق اس خوشی سے تھا، جو غزوے سے نبی کریم ﷺ کے فاتح لوٹنے سے نصیب ہوئی تھی، اس لیے اسے اس خوشی کے موقع پر دف بجانے کی اجازت دے دی گئی، لیکن یہ چیز آپ ﷺ کی فتح کے ساتھ مخصوص رہنی چاہیے، اس گنجائش کا مطلب یہ نہیں کہ تمام خوشیوں کے موقعوں پر دف بجانے کی رخصت دے دی جائے، کیونکہ کوئی خوشی بھی آپ ﷺ کے فاتح لوٹنے کی خوشی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دوسری بات یہ ہے عام شرعی دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی کے آلات اور دف وغیرہ کا استعمال حرام ہے، مگر وہ صورتیں جن میں دف کی اجازت دی گئی۔ (صحیحہ: ۱۶۰۹)

امام البانی رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر فرمایا: یہ بات تو معروف ہے کہ دُف، موسیقی اور ساز کے ان آلات میں سے ہے، جو شریعتِ اسلامیہ میں حرام ہیں اور فقہائے اربعہ سمیت بڑے بڑے ائمہ اس کی حرمت پر متفق ہیں، اس موضوع پر صحیح احادیث پائی جاتی ہیں، البتہ شادی بیاہ اور عیدین کے موقع پر صرف دُف بجانے کی اجازت دی گئی ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو دف بجانے کی نذر پوری کرنے کی اجازت کیوں دی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مانی گئی نذر پوری نہیں کی جاتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس نذر کا تعلق اس خوشی سے تھے، جو اس کو نبی کریم ﷺ کے فاتح اور سالم لوٹنے سے نصیب ہوئی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اس کو شادی اور عیدین کے موقع پر بجائے جانے والے دف کا حکم دیا، اور بلا شک وشبہ آپ ﷺ کا غزوہ سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ لوٹنے کی خوشی اتنی بڑی ہے کہ اس کو شادی اور عید کی خوشی پر بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اس حکم کو آپ ﷺ کے ساتھ خاص سمجھا جائے گا اور کسی دوسرے کے معاملے کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ لوہاروں کو فرشتوں پر قیاس کرنے والی بات ہوگی۔

امام خطابی نے (معالم السنن) میں اور علامہ صدیق حسن خان نے (الروضة الندية: ۲/ ۱۷۷۔ ۱۷۸) میں جمع وتطبیق کی یہی صورت ذکر کی۔ (صحیحہ: ۲۲۶۱)

(۳۲۶۰)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((بَيْنَمَا اَنَا عَلٰى بِئْرٍ اَنْزَعُ مِنْهَا، جَاءَنِي اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ، فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ الدَّلْوَ، فَنَزَعَ ذُنُوْبًا اَوْذُنُوْبَيْنِ، وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ، وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ! ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ اَبِي بَكْرٍ، فَاسْتَحَالَتْ فِي يَدِهِ غَرْبًا، فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِي فِرْيَهُ، فَنَزَعَ، حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔)) جاءَ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں (خواب میں) ایک کنویں سے پانی کھینچ رہا تھا، میرے پاس ابوبکر آئے، انھوں نے ڈول پکڑا اور ایک دو ڈول کھینچے، اس کے کھینچنے میں کمزوری محسوس ہو رہی تھے اور اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ پھر ابوبکر کے ہاتھ سے عمر ابن خطاب نے (وہ ڈول) پکڑ لیا، پھر تو وہ بہت بڑا ڈول ثابت ہوا، میں نے ایسا قوی (اور باکمال) آدمی نہیں دیکھا جو اس طرح کام کرتا ہو، انھوں نے اتنا پانی کھینچا کہ لوگ اپنے اونٹوں کو سیراب کر کے پانی کے

مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ ، وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ ، وَاَبِيْ الطُّفَيْلِ۔ (الصحيحة: ٣٦١٤)

پاس ٹھہر گئے۔'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تخريج: جاء من حديث ابن عُمر ، أبي هريرة ، وأبي الطفيل:

(١)۔ أما حديث ابن عُمر؛ فرواه البخاري: ٣٦٣٣ ، ٣٦٨٢ ، ٧٠٢٠ ، ومسلم: ٧/ ١١٣ ، والترمذي: ٢٢٧٩ ، والنسائي في "الكبرى": ٧٦٣٦ ، وأحمد في "مسنده": ٢/ ٢٨ و ٣٩ ، وفي "الفضائل": ٢٢٤ ، وابن أبي شيبة: ١١/ ٦٢ ، ١٢/ ٢١ ، والبيهقي: ٨/ ١٥٤ ، وأبويعلى: ٥٥١٤ ، ٥٥٢٤ ، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٣١٧٧ ، وابن أبي عاصم: ١٤٥٦

٢۔ وأما حديث أبي هريرة؛ فرواه عنه جماعة: (ونحن نلخص)

رواه البخاري: ٣٦٦٤ ، ٧٠٢١ ، ٧٤٧٥ ، ومسلم: ٧/ ١١٢ ، ١١٣ ، وابن حبان: ٦٨٩٨ ، والنسائي في "الكبرى": ٨١١٦ ، وابن أبي عاصم: ١٤٥٨ ، والبيهقي في "الدلائل": ٦/ ٣٤٤ ، و أحمد: ٢/ ٤٥٠ س ، وابن أبي شيبة: ١٢/ ٢١

(٣)وأما حديث أبى الطفيل فرواه احمد: ٥/ ٤٥٥

**شرح**:...... اس خواب کی تعبیر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بالترتیب خلافت ہے۔ اول الذکر کی کمزوری اور ایک دو ڈول سے مراد یہ ہے کہ وہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کی خدمت نہ کر سکیں گے، انکار و ارتداد اور اختلاف و اضطراب جیسے مسائل کھڑے ہو جائیں گے اور جلدی فوت ہو جائیں گے۔ یہ ساری کم و کاست سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوری کر دی، ان کا دورِ خلافت تعظیم دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا زمانہ تھا اور شرق و غرب میں پرچم توحید لہرانے لگا۔

''غَرْبًا'' اس بڑے ڈول کو کہتے ہیں جو بھینس یا بیل کی کھال سے بنایا جاتا ہے، اس سے کھیتوں یا باغوں کی آبیاری کرتے ہیں۔

حدیث کے آخری جملے کا معنی یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام پھیلے گا اور فتوحات اتنی بے شمار ہوں گی کہ لوگ مال و دولت سے سیراب ہو جائیں گے۔

(٣٢٦١)۔ عَنْ أُمِّ سَلِمَةَ ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْهَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَقَالَ: يَا أُمَّهْ! قَدْ خِفْتُ أَنْ يُهْلِكَنِي كَثْرَةُ مَالِي ، أَنَا أَكْثَرُ قُرَيْشٍ مَالاً؟ قَالَتْ: يَا بُنَيَّ! فَأَنْفِقْ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ مِنْ أَصْحَابِيْ مَنْ لَا يَرَانِيْ بَعْدَ أَنْ أُفَارِقَهُ۔))

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے پاس عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: امی جان! میں قریش کا امیر ترین آدمی ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں یہ کثرتِ مال مجھے ہلاک نہ کر دے۔ انھوں نے کہا: میرے بیٹے! خرچ کیا کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''میرے بعض صحابہ ایسے بھی ہیں جو میری مفارقت کے بعد مجھے نہیں

فَخَرَجَ فَلَقِيَ عُمَرَ ، فَجَاءَ عُمَرُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا ، فَقَالَ: بِاللّٰهِ مِنْهُمْ أَنَا؟ قَالَتْ: لَا ، وَلَنْ أُبْلِيَ أَحَداً بَعْدَكَ۔

(الصحيحة: ٢٩٨٢)

ملیں گے۔'' وہ وہاں سے نکل پڑے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملے، (اور انھیں یہ حدیث سنائی)۔ حضرت عمر، حضرت ام سلمہ کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ لیکن آپ کے بعد کسی کو خبر نہیں دوں گی۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٢٩٠، والبزار: ٣/ ١٧٢/ ٢٤٩٦، الطبراني في "المعجم الكبير": ٢٣/ ٣١٩/ ٧٢٤، ٣٩٤/ ٩٤١

(٣٢٦٢)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهِ فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ تَحَوَّلْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ صَدْرِهِ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ أُبَيِّ الْقَائِلِ يَوْمَ كَذَا؛ كَذَا وَكَذَا؟ يَعُدُّ أَيَّامَهُ قَالَ: وَرَسُوْلُ اللّٰهِ يَتَبَسَّمُ، حَتّٰى إِذَا أَكْثَرْتُ قَالَ: ((أَخِّرْ عَنِّيْ يَاعُمَرُ إِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ وَقَدْ قِيْلَ لِيْ ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَاتَسْتَغْفِرْلَهُمْ وَأَنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَاللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ٨٠) لَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ لَوْ زِدْتُّ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَلَهٗ ، لَزِدْتُّ۔)) قَالَ: ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ وَمَشٰى مَعَهٗ فَقَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهُ۔ قَالَ: فَعَجَبٌ لِّيْ وَجُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ فَوَاللّٰهِ مَاكَانَ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتْ هَاتَانِ الْآيَتَانِ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب عبد اللہ بن ابی (منافق) مرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نماز جنازہ کے لیے بلایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور جب نماز کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں گھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالی کے دشمن عبد اللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ (پڑھنے لگے ہو)، جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کہا تھا؟ ان دنوں کو شمار بھی کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواباً مسکرا دیے۔ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عمر! پیچھے ہٹ جاؤ، مجھے اختیار دیا گیا اور میں نے (اس اختیار کو) قبول کر لیا، مجھے (اللہ تعالی کی طرف سے) کہا گیا ہے: ﴿اے محمد! آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر دفعہ بھی بخشش طلب کریں تو پھر بھی اللہ تعالی ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا﴾ (سورۂ توبہ: ٨٠) اگر مجھے علم ہوتا کہ ستر سے زائد دفعہ بخشش طلب کرنے سے اسے بخش دیا جائے گا تو میں زیادہ دفعہ کر دیتا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، اس کی میت کے ساتھ چلے اور فارغ ہونے تک اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جرأت کرنے پر بڑا تعجب ہو

قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (التوبه:٨٤) قَالَ: فَمَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَهُ عَلٰى مُنَافِقٍ وَلَا قَامَ عَلٰى قَبْرِهِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ۔

(الصحيحة: ١١٣١)

رہا تھا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اللہ کی قسم! تھوڑے وقت کے بعد ہی یہ دو آیات نازل ہوئیں: ﴿اے محمد! منافقوں میں سے جو بھی مرے، آپ نہ کبھی اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور فسق کی حالت میں مرے ہیں۔﴾ (سورۂ توبہ: ۸۴) (ان آیات کے نزول کے بعد) آپ ﷺ نے نہ کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ١٨٥، وأحمد: ١/ ١٦، وأخرجه البخاري: ١/ ٣٤٣، ٣/ ٢٥٣، دون قوله: ((وقد قيل لي: استغفر لهم......)) و قوله: ((فما صلى بعده لي منافق......)) وهكذا رواه النسائي: ١/ ٢٧٩

**شــــرح**:...... نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، اپنے دشمنوں کے حسنِ عاقبت کے بھی حریص تھے۔ بہرحال بعد میں معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ زیادہ درست تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان مشرک کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکتا، آج کل جو لوگ برادریوں کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے ایسا کرتے ہیں، انھیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کو سامنے رکھیں کہ جس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے نہ مذکورہ بالا واقعہ کے بعد کسی مشرک کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ کسی ایسے فرد کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

(٣٢٦٣)۔ قَالَ ﷺ: ((اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔

(الصحيحة:١٢٣٣)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا، عمار کی سیرت اختیار کرنا اور ابن مسعود کے عہد کو تھام لینا۔'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: ١۔ أما حديث ابن مسعود: فأخرجه الترمذي: ٢/ ٣١١، والحاكم: ٣/ ٧٥

٢۔ وأما حديث حذيفة: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٩٠، والطحاوي في "المشكل" ٢/ ٨٣۔ ٨٤، وأحمد: ٥/ ٣٨٥، ٤٠٢، والحميدي في "مسنده" ١/ ٢١٤/ ٢٤٩، وابن سعد: ٢/ ٣٣٤، و ابن أبي عاصم في "السنة" ١٠٤٨ و ١٠٤٩۔ بتحقيقي، وأبو نعيم في "الحلية" ٩/ ١٠٩، و الخطيب: ١٢/ ٢٠،

والحاكم: ٣/ ٧٥، وابن عساكر: ٩/ ٣٢٣/ ١ و ١٢/ ٣١/ ١ مختصرا و مطولا، وبعضهم ذكر المولى، وبعضهم لم يذكره، وهو الذي رجحه الحاكم خلافا لأبي حاتم في: العلل" ٢/ ٣٨١

٣۔ وأما حديث أنس بن مالك: فأخرجه ابن عدي: ٧٥/ ١

٤۔ وأما حديث ابن عمر: فأخرجه ابن عساكر: ٩/ ٣٢٣/ ٢

**شرح**:...... دوسری احادیث کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی اطاعت کی جائے گی، جب تک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو۔

(٣٢٦٤)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ: عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ اِسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ، يَسْأَلْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ، عَالِيَةٌ أَصْوَاتُهُنَّ عَلٰى صَوْتِهِ، فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ، فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَدَخَلَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَضْحَكُ، وَقَالَ: أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ؟ فَقَالَ: ((عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِيْ كُنَّ عِنْدِيْ، لَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ تَبَادَرْنَ الْحِجَابَ۔)) فَقَالَ: أَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَّهَبْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِنَّ، فَقَالَ: يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ! أَتَهَبْنَنِيْ وَلَمْ تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟! فَقُلْنَ: إِنَّكَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِيْهٍ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا، إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ۔)) (الصحيحة: ٣٦٠٣)

محمد بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت آپ کے پاس قریشی عورتیں بیٹھی تھیں، وہ آپ سے سوال کر رہی تھیں، کثرت کا مطالبہ کر رہی تھیں اور بلند آواز میں (اپنے مطالبات کا) اظہار کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر نے اندر آنے کی اجازت لی تو انھوں نے جلدی جلدی پردہ کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو اجازت دی، جب وہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہنساتا رہے (بھلا مسکرانے کی وجہ کیا ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ان عورتوں پر بڑا تعجب ہو رہا ہے، یہ میرے پاس بیٹھی تھیں، جب انھوں نے تمھاری آواز سنی تو جلدی جلدی پردہ کر لیا۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے۔ پھر وہ ان عورتوں پر متوجہ ہوئے اور کہا: اپنے نفسوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتی؟ انھوں نے کہا: تم رسول اللہ کی بہ نسبت زیادہ سخت رو ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن خطاب! بس کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب شیطان تجھے کسی گلی میں چلتے دیکھتا ہے تو وہ (تجھ سے خوفزدہ ہو کر) دوسری گلی میں چلا جاتا ہے۔''

تخريج: رواه البخاري: ٣٢٩٤، ٣٦٨٣، ٦٠٨٥، ومسلم: ٧/ ١١٤ـ ١١٥، والنسائي في "السنن الكبرى": (٨١٣٠ـ فضائل الصحابة) و (١٠٠٣٥ـ عمل اليوم والليلة)، وابن حبان في "صحيحه": ٦٨٩٣ـ "الأحسان"، وابن أبي شيبة: ١٤/ ٨٣، وأحمد في "مسنده": ١/ ١٧١

**شرح** :...... اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں عورتیں کوئی گناہ والا کام کر رہی تھیں۔ درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں ہیبت اور رعب تھا، آپ ﷺ بھی ان کے اس وصف کا خیال رکھتے تھے۔

اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت کا بیان ہے۔ وہ دین میں اس قدر سخت اور خالص حق پر ڈٹ جانے والے تھے کہ شیطان ان کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

(٣٢٦٥)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ مِنْ هٰذَا الدِّيْنِ كَمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ مِنَ الرَّأْسِ۔)) (الصحيحة: ٨١٥)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دینِ اسلام میں ابو بکر اور عمر کی اہمیت سر میں کان اور آنکھ کی سی ہے۔''

تخريج:أخرجه الطبراني والخطيب في "تاريخ بغداد": ٨/ ٤٥٩، وابن شاهين في "فضائل العشرة المبشرين بالجنة" من "السنة" له رقم: ٧٠ نسختي، و الطبراني، وابو نعيم في "الحلية": ٤/ ٩٣

**شرح** :...... سر میں جو اہمیت کان اور آنکھ کی ہے، دین میں وہی اہمیت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ جس دین میں ابو بکر و عمر کی کوئی اہمیت نہ ہو، اس دین کی مثال بھی بہرے اور نابینے آدمی کی مثال ہے۔

(٣٢٦٦)۔ قَالَ ﷺ: ((اُثْبُتْ حِرَاءُ! فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيْقٌ، أَوْ شَهِيْدٌ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَبُرَيْدَةَ بْنِ الْحصيبِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ۔ (الصحيحة: ٨٧٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حرا! تھم جا، نہیں ہے تجھ پر مگر نبی یا صدیق یا شہید۔'' یہ حدیث حضرت سعید بن زید، حضرت عثمان بن عفان، حضرت انس بن مالک، حضرت بریدہ بن حصیب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: ١ــ أما حديث سعيد بن زيد: فأخرجه أبوداود: ٢/ ٢٦٤، والترمذي: ٤/ ٣٣٦، وابن ماجه :١/ ٦١، وابن حبان: ٩/ ٦٩/ ٦٩٥٧ـ الاحسان، والحاكم: ٣/ ٤٥٠، وأحمد: ١/ ١٨٧ و ١٨٨ و ١٨٩

**شرح** :...... اس میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی عظمتوں کا بیان ہے، جنہیں بالترتیب صدیق اور شہید کے القاب سے نوازا گیا۔

## سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے داماد

(٣٢٦٧)۔ قَالَ ﷺ: ((كُلُّ سَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔ (الصحيحة:٢٠٣٦)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز ہر رشتہ (اور تعلق وقرابت) منقطع ہو جائے گا، سوائے میرے ازدواجی اور نسبی رشتے کے۔'' یہ حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: (١)۔أما حديث ابن عباس فأخرجه المخلص في "سبعة مجالس": ١/٥١، والطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ١٢٩/ ١، والخطيب في "التاريخ": ١٠/ ٢٧١، والهروي في "ذم الكلام": ١٠٨/ ٢، والضياء في "المختارة"

**شرح**:...... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ((كُلُّ نَسَبٍ وَ صِهْرٍ مُنْقَطِع يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِي و صِهْرِي۔)) (ابن عساكر: ١٩/ ٦٠/ ٢، وهذا اسناد ضعيف جدا) ...... ''ہر نسبی اور ازدواجی رشتہ منقطع ہو جائے گا، سوائے میرے نسبی اور ازدواجی رشتے کے۔''

درج ذیل تفصیل سے اس حدیث کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے:

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف ان کی بیٹی سے، جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی، سے شادی کرنے کا بار بار پیغام بھیجا۔ ایک دن انھوں نے خود کہا: اے ابوالحسن! آپ کی طرف کثرت سے پیغام بھیجنے کی وجہ وہ حدیث ہے، جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی، آپ ﷺ نے فرمایا: ((كل سبب و نسب مُنْقَطِع يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الا سببي ونسبي۔)) ......''قیامت کے روز ہر رشتہ (اور تعلق وقرابت) منقطع ہو جائے گا، سوائے میرے ازدواجی اور نسبی رشتے کے۔''

میں چاہتا ہوں کہ آپ اہل بیت لوگوں کے ساتھ میری ازدواجی قرابت ہونی چاہیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چلے گئے اور اپنی اس بیٹی کو میک اپ کرنے کا حکم دیا اور پھر اس کو امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ جب انھوں نے اس کو دیکھا تو اس کی طرف کھڑے ہوئے اور اس کی پنڈلی کو پکڑا اور کہا: اپنے باپ سے کہہ دینا کہ میں راضی ہوں، میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ جب وہ بچی اپنے باپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو انھوں نے پوچھا: امیر المومنین نے تجھے کیا کہا؟ اس نے کہا: انھوں نے مجھے بلایا اور قبول کیا، جب میں کھڑی ہوئی تو انھوں نے میری پنڈلی کو پکڑا اور کہا: اپنے ابو سے کہہ دینا کہ میں راضی ہوں۔ پھر انھوں نے ان سے اس کا نکاح کر دیا، اس کے بطن سے زید بن عمر پیدا ہوا، وہ نوجوانی تک زندہ رہے، پھر فوت ہو گئے۔ (اخرجه ابو بكر الشافعي في "الفوائد": ٧٣/ ٢٥٧/ ١، وابن عدي: ٦/ ٢، والخطيب في "التاريخ": ٦/ ١٨٢)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آل رسول کی یہ عزت تھی، آگے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تمنا پوری کرتے ہوئے ان کا احترام بجالانے کی حد کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں کے لیے ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ کے لقب کا کیا خوب انتخاب کیا۔

## سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

(٣٢٦٨)۔ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَتْ: كَانَ ﷺ كَاشِفًا عَنْ فَخِذِهِ، فَاسْتَأْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ، فَأَذِنَ لَهُ، وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ، وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ فَأَرْخٰى عَلَيْهِ مِنْ ثِيَابِهِ، فَلَمَّا قَامُوْا، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اسْتَأْذَنَ عَلَيْكَ اَبُوْبَكْرٍ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ الْحَالِ..... (وَفِيْهِ) فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ! اَلا اَسْتَحْيِيْ مِنْ رَجُلٍ، وَاللّٰهِ! اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَسْتَحْيِيْ مِنْهُ۔)) (الصحيحة : ٢٧١٩)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ران سے کپڑا ہٹا کر بیٹھے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اسی حالت میں اجازت دے دی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی، آپ نے اسی حالت میں اجازت دے دی۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے اپنا کپڑا نیچے لٹکا کر (ران کو ڈھانپ لیا)۔ جب یہ سارے لوگ چلے گئے تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ابوبکر نے آپ سے اجازت طلب کی، آپ اسی حالت پر تشریف فرما رہے ..... (لیکن جب عثمان نے اندر آنا چاہا تو اس طرح پردہ کر لیا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ! کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں کہ اللہ کی قسم! فرشتے بھی جس سے حیا کرتے ہیں۔“

تخریج: أخرجه ابن راهويه في "مسنده": ١٠٨ / ١ - ثم احال الالباني على الرقم: ١٦٨٧ من صحيحته وفيه انه أخرج مسلم ايضا

(٣٢٦٩)۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ : (زَادَ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهُ: وَعُثْمَانَ) حَدَّثَاهُ: أَنَّ أَبَابَكْرٍ اسْتَأْذَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ لَابِسٌ مِرْطَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ كَذٰلِكَ فَقَضٰى إِلَيْهِ حَاجَتَهٗ ثُمَّ انْصَرَفَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهٗ وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ، فَقَضٰى إِلَيْهِ حَاجَتَهٗ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے زوجۂ رسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے) نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، جبکہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھ کر اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اسی حالت میں ابوبکر کو آنے کی اجازت دے دی، انھوں نے اپنا مدعا بیان کیا اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمر نے اجازت طلب کی، آپ ﷺ

قَالَ عُثْمَانُ: ثُمَّ اسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، وَقَالَ لِعَائِشَةَ: ((اِجْمَعِيْ عَلَيْكِ ثِيَابَكِ۔)) فَقَضَيْتُ إِلَيْهِ حَاجَتِي ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَالِيْ لَمْ أَرَكَ فَزِعْتَ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَمَا فَزِعْتَ لِعُثْمَانَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَإِنِّيْ خَشِيْتُ إِنْ أَذِنْتُ لَهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ أَنْ لَا يَبْلُغَ إِلَيَّ فِيْ حَاجَتِهِ۔)) (الصحيحة: ١٦٨٧)

نے اسی حالت میں اجازت دے دی، انھوں نے اپنی ضرورت پوری کی اور چل دیے۔ حضرت عثمان کہتے ہیں: ان کے بعد میں نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ بیٹھ گئے اور عائشہ سے فرمایا: ''اچھی طرح کپڑے لپیٹ لو۔'' (پھر مجھے اجازت دی) میں نے اپنا کام پورا کیا اور چلا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ نے ابوبکر اور عمر کے لیے وہ اہتمام نہیں کیا جو عثمان کے لیے کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دراصل عثمان شرمیلا اور حیادار آدمی ہے، مجھے اندیشہ تھا کہ اگر اسی حالت میں اجازت دے دی تو وہ اپنی ضرورت کا اظہار نہیں کر سکے گا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١١٧، والبخاري في "الأدب المفرد": ٦٠٠، والطحاوي في "شرح المعاني" ١/ ٢٧٤ و "مشكل الآثار": ٢/ ٢٩٠۔ ٢٩١، وأحمد: ٦/ ١٥٥ و ١٦٧، وأبويعلي: ٣/ ١٠٩٥

**شرح:**...... اس میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور آپ ﷺ کے ہاں ان کی توقیر کا بیان ہے۔ چونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی حیادار تھے، ان کی طبیعت میں صفتِ حیا بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، آپ ﷺ نے بھی ان کی اس طبیعت کا لحاظ رکھا اور مزید سنجیدگی اختیار کی۔ ان احادیث سے مطلق طور پر سیدنا عثمان کا صدیق و فاروق پر افضل ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ یہ ان کی جزوی فضیلت ہے، جس کی وجہ سے وہ دوسرے صحابہ سے ممتاز تھے۔

(٣٢٧٠)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ مَرْفُوْعًا: ((عُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ۔))

(الصحيحة:١٤٣٥)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عثمان جنت میں ہوں گے۔''

تخريج: رواه ابن عساكر: ١١/ ١٠١/ ١

## سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

(٣٢٧١)۔ قَالَ ﷺ: ((مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ، وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، وَبُرَيْدَةَ بْنِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! تو علی کو دوست بنانے والے کا دوست بن جا اور اس سے دشمنی رکھنے والے کا دشمن بن جا۔'' یہ حدیث سیدنا زید بن ارقم، سیدنا سعد بن ابو وقاص،

الْحُصَيْبِ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَأَبِي سَعِيْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ۔

(الصحيحة:١٧٥٠)

سیدنا بریدہ بن حصیب، سیدنا علی بن ابو طالب، سیدنا ابو ایوب انصاری، سیدنا براءبن عازب، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا انس بن مال، سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: (١)۔ حديث زيد، وله عنه طرق خمس:

الأولى: عن أبي الطفيل عنه: فأخرجه النسائي في"خصائص علي": صـ١٥، والحاكم: ٣/ ١٠٩، وأحمد: ١/ ١١٨، وابن أبي عاصم: ١٣٦٥، والطبراني: ٤٩٦٩۔ ٤٩٧٠

الثانية: عن ميمون أبي عبدالله به: فأخرجه أحمد: ٤/ ٣٧٢، والطبراني: ٥٠٩٢

الثالثة: عن أبي سليمان: فأخرجه أحمد: ٥/ ٣٧٠، وأبوالقاسم هبة الله البغدادي في الثاني من "الأمالي": ق ٢٠/ ٢

الرابعة: عن يحيى بن جعدة عن زيد بن أرقم: فأخرجه الطبراني: ٤٩٨٦

الخامسة: عن عطية العوفي: فأخرجه أحمد: ٤/ ٣٦٨، والطبراني: ٥٠٦٨۔ ٥٠٧١

(٢)۔ حديث سعد بن أبي وقاص، وله عنه ثلاث طرق:

الأولى: عن عبدالرحمن بن سابط عنه مرفوعا : فأخرجه ابن ماجه: ١٢١

الثانية: عن عبد الواحدي بن أيمن عن أبيه به: فأخرجه النسائي في"الخصائص": ١٦

الثالثة: عن خيثمة بن عبد الرحمن عنه به وفيه الزيادة: فأخرجه الحاكم: ٣/ ١١٦

(٣)۔ حديث بريدة، وله عنه ثلاث طرق:

الأولى: عن ابن عباس عنه: فأخرجه النسائي والحاكم: ٣/ ١١٠، وأحمد: ٥/ ٣٤٧

الثانية: عن ابن بريدة عن أبيه: فأخرجه النسائي وأحمد: ٥/ ٣٥٠و٣٥٨، ٣٦١

الثالثة: عن طاؤوس عن بريدة به : فأخرجه الطبراني في"الصغير": رقم ـ ١٧١ ـ الروض و "الأوسط" ٣٤١

(٤)۔ حديث علي بن طالب، وله عنه تسعُ طرق:

الأولى: عن عمروبن سعيد أنه سمع علياً رضي الله عنه: فأخرجه النسائي۔

الثانية: عن زاذان بن عمر: فأخرجه أحمد: ١/ ٨٤، وابن أبي عاصم: ١٣٧٢

الثالثة و الرابعة: عن سعيد بن وهب و عن زيد بن يثيع: فأخرجه عبدالله بن أحمد في زوائد"المسند" ١/ ١١٨، وعنه الضياء المقدسي في"المختارة": ٤٥٦ بتحقيقي

الـخـامسة: عـن شريك أيضا عن أبي أسحاق عن عمرو ذي مر بمثل حديث أبي أسحاق: فأخرجه عبدالله أيضاء۔

السادسة: عن عبدالرحمن بن أبي ليلي: فأخرجه عبدالله بن أحمد: ١/ ١١٩

السابعة و الثامنة: عن أبي مريم و رجل من جلساء علي عن علي: فأخرجه عبدالله: ١/ ١٥٢

التاسعة: عن طلحة بن مصرف: فأخرجه ابن أبي عاصم: ١٣٧٣

(٥)۔ حديث أبي أيوب الأنصاري: فأخرجه أحمد: ٥/ ٤١٩، والطبراني: ٤٠٥٢و ٤٠٥٣

(٦)۔ حديث البراء بن عازب: فأخرجه أحمد وابنه في زوائده: ٤/ ٢٨١، وابن ماجه: ١١٦

(٧)۔ حديث ابن عباس: فأخرجه أحمد: ١/ ٣٣٠۔ ٣٣١، وعنه الحاكم: ٣/ ١٣٢

(٨، ٩، ١٠)۔ حـديـث أنـس بن مالك وأبي سعيد وأبي هريرة: فأخرجه الطبراني في "الصغير": صـ ٣٣۔ هندية رقم ١١٦۔ الروض، وفي "الأوسط": رقم ٢٤٤٢

**شرح**:...... اس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت کا بیان ہے۔ ملا علی قاری نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: میں جس سے دوستی کرتا ہوں، علی بھی اس سے دوستی رکھتا ہے یا جو مجھے دوست بنائے گا، علی اس کو دوست بنائے گا۔ لفظ ''مولی'' کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے، جیسے ربّ، مالک، سیّد، مُنعِم، جس پر انعام کیا جائے، آزاد کنندہ، آزاد شدہ، غلام، ناصر، مُحِب، تابع، پڑوسی، چچا زاد، حلیف، عقد والا، وغیرہ۔ امام شافعی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اسلام کی دوستی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: تم میرے دوست نہیں ہو، میرے دوست تو رسول اللہ ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا: ''میں جس کا دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔''

شیعہ لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ "مـــولـــی" کے معانی متصرف کے ہیں، یعنی جن امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تصرف کرنے کا حق حاصل تھا، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل تھا، مومنوں کے معاملات بھی ایک چیز تھی، اس لیے سیدنا علی بھی امام ہوں گے۔ لیکن طیبی نے کہا: ولایت کو اس امامت پر محمول نہیں کیا جا سکتا، جس کا معنی مومنوں کے امور میں تصرف کرنا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں مستقل اور واحد متصرف تھے (اس وصف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہ تھا)، اس لیے ولایت کو محبت اور اسلام دوستی پر محمول کرنا چاہیے۔ (ملـخـص از مرقاة المفاتيح: ١٠/ ٤٦٣، ٤٦٤)

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: شیعہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں: ((اِنَّهُ خَلِيْفَتِي مِنْ بَعْدِيْ۔)) ...... ''میرے بعد وہ خلیفہ ہوں گے۔''

لیکن یہ روایت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ ان شیعوں کی باطل روایات میں سے ہے۔ تاریخی واقعہ بھی اس

کی تکذیب پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر یہ حدیث آپ ﷺ کا قول ہوتی تو ایسے ہی واقع ہوتا کہ سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنتے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنتے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان وحی ہوتا ہے اور وحی میں جو بات جیسے بیان کی جاتی ہے، وہ اسی طرح واقع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی مخالفت بھی نہیں کرتا۔ میں نے ضعیفہ (۴۹۲۳، ۴۹۳۲) میں اس قسم کی مرویات ذکر کر کے ان کا بطلان واضح کیا ہے۔ (صحیحہ: ۱۷۵۰)

(۳۲۷۲)۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: اِشْتَکَی النَّاسُ عَلِیًّا رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْنَا خَطِیْبًا، فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ: ((اَیُّهَا النَّاسُ! لَاتَشْکُوْا عَلِیًّا، فَوَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَاَخْشَنُ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ اَوْفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَنْ یُّشْکٰی۔))

(الصحيحة:٢٤٧٩)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، خطبہ دیا اور یہ بھی کہا: ”لوگو! علی کی شکایت مت لگایا کرو۔ اللہ کی قسم! وہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس بات سے اعلیٰ ہے کہ اس کی شکایت کی جائے۔“

تخريج: أخرجه ابن اسحاق فى "السيرة": ٤/ ٢٥٠۔ هشام، و من طريقه أحمد: ٣/ ٨٦

**شرح**:...... اول تو کسی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے، اگر کسی کو ہے تو وہ برداشت کرے، کیونکہ ان کی فضیلت و منقبت، مقام و مرتبہ اور شان و عظمت ان کے بشری تقاضوں پر غالب ہیں۔

(۳۲۷۳)۔ عَنْ بِلَالِ بْنِ یَحْیٰی، قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِیَ حُذَیْفَةَ فَقِیْلَ یَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ قُتِلَ هٰذَا الرَّجُلُ، وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فَمَا نَقُوْلُ؟ فَقَالَ: أَسْنِدُوْنِیْ، فَأَسْنَدُوْهُ إِلٰی صَدْرِ رَجُلٍ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((أَبُوْ الْیَقْظَانِ عَلَی الْفِطْرَةِ، لَایَدَعُهَا حَتّٰی یَمُوْتَ، أَوْ یَمَسَّهُ الْهَرِمُ۔))

(الصحيحة: ٣٢١٦)

بلال بن یحییٰ کہتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو حضرت حذیفہ کو خواب آیا، انھیں کہا گیا: اے ابو عبد اللہ! عثمان کو تو شہید کر دیا گیا ہے اور لوگ اختلاف میں پڑ چکے ہیں، ایسے میں آپ کیا کہیں گے؟ انھوں نے کہا: مجھے سہارا دو۔ انھوں نے ان کو ایک آدمی کے سینے کا سہارا دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”ابو الیقظان فطرتِ (اسلام) پر ہے اور اس کو مرنے تک یا انتہائی بوڑھا ہونے تک نہیں چھوڑے گا۔“

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": ٣/ ٢٥٢/ ٢٦٨٦۔ الكشف، وأخرجه الطبراني فى "الاوسط": ١/ ١٦٣/ ٣٠٤٣ مختصرا

**شرح**:...... سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الیقظان تھی۔ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان ہی کے لشکر میں جنگِ صفین میں شہید ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہادتِ عثمان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، اس موضوع پر "اَلْفِتَنُ وَ اَشْرَاطُ السَّاعَةِ وَالْبَعْثُ" میں "حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے" اور "مشاجرات صحابہ کے بارے میں متاخرین کو کیا کہنا چاہیے؟" کے عنوانوں میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

(٣٢٧٤)۔ قَالَ ﷺ: ((مَنْ آذٰی عَلِیًّا فَقَدْ آذَانِیْ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ شَاسٍ، وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَاصٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ۔ (الصحيحة:٢٢٩٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے علی کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔" یہ حدیث سیدنا عمرو بن شاس، سیدنا سعد بن ابو وقاص اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: (١) أما حديث عمرو بن شاس؛ فرواه البخاري في "التاريخ": ٣/ ٢/ ٧٠٣، و الفسوي في "المعرفة": ١/ ٣٢٩_٣٣٠، وأحمد: ٣/ ٤٨٣، وابن حبان: ٢٢٠٢، و الحاكم: ٣/ ١٢٢، وصححه، ووافقه الذهبي، وابن عساكر: ١٢/ ١٠٩/ ١

(٢) وأما حديث سعد ابن ابى وقاص؛ فرواه الهيثم بن كليب في "المسند": ١٥/ ٢، وأبو يعلي: ٧٧٠، والبزار: ٢٥٦٢، والقطيعي في زيادته على "فضائل الصحابة": ١٠٧٨

(٣)۔ وأما حديث جابر بن عبد الله؛ فرواه ابن عساكر، وكذا السهمي في "تاريخ جرجان": ٣٢٥

(٣٢٧٥)۔ عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ، قَالَتْ: أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ، وَمَنْ اَحَبَّنِيْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ، وَمَنْ اَبْغَضَنِيْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔)) (الصحيحة:١٢٩٩)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ اور جس نے علی سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔"

تخريج: رواه المخلص في "الفوائد المنتقاة" ١٠/ ٥/ ١

(٣٢٧٦)۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَيْشًا، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ، فَمَضٰى فِي السَّرِيَّةِ، فَاَصَابَ جَارِيَةً، فَاَنْكَرُوْا عَلَيْهِ، وَتَعَاقَدُوْا اَرْبَعَةٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: اِنْ

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ایک لشکر بھیجا، وہ اپنی جماعت کے ہمراہ چلے گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی لے لی، دوسرے لوگوں نے اس چیز کو اچھا نہ سمجھا اور چار اصحابِ رسول نے آپس میں معاہدہ کیا کہ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو ملے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کئے پر آپ کو آگاہ کریں

لَقِيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ إِذَا رَجَعُوْا مِنْ سَفَرٍ بَدَأُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا اِلٰى رِحَالِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلَمْ تَرَ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا، فَاَعْرَضَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَامَ الثَّانِيْ، فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ اِلَيْهِ الثَّالِثُ، فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوْا، فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهِ فَقَالَ: ((مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ؟ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ، وَاَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ۔))

(الصحيحة: ٢٢٢٣)

گے۔ (اس وقت یہ معمول تھا کہ) مسلمان جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتے، آپ پر سلام کرتے، پھر اپنے گھروں کی طرف جاتے۔ جب یہ لشکر واپس آیا تو اس میں شریک افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ عہد و پیمان کے مطابق مذکورہ بالا چار افراد میں سے ایک کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ علی کو نہیں دیکھتے؟ انھوں نے ایسے ایسے کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا، اس نے بھی یہی بات کہی۔ آپ نے اس سے بھی اعراض کیا۔ پھر تیسرا کھڑا ہوا اور یہی بات کہی، رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر چوتھا کھڑا ہوا اور وہی بات کہی، آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے، آپ کے چہرے سے غیظ و غضب کا پتہ چل رہا تھا، اور فرمایا: ''تم علی کی شکایت کر کے کیا چاہتے ہو؟ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مومن کا دوست ہوگا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٣٧١٣، والنسائي في "الخصائص": ١٣ و ١٦ ـ ١٧، وابن حبان: ٢٢٠٣، والحاكم: ٣/ ١١٠، والطيالسي في "مسنده": ٨٢٩، وأحمد: ٤/ ٤٣٧ ـ ٤٣٨، وابن عدي في "الكامل": ٢/ ٥٦٨، ٥٦٩

**شرح:**...... اس قسم کی روایات اس حقیقت کا بین ثبوت ہیں کہ اگر صحابہ کرام میں کوئی قابل اعتراض چیز نظر آئے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے اور ان کا یوں احترام کیا جائے کہ گویا وہ چیز ان سے سرزد نہیں ہوئی ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (خلاصہ:) محبت یا دوستی رکھنا، اس کا متضاد عداوت یا دشمنی رکھنا ہے، محبت اور دوستی ہر مسلمان کے لیے ثابت ہے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کبار مومنوں میں سے ہیں، وہ مومنوں کو دوست بنائیں گے اور مومن ان کو۔ اس میں خارجیوں اور ناصبیوں پر ردّ کیا گیا ہے۔ لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مومنوں کے دوست صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور کوئی نہیں ہے، غور کریں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَأَشْجَعُ، وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ بَنِيْ كَعْبٍ مَوَالِيَّ دُوْنَ النَّاسِ

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مَوْلَاهُمْ۔)) ...... ''اسلم، غفار، اشجع، مزینہ، جہینہ اور بنوکعب کے قبائل دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مخلص دوست ہیں اور ان کے دوست اللہ اور اس کا رسول ہیں۔'' (صحیحہ: ١٤٥٥)

اس لیے یہ حدیث قطعی طور پر اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ صدیق و فاروق کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ مستحق تھے، جیسا کہ شیعہ لوگوں کا خیال ہے، کیونکہ ''موالاۃ'' (یعنی دوستی و محبت) اور چیز ہے اور ''ولایت'' (یعنی امارت) اور چیز ہے۔ (صحیحہ: ٢٢٢٣)

(٣٢٧٧)۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: قَالَتْ لِي أُمُّ سَلِمَةَ: أَيُسَبُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَكُمْ عَلَى الْمَنَابِرِ؟ قُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! وَأَنّٰى يُسَبُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ: أَلَيْسَ يُسَبُّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَمَنْ يُحِبُّهُ؟ وَأَشْهَدُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُحِبُّهُ۔ (الصحيحة:٣٣٣٢)

ابوعبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ مجھے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کو تم لوگوں کی موجودگی میں منبروں پر برا بھلا کہا جا رہا ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ! آپ کو کہاں برا بھلا کہا جا رہا ہے؟ انھوں نے کہا: کیا سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور ان سے محبت کرنے والوں پر سب و شتم نہیں کیا جا رہا؟ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے۔

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٢٣/ ٣٢٣/ ٧٣٨، و"المعجم الأوسط": ٦/ ٣٨٩/ ٥٨٢٨، و"المعجم الصغير": ١٩٩۔ هندية، وابو يعلى في "مسنده": ١٢/ ٤٤٤

**شرح**: ...... سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا استدلال انتہائی قابل غور ہے۔ ہر صحابی کے بارے میں اسی قانون کو سامنے رکھنا چاہیے۔

(٣٢٧٨)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: اِجْتَمَعَ جَعْفَرٌ وَعَلِيٌّ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَقَالَ جَعْفَرٌ: أَنَا أَحَبُّكُمْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ زَيْدٌ: أَنَا أَحَبُّكُمْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالُوْا: اِنْطَلِقُوْا بِنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى نَسْأَلَهُ، فَقَالَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ: فَجَاءُوْا يَسْتَأْذِنُوْنَهُ، فَقَالَ: أُخْرُجْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ فَقُلْتُ: هٰذَا جَعْفَرٌ وَعَلِيٌّ وَزَيْدٌ، مَاأَقُوْلُ (أَبِيْ!) قَالَ: اِئْذَنْ لَهُمْ، وَدَخَلُوْا، فَقَالُوْا: مَنْ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟

محمد بن اسامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم جمع ہوئے، حضرت جعفر نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت زید نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کو تم دونوں سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ انھوں نے کہا: چلو! رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر دریافت کرتے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ سب آئے، آپ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے مجھے فرمایا: جاؤ اور دیکھو، کون ہیں؟ میں نے کہا: جعفر، علی اور زید لوگ ہیں، میرے ابا جان! میں انھیں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو

قَالَ: فَاطِمَةُ قَالُوْا: نَسْأَلُكَ عَنِ الرِّجَالِ، قَالَ: ((أَمَّا أَنْتَ يَاجَعْفَرُ فَأَشْبَهَ خَلْقُكَ خَلْقِيْ وَأَشْبَهَ خَلْقِيْ خَلْقَكَ، وَأَنْتَ مِنِّيْ وَشَجَرَتِيْ وَأَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ فَخَتَنِيْ وَأَبُو وَلَدِيْ وَأَنَا مِنْكَ، وَأَنْتَ مِنِّيْ وَأَمَّا أَنْتَ يَا زَيْدُ فَمَوْلَایَ وَمِنِّيْ وَإِلَیَّ، وَأَحَبُّ الْقَوْمِ إِلَیَّ۔)) (الصحيحة: ١٥٥٠)

اندر آنے کی اجازت دے دو۔'' وہ سب اندر آ گئے اور کہا: آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: فاطمہ۔ انھوں نے کہا: ہم مردوں کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جعفر! تمھارا اخلاق میرے اخلاق کے اور تمھاری جسمانی ساخت میری جسمانی ساخت کے مشابہ ہے اور تو مجھ سے اور میرے نسب میں سے ہے۔ علی! تم میرے داماد ہو، میرے بچوں (حسن و حسین) کے باپ ہو اور تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہو اور زید! تم میرے دوست ہو، تم مجھ سے ہو، میں تمھارا ذمہ دار ہوں اور تم مجھے لوگوں میں محبوب ترین ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد:٥/ ٢٠٤، والبخاري في "التاريخ": ١/ ١/ ١٩، والحاكم: ٣/ ٢١٧، والطبراني في "المعجم الكبير": رقم ٣٧٨ مختصرا

**شــرح:**...... آپ ﷺ نے ہر ایک کو اس کا مخصوص مقام عطا کر دیا، جس کی روشنی میں ہر کوئی دوسرے سے بالاتر نظر آ رہا ہے۔

(٣٢٧٩)۔ عَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ۔)) (الصحيحة: ١٧٢٠)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے علی!) تجھ سے محبت کرنے والا مومن اور تجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہوگا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ١/ ٦١، والنسائي: ٢/ ٢٧١، والترمذي: ٢/ ٣٠١، وابن ماجه: ١١٤، وأحمد: ١/ ٨٤و ٩٥و ١٢٨، والخطيب في "التاريخ": ١٤/ ٤٢٦

**شــرح:**...... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو ایمان اور نفاق کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ آپ کا محبّ مومن ہے اور بغض رکھنے والا کافر۔

(٣٢٨٠)۔ قَالَ ﷺ: ((عَلِيٌّ يَقْضِيْ دَيْنِيْ)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ: أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَحُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ۔ (الصحيحة: ١٩٨٠)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''علی میرا قرضہ ادا کرے گا۔'' یہ حدیث حضرت انس بن مالک، حضرت حبشی بن جنادہ اور حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: (١)۔ أما حديث أنس: فأخرجه البزار: صـ ٢٦٨، والديلمي فی "مسند الفردوس": ٢/ ٢٩٧

(٢)۔ وأما حديث حبشي: فأخرجه أحمد: ٤/ ١٦٤، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١٢/ ١٥٠/ ١، والترمذي: ٢/ ٢٩٩، وابن ماجه: ١١٩

(٣)۔ وأما حديث سعد: فأخرجه النسائي في "خصائص علي": صـ ٣، والبزار في "مسنده": صـ ٢٦٦

**شرح**:...... جامع ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ، وَلَا یُوَدِّیْ عَنِّی اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ)) ...... ''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے ادائیگی کرنے والا میں خود ہوں گا یا علی ہوگا۔''

دراصل عربوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ مختلف قبائل یا شخصیات کے مابین معاہدہ کرنے یا عہد توڑنے یا اس کو مضبوط و مستحکم کرنے کی بات چلتی تو یہ ذمہ داری قوم کا سردار خود ادا کرتا تھا یا اس کا کوئی قریبی۔ جیسے ۹ ھ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حج کے لیے روانہ ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ اعلانِ براءت کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا جانا چاہیے، پھر عملی طور پر ایسے ہی کیا گیا۔

(٣٢٨١)۔ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ عَلَيْنَا مِنْ بَعْضِ بُيُوْتِ نِسَائِهِ، قَالَ: فَقُمْنَا مَعَهُ، فَانْقَطَعَتْ نَعْلُهُ فَتَخَلَّفَ عَلَيْهَا عَلِیٌّ يَخْصِفُهَا، فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَضَيْنَا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ يَنْتَظِرُهُ، وَقُمْنَا مَعَهُ، فَقَالَ: ((إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلٰى تَأْوِيْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلٰى تَنْزِيْلِهِ۔)) فَاسْتَشْرَفْنَا وَفِيْنَا أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ، فَقَالَ: ((لَا وَلٰكِنَّهُ خَاصِفُ النَّعْلِ۔)) قَالَ: فَجِئْنَا نُبَشِّرُهُ، قَالَ: وَكَأَنَّهُ قَدْ سَمِعَهُ۔

(الصحيحة: ٢٤٨٧)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، آپ اپنی ایک بیوی کے گھر سے نکلے اور ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم کھڑے ہوئے (اور) آپ کے ساتھ چل دیے، آپ کا جوتا ٹوٹ گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو سلائی کرنے کی خاطر پیچھے رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے رہے۔ ایک مقام پر حضرت علی کے انتظار میں ٹھہر گئے، ہم بھی آپ کے ساتھ رک گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے بعض لوگ میری طرح اس قرآن کی تفسیر کے مطابق جہاد کرتے ہیں۔'' ہم جھانکنے لگ گئے اور ہم میں ابوبکر اور عمر بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، میری مراد جوتے کی سلائی کرنے والا (علی) ہے۔'' ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دینے کے لیے آئے، لیکن ایسے لگ رہا تھا کہ انھوں نے یہ بشارت خود سن لی تھی۔

تخريج: أخرجه النسائی فی "خصائص علی": ص٢٩، وابن حبان: ٢٢٠٧، والحاكم: ٣/ ١٢٢، وأحمد: ٣/ ٣٣ و٨٢، وأبو يعلى: ١/ ٣٠٣۔ ٣٠٤، وأبو نعيم فی "الحلية": ١/ ٦٧، وابن عساكر: ١٢/ ١٧٩/ ٢۔ ١٨٠/ ٢

## سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۳۲۸۲)۔ عَنِ الْمِسْوَرِ: اَنَّهُ بَعَثَ اِلَيْهِ حَسَنُ بْنُ حَسَنٍ يَخْطُبُ اِبْنَتَهُ، فَقَالَ لَهُ: قُلْ لَهُ: فَيَلْقَانِيْ فِيْ الْعَتَمَةِ، قَالَ: فَلَقِيَهُ، فَحَمِدَ اللّٰهَ الْمِسْوَرُ، وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ، اَيْمُ اللّٰهِ، مَا مِنْ نَّسَبٍ وَلَا سَبَبٍ وَلَا صِهْرٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَسَبِكُمْ وَسَبَبِكُمْ وَصِهْرِكُمْ، وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ، يَقْبِضُنِيْ مَا يَقْبِضُهَا، وَيَبْسُطُنِيْ مَا يَبْسُطُهَا، وَاِنَّ الْاَنْسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَنْقَطِعُ غَيْرَ نَسَبِيْ وَسَبَبِيْ وَصِهْرِيْ))وَعِنْدَكَ اِبْنَتُهَا، وَلَوْ زَوَّجْتُكَ لَقَبَضَهَا ذٰلِكَ، فَانْطَلَقَ عَاذِرًا لَهُ۔

(الصحيحة:۱۹۹۵)

مسور کہتے ہیں کہ حسن بن حسن نے میری بیٹی سے شادی کرنے لیے مجھے پیغام بھیجا، میں نے قاصد کو کہا: اسے کہنا کہ وہ مجھے شام کو ملے۔ اس نے مسور سے (وقت کے مطابق) ملاقات کی۔ مسور نے اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کی اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی نسبی اور ازدواجی رشتہ وقرابت تمھارے نسب وحسب اور نسبی و ازدواجی تعلق وقرابت سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ میرے (بدن کا) ٹکڑا ہے، جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے، جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور قیامت والے دن سب احساب وانساب منقطع ہو جائیں گے، ماسوائے میرے نسب، رشتہ وقرابت اور دامادگی کے۔'' (اس حدیث کے بعد غور کر کہ) تیرے گھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہے، اگر میں نے اپنی بیٹی سے بھی تیری شادی کر دی تو وہ پریشان ہوگی (ایسی صورت میں میرا اور میری بیٹی کا کیا بنے گا؟) حسن بن حسن نے اسے معذور سمجھا اور چل دیے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٣٢٣، ومن طريقه الحاكم: ٣/ ١٥٨، وعبد الله بن احمد: ٤/ ٣٣٢، والحديث اخرجه البخاري: ١١/ ٨٤ والنسائي في "الخصائص": صـ ٢٥ بلفظ: ((فاطمة بضعة منى فمن اغضبها اغضبنى۔))

(۳۲۸۳)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ: ((سَيِّدَاتُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ بَعْدَ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ: فَاطِمَةُ، وَخَدِيْجَةُ، وَآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ۔)) (الصحيحة:١٤٢٤)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت مریم بنت عمران کے بعد جنتی عورتوں کی سردار یہ (تین عورتیں ہیں:) فاطمہ، خدیجہ اور فرعون کی بیوی آسیہ تھیں۔''

تخريج: رواه الطبراني: ٣/ ١٥٠/ ٢

(۳۲۸٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ،

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی

قَالَتْ: إِنَّا كُنَّا أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ جَمِيْعًا، لَمْ تُغَادِرْ مِنَّا وَاحِدَةٌ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَمْشِيْ، وَلَا وَاللّٰهِ مَا تَخْفَى مِشْيَتُهَا مِشْيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا، قَالَ: ((مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ.)) ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهِ، أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا، فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا، فَلَمَّا رَأَى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ، فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ، فَقُلْتُ لَهَا أَنَا مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ: خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالسِّرِّ مِنْ بَيْنِنَا ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِيْنَ! فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَأَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ. قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِرَّهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ لَهَا: عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لما أَخْبَرْتِنِيْ. قَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، فَأَخْبَرَتْنِيْ، قَالَتْ: أَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْأَمْرِ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَخْبَرَنِيْ أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِيْ بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ، فَإِنِّيْ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ. قُلْتُ: فَبَكَيْتُ بُكَائِيَ الَّذِيْ رَأَيْتُ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِيْ سَارَّنِيَ الثَّانِيَةَ، قَالَ: ((يَا فَاطِمَةُ! أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِيَ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَوْسَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ.)) فَضَحِكْتُ ضِحْكِيَ الَّذِيْ رَأَيْتِ.(الصحيحة: ٢٩٤٨)

کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے پاس جمع تھیں، کوئی ایک بھی غیر حاضر نہیں تھی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس چل کر آ رہی تھیں، ان کے چلنے کا انداز بالکل رسول اللہ ﷺ والا تھا۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو یوں خوش آمدید کہا: ''میری بیٹی! مرحبا۔'' پھر ان کو اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا، آپ نے ان سے کوئی سرگوشی کی، وہ شد ومد سے رونے لگ گئیں۔ جب آپ نے ان کے غم والم کو دیکھا تو دوسری دفعہ سرگوشی کی، اب کی بار انھوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے میں نے اس سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تم سے کوئی راز دارانہ بات کی، لیکن تو نے رونا شروع کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ نے تم سے کیا سرگوشی کی ہے؟ انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتی۔ جب آپ فوت ہو گئے تو میں نے سیدہ فاطمہ سے کہا: میں تجھے تجھ پر اپنے حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں کہ اب تم مجھے ضرور بتاؤ گی۔ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے اب، بتا دیتی ہوں۔ انھوں نے مجھے بتلایا کہ آپ نے پہلی دفعہ والی سرگوشی میں مجھے فرمایا: ''جبریل مجھ سے ہر سال ایک دفعہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اور اس سال دو دفعہ کیا، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے، لہٰذا اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا، میں تیرے لیے بہترین پیش رو ہوں گا۔'' یہ بات سن کر مجھے رونا آ گیا، آپ دیکھ ہی رہی تھیں۔ جب آپ ﷺ نے میری بے چینی اور گھبراہٹ کو دیکھا تو فرمایا: ''فاطمہ! اگر تمھیں (جنت میں) مومنوں کی عورتوں یا اس امت کی عورتوں کی سرداری دی جائے تو راضی ہو جاؤ گی؟'' یہ سن کر میں ہنس پڑی، آپ دیکھ ہی رہی تھیں۔

تـخـريـــج: أخـرجه البخاري: ٦٢٨٦، ومسلم: ٧/ ١٤٢-١٤٤، والنسائي في "الكبرى": ٥/ ٩٦، وابن ماجه: ١٦٢١، والطحاوي في "مشكل الآثار": ٤٨-٤٩، وابن سعد: ٨/ ٢٦-٢٧، وأحمد: ٦/ ٢٨٢

## سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(٣٢٨٥)۔ عَنْ عُـرْوَةَ، عَنْ عَـائِشَةَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ: ((زَيْـنَبُ خَيْرُ وَفِيْ رِوَايَةٍ: اَفْضَلُ بَنَاتِيْ، اُصِيْبَتْ بِيْ۔)) فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَـلِـيَّ بْـنَ حُسَيْـنٍ فَـاَتَـاهُ، قَالَ: مَا حَـدِيْثٌ يَبْلُغُنِيْ عَنْكَ تَنْتَقِصُ فِيْهِ فَاطِمَةَ؟! فَقَالَ عُـرْوَةُ: مَـا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا، وَاَنِّـيْ اَنْتَـقِـصُ فَاطِمَةَ حَقًّا هُوَ لَهَا، وَاَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَكَ عَلَيَّ اَنْ لَّا اُحَدِّثَ بِهٖ اَبَدًا۔ (الصحيحة: ٣٠٧١)

عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''زینب میری افضل بیٹی ہے، اسے میری وجہ سے تکلیف پہنچی۔'' جب یہ حدیث علی بن حسین (بن فاطمہ) کو پہنچی تو وہ عروہ کے پاس آئے اور کہا: مجھے ایک حدیث موصول ہوئی ہے، اس میں (میری دادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص کی گئی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ عروہ نے کہا: میں نہیں چاہتا کہ مجھے اتنا کچھ (مال و دولت) مل جائے اور میں حضرت فاطمہ کے حق میں تنقیص کروں۔ آج کے بعد میرا تجھ سے معاہدہ ہے کہ میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا۔

تـخريـج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ١/ ٢٩٠/ ٤٨٦٣، والبزار: ٣/ ٢٤٢، والطبرانى ايضا فى "المعجم الكبير": ٢٢/ ٤٣١/ ١٠٥١ أتم منه

**شـرح**:...... اس حدیث سے سیدہ زینت کی افضلیت ثابت ہوتی ہے، (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ) اس سے آپ ﷺ کی کسی بیٹی کی تنقیص لازم نہیں آتی، جیسا کہ علی بن حسین کو وہم ہوا ہے۔

## سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(٣٢٨٦)۔ عَـنْ أَبِـيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: مَارَأَيْتُ حَسَنًا قَطُّ إِلَّا فَاضَتْ عَيْنَايَ دُمُوْعًا وَذٰلِكَ أَنَّ الـنَّبِيَّ ﷺ خَـرَجَ يَـوْمًـا فَـوَجَدَنِيْ فِيْ الْـمَسْـجِـدِ فَأَخَذَبِيَدِيْ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَـمَا كَلَّمَنِيْ حَتّٰى جِئْنَا سُوْقَ بَنِيْ قَيْنُقَاعٍ، فَـطَـافَ بِـهٖ وَنَـظَرَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَأَنَا مَعَهُ حَتّٰـى جِئْنَا الْمَسْجِدَ، فَجَلَسَ فَاحْتَبٰى ثُمَّ قَـالَ: ((أَيْـنَ لُكَاعُ؟ اُدْعُ لِيْ لُكَاعَ۔))فَجَاءَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے، میں مسجد میں تھا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، میں آپ کے ساتھ چل دیا، آپ نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی، حتی کہ ہم بنوقینقاع کے بازار پہنچ گئے، آپ نے وہاں چکر لگایا اور ادھر ادھر دیکھا، پھر واپس پلٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا، یہاں تک کہ ہم مسجد میں پہنچ گئے۔ آپ وہاں حبوہ باندھ کر بیٹھ گئے اور

حَسَنٌ يَشْتَدُّ فَوَقَعَ فِيْ حِجْرِهِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِيْ لِحْيَتِهِ، ثُمَّ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْتَحُ فَاهُ، فَيُدْخِلُ فَاهُ فِيْ فِيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُ فَأَحْبِبْهُ، وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ۔))
(الصحيحة: ٢٨٠٧)

فرمایا: ''چھوٹا بچہ کدھر ہے؟ چھوٹے کو ذرا بلا کر لاؤ۔'' سو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ دوڑتا ہوا آیا، آپ کی گودی میں گر پڑا اور اپنا ہاتھ آپ کی ڈاڑھی میں داخل کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے اپنا منہ کھول کر اس کے منہ کو اپنے منہ میں داخل کیا، پھر فرمایا: ''اے اللہ! میں اسے محبت کرتا ہوں، تو اس سے بھی اور اس سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔''

تخریج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ١١٨٣، وأحمد: ١/ ٥٣٢، وابنه عبدالله في "فضائل الصحابة": ٢/ ٧٨٨/ ١٤٠٧، والحاكم: ٣/ ١٧٨، والحديث اخرجه البخارى: ٥٨٨٤ مختصرا وكذ مسلم: ٧/ ١٣٠

**شرح**:...... اس میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت کا بیان ہے۔

(٣٢٨٧)۔ عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهِ وَيَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ۔))
(الصحيحة: ٢٧٨٩)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ان کے کندھے پر بیٹھے تھے، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔''

تخريج: أخرجه البخارى: ٣٧٤٩، ومسلم: ٧/ ١٣٠، وأحمد: ٤/ ٢٨٣۔٢٨٤، وكذا الطيالسى: ٧٣٢، والطبرانى فى "المعجم الكبير": ٢٥٨٢

(٣٢٨٨)۔ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ ﷺ كَانَ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّيْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا۔))
(الصحيحة: ٣٣٥٤)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر کہتے: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٣٧٣٥، ٣٧٤٧، وأحمد: ٥/ ٢١٠، وكذا ابن أبي شيبة في "المصنف": ١٢/ ٩٨/ ١٢٢٣٢، وابن سعد في "الطبقات": ٤/ ٦٢، والطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٣٩/ ٢٦٤٢

(٣٢٨٩)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی جنتی آدمی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے، وہ حسین بن علی کو دیکھ لے۔''

(الصحيحة:٤٠٠٣)

تخريج: أخرجه أبو يعلي في "مسنده": ٣/ ١٨٧٤، وعنه ابن حبان: ٢٢٣٧

(٣٢٩٠)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ، هٰذَا عَلٰى عَاتِقِهِ، وَهٰذَا عَلٰى عَاتِقِهِ، وَهُوَ يَلْثِمُ هٰذَا مَرَّةً، وَيَلْثِمُ هٰذَا مَرَّةً، حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْنَا، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّكَ تُحِبُّهُمَا۔ فَقَالَ: ((مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِي، وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ۔)) (الصحيحة:٢٨٩٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ آپ کے ساتھ حسن و حسین بھی تھے، ایک ایک کندھے پر تھا اور دوسرا دوسرے پر۔ آپ کبھی ایک کا بوسہ لیتے اور کبھی دوسرے کو چومتے، حتی کہ ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا: آپ ان سے محبت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

تخريج: أخرجه أحمد في المسند": ٢/ ٤٤٠، وفي "الفضائل": ٢/ ٧٧٧/ ١٣٧٦، ومن طريقه الحاكم :٣/ ١٦٦، والبزار :٣/ ٢٢٧/ ٢٦٢٧

(٣٢٩١)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی نَعَمٍ، أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ وَأَنَا جَالِسٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ يُصِيْبُ الثَّوْبَ؟ فَقَالَ لَهُ: مِمَّنْ أَنْتَ؟ قَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هَا أنْظُرُوْا إِلٰى هٰذَا يَسْأَلُ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ؟ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْيَا۔)) (الصحيحة: ٥٦٤)

عبدالرحمٰن بن ابو نعم کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کپڑے کے بارے میں دریافت کیا جس کو مچھر کا خون لگ جاتا ہے، میں بھی وہاں بیٹھا تھا۔ انھوں نے کہا: تو کہاں سے ہے؟ اس نے کہا: عراق سے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: دیکھو اس آدمی کو، یہ مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے؟ (یہ اتنے ظالم ہیں کہ) انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو شہید کر دیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تھا: ''بیشک حسن اور حسین میری دنیا کے خوشبودار پودے ہیں۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٧/ ٧٩، ١٠/ ٣٥٠۔ فتح، والترمذي: ٤/ ٣٦٩۔٣٧٠، وأحمد: ٢/ ٩٢، ١١٤

(٣٢٩٢)۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِيْ كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْاَسْوَدِ اِلٰی مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ حضرت مقدام بن معدی کرب اور حضرت عمرو بن اسود رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے پاس گئے، حضرت معاویہ نے حضرت مقدام سے کہا: کیا تم جانتے

لِلْمِقْدَامِ: اَعَلِمْتَ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: اَتَرَاهَا مُصِيْبَةً؟ فَقَالَ: وَلِمَ لَا اَرَاهَا مُصِيْبَةً، وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ حِجْرِهِ وَقَالَ: ((اَلْحَسَنُ مِنِّيْ، وَالْحُسَيْنُ مِنْ عَلِيٍّ۔)) (الصحیحة:٨١١)

ہو کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں؟ انھوں نے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کہا۔ حضرت معاویہ نے ان سے پوچھا: کیا تم اس خبر کو آزمائش سمجھتے ہو؟ انھوں نے کہا: میں اس واقعہ کو ابتلا و آزمائش کیوں نہ سمجھوں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: ''حسن مجھ سے ہے اور حسین، علی سے ہے۔''

تخریج: أخرجه أبوداود: ٢/ ١٨٦، وأحمد: ٤/ ١٣٢، والطبرانی فی"الکبیر": ٣/ ٣٤، وابن عساکر: ١/٢٥٨/٤

(٣٢٩٣)۔ قَالَ ﷺ: ((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَقُرَّةَ بْنِ اِيَاسٍ۔ (الصحیحة:٧٩٦)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔'' یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت برا بن عازب، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخریج:١۔أما حدیث أبی سعید؛ فأخرجه الترمذی: ٤/ ٣٣٩، والحاکم: ٣/ ١٦٦، و الطبرانی: ١/ ١٢٣/ ١، وأبونعیم فی"الحلیة": ٣/ ٣، ٦٢، ٦٤، ٨٠، ٨٢، وابن عساکر: ١٨/ ٤٧/ ١

٢۔وأماحدیث حذیفة؛ فأخرجه الترمذی: ٢/ ٣٠٧، وابن حبان: ٢٢٢٩، وأحمد: ٣٩١، والطبرانی: ١/ ١٢٣/ ١، والخطیب: ٦/ ٣٧٢، وابن عساکر فی"تاریخ دمشق": ٤/ ٢٥٥/ ٢

٣۔وأماحدیث علی؛ فأخرجه أبو نعیم: ٤/ ١٤٠، والخطیب: ١٢/ ٤، و الطبرانی: ١/ ١٢٢/ ٢، وابن عساکر: ٤/ ٢٥٦/ ١، و الخطیب: ١/ ١٤٠، وعنه ابن عساکر: ٤/ ٢٥٦/ ١، و ابن أبی شیبة: ١٢/ ١٢٢٢٨، و البزار: ٣/ ٢٣٤

٤۔وأماحدیث عمر بن الخطاب؛ فأخرجه الطبرانی: ١/ ١٢٢/ ٢، وأبو نعیم: ٤/ ١٣٩

٥۔وأماحدیث ابن مسعود؛ فأخرجه الحاکم: ٣/ ١٦٧، و أبونعیم: ٥/ ٥٨

٦۔وأماحدیث عبدالله ابن عمر: فأخرجه الحاکم: ٣/ ١٦٧، وابن عساکر: ٤/ ٢٥٦/ ١

٧۔وأما حديث البراء؛ فقال الهيثمي: ٩/ ١٨٤ "ورواه الطبراني واسناده حسن"

٨۔وأما حديث أبي هريرة؛ فأخرجه الطبراني: ١/ ١٢٣/ ١

٩۔وأما حديث جابر؛ فأخرجه البزار: ٣/ ٢٣٠/ ٢٦٣٦، والطبراني، وابن عساكر: ٤/ ٢٥٦/ ١

**شرح**:...... ''حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔'' اس منقبت کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں: (١) جولوگ نوجوانی میں اللہ کے راستے میں فوت ہو کر جنت میں داخل ہوں گے، حسن وحسین ان سب سے افضل ہوں گے۔ (٢) آپ ﷺ نے جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی، اس زمانے کے جنتی نوجوانوں کے یہ سردار ہوں گے۔ (٣) جولوگ جوانی میں فوت ہوں گے ان کے سردار سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ہوں گے۔ آخری معنی حدیث مبارکہ کے عام الفاظ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

(٣٢٩٤)۔ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: قَالَ ﷺ: ((حُسَيْنٌ مِنِّي، وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ۔)) (الصحيحة:١٢٢٧)

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالی اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے، حسین امتوں میں سے ایک امت ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "التاريخ" ٤/ ٢/ ٤١٥، والترمذي: ٣٧٧٧، وابن ماجه: ١٤٤، وابن حبان: ٢٢٤٠، والحاكم: ٣/ ١٧٧، وأحمد: ٤/ ١٧٢

**شرح**:...... یعنی خیر وبھلائی میں ایک امت کی مانند ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالی ان کی اولاد میں برکت ڈالے گا اور وہ ایک بڑی امت ہو جائے گی اور ایسے ہی ہوا، ہزارہا صحیح النسب سادات موجود ہیں، جن کا سلسلۂ نسب حسن یا حسین سے ملتا ہے۔

## سیدنا حسن وحسین اور ان کے والدین کی عظمت

(٣٢٩٥)۔ عَنْ اَبِي فَاخِتَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: زَارَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبَاتَ عِنْدَنَا، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ نَائِمَان، فَاسْتَسْقَى الْحَسَنُ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی قِرْبَةٍ لَّنَا، فَجَعَلَ يَعْصِرُهَا فِي الْقَدْحِ، ثُمَّ يَسْقِيْهٗ فَتَنَاوَلَهُ الْحُسَيْنُ لِيَشْرَبَ فَمَنَعَهٗ، وَبَدَاَ بِالْحَسَنِ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَاَنَّهٗ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ فَقَالَ: ((لَا، وَلٰكِنَّهٗ

ابو فاختہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ہاں ہی رات گزاری، حسن وحسین سو رہے تھے۔ (رات کو) حسن نے پانی مانگا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے مشکیزے کی طرف گئے، پیالے میں پانی نکالا، پھر اسے پلانے کے لیے لے آئے، (اب حسن کی بجائے وہ پیالہ) حسین نے پینے کے لیے پکڑنا چاہا، لیکن آپ نے اسے نہ پینے دیا، پھر حسن سے ابتدا کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایسے لگتا ہے

اسْتَسْقَى اَوَّلَ مَرَّةٍ۔)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنِّيْ، وَاِيَّاكَ، وَهٰذَيْنِ، وَهٰذَا الرَّاقِدَ۔يَعْنِيْ عَلِيًّا۔يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ۔)) يَعْنِيْ: فَاطِمَةَ وَوَلَدَيْهَا: الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ ۔رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ (الصحيحة:٣٣١٩)

کہ آپ کو حسن زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات نہیں ہے، (دراصل) حسن نے پانی پہلے مانگا تھا (اس لیے پہلے پینے کا حق بھی اسی کا ہے)۔'' پھر فرمایا: ''میں، تو، یہ دونوں اور یہ سونے والے (علی رضی اللہ عنہ) روزِ قیامت ایک مقام میں ہوں گے۔'' ان دونوں سے مراد حضرت فاطمہ کے بیٹے حسن اور حسین ہیں۔

تخريج: أخرجه الطيالسي في "مسنده": ٢٦/ ١٩٠، والطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٣١/ ٢٦٢٢، والبزار في "مسنده": ٣/ ٢٢٣/ ٢٦١٦، وأخرج أحمد: ١/ ١٠١ نحوه

## سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی
## سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی حیثیت

(٣٢٩٦)۔ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ: اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّي رَاَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ ۔قَالَ: ((وَمَا هُوَ؟)) قَالَتْ: اِنَّهُ شَدِيْدٌ۔قَالَ: ((وَمَاهُوَ؟)) قَالَ: رَاَيْتُ كَاَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِيْ ۔ قَالَ: ((رَاَيْتِيْ خَيْرًا، تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَاماً فَيَكُوْنُ فِي حِجْرِكَ۔)) فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ، فَكَانَ فِي حِجْرِي كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلْتُ يَوْمًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حِجْرِهِ، ثُمَّ حَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تُهْرِيْقَانِ مِنَ الدُّمُوْعِ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي مَالَكَ؟ فَقَالَ: ((اَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَاَخْبَرَنِي اَنَّ اُمَّتِي سَتَقْتُلُ اِبْنِيْ

سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے رات کو قبیح خواب دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: وہ بہت سخت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آخر وہ ہے کیا؟'' اس نے کہا: مجھے ایسے لگا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں پھینکا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے تو عمدہ خواب دیکھا ہے، (اس کی تعبیر یہ ہے کہ) ان شاء اللہ میری بیٹی فاطمہ کا بچہ پیدا ہو گا جو تیری گود میں ہو گا۔'' واقعی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچہ حسین پیدا ہوا جو میری گود میں تھا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور حسین کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو کیا ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بتلایا کہ میری امت میرے اس

هٰذَا۔)) فَقُلْتُ: هٰذَا؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ۔ وَآتَانِي بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ۔)) (الصحيحة:٨٢١)

بیٹے کو قتل کر دے گی۔'' میں نے کہا: یہ بیٹا (حسین)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، وہ میرے پاس اس علاقے کی سرخ مٹی بھی لائے۔''

تخریج:أخرجه الحاكم: ٣/ ١٧٦-١٧٧، وعنه البيهقي في "الدلائل": ٦/ ٤٦٩

(٣٢٩٧)۔ عَنْ عَائِشَةَ أَوْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَحَدِهِمَا: ((لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا، فَقَالَ لِي: إِنَّ ابْنَكَ هٰذَا: حُسَيْنٌ مَقْتُولٌ، وَإِنْ شِئْتَ أَرَيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِي يُقْتَلُ بِهَا۔)) قَالَ: فَأَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ۔ (الصحيحة:٨٢٢)

سیدہ عائشہ وسیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کو فرمایا: ''آج گھر میں میرے پاس ایسا فرشتہ آیا، جو پہلے کبھی نہیں آیا تھا، اس نے مجھے کہا: آپ کا یہ حسین بیٹا قتل ہو جائے گا، اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اس کے مَقتَل (جائے قتل) کی مٹی آپ کو دکھا دیتا ہوں۔ پھر اس نے سرخ مٹی نکال (کر مجھے دکھائی)۔''

تخریج:أخرجه الحاكم: ٣/ ١٧٦-١٧٧، وعنه البيهقي في "الدلائل": ٦/ ٤٦٩

(٣٢٩٨)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نَجِيٍّ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَارَ مَعَ عَلِيٍّ وَكَانَ صَاحِبَ مِطْهَرَتِهِ، فَلَمَّا حَاذٰى (نينوي) وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلٰى صِفِّينَ، فَنَادٰى عَلِيٌّ: اِصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ: اِصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ قُلْتُ: وَمَا ذَا؟ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَيْنَاهُ تَفِيضَانِ، قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَغْضَبَكَ أَحَدٌ؟ مَا شَأْنُ عَيْنَيْكَ تَفِيضَانِ؟ قَالَ: ((بَلْ قَامَ مِنْ عِنْدِي جِبْرِيلُ مِنْ قَبْلُ، فَحَدَّثَنِي أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ۔)) قَالَ: فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَى أَنْ أُشِمَّكَ مِنْ تُرْبَتِهِ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، فَمَدَّ يَدَهُ فَقَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ فَأَعْطَانِيهَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ أَنْ فَاضَتَا۔

عبداللہ بن نجی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ طہارت والے پانی کا برتن اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے، جب وہ صفین کی طرف جاتے ہوئے نینوی مقام تک پہنچے، تو حضرت علی نے آواز دی: ابوعبداللہ! ٹھہر جاؤ، دریائے فرات کے کنارے ٹھہر جاؤ۔ میں نے کہا: ادھر کیا ہے؟ انھوں نے کہا: میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، اس حال میں کہ آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کسی نے آپ کو غصہ دلایا ہے؟ آپ کی آنکھیں کیوں آنسو بہا رہی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کی آمد سے قبل جبریل امین میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں، انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ حسین کو دریائے فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے کہا: میں آپ کو اس کی مٹی کی خوشبو سونگھاؤں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پس اس نے اپنا ہاتھ لمبا کیا، مٹی کی مٹھی

(الصحيحة:١١٧١) بھری اور مجھے دے دی۔ میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا اور رونے لگ گیا۔‘‘

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٨٥

**شرح**:...... آجکل سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی نسبت سے جن امور کا ارتکاب کیا جا رہا ہے یا ان کو دین میں داخل کر دیا گیا ہے، ان احادیثِ مبارکہ سے ان کا ردّ ہوتا ہے، کیونکہ حضرت جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی ساری صورتحال واضح کر دی تھی، لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین میں کسی نئے حکم کا اضافہ نہ کیا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی میدانِ کربلا میں شہادت امت مسلمہ کے چہرے پر سیاہ دھبہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جبریل علیہ السلام کے تعاون سے پہلے ہی پیشین گوئی فرما دی تھی۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اِس قسم کی احادیث کربلا کے تقدس، اس زمین پر سجدہ کرنے اور اس کی مٹی کی بنائی گئی ٹکیہ پر پر سجدے کرنے کی فضیلت پر دلالت نہیں کرتیں، جیسا کہ شیعوں کا خیال ہے، اگر اس قسم کی ٹکی کی کوئی فضیلت ہوتی تو مسجد حرام اور مسجد نبوی کی مٹی سے بنائی جانی چاہیے تھی۔

اصل میں اس چیز کا تعلق شیعوں کی بدعت اور اہل بیت اور ان کے آثار کی تعظیم میں غلو سے ہے۔ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ اِن لوگوں کے ہاں عقل بھی مصادرِ شریعت میں سے ہے، اسی بنا پر وہ عقلی تحسین اور عقلی تقبیح کے قائل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ کربلا کی زمین پر سجدہ کرنے کی فضیلت ایسی روایات سے ثابت کرتے ہیں، جو عقلی تقاضوں کے مطابق بالکل باطل ہیں۔ سید عبد الرضا مرعشی شہرساتی نے اپنے رسالے (ص ١٥) میں ’’السجود علی التربۃ الحسینیۃ‘‘ کے عنوان میں لکھا:

’’کربلا کی مٹی کے شرف، تقدس اور وہاں مدفون ہستیوں کی طہارت کی وجہ اس پر سجدہ کرنا افضل ہے، عترتِ طاہرہ کے ائمہ علیہم السلام سے مروی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں، مثلا: اس (مٹی) پر کیے ہوئے سجدے ساتویں زمین تک نور پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ سجدے ساتوں پردوں کو چاک کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالی جس طرح اس مٹی پر سجدے کرنے والے کی نماز قبول کرتا ہے، اس طرح دوسروں کی نہیں کرتا۔ حسین کی قبر کی مٹی پر کیا گیا سجدہ زمینوں کو روشن کر دیتا ہے۔‘‘

میں (البانی) کہتا ہوں: ان روایات کا باطل ومردود ہونا ظاہر ہے، اہل بیت کے ائمہ رضی اللہ عنہم ایسی مرویات سے بری ہیں، ان کی سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے کہ محقق علم حدیث اور اصول حدیث کی روشنی میں ان کو پرکھ سکے، کوئی روایت مرسل ہے تو کوئی معضل۔

اسی شیعہ مصنف نے اپنی کتاب کے ورقوں کو کالا کرتے ہوئے مزید کہا: ’’حسینی مٹی کی فضیلت وتقدس پر دلالت کرنے والی روایات صرف ائمۂ اہلِ بیت سے مروی نہیں ہیں، بلکہ دوسرے اسلامی فرقوں کی بنیادی کتابوں میں بڑی

شہرت کے ساتھ ان کا تذکرہ ملتا ہے، ان کے علما اور رواۃ نے ان کو روایات کیا ہے، مثلاً امام سیوطی نے اپنی کتاب (الخصائص الکبریٰ) میں (بـاب اخبار النبی ﷺ بـقتل الحسین علیہ السلام) میں امام حاکم، امام بیہقی، امام ابونعیم اور امام طبری جیسے ثقات سے تقریباً بیس روایات بیان کی ہیں، اسی طرح امام ہیثمی کے (مجمع الزوائد: ۹/ ۱۹۱) میں بھی ان کا تذکرہ ملتا ہے۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: اے مسلمان! تجھے علم ہونا چاہیے کہ امام سیوطی اور امام ہیثمی نے ایک حدیث بھی ایسی ذکر نہیں کی، جو حسینی مٹی کی فضیلت و تقدس پر دلالت کرے، اہل السنہ کی روایت کردہ احادیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی تھی، جیسا کہ میں نے بھی اس صحیحہ میں چند روایات بیان کی ہیں۔

اس شیعے نے جن روایات کے بارے میں دعوی کیا ہے، کیا وہ سیوطی اور ہیثمی نے روایت کی ہیں؟

اے اللہ! ہرگز نہیں۔ در اصل یہ شیعہ اپنی ضلالت اور بدعت کی تائید میں رواں دواں تھا اور مکڑی کے جالے سے کمزور دلیل کا بھی سہارا لینے لگا۔

اس مرعشی شہرسانی شیعے نے اپنی کتاب کے قاریوں کو اتنا دھوکہ دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی جرأت بھی کرنے لگا، جیسا کہ وہ کہتا ہے:

''جس نے سب سے پہلی مٹی سے بنی ہوئی تختی پر سجدہ کیا، وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، یہ اس وقت کی بات ہے، جب ۳ ھ میں مسلمانوں اور قریشیوں میں احد والی جنگ لڑی گئی، جس میں رکنِ اسلام حمزہ بن عبدالمطلب کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ ہر محفلِ سوگ میں ان پر نوحہ کریں، پھر ان کی تکریم میں وسعت اختیار کی گئی اور لوگ ان کی قبر سے مٹی لے کر اس سے تبرک حاصل کرتے اور اس پر سجدہ کرتے اور اس سے سجدہ کی جگہیں بناتے، جیسا کہ (شیعوں کی کتاب) (الارض والتربة الحسينية) میں ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: قارئینِ کرام! سوچیں، اس آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کیسا جھوٹ منسوب کیا اور یہ دعوی کر دیا کہ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے سجدہ کرنے کے لیے ٹکی بنوائی تھی۔ پھر اس نے اپنے دعوی کی کوئی دلیل بھی پیش نہ کی۔ البتہ یہ جھوٹ پیش کیا کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرنے کا حکم دیا تھا، حالانکہ اس حکم کا مٹی والے مسئلہ سے کوئی ربط بھی نہیں ہے، جبکہ آپ ﷺ نے تو عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کی بیعت لی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدہ عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

پھر تیسرا جھوٹ یہ پیش کر دیا کہ صحابہ کرام تبرک کے لیے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے مٹی اٹھا لیتے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر واضح جھوٹ ہے۔ وہ اس قسم کی بت پرستی سے کوسوں دور تھے۔ پھر یہ بیچارہ اپنے جھوٹوں کو مسلمانوں کے کسی معروف مصدر کی طرف منسوب بھی نہ کر سکا۔ البتہ (الارض والتربة الحسينية) کا نام

پیش کر دیا، جو ایک شیعی کی کتاب ہے۔ (صحیحہ: ۱۱۷۱) اس کے بعد مزید بحث صحیحہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

## اہل بیت کی فضیلت

(۳۲۹۹)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَايُبْغِضُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ۔)) (الصحيحة: ٢٤٨٨)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو آدمی ہم اہل بیت سے بغض رکھے گا، اللہ تعالی اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ١٥٠، وروى ابن حبان: ٢٢٤٦ نحوه

## کتاب اللہ اور اہل بیت معیارِ حق ہیں

(۳۳۰۰)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ، وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((يَا أَيُّهَاالنَّاسُ! إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَاإِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا: كِتَابُ اللّٰهِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي۔)) (الصحيحة: ١٧٦١)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دورانِ حج عرفہ والے دن دیکھا، آپ ﷺ اپنے اونٹنی ''قصوا'' پر سوار ہو خطاب کر رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''لوگو! میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھامے رکھا تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے: (۱) اللہ تعالی کی کتاب اور (۲) اپنی نسل یعنی اہل بیت۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٣٠٨، والطبراني: ٢٦٨٠

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ذی وقار قارئین! معروف بات ہے کہ شیعہ لوگ اس حدیث سے حجت پکڑتے ہیں اور دوسروں کو یوں قائل کرتے ہیں کہ بعض اہل السنہ بھی اس رائے کے ہو کر رہ جاتے ہیں کہ وہ درست ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں ان سب کو وہم ہوا ہے، ہم اس کی دو پہلوؤں سے وضاحت کریں گے:

(اول) اس حدیث میں آپ ﷺ کے قول "وعِتْرتی" سے مراد آپ ﷺ کے اہل بیت ہیں، کیونکہ بعض طرق میں اس کی وضاحت موجود ہے، جیسا کہ اسی حدیث میں "وعِتْرتی اھل بیتی" کے الفاظ موجود ہیں اور اصل اہل بیت آپ ﷺ کی بیویاں ہیں، جن میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی موجود ہیں، جیسا کہ سورۂ احزاب میں ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (سورۂ احزاب: ۳۳) ...... ''اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔''

ہمارے دعوے کی تائید اس آیت کے سیاق وسباق سے ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًاوَ قَرْنَ

فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا۔﴾ (سورۂ احزاب: ۳۲، ۳۳، ۳۴) ...... ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔ اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو، اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں، ان کا ذکر کرتی رہو، یقیناً اللہ تعالی لطف کرنے والا خبردار ہے۔''

شیعہ لوگوں نے اس آیت میں مذکورہ اہل بیت سے مراد سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم لیے ہیں اور آپ کی بیویوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی خواہشات کے مطابق قرآن مجید میں تحریف کرتے ہیں۔ جس واقعہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا چار ہستیوں کو چادر میں اکٹھا کیا اور ان کو اہل بیت قرار دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کی دلالت میں توسیع کی گئی، جیسا کہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے وضاحت کی۔

یہی معاملہ ''وعِتْرَتِی'' والی حدیث کا ہے، کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں، جن میں امہات المومنین اور سیدنا علی اپنے اہل سمیت داخل ہیں۔

تورپشتی نے کہا: آدمی کی ''عترت'' سے مراد اس کے اہل بیت اور اور انتہائی قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اھل بیتی'' فرما کر وضاحت کی تو معلوم ہو گیا کہ آپ اپنی نسل، قریب تر رشتہ دار اور بیویاں مراد لینا چاہتے ہیں۔

**(دوم)** ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مراد امت کے وہ علما ہیں، جو نیک، صالح اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والے ہیں، جیسا کہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالی نے کہا: ''عترت'' سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، آپ کے دین کے پیروکار اور آپ کے حکم کی پابندی کرنے والے ہیں۔

شیخ ملا علی قاری نے بھی اسی قسم کا معنی بیان کیا ہے۔

پھر انھوں نے اس حدیث میں اہل بیت کو خاص کرنے کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

زیادہ تر یہ دیکھا گیا ہے کہ گھر کے سربراہ کو اور اس کے احوال کو زیادہ جاننے والے اس کے اہل بیت ہوتے ہیں، جن سے مراد وہ اہل علم ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار، حکم و حکمت اور طرز و طریقہ پر مطلع تھے۔ اس معنی میں ''اہل بیت'' قرآن مجید کے مقابلے میں ذکر کیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

(سورۂ جمعہ: ۲) ......''وہ رسول ان کو کتاب اور حکمت (یعنی احادیثِ رسول) کی تعلیم دیتا ہے۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: سورۂ احزاب کی آیاتِ تطہیر میں امہات المومنین سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ (سورۂ احزاب: ۳٤) ......''اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں، ان کا ذکر کرتی رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا خبر دار ہے۔''

یعنی اس آیت میں حکمت سے مراد احادیثِ رسول ہیں۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ ''اہل بیت'' سے مراد آپ ﷺ کی سنت کو تھامنے والے ہیں، حدیث میں یہی مقصود بالذات ہیں، اسی معنی میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ''ثقلین'' سے مراد قرآن مجید اور اہل بیت مراد ہیں۔ ابن اثیر نے (النھایۃ) میں کہا: آپ ﷺ نے اس کو ''ثقلین'' کہا، کیونکہ کتاب وسنت کو حرزِ جان بنانا اور ان پر عمل کرنا ثقیل اور مشکل کام ہے اور ہر خطرناک اور عمدہ چیز کو ''ثقل'' کہتے ہیں، آپ ﷺ نے ان دو کی قدر کو عظیم ثابت کرنے کے لیے ان کو ''ثقلین'' کہا۔

راقم الحروف کہتا ہے: امام البانی کی مراد درج ذیل حدیث ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ ...... وَاَهْلَ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ......۔)) (مسلم: ۲٤۰۸) ......''میں تم میں دو نفیس (اور بیش قیمت) چیزیں چھوڑنے والا ہوں: اللہ کی کتاب ......اور میرے اہل بیت، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، ......۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: اس باب کی حدیث میں قرآن مجید کے ساتھ اہل بیت کا ذکر کرنے کا وہی مفہوم ہے، جو سنتِ رسول کے ساتھ خلفائے راشدین کی سنت کا ہے۔

شیخ ملا علی قاری نے کہا: خلفائے راشدین کا تذکرہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کی سنت پر ہی عمل کیا، ان کی طرف اس کی اضافت یا تو ان کے عمل کی وجہ سے ہے یا اس بنا پر کہ وہ سنت کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں۔

سابقہ بحث سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مؤطا کی درج ذیل روایت کا قوی شاہد ہے:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا؛ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ))

......''میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑیں، اگر تم نے ان کو تھامے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول کی سنت۔'' یہ روایت مشکوۃ (۱۸٦) میں بھی ہے۔

جن لوگوں نے مؤطا کی روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے اوراق سیاہ کیے، ان بیچاروں کو اس شاہد کی اس صورت کا علم نہیں تھا۔ واللہ المستعان۔ (صحیحہ: ۱۷٦۱)

## سیدہ آسیہ اور سیدہ مریم علیہا السلام کی فضیلت

(۳۳۰۱)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ: ((سَيِّدَاتُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ بَعْدَ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ: فَاطِمَةُ، وَخَدِيْجَةُ، وَآسِيَةُ امْرَاةُ فِرْعَوْنَ۔)) (الصحيحة:١٤٢٤)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت مریم بنت عمران کے بعد جنتی عورتوں کی سردار یہ (تین عورتیں ہیں:) فاطمہ، خدیجہ اور فرعون کی بیوی آسیہ تھیں۔''

تخريج: رواه الطبراني: ٣/ ١٥٠/ ٢

## سیدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۳۳۰۲)۔ قَالَ ﷺ: ((رَاَيْتُ جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ مَلَكًا يَطِيْرُ فِي الْجَنَّةِ، مَعَ الْمَلَائِكَةِ بِجَنَاحَيْنِ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، وَاَبِيْ عَامِرٍ، وَالْبَرَاءِ۔ (الصحيحة:١٢٢٦)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جعفر بن ابو طالب کو بادشاہ کے روپ میں دیکھا، وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے سہارے اڑ رہا تھا۔'' یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت ابو عامر اور حضرت براء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج:(١)۔ أما حديث أبی هريرة؛ فأخرجه الترمذی: ٢/ ٣٠٥، وابويعلى: ٤/ ١٥٢٨، والحاكم: ٣/ ٢٠٩

(٢)۔ وأما حديث ابن عمر؛ فأخرجه البخاری: ٧/ ٦٢، والطبرانی: ١/ ١٥٠/ ٢

(٣)۔ وأما حديث ابن عباس؛ فأخرجه ابوبكر الشافعی فی "الفوائد": ١٣/ ١٩/ ١، وابن عدی: ١٥٠/ ٢، والحاكم: ٣/ ١٩٦، والطبرانی: ١/ ١٥٠/ ٢

(٤)۔ وأما حديث علی بن ابی طالب؛ فأخرجه ابن سعد: ٤/ ٣٩، والحاكم: ٣/ ٢١٢

(٥)۔ وأما حديث ابی عامر؛ فأخرجه ابن سعد: ٢/ ١٢٩

(٦)۔ وأما حديث البراء ابن عازب؛ فأخرجه الحاكم: ٣/ ٤٠

(۳۳۰۲م)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرٌ مِنَ الْحَبْشَةِ عَانَقَهُ النَّبِيُّ ﷺ۔ (الصحيحة:٢٦٥٧)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معانقہ کیا۔

تخريج: أخرجه أبو يعلى فی "مسنده": ٣/ ٣٩٨/ ١٨٧٦، والطحاوی فی "شرح المعانی": ٤/ ٢٨١

## صحابۂ کرام کی فضیلت

(٣٣٠٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ۔)) أَوْ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ۔)) (الصحيحة:٣١٩٨)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''بھلائی تو آخرت کی ہی بھلائی ہے۔'' یا یوں فرمایا: ''اے اللہ! بھلائی نہیں ہے مگر آخرت کی بھلائی پس تو انصاریوں اور مہاجروں کو بخش دے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ١٦٩، وأخرجه البخاري: ٣٧٩٥، ٣٧٩٦، ومسلم: ٥/ ١٨٨ وغيرهما

(٣٣٠٤)۔ قَالَ: ((إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوْا وَإِذَا ذُكِرَ النُّجُوْمُ، فَأَمْسِكُوْا، وَإِذَا ذُكِرَ الْقَدَرُ فَأَمْسِكُوْا۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَثَوْبَانَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَطَاؤُسٍ، مُرْسَلاً۔ (الصحيحة: ٣٤)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب میرے صحابہ کا تذکرہ ہونے لگے تو خاموش رہنا، جب ستاروں کا ذکر ہونے لگے تو خاموش رہنا اور جب تقدیر کے مسئلے کا ذکر ہونے لگے تو خاموش رہنا۔'' یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ثوبان، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور طاووس سے مرسلاً روایت کی گئی ہے۔

تخريج: كلها ضعيفة الاسانيد ولكن بعضها يشد بعضا۔

١۔أماحديث ابن مسعود؛ فأخرجه الطبراني في "الكبير" ٢/ ٧٨/ ٢، وأبونعيم في "الحلية": ٤/ ١٠٨

٢۔أما حديث ثوبان؛فأخرجه أبوطاهر الزيادي في "ثلاثة مجالس من الأمالي": ١٩١/ ٢، والطبراني في "الكبير" ١/ ٧١/ ٢

٣۔وأماحديث ابن عمر؛ فأخرجه ابن عدي: ٢٩٥/ ١، وعنه السهمي في "تاريخ جرجان": ٣١٥

٤۔ثم وجدت للحديث شاهدامرسلا عن طاؤوس أخرجه عبدالرزاق في "الأمالي": ٢/ ٣٩/ ١

**شرح**:...... معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے معائب ونقائص کونظر انداز کر دینا چاہیے، صحابہ سے ہونے والی خطا کے بارے میں ہمارا نظریہ کیا ہونا چاہیے؟ اس موضوع پر "اَلْفِتَنُ وَ اَشْرَاطُ السَّاعَةِ وَالْبَعْثُ" میں ''حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے'' اور ''مشاجرات صحابہ کے بارے میں متاخرین کو کیا کہنا چاہیے؟'' کے عنوانوں میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ امید یہی ہے کہ ان کے نیکیوں کے سمندر ان کی بشری لغزشوں کے قطروں کے اثرات کو زائل کر دیں گے۔

نہ علم نجوم میں دلچسپی لینی چاہیے اور نہ تقدیر کے بارے میں زیادہ غور وخوض کرنا چاہیے۔ ان دونوں موضوعات پر "الْاِيْمَانُ وَالتَّوْحِيْدُ وَالدِّيْنُ وَالْقَدْرُ" میں تفصیلی بحثیں موجود ہیں۔

(٣٣٠٥)۔ عَنْ بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ:

بکر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول تربوز (یا خربوزے)

كَانَ اَصْحَابُهُ ﷺ يَتَبَادَحُوْنَ بِالْبِطِّيْخِ ، فَاِذَا كَانَتِ الْحَقَائِقُ ، كَانُوْا هُمُ الرِّجَالَ۔)) (الصحیحۃ:٤٣٥)

کے چھلکے (یا ان دونوں کی بیلیں) ایک دوسرے کو مار کر مزاح کرتے تھے، لیکن جب حقیقت میں (دشمنوں سے گھمسان کے رن) پڑتے تو وہ سخت جنگجو ثابت ہوتے۔

تخریج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٢٦٦

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں اور خلافتِ راشدہ میں ہونے والی جنگوں میں صحابہ کرام نے بہادری و دلیری کے وہ ثبوت فراہم کیے کہ مخالفین انگشتِ بدنداں ہو کر رہ گئے۔

## صحابہ کو برا بھلا کہنے والا ملعون ہے

(٣٣٠٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔)) (الصحیحۃ:٢٣٤٠)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں، اس پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی۔''

تخریج: رواہ الطبرانی:٣/ ١٧٤/ ١

**شرح**:...... کیا کوئی عبرت حاصل کرنے والا ہے؟

## آپ ﷺ کی صحبت کی فضیلت

(٣٣٠٧)۔ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ يُقَلِّبُ ظَهْرَهُ لِبَطْنِهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ؟ فَقَالُوْا: صَائِمٌ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، فَدَعَاهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُفْطِرَ فَقَالَ: ((أَمَا يَكْفِيْكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تَصُوْمَ۔)) (الصحیحۃ: ٢٥٩٥)

ابو زبیر، حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں پوچھا؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ روزے دار ہے۔ آپ نے اسے بلایا اور روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''کیا تجھے یہ (نیک عمل) کافی نہیں ہے کہ تو رسول اللہ کی صحبت میں اللہ تعالی کے راستے میں ہے کہ تو نے روزہ رکھنا بھی شروع کر دیا۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣٢٧، وله طرق اخرى عن جابر بنحوه في "الصحيحين" وغيرهما

**شرح**:...... اس میں جہادی سفر اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی فضیلت کا بیان ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیثِ مبارکہ میں بڑی واضح دلالت موجود ہے اس وقت سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہو گا، جب مسافر کو اس کی وجہ سے تکلیف ہو گی، اسی پر آپ ﷺ کی درج ذیل دو احادیث پر محمول کیا جائے گا: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ اَلصِّيَامُ فِي السَّفَرِ۔)) ...... ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔''

اور آپ ﷺ نے سفر میں روزہ نہ توڑنے والوں کے بارے میں کہا تھا: ((أُوْلٰئِكَ الْعُصَاةُ۔)) ...... ''یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

جس آدمی کو دورانِ سفر روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف نہ ہو رہی ہو تو اسے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے، یہ اس باب کی مختلف احادیث کا خلاصہ اور جمع و تطبیق ہے۔ (صحیحہ: ۲۵۹۵) اس موضوع پر مفصل بحثیں ''الصیام والقیام'' میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

## صحابہ کی مخصوص اعلی صفات

(۳۳۰۸)۔ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُوْبَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِيْ أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْرَءُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيْنًا، وَإِنَّ أَمِيْنَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔)) (الصحيحة: ۱۲۲٤)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکر، اللہ تعالی کے احکام کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر، سب سے زیادہ حیا کرنے والے عثمان، اللہ تعالی کی کتاب کو سب سے زیادہ پڑھنے والے ابی بن کعب، فرائض (یا علمِ میراث) کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت اور حلال و حرام کی سب سے زیادہ پہچان رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ۲/ ۳۰۹، وابن ماجه: ۱٥٤، وابن حبان: ۲۲۱۸، ۲۲۱۹، والحاكم: ۳/ ٤۲۲، واحمد ۳/ ۱۸٤، واحمد: ۳/ ۲۸۰، والجملة الاخيرة رواها البخاري: ۷/ ۷۳، ومسلم: ۷/ ۱۲۹

**شرح**:...... اس میں سات صحابہ کرام کی اعلی صفات بیان کی گئیں ہیں۔

(۳۳۰۹)۔ قَالَ ﷺ: ((اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنَ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔

(الصحيحة: ۱۲۳۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا، عمار کی سیرت اختیار کرنا اور ابن مسعود کے عہد کو تھام لینا۔'' یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج: ۱۔ أما حديث ابن مسعود: فأخرجه الترمذي: ۲/ ۳۱۱، والحاكم: ۳/ ۷۵

٢۔ وأما حديث حذيفة: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٩٠، والطحاوي في "المشكل" ٢/ ٨٣۔ ٨٤، وأحمد:٥/ ٣٨٥، ٤٠٢، والحميدي في "مسنده" ١/ ٢١٤/ ٢٤٩، وابن سعد: ٢/ ٣٣٤، و ابن أبي عاصم في "السنة" ١٠٤٨ و ١٠٤٩۔ بتحقيقي، وأبو نعيم في "الحلية" ٩/ ١٠٩، و الخطيب: ١٢/ ٢٠، والحاكم: ٣/ ٧٥، وابن عساكر: ٩/ ٣٢٣/ ١ و ١٢/ ٣١/ ١ مختصرا و مطولا، وبعضهم ذكر المولى، وبعضهم لم يذكره، وهو الذي رجحه الحاكم خلافا لأبي حاتم في: العلل" ٢/ ٣٨١

٣۔ وأما حديث أنس بن مالك: فأخرجه ابن عدي: ٧٥/ ١

٤۔ وأما حديث ابن عمر: فأخرجه ابن عساكر: ٩/ ٣٢٣/ ٢

**شــــرح** :...... دوسری احادیث کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی اطاعت کی جائے گی، جب تک اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو۔

## مخصوص قبائل کی اعلی صفات

(٣٣١٠)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((اَلْمُلْكُ فِي قُرَيْشٍ، وَالْقَضَاءُ فِي الْاَنْصَارِ، وَالْاَذَانُ فِي الْحَبْشَةِ، وَالشِّرْعَةُ فِي الْيَمَنِ، وَالْاَمَانَةُ فِي الْاَزْدِ۔)) (الصحيحة:١٠٨٤)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بادشاہت قریشیوں میں، قضا انصاریوں میں، اذان حبشیوں میں، راہِ مستقیم یمنیوں میں اور امانت ازدیوں میں ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٦٤، وأخرجه الترمذى: ٢/ ٣٢٩ دون قوله: ((والشرعة فى اليمن۔))

**شرح** :...... اس حدیث مبارکہ میں مذکورہ قبائل کی اعلی صفات کا ذکر کیا گا ہے۔

## آپ ﷺ کے بعد صحابہ کا زمانہ سب سے بہترین تھا

(٣٣١١)۔ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَوْلَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا اَنَا اَسِيْرُ بِالْاَهْوَازِ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ يَسِيْرُ بَيْنَ يَدَيَّ عَلٰى بَغْلٍ اَوْبَغْلَةٍ، فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ ذَهَبَ قَرْنِي مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، فَاَلْحِقْنِي بِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاَنَا فَادْخُلُ فِي دَعْوَتِكَ، قَالَ: وَصَاحِبِي هٰذَا اِنْ اَرَادَ ذٰلِكَ ۔ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَيْرُ اُمَّتِي قَرْنِي مِنْهُمْ، ثُمَّ

ابونضرہ، عبد اللہ بن مولہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں اہواز میں چل رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی میرے آگے آگے خچر پر سوار ہو کر یوں کہتے ہوئے جا رہا تھا: اے اللہ! اس امت میں سے میرا زمانہ ختم ہو گیا ہے، اب تو مجھے اُن (فوت شدگان سلف) کے ساتھ ملا دے۔ میں نے پیچھے سے کہا: اور میں بھی (یعنی مجھے اپنی دعا میں شامل کرو)، تا کہ (میں بھی) تیری دعا میں شریک ہوسکوں۔ اس نے کہا: اور میرا یہ ساتھی بھی، اگر اس کا ارادہ ہے تو۔ پھر اس نے

الَّـذِيْـنَ يَلُوْنَهُـمْ۔وَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ الثَّالِثَ اَمْ لَا۔ثُـمَّ تَخَلَّفَ اَقْوَامٌ يَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ، يُهْـرِيْـقُوْنَ الشَّهَادَةَ وَلَا يُسْاَلُوْنَهَا۔)) قَالَ: وَاِذَا هُوَ بُرَيْدَةُ الْاَسْلَمِيُّ۔

(الصحيحة:١٨٤١)

کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں (میرے ہم عصر) ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے یہ الفاظ تیسری دفعہ فرمائے یا نہیں۔ پھر ایسے نااہل لوگ پیدا ہوں گے کہ جن میں (دنیوی لذتوں میں رغبت کی وجہ سے) موٹاپا ظاہر ہوگا (یعنی وہ قسما قسم کے کھانے کھانا پسند کریں گے) اور وہ مطالبے سے پہلے (جھوٹی) شہادتیں دینے میں جلد بازی سے کام لیں گے۔'' خچر پر سوار آدمی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٥٠

(٣٣١٢)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((خَيْرُ اُمَّتِيَ الْـقَـرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَـلُـوْنَهُـمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَذَكَـرَ الثَّالِثَ اَمْ لَا۔ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ السِّمَانَةَ، يَشْهَدُوْنَ قَبْلَ اَنْ يُسْتَشْهَدُوْا۔))

(الصحيحة:١٨٣٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جن میں مجھے بھیجا گیا، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین)، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تبع تابعین)۔ اللہ تعالی بہتر جانتا ہے کہ آپ ﷺ نے تیسری بار کا ذکر کیا تھا یا نہیں۔ پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو موٹاپے کو پسند کریں گے اور وہ شہادت دیں گے، حالانکہ ان سے شہادت دینے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٨٤، والطيالسي: صـ ٣٣٢ رقم ٢٥٥٠، وأحمد: ٢/ ٢٢٨، ٤١٠، ٤٧٩

(٣٣١٣)۔ عَـنْ عِـمْـرَانَ بْـنِ حُـصَـيْـنٍ مَـرْفُـوْعًا:(( خَيْرُ اُمَّتِيْ الْقَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَذَكَرَ الثَّالِثَ اَمْ لَا۔ ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يُـوْفُـوْنَ وَيَـخُـوْنُـوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَفْشُوْ فِيْهِمُ السِّمَنُ۔))

(الصحيحة: ١٨٤٠)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جن میں مجھے مبعوث کیا گیا، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔ اللہ تعالی بہتر جانتا ہے کہ تیسری دفعہ کا ذکر کیا تھا یا نہیں۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی، وہ نذریں مانیں گے لیکن ان کو پورا نہیں کریں گے، وہ خیانت کریں گے اور امانت دار نہیں ہوں گے اور ان میں (دنیوی لذتوں میں رغبت کی وجہ سے) موٹاپا عام ہوگا۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ۷/ ۱۸٦، وأبوداود: ۲/ ۲٦٥، والطیالسي: صـ ۱۱٤ ورقم ۸۵۲، وأحمد: ٤/ ٤۲٦، ٤٤۰، والترمذی: ۲/ ۳۵، وله طرق اخری، فاخرجه البخاری: ۷/ ٤ـ٦، ۵/ ۱۹۷، وغیره

(۳۳۱٤)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِي الَّذِيْ اَنَا مِنْهُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ یَنْشَأُ اَقْوَامٌ یَفْشُوْا فِیْهِمُ السِّمَنُ، یَشْهَدُوْنَ وَلَا یُسْتَشْهَدُوْنَ وَلَهُمْ لَغَطٌ فِيْ اَسْوَاقِهِمْ۔)) (الصحیحة: ۳٤۳۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''میرے ہم عصر لوگ سب سے بہترین ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ایسی اقوام منظرِ عام پر آئیں گی جن میں (دنیوی لذتوں میں رغبت کی وجہ سے) موٹاپا عام ہوگا، وہ گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور وہ بازاروں میں شور وغل کریں گے۔''

تخریج: أخرجه البزار في"البحر الزخار": ۱/ ۳۷۰/ ۲٤۸، و الطیالسي في"مسنده": صـ٦/ ۳۲، وعند ابن ماجه طرف منه

(۳۳۱۵)۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ مَرْفُوْعًا: ((خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ یَجِيْءُ قَوْمٌ یَتَسَمَّنُوْنَ: یُحِبُّوْنَ السِّمَنَ، یَنْطِقُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ اَنْ یُّسْاَلُوْهَا۔)) (الصحیحة: ٦۹۹)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔ ان کے بعد ایسے موٹے موٹے لوگ پیدا ہوں گے، جو موٹاپے کو پسند کریں گے، وہ شہادتیں دیں گے حالانکہ ان سے ان کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔''

تخریج: أخرجه الترمذی: ۲/ ۳۵و٤۹، وابن حبان: ۲۲۸۵، والحاکم: ۳/ ٤۷۱، وأحمد: ٤/ ٤۲٦

(۳۳۱٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: ((خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ یَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ یَمِیْنَهٗ، وَیَمِیْنُهٗ شَهَادَتَهٗ۔)) (الصحیحة: ۷۰۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی شہادتیں ان کی قسموں سے اور ان کی قسمیں ان کی شہادتوں سے سبقت لے جائیں گی۔''

تخریج: أخرجه البخاری: ۵/ ۱۹۹و۷/ ٦و۱۱/ ٤٦۰، ومسلم: ۷/ ۱۸٤، وابن ماجه: ۲/ ٦۳، وابن حبان: ۹/ ۱۷۷/ ۷۱۸۳، والطیالسی: صـ۳۹/ ۲۹۹وأحمد: ۱/ ۳۷۸، ٤۱۷، ٤۳٤، ٤۳۸، ٤٤۲،

والخطیب فی"تاریخہ": ۱۲/ ۵۳

**شرح**:...... صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار وازمنہ میں خیر و بھلائی اور ایمان وایقان کا غلبہ تھا۔ علما، فقہا، صلحا اور مصلحین بکثرت پائے جاتے تھے۔

ان بہترین زمانوں کے گزر جانے کے بعد کیا ہوا، بدعتیں منظرِ عام پر آ گئیں، معتزلیوں نے چرب لسانیاں شروع کر دیں، فلسفیوں کی گردنیں بھی بلند ہونے لگیں، اہل علم کو آزمائش کی بھٹیوں میں جھونک دیا گیا اور احوال متغیّر ہو گئے۔

''قرن'' (زمانے) سے کیا مراد یا کتنا عرصہ ہے؟ ملا علی قاری نے کہا: اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، مثلا: چالیس سال، اسی سال، سو سال یا مطلق کچھ زمانہ۔ سیوطی نے کہا: صحیح بات تو یہ ہے کہ اس کو معین مدت کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا، آپ ﷺ اور صحابہ کا زمانہ بعثت سے آخری صحابی فوت ہونے تک، یعنی ایک سو بیس سال تک جاری رہا، تابعین کا زمانہ سو (۱۰۰) سن ہجری سے (۱۷۰) سن ہجری تک جاری رہا اور تبع تابعین کا دور اس وقت سے (۲۲۰ء) تک جاری رہا۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۰/ ۳۶۰)

موٹاپا پسند کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ ماکولات ومشروبات پر زیادہ توجہ دھریں گے، جو موٹاپے کا سبب بنتے ہیں۔

## مہاجرین کی فضیلت

(۳۳۱۷)۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِلْمُهَاجِرِيْنَ مَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، قَدْ اَمِنُوْا مِنَ الْفَزَعِ۔)) (الصحيحة:٣٥٨٤)

عبدالرحمٰن اپنے باپ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہاجرین کے لیے قیامت والے دن سونے کے منبر ہوں گے، وہ ان پر بیٹھیں گے اور ہر قسم کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ١٥٨٢ ۔ من طريق أبراهيم بن حمزة الزبيري۔، والبزار: ٢/ ٣٠٦/ ١٧٥٣۔ عن سفيان بن حمزة۔، والحاكم: ٤/ ٧٦

(۳۳۱۸)۔ عَنْ جَرِيْرٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلْمُهَاجِرُوْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، وَالطُّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ ، وَالْعُتَقَاءُ مِنْ ثَقِيْفٍ ، بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ۔)) (الصحيحة:١٠٣٦)

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہاجرین دنیا و آخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور قریش کے طُلَقا اور ثقیف کے عُتَقا بھی دنیا و آخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔''

تخريج: رواه الطبراني في"الكبير" ١/ ٢/٢٣٢ ، وابويعلى: ٢٤١/ ٢ ، وابن حبان: ٢٢٨٧ ، وابن عدى: ١٥٨/ ١

**شرح** :...... فتح مکہ کے موقع پر قریش میں سے جن لوگوں کو چھوڑ دیا گیا اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا، ان کو "طُلَقا" کہتے ہیں اور ثقیف کے جن لوگوں کا آزاد کر دیا گیا، ان کو "عُتَقا" کہتے ہیں، دونوں الفاظ کے معانی "آزاد کیے گئے" کے ہیں۔ چونکہ قریش کی شرافت وعظمت ثقیف سے بڑھ کر تھی، اس لیے ان کو "طُلَقا" کا لقب دیا گیا، جو معنوی اعتبار سے "عُتَقا" سے بڑھ کر ہے۔

اس حدیث میں مذکورہ تین لوگوں کی فضیلت وعظمت بیان کی گئی ہے کہ دنیا وآخرت میں ان کی دوستی برقرار رہے گی، حالانکہ قیامت والے دن جگری یار بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔

(٣٣١٩)۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: كُنْتُ فِيْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا مِنَّا إِنْسَانٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ تَامٌّ، وَأَخَذَ الْعَرَقُ فِيْ جُلُوْدِنَا طُرُقًا مِنَ الْغُبَارِ وَالْوَسَخِ، إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لِيُبَشَّرْ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ۔)) إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ شَارَةٌ حَسَنَةٌ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ لَايَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ إِلَّا كَلَّفَتْهُ نَفْسُهُ أَنْ يَأْتِيَ بِكَلَامٍ يَعْلُو كَلَامَ النَّبِيِّ ﷺ۔ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ هٰذَا وَضَرْبَهُ يَلْوُوْنَ أَلْسِنَتَهُمْ لِلنَّاسِ لَيَّ الْبَقَرَةِ لِسَانَهَا بِالْمَرْعٰى كَذٰلِكَ يَلْوِي اللّٰهُ أَلْسِنَتَهُمْ وَوُجُوْهَهُمْ فِي النَّارِ۔)) (الصحيحة:٣٤٢٦)

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں اصحاب صفہ میں سے تھا، میں نے یہ دیکھا کہ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم میں سے کسی شخص کے پاس مکمل لباس نہیں تھا اور گرد و غبار اور میل کچیل کی وجہ سے پسینے سے ہمارے جسم پر لکیریں پڑ جاتی تھیں۔ (ایک دن) اچانک رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "فقرا مہاجرین کے لیے خوشخبری ہو۔" ہمارے پاس اچانک ایک اچھے لباس والا آدمی آیا، نبی کریم ﷺ جو بھی کلام ارشاد فرماتے، وہ تکلف کے ساتھ آپ کی کلام سے افضل کلام کرتا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ اس کو اور اس جیسے شخص کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ چراگاہ میں (چرنے والی) گائیوں کی طرح اپنی زبانوں کو لوگوں کے لیے مروڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان کے چہروں اور زبانوں کو آگ میں مروڑے گا۔"

تخريج: أخرجه الطبراني في"المعجم الكبير": ٢٢/ ٧٠/ ١٧٠، وروى منه ابو نعيم فى "حلية الاولياء": ٢/ ٢١ الطرف الاول الى جملة البشارة، والبيهقى فى "شعب الايمان": ٤/ ٢٥١/ ٤٩٧٣ ما بعدها

**شرح** :...... اس حدیث میں غیر ضروری، غیر محتاط اور تصنّع وتکلف سے گفتگو کرنے اور اس کے ذریعے دوسروں پر برتری جتانے سے اجتناب کرنے کی تاکید کی گئی ہے، گویا کہ کم بولنا اور سادگی سے کلام کرنا پسندیدہ ہے اور اس کے برعکس زیادہ بولنا اور وہ بھی دوسروں پر ہیکڑی جمانے کے لیے گفتگو میں تیزی وطراری دکھانا اور خواہ مخواہ کی بناوٹ اختیار کرنا سخت ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ

وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ۔)) (ترمذی) ......''اور قیامت کے روز تم میں سے مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ ہوں گے جو بہت باتونی، تصنع سے باتیں کرنے والے اور تکبر سے باچھیں کھول کھول کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔''

(۳۳۲۰)۔ عَنْ ثَوْبَانَ مَرْفُوْعًا: ((حَوْضِي مَابَيْنَ عَدَنَ إِلٰى عُمَّانَ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًامِنَ الثَّلْجِ، وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ، وَأَكْثَرُ النَّاسِ وُرُودًا عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ، الشُّعْثُ رُؤُوْسًا، الدُّنْسُ ثِيَابًا، الَّذِيْنَ لَا يُنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ، وَلَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السُّدَدِ، الَّذِي يُعْطُوْنَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ، وَلَا يُعْطَوْنَ الَّذِيَّ لَهُمْ۔)) (الصحيحة:۱۰۸۲)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے حوض (کی وسعت) عدن سے عمان تک ہے، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، وہاں آنے والوں میں اکثریت فقرا مہاجرین کی ہو گی، جو اب پراگندہ بالوں والے اور میلے کپڑے والے ہیں، وہ آسودہ حال عورتوں سے شادی نہیں کرتے، بند دروازے ان کے لیے نہیں کھولے جاتے اور وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں، لیکن ان کے حقوق پورے نہیں کئے جاتے۔''

تخريج: رواه الطبراني: ۱/ ۱۴۷/ ۱۔۲، ۱۴۸/ ۱، والحديث اخرجه احمد، والترمذي، وابن ماجه والحاكم لكن فيه انقطاع

(۳۳۲۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتَعْلَمُ أَوَّلَ زُمْرَةٍتَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي؟)) قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ۔ فَقَالَ: ((الْمُهَاجِرُوْنَ، يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِإِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ وَيَسْتَفْتِحُوْنَ فَيَقُوْلُ لَهُمُ الْخَزَنَةُ: أَوَقَدْ حُوْسِبْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: بِأَيِّ شَيْءٍ نُحَاسَبُ؟ وَإِنَّمَا كَانَتْ أَسْيَافُنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى مِتْنَا عَلٰى ذٰلِكَ۔ قَالَ: فَيُفْتَحُ لَهُمْ، فَيَقِيْلُوْنَ فِيْهِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهَا النَّاسُ۔)) (الصحيحة: ۸۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا آپ کو میری امت کی اس جماعت کے بارے میں علم ہے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گی؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ جماعت مہاجرین کی ہے۔ وہ روزِ قیامت جنت کے دروازے پر آ کر دروازے کھولنے کا مطالبہ کریں گے۔ دربان ان سے پوچھے گا: آیا تمھارا حساب و کتاب ہو چکا ہے؟ وہ کہیں گے: کس موضوع پر ہم سے حساب کتاب لیا جائے؟ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرتے دم تک ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر رہیں۔ سو وہ ان کے لیے دروازہ کھول دے گا اور وہ (داخل ہو کر) عام لوگوں کے داخلے سے پہلے چالیس سال کا قیلولہ بھی کر چکے ہوں گے۔''

تخریج:أخرجه الحاکم:۲/ ۷۰، ومن طریقه البیهقی فی"الشعب": ٤/ ۲۸/ ٤٢٦٠

**شرح** :...... مہاجرین وہ لوگ تھے جنھوں نے دین کی خاطر، اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر، مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔ ان نفوسِ قدسیہ نے کون کون سی قربانیاں پیش کیں، کس انداز میں شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے دل گردے کا خون پیش کیا؟ ہم اس دور میں صرف ان کی سوانح عمریوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں، حقیقت تک رسائی حاصل کرنا ناممکن ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی انصار صحابہ سے محبت

(۳۳۲۲)۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحَيِّ بَنِي النَّجَّارِ، وَإِذَا جَوَارٍ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِ يَقُلْنَ:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارِ

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّ قَلْبِي يُحِبُّكُنَّ۔)) (الصحيحة:٣١٥٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنونجار کے قبیلہ سے گزرے اور بچیاں دف بجانے کے ساتھ ساتھ یہ گا رہی تھیں:

ہم بنونجار کی بچیاں ہیں۔

واہ! واہ! محمد ﷺ کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرا دل تم سے محبت کرتا ہے۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في"المعجم الصغير": صـ ١٥۔ هندية ، ٢٥۔ الروض النضير ، والبيهقي في "دلائل النبوة": ٢/ ٥٠٨ ، وابو يعلى فى "مسنده": ٦/ ١٣٤/ ٣٤٠٩ ، وابن عدى فى "الكامل": ٣/ ١٥٩

**شرح** :...... نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی سرزمین میں دینِ الٰہی کی تبلیغ شروع کی، توحید وسنت کی دعوت جاری رکھی، لیکن لوگ نہ صرف شرک و بدعت پر ڈٹے رہے، بلکہ آپ ﷺ کا قلعہ قمع کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا۔ ایک انصاری صحابی سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (خلاصہ یہ ہے): اللہ کے رسول ﷺ مکہ میں تقریباً دس سال مقیم رہے، لوگوں کے پیچھے ان کے گھروں، ڈیروں اور عکاظ و مجنہ کی مارکیٹوں میں جا کر نوائے حق بلند کرتے رہے، حج کے موقع پر آپ ﷺ منٰی کے مقام پر لوگوں سے کہتے: ((مَنْ يُّؤْوِيْنِيْ؟ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ؟ حَتّٰى أُبَلِّغَ رِسَالَاتِ رَبِّيْ وَلَهُ الْجَنَّةَ۔)) ......''کوئی ہے جو مجھے پناہ مہیا کرے؟ کوئی ہے جو میری مدد کرے؟ تاکہ میں اپنے ربّ کا پیغام پہنچا سکوں، (جو ایسا کرے گا) اسے جنت ملے گی۔''

یہ سلسلہ جاری رہا، حتی کہ ہم انصاری لوگ یثرب (یعنی مدینہ) سے اٹھ کھڑے ہوئے، ہم نے آپ ﷺ کو ٹھکانا مہیا کیا اور آپ کی سچائی کا اعلان کیا۔ ہم اکا دکا کر کے آپ ﷺ کے پاس پہنچتے، قرآن سنتے اور گھر واپس پلٹ کر یہ پیغام اپنے گھر والوں تک پہنچاتے۔ بالآخر ہم نے مشورہ کیا کہ کب تک یہی سلسلہ جاری رہے گا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے پہاڑوں میں مارے مارے ٹھوکریں کھاتے رہیں اور شرک پرستوں سے ڈرتے رہیں، چنانچہ سوچے سمجھے منصوبے

کے مطابق حج کے موقع پر ہم ستر انصاری حج عقبہ (گھاٹی) میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور آپ کی بیعت کی اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ (مسند احمد)

یہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جو اسلام، بانیٔ اسلام اور اہل اسلام کا سہارا بنے اور سارے عرب سے اعلانِ جنگ کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ جاں نثاروں سمیت ہجرت کی گھاٹیاں طے کر کے مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو انصار صحابہ نے تائید ونصرت، محبت والفت، اخوت و بھائی چارہ اور برادری و بھائی بندی کی جو مثال پیش کی، ماضی میں اس کی نظیر ملی نہ مستقبل میں امید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے مہاجر بھائی سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کہا: تم میرا آدھا مال لے لو اور میری دو بیویاں ہیں، ان کو دیکھ لو، جو تمہیں پسند ہو، میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، عدت گزرنے کے بعد شادی کر لینا۔ (بخاری) پھر دس سال کی طویل مدت تک یہ انصار، نبی کریم ﷺ کے دست و بازو بنے رہے۔ یہی وجوہات ہیں کہ آپ ﷺ کے دل میں ان لوگوں کی محبت تھی۔

نیز اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بچیاں دُف (ڈھولکی) بجا کر جائز کلام، وہ نظم ہو یا نثر، پڑھ سکتی ہیں۔

## انصار کے فضائل ومناقب

انصار وہ لوگ ہیں، جو مدینہ میں رہائش پذیر تھے، انھوں نے پہلے رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہر میں پناہ دی، پھر ہر موقع پر آپ ﷺ کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی بھی خوب دل پذیرائی اور تواضع کی اور اپنا سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(٣٣٢٣)۔ قَالَ ﷺ: ((لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي سَعِيْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ۔ (الصحيحة: ١٢٣٤)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ انصار سے بغض نہیں رکھ سکتا۔'' یہ حدیث سیدنا ابو سعیدؓ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: أخرجه مسلم: ١/ ٦٠، والطيالسي: صـ ٢٩٠ رقم ٢١٨٢، وأحمد: ٣/ ٣٤، ٤٥، ٩٣ من حديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، ومسلم وأحمد: ٢/ ٤١٩، عن أبي هريرة، والترمذي: ٢/ ٣٢٠، وأحمد: ١/ ٣٠٩

(٣٣٢٤)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، إِذْ قَالَ: ((يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ كَأَنَّهُمُ السَّحَابُ، هُمْ خِيَارُ مَنْ فِي الْأَرْضِ۔)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: وَلَا

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شاہراہِ مکہ پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یمن کے لوگ تمہارے پاس آئیں گے، گویا کہ وہ بادل ہیں، وہ (اہلِ) زمین میں سے بہترین لوگ ہیں۔'' ایک انصاری

نَحْنُ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَسَكَتَ۔ قَالَ: وَلَا نَحْنُ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَسَكَتَ۔ قَالَ: وَلَا نَحْنُ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ كَلِمَةً ضَعِيْفَةً: ((إِلَّا أَنْتُمْ۔))
(الصحيحة:٣٤٣٧)

آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ ہم سے بھی (بہتر) ہیں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم (سب سے بہتر) نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی۔ اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم (سب سے بہتر) نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے تیسری دفعہ پست آواز میں فرمایا: ''سوائے تمہارے۔''

تخریج: أخرجه أحمد في "المسند": ٤/ ٨٤، وفي "الفضائل": ٢/ ٨٦٣/ ١٦١٣، وابو يعلى: ١٣/ ٣٩٨/ ٧٤٠١، والبزار: ٣/ ٣١٧/ ٢٨٣٨ معلقا، والطيالسي في "مسنده": ٢/ ١٢٧/ ٩٤٥، ورواه ابن ابي شيبة في "المصنف": ١٢/ ١٨٣/ ١٢٤٨٢ بنحوه مختصرا

(٣٣٢٥)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ اَحَبَّ الْاَنْصَارَ اَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ اَبْغَضَ الْاَنْصَارَ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔))
(الصحيحة:٩٩١)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے انصاریوں سے محبت کی، اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس نے انصاریوں سے بغض رکھا، اللہ اس سے بغض رکھے گا۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ١/ ٧٠، وقد اخرجه الشيخان في حديث: ((الانصار لا يحبهم الا مؤمن))، وهو في الصحيحة: رقم ١٩٧٥

(٣٣٢٦)۔ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ فِي طَائِفَةٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: فَجَاءَ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَبَّلَهٗ وَقَالَ: فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ مَا أَطْيَبَكَ حَيًّا وَمَيِّتًا، مَاتَ مُحَمَّدٌ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ! فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ: فَانْطَلَقَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ يَتَقَاوَدَانِ حَتّٰى اَتَوْهُمْ، فَتَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْأً أُنْزِلَ فِي الْأَنْصَارِ وَلَا ذَكَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ شَأْنِهِمْ إِلَّا وَذَكَرَهٗ، وَقَالَ: وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ سَلَكَ النَّاسُ

سیدنا حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ کے کسی گوشے میں (ایک آبادی میں) تھے۔ جب وہ آئے تو آپ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا، آپ کا بوسہ لیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کتنی پاکیزہ شخصیت ہیں، زندہ ہوں یا فوت شدہ۔ رب کعبہ کی قسم! محمد (ﷺ) فوت ہو گئے ہیں...... پھر سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما انصاریوں کے پاس گئے، سیدنا ابو بکر نے ان سے بات کی اور ان کے بارے میں نازل ہونے والی تمام آیات اور احادیث رسول ذکر کر دیں، نیز کہا: (انصاریو!) تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی

وَادِيًا ، وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِيًا ، سَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ۔)) وَلَقَدْ عَلِمْتَ يَا سَعْدُ! اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ۔وَاَنْتَ قَاعِدٌ۔: ((قُرَيْشٌ وُلَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ ، فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّهِمْ ، وَفَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِهِمْ۔)) قَالَ لَهُ سَعْدٌ : صَدَقْتَ ، نَحْنُ الْوُزَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْاُمَرَاءُ۔ رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ۔

(الصحيحة: ١١٥٦)

میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں ان کے ساتھ چلوں گا۔'' سعد! تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم وہاں بیٹھے تھے: ''قریش اس (خلافت کے) معاملے کے ذمہ دار و حقدار ہیں، نیکوکار لوگ نیک قریشیوں کے تابع فرمان ہوں گے اور برے لوگ برے قریشیوں کے ماتحت ہوں گے۔'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سچ کہہ رہے ہو، ہم وزرا ہیں اور تم امرا ہو۔ یہ حدیث سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ج ا رقم ١٨

(٣٣٢٧)۔ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ السَّاعِدِيِّ الْأَنْصَارِيِّ ، أَنَّهُ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْهِجْرَةِ ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بَايِعْ هٰذَا۔ قَالَ: وَمَنْ هٰذَا؟ قَالَ: اِبْنُ عَمِّيْ حَوْطُ بْنُ يَزِيْدَ أَوْ يَزِيْدُ بْنُ حَوْطٍ ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا أُبَايِعُكَ إِنَّ النَّاسَ يُهَاجِرُوْنَ إِلَيْكُمْ وَلَاتُهَاجِرُوْنَ إِلَيْهِمْ ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يُحِبُّ رَجُلٌ الْأَنْصَارَ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَهُوَ يُحِبُّهُ وَلَا يُبْغِضُ رَجُلٌ الْأَنْصَارَ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَهُوَ يُبْغِضُهُ۔))

(الصحيحة: ١٦٧٢)

سیدنا حارث بن زیاد ساعدی انصاری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں خندق والے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ لوگوں سے ہجرت پر بیعت لے رہے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان کی بھی بیعت لے لو۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' میں نے کہا: یہ میرے چچا کے بیٹے حوط بن یزید یا یزید بن حوط ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں آپ سے بیعت نہیں لوں گا، کیونکہ لوگ آپ کی طرف ہجرت کرتے ہیں، نہ کہ تم ان کی طرف کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے تک انصار سے محبت کرتا رہا تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے محبت کرنے والا ہو گا اور جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے تک انصار سے بغض کرتا رہا تو وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے بغض رکھنے والا ہو گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤٢٩ ، والطبراني في "المعجم الكبير": رقم ٣٣٥٦ ، وأخرجه احمد: ٤/ ٣٢١ ايضا ، وابن حبان: ٢٢٩١ بلفظ: ((من احب الانصار احبه الله يوم يلقاه ، ومن ابغض الانصار

ابغضه الله يوم يلقاه۔))

(٣٣٢٨)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: اَمَرَ اَبِي بِخَزِيْرَةٍ فَصَنَعْتُ، ثُمَّ اَمَرَنِي فَاَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي مَنْزِلِهِ قَالَ: فَقَالَ لِي: ((مَاذَامَعَكَ يَا جَابِرُ؟ اَلَحْمٌ ذَا؟)) قَالَ: قُلْتُ: لَا۔ قَالَ: فَاَتَيْتَ اَبِي، فَقَالَ لِي: هَلْ رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: فَهَلَّا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ شَيْأً؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ لِي: ((مَاذَا مَعَكَ يَا جَابِرُ؟ اَلَحْمٌ ذَا؟)) قَالَ: لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَكُوْنَ اشْتَهٰى فَاَمَرَ بِشَاةٍ دَاجِنٍ، فَذُبِحَتْ، ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَشُوِيَتْ، ثُمَّ اَمَرَنِي فَاَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لِي: ((مَاذَا مَعَكَ يَا جَابِرُ؟)) فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ((جَزَى اللّٰهُ الْاَنْصَارَ عَنَّاخَيْرًا، وَلَا سِيَمَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَسَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ۔)) (الصحيحة: ٤٦١)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے خزیرہ (ایک کھانا جو قیمے اور آٹے سے بنایا جاتا ہے) تیار کرنے کا حکم دیا، جب میں وہ کھانا تیار کر کے فارغ ہوا تو مجھے حکم دیا کہ یہ کھانا نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ میں آپ کے پاس گیا، آپ گھر میں ہی تھے، آپ نے پوچھا: ''جابر! آپ کے پاس کون سی چیز ہے؟ آیا گوشت ہے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ میں اپنے باپ کے پاس واپس آ گیا، انھوں نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ سے تیری ملاقات ہوئی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے کہا: تو نے ان کی کوئی بات سنی؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''جابر! تیرے پاس کیا ہے؟ آیا گوشت ہے؟'' میرے باپ نے کہا: ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ گوشت کھانے کے خواہشمند ہوں۔ چنانچہ انھوں نے پالتو بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پس اسے ذبح کیا گیا، پھر اسے بھونا گیا۔ پھر میرے باپ نے مجھے حکم دیا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاؤ، میں لے گیا، جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا: ''جابر! تیرے پاس کیا ہے؟'' میں نے بتایا (کہ گوشت ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انصاریوں کو جزائے خیر دے، بالخصوص عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہ کو۔''

تخريج: رواه أبو يعلى فى "مسنده": ١١١٦/ ١، والبزار: ٢٧٠٧ـكشف، والنسائى فى "الكبرى": ٥/ ٧٦، ٨٢٨١، والحاكم فى "المستدرك": ٤/ ١١١

**شرح**:...... سیدنا جابر کے باپ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ انصاری تھے۔

(٣٣٢٩)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ، وَالنَّاسُ دِثَارٌ، وَلَوْ اَنَّ النَّاسَ اسْتَقْبَلُوْا وَادِيًا اَوْشِعْبًا، وَاسْتَقْبَلَتِ الْاَنْصَارُ وَادِيًا،

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصار تحتانی لباس (یعنی مخصوص) لوگ ہے اور دوسرے لوگ فوقانی لباس (یعنی عام لوگ) ہیں۔ اگر عام لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار ایک میں تو میں

لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ اِمْرَاءً مِنَ الْاَنْصَارِ۔))
(الصحيحة:١٧٦٨)

انصاریوں کی وادی میں چلوں گا، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصاری ہوتا۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١٦٤

(٣٣٣٠)۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ اَبِيْهِ: اَنَّهُ خَرَجَ يَوْمَ الْحَرَّةِ ، فَنَكَبَتْ قَدَمُهُ بِحَجَرٍ ، فَقَالَ: تَعِسَ مَنْ اَخَافَ رَسُوْلَ اللّٰهِ! قُلْتُ: وَمَنْ اَخَافَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَخَافَ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ ، فَقَدْ اَخَافَ مَابَيْنَ هٰذَيْنِ۔)) يَعْنِيْ: جَنْبَيْهِ۔
(الصحيحة:٣٤٣٣)

عبدالرحمن بن جابر بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حرہ والے دن نکلے، جب ان کا پاؤں ایک پتھر سے ٹکرایا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو ڈرانے والا ہلاک ہو جائے۔ میں نے کہا: کس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے انصار کے اس قبیلے کو ڈرایا، اس نے میرے دل کو خوفزدہ کر دیا۔''

تخريج: أخرجه الطيالسي في "مسنده": ٢٤٢/ ١٧٦٠ ، ومن طريقه: البزار في "مسنده": ٣/ ٣٠٤/ ٢٨٠٥ وأخرجه البخارى فى "التاريخ": ١/ ١/ ٥٣/ ١١٠ ، والطبرانى فى "الاوسط": ٦/ ١٤٣/ ٥٢٩٣ مثله

(٣٣٣١)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْاَنْصَارُ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ ، وَالنَّاسُ سَيَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّوْنَ ، فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ ، وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ ، وَاُسَيْدِ ابْنِ حُضَيْرٍ ، وَاَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ، وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ۔ (الصحيحة:٣٦٠٦)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انصار میرے مخلص ساتھی اور ہمراز ہیں، دوسرے لوگ گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ انصاریوں کی اچھائیاں قبول کرو اور ان کی برائیاں نظر انداز کر دو۔'' یہ حدیث حضرت انس، حضرت اسید بن حضیر، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: جاء من حديث أنس ، وأُسيد بن حُضير ، وأبي سعيد الخدري ، وكعب بن مالك:

(١): حديث أنس ، وله عنه عشرة طرق: (ونحن نلخص)

رواه البخاري: ٣٨٠١ ، ومسلم: ٧/ ١٧٤ ، والنسائي في "الكبرى": ٨٣٢٥ ، والترمذي: ٣٩٠١ ، وابن حبان: ٧٢٦٥ ، والبغوي في "شرح السنة": ٣٩٧٢ ، وأحمد في "مسنده" ٣/ ١٧٦ ، ٢٧٢ ، وابن حبان: ٩٢٦٨ ، وابن أبي شيبة: ١٢/ ١٦٠ ، و البخاري في "التاريخ الكبير": ٢/ ٢/ ٥٩ ، وأبويعلي: ٣٢٢٩ ،

والحميدي: ١٢٠١

(٢)حديث أُسيد بن حُضير: فرواه النسائي في"الكبرى": ٨٣٢٤، والطبراني في"الكبير" ٥٥٢

(٣): حديث أبي سعيد الخدري: فرواه الترمذي: ٣٩٠٤، وأحمد: ٣/ ٨٩، وأبويعلي: ١٣٥٨

(٤): حديث كعب ابن مالك: وهو مخرج في هذه "السلسة": تحت الحديث رقم: ٣٤٣٠

(٣٣٣٢)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلْاَنْصَارُ لَايُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔)) (الصحيحة: ١٩٧٥)

حضرت برا بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انصاریوں سے محبت کرنے والا مومن اور ان سے بغض سے رکھنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ اس سے محبت کرے جو ان سے محبت کرتا ہے اور اس سے بغض رکھے جو ان سے بغض رکھتا ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٤/ ٢٢٣، ومسلم: ١/ ٦٠، والترمذي: ٢/ ٣٢٤، والطيالسي: صـ٩٩ رقم ٧٢٨، وأحمد: ٤/ ٢٩٢

(٣٣٣٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا عَاصِبًا رَأْسَهُ فَتَلَقَّاهُ ذَرَارِيُّ الْأَنْصَارِ وَخَدَمُهُمْ، ذَخْرَةُ الْأَنْصَارِ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، إِنِّيْ لَأُحِبُّكُمْ۔)) (مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا) ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الْأَنْصَارَ قَدْ قَضَوْا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ، فَأَحْسِنُوْا إِلٰى مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔)) (الصحيحة: ٩١٦)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سر باندھ کر باہر تشریف لائے، انصاریوں کے بچے اور خدّام آپ کو ملے، جو اس وقت انصاریوں کا ذخیرہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین دفعہ فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بیشک میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' پھر فرمایا: ''انصاریوں نے اپنی ذمہ داریاں ادا کر دیں، تمہاری ذمہ داریاں باقی ہیں، سوتم انصاریوں کی حسنات قبول کر لینا اور ان کی سیئات سے تجاوز کر جانا۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٢٢٩٣، وأحمد: ٣/ ١٨٧، ٢٠٥، واخرجه البخاري: ٣٧٩٩، واحمد: ٣/ ١٦٢

**شرح:**...... خدمتِ اسلام اور محبتِ رسول کی جتنی ذمہ داریاں انصاریوں پر عائد ہوتی تھیں، انھوں نے من وعن ادا کر دیں۔

(٣٣٣٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيَّ فَقِيْلَ لَهُ: هٰذِهِ الْأَنْصَارُ رِجَالُهَا وَنِسَاؤُهَا فِيْ الْمَسْجِدِ يَبْكُوْنَ!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یہ انصاری خواتین و حضرات مسجد میں جمع ہیں اور رو رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا:

قَالَ: ((وَمَا يُبْكِيهَا؟)) قَالَ: يَخَافُوْنَ أَنْ تَمُوْتَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُتَعَطِّفًا بِهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ، حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَكَانَ آخِرُ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ فَحَمِدَاللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ، وَتَقِلُّ الْأَنْصَارُ، حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْمِلْحِ فِيْ الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ أَمْرًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَضُرَّ فِيْهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعَهُ، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔)) (الصحيحة: ٣٤٣٠)

''یہ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟'' اس نے کہا: انھیں آپ کی موت کا خطرہ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نکل پڑے، ایک چادر آپ نے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی اور مٹیالے رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی، آپ ممبر پر تشریف فرما ہوئے، یہ آپ کی آخری مجلس تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا: اما بعد: لوگو! لوگوں کی تعداد میں اضافہ اور انصار کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے، حتی کہ ان کی تعداد کھانے میں نمک کے برابر رہ جائے گی۔ (سنو!) تم میں سے جو آدمی میں محمد کی امت کے امور کا والی بنے اور اسے یہ طاقت بھی ہو کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے تو وہ انصاریوں کی نیکیوں کو قبول کرے اور برائیوں سے درگزر کرے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "صحيحه": ٩٢٧، ٣٦٢٨، ٣٨٠٠۔ والسياق والزيادة له۔، والحاكم: ٢/ ٧٨۔٧٩۔ وصححه: ووافقه الذهبي۔، والبزار في "مسنده": ٣/ ٣٠١/ ٢٧٩٨

**شرح**:...... جہاں نبی کریم ﷺ نے انصاریوں کی قدر کرتے ہوئے انہیں عظیم بشارتیں سنائیں، وہاں انصاریوں نے بھی اپنے آپ کو وہ بشارتیں سننے کے قابل بنا رکھا تھا۔

(٣٣٣٥)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ تَرِكَةً وَضَيْعَةً وَإِنَّ تَرِكَتِيْ وَضَيْعَتِيْ الْأَنْصَارُ، فَاحْفَظُوْنِيْ فِيْهِمْ۔)) (الصحيحة: ٣٥٦٠)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ! ہر آدمی کی میراث اور جاگیر ہوتی ہے اور میری میراث اور جاگیر انصاری ہیں، ان کے بارے میں میرا خیال رکھنا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ٥/ ٣٠٩/ ٥٣٩٨

**شرح**:...... فرزندانِ امت کی میراث ان کے لواحقین میں تقسیم کر دی جاتی ہے، لیکن امتیوں کے سربراہ ﷺ کی روحانی میراث انصاریوں کی حفاظت کرنی ہے۔ یہ حدیث انصاریوں کی عظمتوں اور رفعتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(٣٣٣٦)۔ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ لِلْأَنْصَارِ: ((أَلَا إِنَّ النَّاسَ دِثَارِيْ، وَالْأَنْصَارَ شِعَارِيْ، لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شُعْبَةً لَاتَّبَعْتُ شُعْبَةَ الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَمَنْ وَلِيَ أَمْرَ الْأَنْصَارِ، فَلْيُحْسِنْ إِلٰى مُحْسِنِهِمْ وَلْيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَمَنْ اَفْزَعَهُمْ فَقَدْ أَفْزَعَ هٰذَا الَّذِيْ بَيْنَ هَاتَيْنِ، وَأَشَارَ إِلٰى نَفْسِهِ۔)) (الصحيحة: ٩١٧)

منبر پر انصاریوں کے حق میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ''عام لوگ فوقانی لباس ہیں اور انصار تحتانی لباس (یعنی مخصوص لوگ) ہیں، اگر لوگ ایک وادی میں اور انصار کسی دوسری گھاٹی میں چل رہے ہوں تو میں انصاریوں کی گھاٹی میں چلوں گا، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصاریوں میں سے ہوتا، جو آدمی انصار کے معاملات کا والی بنے وہ ان کے نیک لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور غلطیاں کرنے والوں سے تجاوز کر جائے۔ جس نے ان کو خوفزدہ کیا اس نے ان دو پہلوؤں کے درمیان والی چیز کو خوفزدہ کر دیا۔'' آپ ﷺ نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٧٩، وأحمد: ٥/ ٣٠٧، والطبراني في "الاوسط"

(٣٣٣٧)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْأَنْصَارِ۔ أَوْ بِخَيْرِ الْأَنْصَارِ؟)) قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((بَنُوْ النَّجَّارِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، بَنُوْ عَبْدِالْأَشْهَلِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ بَنُوْ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، بَنُوْ سَاعِدَةَ، )) ثُمَّ قَالَ بِيَدَيْهِ، فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ، ثُمَّ بَسَطَهُنَّ، كَالرَّامِيْ بِيَدِهِ۔ قَالَ: ((وَفِيْ دُوْرِ الْأَنْصَارِ كُلِّهَا خَيْرٌ)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ، وَأَبِيْ أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ وَأَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ۔ (الصحيحة: ٣٤٥٩)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھارے لیے انصار کے بہترین گھروں یا بہترین انصاریوں کا تعین نہ کر دوں۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بنو نجار سب سے بہتر ہیں، ان کے بعد بنو عبدالاشہل، ان کے بعد بنو حارث بن خزرج اور ان کے بعد بنو ساعدہ۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں بند کیں اور کھولیں، جیسے کوئی چیز پھینک رہے ہیں اور فرمایا: ''سب انصاریوں کے گھروں میں خیر ہے۔'' یہ حدیث حضرت انس، حضرت ابو اسید ساعدی، حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تخريج: جاء من حديث أنس، وأبي أسيد الساعدي، وأبي حميد الساعدي، وأبي هريرة:

(١): أما حديث أنس، فرواه مسلم: ٧/ ١٧٥، والترمذي: ٣٩١٠، والنسائي في "الكبرى": ٨٣٣٦ و

٨٣٣٧، والحميدي: ١١٩٧، وأحمد: ٣/ ٢٠٢، وأبويعلي: ٣٦٥٠، ٣٨٥٥، وأبونعيم في "الحلية": ٦/ ٣٥٤

(٢): وأما حديث أبي أُسيد، فرواه البخاري: ٣٧٨٩، ٣٨٠٧، ومسلم: ٧/ ١٧٤، والطيالسي: ١٣٥٥، وأحمد: ٣/ ٤٩٦، والترمذي: ٣٩١١، والنسائي في "الكبرى": ٨٣٣٩، والطبراني: ١٩/ ٥٧٩، والبيهقي: ٦/ ٣٧١

(٣): وأما حديث أبي حميد: فرواه البخاري: ١٤٨١، ٣٧٩١، ومسلم: ٧/ ٢٦١، وأحمد: ٥/ ٤٢٤، والطحاوي في "مشكل الآثار": ٢٨٠٨

(٤): وأما حديث أبي هريرة: فرواه مسلم: ٧/ ١٧٥، والنسائي في "الكبرى": ٨٣٤٣، وابن حبان: ٧٢٨٦، وعبدالرزاق: ١٩٩١٠، وأحمد: ٢/ ٢٦٧

(٣٣٣٨)۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: بَلَغَ مُصْعَبَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ عَرِيفِ الْأَنْصَارِ شَيْءٌ، فَهَمَّ بِهٖ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَقَالَ لَهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِسْتَوْصُوْا بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا۔ أَوْ قَالَ: مَعْرُوْفًا۔ اِقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔)) فَأَلْقٰى مُصْعَبٌ نَفْسَهُ عَنْ سَرِيْرِهٖ، وَأَلْزَقَ خَدَّهُ بِالْبِسَاطِ، وَقَالَ: أَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ، فَتَرَكَهُ۔ (الصحيحة: ٣٥٠٩)

علی بن زید کہتے ہیں کہ انصار کے سردار کی طرف سے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کوئی (قابل اعتراض) بات پہنچی، انھوں نے اسے برا بھلا کہنے کا ارادہ کیا، اتنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آ گئے اور اسے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: ''انصار صحابہ کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو، ان میں سے نیکی کرنے والوں سے حسنِ سلوک کرو اور غلطی کرنے والوں سے درگزر کرو۔'' (یہ سن کر) حضرت مصعب نے رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو چارپائی سے نیچے گرا دیا اور اپنے رخسار کو زمین پر رکھ دیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ پھر انصاری کو چھوڑ دیا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٢٤١

**شرح**: ...... اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے بارے میں بالعموم اور انصار کے بارے میں بالخصوص ایک قاعدہ کلیہ پیش کر دیا کہ ان کے نیکوکار افراد سے حسنِ سلوک اور احترام و اکرام والا معاملہ کیا جائے اور اگر کسی میں بتقاضۂ بشریت کوئی عیب نظر آئے تو اس کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے اور اس کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے خاموشی اختیار کی جائے، ظن غالب یہ ہے کہ ان کی حسنات و خیرات کے سمندر ان کی بشری لغزشوں کے قطروں پر غالب آ جائیں گی۔

سیدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا احادیث کے سامنے عاجزی و انکساری کا انداز دیکھیں، ممکن ہے کہ انہی جذبات کی

قدر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے دین کو سہارا دینے اور رسول اللہ ﷺ کا دست و بازو بننے کے لیے ان نفوسِ قدسیہ کا انتخاب کیا اور ان کی عیب جوئی کرنے سے منع کر دیا۔

(۳۳۳۹)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ.)) (الصحيحة: ٦٦٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ١/ ١٠، ٤/ ٢٢٣، ومسلم: ١/ ٦٠، والنسائي: ٢/ ٢٧١، و الطيالسي: صـ٢٨١/ ١١٠١، وأحمد: ٣/ ١٣٠، ١٣٤، ٢٤٩

**شرح:**...... انصار نے اپنے خون سے شجرِ اسلام کی آبیاری کی، اپنے شہر کو مرکزِ اسلام قرار دیا، رسول اللہ ﷺ مکہ میں یہ اعلان کرتے تھے کہ قریشیوں نے مجھے تبلیغِ اسلام سے روک رکھا ہے، کون ہے جو مجھے پناہ دے، تاکہ میں رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا سکوں؟ انصاریوں نے مال و جان داؤ پر لگا کر اور دوستوں کی دشمنیاں مول لے کر آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا۔ مہاجرین، جو اسلام کا سرمایہ تھے، کو اپنے گھروں اور جائدادوں میں حصہ دار قرار دیا۔ ان نفوسِ قدسیہ کی محبت کو ایمان کی علامت اور ان سے نفرت کو منافقت کی علامت قرار دیا گیا۔ جو بد بخت اسلام کے ان سپوتوں اور ستونوں کا پاس لحاظ نہیں کرتا، اسے ایمان و ایقان کی نعمت کیسے نصیب ہوگی۔

(۳۳٤٠)۔ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنَ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: ثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَى أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ النَّقِيْبُ الْأَشْهَلِيُّ إِلَى رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَلَّمَهُ فِي أَهْلِ بَيْتٍ مِّنْ بَنِي ظُفْرٍ عَامَّتُهُمْ نِسَاءٌ، فَقَسَمَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ قَسَمَهُ بَيْنَ النَّاسِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَرَكْتَنَا يَا أُسَيْدُ! حَتَّى ذَهَبَ مَا فِي أَيْدِيْنَا، فَإِذَا سَمِعْتَ بِطَعَامٍ قَدْ أَتَانِي فَأْتِنِي فَاذْكُرْ لِي أَهْلَ ذَاكَ الْبَيْتِ، أَوِ اذْكُرْ لِي ذَاكَ۔)) فَمَكَثَ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أَتَى رسولَ الله ﷺ طَعَامٌ مِنْ خَيْبَرَ: شَعِيْرٌ وَتَمْرٌ، فَقَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي

عاصم بن سوید بن یزید بن جاریہ انصاری سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: مجھے یحیی بن سعید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: بنو اشہل قبیلہ کے سردار حضرت اسید بن حضیر، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور بنو ظفر کے ایک گھر والوں کے متعلق بات کی، اس قبیلہ کے عام افراد عورتیں ہی تھیں (یعنی مرد کم تھے)۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں کوئی مال تقسیم کیا اور کچھ حصہ بنو ظفر کو بھی دیا۔ (اسید کی بات سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسید! (بات یہ ہے کہ) پہلے تم نے ہم سے رابطہ نہیں کیا اور جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ اب تم لوگ جب غلہ کے بارے میں سنو کہ مجھے وصول ہوا ہے تو میرے پاس آ جانا اور مجھے یہ گھر والے یاد کرانا۔'' پس جتنا اللہ تعالی کو منظور تھا، حضرت اسید ٹھہرے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے

النَّـاسِ، قَـالَ: ثُـمَّ قَسَّمَ فِـيْ الْأَنْصَـارِ فَـأَجْـزَلَ، قَـالَ: ثُـمَّ قَسَّـمَ فِيْ أَهْلِ ذٰلِكَ الْبَيْـتِ فَـأَجْزَلَ، فَقَالَ لَهُ أُسَيْدٌ شَاكِرًا لَهُ: جَـزَاكَ اللّٰهُ أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَطْيَبَ الْجَزَاءِ أَوْ خَيْـرًا يَشُكُّ عَـاصِـمٌ۔ قَـالَ: فَـقَالَ لَـهُ النَّـبِـيُّ ﷺ: ((وَأَنْتُـمْ مَـعْشَـرَ الْأَنْصَـارِ! فَـجَـزَاكُـمُ الـلّٰـهُ خَيْرًا۔ أَوْ: أَطْيَبَ الْجَزَاءِ فَـإِنَّـكُـمْ ما عَلِمْتُ أَعِفَّةٌ صُبُرٌ، وَسَتَرَوْنَ بَـعْـدِيْ أَثَرَةً فِيْ الْقَسْمِ وَالْأَمْرِ، فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ۔))

(الصحيحة:٣٠٩٦)

پاس خیبر سے غلہ لایا گیا، جس میں جو اور کھجوریں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے وہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ راوی کہتا ہے: پھر آپ ﷺ نے انصار میں تقسیم فرمایا اور ان کو بہت زیادہ دیا اور پھر بنو ظفر کے گھر والوں میں تقسیم کیا اور انہیں بھی بہت زیادہ دیا۔ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو عمدہ اور بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اُسید سے فرمایا: ''اے انصار کی جماعت! اللہ تمہیں بھی عمدہ اور بہترین جزا عطا فرمائے، کیونکہ تم لوگ میرے علم کے مطابق پاکدامن اور صبر کرنے والے ہو، (لیکن اتنا یاد رکھو کہ) تم میرے بعد عنقریب ہی مال کی تقسیم اور ولایت (وحکومت کے معاملات) میں حق تلفی دیکھو گے، سو صبر کرنا، حتی کہ حوض پر مجھے آ ملو۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٧٢٧٧۔ الأحسان، والحاكم: ٤/ ٧٩، وابن عدي في "الكامل": ٥/ ١٨٧٩، ومن طريقه: البيهقي في "شعب الأيمان": ٦/ ٥٢٠/ ٩١٣٦، وكذا النسائي في "فضائل الصحابة": ٢٤٠، ورواه البخاري بلفظ: ((انكم ستلقون بعد أثرة؛ فاصبروا حتى تلقوني)) وزاد في طريق آخر: ((على الحوض۔))

**شرح**:...... اس میں انصاریوں کی منقبت کا بیان ہے کہ دنیا میں بھی آپ ﷺ نے ان کا بہت زیادہ خیال رکھا اور آخرت میں بھی وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

## انصار کا گھر، والدین کا گھر

(٣٣٤٠م)۔ عَـنْ عَـائِشَةَ، قَـالَتْ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا ضَرَّ امْرَأَةً نَزَلَتْ بَيْنَ بَيْتَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ أَوْ نَزَلَتْ بَيْنَ أَبَوَيْهَا۔))

(الصحيحة:٣٤٣٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس عورت کو کوئی تکلیف نہیں جو انصاریوں کے گھروں میں اترے یا اپنے والدین کے گھر اترے۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٢٢٩٦، والحاكم: ٤/ ٨٣، وأحمد: ٦/ ٢٥٧، وعنه أبو نعيم في "الحلية" ٩/ ٢٢٤، والبزار في "مسنده": ٣/ ٣٠٤/ ٢٨٠٦

**شرح**:..... اس حدیث میں انصار لوگوں کے حسن اخلاق کو واضح کیا گیا ہے کہ کسی عورت کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ

اپنے والدین کے گھر میں آباد ہے یا انصار کے گھر میں آ چکی ہے۔

## انصار کی میزبانی کا اعلیٰ انداز

(۳۳٤١)۔ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَصَابَنِيَ الْجُهْدُ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: إِنِّي مَجْهُوْدٌ) فَبَعَثَ إِلَى نِسَائِهِ، فَقُلْنَ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا مَعَنَا إِلَّا الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَضُمُّ أَوْ يُضِيْفُ هٰذَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ؟)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ، يُقَالُ لَهُ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَا۔ فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَقَالَ: أَكْرِمِي ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَاتَدَّخِرِيْ شَيْئًا فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَاعِنْدَنَا إِلَّا قُوْتٌ لِلصِّبْيَانِ۔ فَقَالَ: هَيِّئِيْ طَعَامَكِ، وَأَصْلِحِيْ سِرَاجَكِ، وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوْا عَشَاءً، فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا، وَأَصْلَحَتْ سِرَاجَهَا، وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ وَجَعَلَا يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ، وَأَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَقَدْ ضَحِكَ اللّٰهُ۔ أَوْعَجِبَ۔ مِنْ فِعَالِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الصحيحة:٣٢٧٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں غربت (وافلاس) میں مبتلا ہو گیا ہوں (اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: میں مفلس ہوں)۔ آپ نے اپنی بیویوں کی طرف پیغام بھیجا، انھوں نے جواب دیا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا؟ ہمارے ہاں پانی کے علاوہ کچھ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس کی میزبانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس پر رحم کرے گا۔'' ایک انصاری صحابی، جس کو ابوطلحہ کہا جاتا تھا، نے کہا: میں کروں گا۔ وہ اس مہمان کو لے کر اپنی بیوی کے پاس پہنچے اور کہا: رسول اللہ کے مہمان کی عزت کرنا اور کوئی چیز بچا کر نہ رکھنا۔ اس کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ہاں صرف بچوں کے لیے آب و دانہ ہے۔ ابوطلحہ نے کہا: تو اپنا کھانا تیار رکھ، دیا جلا کے رکھ اور بچے جب شام کے کھانے کا ارادہ کریں تو اُنھیں سلا دینا۔ چنانچہ اُس نے اپنا کھانا تیار کیا، چراغ جلایا اور بچوں کو سلا دیا۔ پھر وہ چراغ کو درست کرنے کے بہانے اٹھی اور اس کو (جان بوجھ کر) بجھا دیا، پھر (اندھیرے میں) وہ دونوں (میاں بیوی) مہمان کو یہ باور کراتے رہے کہ وہ بھی اسکے ساتھ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ مہمان نے کھانا کھایا اور ان دونوں نے بھوک کی حالت میں رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہ (ابوطلحہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے رات کو اپنے مہمان کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر ہنسے ہیں یا اس پر تعجب کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (ان کی اس اچھی خصلت کو بیان کرتے ہوئے) یہ آیت نازل فرمائی: اور وہ (دوسرے حاجتمندوں کو) اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ اُن کو سخت بھوک ہو اور جو لوگ

نفسوں کی بخیلی سے بچ گئے، وہی کامیاب ہو گئے ہیں۔"

تخریج: أخرجه البخاري: ٣٧٩٨ و ٤٨٨٩، وفي "الأدب المفرد": ٧٤٠، ومسلم: ٢٠٥٤، والترمذي: ٣٣٠٤۔ مختصرا۔، وكذا النسائي في "السنن الكبرى": ٦/ ٤٨٦/ ١١٥٨٢، والبيهقي أيضا: ٤/ ١٨٥، وفي "الأسماء": أيضا: صـ ٤٦٩

**شرح:** ...... جب انسان حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے سب کچھ قربان کرتے ہوئے لذت، خوشی اور فخر محسوس کرتا ہے۔ مہمان اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتا ہے، گھر آئی اللہ کی رحمت کو اپنے لیے بوجھ سمجھنے کی بجائے اُس کو نعمت وغنیمت سمجھتے ہوئے اُس کی قدر کرنی چاہیے۔ اچھے مسلمان اچھے مہمان نواز بھی ہوتے ہیں۔ مہمان کی عزت، مفادات کے پیش نظر نہ ہو بلکہ عزت وخدمت سے مقصود خوشنودی الٰہی ہونا ضروری ہے، صحابی رسول سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مہمان نوازی کی جو عظیم مثال پیش کی ہے، قیامت تک کے لوگ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتے، آج ہمیں بھی ان نفوسِ قدسیہ کی پیروی کرنی چاہیے۔

یاد رہے......!! لازمی نہیں کہ اُسی مہمان کی عزت کی جائے جو رشتہ دار، قریبی یا واقف ہو، بلکہ ناواقف مہمان کی خدمت میں بھی کمی وکوتاہی نہ کرنا مخلص مسلمان کی پہچان ہے۔

## صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت

(٣٣٤٢)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((طُوْبٰى لِمَنْ رَآنِي وَآمَنَ بِي، وَطُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ يَرَنِي وَآمَنَ بِي۔)) (الصحيحة: ١٢٤١)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میرا دیدار کیا اور مجھ پر ایمان لایا، اس کے لیے ایک دفعہ خوشخبری ہے اور جو (بندۂ خدا) بن دیکھے مجھ پر ایمان لائے گا، اس کے لیے سات دفعہ خوشخبری ہے۔"

تخريج: رواه أحمد: ٥/ ٢٤٨، ٢٥٧، ٢٦٤

**شرح:** ...... اس میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ اس شخص کی فضیلت کا بیان ہے، جس نے بن دیکھے ایمان قبول کیا، بلکہ یہ بعد والوں کی جزوی افضلیت ہے، جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کہ انھوں نے نہ قرآن کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، لیکن اس کے باوجود مشرف باسلام ہو گئے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے جو دور پسند کیا، وہ اس پر رضامندی کا اظہار کرے اور ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اعمالِ صالحہ سے مزین ہو کر توشۂ آخرت تیار کرے۔

(٣٣٤٣)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے مجھے

((طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِيْ ، وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِيْ ، وَلِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِيْ وَآمَنَ بِيْ۔)) (الصحيحة: ١٢٥٤)

دیکھا اس کے لیے خوشخبری ہے، جس نے میرے صحابی کو دیکھا اس کے لیے خوشخبری ہے اور جس نے میرے صحابی کو دیکھنے والے (یعنی تابعی) کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کے لیے بھی خوشخبری ہے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٨٦، والطبرانی، والضياء فی "المختارة": ق ١١٣/ ٢

(٣٣٤٤)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْقَائِمُ بَعْدِيْ فِيْ الْجَنَّةِ ، وَالَّذِيْ يَقُوْمُ بَعْدَهٗ فِيْ الْجَنَّةِ ، وَالثَّالِثُ وَالرَّابِعُ فِيْ الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة: ٢٣١٩)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد شریعت پر عمل پیرا ہونے والا جنت میں جائے گا اور اس کے بعد شریعت کو اپنانے والا، اور اس کے بعد تیسرے دور کا آدمی اور اس کے بعد چوتھے دور کا آدمی سب جنت میں داخل ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه يعقوب الفسوی فی "المعرفة": ٣/ ١٩٧ ، وابن عساكر فی "التاريخ": ١١/ ١٠١/ ١

(٣٣٤٥)۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((لَاتَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَادَامَ فِيْكُمْ مَنْ رَآنِيْ وَصَاحَبَنِيْ ، وَاللّٰهِ! لَاتَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَادَامَ فِيْكُمْ مَنْ رَاٰی مَنْ رَآنِيْ وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِيْ وَاللّٰهِ! لَاتَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَادَامَ فِيْكُمْ مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَآنِيْ وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِيْ۔)) (الصحيحة: ٣٢٨٣)

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تم میں مجھے دیکھنے والے اور میری مصاحبت کرنے والے موجود رہیں گے، اس وقت تک تم خیر و بھلائی پر رہو گے۔ اللہ کی قسم! اس وقت تک تم خیر پر رہو گے، جب تک تمھارے اندر میرے صحابہ کو دیکھنے والا اور ان کی مصاحبت اختیار کرنے والا موجود رہے گا۔ اللہ کی قسم! اس وقت تک تم میں خیر رہے گی، جب تک تم میں میرے صحابہ کو دیکھنے والوں کو دیکھنے والا اور ان کی مصاحبت اختیار کرنے والا موجود رہے گا۔''

تخريج: أخرجه أبوبكر بن أبي شيبة في "المصنف": ١٢/ ١٧٨/ ٤/ ١٢٤٦٣ ، ومن طريقه: ابن أبي عاصم في "السنة": ٢/ ٦٣٠/ ١٤٨١۔ والسياق له؛ وهو أتم۔، والطبراني أيضا عنه في "المعجم الكبير": ٢٢/ ٨٥/ ٢٠٧

**شــــرح**:...... اس میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے بابرکت ہونے کا بیان ہے، بلکہ آپ ﷺ نے بالنص ان لوگوں کے زمانوں کو بہترین قرار دیا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَذَكَرَ

الثَّالِثَ اَمْ لَا۔ثُمَّ یَخْلُفُ قَوْمٌ یُحِبُّوْنَ السِّمَانَةَ ، یَشْهَدُوْنَ قَبْلَ اَنْ یُّسْتَشْهَدُوْا۔)) ...... ''میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جن میں مجھے بھیجا گیا، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے(یعنی تابعین)، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تبع تابعین)۔اللہ تعالی بہتر جانتا ہے کہ آپ ﷺ نے تیسری بار کا ذکر کیا تھا یا نہیں۔ پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو موٹاپے کو پسند کریں گے اور وہ شہادت دیں گے، حالانکہ ان سے شہادت دینے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔(مسلم: ۷/ ۱۸٤)

(۳۳٤٦)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِـ(الْجَابِيَةِ) فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِینَا مَقَامِیْ فِیْكُمْ فَقَالَ: ((اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ أَصْحَابِیْ ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ یَفْشُوْا الْكَذِبُ ، حَتّٰی یَشْهَدَ الرَّجُلُ ، وَمَا یُسْتَشْهَدُ ، وَیَحْلِفُ وَمَایُسْتَحْلَفُ۔)) (الصحیحة: ۱۱۱٦)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام پر ہم سے خطاب کیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میری طرح کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میرے صحابہ کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا، پھر ان لوگوں کے بارے میں بھی جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر ان لوگوں کے بارے میں بھی جو ان کے بعد ہوں گے۔اس کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا، حتی کہ آدمی گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور وہ قسم اٹھائے گا حالانکہ اس سے قسم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ۲/ ٦٤ ، والنسائي في "الكبرى"، والطيالسي

**شرح**:...... اس میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے فضائل ومناقب کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی وجہ سے ان پاکیزہ ہستیوں کا خیال رکھا جائے۔ہمیں چاہئے کہ ان مقدس زمانوں کے لوگوں سے بتقاضۂ بشریت ہونے والی لغزشوں کو نظر انداز کر دیں اور ان پر کسی قسم کی نقطہ چینی نہ کریں۔

## بن دیکھے آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی فضیلت

(۳۳٤۷)۔ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَدِدْتُّ أَنِّیْ لَقِیْتُ إِخْوَانِیْ۔)) فَقَالَ أَصْحَابُهُ: أَوَ لَیْسَ نَحْنُ إِخْوَانَكَ؟ قَالَ: ((أَنْتُمْ أَصْحَابِیْ ، وَلٰكِنْ إِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ۔)) (الصحیحة: ۲۸۸۸)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں۔'' صحابہ نے کہا: کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم میرے صحابہ ہو، میری بھائی وہ ہیں جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ۳/ ۱۵۵ ، ورواه ابو یعلی فی "مسنده": ٦/ ۱۱۸ بلفظ: ((متی القی اخوانی؟))

(٣٣٤٨)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِي وَاٰمَنَ بِي ، وَطُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ يَرَنِي وَآمَنَ بِيْ۔)) (الصحيحة:١٢٤١)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرا دیدار کیا اور مجھ پر ایمان لایا، اس کے لیے ایک دفعہ خوشخبری ہے اور جو (بندۂ خدا) بن دیکھے مجھ پر ایمان لائے گا، اس کے لیے سات دفعہ خوشخبری ہے۔''

تخریج: رواه أحمد: ٥/ ٢٤٨، ٢٥٧، ٢٦٤

(٣٣٤٩)۔ عَنْ صَالِحِ بْنِ جُبَيْرٍ ، أَنَّهُ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُوْ جُمْعَةَ الْأَنْصَارِيُّ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِيُصَلِّيَ فِيْهِ ، وَمَعَنَا رَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ يَوْمَئِذٍ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ خَرَجْنَا مَعَهُ لِنُشَيِّعَهُ ، فَلَمَّا أَرَدْنَا الْاِنْصِرَافَ ، قَالَ: إِنَّ لَكُمْ عَلَيَّ جَائِزَةً وَحَقًّا ، أُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ قَالَ: فَقُلْنَا: هَاتِهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، مَعَنَا مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ عَاشِرَ عَشْرَةٍ ، قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ مِنْ قَوْمٍ هُمْ أَعْظَمُ مِنَّا أَجْرًا ، آمَنَّا بِكَ وَاتَّبَعْنَاكَ؟ قَالَ: ((مَا يَمْنَعُكُمْ مِنْ ذَالِكَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ يَأْتِيْكُمْ بِالْوَحْيِ مِنَ السَّمَاءِ؟ بَلْ قَوْمٌ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ ، يَأْتِيْهِمْ كِتَابٌ بَيْنَ لَوْحَيْنِ ، يُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَيَعْمَلُوْنَ بِمَا فِيْهِ ، أُولٰئِكَ أَعْظَمُ مِنْكُمْ أَجْرًا۔))
(الصحيحة: ٣٣١٠)

صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ صحابیٔ رسول سیدنا ابو جمعہ انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لیے آئے، ہمارے ساتھ رجا بن حیوہ بھی تھے، جب وہ جانے لگے تو ہم ان کو رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ نکلے۔ جب ہم نے واپس ہونا چاہا تو انھوں نے کہا: تمھارے لیے میرے پاس ایک انعام اور حق ہے، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتا ہوں۔ ہم نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے، بیان کرو۔ انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہمارے ساتھ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سمیت دس مزید صحابہ بھی تھے، ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ایسے لوگ بھی ہیں جو اجر وثواب میں ہم سے بڑھ کر ہوں، ہم تو آپ پر (براہِ راست) ایمان لائے ہیں اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بھلا (تم ایمان کیوں نہ لاتے) کون سی چیز تمھارے راستے میں روڑے اٹکا سکتی تھی، رسول اللہ ﷺ تمھارے اندر موجود ہیں، (تمھارے سامنے) آسمان سے ان پر وحی نازل ہوتی ہے؟ (اجر وثواب میں افضل لوگ) وہ ہیں جو تمھارے بعد آئیں گے، انھیں (یہ قرآن مجید) دو گتوں میں موصول ہوگا، وہ اس پر ایمان لائیں اور اس پر عمل کریں گے (حالانکہ انھوں نے مجھے دیکھا ہوگا نہ قرآن مجید کو نازل ہوتے ہوئے)، یہ

لوگ اجر وثواب میں تم سے افضل واعلی ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه البخاري في "أفعال العباد": ۱۲۴/ ۳۹۰- السلفية، و الرّوياني في "مسنده": ۳۳/ ۲۷۰/ ۱، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱/ ۱۷۴/ ۱، ومن طريقه: المزى في "تهذيب الكمال"، والهروي في "ذم الكلام": ق ۱۴۸/ ۱، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ۸/ ۹۵/ ۱، وأخرجه احمد: ۴/ ۱۰۶ مختصرا بلفظ: ((قوم يكونون من بعدكم يؤمنون بى ولم يرونى.))، وابو يعلى فى "مسنده": ۳/ ۱۲۸

**شرح**:...... اس میں صحابہ کے بعد والے مسلمانوں کی افضلیت کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم لوگ اس حدیث کا مصداق بنتے ہیں کہ ہمارے پاس قبولیتِ ایمان کے لیے کوئی ایسی نشانی موجود نہ تھی، جو انبیا ورسل اور ان کے براہِ راست پیروکاروں کے پاس تھیں، یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے، اس اعزاز کی وجہ سے ہمیں ثابت قدمی اختیار کرتے ہوئے اعمال صالحہ کے لیے کوشش کرنی چاہیے، تاکہ دنیا وآخرت میں عزت پا سکیں۔

## غزوۂ ہند میں شریک ہونے والی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے والی جماعتوں کی فضیلت

(۳۳۵۰)۔ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُوْ الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُوْنُ مَعَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔)) (الصحيحة: ۱۹۳۴)

مولائے رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کی دو جماعتوں کی آگ سے حفاظت کی ہے: (۱) وہ جماعت جو ہند سے جہاد کرے گی اور (۲) وہ جماعت جو حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے ساتھ ہوگی۔''

تخریج: أخرجه النسائي: ۲/ ۶۴، وأحمد: ۵/ ۲۷۸، وأبوعروبة الحراني في "حديثه": ۲/۱۰۲/ ۲، و البخاری فی "التاریخ الكبير": ۳/ ۲/ ۷۲

**شرح**:...... مولانا عطاء اللہ بھوجیانی نے کہا: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۴۴ھ میں مسلمانوں نے ہند پر چڑھائی کی تھی، پھر چوتھی سن ہجری میں محمود غزنوی نے بلادِ ہند میں جہاد کیا اور کافروں کو قتل کیا اور قیدی بنایا اور سومنات میں داخل ہو کر بڑے بت کو توڑا، جس کی وہ عبادت کرتے تھے، پھر وہ امن وسلامتی کے ساتھ لوٹ گئے۔ (التعليقات السلفية على سنن النسائی: ۲/ ۵۶)

## سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۳۳۵۱)۔ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ ﷺ كَانَ يَأْخُذُهُ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا۔))

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر کہتے: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔''

(الصحيحة:٣٣٥٤)

تخریج: أخرجه البخاري: ٣٧٣٥، ٣٧٤٧، وأحمد: ٥/ ٢١٠، وكذا ابن أبي شيبة في"المصنف": ١٢/ ٩٨/ ١٢٢٣٢، وابن سعد في"الطبقات": ٤/ ٦٢، والطبراني في"المعجم الكبير": ٣/ ٣٩/ ٢٦٤٢

(٣٣٥٢)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: ((أُسَامَةُ أَحَبُّ النَّاسِ، مَاحَاشَا فَاطِمَةَ وَلَا غَيْرِهَا))۔ (الصحيحة: ٧٤٥)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سب سے زیادہ محبوب اسامہ (بن زید) ہے، فاطمہ وغیرہ سے بھی زیادہ۔''

تخریج:رواه الحاكم ٣/ ٥٩٦، وأبو أمية الطرسوسي في"مسندابن عمر": ٢١٠/ ١، و الطبراني في "الكبير": ١/ ٢١/ ١، وابن عساكر: ٢/ ٣٤٣/ ١، ورواه احمد: ٢/ ٨٩، ١٠٦ دون الاستثناء

**شرح:**......اس میں آپ ﷺ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے شدید محبت کا اظہار کیا ہے۔

(٣٣٥٣)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: عَثَرَ أُسَامَةُ بِعَتَبَةِ الْبَابِ، فَشُجَّ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَمِيْطِيْ عَنْهُ الْأَذٰى۔)) فَتَقَذَّرْتُهُ۔ فَجَعَلَ يَمُصُّ عَنْهُ الدَّمَ وَيَمُجُّهُ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ: ((لَوْكَانَ أُسَامَةُ جَارِيَةً لَكَسَوْتُهُ وَحَلَّيْتُهُ حَتّٰى أُنَفِّقَهُ۔))

(الصحيحة:١٠١٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ دروازے کی دہلیز سے پھسلے اور گر پڑے، ان کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اس سے (خون وغیرہ) صاف کرو۔'' مجھے گھن سی محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ خود ان کے چہرے سے خون چوس کر تھوک دیتے اور فرماتے: ''اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے پوشاک اور زیور پہناتا۔

تخريج: رواه ابن ماجه: رقم ١٩٧٦، وأحمد: ٦/ ١٣٩، ٢٢٢، وابن سعد: ٤/ ٤٣، وأبويعلي: ٣/ ١١٣١، وابن عساكر: ٢/ ٣٤٦/ ١-٢

**شرح:**......یہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ ﷺ کا گہری محبت کا اظہار تھا۔

## سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٣٥٤)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: ((رَأَيْتُنِيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ اِمْرَأَةِ أَبِيْ طَلْحَةَ، وَسَمِعْتُ خَشْفًا أَمَامِيْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰذَا بِلَالٌ، وَرَأَيْتُ قَصْرًا أَبْيَضَ بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ قَالَ: قُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ قَالَ: لِعُمَرَ بْنِ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا، اچانک وہاں میری نگاہ ابوطلحہ کی بیوی رمیصا پر پڑی اور مجھے اپنے سامنے والی جانب سے کسی کے حرکت کرنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا: جبریل! یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ بلال ہے۔ پھر میں نے ایک سفید محل دیکھا، اس کے صحن میں

الْخَطَّابِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ، قَالَ: فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ۔)) فَقَالَ عُمَرُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَوَعَلَيْكَ أَغَارُ؟ (الصحيحة:١٤٠٥)

ایک لڑکی بھی موجود تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ عمر بن خطاب کا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو جاؤں اور (اندر سے) دیکھ لوں، لیکن عمر! مجھے تیری غیرت یاد آ گئی۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں؟

تخريج: أخرجه البخاري: ٢/ ٤٢٥، والطيالسي في "مسنده" ١٧١٩، وأحمد: ٣/ ٣٧٢، ٣٨٩

**شرح**:...... آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ کی غیرت، شدت اور حدت کا خیال رکھا، جب کہ ان کے جواب کا یہ مقصد تھا کہ اللہ تعالی نے ان کو آپ کی وجہ سے رفعت عطا کی ہے اور آپ کے ذریعے ہدایت سے نوازا ہے، بھلا وہ آپ پر کیسے غیرت کر سکتے ہیں۔

## خادمِ رسول سیدنا انس ﷺ کے حق میں نبوی دعائیں اور ان کے ثمرات

(٣٣٥٥)۔ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَتَى أُمَّ حَرَامٍ، فَأَتَيْنَاهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ، فَقَالَ: ((رُدُّوا هٰذَا فِي وِعَائِهِ، وَهٰذَا فِي سِقَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ۔)) قَالَ: ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعاً، فَأَقَامَ أُمَّ حَرَامٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا، وَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ۔ فِيْمَا يَحْسِبُ ثَابِتٌ۔ قَالَ: فَصَلّٰى بِنَا تَطَوُّعاً عَلٰى بِسَاطٍ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ، قَالَتْ: أُمُّ سُلَيْمٍ: إِنَّ لِي خُوَيْصَةَ، خُوَيْدِمُكَ أَنَسٌ، أُدْعُ اللّٰهَ لَهُ، فَمَا تَرَكَ يَوْمَئِذٍ خَيْراً مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا دَعَا لِي بِهِ ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ۔)) قَالَ أَنَسٌ: فَأَخْبَرَتْنِي ابْنَتِي أَنِّي قَدْ رُزِقْتُ مِنْ صُلْبِي بِضْعاً وَتِسْعِينَ، وَمَا أَصْبَحَ فِي

جنابِ ثابت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ہم کھجور اور گھی آپ ﷺ کے پاس لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (کھجور) برتن میں اور یہ (گھی) مشکیزے میں واپس کر دو، کیونکہ میں روزے دار ہوں۔'' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہمیں دو رکعت نفلی نماز پڑھائی، ام حرام اور ام سلیم کو ہمارے پیچھے اور مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا، جیسا کہ ثابت نے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں چٹائی پر نفلی نماز پڑھائی۔ جب نماز مکمل کی تو ام سلیم نے کہا: یہ آپ کا پیارا سا خادم انس ہے، اس کے حق میں اللہ تعالی سے دعا فرما دیں۔ جواباً آپ ﷺ نے ان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی کی دعا کی۔ پھر فرمایا: ''اے اللہ! اس کے مال و اولاد میں کثرت فرما اور پھر اس کے لیے اس میں برکت فرما۔'' انس کہتے ہیں: مجھے میری بیٹی نے بتلایا کہ میری اولاد میں نوے سے زائد افراد ہو چکے ہیں اور انصار کا

الْأَنْصَارِ رَجُلٌ أَكْثَرَ مِنِّيْ مَالاً ثُمَّ قَالَ أَنَسٌ: يَا ثَابِتُ! مَا أَمْلِكُ صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا خَاتِمِي۔ (الصحيحة:١٤١)

کوئی آدمی مجھ سے زیادہ مال والا نہیں تھا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ثابت! میں سونے اور چاندی کا مالک نہیں ہوں، مگر اس انگوٹھی کا۔

تخریج: رواه البخاری: ١/ ٤٩٤، ومسلم: ٢/ ١٢٨، أبوداود: ٦٠٨، وأحمد: ٣/ ١٠٨، ١٩٣-١٩٤، وأبوعوانه: ٢/ ٧٧، والطیالسی: ٢٠٢٧، وفی بعضها اختصار۔

**شرح**:...... معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی وجہ سے دعوت کو مسترد کر دینا چاہئے، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا ہے۔ نیز مال و دولت اور آل و اولاد میں برکت و کثرت کی دعا کرنا اور کسی نیک آدمی سے کروانا بھی درست ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حدیث کئی فوائد پر مشتمل ہے، بعض یہ ہیں:

(۱) مال و اولاد میں کثرت کی دعا مشروع ہے، امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: الدعاء بكثرة المال والولد مع البركة.

(۲) اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے تو مال و اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور بہترین چیزیں ہیں، وہ لوگ کتنے گمراہ ہیں جو بچوں کی تعداد کم کرنے کے لیے کئی حربے استعمال کرتے ہیں۔

(۳) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور وہ سب سے زیادہ مال و اولاد والے انصاری ثابت ہوئے۔ (صحیحہ: ١٤١)

(٣٣٥٦)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: اِنْطَلَقَتْ بِيْ أُمِّيْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! خُوَيْدِمُكَ! فَادْعُ اللّٰهَ لَهُ، فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَأَطِلْ عُمَرَهُ، وَاغْفِرْ لَهُ۔)) قَالَ: فَكَثُرَ مَالِيْ، وَطَالَ عُمُرِيْ حَتّٰى قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ أَهْلِيْ وَأَيْنَعَتْ ثِمَارِيْ وَأَمَّا الرَّابِعَةُ يَعْنِي الْمَغْفِرَةَ۔ (الصحيحة: ٢٥٤١)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری ماں مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کا چھوٹا سا (اور پیارا سا) خادم ہے، اس کے حق میں دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں فراوانی پیدا کر، اس کو طویل عمر عطا فرما اور اسے بخش دے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرا مال بہت زیادہ ہو گیا، مجھے لمبی عمر نصیب ہوئی، حتی کہ میں اپنے اہل سے شرمانے لگتا اور میرے پھل پک گئے، چوتھی چیز مغفرت تھی (دیکھیں موت کے بعد کیا ہوتا ہے)۔

تخریج: أخرجه أبو یعلی فی "مسنده": ٣/ ١٠٤٨، والبخاری فی "الادب المفرد": ٦٥٣ نحوه وأصل الحدیث فی "البخاری": ١١/ ١٢٢، ومسلم: ٢/ ١٢٨

(٣٣٥٧)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعاً:

((اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ، وَوَلَدَهٗ، وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا أَعْطَيْتَهٗ۔)) (الصحيحة: ٢٢٤١)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کو کثرت کے ساتھ مال و اولاد عطا فرما اور تو نے اسے جو کچھ عطا کیا اس میں برکت فرما۔''

تخریج: وله طرق

(١)۔ عن قتادة عن انس؛ أخرجه البخاري: ٦٣٣٤ و ٦٣٤٤ و ٦٣٧٨ و ٦٣٨٠، ومسلم: ٧/ ١٥٩، والترمذي: ٣٨٢٨، والطيالسي: ١٩٨٧، وأحمد: ٦/ ٤٣٠

(٢) عن هشام عن انس؛ أخرجه البخاري: ٦٣٧٩، ومسلم

(٣)۔ عن ثابت عن انس؛ أخرجه مسلم، والبخاري في "الأدب المفرد": ٨٨، و الطيالسي: ٢٠٢٧، وأحمد: ٣/ ١٩٣، ١٩٤، وعبد بن حميد في "مسنده": ١٦٥/ ٢،

(٤)۔ عن الجعد ابي عثمان عن انس؛ أخرجه مسلم

(٥)۔ عن حميد عن انس؛ أخرجه البخاري: ١٩٨٢، والسياق له، وابن حبان في "صحيحه": ٩/ ١٥٨/ ٧١٤٢۔ الأحسان، وأحمد: ٣/ ١٠٨، ويعقوب القسوي في "المعرفة": ٢/ ٥٣٢

(٦)۔ عن اسحاق بن عبد الله المدني عن انس؛ أخرجه مسلم، السابعة۔أخرجه أبونعيم في "الحلية": ٨/ ٢٦٧، معلقا، والطبراني في "الكبير": ١/ ٢٤٨/ ٧١٠ موصولا وغيرها من الطرق

**شرح**:...... امام البانی نے اس حدیث کی تخریج بیان کرتے ہوئے یہ حدیث بھی بیان کی: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری ماں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے، آپ اللہ تعالی سے اس کے لیے دعا کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کا مال اور اولاد زیادہ کر دے اور اس کی عمر لمبی کر اور اس کے گناہ بخش دے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اپنی اولاد میں سے اٹھانوے یا ایک سو دو افراد دفن کیے اور میرے درختوں کو سال میں دو دفعہ پھل لگتا تھا اور میں نے اتنی لمبی عمر پائی کہ زندگی سے دل اچاٹ ہو گیا (اور ایک روایت میں ہے کہ میں لمبی زندگی کی وجہ سے) لوگوں سے شرماتا تھا، (یہ تین دعائیں پوری ہو گئیں اور اب) مجھے چوتھی دعا (جو میری بخشش پر مشتمل تھی، کے قبول ہونے کی امید ہے)۔ (ابن سعد: ٧/ ١٩، الأدب المفرد للبخاري: ٦٥٣)

معلوم ہوا کہ کسی انسان کے لیے طویل عمر کی دعا کی جا سکتی ہے، جیسا کہ عرب کے بعض علاقوں کے لوگوں کی عادت ہے۔ (صحیحه: ٢٢٤١)

یہ احادیثِ مبارکہ اعلامِ نبوت میں سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دعائیں کیں، جن تین کا تعلق دنیا سے تھا، وہ تو

پہلی صدی ہجری میں ہی پوری ہوگئی تھیں، مغفرت کا تعلق آخرت سے ہے، جس کی قبولیت کی امید ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ننانوے یا ایک سو تین یا ایک سو سات سال عمر پائی، دوسرا قول راجح ہے، اکانوے یا ترانوے سن ہجری میں بصرہ میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی آپ ہی تھے۔ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ صاحبِ اولاد آپ ہی تھے۔ ۷۵ھ میں جب حجاج بصرہ میں آیا تھا، اس وقت تک ان کے بیٹے اور بیٹیوں میں سے (۱۲۰) افراد دفن کیے جا چکے تھے اور زندہ بچ جانے والوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ مال و دولت میں بھی اللہ تعالی نے بہت برکت ڈالی تھی، انصاریوں میں سب سے زیادہ مالدار آپ تھے، ان کے ایک باغ میں سال میں دو دفعہ پھل لگتا تھا اور اس میں ایسے پھول تھے، جن سے کستوری کی خوشبو آتی تھی، ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا: میری زمین میں سال میں دو دفعہ پھل لگتا تھا، ہمارے علاقے میں یہ خصوصیت کسی اور خطۂ زمین کی نہ تھی۔

## سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۳۳۵۸)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰـهِ، قَالَ: كُنْتُ أَجْتَنِي لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْأَرَاكِ، قَالَ: فَضَحِكَ الْقَوْمُ مِنْ دِقَّةِ سَاقَيَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِمَّ تَضْحَكُوْنَ؟)) قَالُوْا: مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ فَقَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! هِيَ أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ أُحُدٍ۔)) (الصحيحة: ۲۷۵۰)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسواک کے درخت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک توڑ رہا تھا۔ لوگ میری باریک پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنس پڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کس چیز سے ہنس رہے ہو؟'' انھوں نے کہا: ان کی پنڈلیوں کی باریکی سے۔ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ترازو میں یہ پنڈلی احد پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوگی۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۱/ ۴۲۰۔ ۴۲۱، وكذا الطيالسي: رقم ۳۵۵، وابن سعد: ۳/ ۱۵۵

**شرح**: ...... معلوم ہوا کہ مومن کے وجود کا بھی وزن ہوگا۔

(۳۳۵۹)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّهُ كَانَ يَجْتَنِي سِوَاكًا مِنَ الْأَرَاكِ، وَكَانَ دَقِيْقَ السَّاقَيْنِ، فَجَعَلَتِ الرِّيْحُ تَكْفَؤُهُ، فَضَحِكَ الْقَوْمُ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مِمَّ تَضْحَكُوْنَ؟)) قَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ۔ فَقَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ أُحُدٍ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسواک والے درخت سے ایک مسواک توڑ رہے تھے، وہ باریک پنڈلیوں والے تھے، ہوا کی وجہ سے کپڑا ٹانگوں سے ہٹ رہا تھا، لوگ ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کس چیز کو دیکھ کر ہنس رہے ہو؟'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ان کی پنڈلیوں کی باریکی کو دیکھ کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ترازو میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔'' یہ حدیث سیدنا

طَالِبٍ۔ (الصحيحة:٣١٩٢)

عبداللہ بن مسعود اور سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔

تخريج:أخرجه أحمد: ١/ ٤٢٠۔ ٤٢١، وابن سعد: ٣/ ١٥٥، وابن حبان: ٩/ ١٠٣/ ٧٠٢٩، وكذا الطيالسي: ٣٥٥، وأبويعلي: ٩/ ٢٠٩، والبزار: ٣/ ٢٤٩/ ٢٦٧٨، والحاكم: ٣/ ٢٤٨/ ٦٦٧٧، والطبراني في"الكبير": ٩/ ٧٥/ ٨٤٥٢، والطبراني في"المعجم": ١٩/ ٢٨/ ٥٩، وأبونعيم في"الحليلة": ١/ ١٢٧، والحاكم: ٣/ ٣١٧

(٣٣٦٠)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: لَمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوا وأَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔﴾ قال لی: قِيْلَ لِي: أَنْتَ مِنْهُمْ۔ (الصحيحة:٣٤٨٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ''ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں، اس چیز میں کوئی گناہ نہیں، جس کو وہ کھاتے پیتے ہیں، جبکہ وہ لوگ تقوی رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں، پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں، پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں، اللہ تعالی ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں۔'' (سورۂ مائدہ: ۹۳) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''مجھے کہا گیا ہے کہ تو بھی ان میں سے ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٤٧، والترمذي: ٣٠٥٣، والنسائي في"السنن الكبرى": ٦/ ٣٣٧/ ١١١٥٣، وابن جرير الطبري في"التفسير": ٧/ ٢٥، وكذا ابن أبي حاتم: ٤/ ١٢٠١/ ٦٧٧٦

(٣٣٦١)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((رَضِيْتُ لِأُمَّتِيْ مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ)) (الصحيحة: ١٢٢٥)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میں نے اپنی امت کے لیے وہی کچھ پسند کیا جو اس کے لیے ام عبد کے بیٹے نے پسند کیا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٣١٧۔ ٣١٨، وعنه ابن عساكر في"المجلس" ٢٨٠ من "الأمالي" ٣/ ٢، والطبرانی فی "الكبير"

**شرح**:......ام عبد کے بیٹے سے مراد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کے شاہد، جو سنداً منقطع ہے، میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ایک دفعہ تقریر کی اور اس میں حمد وثنا بیان کرنے کے بعد کہا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ رَبُّنَا، وَاَنَّ الْإِسْلَامَ دِيْنُنَا، وَاَنَّ الْقُرْآنَ إِمَامُنَا، وَإِنَّ الْبَيْتَ قِبْلَتُنَا، وَاَنَّ هٰذَا نَبِيُّنَا، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ

رَضِيْنَا مَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَنَا وَرَسُوْلُهُ، وَكَرِهْنَا مَا كَرِهَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَنَا وَرَسُوْلُهُ۔ (صحيحه: ١٢٢٥ کے تحت) ......لوگو! بیشک اللہ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے، قرآن ہمارا امام ہے، بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے، (نبی کریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ ہمارا نبی ہے، جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے لیے پسند کیا ہم بھی اس پر راضی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ ہمارے لیے ناپسند کیا، ہم نے بھی اسے ناپسند کیا۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے لیے وہی کچھ پسند کیا جو ابن ام عبد نے پسند کیا۔

## سیدنا عبداللہ کو اجازت دینے کا مخصوص انداز

(٣٣٦٢)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذْنُكَ عَلَيَّ أَنْ يُرْفَعَ الْحِجَابُ وَأَنْ تَسْتَمِعَ لِسَوَادِيْ حَتّٰى أَنْهَاكَ۔)) (الصحيحة: ١٤٢٧)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب پردہ اٹھا دیا جائے اور تو میرا وجود دیکھ لے تو تجھے اجازت ہوگی، الا یہ کہ میں منع کر دوں۔“

تخريج: رواه مسلم: ٧/ ٦، وابن ماجه: ١٣٨، وأحمد: ١/ ١/ ٣٨، ٣٩٤، ٤٠٤، وابن سعد: ٩/ ١٥٣، وأبو عبيد: ٨/ ١

**شرح**:...... قرآن وحدیث کے مختلف دلائل کی روشنی میں کسی کے گھر داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اجازت دینے کا ایک مخصوص انداز بتلایا تھا۔

## سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سنت کا پابند ہونا
## ذکر والی مجلس کو برا بھلا کہنے کی وجہ

(٣٣٦٣)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ: كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَجَاءَنَا أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ، فَقَالَ: أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بَعْدُ؟ قُلْنَا: لَا، فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيْعًا فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مُوْسٰى: يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! إِنِّيْ رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفًا أَمْرًا أَنْكَرْتُهُ، وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ إِلَّا

عمرو بن سلمہ ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم قبل از نمازِ فجر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے پر بیٹھا کرتے تھے، جب وہ نکلتے تو ہم ان کے ساتھ مسجد کی طرف چل پڑتے، ایک دن حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا: ابھی تک ابو عبد الرحمٰن (ابن مسعود) تمھارے پاس نہیں آئے؟ ہم نے کہا: نہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، (ہم انتظار کرتے رہے) حتی کہ حضرت عبداللہ تشریف لائے، جب وہ آئے تو ہم بھی ان کی طرف کھڑے ہو گئے۔ ابوموسی نے انھیں کہا: ابوعبدالرحمٰن! ابھی میں نے مسجد میں ایک چیز دیکھی ہے، مجھے اس پر بڑا تعجب

خَيْرًا، قَالَ: فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ: إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ قَالَ: رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوْسًا يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلَاةَ، فِي كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ، وَفِي أَيْدِيْهِمْ حَصًى، فَيَقُوْلُ: كَبِّرُوْا مِئَةً فَيُكَبِّرُوْنَ مِئَةً، فَيَقُوْلُ: هَلِّلُوْا مِئَةً، فَيُهَلِّلُوْنَ مِئَةً، وَيَقُوْلُ: سَبِّحُوْا مِئَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِئَةً، قَالَ: فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا اِنْتِظَارَ رَأْيِكَ، قَالَ: أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَّعُدُّوْا سَيِّئَاتِهِمْ، وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ شَيْءٌ؟ ثُمَّ مَضٰى وَمَضَيْنَا مَعَهُ، حَتّٰى أَتٰى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: مَاهٰذَا الَّذِيْ أَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالُوْا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! حَصًى نَعُدُّ بِهَا التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ وَالتَّسْبِيْحَ، قَالَ: فَعُدُّوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ، وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ! هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ مُتَوَافِرُوْنَ، وَهٰذِهٖ ثِيَابُهٗ لَمْ تَبْلَ، وَآنِيَتُهٗ لَمْ تُكْسَرْ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ، أَوْ مُفْتَتِحُوْ بَابِ الضَّلَالَةِ؟ قَالُوْا: وَاللّٰهِ يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ، قَالَ: وَكَمْ مِنْ مُّرِيْدٍ لِّلْخَيْرِ لَنْ يُصِيْبَهٗ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَنَا: ((إِنَّ قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ

ہوا، لیکن اللہ کے فضل سے وہ نیکی کی ہی ایک صورت لگتی ہے۔ انھوں نے کہا: وہ ہے کیا؟ ابوموسیٰ نے کہا: اگر آپ زندہ رہے تو خود بھی دیکھ لیں گے، میں نے دیکھا کہ لوگ حلقوں کی صورت میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کر رہے ہیں، ان کے سامنے کنکریاں پڑی ہیں، ہر حلقے میں ایک (مخصوص) آدمی کہتا ہے: سو (۱۰۰) دفعہ "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہو۔ یہ سن کر حلقے والے سو دفعہ "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سو (۱۰۰) دفعہ "سُبْحَانَ اللّٰه" کہو۔ یہ سن کر وہ سو دفعہ "سُبْحَانَ اللّٰه" کہتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا: اس عمل پر تو نے ان کو کیا کہا؟ ابوموسیٰ نے کہا: میں نے آپ کی رائے کے انتظار میں کچھ نہیں کہا۔ انھوں نے کہا: تو نے انھیں یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ (ایسے نیک اعمال کو) برائیاں شمار کریں اور یہ ضمانت کیوں نہیں دی کہ ان کی نیکیاں (کبھی بھی) ضائع نہیں ہوں گی (لیکن وہ ہوں نیکیاں)؟ پھر وہ چل پڑے، ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ ایک حلقے کے پاس گئے، ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: اے ابوعبد الرحمٰن! یہ کنکریاں ہیں، ہم ان کے ذریعے تکبیرات، تہلیلات اور تسبیحات کو شمار کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: ایسی (نیکیوں کو) برائیاں تصور کرو، میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمھاری نیکیوں میں سے کسی نیکی کو ضائع نہیں کیا جائے گا (بشرطیکہ وہ نیکی ہو)۔ اے امتِ محمد! تمھاری ناس ہو جائے، تم تو بہت جلد اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑ گئے ہو، ابھی تک تم میں اصحابِ رسول کی بھرپور تعداد موجود ہے، ابھی تک تمھارے نبی کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ان کے برتن ٹوٹے ہیں، (یعنی آپ ﷺ کی وفات کا زمانہ قریب ہی ہے)۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم لوگوں

الْـإِسْلَامِ كَـمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔)) وَأَيْـمُ اللّٰهِ مَا أَدْرِيْ لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ! ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلِمَةَ: فَرَأَيْنَا عَـامَّةَ أُولٰـئِكَ الْـحِلَـقِ يُـطَـاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ۔

(الصحيحة: ٢٠٠٥)

نے محمد (ا) کے دین سے بہتر دین کو اپنا رکھا ہے یا ضلالت و گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟ انھوں نے کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! ہمارا ارادہ تو نیکی کا ہی تھا۔ انھوں نے کہا: کتنے لوگ ہیں جو نیکی کا ارادہ تو کرتے ہیں، لیکن اس تک پہنچ نہیں پاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی تھی: ''بعض لوگ قرآن مجید کی تلاوت تو کریں گے، لیکن وہ تلاوت ان کے گلے سے نیچے (دل میں) نہیں اترے گی، وہ (بیگانے ہوکر) دین سے یوں نکلیں گے جیسے تیر شکار سے آر پار ہو جاتا۔'' اللہ کی قسم! مجھے تو کوئی سمجھ نہیں آ رہی، شاید تم میں سے اکثر لوگ (اسی حدیث کا مصداق) ہوں، پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: ہم نے ان حلقے والوں کی اکثریت کو دیکھا کہ وہ نہروان والے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہم پر نیزہ زنی کر رہے تھے۔

تخريج: أخرجه الدارمي: ١/ ٦٨-٦٩، وبحشل في "تاريخ واسط": ١٩٨ تحقيق عواد

**شرح**: ...... سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذکر کی کیفیت کو دیکھ کر ان کے عمل پر مردود ہونے کا فتوی دیا، کیونکہ اس اجتماعی ہیئت میں نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔

قرآن مجید سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے، اس کے نزول کا اصل مقصد لوگوں کی اصلاح ہے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ اس کتابِ عظیم کی تلاوت کی جائے اور اس کو سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ لیکن آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرما دی کہ کچھ لوگ قرآن مجید انتہائی خوبصورت آواز میں پڑھیں گے، لیکن یہ سارا کچھ حلق کے اوپر تک ہوگا، ان کے دلوں میں قرآن مجید کا ذرا برابر اثر نہیں ہوگا۔ جیسے تیر شکار سے خون آلودہ ہوئے بغیر پار ہو جاتا ہے اور ایسے صاف لگتا ہے کہ گویا یہ کسی شکار میں پیوست ہی نہیں ہوا، اسی طرح یہ لوگ خوش الحانی میں تلاوت تو کریں گے، لیکن ان کی جو حالت قبل از تلاوت ہوگی، وہی بعد از تلاوت ہوگی، یہ تلاوت کے دوران قرآن مجید سے متاثر نہیں ہوں گے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حلقوں کی صورت میں بیٹھ کر ذکر کرنے والوں کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کی وجہ سے میں نے اس حدیث کو صحیحہ میں قلمبند کیا ہے، تاکہ راستوں میں اور حلقوں کی صورت میں بیٹھ کر ذکر کرنے والوں کو متنبہ کیا جا سکے، کیونکہ جب ان لوگوں کے طریقے پر انکار کیا جاتا ہے تو یہ انکار کرنے والے پہ تہمت لگا دیتے ہیں کہ یہ لوگ تو ذکر کے منکر ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کا انکار کرنا تو کفر ہے، انکار اس ہیئت و کیفیت اور اجتماع و اکٹھ کا کیا جا رہا ہے، جو نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں مشروع نہیں تھا۔

غور تو کریں کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اِن لوگوں کی کس صفت پر انکار کیا تھا؟ ان کا یہ انکار ''سبحان

اللّٰہ" اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" پر نہیں تھا، بلکہ اس چیز پر تھا، جو نبی کریم ﷺ کے بعد ایجاد کر لی گئی تھی، یعنی معین دن میں یہ اکٹھ اور اس مخصوص کیفیت کے ساتھ ذکر کی مخصوص تعداد۔

ایک حلقے کا ایک سربراہ ہے، وہ ان کو اپنا خود ساختہ حکم دیتا ہے، گویا کہ اللہ تعالی کی طرف سے شریعت سازی کر رہا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ (سورۂ شوریٰ: ٢١) ......''کیا ان لوگوں نے ایسے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں، جنھوں نے ایسے احکامِ دین مقرر کر دیے ہیں، جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔''

آپ ﷺ کی فعلی اور قولی سنتوں کا لب لباب یہ ہے کہ انگلیوں کے پوروں پر اللہ تعالی کا ذکر کیا جائے۔

اس حدیثِ مبارکہ اور قصہ میں مذکورہ مزید شرح:......

عبادت کی کثرت کا اعتبار نہیں ہے، اصل معیار سنتِ رسول سے موافقت اور بدعت سے دوری کا ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اِقْتِصَادٌ فِي سُنَّةٍ، خَيْرٌ مِّنْ اجْتِهَادٍ فِي بِدْعَةٍ۔ ......سنت (کو اپناتے ہوئے) میانہ روی اختیار کرنا بدعت کے لیے کی گئی جدو جہد سے بہتر ہے۔

چھوٹی بدعت، بڑی بدعت کا سبب ہے۔ آپ غور کریں کہ اِن حلقوں والوں نے بعد میں خارجیوں کے گمراہ فرقے میں شمولیت اختیار کر لی تھی، جن کو خلیفۂ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ کیا کوئی عبرت حاصل کرنے والا ہے؟

(صحیحہ: ٢٠٠٥)

## سیدنا ہشام اور سیدنا عمرو رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(٣٣٦٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: ((اِبْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ: هِشَامٌ وَعَمْرٌو۔)) (الصحیحة: ١٥٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عاص کے دونوں بیٹے ہشام اور عمرو مؤمن ہیں۔''

تخریج: أخرجه احمد: ٢/ ٣٥٤، وابن سعد: ٤/ ١٩١، والحاکم: ٣/ ٤٥٢، وابو علی الصواف فی "حدیثه": ٣/ ٢/ ٢، وابن عساکر: ١٣/ ٥٢/ ١، عفان بن مسلم فی "حدیثه": ٢٣٨/ ٢

(٣٣٦٤م)۔ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((عَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ مِنْ صَالِحِيْ قُرَيْشٍ۔)) (الصحیحة: ٦٥٣)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''عمرو بن عاص قریش کے نیکوکار لوگوں میں سے ہے۔''

تخریج: أخرجه الترمذی: ٢/ ٣١٦، وأحمد: ١/ ١٦١، وأبو یعلی: ٢/ ١٨

(٣٣٦٥)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: سَمِعْتُ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((أَسْلَمُ النَّاسِ وَآمَنُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ۔)) (الصحيحة: ١٥٥)

نے فرمایا: ''لوگوں میں عمرو بن عاص زیادہ سلامتی والا اور امن والا ہے۔''

تخریج: رواه الرویانی فی "مسنده": ٩/ ٥٠/ ١۔٢، واحمد ٤/ ١٥٥، والترمذی: ٢/ ٣١٦

**شـــــــرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت کا بیان ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کے مومن ہونے کی شہادت دی، جس کا لازمی نتیجہ جنت ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ۔)) ......''صرف مومن جنت میں داخل ہوگا۔''

اس لیے عصرِ حاضر کے جو مخالفین سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ پر اس بنا پر طعن کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف بلکہ قتال کیا، ان کا یہ دعوی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سے ایمان کی نفی نہیں ہوتی، جیسے ان کی بیان کردہ فضیلت سے ان کی عصمت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ کہنا بہتر ہے کہ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف ان کے کسی اجتہاد کی وجہ سے تھا، نہ کہ خواہش پرستی کی وجہ سے۔ (صحیحہ: ١٥٥)

## سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٣٦٦)۔ عَنْ أَبِیْ حِبَّةَ الْبَدْرِیِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَبُوْ سُفْیَانَ بْنَ الْحَارِثِ خَیْرُ أَهْلِیْ۔))

(الصحيحة: ٨٢٠)

حضرت ابوحبہ بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوسفیان بن حارث میرے خاندان کا بہترین فرد ہے۔''

تخریج: أخرجه الحاکم: ٣/ ٢٥٥، ورواه الطبرانی فی "الکبیر" و "الاوسط"

**شـــــــرح** :......عبد المطلب کا ایک بیٹا حارث بھی تھا، اس لیے ابوسفیان آپ ﷺ کے چچازاد ہوئے اور وہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے، کیونکہ حلیمہ سعدیہ نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ ان کا نام مغیرہ یا سفیان تھا، یہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے، آپ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔

## اہل بدر کی فضیلت

(٣٣٦٧)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِیِّ، عَنْ أَبِیْهِ، وَكَانَ أَبُوْهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَجَدُّهُ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ۔ قَالَ: أَتَی جِبْرِیْلُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: مَاتَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِیْكُمْ؟ قَالَ: ((مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِیْنَ۔)) قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ فِیْنَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ۔

معاذ بن رفاعہ بن رافع زرقی اپنے باپ، جو بدری تھے اور ان کے دادا اہلِ عقبہ میں سے تھے، سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: کہ جبریل، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: تم لوگ جنگِ بدر میں شریک ہونے والوں (کا کیا مقام) سمجھتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سے افضل ترین۔'' جبریل نے کہا: اس جنگ میں جو فرشتے

(الصحيحة: ٢٥٢٨)

شریک ہوئے تھے وہ بھی اسی طرح (افضل ترین شمار کئے جاتے) ہیں۔

تخریج: أخرجه ابن أبی خیثمة فی "التاریخ": ٢٣٠، وأخرج البخاری: ٣٩٩٣ نحوه

**شرح**:......اس میں غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام کی عظمت وافضلیت کا بیان ہے۔

(٣٣٦٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ اللّٰهَ ـ عَزَّوَجَلَّ ـ (وَفِيْ لَفْظٍ: لَعَلَّ اللّٰهَ) اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔))

(الصحيحة: ٢٧٣٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالی نے بدر والوں پر نگاہ ڈالی اور فرمایا: جیسے چاہو عمل کرتے رہو، میں نے تم لوگوں کو بخش دیا ہے۔"

تخریج: أخرجه أبو داود: ٢/ ٢٦٥۔ التازية، وابن حبان: ٢٢٢٠۔ موارد والحاكم: ٤/ ٧٧، وابن أبی شیبة: ١٢٣٩٧، وأحمد: ٢/ ٢٩٥

**شرح**:......بدر میں شریک ہونے والے تمام صحابہ کرام کو بخش دیا گیا۔

## اولین مسلمان

(٣٣٦٩)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ تَبِعَكَ عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ؟ قَالَ: ((حُرٌّ وَعَبْدٌ۔)) قُلْتُ: مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: ((طِيْبُ الْكَلَامِ، وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ۔)) قُلْتُ: مَا الْإِيْمَانُ؟ قَالَ: ((اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ۔)) قَالَ: قُلْتُ: أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔)) قَالَ: قُلْتُ: أَيُّ الْإِيْمَانِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((خُلُقٌ حَسَنٌ۔)) قَالَ: قُلْتُ: أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((طُوْلُ الْقُنُوْتِ۔)) قَالَ: قُلْتُ: أَيُّ الْهِجْرَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَنْ تَهْجُرَ مَاكَرِهَ رَبُّكَ

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کس کس نے اس دین کے معاملے میں آپ کی اطاعت کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک آزاد نے اور ایک غلام نے۔" میں نے کہا: اسلام کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پاکیزہ کلام کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا (اسلام ہے)۔" میں نے کہا: ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبر کرنا اور نرم روی اختیار کرنا (ایمان ہے)۔" میں نے کہا: کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(وہ صاحبِ اسلام سب سے افضل ہے) جس کی زبان اور ہاتھ (کے شرّ) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔" میں نے کہا: کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسنِ اخلاق۔" میں نے کہا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لمبے قیام والی۔"

عَــزَّ وَجَــلَّ۔)) قَــالَ: قُلْــتُ: أَيُّ الْجِهَــادِ أَفْـضَـلُ؟ قَـالَ: ((مَنْ عُقِرَ جَوَادُهُ وَأُهْرِيْقَ دَمُـهُ۔)) قَالَ: قُلْتُ: أَيُّ السَّاعَاتِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ......)) (الصحيحة: ٥٥١)

میں نے کہا: کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ربّ کی ناپسندیدہ چیزیں ترک کر دینا۔'' میں نے کہا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(وہ مجاہد افضل ہے) جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں اور اس کا خون بہا دیا جائے۔'' میں نے کہا: کون سا وقت افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رات کا آخری حصہ (یا آخری رات کا درمیانہ حصہ)۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٨٥، وابن ماجه: ١٣٦٤

**شرح**:...... آزاد اور غلام سے مراد بالترتیب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں، عورتوں میں سب سے پہلے مسلمان ہونے والی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔

## قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی نبوی وصیت

(٣٣٧٠)۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا افْتَتَحْتُمْ مِصْرَ فَاسْتَوْصُوْا بِالْقِبْطِ خَيْراً، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا۔)) (الصحيحة: ١٣٧٤)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مصر فتح کر لو تو قبطیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آنا کیونکہ ان کے ساتھ عہد و پیمان اور رشتہ و قرابت ہے۔''

تخریج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٥٥٣، والطحاوي في "مشكل الآثار": ٣/ ١٢٤

(٣٣٧١)۔ عَـنْ أُمِّ سَـلِـمَةَ: أَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَوْصٰى عِنْدَ وَفَاتِهِ فَقَالَ: ((اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي قِبْطِ مِصْرَ، فَإِنَّكُمْ سَتَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ لَكُمْ عُدَّةً وَأَعْوَانًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة: ٣١١٣)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ سے ڈرنا، اللہ سے ڈرنا مصر کے قبطیوں کے بارے میں، عنقریب تم ان پر غالب آ جاؤ گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں تمھارے اعوان و انصار ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "الكبير": ٢٣/ ٢٦٥/ ٥٦١

**شرح**:...... حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور ام المومنین ماریہ رضی اللہ عنہا دونوں کا تعلق قبطیوں سے تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ان کا لحاظ کیا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے مومنوں کا اعوان و انصار بننا تھا۔

## امت کی آزمائش اور آپ ﷺ کی سفارش

(٣٣٧٢)۔ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُرِيْتُ مَاتَلْقٰى أُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ ، وَسَفْكَ بَعْضِهِمْ دِمَاءَ بَعْضٍ ، وَكَانَ ذٰلِكَ سَابِقًا مِنَ اللّٰهِ كَمَا سَبَقَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَهُمْ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يُوَلِّيَنِيْ شَفَاعَةً فِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَفَعَلَ۔)) (الصحيحة: ١٤٤٠)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے وہ آفات و مصائب دکھا دیے گئے ہیں جن میں میری امت مبتلا ہوگی، وہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ دراصل یہ اللہ تعالی کی طرف سے سبقت لے جانے والی چیز ہے، جیسا کہ سابقہ امتوں میں ہو چکا ہے۔ میں نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ وہ مجھے ان (امتیوں) کے حق میں سفارش کرنے کا موقع دے دے، اللہ تعالی نے میری دعا قبول کر لی۔''

تخريج: رواه ابن أبي عاصم في" السنة" ٧١/ ٢ ، وابن شران في"الأمالي" ٢٦/ ٢ ، والطبراني في"الأوسط"، وعنه ابن عساكر في"التاريخ" ٥/ ١١٦/ ٢ ، والحاكم في"المستدرك" ١/ ٦٨

**شرح**:...... مختلف احادیث میں بے شمار ایسی آزمائشوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے، جن میں امتِ مسلمہ نے مبتلا ہونا تھا، گزشتہ سوا چودہ صدیوں میں اس امت کو ان احادیث کا مصداق بنتے ہوئے دیکھا گیا، اس حدیث میں قتل کا ذکر کیا گیا، جس کا آغاز صحابہ کرام کے دور سے ہی ہو گیا تھا اور اس کے بعد آج تک ہر زمانے میں اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا رہا۔

## سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٣٧٣)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: ((أُسَامَةُ أَحَبُّ النَّاسِ ، مَاحَاشَا فَاطِمَةَ وَلَا غَيْرِهَا))۔ (الصحيحة: ٧٤٥)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سب سے زیادہ محبوب اسامہ (بن زید) ہے، فاطمہ وغیرہ سے بھی زیادہ۔''

تخريج:رواه الحاكم ٣/ ٥٩٦ ، وأبو أمية الطرسوسى فى"مسندابن عمر": ٢١٠/ ١ ، و الطبرانى فى "الكبير": ١/ ٢١/ ١ ، وابن عساكر: ٢/ ٣٤٣/ ١ ، ورواه احمد: ٢/ ٨٩ ، ١٠٦ دون الاستثناء

## سیدنا سواد رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کی محبت کا ایک انداز

(٣٣٧٤)۔ عَنْ حِبَّانَ بْنِ وَاسِعِ بْنِ حِبَّانَ ، عَنْ أَشْيَاخٍ مِنْ قَوْمِهٖ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَدَّلَ صُفُوْفَ أَصْحَابِهٖ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَفِيْ يَدِهٖ قَدْحٌ يُعَدِّلُ بِهِ الْقَوْمَ ، فَمَرَّ بِسَوَادِ

حبان بن واسع بن حبان اپنی قوم کے چند بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر والے دن صحابہ کی صفیں درست کیں، آپ ﷺ کے ہاتھ میں تیر تھا اس کے ذریعے صفیں سیدھی کر رہے تھے۔ آپ بنو عدی بن

بْـنِ غَـزِيَّةَ۔ حَلِيْفِ بَنِي عَدِيِّ بْنِ النَّجَّارِ، وَهُـوَ مُسْتَنْتِلٌ مِنَ الصَّفِّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ بِـالْقَدْحِ وَقَالَ: ((اِسْتَوِ يَا سَوَادُ!)) فَقَالَ: يَـارَسُـوْلَ الـلّٰهِ! أَوْجَعْتَنِيْ وَقَدْ بَعَثَكَ اللّٰهُ بِـالْـحَقِّ وَالْعَدْلِ، فَأَقِدْنِيْ، قَالَ: فَكَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ بَطْنِهِ، وَقَالَ: ((اِسْتَقِدْ۔)) قَـالَ: فَـاعْتَـنَـقَـهُ فَقَبَّلَ بَطْنَـهُ، فَقَـالَ: ((مَـاحَـمَـلَكَ عَلٰى هٰذَا يَا سَوَادُ؟)) قَالَ: يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ! حَضَرَ مَاتَرٰى، فَأَرَدْتُّ أَنْ يَّـكُـوْنَ آخِـرُ الْعَهْدِ بِكَ: أَنْ يَّمَسَّ جِلْدِيْ جِـلْدَكَ! فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِخَيْرٍ وَقَالَ لَهُ: ((اِسْتَوِ يَا سَوَادُ۔))

(الصحيحة: ٢٨٣٥)

نجار کے حلیف سواد بن غزیہ کے پاس سے گزرے، وہ صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اسے تیر کا چوکا لگایا اور فرمایا: ”سواد! سیدھے ہو جاؤ۔“ سواد نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے، حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کو حق و عدل کے ساتھ مبعوث کیا ہے، مجھے قصاص لینے دیجئے۔ آپ ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: ”قصاص لے لے۔“ میں آپ ﷺ کے ساتھ چمٹ گیا اور آپ ﷺ کے پیٹ کا بوسہ لے لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سواد! کس چیز نے تجھے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہے؟“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو کچھ سامنے ہے آپ دیکھ رہے ہیں، میں نے چاہا کہ (زندگی کے اختتام میں) میری جلد آپ کی جلد کے ساتھ لگے۔ پھر آپ ﷺ نے میرے لیے خیر و بھلائی کی دعا کی اور فرمایا: ”سواد! سیدھے ہو جاؤ۔“

تخریج: أخرجه ابن اسحاق في "السيرة": ٢/ ٢٦٦۔ سيرة ابن هشام، ومن طريقه أبو نعيم في "معرفة الصحابة": ق٣٠٣/ ١، وابن الأثير في "أسدالغابة": ٢/ ٣٣٢

**شرح**:...... یہ صحابہ کرام کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت تھی کہ موت کے دہانے پر کھڑے ہو کر بھی جس کی یاد ستاتی تھی۔

## قریش کی فضیلت

(٣٣٧٥)۔ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَـالَ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَبُـوْ بَكْرٍ فِيْ طَـائِـفَةٍ مِـنَ الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: فَجَاءَ فَكَشَفَ عَـنْ وَجْهِهِ فَقَبَّلَهُ وَقَالَ: فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ مَا أَطْيَبَكَ حَيًّـا وَمَيِّتًـا، مَـاتَ مُـحَمَّدٌ وَرَبِّ الْـكَـعْبَةِ! فَـذَكَـرَ الْـحَـدِيْثَ قَالَ: فَانْطَلَقَ اَبُـوْبَـكْـرٍ وَعُـمَرُ يَتَقَاوَدَانِ حَتّٰى اَتَوْهُمْ،

سیدنا حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ کے کسی گوشے میں (ایک آبادی میں) تھے۔ جب وہ آئے تو آپ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا، آپ کا بوسہ لیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کتنی پاکیزہ شخصیت ہیں، زندہ ہوں یا فوت شدہ۔ رب کعبہ کی قسم! محمد (ﷺ) فوت ہو گئے ہیں ...... پھر سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما انصاریوں کے پاس گئے،

فَتَكَلَّمَ أَبُوْبَكْرٍ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْأً أُنْزِلَ فِيْ الْأَنْصَارِ وَلَا ذَكَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ شَأْنِهِمْ إِلَّا وَذَكَرَهُ، وَقَالَ: وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا، وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا، سَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ۔)) وَلَقَدْ عَلِمْتَ يَا سَعْدُ! أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ۔وَأَنْتَ قَاعِدٌ۔: ((قُرَيْشٌ وُلَاةُ هٰذَا الْأَمْرِ، فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّهِمْ، وَفَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِهِمْ۔)) قَالَ لَهُ سَعْدٌ: صَدَقْتَ، نَحْنُ الْوُزَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْأُمَرَاءُ۔ رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ۔

(الصحيحة: ١١٥٦)

سیدنا ابو بکر نے ان سے بات کی اور ان کے بارے میں نازل ہونے والی تمام آیات اور احادیثِ رسول ذکر کر دیں، نیز کہا: (انصاریو!) تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں ان کے ساتھ چلوں گا۔“ سعد! تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم وہاں بیٹھے تھے: ”قریش اس (خلافت کے) معاملے کے ذمہ دار و حقدار ہیں، نیکو کار لوگ نیک قریشیوں کے تابع فرمان ہوں گے اور برے لوگ برے قریشیوں کے ماتحت ہوں گے۔“ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سچ کہہ رہے ہو، ہم وزرا ہیں اور تم امرا ہو۔ یہ حدیث سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ج ا رقم ١٨

(٣٣٧٦)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ مِنْ بَنِيْ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: جِئْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ فِيْ فِتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ أَنْ كُفَّ بَصَرُهُ فَوَجَدْنَا حَبْلًا مُعَلَّقًا فِيْ السَّقْفِ وَأَقْرَاصًا مَطْرُوْحَةً بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ خُبْزًا فَكُلَّمَا اسْتَطْعَمَ مِسْكِيْنٌ قَامَ جَابِرٌ إِلٰى قُرْصٍ مِنْهَا وَأَخَذَ الْحَبْلَ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمِسْكِيْنَ فَيُعْطِيَهُ، ثُمَّ يَرْجِعُ بِالْحَبْلِ حَتّٰى يَقْعُدَ، فَقُلْتُ لَهُ عَافَاكَ اللّٰهُ نَحْنُ إِذَا جَاءَ الْمِسْكِيْنُ أَعْطَيْنَا، فَقَالَ: إِنِّيْ أَحْتَسِبُ الْمَشْيَ فِيْ هٰذَا۔ ثُمَّ قَالَ: أَلَا

زید بن عبدالرحمٰن بن سعید بن عمرو بن نفیل، جن کا بنو عدی قبیلہ سے تعلق ہے، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں کچھ قریشی جوانوں سمیت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس وقت وہ نابینے ہو چکے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ چھت کے ساتھ ایک رسی لٹک رہی تھی اور ان کے سامنے روٹیاں یا ان کے ٹکڑے پڑے تھے۔ جب کوئی مسکین کھانا مانگتا ہے تو حضرت جابر ایک ٹکڑا اٹھاتے، رسی کو پکڑ کر اس کی رہنمائی میں مسکین تک پہنچتے، اسے وہ ٹکڑا تھماتے اور رسی کی رہنمائی میں ہی واپس آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ میں نے کہا: اللہ آپ کو صحت و عافیت سے نوازے، ہم یہ ٹکڑا (آسانی سے) مسکین کو پکڑا سکتے تھے (آپ نے ہمیں کہہ دینا تھا، خود کیوں تکلیف کی ہے)۔ انھوں نے کہا: دراصل

أُخْبِرُكُمْ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ا؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((إِنَّ قُرَيْشًا أَهْلُ أَمَانَةٍ، لَا يَبْغِيْهِمُ الْعَثَرَاتِ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمِنْخَرَيْهِ۔))

(الصحيحة: ١٦٨٨)

میں اجر وثواب کی نیت سے چل کر گیا ہوں، پھر کہا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی ایسی حدیث بیان نہ کروں، جو میں نے آپ ﷺ سے خود سنی؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں، (ضرور بیان کرو)۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک قریشی امانت والے ہیں، جو آدمی ان کے عیوب کی ٹوہ میں پڑ جائے گا، اللہ تعالی اسے نتھوں کے بل (اوندھے منہ) گرا دے گا۔

تخریج: رواہ ابن عساکر: ۳/ ۳۲۰/ ۱۔۲

**شرح:**...... دوسرے صحابہ کی طرح قریشیوں کی عیب جوئی کرنے سے منع کیا گیا۔

(٣٣٧٧)۔ عَنْ جَرِيْرٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلْمُهَاجِرُوْنَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَالطُّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ، وَالْعُتَقَاءُ مِنْ ثَقِيْفٍ، بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ۔))

(الصحيحة: ١٠٣٦)

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہاجرین دنیا وآخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور قریش اور ثقیف کے آزاد کئے ہوئے لوگ بھی دنیا وآخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔''

تخريج: رواه الطبراني في "الكبير" ١/ ٢٣٢/ ٢، وابويعلى: ٢٤١/ ٢، وابن حبان: ٢٢٨٧، وابن عدي: ١٥٨/ ١

**شرح:**...... طُلَقا سے مراد وہ لوگ ہیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اور عُتَقا سے مراد اونچی ذات کے قابل تکریم لوگ ہیں۔

اس حدیث میں مذکورہ تین لوگوں کی فضیلت وعظمت بیان کی گئی ہے کہ دنیا وآخرت میں ان کی دوستی برقرار رہے گی، جبکہ قیامت والے دن جگری یار بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔

(٣٣٧٨)۔ عَنْ أُمِّ هَانِىءٍ مَرْفُوْعًا: ((فَضَّلَ اللّٰهُ قُرَيْشًا بِسَبْعِ خِصَالٍ: (١) فَضَّلَهُمْ بِأَنَّهُمْ عَبَدُوْا اللّٰهَ عَشْرَ سِنِيْنَ لَا يَعْبُدُهُ إِلَّا قُرَشِيٌّ (٢) وَفَضَّلَهُمْ بِأَنَّهُ نَصَرَهُمْ يَوْمَ الْفِيْلِ وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ (٣) وَفَضَّلَهُمْ بِأَنَّهُ

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے قریش کو سات خصائل کی بنا پر فضیلت دی ہے: (۱) انھیں اس بنا پر فضیلت دی کہ انھوں نے دس سال تک اللہ تعالی کی عبادت کی، صرف قریشی اس کی عبادت کرتے تھے، (۲) انھیں اس وجہ سے فضیلت دی کہ اس نے

نَزَلَتْ فِيْهِمْ سُوْرَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ يَدْخُلْ فِيْهِمْ غَيْرُهُمْ :((لِإِيْلَافِ قُرَيْشٍ)) (قريش: ١-٤) وَفَضَّلَهُمْ بِاَنَّ فِيْهِمُ النُّبُوَّةَ (٥) وَالْخِلَافَةَ (٦) وَالْحِجَابَةَ (٧) وَالسِّقَايَةَ۔)) (الصحيحة:١٩٤٤)

ہاتھیوں والے لشکر کے دن ان کی مدد کی، حالانکہ وہ مشرک تھے، (۳) انھیں اس بنا پر فضیلت دی کہ ان کے بارے میں قرآن مجید کی ایک مکمل سورت ﴿لِاِیْلَافِ قُرَیْشٍ﴾ نازل کی، اس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں کیا، انھیں اس وجہ سے فضیلت دی کہ ان میں (۴) نبوت، (۵) خلافت، (۶) محافظت ونگرانی اور (۷) حاجیوں کو پلانا ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في"التاريخ الكبير": ١/ ١/ ٣٤١، وابن عدى فى "الكامل": ق٥/ ١، و الطبراني، والبيهقى فى "مناقب الشافعى": ١/ ٣٤

(٣٣٧٩)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي الْهُذَيْلِ قَالَ:كَانَ نَاسٌ مِنْ رَبِيْعَةَ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ لَتَنْتَهِيَنَّ قُرَيْشٌ اَوْلَيَجْعَلَنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ فِي جَمْهُوْرٍ مِنَ الْعَرَبِ وَغَيْرِهِمْ۔ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: كَذَبْتَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((قُرَيْشٌ وُلَاةُ النَّاسِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:١١٥٥)

عبداللہ بن ابو ہذیل نے کہا: ربیعہ قبیلہ کے کچھ لوگ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ بکر بن وائل قبیلہ کے ایک شخص نے کہا: قریش قبیلہ کے افراد (ان کاروائیوں سے) باز آ جائیں یا اللہ تعالی اس (خلافت والے) معاملے کو عرب کی اکثریت یا کسی اور کے حوالے کر دے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو جھوٹ بول رہا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''قریش خیر وشرّ میں روزِ قیامت تک لوگوں کے حکمران رہیں گے۔''

تخريج: رواه الروياني فى"مسنده": ٩/ ٥٠/ ١-٢، واحمد ٤/ ١٥٥، والترمذى: ٢/ ٣١٦

(٣٣٨٠)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ: ((اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هٰذَا الشَّأْنِ، مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ، وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ۔)) (الصحيحة:١٠٠٧)

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ لوگ اس (خلافت کے) معاملے میں قریشیوں کے تابع ہیں، مسلمان لوگ قریشی مسلمانوں کے تابع ہوں گے اور کافر لوگ قریشی کافروں کے تابع ہوں گے۔

تخريج: أخرجه البخاري: ٦/ ٤١٣، ومسلم: ٦/ ٢، والطيالسي: رقم ٢٣٨٠، وأحمد: ٢/ ٢٤٢

قریش ہمیشہ متبوع اور دوسرے ان کے تابع رہے، جب یہ کافر تھے تو لوگ کفر میں ان کے پیروکار تھے، جیسا کہ عام عرب لوگوں کا آپ ﷺ کے بارے میں خیال تھا کہ دیکھتے ہیں کہ ان کی قوم قریش کیا کرتی ہے، جب وہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تو عرب قبائل نے ان کی پیروی کرتے ہوئے جماعتوں کی شکل میں اسلام قبول کرنا

شروع کر دیا۔

(٣٣٨١)۔ قَال ﷺ: ((مَـنْ أَهَانَ قُرَيْشًا، أَهَـانَهُ اللّٰهُ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَاصٍ، وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ۔
(الصحيحة: ١١٧٨)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو قریش کو رسوا کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کر دے گا۔'' یہ حدیث سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا سعد بن ابو وقاص، سیدنا انس بن مالک اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تخریج:(١)۔ أما حديث عثمان؛ فأخرجه ابن حبان: ٢٢٨٨، وابن عساكر فی "تاريخ دمشق": ١٣/ ٢٩١/ ١، والحاكم: ٤/ ٧٤، واحمد: ١/ ٦٤

(٢)۔ وأما حديث سعد؛ فأخرجه الترمذی: ٢/ ٣٢٥، واحمد: ١/ ١٧١، ١٧٦، والحاكم

(٣)۔ وأما حديث أنس؛ فأخرجه البزار: ٢٨٨، وابو سعيد بن الاعرابی فی "معجمه": ١٠٩/ ١، والطبرانی فی "المعجم الكبير"

(٤)۔ وأما حديث ابن عباس؛ فأخرجه تمام فی "الفوائد": ١٠٢٩، وابو نعيم فی "تاريخ اصبهان": ٢/ ١٠٩

(٣٣٨٢)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔))
(الصحيحة: ١٠٠٦)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ خیر و شرّ میں قریشیوں کے ماتحت ہوں گے، (یعنی اگر قریشی نیک ہوئے تو لوگ بھی نیک ہوں گے اور اگر قریشی برے ہوئے تو لوگ بھی برے ہوں گے)۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ٢، وأحمد: ٣/ ٣٣١

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس قسم کی احادیث میں بعض ایسے قدیم گمراہ فرقوں، بعض مولفین اور بعض جدید احزابِ اسلامیہ کا ردّ کیا گیا ہے، جو خلیفہ میں عربی اور قریشی ہونے کی شرط نہیں لگاتے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ سلفیت کے دعویدار ایک شیخ نے (الدولة الاسلامية) کے نام سے ایک رسالہ لکھا، اس کے شروع میں خلیفہ کی تمام شروط لکھیں، ماسوائے اس شرط کے کہ وہ قریشی ہونا چاہیے، ظاہر بات تو یہی ہے کہ یہ احادیث اس کے علم میں نہ ہوں گی۔ جب میں نے ان کے سامنے ان احادیث کا ذکر کیا تو وہ مسکرانے لگے، لیکن اس موضوع پر نظر ثانی کرنے پر آمادگی کا اظہار نہ کیا،...... بہرحال ہر مؤلف کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر مضمون لکھتے وقت حق کا خیال رکھے اور حزبی اور سیاسی جانبداری کو ترجیح نہ دے اور جمہور کی موافقت یا مخالفت کا خیال نہ رکھے۔ واللہ ولی التوفیق۔ (صحیحہ: ١٠٠٧)

دورِ جاہلیت میں قریش کو جو شرف حاصل رہا، ان کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام نے اس کو برقرار رکھا اور اسے

عربوں کے بقیہ قبائل پر امامت وامارت میں مقدم قرار دیا۔

امام نووی نے کہا: ان اور اس موضوع سے متعلقہ دیگر احادیث میں واضح دلالت موجود ہے کہ خلافت قریش کے ساتھ مختص ہے، کسی دوسرے کو یہ منصب دینا ناجائز ہے، صحابہ کے عہد اور ان کے بعد والے زمانے میں اسی بات پر اجماع منعقد ہوا۔ اگر اہل بدعت نے مخالفت کی ہے تو ان کا ردّ کرنے کے لیے صحابہ کا اتفاق ہی کافی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ آخر زمانہ تک خلافت کا یہی حکم جاری رہے گا اور ابھی تک ایسے ہی ہوا۔

لیکن ملا علی قاری نے کہا: اشکال یہ ہے کہ اکثر علاقوں میں دو سو (۲۰۰) برسوں تک غیر قریشی حکمران رہے۔ تین جوابات دیے جا سکتے ہیں: احادیث میں مذکورہ خبر کو امر کے معنی میں لیا جائے یا پھر خبر کو درج ذیل حدیث کے ساتھ مقید کیا جائے:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ (خلافت والا) معاملہ قریش میں رہے گا، جب تک یہ دین (کے احکام) کو قائم رکھیں گے، مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے گا۔“ (بخاری) جب قریشی خلفا نے دین کی حرمتوں کو پامال کیا تو وہ خلافت سے محروم ہو گئے۔

اس لیے احادیث میں مذکورہ خبر کو امر کے معنی میں لیا جائے گا، یا پھر ”ناس“ سے مراد عرب لوگ ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۰/ ۳۳٤)

## ایک قریشی، دو غیر قریشیوں کے برابر کیوں؟

(۳۳۸۳)۔ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ لِلْقُرَشِيِّ مِثْلَيْ قُوَّةِ الرَّجُلِ مِنْ غَيْرِ قُرَيْشٍ۔)) فَقِيْلَ لِلزُّهْرِيِّ: بِمَ ذَاكَ؟ قَالَ بِنَبْلِ الرَّأْيِ۔ (الصحيحة: ۱٦۹۷)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قریشی خاندان کے فرد کی قوت دوسرے خاندانوں کے فرد سے دوگنا ہوتی ہے۔“ زہری سے کہا گیا کہ ایسا کس بنا پر ہے؟ انھوں نے کہا: عمدہ رائے کی بنیاد پر ہے۔

تخريج: أخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار": ٤/ ۲۰۳، وابن أبي عاصم في "السنة": ۱۵۰۸، وابن حبان: ۲۲۸۹، والحاكم: ٤/ ۷۲، والطيالسي: ۹۵۱، وعنه البيهقي في "معرفة السنن": صـ ۲۹، وأحمد: ٤/ ۸۱، ۸۳، وأبونعيم في "الحلية": ۹/ ٦٤

**شرح**:...... اس میں قریشی خاندان کی لوگوں کی بصیرت و بصارت اور فہم و فراست کا بیان ہے۔

## قریشی خواتین کی صفات اور فضیلت

(۳۳۸٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ امْرَأَةً مِنْ قَوْمٍ يُقَالُ لَهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک سودہ نامی صاحب اولاد عورت کو نکاح کا پیغام

سَوْدَةُ وَكَانَتْ مُصِيبَةً كَانَ لَهَا خَمْسَةُ صِبْيَةٍ أَوْ سِتَّةٌ مِنْ بَعْلٍ لَهَا مَاتَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَايَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟)) قَالَتْ:وَاللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ أَنْ لَا تَكُوْنَ أَحَبَّ الْبَرِيَّةِ إِلَيَّ وَلٰكِنِّيْ أُكْرِمُكَ أَنْ يَضْغُوْا هٰؤُلَاءِ الصِّبْيَةُ عِنْدَ رَأْسِكَ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، قَالَ: ((فَهَلْ مَنَعَكِ مِنِّيْ شَيْءٌ غَيْرُ ذٰلِكَ؟)) قَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ! قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَرْحَمُكِ اللّٰهُ، إِنَّ خَيْرَ نِسَاءٍ رَكِبْنَ أَعْجَازَ الإِبِلِ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ أَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِيْ صِغْرٍ، وَأَرْعَاهُ عَلٰى بَعْلٍ بِذَاتِ يَدٍ.))

(الصحيحة: ٢٥٢٣)

بھیجا، اس کے سابقہ فوت شدہ خاوند سے پانچ چھ بچے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تجھے کون سی چیز مجھ سے نکاح کرنے سے مانع ہے؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! آپ تمام مخلوقات میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، دراصل وجہ یہ ہے یہ بچے صبح وشام آپ کے پاس شور وغل مچاتے رہیں گے اور اس طرح آپ کے احترام و اکرام میں خلل پیدا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آیا اس کے علاوہ کوئی اور عذر بھی ہے جو تیرے لیے رکاوٹ بن رہا ہو؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! کوئی نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تجھ پر رحم فرمائے، بہترین عورتیں جو اونٹوں کی پشتوں پر سوار ہوتی ہیں وہ قریشی عورتیں ہیں، جو اپنی اولاد کے بچپنے میں اس کا بہت خیال رکھنے والی اور اپنے خاوندوں کے مال ومنال کی حفاظت کرنے والی ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٣١٨۔٣١٩

**شرح:**...... دو اوصاف کی بنا پر قریشی عورتوں کو سراہا گیا ہے، اس سے دوسری خواتین کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیے اور یہ دونوں ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔

(٣٣٨٥)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدِهٖ فِيْ صِغْرِهٖ، وَأَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ.))

(الصحيحة:١٠٥٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں وہ قریش کی نیک عورتیں ہیں، وہ اپنے بچوں کے حق میں انتہائی شفیق اور خاوند کے مال ومنال کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہیں۔''

تخريخ: اخرجه البخاری: ٤/ ١٣٩ معلقا، ٦/ ١٢٠، ١٩٣، ومسلم، واحمد: ٢/ ٢٦٩، ٢٧٥، ٣١٩، ٣٩٣، ٤٤٩

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ بیوی کی یہ دو خصوصیات انتہائی اہم ہیں: بچوں کے حق میں شفیق ہونا اور خاوند کی امانتوں کی حفاظت کرنا۔ یہی دو خصائل ہیں کہ جن کی بنا پر قریشی عورتوں کی مدح سرائی کی گئی۔

## آپ ﷺ نے قریشی صحابہ کو ترجیح دی

(۳۳۸۶)۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أُنْظُرُوْا قُرَيْشًا ، فَخُذُوْا مِنْ (وَفِي رِوَايَةٍ: فَاسْمَعُوْا) قَوْلَهُمْ ، وَذَرُوْا فِعْلَهُمْ۔)) (الصحيحة: ١٥٧٧)

حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قریش کو سامنے رکھو، ان کے اقوال سنو، (اور پیروی کرو) اور ان کے افعال کو نظر انداز کر دو۔''

تخريج: رواه الطحاوي في "مشكل الآثار": ٤/ ٢٠٥ ، وأحمد: ٤/ ٢٦٠ ، وابن أبي عاصم في "السنة": رقم ـ ١٥٤٣ ، وابن حبان: ١٥٦٨

**شرح:** ...... آپ ﷺ نے عام صحابہ کے بارے میں بھی یہی قانون پیش کیا ہے کہ ان کی حسنات و خیرات کو مدنظر رکھا جائے، ان کے بشری تقاضوں کو نظر انداز کر دو۔ جو صحابہ کرام کے بارے میں اپنا قبلہ درست رکھنا چاہتا، اس کے لیے اسی کلیہ میں عافیت ہے کہ وہ صحابہ کرام کے معائب و نقائص کے سلسلے کو ہی بند کر دے۔

## آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے قبیلۂ قریش کا فنا ہونا

(۳۳۸۷)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((أَسْرَعُ قَبَائِلِ الْعَرَبِ فَنَاءً قُرَيْشٌ ، وَيُوْشِكُ أَنْ تَمُرَّ الْمَرْأَةُ بِالنَّعْلِ فَتَقُوْلُ: إِنَّ هٰذَا نَعْلُ قُرَشِيٍّ۔)) (الصحيحة: ٧٣٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرب کے قبائل میں سب سے جلدی ہلاک ہونے والا قبیلہ قریش کا ہے، قریب ہے کہ ایک عورت ایک جوتے کے پاس سے گزرے اور کہے: یہ کسی قریشی آدمی کا جوتا ہے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٣٦

**شرح:** ...... ممکن ہے کہ جوتے سے آپ ﷺ کا مقصود قریشیوں کی کوئی علامت یا نشان ہو۔ اس نبوی ارشاد کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَا عَائِشَةُ قَوْمُكِ أَسْرَعُ أُمَّتِي بِي لِحَاقًا۔)) قَالَتْ: فَلَمَّا جَلَسَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَ كَ لَقَدْ دَخَلْتَ وَأَنْتَ تَقُوْلُ كَلَامًا ذَعَّرَنِي۔ قَالَ: ((وَمَا هُوَ؟)) قَالَتْ: تَزْعَمُ أَنَّ قَوْمِي أَسْرَعُ أُمَّتِكَ بِكَ لِحَاقًا ، قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قَالَتْ: وَمِمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: ((تَسْتَحْلِيْهِمُ الْمَنَايَا ، وَتَنَفَّسُ عَلَيْهِمْ أُمَّتُهُمْ۔)) قَالَتْ: فَقُلْتُ: فَكَيْفَ النَّاسُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَوْ عِنْدَكَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((دَبًى تَأْكُلُ شِدَادُهُ ضِعَافَهُ حَتَّى تَقُوْمَ عَلَيْهِمُ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ١٩٥٣)...... ''اے عائشہ! میری امت میں سے تیری قوم سب سے پہلے مجھے ملنے والی ہے۔'' وہ کہتی ہیں: جب آپ بیٹھ گئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ تشریف

لائے اور ایسی بات کہی ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کون سی بات؟'' انھوں نے کہا: آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کی امت میں سے میری قوم سب سے پہلے آپ سے ملنے والی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' انھوں نے کہا: ایسے کیوں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''موت ان کو میٹھا محسوس کرے گی اور ان کی قوم ان پر ٹوٹ پڑے گی۔'' انھوں نے کہا: تو پھر اس کے بعد یا اس وقت لوگوں کی کیا حالت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''ٹڈیوں کی طرح زور دار کمزوروں کو کھا جائیں گے (اور کوئی انصاف کرنے والا نہ رہے گا)، انہی لوگوں پر قیامت برپا ہو جائے گی۔

(مسند احمد: ٦/ ٨١، ٩٠، صحيحه: ١٩٥٣)

(٣٣٨٨)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ((اَوَّلُ النَّاسِ هَلَاكًا قُرَيْشٌ، وَاَوَّلُ قُرَيْشٍ هَلَاكًا اَهْلُ بَيْتِي۔)) (الصحيحة: ١٧٣٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قریش سب سے پہلے ہلاک ہوں گے اور قریشیوں میں میرے اہل بیت سب سے پہلے ختم ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه أبراهيم بن طهمان في "مشيخته": ١/ ٢٣٦/ ٢، والطبراني فى "الكبير"

## اسلم اور غفار قبائل کے حق میں دعا

(٣٣٨٩)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ، وَغِفَارُ غَفَرَاللّٰهُ لَهَا، أَمَا إِنِّيْ لَمْ أَقُلْهَا، وَلٰكِنْ قَالَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔)) (الصحيحة: ٣٩٨٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ''اسلم'' قبیلے کو سالم رکھے اور ''غفار'' قبیلے کو بخشے۔ خبردار! یہ میری بات نہیں، اللہ تعالی کی بات ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم :٧/ ١٧٧، والحاكم : ٤/ ٨٢

**شرح** :...... اس حدیث میں سالم اور غفار دونوں قبائل کے حق میں دعا کر کے ان کی منقبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ دونوں قبیلے بغیر کسی لڑائی کے مشرف باسلام ہوئے، چونکہ غفار قبیلے پر حاجیوں کی چوری کرنے کی تہمت تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اس کے لیے بخشش کی دعا کی۔

## بعض عرب قبائل کی فضیلت

(٣٣٩٠)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ثَلَاثٌ سَمِعْتُهُنَّ لِبَنِي تَمِيْمٍ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لَا أُبْغِضُ بَنِي تَمِيْمٍ بَعْدَهُنَّ أَبَداً: كَانَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَذْرٌ مُحَرَّرٍ مِنْ وُلَدِ إِسْمَاعِيْلَ فَسُبِيَ سَبْيٌ مِّنْ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بنو تمیم کے حق میں تین باتیں رسول اللہ ﷺ سے سنیں، ان تین باتوں کے بعد میں نے کبھی بھی بنو تمیم سے بغض نہیں رکھا۔ (وہ تین باتیں ہیں:) (۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی، اتنے میں بنو عنبر

بَنِي الْعَنْبَرِ ـ فَلَمَّا جِيْءَ بِذٰلِكَ السَّبِيِّ، قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ سَرَّكِ أَنْ تَفِي بِنَذْرِكِ فَأَعْتِقِي مُحَرَّراً مِنْ هٰؤُلَاءِ۔)) وَقَالَ: فَجَعَلَهُمْ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ وَجِيْءَ بِنَعَمٍ مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا رَآهُ رَاعَهُ حُسْنُهُ قَالَ: فَقَالَ: ((هٰذَا نَعَمُ قَوْمِي۔)) فَجَعَلَهُمْ قَوْمَهُ، قَالَ: وَقَالَ: ((هُمْ أَشَدُّ قِتَالاً فِي الْمَلَاحِمِ۔))

(الصحيحة: ٣١١٤)

کے کچھ لوگ قیدی بن گئے، جب انھیں لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اپنی نذر پورا کرنا چاہتی ہو تو ان میں سے ایک غلام آزاد کر دو۔'' یعنی آپ ﷺ نے ان کو اولادِ اسماعیل (علیہ السلام) قرار دیا۔ (۲) ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس صدقہ کے اونٹ لائے گئے، ان کے حسن و جمال نے آپ کو حیرت میں ڈال دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میری قوم کے اونٹ ہیں۔'' یعنی آپ ﷺ نے ان کو اپنی قرار دیا۔ نیز فرمایا: (۳) ''وہ گھمسان کی جنگوں میں سخت لڑائی کرنے والے ہیں۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٨٤، والبيهقي: ٩/ ٧٥، وأخرجه مسلم: ٧/ ١٨١۔ ولم يسق بتمامه وانما ساق منه جملة الملاحم وأحال سائره على حديث قبله من رواية ابى زرعة قال: قال ابوهريرة ...... فذكر الحديث بتمامه نحوه، وهكذا اخرجه البخاري: ٢٥٤٣

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی محبت ونفرت کی بنیاد محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ کے اقوال و افعال تھے، آپ ﷺ نے جس چیز کو اچھا قرار دیا، انھوں نے اس کی اچھائی کے تقاضے پورے کر دیے اور آپ ﷺ نے جس چیز کو برا قرار دیا، انھوں نے اس کو برا سمجھنے کے تقاضے پورے کر دیے۔

بخاری ومسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بنوتمیم کے تین خصائل کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دجال پر میری امت میں سے سب سے زیادہ سخت لوگ یہ (بنوتمیم) ہوں گے۔'' جب ان کے صدقات نبی کریم ﷺ کو موصول ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔'' اس قبیلے کے کچھ قیدی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''ان کو آزاد کر دے، کیونکہ یہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔''

آپ ﷺ نے اپنی طرف ان کی نسبت کر کے ان کا شرف بیان کیا ہے۔

(۳۳۹۱)۔ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَأَشْجَعُ، وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ بَنِي كَعْبٍ مَوَالِيَّ دُوْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مَوْلَاهُمْ۔))

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلم، غفار، اشجع، مزینہ، جہینہ اور بنوکعب کے قبائل دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مخلص دوست ہیں اور ان کے دوست اللہ اور اس کا رسول ہیں۔''

(الصحيحة: ١٤٥٥)

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٤١٧، والحاكم: ٤/ ٨٢، وأخرجه مسلم: ٧/ ١٧٨ بلفظ ((الانصار)) مكان ((اسلم))

(٣٣٩٢)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَهْدٰى رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ نَاقَةً مِنْ إِبِلِهِ الَّتِيْ كَانُوْا أَصَابُوْا بِـ(الْغَابَةِ) فَعَوَّضَهُ مِنْهَا بَعْضَ الْعِوَضِ، فَتَسَخَّطَهُ، فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى هٰذَا الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: ((إِنَّ رَجُلاً مِنَ الْعَرَبِ يُهْدِيْ أَحَدُهُمُ الْهَدِيَّةَ، فَأُعَوِّضُهُ مِنْهَا بِقَدَرِ مَا عِنْدِيْ ثُمَّ يَتَسَخَّطُهُ، فَيَظَلُّ يَتَسَخَّطُ عَلَيَّ، وَأَيْمُ اللّٰهِ لَاأَقْبَلُ بَعْدَ مَقَامِيْ هٰذَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْعَرَبِ هَدِيَّةً إِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ أَوْ أَنْصَارِيٍّ، أَوْثَقَفِيٍّ، أَوْ دَوْسِيٍّ۔))

(الصحيحة: ١٦٨٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی، جو اسے جنگل میں ملی تھی، کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہدیے کا جواب دیا، لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابی عطیے کو کم سمجھنے اور ناراض ہونے لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر پر ارشاد فرمایا: ''بعض عرب مجھے ہدیہ پیش کرتے ہیں، میں حسبِ استطاعت ان کا جواب بھی دیتا ہوں، لیکن وہ میری چیز کو (معمولی سمجھ کر) خاطر میں نہیں لاتے اور ناراض ہونے لگ جاتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں آج کے بعد قریشی، انصاری، ثقفی اور دوسی کے علاوہ کسی عرب کا کوئی ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٥٩٦، وعنه الترمذي: ٢/ ٣٣٠، ورواه ابوداود: ٣٥٣٧ مختصرا

**شرح:** ...... ہدایا وتحائف کا مقصد آپس میں محبت کا فروغ ہونا چاہئے، یہ خصلت حمیدہ نہیں ہے کہ آدمی ہدیہ دے کر اس کے عوض لالچ میں پڑ جائے، اس طرح کرنے سے محبت میں اضافے کی بجائے نفرت بڑھے گی۔ بعض لوگ طبعی اور خاندانی طور پر اعلی مزاج کے مالک ہوتے ہیں، وہ گھٹیا حرکتوں سے باز رہتے ہیں، اسی چیز کو مدنظر رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایک قبیلوں کی تعریف کی ہے۔

(٣٣٩٣)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: كَانَ يَعْرِضُ يَوْمًا خَيْلًا، وَعِنْدَهُ عُيَيْنَةُ بْنُ حَصْنِ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنَا أَفْرَسُ بِالْخَيْلِ مِنْكَ۔)) فَقَالَ عُيَيْنَةُ: وَأَنَا أَفْرَسُ بِالرِّجَالِ

سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھوڑا پیش کر رہے تھے آپ کے پاس عیینہ بن حصن بن بدر فزاری تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''میں تیری بہ نسبت گھوڑوں کے امور کا زیادہ ماہر ہوں۔'' عیینہ نے کہا: میں آپ کی بہ نسبت مردوں کے امور کا

مِـنْكَ۔ فَـقَـالَ لَـهُ الـنَّبِـيُّ ﷺ: ((وَكَيْفَ ذَاكَ؟)) قَالَ: خَيْرُ الرِّجَالِ رِجُلًا يَحْمِلُوْنَ سُيُـوْفَهُـمْ عَـلٰـى عَـوَاتِـقِهِـمْ، جَـاعِلِيْنَ رِمَـاحَهُـمْ عَلٰى مَنَاسِجِ خُيُوْلِهِمْ، لَابِسُوْا الْبُـرُوْدِ مِـنْ اَهْـلِ نَـجْـدٍ۔ فَـقَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَـذَبْـتَ، بَـلْ خَيْـرُ الرِّجَالِ رِجَـالُ اَهْـلِ الْيَمَنِ، وَالْاِ يْمَانُ يَمَانٍ اِلٰى لَـخْـمٍ وَجُـذَامَ وَعَـامِلَةَ، وَمَأْكُوْلُ حِمْيَرَ خَيْـرٌ مِّـنْ آكِـلِهَا، وَحَضْرَ مُوْتُ خَيْرٌ مِنْ بَـنِـيْ الْـحَـارِثِ، وَقَبِيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ قَبِيْلَةٍ، وَقَبِـيْـلَةٌ شَـرٌّ مِـنْ قَبِيْلَةٍ، وَاللّٰهِ مَا أُبَالِيْ اَنْ يَّهْـلِكَ الْـحَـارِثَـانِ كِلَا هُـمَـا، لَعَنَ اللّٰهُ الْـمُـلُـوْكَ الْاَرْبَعَةَ: جَمْدَاءَ، وَمِخْوَسَاءَ، وَمِشْـــرَخَـــاءَ، وَأَبْــضَـعَةَ، وَأُخْتَهُـمُ الْعَمَرَّدَةَ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ اَلْـعَـنَ قُرَيْشًا مَرَّتَيْنِ، فَلَعَنْتُهُمْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اُصَـلِّـيَ عَـلَيْهِـمْ، فَـصَـلَّيْـتُ عَلَيْهِمْ مَـرَّتَيْـنِ۔)) ثُـمَّ قَالَ: ((عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ غَيْرَ قَيْسٍ وَجَعْدَةَ وَعُصَيَّةَ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((لَاَسْلَمُ وَ غِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَاَخْلَا طُهُمْ مِـنْ جُهَيْنَةَ، خَيْـرٌ مِـنْ بَـنِـيْ اَسَدٍ وَتَمِيْمٍ وَغَـطَـفَانَ وَهَوَازِنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْـقِيَـامَةِ......۔)) ثُمَّ قَالَ: ((شَرُّ قَبِيْلَتَيْنِ فِيْ الْعَرَبِ نَجْرَانُ وَبَنُوْ تَغْلِبَ، وَاَكْثَرُ الْقَبَائِلِ فِيْ الْجَنَّةِ مُذْحَجُ وَمَأْكُوْلٌ۔))

(الصحيحة: ٢٦٠٦، ٣١٢٧)

زیادہ ماہر ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' اس نے کہا: نجدی لوگ سب سے بہتر ہیں انھوں نے اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی ہیں، اپنے نیزوں کو اپنے گھوڑوں پر سجا رکھا ہے اور دھاری دار چادریں زیبِ تن کر رکھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے خلافِ حقیقت بات کی ہے، یمنی لوگ سب سے بہتر ہیں، ایمان تو یمنی قبائل: لخم، جذام اور عاملہ میں پایا جاتا ہے، حمیر کا ماکول قبیلہ آکل سے بہتر ہے اور حضر موت، بنو حارث سے بہتر ہے (اور ایسے ہوتا رہتا ہے کہ) ایک قبیلہ دوسرے کی بہ نسبت اچھا ہوتا ہے اور ایک قبیلہ دوسرے کی بہ نسبت برا ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے حارث کے دونوں قبائل کے ہلاک ہوجانے کی کوئی پروانہیں۔ اللہ تعالی نے ان چار بادشاہوں پر لعنت کی ہے: جمداء، مخوساء، مشرخاء، ابضعہ اور ان کی بہن عمردہ۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میرے ربّ نے مجھے حکم دیا کہ میں قریشیوں پر دو دفعہ لعنت کروں اور پھر مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لیے دعائے رحمت کروں، سو میں نے ان کے حق میں دو دفعہ دعائے رحمت کی۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''عصیہ، قیس اور جعدہ قبیلوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن اللہ تعالی کے ہاں اسلم، غفار، مزینہ اور ان کے جہینہ سے ملے جلے قبائل ان قبائل سے بہتر ہوں گے: بنو اسد، تمیم، غطفان اور ہوازن۔'' پھر فرمایا: ''نجران اور بنو تغلب عرب کے بدترین قبائل ہیں اور (دوسرے قبائل کی بہ نسبت) مذحج اور ماکول قبیلوں کی تعداد سب سے زیادہ جنت میں جائے گی۔''

٢٦٠٦:تخریج: أخرجه الامام أحمد: ٤/ ٣٨٧

٣١٢٧:تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ٤/ ٣٨٧، والسياق له، والحاكم: ٤/ ٨١، وأخرج النسائى فى "السنن الكبرى": ٥/ ٩٢/ ٨٣٥١ الجملة الاخيره منه دون قوله: ((ومأكول......))

(٣٣٩٤)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((لَاَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَرِجَالٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَ جُهَيْنَةَ خَيْرٌ مِنَ الْحَلِيْفَيْنِ، غَطْفَانَ وَ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ۔)) قَالَ: فَقَالَ عُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ: وَاللّٰهِ! لَاَنْ اَكُوْنَ فِيْ هٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ۔ يَعْنِيْ: غَطْفَانَ وَبَنِيْ عَامِرٍ۔ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ۔

(الصحيحة :٣٢١٢)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلم، غفار، مزینہ قبیلے کے آدمی اور جہینہ ان دو حلیف قبائل سے بہتر ہیں: غطفان اور بنو عامر بن صعصعہ۔'' عیینہ بن بدر نے کہا: اللہ کی قسم! غطفان اور بنو عامر کے ساتھ آگ میں جانا دوسروں کے ساتھ جنت میں رہنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔

تخريج: أخرجه البزار: ٣/ ٣٠٨/ ٢٨١٤

**شرح**:...... جہاں اول الذکر قبائل کو اسلام میں سبقت نصیب ہوئی، وہاں یہ خوبصورت انداز میں احکام شریعت کی پیروی کرنے والے بھی تھے۔

## نخع قبیلے کی فضیلت

(٣٣٩٥)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: ((شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْ لِهٰذَا الْحَيِّ مِنَ النَّخْعِ، اَوْقَالَ: يُثْنِيْ عَلَيْهِمْ، حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ رَجُلٌ مِنْهُمْ۔)) (الصحيحة:٣٤٣٥)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری موجودگی میں نخع قبیلے کے لیے دعا کی اور ان کی (اس انداز میں) تعریف کی کہ میں نے چاہا کہ میں بھی اس قبیلے کا فرد ہوتا۔

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ١/ ٤٠٣، والبزار: ٤/ ٢٣٥/ ١٨٤٨، والطبرانى فى "المعجم الكبير": ١٠/ ١٦٣/ ١٠٢١٢

## قبیلہ حضر موت کی فضیلت

(٣٣٩٦)۔ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((حَضْرَمُوْتَ خَيْرٌ مِّنْ بَنِيْ الْحَارِثِ۔)) (الصحيحة: ٣٠٥١)

ابن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضر موت، بنو حارث سے بہتر ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن عبدالحكم في "فتوح مصر": صـ ١٢٤، وأخرجه احمد: ٤/ ٣٨٧ موصولا من

حديث عمرو بن عبسة مرفوعا، والحاكم: ٤/ ٨١

## قبیلہ عبد القیس کی فضیلت

(٣٣٩٧)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((خَيْرُ اَهْلِ الْمَشْرِقِ عَبْدُ الْقَيْسِ، اَسْلَمَ النَّاسُ كَرْهًا، وَاَسْلَمُوْا طَائِعِيْنَ۔)) (الصحيحة:١٨٤٣)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اہل مشرق میں سے بہترین قبیلہ عبد القیس ہے، (کیونکہ دوسرے) لوگوں نے مجبوراً اسلام قبول کیا اور انھوں نے برضا ورغبت۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٢٣٠١، والطبراني: رقم ١٢٩٧٠، والبزار كما في "المجمع": ١٠/ ٤٩، ولكن ليس عند الطبراني والبزار الشطر الثاني منه

## ازدی لوگوں کی فضیلت

(٣٣٩٨)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((نِعْمَ الْقَوْمُ الْاَزْدُ، طَيِّبَةٌ اَفْوَاهُهُمْ، بَرَّةٌ أَيْمَانُهُمْ، نَقِيَّةٌ قُلُوْبُهُمْ۔)) (الصحيحة: ١٠٣٩)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ازدی لوگ بہترین قوم ہیں، وہ شیریں زبان، قسمیں پوری کرنے والے اور صاف دل ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٥١، ورواه ابن وهب في "الجامع" دون قوله ((برة أيمانهم))

**شرح**:...... آپ ﷺ کی مراد ''ازدشنوءۃ'' تھی، یہ ایک یمنی قبیلہ تھا اور ازد بن غوث بن لیث کی اولاد تھے۔

## سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ حضرت جبریل علیہ السلام کے مشابہ تھے

(٣٣٩٩)۔ عَنِ ابْنِ شُهَابٍ مُرْسَلاً: ((أَشْبَهُ مَارَأَيْتُ بِجِبْرَائِيْلَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ۔)) (الصحيحة: ١١١١)

ابن شہاب مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جبریل کے سب سے زیادہ مشابہ دحیہ کلبی کو پایا۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد: ٤/ ٢٥٠

**شرح**:...... حضرت جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں نبی کریم ﷺ کے پاس آتے تھے تو ان کی شکل وصورت صحابیٔ رسول سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ سے ملتی جلتی تھی۔

## بعد میں آنے والے فرزندان امت کی آپ ﷺ سے شدید محبت

(٣٤٠٠)۔ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَشَدُّ أُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ أَوْ يَخْرُجُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے،

أَعْطَى أَهْلَهُ وَمَالَهُ وَأَنَّهُ رَآنِي۔)) (الصحيحة: ١٤١٨)

ان میں سے ہر ایک چاہے گا کہ مجھے دیکھنے کے لیے اپنے اہل وعیال اور مال ومنال قربان کر دے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ١٥٦و ١٧٠

**شـــــرح** :...... آپ ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے بعض فرزندانِ امت کے قابل قدر جذبات کا اظہار کیا گیا ہے، ہم بھی اس حدیث کا مصداق بن سکتے ہیں، اللہ تعالی توفیق عطا فرمائے۔

(٣٤٠١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوِ اشْتَرَى رُؤْيَتِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ۔)) (الصحيحة: ١٦٧٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں میرے بعد ایسے لوگ بھی آئیں گے، کہ جن کی چاہت یہ ہوگی کہ وہ اپنے اہل وعیال اور مال ومنال کا فدیہ دے کر میری زیارت کر لیں۔''

تخریج: أخرج الحاكم: ٤/ ٨٥، وأخرجه مسلم: ٨/ ١٤٥ بلفظ: ((من أشد لي حبا ناس يكونون بعدي، يود احدهم لو رآني بأهله وماله۔)) وتقدم في الصحيحة برقم: ١٤١٨

**شرح** :...... اس حدیث میں ان لوگوں کو سراہا گیا ہے جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد مشرف بہ اسلام ہوں گے اور آپ ﷺ کے دیدار کے شدید خواہش مند ہوں گے، ہم بھی زمانہ کے اعتبار سے ایسے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، اللہ تعالی ہمیں سچا محبِ رسول بنا دے۔

## سیدنا عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٠٢)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ كِتَابُ رَجُلٍ فَقَالَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْأَرْقَمِ: ((أَجِبْ عَنِّي۔)) فَكَتَبَ جَوَابَهُ ثُمَّ قَرَأَهُ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((أَصَبْتَ وَأَحْسَنْتَ، اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُ۔)) فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ كَانَ يُشَاوِرُهُ۔ (الصحيحة: ٢٨٣٨)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو ایک آدمی کا خط موصول ہوا، آپ نے عبد اللہ بن ارقم کو حکم دیا کہ: ''میری طرف سے جواب دو۔'' انھوں نے جواب لکھا اور آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے بہت خوب جواب لکھا ہے، اے اللہ! (عبد اللہ) کو توفیق عطا فرما۔'' جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

تخریج: أخرجه الحاكم في"المستدرك": ٣/ ٣٣٥

**شـــرح** :...... سیدنا عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کی سعادت بھی مسلّم ہے، لیکن خلیفۂ رسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے انتخاب کا معیار قابل غور ہے، کہ انھوں نے کس فرد کو مشاورت کے لیے منتخب کیا، اس کو کہ نبی کریم ﷺ نے جس کی

اصابت و درستی کی تعریف کرتے ہوئے اس کے لیے فقاہت میں اضافے کی دعا کی۔ بس یہی خوبیاں تھیں کہ اسلام نے سیدنا فاروق کو اپنا محسن تسلیم کیا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ۔

## سیدنا ابو دحداح رضی اللہ عنہ کی نفع بخش تجارت

(٣٤٠٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِفُلَانٍ نَخْلَةً، وَأَنَا أُقِيْمُ نَخْلِيْ بِهَا، فَمُرْهُ أَنْ يُعْطِيَنِي إِيَّاهَا حَتّٰى أُقِيْمَ حَائِطِيْ بِهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَعْطِهَا إِيَّاهُ بِنَخْلَةٍ فِي الْجَنَّةِ۔)) فَأَبٰى، وَأَتَاهُ أَبُو الدَّحْدَاحِ فَقَالَ: بِعْنِيْ نَخْلَكَ بِحَائِطِيْ، قَالَ: فَفَعَلَ، قَالَ: فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ قَدِ ابْتَعْتُ النَّخْلَةَ بِحَائِطِيْ، فَاجْعَلْهَا لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَمْ مِنْ عِذْقٍ دَوَّاحٍ لِأَبِي الدَّحْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ۔)) مِرَارًا۔ فَأَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ: يَاأُمَّ الدَّحْدَاحِ! اُخْرُجِيْ مِنَ الْحَائِطِ فَإِنِّيْ بِعْتُهُ بِنَخْلَةٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَتْ: قَدْ رَبِحْتَ الْبَيْعَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا۔

(الصحيحة: ٢٩٦٤)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! (فلاں مقام پر) فلاں آدمی کی کھجور ہے، میں بھی اس کے ساتھ کھجوریں لگا رہا ہوں، آپ اسے کہیں کہ وہ کھجور مجھے دے دے تاکہ میں اپنے باغ کی دیوار بنا سکوں۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''وہ کھجور اسے دے دے، تجھے اس کے عوض جنت میں کھجور ملے گی۔'' لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ابو دحداح اس کے پاس پہنچے اور کہا کہ کھجور کا درخت مجھے میرے باغ کے بدلے فروخت کر دے، اس نے ایسے ہی کیا۔ ابو دحداح آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں کھجور کا درخت اپنے باغ کے عوض خرید لیا ہے، اب آپ یہ درخت اُس (ضرورت مند) آدمی کو دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو دحداح کے لیے جنت میں کئی بڑے بڑے اور لمبے لمبے کھجوروں کے گچھے ہیں۔'' آپ ﷺ نے یہ جملہ کئی دفعہ دوہرایا۔ ابو دحداح اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا: اے ام دحداح! باغ سے نکل جا، میں نے اسے جنت کے کھجور کے درخت کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ اس نے کہا: تو نے تو نفع مند تجارت کی ہے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ١٤٦، وابن حبان: ٢٢٧١۔ موارد، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٢/ ٣٠٠/ ٧٦٣، والحاكم: ٢/ ٢٠، ومن طريقه البيهقي: ٣/ ٢٤٩/ ٣٤٥١، والضياء المقدسي في "المختارة": ١/ ٥١٥

**شرح**:...... سبحان اللہ! ابو دحداح رضی اللہ عنہ کی رغبت اور ام دحداح کی مدح سرائی۔ ایسے جوڑے ہوں تو جنت میں جانا آسان ہو جاتا ہے۔

## بغیر حساب وکتاب کے داخل ہونے والے فرزندانِ امت

(٣٤٠٤)۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُعْطِيْتُ سَبْعِيْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَاسْتَزَدْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فَزَادَنِي مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِيْنَ أَلْفًا۔)) قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: فَرَأَيْتُ أَنَّ ذٰلِكَ آتٍ عَلٰى أَهْلِ الْقُرٰى، وَمُصِيْبٌ مِنْ حَافَّاتِ الْبَوَادِيْ۔ (الصحيحة: ١٤٨٤)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان کے چہرے بدر والی رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان کے دل ایک انسان کے دل کی مانند ہوں گے۔ جب میں نے اپنے ربّ سے مزید مطالبہ کیا تو اس نے ہر ایک کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد کا اضافہ کر دیا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ چیز بستیوں والوں پر آئے گی اور دیہاتوں کے کناروں تک جا پہنچے گی۔

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٦

**شرح** :...... اس حدیث کے مطابق چار عرب، نوے کروڑ اور ستر ہزار (٤،٩٠،٠٠،٧٠،٠٠٠) افراد حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ (سبحان اللہ) یہ کون لوگ ہیں؟ ان کی صفات کیا ہیں؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر سابقہ امتیں پیش کی گئیں، ............۔ پس میں نے ایک بہت بڑا لشکر دیکھا، جبریل نے مجھے کہا: یہ آپ کی امت ہے اور ان کے سامنے جو ستر ہزار افراد ہیں، ان کا کوئی حساب وکتاب نہیں ہے۔ میں نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں، جو نہ داغ لگواتے ہیں، نہ دم کرواتے ہیں، نہ برا شگون لیتے ہیں اور اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔'' (بخاری: ٦٥٤١، مسلم: ٢٢٠)

ہماری شریعت میں دم کروانا، زخم پر داغ لگانا اور علاج کروانا جائز ہے، لیکن توکل کی اعلی قسم یہ ہے کہ ان سے بھی گریز کرتے ہوئے معاملے کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیا جائے۔ یعنی جس نے بیماری لگائی، وہی دور کرے گا۔

(٣٤٠٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((سَأَلْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ الشَّفَاعَةَ لِأُمَّتِيْ، فَقَالَ لِي: لَكَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، فَقُلْتُ: يَا اَللّٰهُ زِدْنِي، فَقَالَ: فَإِنَّ لَكَ هٰكَذَا، فَحَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ۔)) (الصحيحة: ١٨٧٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اللہ تعالی سے اپنی امت کے حق میں سفارش کرنے کا سوال کیا۔ اللہ تعالی نے مجھے کہا: تیری امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ میں نے کہا: اے اللہ! میرے لیے اضافہ فرما۔ اللہ تعالی نے کہا: تجھے اتنے اور عطا کر دیتا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنے سامنے سے، دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے چلو بھر کر (تمثیل پیش کی)۔

تخریج: رواه البغوي في "حديث علي بن الجعد": ١٢/ ١٦٦/ ٢، والآجری فی "الشريعة": صـ ٣٤٣

(٣٤٠٦)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوْعًا: ((صَفْوَةُ اللّٰهِ مِنْ أَرْضِهِ الشَّامِ، وَفِيْهَا صَفْوَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ وَعِبَادِهِ، وَلَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي ثُلَّةٌ لا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ۔)) (الصحيحة: ١٩٠٩)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی زمین میں سے اس کا انتخاب شام کی سرزمین ہے اور شام میں کئی بندگانِ خدا اللہ تعالی کے پسندیدہ لوگ ہیں اور میری امت میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو بغیر حساب وکتاب اور عذاب وعقاب کے جنت میں داخل ہو گی۔''

تخریج: أخرجه ابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١/ ١٠٧ من طريق الطبراني، وهذا في "المعجم الكبير": رقم ـ ٧٧٩٦، والطبرانی: ٧٧١٨

**شرح:** ...... حدیث میں سرزمینِ شام اور اہل شام کو سراہا گیا، ماضی میں یہ علاقہ اہل علم اور اہل تقوی لوگوں کی آماجگاہ بنا رہا۔

## روزِ جمعہ کی فضیلت

(٣٤٠٧)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ ﷺ: ((أَفْضَلُ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ۔)) (الصحيحة: ١٥٠٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالی کے نزدیک جمعہ کا دن سب سے افضل ہے۔''

تخریج: هكذا أورده السيوطي في "الجامع الصغير" من رواية البيهقي في "الشعب"، وأخرجه الترمذی: ٢/ ٢٣٦، واحمد: ٢/ ٤٥٧، روى مسلم: ٣/ ٦ نحوه

**شرح:** ...... دوسری احادیث میں اس کی وجوہات وخصوصیات بھی بیان کر دی گئی ہیں، بطورِ مثال: حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا، جنت میں داخل ہونا، وہاں سے نکلنا اور فوت ہونا اور قیامت بھی اسی دن کو بپا ہو گی۔ دوسری احادیث میں مزید فضائل اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

## سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے نبوی

(٣٤٠٨)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْمُزَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي مُعَاوِيَةَ: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِهِ، وَاهْدِ بِهِ۔)) (الصحيحة: ١٩٦٩)

حضرت عبد الرحمن بن ابوعمیرہ مزنی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''اے اللہ! اس کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا دے، اس کو ہدایت دے اور اس کے ذریعے (دوسرے لوگوں کی) رہنمائی فرما۔''

تخریج: أخرجه الترقفي في "حديثه": ق۔ ٤٥/ ١، والبخاري في "التاريخ": ٤/ ١/ ٣٢٧، والترمذي: ٢/ ٣١٦، وأحمد: ٤/ ٢١٦

(٣٤٠٩)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ! عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِيْ عُمَيْرَةَ الْمُزَنِيِّ وَمَسْلَمَةَ بْنِ مَخْلَدٍ وَمُرْسَلِ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، وَمُرْسَلِ حَرِيْزِ ابْنِ عُثْمَانَ۔ (الصحيحة: ٣٢٢٧)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! معاویہ کو حساب و کتاب سکھا دے اور اور اس کو عذاب سے بچا۔'' یہ حدیث حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد الرحمٰن بن ابو عمیرہ مزنی، حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور شریح بن عبید اور حریز بن عثمان سے مرسلاً روایت کی گئی ہے۔

تخریج: (١)۔ أما حديث العرباض: فأخرجه ابن خزيمة في "صحيحه": ١٩٣٨، وابن حبان: ٢٢٧٨، وأحمد: ٤/ ١٢٧، وفي "فضائل الصحابة": ١٧٤٨، والبزار: ٢٧٢٣، والفسوي في "التاريخ": ٢/ ٣٤٥، والحسن بن عرفة في "جزئه": ٦١/ ١٢٢، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٨/ ٢٥١/ ٦٢٨، وابن عدي في "الكامل": ٦/ ٤٠٦ ...... ......

(٢)۔ وأما حديث ابن عباس: فأخرجه أبوجعفر الرزاز في "حديثه": ٤/ ٩٩/ ١، وابن عدي: ٥/ ١٦٢، وابن عساكر: ١٦/ ٦٨٣

(٣)۔ وأما حديث عبدالرحمن بن أبي عميرة المزني: فأخرجه البخاري في "التاريخ": ٤/ ١/ ٣٢٧، وابن عساكر: ١٦/ ٦٨٤۔ ٦٨٦، والذهبي في "السير": ٨/ ٣٨

(٤)۔ وأما حديث مسلمة بن مخلد: فأخرجه أحمد في "الفضائل": ١٧٥٠، وكذا ابن سعد كما في "البداية": ٨/ ١٢١۔ وليس في "المجلدات المطبوعة، ولا في المجلد الذي طبع منه۔ حديثا۔ كمتمم۔، وابن الجوزي في "العلل": ١/ ٢٧٢، وابن عساكر: ١٦/ ٦٨٤

(٥)۔ وأما مرسل شريح بن عبيد: فأخرجه أحمد في "الفضائل": ١٧٤٩

(٦)۔ وأما مرسل حريز بن عثمان: فأخرجه ابن عساكر: ١٦/ ٦٨٤

## سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ڈانٹ ڈپٹ یا ان کی فضیلت اور اس کی حقیقت

(٣٤١٠)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ مُعَاوِيَةَ لِيَكْتُبَ لَهُ، قَالَ: إِنَّهُ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ لکھوانے کے لیے انہیں بلوا

| | |
|---|---|
| يَـأْكُلُ ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَيْهِ فَقَالَ: إِنَّهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ۔)) (الصحيحة:٨٢) | بھیجا۔ انہوں نے کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ پھر پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ کو سیر نہ ہی کرے۔'' |

تـخـريـج: رواه أبو داود الطيالسي في "مسنده": ٢٧٤٦، وأحمد: ١/ ٢٤٠ و ٢٩١ و ٣٣٥ و ٣٣٨، ومسلم في "صحيحه": ٨/ ٢٧۔

**شـــرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: بعض فرقوں نے اس حدیثِ مبارکہ سے ناحق فائدہ اٹھاتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ ان کی دلیل نہیں بن سکتی، (کیا ایسے لوگوں کو نظر نہیں آتا کہ) یہی سیدنا معاویہ آپ ﷺ کے کاتب بھی تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ان کلمات سے مقصود بد دعا نہیں ہے، عرب لوگوں کی عادت تھی کہ وہ بغیر کسی قصد اور ارادے کے ایسے کلمات کہتے رہتے تھے، جیسے آپ ﷺ نے اپنی بیوی کو کہا: ''بانجھ اور سر منڈی''۔ اسی طرح آپ ﷺ کا فرمانا: ''تیرا ہاتھ خاک آلود ہو، تیری عمر بڑی نہ ہو۔''

اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ سے یہ کلمات بشری تقاضوں کی وجہ سے صادر ہوئے ہوں، جیسا کہ آپ ﷺ نے خود وضاحت کی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے آپ سے کوئی بات کی، میں نہ سمجھ سکی، آپ ﷺ غصے میں آ گئے اور ان پر لعن طعن کیا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے (طنزیہ انداز میں) کہا: اے اللہ کے رسول! جو بھلائی ان بے چاروں کو ملی ہے، وہ تو کسی کے حق میں نہیں آئی ہو گی؟ آپ نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' میں نے کہا: آپ نے ان پر لعن طعن اور سب وشتم کیا (یہ ان کی بدبختی ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَوَمَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّيْ؟ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ! اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، فَاَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ لَعَنْتُهُ اَوْ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَاَجْرًا۔)) ...... ''کیا تجھے اس شرط کا علم نہیں، جو میں نے اپنے رب سے لگائی ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ! میں بشر ہوں، میں جس مسلمان پر لعن طعن کروں یا اسے گالی گلوچ کروں، تو تو اس چیز کو اس کے حق میں باعثِ تزکیہ اور باعث اجر بنا دے۔'' (صحیحہ:٨٣)

امام مسلم نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا: ''نبی کریم ﷺ جب کسی پر لعنت کریں یا کسی کو گالی اور بد دعا دیں اور وہ اس کا اہل نہ ہو، تو یہ اس کے لیے تزکیہ، اجر اور رحمت کا باعث ہو گی۔''

پھر انھوں نے یہ حدیث بیان کی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، جو انس کی ماں تھیں، کے پاس ایک یتیم بچی تھی۔ (ایک دن) آپ ﷺ نے اس بچی کو دیکھا اور پوچھا: ((آنْتِ هِيَــهْ؟ لَقَدْ كَبُرْتِ، لَا كَبُرَ سِنُّكِ۔)) ''تو یہاں ہے؟ تو تو بڑی ہو گئی ہے، تیری عمر نہ بڑھنے پائے۔'' یہ سن کر یتیمہ روتی ہوئی اُم سلیم کے پاس پہنچی۔ اُم سلیم نے پوچھا: بیٹی! کیا ہوا؟ بچی نے جواب دیا: اللہ کے نبی نے مجھے بد دعا دی ہے کہ میری عمر

نہ بڑھے یا میرا زمانہ طویل نہ ہونے پائے۔ ام سلیم نے جلدی جلدی چادر لپیٹی اور نکل پڑی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''ام سلیم! تجھے کیا ہوا؟'' اس نے جواب دیا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری یتیمہ کو بددعا دی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کون سی (ذرا وضاحت کرو)؟'' اس نے کہا: میری یتیمہ کہتی ہے کہ آپ نے اسے اس کی عمر بڑی نہ ہونے یا اس کا زمانہ طویل نہ ہونے کی بددعا دی ہے۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ((یَا أُمَّ سُلَیْمٍ! أَمَا تَعْلَمِیْنَ أَنَّ شَرْطِیْ عَلٰی رَبِّیْ أَنِّیْ اِشْتَرَطْتُ عَلٰی رَبِّیْ فَقُلْتُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضٰی کَمَا یَرْضَی الْبَشَرُ، وَأَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَیُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَیْهِ مِنْ أُمَّتِیْ بِدَعْوَةٍ لَیْسَ لَهَا بِأَهْلٍ، أَنْ یَّجْعَلَهَا لَهُ طَهُوْرًا وَزَکَاةً وَّقُرْبَةً یُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟۔)) ''ام سلیم! کیا تجھے علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے ربّ سے شرط لگائی کہ میں بشر ہوں، عام دوسرے انسانوں کی طرح خوش بھی ہوتا ہوں اور ناراض بھی۔ سو میں جس امتی پر ایسی بددعا کر دوں جس کا وہ حقدار نہ ہو تو وہ (اللہ میری امتی) کے حق میں اس بددعا کو پاک کرنے والی، اس کا تزکیہ کرنے والی اور اسے روزِ قیامت اپنے قریب کر دینے والی بنا دے؟'' (صحیحہ:۸۴)

پھر امام مسلم نے باب کے آخر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ والی یہی حدیث ذکر کر کے یہ اشارہ دیا کہ جس طرح یتیمہ کے حق میں آپ ﷺ کی بددعا باعثِ تزکیہ وقربت ثابت ہوئی، یہی معاملہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگا۔ امام نووی نے شرح مسلم میں کہا:

آپ ﷺ کا سیدنا معاویہ کو بددعا دینا، اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں:

(۱) یہ کلمات بغیر کسی قصد کے آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہو گئے۔

(۲) ان کی تاخیر کی وجہ سے یہ کلمات ان کو بطورِ سزا کہے گئے۔ امام مسلم یہ سمجھے کہ حقیقت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اس بددعا کے مستحق نہ تھے، اس لیے انھوں نے اس حدیث کو اس باب میں داخل کیا ہے اور دوسروں نے تو اس حدیث سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت کی ہے، کیونکہ یہ ان کے حق میں آپ ﷺ کی دعا بن جائے گی۔

حافظ ذہبی نے (سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۱۷۱/ ۲) میں اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ کہنا ممکن ہے کہ اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت بیان کی گئی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں جس پر لعنت کروں یا گالی دوں، تو اسے اس کے لیے تزکیہ ورحمت کا باعث بنا دے۔ (صحیحہ: ۸۲)

## سیدنا حذیفہ اور ان کی ماں رضی اللہ عنہما کے لیے دعائے مغفرت

(۳۴۱۱)۔ عَنْ حُذَیْفَةَ، قَالَ أَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَصَلَّیْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا فَرَغَ صَلّٰی، فَلَمْ یَزَلْ یُصَلِّیْ حَتّٰی صَلَّی الْعِشَاءَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عشا کی نماز تک (نفلی)

ثُمَّ خَرَجَ، فَتَبِعْتُهُ قَالَ: ((مَنْ هٰذَا؟)) قُلْتُ: حُذَيْفَةُ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحُذَيْفَةَ وِلأُمِّهِ۔)) (الصحيحة: ٢٥٨٥)

نماز پڑھتے رہے، جب نماز عشا سے فارغ ہو کر نکلے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے کہا: حذیفہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! حذیفہ اور اس کی ماں کو بخش دے۔''

تخريج: رواه ابن أبي الدنيا في "التهجد": ٢/ ٦٠، وابن عساكر: ٤/ ١٤٧/ ٢، وهو في "المسند": ٥/ ٣٩١ أتم منه، ورواه الترمذي في "المناقب": ٩/ ٣٣٨/ ٣٧٨٣ مختصرا

## امت مسلمہ کے لیے دعائے مغفرت

(٣٤١٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا رَأَيْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ طِيْبَ النَّفْسِ، قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُدْعُ اللّٰهَ لِيْ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَائِشَةَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَاتَأَخَّرَ، وَمَا أَسَرَّتْ وَمَاأَعْلَنَتْ۔)) فَضَحِكَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى سَقَطَ رَأْسُهَا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الضَّحْكِ فَقَالَ: ((أَيَسُرُّكِ دُعَائِيْ؟)) فَقَالَتْ: وَمَالِيْ لَايَسُرُّنِيْ دُعَاؤُكَ؟ فَقَالَ: ((وَاللّٰهِ إِنَّهَا لَدَعْوَتِيْ لِأُمَّتِيْ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ۔)) (الصحيحة: ٢٢٥٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرحان و شاداں دیکھ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ تعالی سے دعا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! عائشہ کے پہلے اور پچھلے اور اعلانیہ اور مخفی (سب) گناہ بخش دے۔'' (خوشی سے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہنسنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کی گودی میں جا پڑا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تجھے میری دعا نے خوش کر دیا ہے؟'' انھوں نے کہا: بھلا مجھے آپ کی دعا خوش کیوں نہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں ہر نماز میں اپنی امت کے لیے یہ دعا کرتا ہوں۔''

تخريج: أخرجه أخرجه البزار في "مسنده": ٢٦٥٨، كشف الأستار

**شرح**:...... ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں آپ ﷺ کی دعاؤں کا حقدار بنا دے۔ (آمین)

## سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤١٣)۔ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَعَامٌ، فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ! سُقْ إِلٰى هٰذَا الطَّعَامِ عَبْدًا تُحِبُّهُ وَيُحِبُّكَ فَطَلَعَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَاصٍ۔)) (الصحيحة: ٣٣١٧)

عائشہ بنت سعد اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھانا پڑا تھا، آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! کسی ایسے آدمی کو اس کھانے کی طرف لے آ، جس سے تو محبت کرتا ہو اور وہ تجھ سے محبت کرتا ہو۔'' اتنے میں حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ آ گئے۔

تخریج: أخرجه البزار في "البحر الزخار": ٤/ ٤٦/ ١٢١٠

**شرح**:...... معلوم ہوا کہ سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی۔

## سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے نبوی

(٣٤١٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ سَكَبَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَضُوْءً عِنْدَ خَالَتِهِ مَيْمُوْنَةَ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ: ((مَنْ وَضَعَ لِيْ وَضُوْئِيْ؟)) قَالَتْ: اِبْنُ أُخْتِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ! فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ۔)) (الصحيحة: ٢٥٨٩)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (ایک برتن میں) نبی کریم ﷺ کے لیے وضو کا پانی بھر کر رکھا، جبکہ آپ میری خالہ میمونہ کے گھر تھے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو پوچھا: ''وضو کے لیے پانی کس نے رکھا ہے؟'' خالہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے بھانجے نے رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کو دین میں فقاہت عطا فرما اور تفسیر (قرآن) سکھا دے۔''

تخریج: أخرجه الطبرانی: ٣/ ١٦٤/ ٢، وعنه أبو علی الصواف فی" الفوائد": ٣/ ١٦٦، ورواه الضياء فی"المختارة": ٢٢٦/ ٢، واحمد: ١/ ٢٦٦، قصدنا من هذا الحديث لفظ ((علمه التأويل))، وأما قوله: ((فقهه فی الدين)) فقد أخرج فی "الصحيحين"

**شرح**:...... جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی یہ خدمت کرنا چاہی تو ان کے سامنے تین امور تھے: (۱) وہ بیت الخلا میں پانی پہنچائیں یا (۲) آپ ﷺ کے قریب دروازے پر رکھ دیں، تاکہ آپ ﷺ وہاں سے آسانی کے ساتھ لے لیں یا (۳) کچھ بھی نہ کریں۔

غور وفکر کیا جائے تو دوسرا فیصلہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، جسے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عملاً اپنایا، یہ ان کی ذہانت وذکاوت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی مناسبت سے آپ ﷺ نے ان کے لیے بیش قیمت دعا کی ہے۔

## سیدنا جعفر اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(٣٤١٥)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: اِجْتَمَعَ جَعْفَرٌ وَعَلِيٌّ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَقَالَ جَعْفَرٌ: أَنَا أَحَبُّكُمْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ زَيْدٌ: أَنَا أَحَبُّكُمْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالُوْا: اِنْطَلِقُوْا بِنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى نَسْأَلَهُ، فَقَالَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ: فَجَاءُ وْا يَسْتَأْذِنُوْنَهُ، فَقَالَ: أَخْرُجْ

محمد بن اسامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم جمع ہوئے، حضرت جعفر نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کو تم میں سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت زید نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کو تم دونوں سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ انھوں نے کہا: چلو! رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر دریافت کرتے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ سب آئے،

فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ فَقُلْتُ: هٰذَا جَعْفَرٌ وَعَلِيٌّ وَزَيْدٌ، مَاأَقُوْلُ (أَبِيْ!) قَالَ: إِئْذَنْ لَهُمْ، وَدَخَلُوْا، فَقَالُوْا: مَنْ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: ((فَاطِمَةُ۔)) قَالُوْا: نَسْأَلُكَ عَنِ الرِّجَالِ، قَالَ: ((أَمَّا أَنْتَ يَاجَعْفَرُ فَأَشْبَهَ خَلْقُكَ خَلْقِيْ وَأَشْبَهَ خَلْقِيْ خَلْقَكَ، وَأَنْتَ مِنِّيْ وَشَجَرَتِيْ وَأَمَّا أَنْتَ يَا عَلِيُّ! فَخَتَنِيْ وَأَبُوْ وَلَدِيْ وَأَنَا مِنْكَ، وَأَنْتَ مِنِّيْ وَأَمَّا أَنْتَ يَا زَيْدُ! فَمَوْلَايَ وَمِنِّيْ وَإِلَيَّ، وَأَحَبُّ الْقَوْمِ إِلَيَّ۔))

(الصحيحة: ١٥٥٠)

آپ ﷺ سے اجازت طلب لی۔ آپ نے مجھے فرمایا: جاؤ اور دیکھو، کون ہیں؟ میں نے کہا: جعفر، علی اور زید لوگ ہیں، میرے ابا جان! میں انھیں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔'' وہ سب اندر آ گئے اور کہا: آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: فاطمہ۔ انھوں نے کہا: ہم مردوں کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جعفر! تمھارا اخلاق میرے اخلاق کے اور تمھاری جسمانی ساخت میری جسمانی ساخت کے مشابہ ہے اور تو مجھ سے اور میرے نسب میں سے ہے۔ علی! تم میرے داماد ہو، میرے بچوں (حسن وحسین) کے باپ ہو اور تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور زید! تم میرے دوست ہو، تم مجھ سے ہو، میں تمھارا ذمہ دار ہوں اور تم مجھے لوگوں میں محبوب ترین ہو۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٠٤، والبخاري في "التاريخ": ١/ ١/ ١٩، والحاكم: ٣/ ٢١٧، والطبراني في "المعجم الكبير": رقم ٣٧٨ مختصرا!

**شرح**:...... آپ ﷺ نے ہر ایک کو اس کا مخصوص مقام عطا کر دیا، جس کی روشنی میں ہر کوئی دوسرے سے بالاتر نظر آ رہا ہے۔

## سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٢٤١٦)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ، فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَنْ هٰذَا؟)) فَأَقُوْلُ: فُلَانٌ۔ فَيَقُوْلُ: ((نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ فُلَانٌ۔)) وَيَمُرُّ فَيَقُوْلُ: ((مَنْ هٰذَا يَا أَبَاهُرَيْرَةَ؟)) فَأَقُوْلُ: فُلَانٌ۔ فَيَقُوْلُ: ((بِئْسَ عَبْدُ اللّٰهِ۔)) حَتّٰى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، فَقُلْتُ: هٰذَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ يَا رَسُوْلَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، لوگ آپ کے سامنے سے گزرنے لگ گئے اور آپ یوں پوچھنے لگ گئے: ''ابو ہریرہ! یہ کون ہے؟'' میں کہتا کہ یہ فلاں آدمی ہے۔ آپ فرماتے: ''وہ تو اللہ تعالی کا نیک بندہ ہے۔'' اتنے میں کوئی اور گزرتا تو پوچھتے: ''ابو ہریرہ! یہ کون ہے؟'' میں کہتا کہ فلاں آدمی ہے۔ آپ فرماتے: ''وہ تو برا آدمی ہے۔'' حتی کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ خالد بن ولید ہیں۔ آپ

اللّٰہِ! قَالَ: ((نِعْمَ عَبْدُ اللّٰہِ خَالِدٌ، سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ۔)) (الصحیحة:۱۲۳۷)

نے فرمایا: ”خالد اللہ تعالی کا بہترین بندہ ہے، یہ تو اللہ تعالی کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔“

تخریج: رواہ ابن عساکر: ۵/ ۲۷۲/ ۲، ورواہ احمد: ۲/ ۳۶۰ مختصرا، لیس فیه ((سیف من سیوف الله))، والترمذی: ۲/ ۳۱۶

(۳۴۱۷)۔ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ، قَالَ: اِسْتَعْمَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبَا عُبَیْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ عَلَی الشَّامِ وَعَزَلَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ، قَالَ: فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ: بُعِثَ عَلَیْکُمْ أَمِیْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((أَمِیْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔)) فَقَالَ أَبُوْ عُبَیْدَةَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((خَالِدٌ سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ۔ عَزَّوَجَلَّ۔ نِعْمَ فَتَی الْعَشِیْرَةِ۔)) (الصحیحة: ۱۸۲۶)

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بنا کر بھیجا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ حضرت خالد نے کہا: اس امت کے امین کو تمھارا امیر بنا کر بھیجا گیا ہے، میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔“ حضرت ابوعبیدہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ”خالد، اللہ تعالی کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور وہ اپنے قبیلے کو بہترین نوجوان ہے۔“

تخریج: رواہ أحمد: ۴/ ۹۰، وعنه ابن عساکر: ۵/ ۲۷۲/ ۱

**شرح:**...... سبحان اللہ! صحابہ کرام آپس میں شیر و شکر تھے، وہ ایک دوسرے کے بارے میں صاف دل تھے۔ دیکھئے کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بعض وجوہات کی بنا پر عظیم فاتح اور سپہ سالار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کیا تو انھوں نے خلیفۂ وقت کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنے عہدے پر فائز ہونے والے کا کس والہانہ انداز میں استقبال کیا اور پھر انھوں نے سیدنا خالد کی عظمتوں کو کس انداز میں بیان کیا۔ یہ حقیقی محبتوں کے نتائج ہیں۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہرۂ آفاق اور انتہائی معروف سپہ سالارِ اسلام ہیں، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ بالعموم فتوحات کے سب سے زیادہ شہرت یافتہ سپہ سالار ہیں، ان کی یہ شہرت اور ناموری ان کے کارہائے نمایاں کا نتیجہ ہے جو انھوں نے اپنی فطری اور نہایت ممتاز خصوصیات کی بدولت انجام دیے۔ وہ بلا کے ذہین، ہوشیار اور زود فہم تھے۔ چھوٹے بڑے کل تیس معرکوں میں شریک ہوئے، نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں انھوں نے جنگوں میں ایسی بیدار مغزی، باتدبیری، منصوبہ سازی، بے باکی، دلیری اور بہادری سے کام لیا کہ آپ ﷺ نے ان کو ”اللہ کی تلوار“ کا لقب دے دیا۔

## امتِ مسلمہ ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتی

(۳٤۱۸)۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَجَارَ أُمَّتِي مِنْ أَنْ تَجْتَمِعَ عَلٰى ضَلَالَةٍ۔)) (الصحيحة: ۱۳۳۱)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ضلالت و گمراہی پر جمع ہونے سے محفوظ کر لیا ہے۔''

تخريج: رواه ابن أبي عاصم في "السنة" ۲/ ۱ و رقم ۷۹۔ منسوخة المكتب

**شرح**:...... جب تک دین کا قیام اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، اس وقت تک امتِ مسلمہ کسی ضلالت و گمراہی اور غلط فیصلے پر جمع نہیں ہو گی۔

## پندرہ شعبان کی شب کی فضیلت

(۳٤۱۹)۔ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔)) (الصحيحة: ۱۵٦۳)

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو جھانکتے ہیں اور شرک کرنے والے اور باہم بغض و عداوت رکھنے والوں کے علاوہ ساری مخلوق کو بخش دیتے ہیں۔

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ۱/ ٤۲۲

**شرح**:...... شعبان کی نصف رات کو ''صلاة البراءة'' یا ''صلاة الالفية'' یا سو (۱۰۰) رکعت نماز اور ہر رکعت میں دس بار سورۂ اخلاص پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، عام طور پر اس رات کو چراغاں کیا جاتا ہے، پٹاخے چلائے جاتے ہیں اور اس پر فسق و فجور اور عفت وعصمت دری کی جاتی ہے، نیز اس رات کو خصوصی قیام کیا جاتا ہے اور دن کو روزہ رکھا جاتا ہے۔ اسی رات کو ہمارے ہاں شبِ براءت کہا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام امور عہدِ نبوی کے بعد کی ایجاد ہیں، سب سے پہلے اس رات کو نماز کا اہتمام بیت المقدس میں ۴۴۸ ھ میں کیا گیا۔

اس رات کی فضیلت کے بارے میں متن میں مذکورہ روایت موجود ہے، لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے، نصف شعبان کی رات کی یہ فضیلت ہر سوموار اور جمعرات کو بھی حاصل ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِي كُلِّ اِثْنَيْنِ وَ خَمِيْسٍ، فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لِكُلِّ امْرِیءٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، اِلَّا امْرُءٌ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيَقُوْلُ: أُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا۔)) (مسلم) ...... ''ہر سوموار اور جمعرات کو (اللہ تعالیٰ کے سامنے) اعمال پیش کئے جاتے ہیں، سو وہ ہر اس شخص کو معاف کر

دیتا ہے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، مگر وہ آدمی کہ اس کے اور اس کے بھائی کے مابین کوئی عداوت اور بغض ہو۔ ان کے بارے میں اللہ تعالی کہتا ہے: ان دونوں (کے گناہوں) کو رہنے دو، جب تک صلح نہ کر لیں۔''

لیکن کوئی آدمی سوموار اور جمعرات کو وہ اہتمام نہیں کرتا جو نصب شعبان کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کو سامنے رکھ کر ایک مسلمان کو نصب شعبان کی رات کو کیا کرنا چاہئے، ہر ایک پر عیاں ہے کہ وہ عام راتوں کی طرح نماز پڑھے اور اس حدیث کا مصداق بننے کے لیے اپنے آپ کو شرک اور باہمی بغض وعناد سے پاک کرے اور اللہ تعالی کے حضور دعا کرے کہ اس نے اس رات کے دوران جتنے لوگوں کی بخشش کرنی ہے، اس کا شمار بھی انہی سعادت مندوں میں ہو جائے۔

## اولیاء اللہ کی صفات

بندگانِ خدا کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ شرعی احکام کی پاسداری کرتے ہیں۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین اور فقہا کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں، ان کی سوانح عمریوں کے ہر گوشے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیکرِ اخلاص تھے (ان شاء الله، والله اعلم بالسرائر)۔ بہرحال شریعت نے کچھ علامات کا بھی تعین کر دیا ہے۔ لیکن خداداد صلاحیتیں رکھنے والے خدا شناس لوگ ہی ان علامات کے مصداق کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مفاد پرستی، خوشامد اور جہالت جیسی وجوہات کی بنا پر عوام الناس کے انصاف کا معیار زنگ آلودہ ہو چکا ہے۔

(٣٤٢٠)۔ عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ خِيَارَ عِبَادِ اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِيْنَ إِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَإِنَّ شِرَارَ عِبَادِ اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ، الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ، الْبَاغُوْنَ لِلْبُرَآءِ الْعَنَتَ۔))

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں، جن کو دیکھ کر اللہ تعالی یاد آ جاتا ہے اور چغلخور، دوستوں میں جدائی ڈالنے والے اور بے قصور (و پاکدامن لوگوں) پر گناہوں کا الزام دھرنے والے میری امت کے بدترین افراد ہیں۔''

(الصحيحة: ٢٨٤٩)

تخريج: رواه الخرائطي في "مساوىء الأخلاق": ج ٢/ ٦/ ١

**شرح**:...... یقین مانیے کہ سلیم الفطرت، طاہر القلب، دنیوی آلائشوں سے پاک اور قرآن وحدیث کا مزاج سمجھنے والے لوگ نیک و بد لوگوں کو ان کے چہروں کے خطوط سے پہچان لیتے ہیں۔ دل کے نیک اور پارسا ہونے کے آثار چہروں پر عیاں ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے پابند اور اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ کرنے والے لوگوں کو جو حسن اور نور نصیب ہوتا ہے، عام لوگ اس کو پہچاننے سے قاصر رہتے ہیں۔ حدیث کے دوسرے حصے میں چغل خوری، غیبت اور الزام لگانے کی سخت مذمت کی گئی ہے کہ ایسے لوگ اس امت کے بدترین افراد ہیں۔

(٣٤٢١)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي قَوْلِهِ: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ قَالَ: ((هُمُ الَّذِيْنَ يُذْكَرُ اللّٰهُ لِرُؤْيَتِهِمْ۔))

(الصحيحة:١٦٤٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿خبردار! بیشک اللہ کے اولیا پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے﴾ کے بارے میں فرمایا: ''اللہ کے اولیا وہ لوگ ہیں، جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔''

تخريج: رواه أبونعيم في "أخبار أصبهان": ١/ ٢٣١، والواحدي: ١/٥٨، والديلمي: ١/ ٢/ ٣٤١، وابن المبارك في "الزهد": رقم ٢١٧

**شرح**:...... متقی اور پارسا لوگوں کے چہروں پر تقوی و پارسائی کا مخصوص نور ہوتا ہے، جس کا ظاہری حسن و جمال اور وضع قطع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، جبکہ برے اور بدکار لوگوں کے چہروں پر نحوست، بدصورتی اور بھدا پن رقص کناں ہوتا ہے۔

## بحیثیت شاعر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٢٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَوْ قَالَ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ أَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔))

(الصحيحة: ١٦٥٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے، وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی برتری ثابت کرنے اور آپ ﷺ کا دفاع کرنے میں (اشعار) پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''جب تک حسان رسول کے دفاع میں یا آپ کی برتری ثابت کرنے میں اشعار پڑھتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جبریل امین کے ذریعے اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ١٣٨، والحاكم: ٣/ ٤٨٧، وأبويعلي: ٣/ ١١٢٩، وأحمد: ٦/ ٧٢

**شرح**:...... سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر اسلام اور شاعر رسول تھے، وہ اپنے کلام کے زور پر دشمنانِ رسول کو لاجواب کر دیتے تھے، اس سلسلے میں ان کو حضرت جبریل علیہ السلام کا تعاون بھی حاصل تھا۔

(٣٤٢٣)۔ عَنْ أَبِي سَلِمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنْشُدُكَ اللّٰهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ:

ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف نے سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قسم دیتے ہوئے کہا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''حسان!

((يَاحَسَّانُ! أَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔)) قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: نَعَمْ۔ (الصحيحة:١٩٥٤)

رسول اللہ کی طرف سے جواب دے، اے اللہ! روح القدس (جبریل امین) کے ذریعے اس کی مدد فرما۔'' سیدنا ابو ہریرہ نے کہا: جی ہاں۔

تخريج: أخرجه البخاري: ١/ ١١٦، ٧/ ١٠٩، ومسلم: ٧/ ١٦٣

(٣٤٢٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أُهْجُوْا قُرَيْشًا فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ۔)) فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ رَوَاحَةَ فَقَالَ: ((أُهْجُهُمْ۔)) فَهَجَاهُمْ فَلَمْ يَرْضَ، فَأَرْسَلَ إِلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ حَسَّانُ: قَدْ آنَ لَكُمْ أَنْ تُرْسِلُوْا إِلٰى هٰذَا الْأَسَدِ الضَّارِبِ بِذَنَبِهِ، ثُمَّ أَدْلَعَ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يُحَرِّكُهُ، فَقَالَ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَفْرِيَنَّهُمْ بِلِسَانِيْ فَرْيَ الْأَدِيْمِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَاتَعْجَلْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا وَإِنَّ لِيْ فِيْهِمْ نَسَباً حَتّٰى يُلَخِّصَ لَكَ نَسَبِيْ۔)) فَأَتَاهُ حَسَّانُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ لَخَّصَ لِيْ نَسَبَكَ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ: ((إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَايَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَانَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ۔)) سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى۔)) قَالَ حَسَّانُ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قریش کی مذمت کرو، یہ چیز ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے بھی گراں گزرتی ہے۔'' پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا: ''ان کی ہجو کرو۔'' اس نے ان کے معائب و نقائص تو بیان کئے لیکن آپ خوش نہ ہوئے۔ پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف اوران کے بعد حضرت حسان بن ثابت کی طرف پیغام بھیجا۔ حسان نے آ کر کہا: اب تمھیں چاہئے کہ اس معاملے کو اس شیر کے سپرد کردو جو حملے کے لیے کمربستہ ہے، پھرانھوں نے اپنی زبان باہر نکالی، اسے حرکت دی اور کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کوحق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں اپنی زبان کے ذریعے ان کو چمڑے کی طرح چاک کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جلدی نہ کرو، قریش کےنسب کوسب سے زیادہ جاننے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ چونکہ میرا نسب بھی ان سے ملتا ہے، اس لیے وہ پہلے تجھ پر میرے نسب کی وضاحت کریں گے۔'' حضرت حسان، حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور واپس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! انھوں نے میرے لیے آپ کےنسب کی وضاحت کر دی ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کوحق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کےنسب کو (ہجو سے) یوں باہر نکال دوں گا جس طرح آٹے سے بال کو کھینچ لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسان کے حق میں یہ فرماتے سنا: ''روحِ قدس

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذَاكَ الْجَزَاءُ
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِيْفًا
رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ
فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ
ثَكِلْتُ بُنَيَّتِيْ إِنْ لَّمْ تَرَوْهَا
تُثِيْرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفَيْ كَدَاءِ
يُبَارِيْنَ الْأَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ
عَلٰى أَكْتَافِهَا الْأَسَلُ الظِّمَاءُ
تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ
تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ
فَإِنْ أَعْرَضْتُمُوْا عَنَّا اعْتَمَرْنَا
وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ
وَإِلَّا فَاصْبِرُوْا لِضِرَابِ يَوْمٍ
يُعِزُّ اللّٰهُ فِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ
وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا
يَقُوْلُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهِ خِفَاءُ
وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا
هُمُ الْأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ
يُلَاقِيْ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدٍّ
سِبَابٍ أَوْ قِتَالٍ أَوْ هِجَاءِ
فَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ
وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءٌ
وَجِبْرِيْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا
وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

(الصحيحة: ١١٨٠)

(جبریل امین) تیری تائید کرتا رہے گا، جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتے رہو گے۔'' وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''حسان نے ان کی مذمت کر کے دل کو مطمئن کر دیا اور دشمن کو زیر کر دیا۔''

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

تو نے محمد (ﷺ) کی مذمت کی،

میں نے ان کی طرف سے جواب دیا

اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل میں اجر وثواب ہے

تو نے محمد (ﷺ) کی مذمت کی، حالانکہ وہ نیک اور یکسو ہیں

وہ اللہ کے رسول ہیں، ان کی عادت وفا ہے

بیشک میرا باپ اور اس کا والد اور میری عزت

تم سے محمد (ﷺ) کی عزت کا دفاع کرنے والے ہیں

میں نے اپنے پیاروں کو گم پایا، اگر چہ تم ان (لشکروں) کو نہیں دیکھ رہے

وہ کدا میں گرد وغبار اڑاتے ہوئے آرہے ہیں

انھوں نے لگامیں تھامی ہوئی ہیں اور وہ چڑھے آرہے ہیں

ان کے کندھوں پر پیاسے تیر سجے ہوئے ہیں

ہمارے لشکر رواں دواں ہیں

یہ عورتیں اپنے دوپٹوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں گی

اگر تم راستے سے ہٹ جاؤ تو ہم عمرہ کر لیں گے

اور اس طرح فتح ہو جائے گی اور پردہ چاک ہو جائے گا

وگرنہ اس دن کی مار پر صبر کرو

جس دن اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق عزتیں دے گا

اللہ نے کہا: میں نے ایک بندے کو بطورِ رسول بھیج دیا ہے

وہ حق کہتا ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے

اور اللہ نے کہا کہ میں لشکر چلا لایا ہوں

وہ انصار ہیں، میں نے ان کو لڑنے کے لیے پیش کر دیا ہے

وہ ہر روز معد قبیلہ سے وصول کرتے ہیں

گالیاں، لڑائیاں اور مذمتیں
اگر تم میں سے کوئی رسول اللہ کی مذمت کرے
یا مدح کرے یا نصرت کرے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا
اور ہم میں جبریل اللہ تعالیٰ کا قاصد ہے
وہ روح القدس ہے، اس کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٦٤، والحاكم: ٣/ ٤٨٧

(٣٤٢٥)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَهْجُوْكَ، فَقَامَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِيْذَنْ لِيْ فِيْهِ، فَقَالَ: اَنْتَ الَّذِيْ تَقُوْلُ: ((ثَبَّتَ اللّٰهُ.....؟)) قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ!

فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا اَعْطَاكَ مِنْ حُسْنٍ
تَثْبِيْتَ مُوْسٰى وَنَصْرًا مِثْلَ مَانُصِرُوْا

قَالَ: ((وَاَنْتَ يَفْعَلُ اللّٰهُ بِكَ خَيْرًا مِثْلَ ذٰلِكَ۔)) ثُمَّ وَثَبَ كَعْبٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اِيْذَنْ لِيْ فِيْهِ: قَالَ: ((اَنْتَ الَّذِيْ تَقُوْلُ: هَمَّتْ.....)) قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ:

هَمَّتْ سَخِيْنَةٌ اَنْ تُغَالِبَ رَبَّهَا
فَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

قَالَ: ((اَمَا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَنْسَ لَكَ ذٰلِكَ۔)) قَالَ: ثُمَّ قَامَ حَسَّانُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِيْذَنْ لِّيْ فِيْهِ، وَاَخْرَجَ لِسَانًا لَهٗ اَسْوَدَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِيْذَنْ لِيْ اِنْ شِئْتَ

حضرت برا بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کی ہجو (مذمت) کر رہا ہے۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس کا جواب دینے کی اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم وہی ہو جو ''ثبت اللہ.....'' والا شعر کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول!

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حسن عطا کیا ہے، وہ آپ کو اس پر برقرار رکھے
جس طرح کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو ثابت قدم رکھا اور ایسی مدد فرمائے جس طرح کی ان کی مدد کی گئی تھی

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ اسی طرح کا خیر و بھلائی والا معاملہ فرمائیں گے۔'' پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کود کر سامنے آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس کا جواب دینے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے پوچھا: تم وہی ہو جو ''ھمت .....'' والا شعر کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول!

قریشیوں نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے ربّ پر غالب آ جائیں گے
بہت غالب (یعنی اللہ) کو مغلوب کرنے کی کوشش کرنے والا

أَفْرِيْتُبِهِ الْمَزَادَ فَقَالَ: ((اِذْهَبْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ لِيُحَدِّثَكَ حَدِيْثَ الْقَوْمِ وَأَيَّامَهُمْ وَأَحْسَابَهُمْ، ثُمَّ اهْجُهُمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ۔)) (الصحيحة: ١٩٧٠)

ضرور مغلوب ہوگا
آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ رہو! اللہ تعالی تمھارے اس شعر کو نہیں بھولے گا۔'' پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے۔ پھر انھوں نے اپنی زبان نکالی، جس کا رنگ سیاہ تھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں، اگر میں چاہوں تو ان کے (بھرم کے) مشکیزے کو چاک کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے ابوبکر کے پاس جاؤ، تاکہ وہ تجھے ان لوگوں کا قول وکردار، تاریخ وتذکرہ اور حسب ونسب پر آگاہ کر سکیں، پھر ان کی مذمت کرنا اور (یہ بھی یاد رکھو کہ) جبریل امین تمھارے ساتھ ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٤٨٨ـ٤٨٩

**شرح**:...... عہد نبوی میں دشمنوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے اشعار کے ذریعے ان کی مذمت کی جاتی تھی اور یہ شعری مجموعے ان پر قیامت بن کر برستے تھے، جیسا کہ سیدنا کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنَّمَا تَنْضَحُوْنَهُمْ بِالنَّبْلِ فِيْمَا تَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مِنَ الشِّعْرِ۔)) (صحيحه: ١٩٤٩) ...... ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (دشمنوں کی مذمت کرتے ہوئے) جو تم شعر کہتے ہو یہ (ان پر) تیر برسانے کی طرح ہیں۔''

''سخينة'' آٹے اور گھی یا آٹے اور کھجور سے تیار کیا جاتا ہے، قریشی لوگ اس کو اتنا زیادہ کھایا کرتے تھے، کہ ان کا نام ہی سخینہ پڑ گیا۔

## سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٢٦)۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ عِبَادِ بِنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عِنْدَ قَتْلِ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِيْ عَامِرٍ بَعْدَ أَنِ الْتَقَى هُوَ وَأَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ حِيْنَ عَلَاهُ شَدَّادُ بْنُ الْأَسْوَدِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ صَاحِبَكُمْ تُغَسِّلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔)) فَسَأَلُوْا صَاحِبَتَهُ فَقَالَتْ: إِنَّهُ خَرَجَ لَمَّا سَمِعَ الْهَائِعَةَ وَهُوَ جُنُبٌ، فَقَالَ

یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان بن حارث کا مقابلہ ہوا اور شداد بن اسود نے ان کو تلوار سے قتل کر ڈالا، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے تمھارے ساتھی (حنظلہ) کو (جنابت والا) غسل دے رہے تھے۔'' جب صحابہ نے ان کی بیوی سے صورتحال دریافت کی تو اس نے کہا: جب گھبرا دینے والی آواز سنائی دی تو میرے خاوند (حنظلہ) جنبی تھے، لیکن انھوں نے آواز (پر لبیک کہا اور غسل کیے بغیر جہاد کے لیے) چل دیے۔ رسول

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِذٰلِكَ غَسَّلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ۔)) (الصحيحة: ٣٢٦)

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بس، اسی وجہ سے فرشتے ان کو غسل دے رہے تھے۔''

تخریج: رواه الحاكم: ٣/ ٢٠٤، البيهقي في "السنن": ٤/ ١٥، وابن حبان في "صحيحه": ٩/ ٨٤/ ٦٩٨٦

**شرح:**...... اسی وجہ سے سیدنا حنظلہ کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حسن انجام، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

## سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٢٧)۔ قَالَ ﷺ: ((إِنَّ الْعُلَمَاءَ إِذَا حَضَرُوْا رَبَّهُمْ۔ عَزَّوَجَلَّ۔ كَانَ مُعَاذٌ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ رَتْوَةً بِحَجَرٍ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ مُرْسَلاً، وَأَبِيْ عَوْنٍ مُرْسَلاً أَيْضًا وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ۔ (الصحيحة: ١٠٩١)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب علما اپنے ربّ کے پاس حاضر ہوں گے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک پتھر کی پھینک پر ان کے آگے آگے ہوں گے۔'' یہ حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور محمد بن کعب، ابو عون اور حسن بصری سے مرسلاً مروی ہے۔

تخريج: (١)۔ أما حديث عمر؛ فأخرجه ابن سعد في "الطبقات": ٢/ ٣٤٨، ٣/ ٥٩٠، و المحاملي في "الأمالي": ٣/ ٣٥/ ١، وابو نعيم في "الحلية": ١/ ٢٢٨

(٢)۔ وأما حديث محمد بن كعب؛ فأخرجه ابن سعد: ٢/ ٣٤٧، وأبو نعيم: ١/ ٢٢٩، ورواه الطبراني مرسلا

(٣)۔ وأما حديث أبي عون المرسل؛ فأخرجه ابن سعد: ٢/ ٣٤٧

(٤)۔ وأما مرسل الحسن البصري؛ فأخرجه ابن سعد ايضا

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ حلت وحرمت سے متعلقہ شرعی احکام و مسائل کی معرفت میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ ممتاز مقام رکھتے ہیں کہ وہ روزِ قیامت اہل علم لوگوں کی قیادت کر رہے ہوں گے۔

(٣٤٢٨)۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ أَعْلَمُ النَّاسِ بِحَلَالِ اللّٰهِ وَحَرَامِهِ۔))

(الصحيحة: ١٤٣٦)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ اور حرام کردہ امور کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔''

تخريج: رواه أبونعيم في "الحلية" ١/ ٢٢٨، وعنه ابن عساكر: ١٦/ ٣٠٨/ ١

## برائی کا انکار کرنے والے امتیوں کی فضیلت

(۳۴۲۹)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنْ أُمَّتِيْ قَوْمًا يُعْطَوْنَ مِثْلَ أُجُوْرِ أَوَّلِهِمْ يُنْكِرُوْنَ الْمُنْكَرَ۔)) (الصحيحة: ۱۷۰۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''میری امت میں ایسے لوگ بھی آئیں گے جنھیں پہلوں کی طرح ثواب ملے گا، (ان کی امتیازی صفت یہ ہوگی کہ) وہ برائی کا انکار کریں گے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ٦٢و ٥/ ٣٧٥

**شرح:**...... کلی طور پر تو امت مسلمہ کے اولین ، اس کے آخرین سے بہتر ہیں۔لیکن متاخرین میں بعض افراد ایسے ہوں گے، جن کا جزوی اجر وثواب پہلوں کے برابر ہوگا، کیونکہ اس حدیث میں جن لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کے زمانے میں برائی کا انکار کرنا دل گردے کا کام ہوگا۔

## مومن کی مثال کھجور کی سی کیوں ہے؟

(۳۴۳۰)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا ، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ ، فَحَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟)) فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ۔ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا: حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ۔)) (الصحيحة: ٣٥٤٤)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک درخت ہے، اس کے پتے نہیں جھڑتے ،مومن کی مثال اس درخت کی سی ہے، مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟'' لوگ جنگل کے مختلف درختوں کے بارے میں غور وخوض کرنے لگ گئے۔حضرت عبد اللہ کہتے ہیں: میرا خیال تھا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن میں بیان کرنے سے شرما رہا تھا۔ بالآخر صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ خود ہی وضاحت کر دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کھجور کا درخت ہے۔''

تخريج:أخرجه البخاري: ٦١ ، ٦٢ ، ١٣١ ، ومسلم: ٨/ ١٣٧ ، والترمذي: ٢٨٦٧ ، و أحمد: ٢/ ١٢ ، والطبري: ١٣/ ١٣٧ ، والطبراني في"المعجم الكبير": ١٣٥٠٨ ، ١٣٥١٣ ، ١٣٥١٧ ، ١٣٥٢١

**شرح:**...... کھجور کے درخت کا پھل پکنے سے پہلے کئی مراحل میں کھایا جاتا ہے،اس کی گٹھلی جانوروں کے چارے میں استعمال ہوتی ہے، آجکل کہا جاتا ہے کہ کھجور کی گٹھلی دل کے مریضوں کے لیے مفید ہے، یہ پھل تیار ہونے کے بعد عرصہ دراز تک خشک کھجور کی شکل میں باقی رہتا ہے۔ یہ درخت سال کے بارہ مہینے سرسبز رہتا ہے۔اس کے پتوں سے چٹایاں اور رسیاں بنائی جاتی ہے۔غرضیکہ کسی نہ کسی انداز میں یہ درخت فائدہ پہنچاتا رہتا ہے اور سال کے ہر موسم

میں۔ یہی مومن کی مثال ہے کہ اس کا وجود زمان ومکاں سے بالاتر ہو کر مبارک ہے، وہ ہر کس و ناکس اور ادنی واعلی کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ پیش آتا ہے، وہ ہر ایک کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے، کسی فرد کو اس کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا اور نہ کسی کو اس کے وجود سے کسی قسم کا خطرہ رہتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے بلا امتیاز لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ نیز وہ ایسے انداز میں زندگی گزارتا ہے کہ لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کی زندگی سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

## قبیلہ مضر کی مذمت

(٣٤٣١)۔ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: اِنْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ صُلَيْعٍ حَتّٰى أَتَيْنَا حُذَيْفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: ((إِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ مُضَرَ، لَاتَدَعُ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ عَبْدًا صَالِحًا إِلَّا فَتَنَتْهُ وَأَهْلَكَتْهُ، حَتّٰى يُدْرِكَهَا اللّٰهُ بِجُنُوْدٍ مِنْ عِبَادِهٖ فَيُذِلَّهَا حَتّٰى لَا تَمْنَعَ ذَنَبَ تَلْعَةٍ۔)) (الصحيحة: ٢٧٥٢)

ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن صلیع حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''یہ مضر کا قبیلہ اللہ تعالی کے ہر بندے کو فتنے میں مبتلا کرے گا اور اس کی ہلاکت کا سبب بنتا رہے گا، حتی کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے لشکروں کے ذریعے اس کی اس طرح گرفت کرے گا اور اسے ایسا ذلیل کر دے گا کہ وہ کسی نالہ کی دم نہ بچا سکے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٩٠، والبزار: ٤/ ١٢٧/ ٣٣٦٠، والحاكم: ٤/ ٤٦٩۔ ٤٧٠، وابن عساكر: ٨/ ٨٠٩

**شرح**:...... ''حتی لا تمنع ذنب تلعة'' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ قبیلہ ذلیل وخوار ہو جائے گا اور اس کا کوئی غمخوار نہ ہو گا۔ ''تلعة'': اوپر سے نیچے طرف پانی کے بہنے کا راستہ۔ بعض کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق بلند اور پست زمین دونوں پر ہوتا ہے۔

## سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کی وجہ تسمیہ

(٣٤٣٢)۔ عَنْ سَفِيْنَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، قَالَ: فَكَانَ كُلَّمَا أَعْيَا رَجُلٌ أَلْقَى عَلَيَّ ثِيَابَهُ، تُرْسًا أَوْ سَيْفًا، حَتّٰى حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَثِيْرًا، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَنْتَ سَفِيْنَةٌ۔)) (الصحيحة: ٢٩٥٩)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ایک سفر میں تھے، جب کوئی آدمی تھک جاتا تو اپنے کپڑے، ڈھال اور تلوار وغیرہ مجھ پر ڈال دیتا، حتی کہ اٹھانے کے لیے مجھ پر بہت ساری چیزیں جمع ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم تو ''سفینۃ'' (یعنی کشتی) ہو۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٦٠٦، وأحمد: ٥/ ٢٢٠، ٢٢١، ٢٢٢، والبزار: ٣/ ٢٧٠۔ ٢٧١،

والرویاني :ق ١٢٦/ ٢، وابن عدي: ٣/ ٤٠١، والطبراني في"المعجم الكبير": ٧/ ٩٦ـ٩٧، وأبو نعيم في"الحلية": ١/ ٣٦٩، وفي "المعرفة": ١/ ٣٠٠/ ٢

**شرح**:...... ''سفینہ'' کے معانی کشتی کے ہیں۔

## سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٣٣)۔ قَالَ ﷺ: ((اَلْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَاِنّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَالْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ الْمَكِّيِّ، وَعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، وَعَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ۔ (الصحیحة:٨٠٦)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عباس، رسول اللہ کے چچا ہیں اور چچا باپ کی ایک قسم ہے۔'' یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمر بن خطاب، حضرت حسن بن مسلم مکی، حضرت علی بن ابو طالب اور حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخریج: (١) اما حديث ابی هريرة، فرواه الترمذی: ٢/ ٣٠٥، وأبوبكر الشافعی فی"الفوائد": ٣/ ٢١/ ١ـ٢، وأصله عند مسلم: ٣/ ٦٨

(٢)وأما حديث عمر بن خطاب؛ فأخرجه ابوبكر ايضا

(٣)وأما حديث الحسن بن مسلم المكی مرفوعا، واسناده صحيح الی الحسن، وهو تابعی ثقة

(٤)واما حديث علی؛ فأخرجه احمد: ١/ ٩٤

(٥)وأما حديث عبد المطلب بن ربيعة بن الحارث؛ فأخرجه احمد: ٤/ ١٦٥، والترمذی: ٣٧٦٢

أحمد: ٤/ ١٦٥، والترمذی: ٣٧٦٢

(٣٤٣٤)۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْعَبَّاسِ: ((هٰذَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَجْوَدُ قُرَيْشٍ كَفًّا، وَأَوْصَلُهَا۔)) (الصحيحة: ٣٣٢٦)

سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''یہ عباس بن عبدالمطلب ہیں، قریش کے سب سے زیادہ سخی اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔''

تخريج: أخرجه أحمد في"المسند": ١/ ١٨٥ و "الفضائل": ٢/ ٩٢٤/ ١٧٦٨، وعبدالله في"زوائد الفضائل": ٢/ ٩٣٨/ ١٨٠٤، والبزار في"مسنده": ٣/ ٢٤٧/ ٢٦٧٣ـ كشف الأستار، وأبويعلي: ٢/ ١٣٩/ ٨٢٠، والنسائي أيضا في"الفضائل": ٩٣/ ٧١، والفسوي في"المعرفة": ١/ ٥٠٢، والحاكم: ٣/ ٣٢٨، ٣٢٩، وابن عساكر في"التاريخ": ٨/ ٩٣٠

(٣٤٣٥)۔ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ،

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں

قَالَتْ: بَيْنَا اَنَا مَارَّةٌ، وَالنَّبِيُّ ﷺ فِي الْحِجْرِ، فَقَالَ: ((يَا أُمَّ الْفَضْلِ!))، قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((اِنَّكِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ۔)) قَالَتْ:كَيْفَ وَقَدْ تَحَالَفَتْ قُرَيْشٌ: لَا تُوَلِّدُوْنَ النِّسَاءَ؟ قَالَ: ((هُوْ مَا اَقُوْلُ لَكَ، فَاِذَا وَضَعْتِ فَاْتِيْنِيْ بِهِ۔)) فَلَمَّا وَضَعْتُهُ اَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ، وَاَلْبَاهُ مِنْ رِيْقِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((اِذْهَبِيْ بِهِ فَلَتَجِدَنَّهُ كَيِّسًا۔)) قَالَتْ: فَاَتَيْتُ الْعَبَّاسَ، فَاَخْبَرْتُهُ، فَتَلَبَّسَ، ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ رَجُلًا جَمِيْلًا، مَدِيْدَ الْقَامَةِ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ اِلَيْهِ فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، ثُمَّ اَقْعَدَهُ عَنْ يَمِيْنِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((هٰذَا عَمِّيْ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيُبَاهِ بِعَمِّهِ۔)) فَقَالَ الْعَبَّاسُ: بَعْضَ الْقَوْلِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((وَلِمَ لَا اَقُوْلُ، وَاَنْتَ عَمِّيْ، وَبَقِيَّةُ اٰبَائِيْ، وَالْعَمُّ وَالِدٌ۔)) (الصحيحة: ١٠٤١)

آپ ﷺ کے پاس سے گزری، جبکہ آپ حطیم میں تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: ''ام الفضل!'' میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول!۔ آپ نے فرمایا: ''تجھے تو بچے کا حمل ہو گیا ہے۔'' میں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ قریشیوں نے قسمیں اٹھائی ہیں کہ عورتیں بچے نہیں جنیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی ہو گا جو میں کہہ رہا ہوں، جب بچہ پیدا ہو تو میرے پاس لے آنا۔'' جب بچہ پیدا ہوا تو وہ آپ کے پاس لے آئی، آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا، اسے اپنے لعاب دہن کی گھٹی دی اور فرمایا: ''لے جاؤ، تم اسے عقلمند پاؤ گی۔'' وہ کہتی ہیں: میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ساری بات انھیں بتلا دی، انھوں نے اپنا لباس زیب تن کیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے، وہ خوبصورت اور دراز قد آدمی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہوئے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور انھیں اپنی دائیں جانب بٹھا دیا، پھر فرمایا: ''یہ میرا چچا ہے، جو چاہتا ہے وہ اپنے چچا پر فخر کرے۔'' حضرت عباس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اتنی تعریف نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ایسے کیوں نہ کہوں؟ حالانکہ آپ میرے چچا ہیں، میرے آباؤ اجداد کی نشانی ہیں اور چچا تو باپ ہی ہوتا ہے۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير" ٣/ ٨٤/ ١-٢

## سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٣٦)۔ عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرًا يَقُوْلُ: مَارَآنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِيْ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَدْخُلُ مِنْ هٰذَا الْبَابِ رَجُلٌ مِنْ خَيْرِ ذِيْ يَمَنٍ، عَلٰى وَجْهِهِ

قیس کہتے ہیں کہ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے اسلام لانے کے بعد جب بھی رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا، آپ مسکرا پڑے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''اس دروازے سے یمن کا سب سے بہترین آدمی داخل ہو گا، اس کے چہرے پر بادشاہ کا نشان ہو گا۔'' اتنے میں سیدنا جریر رضی اللہ عنہ

مَسْحَةُ مَلِكٍ۔)) فَدَخَلَ جَرِيْرٌ۔

داخل ہوئے۔

(الصحيحة: ٣١٩٣)

تخريج: أخرجه البخاري في"الأدب المفرد": ٢٥٠، والحميدى فى "مسنده": ٣٥٠/ ٨٠٠، والنسائى فى "السنن الكبرى": ٥/ ٨٢، و أخرج مثله ابن حبان: ٧١٥٥، وابن ابى شيبة: ١٢٣٩١، واحمد: ٤/ ٣٥٩ بطريق اخرى وزادوا فى اوله و فى آخره۔

## سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٣٧)۔ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دِرْعَانِ يَوْمَ احدٍ، فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَاَقْعَدَ طَلْحَةُ تَحْتَهُ، فَصَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَوْجَبَ طَلْحَةُ۔))

(الصحيحة:٩٤٥)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: احد والے دن نبی کریم ﷺ نے دو زرہیں زیب تن کر رکھی تھیں، آپ نے ایک چٹان پر چڑھنا چاہا لیکن اتنی استطاعت نہیں رہی تھی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے، نبی کریم ﷺ نے ان پر قدم رکھا اور چٹان پر چڑھ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''طلحہ نے (اپنے حق میں جنت کو) واجب کرلیا ہے۔''

تخريج: رواه الترمذى: ١/ ٣١٦، وفى"الشمائل": صـ ٨٥، وابن حبان: ٢٢١٢، والحاكم: ٣/ ٢٥و٣٧٤، وأحمد: ١/ ١٦٥، وأبويعلى فى"مسنده": ٢/ ٣٣/ ٦٧٠، وابن هشام فى"السيرة": ٣/ ٩١

**شرح**:...... صحابہ کرام نے آپ ﷺ کا احترام واکرام بجالانے میں انتہا کردی اور اللہ تعالی نے ان کی اداؤں کی لاج رکھتے ہوئے گویا اجروثواب کی انتہا کردی۔

(٣٤٣٨)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ، فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة:١٢٦)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جوآدمی روئے زمین پر چلتے ہوئے شہید کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو، وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔''

تخريج: أخرجه الترمذى: ٢/ ٣٠٢۔ بولاق

(٣٤٣٩)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اِنِّيْ لَفِيْ بَيْتِيْ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهُ بِالْفِنَاءِ، وَبَيْنِيْ وَبَيْنَهُمُ السِّتْرُ، اَقْبَلَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں اپنے حجرے میں تھی اور رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ صحن میں تشریف فرما تھے، میرے اور ان کے درمیان ایک پردہ تھا۔ سیدنا طلحہ بن

طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى رَجُلٍ يَمْشِيْ عَلَى الْأَرْضِ وَقَدْ قَضٰى نَحْبَهُ، فَلْيَنْظُرْ إِلٰى طَلْحَةَ۔)) (الصحیحۃ:١٢٥)

عبید اللہ رضی اللہ عنہ آپ کی طرف آرہے تھے، آپ نے فرمایا: ''جس کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ وہ ایسے آدمی کو دیکھے جو اپنی نذر (باری) پوری کر کے زمین پر چل رہا ہو، وہ طلحہ کی طرف دیکھ لے۔''

تخریج: أخرجه ابن سعد فى "الطبقات": ٣/ ١/ ١٥٥، وابویعلى فى "مسنده": ق ٢٣٢/ ١، وابو نعیم فى "الحلیة": ١/ ٨٨، والطبرانى فى "الاوسط" كما فى "المجمع": ٩/ ١٤٨

**شرح:** ...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ (سورۂ احزاب:٢٣) ...... ''مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا، انھیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقع کے منتظر ہیں اور انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

اس میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی بڑی عظیم منقبت کا بیان ہے، جن کے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ انھوں نے تو اپنا عہد پورا کر دیا ہے، حالانکہ ابھی تک وہ اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کو پورا کرنے کے لیے مزید موقع کے منتظر بھی تھے۔

ابن اثیر نے (النهاية) میں کہا: "النحب" کے معانی نذر کے ہیں۔ گویا کہ انھوں نے اپنے آپ پر لازم قرار دیا تھا کہ جنگ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدے پورے کرنے ہیں، اور پھر پورے کر کے دکھائے۔

اور "النحب" کے معانی موت کے بھی ہیں، گویا کہ انھوں نے اپنے آپ پر لازم قرار دیا تھا کہ موت تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرنا ہے۔

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے۔ (صحیحہ:١٢٦)

## چوٹ لگتے وقت بسم اللہ کہنے کی فضیلت

(٣٤٤٠)۔ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ أَصَابَنِيَ السَّهْمُ، فَقُلْتُ: حَسِّ، فَقَالَ: ((لَوْ قُلْتَ بِسْمِ اللّٰهِ، لَطَارَتْ بِكَ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ۔)) (الصحیحۃ:٢١٧١)

موسیٰ بن طلحہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد والے دن مجھے ایک تیر لگا۔ میں نے کہا: ''حس''۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم "بِسْمِ اللّٰه" کہتے تو فرشتے تجھے لے کر اڑ جاتے اور لوگ دیکھ رہے ہوتے۔''

تخریج: رواه الطبرانى: ١٣/ ٢، وأخرجه شاهين فى "السنة": رقم: ٨١۔ منسوختى نحوه، والحاكم: ٣/ ٣٦٩

**شرح:**...... عرب لوگ تکلیف کے وقت ''حسّ'' کا کلمہ کہتے، جس طرح ہمارے ہاں ''ہائے'' وغیرہ کہا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ جب دشمن کی طرف سے مجاہد کو نیزہ اور تیر وغیرہ لگے تو وہ ''بسم اللہ'' کہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ فرشتے اس کو لے کر اڑیں گے، کیونکہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات خاص موقع پر کہی گئی۔

## چار بہنیں صحابیات

(٣٤٤١)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ مَرْفُوْعًا: ((اَلْاَخَوَاتُ الْاَرْبَعُ: مَيْمُوْنَةُ، وَأُمُّ الْفَضْلِ، وَسَلْمٰى، وَاَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ ۔اُخْتُهُنَّ لِاُ مِّهِنَّ۔ مُؤْمِنَاتٌ۔)) (الصحيحة: ١٧٦٤)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ چار بہنیں مومنہ ہیں: میمونہ، ام الفضل، سلمی، اسما بنت عمیس۔ مؤخر الذکر، اول الذکر تینوں کی اخیافی (یعنی ماں کی طرف سے) بہن ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد في"الطبقات": ٨/ ١٣٨، وابن منده في"المعرفة": ٢/ ٣٢٨/ ٢، والحاكم: ٤/ ٣٢، وابن عساكر في"التاريخ" ١/ ٢٣٩/ ٢، وأبو منصور بن عساكر في"الأربعين في مناقب أمهات المؤمنين": صـ ٩١

## سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

(٣٤٤٢)۔ عَنْ اَبِيْ أُمَامَةَ، قَالَ: بَعَثَنِيْ اِلٰى قَوْمِيْ (باهلة)، فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِمْ وَاَنَا طَاوٍ، فَاَتَيْتُ وَهُمْ عَلٰى طَعَامٍ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَاكُلُوْنَ دَمًا فَرَجَعُوْا بِيْ وَاَكْرَمُوْنِيْ، قَالُوْا: مَرْحَبًا بِالصَّدِيِّ بْنِ عَجْلَانَ، قَالُوْابَلَغَنَا اَنَّكَ صَبَوْتَ اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ۔ قُلْتُ: لَا، وَلٰكِنْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ، وَبَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَيْكُمْ اَعْرِضُ عَلَيْكُمُ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهُ وَقَالُوْا: تَعَالَ كُلْ فَقُلْتُ: وَيْحَكُمْ اِنَّمَا جِئْتُ لِاَنْهَاكُمْ عَنْ هٰذَا، وَاَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَتَيْتُكُمْ لِتُوْمِنُوْا بِهِ فَجَعَلْتُ اَدْعُوْهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَكَذَّبُوْنِيْ وَزَبَرُوْنِيْ،

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میری قوم ''باہلہ'' کی طرف (بحیثیت مبلّغ) بھیجا، جب میں ان کے پاس پہنچا تو بھوکا تھا اور وہ اس وقت کھانا کھا رہے تھے، (ایک روایت میں ہے کہ وہ خون کھا رہے تھے)۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور میری عزت و آبرو کی، انھوں نے کہا: صدی بن عجلان کو خوش آمدید۔ انھوں نے کہا: ہمیں یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ تم اس آدمی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مائل ہو گئے ہو (کیا بات اسی طرح ہے)؟ میں نے کہا: نہیں نہیں۔ میں تو اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (قاصد بنا کر) بھیجا ہے تا کہ میں تم پر اسلام اور اس کے شرعی قوانین پیش کروں۔ انھوں نے کہا: آؤ، کھانا کھاؤ۔ میں نے کہا: تمھارا ستیاناس ہو، میں تو تمھیں اس (قسم کے کھانوں سے) منع کرنے کے

فَقُلْتُ لَهُمْ: وَيْحَكُمْ-ائْتُوْنِي بِشَيْءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَإِنِّي شَدِيْدُ الْعَطْشِ- قَالَ: وَعَلَيَّ عِمَامَتِي قَالُوْا: لَا وَلٰكِنْ نَدَعُكَ تَمُوْتُ عَطْشًا! فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا جَائِعٌ ظَمْآنٌ قَدْ نَزَلَ بِي جَهْدٌ شَدِيْدٌ- قَالَ: فَاغْتَمَمْتُ، وَضَرَبْتُ رَاْسِي فِي الْعِمَامَةِ فَنِمْتُ فِي الرَّمْضَاءِ فِي جُهْدٍ شَدِيْدٍ فَاُتِيْتُ فِي مَنَامِي بِشُرْبَةٍ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَرَ النَّاسُ اَلَذَّ مِنْهُ، فَاَمْكَنَنِي مِنْهَا، فَشَرِبْتُ وَرَوَيْتُ وَعَظُمَ بَطْنِي، فَقَالَ الْقَوْمُ: اَتَاكُمْ رَجُلٌ مِنْ خِيَارِكُمْ وَاَشْرَافِكُمْ فَرَدَدْتُمُوْهُ، فَاذْهَبُوْا اِلَيْهِ فَاَطْعِمُوْهُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ مَا يَشْتَهِيْ • فَاَتَوْنِيْ بِطَعَامٍ! قُلْتُ: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ طَعَامِكُمْ وَشَرَابِكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَطْعَمَنِيْ وَسَقَانِيْ، فَانْظُرُوْا اِلَى الْحَالِ الَّتِيْ اَنَا عَلَيْهَا، فَاَرَيْتُهُمْ بَطْنِيْ فَنَظَرُوْا، فَآمَنُوْا بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَسْلَمُوْا عَنْ آخِرِهِمْ-

(الصحيحة: ۲۷۰۶)

لیے آیا ہوں، میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں، میں تمھارے پاس آیا ہوں تاکہ تم لوگ مومن بن جاؤ۔ میں انھیں دعوتِ اسلام دیتا رہا اور وہ مجھے جھٹلاتے اور جھڑکتے رہے۔ میں نے انھیں کہا: تمھارا ناس ہو، میں سخت پیاسا ہوں، پانی تو پلاؤ، اس وقت میرے پاس ایک پگڑی بھی رکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ ہم تجھے یوں ہی چھوڑے رکھیں گے، حتی کہ تو مر جائے گا۔ میں سخت بھوک اور پیاس کی حالت میں وہاں سے چل دیا، میں اس وقت بری طرح تھک ہار چکا تھا اور دم گھٹ رہا تھا، میں نے اپنا سر پگڑی میں دیا اور گرمی کی شدت میں تپتی ہوئی زمین پر سو گیا، خواب میں میرے پاس دودھ لایا گیا (اور اتنا لذیذ کہ) لوگوں نے اس جیسا لذت والا دودھ نہیں دیکھا ہوگا، مجھے اس کو پینے کا موقع دیا گیا، میں نے پیا اور سیراب ہو گیا اور میرا پیٹ بڑا ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: تمھارے پاس ایک اعلی واشرف آدمی آیا تھا، لیکن تم نے (اس کی کوئی عزت نہیں کی) اور اسے دھتکار دیا، جاؤ اور اسے اس کی چاہت کے مطابق کھانا کھلاؤ اور مشروب پلاؤ۔ وہ میرے پاس کھانا لائے، لیکن میں نے کہا: مجھے تمھارے کھانے پینے کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ تعالی نے مجھے کھلایا بھی ہے اور پلایا بھی ہے۔ یہ میرا وجود دیکھ لو۔ پھر میں نے ان کو اپنا (سیر و سیراب) پیٹ دکھایا، جب انھوں نے یہ (کرامت) صورتحال دیکھی تو وہ مجھ پر اور جو کچھ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لایا تھا، اس پر ایمان لے آئے اور سارے کے سارے مسلمان ہو گئے۔

تخریج: وله ثلاث طرق: الأولى: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ۸۰۹۹

الثانية: أخرجه الطبراني: ۸۰۷۳، وأبو يعلى أيضا كما في "الأصابة" وسكت عليه، والحاكم: ۳/ ٦٤١

الثالثة: أخرجه الطبراني: ۸۰۷٤، وقال الهيثمي في "المجمع": ۹/ ۳۸۷

**شرح:**...... اس میں سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی کرامت کا بیان ہے، کہ جس کو دیکھ کر ان کی پوری قوم مشرف باسلام ہوگئی۔ دراصل نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری میں دنیا وآخرت کا عروج پنہاں ہے۔

## آپ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کا ماضی کے واقعات پر گپ شپ لگانا

(٣٤٤٣)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: جَالَسْتُ النَّبِيَّ أَكْثَرَ مِنْ مِئَةِ مَرَّةٍ، فَكَانَ أَصْحَابُهُ ﷺ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ، وَيَتَذَاكَرُوْنَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ سَاكِتٌ، فَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ۔ (الصحيحة:٤٣٤)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سو سے زیادہ دفعہ مجلس کی، آپ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت والے امور کا تذکرہ کرتے تھے، آپ خاموش بیٹھے رہتے یا بسا اوقات مسکرا دیتے تھے۔

تخريج: رواه الترمذي: ٢/ ١٣٩ وفي "الشمائل": ٢١١ـ مختصره، وابن حبان: ٧/ ٥١٥/ ٥٧٥١، والطيالسي: ١٠٥/ ٧٧١، وأحمد: ٥/ ٨٦، ٨٨/ ٩١، ١٠٥

**شرح:**...... اس کا مطلب یہ ہوا کہ ماضی کے واقعات کا تذکرہ کر کے بسا اوقات گپ شپ لگائی جا سکتی ہے۔ جو آدمی اس قسم کے دلائل کی روشنی میں اپنے لیے گپ شپ کے لیے جمنے والی بلا ناغہ طویل مجلسوں کا جواز پیش کرنا چاہے، جو کہ سینہ زوری ہوگی، تو اسے یہ کہا جائے گا کہ صحابہ کی عبادات کی روٹین کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔

## چار معلم قرآن صحابہ

(٣٤٤٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خُذُوْا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ۔)) (الصحيحة:١٨٢٧)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کی تعلیم ان چار افراد سے حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور مولائے ابوحذیفہ سالم۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٤٨، والترمذي: ٢/ ٣١٢، وابن سعد: ٢/ ٢/ ١٠٨، وأبو نعيم في "الحلية": ١/ ٢٢٩

**شرح:**...... یہ عظیم مفسرین قرآن تھے، آج بھی تفاسیر میں ان کے تذکرے موجود ہیں۔

## سیدنا سالم رضی اللہ عنہ قاریٔ قرآن

(٣٤٤٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: أَبْطَأْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ: ((أَيْنَ كُنْتِ؟)) قُلْتُ: كُنْتُ أَسْتَمِعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ

زوجۂ رسول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے عہد رسول میں عشا کے بعد گھر پہنچنے میں تاخیر ہوگئی، جب میں آئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم کہاں تھی؟'' میں نے کہا: میں ایک صحابی کی (مسحور کن) تلاوت سنتی رہی، اس قسم کی

مِنْ أَصْحَابِكَ، لَمْ أَسْمَعْ مِثْلَ قِرَاءَتِهِ وَصَوْتِهِ مِنْ أَحَدٍ، قَالَتْ: فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهُ حَتّٰى اسْتَمَعَ لَهُ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: ((هٰذَا سَالِمٌ مَوْلٰى أَبِيْ حُذَيْفَةَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ أُمَّتِيْ مِثْلَ هٰذَا۔)) (الصحيحة: ٣٣٤٢)

(حسین) قرائت اور آواز اس سے پہلے کسی سے نہیں سنی۔ آپ میری بات سن کر اٹھے اور چل پڑے، میں بھی آپ کے ساتھ چل دی، آپ نے اسی آدمی کی تلاوت غور سے سنی اور میری طرف متوجہ ہو کر کہا: ''یہ ابو حذیفہ کا غلام سالم ہے، ساری تعریف اس اللہ کی ہے جس نے میری امت میں اس قسم کے افراد بھی پیدا کئے ہیں۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١٣٣٨ ۔ السياق له۔ وابن نصر في" قيام الليل": صـ ٥٥، و أحمد: ٦/ ١٦٥، وأبونعيم في"الحلية": ١/ ٣٧١، والحاكم: ٣/ ٢٢٥

**شرح**:...... تلاوت قرآن بھی ایک اعزاز ہے، کبھی ہم نے بھی اپنے لیے اور اپنی اولاد اور ترجیحات کے لیے اس شرف پر غور کیا؟!

## سیدنا دحیہ کلبی اور سیدنا عروہ رضی اللہ عنہما، حضرت جبریل اور حضرت عیسی علیہما السلام کے مشابہ

(٣٤٤٦)۔ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةً مِّنْ نَفَرٍ مِنْ أُمَيَّةَ فَقَالَ: ((دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ يَشْبَهُ جِبْرَائِيْلَ، وَعُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيُّ يَشْبَهُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ، وَعَبْدُ الْعُزّٰى يَشْبَهُ الدَّجَّالَ۔)) (الصحيحة: ١٨٥٧)

عامر شعبی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے بنوامیہ کے تین افراد کو تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا: ''دحیہ کلبی حضرت جبرائیل کے مشابہ ہے، عروہ بن مسعود ثقفی حضرت عیسی بن مریم کے مشابہ ہے اور عبد العزی دجّال کے مشابہ ہے۔''

تخريج: رواه ابن سعد: ٤/ ٢٥٠

**شرح**:...... بنو مصطلق (خزاعہ) سے تعلق رکھنے والا ایک عبد العزی نامی آدمی تھا، اس کو ابن قطن کہتے تھے اور یہ دور جاہلیت میں مر گیا تھا۔

## سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٤٧)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ مَرْفُوْعًا: ((دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاسْتَقْبَلَتْنِيْ جَارِيَةٌ شَابَّةٌ، فَقُلْتُ: لِمَنْ أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا لِزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ۔)) (الصحيحة: ١٨٥٩)

عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا، ایک نوجوان لڑکی نے میرا استقبال کیا، میں نے اسے کہا: تو کس کے لیے ہے؟ اس نے کہا: میں زید بن حارثہ کے لیے ہوں۔''

تخریج: رواہ ابن عساکر: ٦/ ٣٩٩/ ٢، والضیاء فی "المختارة"

**شرح:**...... سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، اس میں ان کی منقبت کا بیان ہے۔

## سیدنا حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٤٨)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ((دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَائَةً، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا: حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ، كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ، وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ۔)) (الصحيحة:٩١٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا، میں نے وہاں قراءت کی آواز سنی۔ میں نے پوچھا: (جس کی آواز آ رہی ہے) وہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: حارثہ بن نعمان ہے۔ یہی نیکی (اور حسنِ سلوک) ہے، یہی نیکی اور (حسنِ سلوک) ہے، وہ (حارثہ) اپنی ماں کے ساتھ بہت زیادہ حسنِ سلوک کرنے والا تھا۔''

تخریج: رواہ ابن وھب فی "الجامع": ٢٢، والحاکم: ٣/ ٢٠٨، والحمیدی: ١/ ١٣٦/ ٢٨٥، وابو یعلی: ٧/ ٣٩٩، واحمد: ٦/ ١٥١، ١٦٦

**شرح:**...... واقعی ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے، سیدنا حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا، اللہ تعالی نے ان کے عمل کی قدر کی اور ایسا مرتبہ عطا کیا کہ جنت میں ان کی قرآن کی تلاوت کرنے کی آواز آرہی تھی۔

## ورقہ کی فضیلت

(٣٤٤٩)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ((لَا تَسُبُّوْا وَرَقَةَ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ لَهٗ جَنَّةً أَوْ جَنَّتَيْنِ۔)) (الصحيحة: ٤٠٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ورقہ کو گالیاں نہ دیا کرو، کیونکہ میں نے اس کے لیے ایک باغ یا دو باغ دیکھے ہیں۔''

تخریج: أخرجه البزار: ٣/ ٢٨١/ ٢٧٥٠، والحاکم: ٢/ ٦٠٩ من طریق أبی سعید الأشج، وهذا فی "حدیثه": ٢١٩/ ١

**شرح:**...... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی ﴿اقرأ باسم ربك الذی خلق......﴾ موصول ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کانپ رہا تھا۔ سیدہ خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائلِ حمیدہ کا ذکر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دلائی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے، وہ عبرانی لکھنا جانتے تھے، چنانچہ عبرانی میں توفیقِ الٰہی کے مطابق انجیل لکھتے تھے، اس وقت وہ بوڑھے اور نابینے ہو چکے تھے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: بھائی جان! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔

ورقہ نہ کہا: بھتیجے! تم کیا کہتے ہو؟

آپ ﷺ نے جو کچھ دیکھا بیان کر دیا۔
ورقہ نے کہا: یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا قوم مجھے نکال دے گی۔''
ورقہ نے کہا: جی ہاں! کوئی ایسا آدمی نہیں آیا جو تمہارے جیسا پیغام لایا ہو، مگر اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے تمہارا دن پا لیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا، اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے اور وحی رک گئی۔ (بخاری: ۳)

## حاتم عیسائی

(۳٤٥٠)۔ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو، قَالَ: ذُكِرَ حَاتِمٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((ذَاكَ رَجُلٌ اَرَادَ اَمْرًا فَاَدْرَكَهُ۔)) (الصحيحة: ٣٠٢٢)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس حاتم کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ آدمی جس کام کا ارادہ کر لیتا، اسے پا لیتا تھا۔''

تخریج: أخرج البزار: ١/ ٦٤/ ٩٢۔ الكشف، وابن عدي في "الكامل" ٥/ ٣٥٢ وتمام في "الفوائد" ق ١/٢٣٨، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" ٤/ ٦٤

**شرح:**...... حاتم مذہباً عیسائی تھا، دورِ جاہلیت میں فوت ہو گیا تھا، جود وسخاوت میں عدیم النظیر تھا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سخاوت اور دوسرے اچھے خصائل کا مقصد شہرت اور تعریف کا حصول تھا، نہ کہ رضائے الٰہی کی تلاش اور ایسے ہی ہوا۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں کہا: حاتم ایک سخی آدمی تھا، دور جاہلیت میں اس کی بڑی تعریف کی جاتی تھی، اس کے بیٹے نے اسلام کو پا لیا تھا۔ حاتم اپنی سخاوت میں عجیب امور اور غریب اخبار والا تھا، لیکن اس کا مقصد شہرت طلبی اور ریاکاری تھا، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت۔

## ہجرت کے بعد کس چیز پر بیعت ہو گی؟

(٣٤٥١)۔ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِاَخِيْ مُجَالِدٍ بَعْدَ الْفَتْحِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! جِئْتُكَ بِاَخِيْ مُجَالِدٍ لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ۔ فَقَالَ: ((ذَهَبَ اَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيْهَا۔)) فَقُلْتُ: فَعَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((اُبَايِعُهُ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ وَالْجِهَادِ۔)) (الصحيحة: ٦٦٢)

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں فتح مکہ کے بعد اپنے بھائی کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی بھائی مجالد کو آپ کے پاس لایا ہوں تاکہ آپ اس سے ہجرت پر بیعت لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہجرت والے تو ہجرت کا اجر وثواب وصول کر کے سبقت لے جا چکے ہیں۔'' میں نے کہا: تو پھر آپ اس سے کس چیز پر بیعت لیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''میں اس سے اسلام، ایمان اور جہاد پر بیعت لوں گا۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار": ٣/ ٢٥٢، والحاكم: ٣/ ٦١٦، واخرجه البخاري: ٤٣٠٥، ومسلم: ٦/ ٢٧

**شرح**:...... فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں، تاکہ مرکزِ اسلام میں افراد کی قلت کی شکایت ختم ہو جائے۔ اب مکہ فتح ہو چکا ہے اور اسلام پھیل رہا ہے اب مدینہ کی طرف ہجرت کی ضرورت نہیں۔ ہاں اسلام، ایمان اور جہاد جیسے عظیم اعمال موجود ہیں، ان کے ذریعے ہجرت کی کمی پوری کی جا سکتی ہے۔ لیکن ذہن نشین رہنا چاہیے کہ دار الکفر سے دار السلام کی طرف ہجرت کرنے کا اصول باقی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ الْهِجْرَةَ لَاتَنْقَطِعُ مَا كَانَ الْجِهَادُ۔)) (صحيحه: ١٦٧٤) ...... "جب تک جہاد ہے اس وقت تک ہجرت منقطع نہیں ہو سکتی۔"

## سیدنا عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٥٢)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، قَالَ: ذَهَبَتْ بِي أُمِّي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا غُلَامٌ فَمَسَحَ عَلَى رَأْسِي، وَدَعَا لِي بِالرِّزْقِ، وَفِي رِوَايَةٍ: بِالْبَرَكَةِ۔ (الصحيحة:٢٩٤٣)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئیں، میں اس وقت بچہ تھا، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے رزق یا برکت کی دعا کی۔

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ١٦٤/ ٦٣٢، وابويعلى في "مسنده": ٣/ ٤١/ ١٤٥٦

## سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے خاندان کی فضیلت

(٣٤٥٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَأَ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (الجمعة:٣) قَالَ رَجُلٌ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمْ يُرَاجِعْهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى سَأَلَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ: وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، قَالَ: فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: ((لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔)) (الصحيحة: ١٠١٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، اچانک آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی، جب آپ نے ﴿اور دوسروں کے لیے بھی انہی میں سے جو اب تک ان سے نہیں ملے﴾ (سورۂ جمعہ:٣) والی آیت کی تلاوت فرمائی تو ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، حتی کہ اس نے دو تین دفعہ یہی سوال دوہرایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ہم میں سلمان فارسی بھی موجود تھے۔" پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا اور فرمایا: "اگر ایمان ثریا ستارے میں ہوتا تو اس کے خاندان لوگ اس تک رسائی حاصل کر لیتے۔"

تخريج: أخرجه البخاري: ٨/ ٥٢١، ومسلم: ٦/ ١٩١۔ ١٩٢

**شــرح:**...... آیت میں ''آخــــریـن'' (دوسروں) سے مراد فارس اور دیگر غیر عرب لوگ ہیں جو قیامت تک آپ ﷺ پر ایمان لانے والے ہوں گے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانے کا درج ذیل واقعہ، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ ''اگر ایمان ثریا ستارے میں ہوتا تو اس کے خاندان کے لوگ اس تک رسائی حاصل کر لیتے۔''

## سیدنا سلمان فارسی کا ایمان لانے کا واقعہ

## تلاشِ حق کے لیے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا سفرنامہ

(٣٤٥٤)۔ عَـنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: ثَـنـي سَـلْمَانُ الْفَارِسِيُّ ، حَدِيْثَهُ مِنْ فِيْهِ ، قَـالَ: كُـنْـتُ رَجُلاً فَـارِسِيًّـا مِنْ أَهْلِ (اِصْبَهَـانَ) مِـنْ أَهْـلِ قَرْيَةٍ مِنْهَا يُقَالُ لَهَا: (جَـيٌّ) وَكَـانَ أَبِـي دِهْقَانَ قَرْيَتِهِ ، وَكُنْتُ أَحَبَّ خَـلْـقِ اللّٰهِ إِلَيْهِ ، فَلَمْ يَزَلْ حُبُّهُ إِيَّايَ حَتّٰـى حَبَسَـنِـي فِي بَيْتِهِ۔ أَيْ مُلَازِمَ النَّارِ۔ كَـمَـا تُـحْـبَـسُ الْـجَارِيَةُ ، وَأَجْهَدْتُ فِي الْـمَـجُـوْسِيَّةِ حَتّٰى كُنْتُ قَاطِنَ النَّارِ الَّذِي يُوْقِدُهَا لَا يَتْرُكُهَا تَخْبُوْ سَاعَةً۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنا واقعہ اپنی زبانی یوں بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں اصبہان والوں میں سے ایک فارسی باشندہ تھا، میرا تعلق ان کی ایک جیّ نامی بستی سے تھا، میرے باپ اپنی بستی کے بہت بڑے کسان تھے اور میں اپنے باپ کے ہاں اللہ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ میرے ساتھ ان کی محبت قائم رہی حتیٰ کہ انھوں نے مجھے گھر میں آگ کے پاس ہمیشہ رہنے والے کی حیثیت سے پابند کر دیا، جیسے لڑکی کو پابند کر دیا جاتا ہے۔ میں نے مجوسیت میں بڑی جد وجہد سے کام لیا، حتی کہ میں آگ کا ایسا خادم و مصاحب بنا کہ ہر وقت اس کو جلاتا رہتا تھا اور ایک لمحہ کے لیے اسے بجھنے نہ دیتا تھا۔

قَـالَ: وَكَـانَـتْ لِأَبِي ضَيْعَةٌ عَظِيْمَةٌ ، قَالَ: فَشُغِلَ فِي بُنْيَانٍ لَهُ يَوْماً ، فَقَالَ لِي: يَابُنَيَّ! إِنِّـي شَـغَـلْـتُ فِـي بُـنْـيَـانٍ هٰذَا الْيَوْمِ عَنْ ضَيْـعَتِـي ، فَاذْهَبْ فَاطَّلِعْهَا وَأَمَرَنِي فِيْهَا بِبَـعْـضِ مَـا يُـرِيْدُ ، فَخَـرَجْـتُ ، أُرِيْدُ ضَيْـعَتَـهُ ، فَـمَـرَرْتُ بِـكَنِيْسَةٍ مِنْ كَنَائِسِ الـنَّصَارٰى ، فَسَمِعْتُ أَصْوَاتَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ يُـصَـلُّـوْنَ ، وَكُنْتُ لَا أَدْرِي مَا أَمْرَ النَّاسِ لِـحَبْسِ أَبِـي إِيَّايَ فِي بَيْتِهِ ، فَلَمَّا مَرَرْتُ

میرے باپ کی ایک بڑی عظیم جائداد تھی، انھوں نے ایک دن ایک عمارت (کے سلسلہ میں) مصروف ہونے کی وجہ سے مجھے کہا: بیٹا! میں تو آج اس عمارت میں مشغول ہو گیا ہوں اور اپنی جائداد (تک نہیں پہنچ پاؤں گا)، اس لیے تم چلے جاؤ اور ذرا دیکھ کر آؤ۔ انھوں نے اس کے بارے میں مزید چند (احکام بھی) صادر کئے تھے۔ پس میں اس جاگیر کے لیے نکل پڑا، میرا گزر عیسائیوں کے ایک گرجا گھر کے پاس سے ہوا،

بِهِـمْ وَسَمِعْتُ أَصْوَاتَهُمْ ، دَخَلْتُ عَلَيْهِمْ أَنْظُرُ مَا يَصْنَعُوْنَ ، قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ أَعْجَبَتْنِي صَلَاتُهُمْ، وَرَغِبْتُ فِي أَمْرِهِمْ، وَقُلْتُ: هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدِّيْنِ الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ ، فَوَاللّٰهِ مَاتَرَكْتُهُمْ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، وَتَرَكْتُ ضَيْعَةَ أَبِي ، وَلَمْ آتِهَا ، فَقُلْتُ لَهُمْ: أَيْنَ أَصْلُ هٰذَا الدِّيْنِ؟ قَالُوْا: بِالشَّامِ ، قَالَ: ثُمَّ رَجَعْتُ إِلٰى أَبِي ، وَقَدْ بَعَثَ بِي طَلَبِي ، وَشَغَلْتُهُ عَنْ عَمَلِهِ كُلِّهِ. قَالَ: فَلَمَّا جِئْتُهُ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ أَيْنَ كُنْتَ؟ أَلَمْ أَكُنْ عَهِدتُّ إِلَيْكَ مَاعَهِدتُّ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَتِ! مَرَرْتُ بِنَاسٍ يُصَلُّوْنَ فِي كَنِيْسَةٍ لَّهُمْ ، فَأَعْجَبَنِي مَارَأَيْتُ مِنْ دِيْنِهِمْ ، فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ عِنْدَهُمْ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ! لَيْسَ فِي ذٰلِكَ الدِّيْنِ خَيْرٌ ، دِيْنُكَ وَدِيْنُ آبَائِكَ خَيْرٌ مِنْهُ . قَالَ: قُلْتُ كَلَّا وَاللّٰهِ ، إِنَّهُ خَيْرٌ مِنْ دِيْنِنَا ، قَالَ: فَخَافَنِي فَجَعَلَ فِي رِجْلِيْ قَيْداً ثُمَّ حَبَسَنِي فِي بَيْتِهِ.

قَالَ: وَبَعَثْتُ إِلَى النَّصَارٰى فَقُلْتُ لَهُمْ: إِذَا قَدِمَ عَلَيْكُمْ رَكْبٌ مِّنَ الشَّامِ تُجَّارٌ مِنَ النَّصَارٰى ، فَأَخْبِرُوْنِي بِهِمْ ، قَالَ: فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ رَكْبٌ مِنَ الشَّامِ تُجَّارٌ مِّنَ النَّصَارٰى ، قَالَ: فَأَخْبَرُوْنِي بِهِمْ ، قَالَ: قُلْتُ لَهُمْ:

إِذَا قَضَوْا حَوَائِجَهُمْ ، وَأَرَادُوْا الرَّجْعَةَ

میں نے ان کی آوازیں سنیں اور وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ مجھے یہ علم نہ ہو سکا تھا کہ عوام الناس کا کیا معاملہ ہے کہ میرے باپ نے مجھے اپنے گھر میں پابند کر رکھا ہے۔ (بہرحال) جب میں ان کے پاس سے گزرا اور ان کی آوازیں سنیں تو میں ان کے پاس چلا گیا اور ان کی نقل و حرکت دیکھنے لگ گیا۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے ان کی نماز پسند آئی اور میں ان کے دین کی طرف راغب ہوا اور میں نے کہا: بخدا! یہ دین اُس (مجوسیت) سے بہتر ہے جس پر ہم کاربند ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: اس دین کی بنیاد کہاں ہے؟ انھوں نے کہا: شام میں۔ پھر میں اپنے باپ کی طرف واپس آ گیا، (چونکہ مجھے تاخیر ہو گئی تھی اس لیے) انھوں نے مجھے بلانے کے لیے کچھ لوگوں کو بھی میرے پیچھے بھیج دیا تھا۔ میں اِس مصروفیت کی وجہ سے ان کے مکمل کام کی (طرف کوئی توجہ نہ دھر سکا)۔

جب میں ان کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: بیٹا! آپ کہاں تھے؟ کیا میں نے ایک ذمہ داری آپ کے سپرد نہیں کی تھی؟ میں نے کہا: ابا جان! میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا، وہ گرجا گھر میں نماز پڑھ رہے تھے، مجھے ان کی کاروائی بڑی پسند آئی۔ اللہ کی قسم! میں ان کے پاس ہی رہا، حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔ میرے باپ نے کہا: بیٹا! اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے، تمہارا اور تمہارے آبا کا دین اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: بخدا! ہرگز نہیں، وہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ (میرے ان جذبات کی وجہ سے) میرے باپ کو میرے بارے میں خطرہ لاحق ہوا اور انھوں نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے گھر میں پابند کر دیا۔

میں نے عیسائیوں کی طرف پیغام بھیجا کہ جب شام سے

إِلٰى بِلَادِهِمْ فَآذِنُوْنِي بِهِمْ، فَلَمَّا أَرَادُوْا الرَّجْعَةَ إِلٰى بِلَادِهِمْ أَخْبَرُوْنِي بِهِمْ، فَأَلْقَيْتُ الْحَدِيْدَ مِنْ رِجْلَيَّ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ الشَّامَ۔

فَلَمَّا قَدِمْتُهَا قُلْتُ: مَنْ أَفْضَلُ أَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ؟ قَالُوْا: الْأُسْقُفُ فِي الْكَنِيْسَةِ قَالَ: فَجِئْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنِّي قَدْ رَغِبْتُ فِي هٰذَا الدِّيْنِ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ أَكُوْنَ مَعَكَ أَخْدِمُكَ فِي كَنِيْسَتِكَ، وَأَتَعَلَّمُ مِنْكَ، وَأُصَلِّي مَعَكَ۔ قَالَ:

فَادْخُلْ فَدَخَلْتُ مَعَهُ، قَالَ: فَكَانَ رَجُلٌ سُوْءٌ يَأْمُرُهُمْ بِالصَّدَقَةِ وَيُرَغِّبُهُمْ فِيْهَا، فَإِذَا جَمَعُوْا إِلَيْهِ مِنْهَا أَشْيَاءَ اكْتَنَزَهُ لِنَفْسِهِ وَلَمْ يُعْطِهِ الْمَسَاكِيْنَ، حَتّٰى جَمَعَ سَبْعَ قِلَالٍ مِنْ ذَهَبٍ وَوَرِقٍ، قَالَ: وَأَبْغَضْتُهُ بُغْضًا شَدِيْدًا لِمَا رَأَيْتُهُ يَصْنَعُ، ثُمَّ مَاتَ، فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ النَّصَارٰى لِيَدْفِنُوْهُ، فَقُلْتُ لَهُمْ: إِنَّ هٰذَا كَانَ رَجُلٌ سُوْءٌ، يَأْمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَيُرَغِّبُكُمْ فِيْهَا، فَإِذَا جِئْتُمُوْهُ بِهَا، اكْتَنَزَهَا لِنَفْسِهِ وَلَمْ يُعْطِ الْمَسَاكِيْنَ مِنْهَا شَيْئًا۔ قَالُوْا: وَمَاعِلْمُكَ بِذٰلِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: أَنَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى كَنْزِهِ۔ قَالُوْا: فَدُلَّنَا عَلَيْهِ۔ قَالَ: فَأَرَيْتُهُمْ مَوْضِعَهُ، قَالَ: فَاسْتَخْرَجُوْا مِنْهُ سَبْعَ قِلَالٍ مَمْلُوْءَةٍ ذَهَبًا وَوَرِقًا، قَالَ: فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَانَدْفِنُهُ أَبَدًا۔ فَصَلَبُوْهُ ثُمَّ رَجَمُوْهُ

تاجروں کا عیسائی قافلہ آئے تو مجھے خبر دینا۔ (کچھ ایام کے بعد) جب شام سے عیسائیوں کا تجارتی قافلہ پہنچا تو انھوں نے مجھے اس (کی آمد) کی اطلاع دی۔ میں نے ان سے کہا: جب (اس قافلے کے) لوگ اپنی ضروریات پوری کر کے اپنے ملک کی طرف واپس لوٹنا چاہیں تو مجھے بتلا دینا۔ سو جب انھوں نے واپس جانا چاہا تو انھوں نے مجھے اطلاع دے دی۔ میں نے اپنے پاؤں سے بیڑیاں اتار پھینکیں اور ان کے ساتھ نکل پڑا اور شام پہنچ گیا۔

جب میں شام پہنچا تو پوچھا: وہ کون سی شخصیت ہے جو اس دین والوں میں افضل ہے؟ انھوں نے کہا: فلاں گرجا گھر میں ایک پادری ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا: میں اس دینِ (نصرانیت) کی طرف راغب ہوا ہوں، اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس رہوں اور گرجا گھر میں آپ کی خدمت کروں اور آپ سے تعلیم حاصل کروں اور آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ اس نے کہا: (ٹھیک ہے) آ جاؤ۔ پس میں اس میں داخل ہو گیا۔ لیکن وہ بڑا برا آدمی تھا۔ وہ لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا تھا اور ان کو ترغیب دلاتا تھا۔ جب وہ کئی اشیاء لے کر آتے تھے، تو وہ اپنے لیے جمع کر لیتا تھا اور مساکین کو کچھ بھی نہیں دیتا تھا، حتی کہ اس کے پاس سونے اور چاندی کے سات مٹکے جمع ہو گئے۔ میں اس کے کرتوں کی بنا پر اس سے نفرت کرتا تھا۔ بالآخر وہ مر گیا، اسے دفن کرنے کے لیے عیسائی لوگ پہنچ گئے۔ میں نے ان سے کہا: یہ تو برا آدمی تھا، یہ تم لوگوں کو تو صدقہ کرنے کا حکم دیتا اور اس کی ترغیب دلاتا تھا، لیکن جب تم لوگ اس کے پاس صدقہ جمع کرواتے تھے تو یہ اسے اپنے لیے ذخیرہ کر لیتا تھا اور مساکین کو بالکل نہیں دیتا تھا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: تجھے کیسے علم

بِالْحِجَارَةِ، ثُمَّ جَاءُوْا بِرَجُلٍ آخَرَ فَجَعَلُوْهُ بِمَكَانِهِ۔ قَالَ: يَقُوْلُ سَلْمَانُ: فَمَا رَأَيْتُ رَجُلاً لَايُصَلِّى الْخَمْسَ أَرٰى أَنَّهُ أَفْضَلَ مِنْهُ، أَزْهَدَ فِي الدُّنْيَا وَلَا أَرْغَبَ فِي الْآخِرَةِ، وَلَا أَدْأَبَ لَيْلاً وَنَهَاراً مِنْهُ، قَالَ: فَأَحْبَبْتُهُ حُبًّا لَمْ أُحِبَّهُ مِنْ قَبْلِهِ، وَأَقَمْتُ مَعَهُ زَمَاناً ثُمَّ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، فَقُلْتُ لَهُ: يَافُلَانُ! إِنِّي كُنْتُ مَعَكَ، وَأَحْبَبْتُكَ حُبًّا لَمْ أُحِبَّهُ مِنْهُ قَبْلَكَ، وَقَدْ حَضَرَكَ مَاتَرٰى مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ فَإِلٰى مَنْ تُوْصِي بِيْ؟ وَمَاتَأْمُرُنِي؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ! وَاللّٰهِ مَا أَعْلَمُ أَحَداً الْيَوْمَ عَلٰى مَاكُنْتُ عَلَيْهِ، لَقَدْ هَلَكَ النَّاسُ وَبَدَّلُوْا وَتَرَكُوْا أَكْثَرَ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ إِلَّا رَجُلاً بِـ(الْمَوْصِلِ) وَهُوَ فُلَانٌ، فَهُوَ عَلٰى مَا كُنْتُ عَلَيْهِ فَالْحَقْ بِهٖ۔

قَالَ: فَلَمَّا مَاتَ وَغُيِّبَ، لَحِقْتُ بِصَاحِبِ (الْمَوْصِلِ)، فَقُلْتُ لَهُ: يَافُلَانُ! إِنَّ فُلَاناً أَوْصَانِي عِنْدَ مَوْتِهِ أَنْ أَلْحَقَ بِكَ وَأَخْبَرَنِي أَنَّكَ عَلٰى أَمْرِهِ۔ قَالَ: فَقَالَ لِي: أَقِمْ عِنْدِي۔ فَأَقَمْتُ عِنْدَهُ، فَوَجَدْتُهُ خَيْرَ رَجُلٍ عَلٰى أَمْرِ صَاحِبِهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ مَاتَ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الوفاة، قُلْتُ لَهُ: يَا فُلَانُ! إِنَّ فُلَاناً أَوْصٰى بِيْ إِلَيْكَ وَأَمَرَنِي بِاللُّحُوْقِ بِكَ وَقَدْ حَضَرَكَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا تَرٰى فَإِلٰى مَنْ تُوْصِي بِيْ؟ وَمَا تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ! وَاللّٰهِ! مَا أَعْلَمُ

ہوا؟ میں نے کہا: میں تمھیں اس کے خزانے کی خبر دے سکتا ہوں۔ انھوں نے کہا: تو پھر ہمیں بتاؤ۔پس میں نے ان کو (اس کے خزانے کا) مقام دکھایا۔ انھوں نے وہاں سے سونے اور چاندی کے بھرے ہوئے سات مٹکے نکالے۔

جب انھوں نے صدقے (کا یہ حشر) دیکھا تو کہنے لگے: بخدا! ہم اس کو کبھی بھی دفن نہیں کریں گے۔سوانھوں نے اس کو سولی پر لٹکایا اور پھر پتھروں سے اس کو سنگسار کیا۔ بعدازاں وہ اس کی جگہ پر ایک اور آدمی لے آئے۔حضرت سلمان کہتے ہیں: جولوگ پانچ نمازیں ادا کرتے تھے، میں نے اس کو ان میں افضل پایا۔ میں نے اسے دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبت، آخرت کے معاملے میں سب سے زیادہ رغبت والا اور دن ہو یا رات (عبادت کے معاملات کو) تندہی سے ادا کرنے والا پایا۔ میں نے اس سے ایسی محبت کی کہ اس سے پہلے اس قسم کی محبت کسی سے نہیں کی تھی۔ میں اسی کے ساتھ کچھ زمانہ تک مقیم رہا۔ بالآخر اس کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا۔ میں نے اسے کہا: او فلاں! میں تیرے ساتھ رہا اور میں نے تجھ سے ایسی محبت کی کہ اس سے قبل اس قسم کی محبت کسی سے نہیں کی تھی۔اب تیرے پاس اللہ تعالی کا حکم (موت) آ پہنچا ہے، تو خود بھی محسوس کر رہا ہے۔اب تو مجھے کس بندۂ (خدا) کے پاس جانے کی نصیحت کرے گا؟ اور مجھے کیا حکم دے گا؟ اس نے کہا: میرے بیٹا! اللہ کی قسم! میں جس دین پر پابند تھا، میرے علم کے مطابق کوئی بھی اس دین کا پیروکار نہیں ہے۔ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں اور تبدیل ہو گئے ہیں اور جس شریعت کو اپنا رکھا تھا اس کے اکثر امور کو ترک کر دیا ہے۔ ہاں فلاں ایک آدمی موصل میں ہے۔ وہ اسی دین پر کاربند ہے، پس تو اس کے پاس چلے جانا۔

رَجُلًا عَلٰى مِثْلِ مَا كُنَّا عَلَيْهِ اِلَّا رَجُلًا بِـ (نَصِيْبِيْن) وَهُوَ فُلَانٌ فَالْحَقْ بِهٖ۔ قَالَ: فَلَمَّا مَاتَ وَغُيِّبَ لَحِقْتُ بِصَاحِبِ نَصِيْبِيْن فَجِئْتُهٗ فَأَخْبَرْتُهٗ بِخَبَرِيْ وَمَا أَمَرَنِيْ بِهٖ صَاحِبِيْ قَالَ:

فَأَقِمْ عِنْدِيْ۔ فَأَقَمْتُ عِنْدَهٗ فَوَجَدْتُّهٗ عَلٰى أَمْرِ صَاحِبَيْهِ فَأَقَمْتُ مَعَ خَيْرِ رَجُلٍ، فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثَ اَنْ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ، فَلَمَّا حُضِرَ قُلْتُ لَهٗ: يَا فُلَانُ! اِنَّ فُلَانًا كَانَ أَوْصٰى بِيْ اِلٰى فُلَان، ثُمَّ أَوْصٰى بِيْ فُلَان اِلَيْكَ، فَاِلٰى مَنْ تُوْصِيْ بِيْ؟ وَمَا تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ! وَاللّٰهِ مَا نَعْلَمُ أَحَدًا بَقِيَ عَلٰى أَمْرِنَا آمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَهٗ اِلَّا رَجُلًا بِـ (عَمُّوْرِيَّة) فَاِنَّهٗ بِمِثْلِ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ، فَاِنْ اَحْبَبْتَ فَأْتِهٖ۔ قَالَ: فَاِنَّهٗ عَلٰى أَمْرِنَا۔ قَالَ: فَلَمَّا مَاتَ وَغُيِّبَ، لَقِيْتُ بِصَاحِبِ عَمُّوْرِيَّة وَأَخْبَرْتُهٗ خَبَرِيْ، فَقَالَ: أَقِمْ عِنْدِيْ۔ فَأَقَمْتُ مَعَ رَجُلٍ عَلٰى هَدْيِ أَصْحَابِهٖ وَأَمْرِهِمْ۔ قَالَ: وَاكْتَسَبْتُ حَتّٰى كَانَ لِيْ بَقَرَاتٌ وَغُنَيْمَةٌ۔ قَالَ: ثُمَّ نَزَلَ بِهٖ أَمْرُ اللّٰهِ، فَلَمَّا حُضِرَ قُلْتُ لَهٗ: يَا فُلَانُ! اِنِّيْ كُنْتُ مَعَ فُلَان، فَأَوْصٰى بِيْ فُلَانٌ اِلٰى فُلَان، وَأَوْصٰى بِيْ فُلَانٌ اِلٰى فُلَان، ثُمَّ أَوْصٰى بِيْ فُلَانٌ اِلَيْكَ، فَاِلٰى مَنْ تُوْصِيْ بِيْ؟ وَمَا تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ! مَا أَعْلَمُهٗ أَصْبَحَ عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ

جب وہ فوت ہو گیا اور اسے دفن کر دیا گیا تو میں موصل والے آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے کہا: اے فلاں! فلاں آدمی نے موت کے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ میں تجھ سے آ ملوں۔ اس نے مجھے بتلایا تھا کہ تم بھی اس کے دین پر کاربند ہو۔ اس نے مجھے کہا: (ٹھیک ہے) تم میرے پاس ٹھہر سکتے ہو۔ پس میں نے اس کے پاس اقامت اختیار کی، میں نے اسے بہترین آدمی پایا جو اپنے ساتھی کے دین پر برقرار تھا۔ (کچھ عرصے کے بعد اس پر بھی) فوت ہونے کے آثار (دکھائی دینے لگے)۔ جب اس پر وفات کی گھڑی آ پہنچی تو میں نے کہا: او فلاں! فلاں نے تو مجھے تیرے بارے میں وصیت کی تھی اور مجھے حکم دیا تھا کہ تیری صحبت میں رہوں۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل ہونے والا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ اب تو مجھے کیا وصیت کرے گا اور کیا حکم دے گا کہ میں کس کے پاس جاؤں؟

اس نے کہا: بیٹا! اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق تو ہمارے دین پر قائم صرف ایک آدمی ہے، جو نصیبین میں ہے۔ (میری وفات کے بعد) اس کے پاس چلے جانا۔ پس جب وہ فوت ہوا اور اسے دفن کر دیا گیا تو میں نصیبین والے صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ میں اس کے پاس آیا اور اسے اپنے بارے میں اور اپنے (رہنما) کے حکم کے بارے میں مطلع کیا۔ اس نے کہا: میرے پاس ٹھہر یئے۔ سو میں اس کے پاس ٹھہر گیا۔ میں نے اس کو اس کے سابقہ دونوں صاحبوں کے دین پر پایا۔ وہ بہترین آدمی تھا جس کے پاس میں نے اقامت اختیار کی۔ لیکن اللہ کی قسم! وہ جلد ہی مرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں نے اسے کہا: او فلاں! فلاں (اللہ کے بندے) نے مجھے فلاں کی (صحبت میں رہنے کی)

آمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَهُ وَلٰكِنَّهُ قَدْ أَضَلَّكَ زَمَانُ نَبِيٍّ، هُوَ مَبْعُوْثٌ بِدِيْنِ أَبْرَاهِيْمَ. يَخْرُجُ بِأَرْضِ الْعَرَبِ، مُهَاجِرًا أَلٰى أَرْضٍ بَيْنَ حَرَّتَيْنِ بَيْنَهُمَا نَخْلٌ، بِهِ عَلَامَاتٌ لَا تَخْفٰى، يَأْكُلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، فَأَنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَلْحَقَ بِتِلْكَ الْبِلَادِ فَافْعَلْ.

قَالَ: ثُمَّ مَاتَ وَ غُيِّبَ، فَمَكَثْتُ فِيْ عَمُوْرِيَّةَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ أَمْكُثَ. ثُمَّ مَرَّبِي نَفَرٌ مِنْ كَلْبٍ تُجَّارًا فَقُلْتُ لَهُمْ: تَحْمِلُوْنِيْ إِلٰى أَرْضِ الْعَرَبِ وَأُعْطِيْكُمْ بَقَرَاتِيْ هٰذِهِ وَغُنَيْمَتِي هٰذِهِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ فَأَعْطَيْتُمُوْهَا، وَحَمَلُوْنِي، حَتّٰى إِذَا قَدِمُوْا بِي وَادِيَ الْقُرٰى ظَلَمُوْنِي، فَبَاعُوْنِي مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ عَبْدًا، فَكُنْتُ عِنْدَهُ، وَرَأَيْتُ النَّخْلَ، وَرَجَوْتُ، أَنْ تَكُوْنَ الْبَلَدُ الَّذِي وَصَفَ لِي صَاحِبِي، وَلَمْ يَحُقَّ لِي فِي نَفْسِي. فَبَيْنَمَا أَنَا عِنْدَهُ قَدِمَ عَلَيْهِ ابْنُ عَمٍّ لَهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ، فَابْتَاعَنِي مِنْهُ، فَاحْتَمَلَنِي إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُهَا فَعَرَفْتُهَا بِصِفَةِ صَاحِبِي، فَأَقَمْتُ بِهَا. وَبَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ فَأَقَامَ بِمَكَّةَ مَا أَقَامَ، لَا أَسْمَعُ لَهُ بِذِكْرٍ مَعَ مَا أَنَا فِيْهِ مِنْ شُغْلِ الرِّقِّ.

ثُمَّ هَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَفِي رَأْسِ عِذْقٍ لِسَيِّدِيْ أَعْمَلُ فِيْهِ بَعْضَ

نصیحت کی تھی، پھر اس نے تیرے پاس آنے کی نصیحت کی۔ اب تو مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرے گا یا کیا حکم دے گا؟

اس نے کہا: میرے بیٹے! ہم تو ایسے آدمی کے بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتے، جو ہمارے دین پر قائم ہو، کہ تو اس کے پاس جا سکے۔ البتہ ایک آدمی عموریہ میں ہے۔ وہ دین کے معاملے میں ہماری طرح کا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو اس کے پاس چلے جانا، کیونکہ وہ ہمارے دین پر برقرار ہے۔ پس جب وہ بھی مر گیا اور اسے دفن کر دیا گیا، تو میں عموریہ والے (بندۂ خدا) کے پاس پہنچ گیا اور اسے اپنا سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا: تم میرے پاس ٹھہرو۔ میں نے اس کی صحبت اختیار کر لی اور اسے اس کے اصحاب کی سیرت اور دین پر پایا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس کے پاس کمائی بھی کی، حتی کہ میں کچھ گائیوں اور بکریوں کا مالک بن گیا۔ لیکن اس پر بھی اللہ تعالی کا حکم نازل ہونے (کی علامات دکھائی دینے لگیں)۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آ پہنچا تو میں نے اسے کہا: او فلاں! میں فلاں (بندۂ خدا) کے پاس تھا، فلاں نے مجھے فلاں کے بارے میں، فلاں نے فلاں کے بارے میں اور اس نے تیرے پاس آنے کی وصیت کی تھی۔ اب تو مجھے کس (کی صحبت میں رہنے) کی وصیت کرے گا؟ اور مجھے کیا حکم دے گا؟ اس نے کہا: میرے بیٹا! میں تو کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے دین پر کاربند ہو اور جس کے بارے میں میں تجھے حکم دے سکوں۔ لیکن اب ایک نبی کی آمد کا وقت قریب آ چکا ہے، اسے دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث کیا جائے گا، وہ عربوں کی سرزمین سے ظاہر ہو گا اور ایسے

الْعَمَلِ ، وَسَيِّدِي جَالِسٌ إِذْ أَقْبَلَ ابْنُ عَمٍّ لَّهُ حَتّٰى وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: فُلَانٌ قَاتَلَ اللّٰهُ بَنِي قَيْلَةَ ، وَاللّٰهِ إِنَّهُمْ الْآنَ لَمُجْتَمِعُوْنَ بـ(قُبَاءَ) عَلٰى رَجُلٍ قَدِمَ عَلَيْهِمْ مِنْ مَّكَّةَ الْيَوْمَ يَزْعَمُوْنَ أَنَّهُ نَبِيٌّ۔ قَالَ: فَلَمَّا سَمِعْتُهَا أَخَذَتْنِي الْعُرَوَاءُ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنِّي سَأَسْقُطُ عَلٰى سَيِّدِيْ ، قَالَ: وَنَزَلْتُ عَنِ النَّخْلَةِ فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لِابْنِ عَمِّهِ ذٰلِكَ: مَاذَا تَقُوْلُ؟ مَاذَا تَقُوْلُ؟ قَالَ: فَغَضِبَ سَيِّدِي فَلَكَمَنِي لَكْمَةً شَدِيْدَةً ، ثُمَّ قَالَ: مَالَكَ وَلِهٰذا؟ أَقْبِلْ عَلٰى عَمَلِكَ۔ قَالَ: قُلْتُ: لَاشَيْءَ إِنَّمَا أَردتُ أَنْ أَسْتَثْبِتَ عَمَّا قَالَ۔ وَقَدْ كَانَ عِنْدِي شَيْءٌ قَدْ جَمَعْتُهُ ، فَلَمَّا أَمْسَيْتُ أَخَذْتُهُ ثُمَّ ذَهَبْتُ بِهِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بـ(قُبَاءٍ) فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكَ رَجُلٌ صَالِحٌ ، وَمَعَكَ أَصْحَابٌ لَّكَ غُرَبَاءُ ذَوُوْ حَاجَةٍ ، وَهٰذَا شَيْءٌ كَانَ عِنْدِي لِلصَّدَقَةِ ، فَرَأَيْتُكُمْ أَحَقَّ بِهِ مِنْ غَيْرِكُمْ ، قَالَ: فَقَرَّبْتُهُ إِلَيْهِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ:((كُلُوْا۔)) وَأَمْسَكَ يَدَهُ فَلَمْ يَأْكُلْ۔ قَالَ: فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: هٰذِهِ وَاحِدَةٌ ثُمَّ انْصَرَفْتُ عَنْهُ ، فَجَمَعْتُ شَيْئاً ، وَتَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْمَدِيْنَةِ ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ فَقُلْتُ: إِنِّي رَأَيْتُكَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ، وَهٰذِهِ هَدِيَّةٌ أَكْرَمْتُكَ بِهَا ، قَالَ: فَأَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

(شہر) کی طرف ہجرت کرے گا جو دو حرّوں (یعنی کالے پتھر والی زمینوں) کے درمیان ہوگا اور ان کے درمیان کھجوروں کے درخت ہوں گے۔ اس کی اور علامات بھی ہوں گی، جو مخفی نہیں ہوں گی۔ وہ ہدیہ (یعنی بطورِ تحفہ دی گئی چیز) کھائے گا، صدقہ نہیں کھائے گا اور اس کے کندھوں کے درمیان مہرِ ختمِ نبوّت ہوگی۔ اگر تجھے استطاعت ہے تو (عرب کے) ان علاقوں تک پہنچ جا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر وہ فوت ہو گیا اور اسے دفن کر دیا گیا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، میں عموریہ میں سکونت پذیر رہا۔ پھر میرے پاس سے بنو کلب قبیلے کا ایک تجارتی قافلہ گزرا۔ میں نے ان سے کہا: اگر تم مجھے سرزمینِ عرب کی طرف لے جاؤ تو میں تم کو اپنی گائیں اور بکریاں دے دوں گا؟ انھوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پس میں نے اپنی گائیں اور بکریاں ان کو دے دیں اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ ملا لیا۔ جب وہ مجھے وادیٔ قری تک لے کر پہنچے تو انھوں نے مجھ پر ظلم کیا اور بطورِ غلام ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ پس میں اس کے پاس ٹھہر گیا۔ جب میں نے کھجوروں کے درخت دیکھے تو مجھے امید ہونے لگی کہ یہ وہی شہر ہے جو میرے ساتھی نے بیان کیا تھا، لیکن یقین نہیں آ رہا تھا۔ ایک دن اس یہودی کا چچا زاد بھائی، جس کا تعلق بنو قریظہ سے تھا، مدینہ سے اس کے پاس آیا اور مجھے خرید کر اپنے پاس مدینہ میں لے گیا۔ اللہ کی قسم! جب میں نے مدینہ کو دیکھا تو اپنے ساتھی کی بیان کردہ علامات کی روشنی میں اس کو پہچان گیا (کہ یہی خاتم النبیین کا مسکن ہوگا)۔ میں وہاں فروکش ہو گیا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ مکرمہ میں مبعوث کر دیا، جتنے دن انھوں نے وہاں ٹھہرنا تھا، وہ

مِنْهَا، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ فَأَكَلُوْا مَعَهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: فِي نَفْسِي هَاتَانِ اثْنَتَانِ۔

ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِبَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، قَالَ: وَقَدْ تَبِعَ جَنَازَةً مِنْ أَصْحَابِهِ، عَلَيْهِ شَمْلَتَانِ لَهُ، وَهُوَ جَالِسٌ فِي أَصْحَابِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَدَرْتُ أَنْظُرُ إِلٰى ظَهْرِهِ، هَلْ أَرَى الْخَاتَمَ الَّذِي وَصَفَ لِي صَاحِبِي، فَلَمَّا رَآنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اسْتَدَرْتُهُ، عَرَفَ أَنِّي أَسْتَثْبِتُ فِي شَيْءٍ وَصَفَ لِي، قَالَ: فَأَلْقَى رِدَاءَ عَنْ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ فَعَرَفْتُهُ، فَانْكَبَبْتُ عَلَيْهِ أُقَبِّلُهُ وَأَبْكِي۔ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَحَوَّلْ۔)) فَتَحَوَّلْتُ، فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثِي۔ كَمَا حَدَّثْتُكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! قَالَ: فَأَعْجَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَسْمَعَ ذٰلِكَ أَصْحَابُهُ۔

ثُمَّ شَغَلَ سَلْمَانُ الرِّقَّ حَتّٰى فَاتَهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَدْرٌ وَأُحُدٌ۔ قَالَ: ثُمَّ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَاتِبْ يَا سَلْمَانُ!)) فَكَاتَبْتُ صَاحِبِي عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةِ نَخْلَةٍ أُحْيِيْهَا لَهُ بِالْفَقِيْرِ، وَبِأَرْبَعِيْنَ أُوْقِيَةً۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَعِيْنُوْا أَخَاكُمْ۔)) فَأَعَانُوْنِي بِالنَّخْلِ، الرَّجُلُ بِثَلَاثِيْنَ وَدِيَّةً وَالرَّجُلُ بِعِشْرِيْنَ، وَالرَّجُلُ بِخَمْسَ عَشْرَةَ، وَالرَّجُلُ بِعَشْرٍ يَعْنِي: الرَّجُلُ بِقَدْرِ مَاعِنْدَهُ۔ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ لِي ثَلَاثُ

ٹھہرے۔ لیکن میں نے ان (کی آمد) کا کوئی تذکرہ نہیں سنا، دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں غلامی والے شغل میں مصروف رہتا تھا۔

بالآخر نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ اللہ کی قسم! (ایک دن) میں اپنے آقا کے پھل دار کھجور کے درخت کی چوٹی پر کوئی کام کر رہا تھا، میرا مالک بیٹھا ہوا تھا، اس کا چچازاد بھائی اچانک اس کے پاس آیا اور کہا: او فلاں! اللہ تعالی بنوقیلہ کو ہلاک کرے، وہ قبا میں مکہ سے آنے والے ایک آدمی کے پاس جمع ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔ جب میں نے اس کی یہ بات سنی تو مجھ پر اس قدر کپکپی طاری ہوگئی کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اپنے مالک پر گر جاؤں گا۔ میں کھجور کے درخت سے اترا اور اس کے چچا زاد بھائی سے کہنے لگا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس بات سے میرے آقا کو غصہ آیا اور اس نے مجھے زور سے مکا مارا اور کہا: تیرا اس کی بات سے کیا تعلق ہے۔ جا، اپنا کام کر۔ میں نے کہا: کوئی تعلق نہیں، بس ذرا بات کی چھان بین کرنا چاہتا تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے پاس میرا جمع کیا ہوا کچھ مال تھا۔ جب شام ہوئی تو میں نے وہ مال لیا اور قبا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ میں آپ ﷺ پر داخل ہوا اور کہا: مجھے یہ بات موصول ہوئی ہے کہ آپ کوئی صالح آدمی ہیں اور آپ کے اصحاب غریب اور حاجتمند لوگ ہیں۔ یہ میرے پاس کچھ صدقے کا مال ہے، میں نے آپ لوگوں کو ہی اس کا زیادہ مستحق سمجھا ہے۔ پھر میں نے وہ مال آپ ﷺ کے قریب کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''تم لوگ کھا لو۔'' آپ ﷺ نے خود اپنا ہاتھ روک

مِـئَةِ وَدِيَّةٍ۔ فَـقَـالَ لِـي رَسُوْلُ اللّٰـهِ ﷺ: ((اِذْهَـبْ يَاسَلْمَانُ! فَفَقِّرْلَهَا ، فَإِذَا فَرَغْتَ فَأْتِنِي أَكُوْنُ أَنَا أَضَعُهَا بِيَدِي۔)) فَـفَـقَّـرْتُ لَهَا ، وَأَعَانَنِي أَصْحَابِي ، حَتّٰى إِذَا فَـرَغْـتُ مِـنْـهَـا جِئْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ۔ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعِي إِلَيْهَا ، فَجَعَلْنَا نُقَرِّبُ لَـهُ الْوَدِيَّ ، وَيَضَعُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ ، فَوَالَّذِي نَفْسُ سَلْمَانَ بِيَدِهِ! مَا مَاتَتْ مِنْهَا وَدِيَّةٌ وَاحِـدَـةٌ ، فَأَدَّيْتُ النَّخْلَ وَبَقِيَ عَلَيَّ الْـمَالُ ، فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمِثْلِ بَيْضَةِ الـدَّجَاجَةِ مِنْ ذَهَبٍ مِنْ بَعْضِ الْمَغَازِيْ ، فَـقَـالَ: ((مَـافَعَلَ الْفَارِسِيُّ الْمُكَاتَبُ؟)) قَـالَ: فَـدُعِيْـتُ لَـهُ۔ فَقَـالَ: ((خُذْ هٰذِهِ فَأَدِّ بِهَا مَا عَلَيْكَ يَاسَلْمَانُ!)) فَقُلْتُ: وَأَيْنَ تَـقَـعُ هٰـذِهٖ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مِمَّا عَلَيَّ؟ قَالَ: ((خُـذْهَـا ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ سَيُؤَدِّي بِهَا عَـنْكَ۔)) قَـالَ: فَـأَخَـذْتُهَا ، فَوَزَنْتُ لَهُمْ مِـنْهَـا وَالَّـذِي نَفْسِ سَلْمَانُ بِيَدِهِ! أَرْبَعِيْنَ أُوْقِيَةً ، فَـأَوْفَيْتُهُـمْ حَـقَّهُـمْ ، وَعَتَقْـتُ ، فَشَهِدتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْخَنْدَقَ ، ثُمَّ لَمْ يَفُتْنِي مَعَهُ مَشْهَدٌ۔ (الصحيحة:٨٩٤)

لیا اور نہ کھایا۔ میں نے دل میں کہا کہ (اس بندۂ خدا کے نبی ہونے کی) ایک نشانی تو (پوری ہوگئی ہے)۔ پھر میں چلا گیا اور مزید کچھ مال جمع کیا۔ اب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں منتقل ہو چکے تھے۔ پھر (وہ مال لے کر) میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرا آپ کے بارے میں خیال ہے کہ آپ صدقے کا مال نہیں کھاتے، اس لیے یہ ہدیہ (یعنی تحفہ) ہے، میں اس کے ذریعے آپ کی عزت کرنا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ چیز خود بھی کھائی اور اپنے صحابہ کو بھی کھانے کا حکم دیا، سو انھوں نے بھی کھائی۔ (یہ منظر دیکھ کر) میں نے دل میں کہا: دو علامتیں (پوری ہوگئیں ہیں)۔

(حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں (تیسری دفعہ) جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو وہ ”بَـقِيْـعُ الْغَرْقَد“ میں تھے۔ آپ ﷺ کسی صحابی کے جنازے کی خاطر وہاں آئے ہوئے تھے، آپ ﷺ پر دو چادریں تھیں۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کہا، پھر آپ کی پیٹھ پر نظر ڈالنے کے لیے گھوما، تاکہ (دیکھ سکوں کہ) آیا وہ (ختمِ نبوت والی) مہر بھی ہے، جس کی پیشین گوئی میرے ساتھی نے کی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے گھومتے ہوئے دیکھا تو آپ پہچان گئے کہ میں آپ ﷺ کے کسی وصف کی جستجو میں ہوں، پس آپ ﷺ نے اپنی چادر اپنی پیٹھ سے ہٹا دی، میں نے مہرِ نبوت دیکھی اور اسے پہچان گیا۔ پھر میں آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑا اور آپ کے بوسے لینے اور رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”پیچھے ہٹو۔“ پس میں پیچھے ہٹ گیا۔ ابن عباس! پھر میں نے آپ ﷺ کو اپنا وہ سارا ماجرا سنایا، جو تجھے سنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو یہ بات اچھی لگی کہ یہ واقعہ آپ کے صحابہ بھی سنیں۔

پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غلامی کی وجہ سے مشغول رہے اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہو سکے۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”سلمان! (اپنے مالک سے)

مکاتبت کرلو۔'' پس میں نے اپنے آقا سے اس بات پر مکاتبت کر لی کہ میں اس کے لیے تین سو کھجور کے چھوٹے درخت زمین سے اکھاڑ کر اس کی جگہ پر لگاؤں گا اور (مزید اسے) چالیس اوقیے دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی (سلمان) کی مدد کرو۔'' لوگوں نے مدد کرتے ہوئے مجھے کھجوروں کے درخت دیے۔ کسی نے تیس، کسی نے بیس، کسی نے پندرہ، کسی نے دس، الغرض کہ ہر ایک نے اپنی استطاعت کے بقدر مجھے کھجوروں کے چھوٹے درخت دیے، حتی کہ میرے پاس تین سو کھجوریں جمع ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''سلمان! جاؤ اور گڑھے کھودو۔ جب فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آ جانا، (یہ پودے) میں خود لگاؤں گا۔''

(حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں نے گڑھے کھودے، میرے ساتھیوں نے میری معاونت کی۔ جب میں فارغ ہوا تو آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ نکلے۔ ہم (کھجوروں کے وہ) بوٹے آپ ﷺ کے قریب کرتے تھے اور آپ اپنے ہاتھ سے ان کو لگا دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے! ان میں سے کھجور کا ایک پودا بھی نہ مرا۔ اب میں کھجور کے چھوٹے درخت تو لگا چکا تھا اور (چالیس اوقیوں والا) مال باقی تھا۔ کسی غزوے سے رسول اللہ ﷺ کے پاس مرغی کے انڈے کے بقدر سونا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''مکاتبت کرنے والا (سلمان) فارسی کیا کر رہا ہے؟'' مجھے بلایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''سلمان! یہ لو اور اس کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کرو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ پر جتنا (قرضہ) ہے، اس سے کیا اثر ہوگا؟ (یعنی قرضہ بہت زیادہ ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو لو، عنقریب اللہ تعالی تمہارا (قرضہ) بھی ادا کر دے گا۔'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے! میں نے وہ لے لیا اور اس میں سے ان آقاؤں کو چالیس اوقیے تول کر دے دیئے، ان کا پورا حق ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں حاضر ہوا اور اس کے بعد کوئی غزوہ مجھ سے نہ رہ سکا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٤٤١/ ٤٤٤، وابن سعد في "الطبقات": ٤/ ٥٣ـ ٥٧، والطبراني في "المعجم الكبير": ٧/ ٢٧٢/ ٦٠٦٥

**شرح:**...... سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ واقعہ اور حدیثِ مبارکہ اپنے مفہوم میں انتہائی واضح ہیں، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی جائے سکونت کے بارے سابقہ مذہبی ادب میں یہ پیشین گوئیاں کی گئی تھیں، جن کو وقت نے برحق ثابت کیا:

(۱) آپ ﷺ کے مسکنِ اول مکہ مکرمہ اور مسکنِ ثانی مدینہ منورہ کی علامات کا تذکرہ۔

(۲) آپ ﷺ صدقات کھانے والے نہیں تھے، تحائف و ہدایا قبول کرنے والے تھے۔

(۳) آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔

یہ حدیث اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ اگر کسی شخص کو تلاشِ حق کی تمنا ہو اور وہ مخلصانہ انداز میں اس کے لیے تگ

و دو کرنے والا بھی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی اِس نیک آرزو کو بدرجۂ اتم پورا کر دیتے ہیں۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے حق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے جن مراحل کو طے کیا، یقیناً ایسے کٹھن مراحل کو کامیابی و کامرانی کے ساتھ عبور کرنا کسی بصیرت والے کے لیے غور وفکر سے بالاتر ہے، بہرحال اگر اخلاص کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق بھی شاملِ حال ہو تو بڑی سے بڑی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگی معاملات میں صحابہ سے مشورہ کرنا

(٣٤٥٥)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((رَاَیْتُ کَاَنِّيْ فِيْ دِرْعٍ حَصِیْنَةٍ، وَرَاَیْتُ بَقَرًا مُنَحَّرَةً، فَاَوَّلْتُ اَنَّ الدِّرْعَ الْحَصِیْنَةَ الْمَدِیْنَةُ، وَاَنَّ الْبَقَرَ هُوَ وَاللّٰهِ خَیْرٌ)) فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ: ((لَوْاَنَّا اَقَمْنَا بِالْمَدِیْنَةِ فَاِنْ دَخَلُوْا عَلَیْنَا فِیْهَا قَاتَلْنَاهُمْ۔)) فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَادُخِلَ عَلَیْنَا فِیْهَا فِيْ الْجَاهِلِیَّةِ، فَکَیْفَ یُدْخَلُ عَلَیْنَا فِیْهَا فِيْ الْاِسْلَامِ؟ قَالَ عَفَّانُ فِيْ حَدِیْثِهٖ: فَقَالَ: ((شَاْنُکُمَا اِذًا۔)) قَالَ: فَلَبِسَ لَامَتَهٗ، قَالَ: فَقَالَ الْاَنْصَارُ: رَدَدْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَاْیَهٗ، فَجَاءُوْا فَقَالُوْا: یَا نَبِيَّ اللّٰهِ شَاْنُكَ اِذًا۔ فَقَالَ: ((اِنَّهٗ لَیْسَ لِنَبِيٍّ اِذَا لَبِسَ لَامَتَهٗ اَنْ یَّضَعَهَا حَتّٰی یُقَاتِلَ۔)) (الصحیحة: ١١٠٠)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنے آپ کو (خواب میں) دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ذبح کی ہوئی پڑی ہے۔ میں نے یہ تعبیر کی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے اور گائے ۔اللہ کی قسم!۔وہ خیر و بھلائی ہے۔'' پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''اگر ہم مدینہ میں ہی فروکش رہیں اور وہ ہم پر چڑھائی کر دیں تو (اپنے شہر میں ہی ٹھہر کر) ان سے لڑیں گے۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! جاہلیت میں بھی ہم پر اس شہر میں حملہ نہیں کیا گیا اور اب اسلام کے باوجود ایسا کیوں ہو؟ آپ نے فرمایا: ''(ٹھیک ہے) تمھاری بات سہی۔'' (یہ جواب عفان کی حدیث میں ہے) پھر آپ نے (جنگی) لباس پہنا۔ انصاریوں نے آپس میں کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تسلیم نہیں کی (یہ خطرہ مول لینے والی بات ہے) سو وہ آئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی رائے پر عمل ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نبی جنگی لباس پہن لیتا ہے تو اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ لڑائی سے پہلے لباس اتار دے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣٥١، واخرجه الدارمي: ٢/ ١٢٩

**شرح:**...... جب مشرکین مکہ جنگ بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے غزوۂ احد کے موقع پر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا، بعض صحابہ شہر کے اندر ہی رہ کر مقابلہ کا مشورہ دے رہے تھے، جبکہ بعض کا خیال تھا کہ میدان میں مقابلہ ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے مطابق مدینہ میں رہ کر لڑنا بہتر تھا۔ اس حدیث میں اسی

مشاورت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

## سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٥٦)۔ عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلزُّبَيْرُ اِبْنُ عَمَّتِيْ، وَحَوَارِيَّ مِنْ أُمَّتِيْ۔)) (الصحيحة:١٨٧٧)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زبیر میری پھوپھی کا بیٹا ہے اور میری امت میں سے میرا مخلص دوست ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣١٤

## سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٥٧)۔ عَنْ جَابِرٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، وَرَجُلٌ قَامَ اِلٰى اِمَامٍ جَائِرٍ فَاَمَرَهٗ وَنَهَاهُ ، فَقَتَلَهٗ۔)) (الصحيحة:٣٧٤)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(دو بندگانِ خدا) شہیدوں کے سردار ہیں: (۱)حمزہ بن عبدالمطلب اور وہ آدمی جس نے ظالم حکمران کو (شریعت کے مطابق) حکم دیا اور (حرام امور سے) منع کیا، لیکن اس نے اسے قتل کر دیا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ١٩٥ ، والخطيب في "تاريخ بغداد": ٦/ ٣٧٧ ، ١١/ ٣٠٢

**شرح:**...... سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں بڑے کارنامے سرانجام دیے۔ اسی پیش قدمی اور غلبے کے دوران ان کو شہید کر دیا گیا، ایک حبشی غلام وحشی بن حرب نے ان کو قتل کیا، اس کے آقا جبیر بن مطعم نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے سیدنا حمزہ کو قتل کر دیا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا، کیونکہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے جبیر کے چچا طعیمہ بن عدی کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔ وحشی نیزہ پھینکنے کا ماہر تھا، وہ ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ وہ سباع بن عرفطہ کا سر قلم کر رہے تھے کہ وحشی نے ان کی طرف نیزے کا رخ کیا اور اسے اچھال دیا، وہ غافل تھے، نیزہ ان کے پیڑو پر لگا اور دونوں پاؤں کے درمیان سے نکل گیا، سو وہ گر گئے اور اٹھ نہ سکے، یہاں تک کی ان کی شہادت واقع ہو گئی۔ بعد میں جب مشرکین کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ مسلم مقتولین کا مثلہ کرنے لگے، ہند بنت عتبہ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکالا اور اس کو چبایا، لیکن نہ نگل سکنے کی وجہ سے پھینک دیا اور ان کے کان، ناک وغیرہ کے ہار اور پازیب بنائے۔

## ہر زمانے میں سابقین کا وجود

(٣٤٥٨)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فِيْ كُلِّ قَرْنٍ مِنْ أُمَّتِيْ سَابِقُوْنَ۔)) (الصحيحة:٢٠٠١)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ہر زمانے میں سبقت لے جانے والے پائے جائیں گے۔''

تخریج: أخرجه أبو نعیم فی "الحلیه": ١/ ٨، وعنه الدیلمي: ٢/ ٣٣٣، معلقا

**شرح** :...... سابقین سے مراد وہ خواص مومنین ہیں، جو ایمان قبول کرنے میں سبقت کرنے اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو قربِ خاص سے نوازے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُوْلٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ.﴾ (سورۂ واقعہ: ١٠ تا ١٤) ...... ''اور جو آگے والے ہیں، وہ تو آگے والے ہیں۔ وہ بالکل نزدیکی حاصل کیے ہوئے ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں ہیں۔ بہت بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں سے۔''

اگر چہ آپ ﷺ کی امت کے ہر زمانے میں سبقت لے جانے والے موجود رہیں گے، بہرحال اگلوں میں ان کی زیادہ تعداد پائی جاتی تھی۔

## سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٥٩)۔ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيٰى، قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِيَ حُذَيْفَةُ فَقِيْلَ يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ قُتِلَ هٰذَا الرَّجُلُ، وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فَمَا نَقُوْلُ؟ فَقَالَ: أَسْنِدُوْنِيْ، فَأَسْنَدُوْهُ إِلٰى صَدْرِ رَجُلٍ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَبُو الْيَقْظَانِ عَلَى الْفِطْرَةِ، لَا يَدَعُهَا حَتّٰى يَمُوْتَ، أَوْ يَمَسَّهُ الْهَرَمُ.))

(الصحیحة: ٣٢١٦)

بلال بن یحییٰ کہتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو حضرت حذیفہ کو خواب آیا، انھیں کہا گیا: اے ابو عبد اللہ! عثمان کو تو شہید کر دیا گیا ہے اور لوگ اختلاف میں پڑ چکے ہیں، ایسے میں آپ کیا کہیں گے؟ انھوں نے کہا: مجھے سہارا دو۔ انھوں نے ان کو ایک آدمی کے سینے کا سہارا دیا۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''ابو الیقظان فطرتِ (اسلام) پر ہے اور اس کو مرنے تک یا انتہائی بوڑھا ہونے تک نہیں چھوڑے گا۔''

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ٣/ ٢٥٢/ ٢٦٨٦۔ الکشف، وأخرجه الطبرانی فی "الاوسط": ١/ ١٦٣/ ٣٠٤٣ مختصرا

**شرح** :...... سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الیقظان تھی۔ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان ہی کے لشکر میں جنگِ صفین میں شہید ہو گئے۔

(٣٤٦٠)۔ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مُلِئَ عَمَّارٌ اِيْمَانًا اِلٰى مُشَاشِهِ.))

(الصحیحة: ٨٠٧)

ایک صحابیٔ رسول بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمار کو ہنسلی کی ہڈیوں تک ایمان سے بھر دیا گیا ہے۔''

تخریج: أخرجه النسائی: ۲/ ۲٦۹ـ۲۷۰، والحاکم: ۳/ ۳۹۲

(۳٤٦۱)۔ قَالَ ﷺ: ((اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔)) رُوِیَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔

(الصحیحة:۱۲۳۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا، عمار کی سیرت اختیار کرنا اور ابن مسعود کے عہد کو تھام لینا۔'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

تخریج: ۱۔ أما حديث ابن مسعود: فأخرجه الترمذي: ۲/ ۳۱۱، والحاکم: ۳/ ۷٥

۲۔ وأما حديث حذيفة: أخرجه الترمذي: ۲/ ۲۹۰، والطحاوي في"المشكل" ۲/ ۸۳ـ ۸٤، وأحمد:٥/ ۳۸٥، ٤۰۲، والحميدي في"مسنده" ۱/ ۲۱٤/ ۲٤۹، وابن سعد: ۲/ ۳۳٤، و ابن أبي عاصم في"السنة"۱۰٤۸و ۱۰٤۹۔ بتحقيقي، وأبو نعيم في"الحلية" ۹/ ۱۰۹، و الخطيب: ۱۲/ ۲۰، والحاکم: ۳/ ۷٥، وابن عساكر: ۹/ ۳۲۳/ ۱و ۱۲/ ۳۱/ ۱ مختصرا و مطولا، وبعضهم ذكر المولى، وبعضهم لم يذكره، وهو الذي رجحه الحاكم خلافا لأبي حاتم في: العلل" ۲/ ۳۸۱

۳۔ وأما حديث أنس بن مالك: فأخرجه ابن عدي: ۷٥/ ۱

٤۔ وأما حديث ابن عمر: فأخرجه ابن عساكر: ۹/ ۳۲۳/ ۲

**شرح:**...... اور دوسری احادیث کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی اطاعت کی جائے گی، جب تک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو۔

(۳٤٦۲)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَرْشَدَهُمَا۔))

(الصحیحة: ۸۳٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی عمار کو دو امور میں سے ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تو انھوں نے انتہائی ہدایت والے معاملے کو اختیار کیا۔''

تخریج:أخرجه الترمذی: ٤/ ۳٤٥، ابن ماجه: ۱/ ٦٦، والحاکم: ۳/ ۳۸۸، والخطیب: ۱۱/ ۲۸۸

**شرح:**...... یعنی جو معاملہ حق کے زیادہ قریب، زیادہ درست اور زیادہ صلاح والا ہوتا، حضرت عمار اسے اختیار کرتے۔ امام مبارکپوری نے کہا: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق تھی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہادی خطا پر تھے، کیونکہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی موافقت اختیار کی اور جنگ صفین میں شہید ہو گئے۔

(تحفة الاحوذی: ٤/ ٣٤٥)

## مختصر واقعۂ حدیبیہ

## آپ ﷺ کی سواریاں چوری کرنے والے اور سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی بہادری اور ان کی تیز رفتاری

## سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بہترین گھوڑ سوار

## مختصر واقعۂ خیبر

(٣٤٦٣)۔ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلْمَةَ: حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، قَالَ: قَدِمْنَا الْحُدَيْبِيَّةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشَرَ مِئَةً، وَعَلَيْهَا خَمْسُوْنَ شَاةً لَا تُرْوِيْهَا، قَالَ: فَقَعَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى جَبَا الرَّكِيَّةِ، فَإِمَّا دَعَا وَإِمَّا بَصَقَ فِيْهَا، قَالَ: فَجَاشَتْ، فَسَقَيْنَا وَاسْتَقَيْنَا۔ قَالَ: ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَانَا لِلْبَيْعَةِ فِيْ أَصْلِ الشَّجَرَةِ، قَالَ: فَبَايَعْتُهُ أَوَّلَ النَّاسِ، ثُمَّ بَايَعَ وَبَايَعَ، حَتّٰى إِذَا كَانَ فِيْ وَسَطٍ مِنَ النَّاسِ، قَالَ: ((بَايِعْ يَا سَلْمَةُ!)) قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فِيْ أَوَّلِ النَّاسِ! قَالَ: ((وَأَيْضًا۔)) قَالَ: وَرَآنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَزِلًا (يَعْنِيْ: لَيْسَ مَعَهُ سِلَاحٌ) قَالَ: فَأَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَجَفَةً أَوْ دَرَقَةً، ثُمَّ بَايَعَ حَتّٰى إِذَا كَانَ فِيْ آخِرِ النَّاسِ، قَالَ: ((أَلَا تُبَايِعُنِيْ؟ يَا سَلْمَةُ!)) قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فِيْ أَوَّلِ النَّاسِ وَفِيْ أَوْسَطِ النَّاسِ۔ قَالَ: ((وَأَيْضًا۔)) قَالَ: فَبَايَعْتُهُ الثَّالِثَةَ، ثُمَّ قَالَ لِيْ:

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (۱) ہم چودہ سو افراد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ مقام پر آئے، وہاں ایک کنواں تھا، جس سے (پانی کی قلت کی وجہ سے) پچاس بکریاں سیراب نہیں ہو سکتی تھیں، رسول اللہ ﷺ اس کنویں کے کنارے پر بیٹھ گئے، دعا کی یا اس میں تھوکا، پانی زور سے نکل کر بہنے لگا، سو ہم نے پیا اور پلایا۔ (۲) پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیعت کے لیے درخت کے تنے کے پاس بلایا، میں نے سب سے پہلے بیعت کی، پھر آپ ﷺ مسلسل بیعت لیتے رہے، جب نصف لوگ بیعت کر کے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے فرمایا: ''سلمہ! بیعت کرو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو سب سے پہلے بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ایک دفعہ پھر کر لو۔'' (۳) جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے بغیر اسلحہ کے دیکھا تو مجھے ایک ڈھال دی، پھر بیعت لینا شروع کر دیا، حتی کہ لوگ آخر تک پہنچ گئے۔ آپ نے مجھے فرمایا: ''سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سب سے پہلے اور پھر درمیان میں (دو دفعہ) بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ایک دفعہ پھر کر لو۔'' سو میں نے تیسری دفعہ بیعت کی۔ (۴) پھر آپ نے مجھے فرمایا: ''سلمہ! وہ ڈھال کہاں ہے، جو میں نے تجھے دی تھی؟'' میں

((يَا سَلْمَةُ! أَيْنَ حَجَفَتُكَ أَوْ دَرَقَتُكَ الَّتِي أَعْطَيْتُكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقِيَنِي عَمِّي عَامِرٌ عَزْلًا فَأَعْطَيْتُهُ إِيَّاهَا، قَالَ: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: ((إِنَّكَ كَالَّذِي قَالَ الْأَوَّلُ: اَللّٰهُمَّ! أَبْغِنِيْ حَبِيْبًا هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ.)) ثُمَّ إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ رَاسَلُوْنَا الصُّلْحَ، حَتّٰى مَشٰى بَعْضُنَا فِي بَعْضٍ وَاصْطَلَحْنَا، قَالَ: وَكُنْتُ تَبِيْعًا لِطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، أَسْقِيْ فَرَسَهُ وَأَحُسُّهُ وَأَخْدِمُهُ، وَآكُلُ مِنْ طَعَامِهِ، وَتَرَكْتُ أَهْلِيْ وَمَا لِيْ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ﷺ، قَالَ: فَلَمَّا اصْطَلَحْنَا نَحْنُ وَأَهْلُ مَكَّةَ، وَاخْتَلَطَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ، أَتَيْتُ شَجَرَةً فَكَسَحْتُ شَوْكَهَا، فَاضْطَجَعْتُ فِيْ أَصْلِهَا، قَالَ: فَأَتَانِيْ أَرْبَعَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، فَجَعَلُوْا يَقَعُوْنَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَبْغَضْتُهُمْ، فَتَحَوَّلْتُ إِلٰى شَجَرَةٍ أُخْرٰى، وَعَلَّقُوْا سِلَاحَهُمْ وَاضْطَجَعُوْا، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ نَادٰى مُنَادٍ مِنْ أَسْفَلِ الْوَادِيْ: يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ! قُتِلَ ابْنُ زُنَيْمٍ، قَالَ: فَاخْتَرَطْتُ سَيْفِيْ، ثُمَّ شَدَدْتُ عَلٰى أُولٰئِكَ الْأَرْبَعَةِ وَهُمْ رُقُوْدٌ، فَأَخَذْتُ سِلَاحَهُمْ، فَجَعَلْتُهُ ضِغْثًا فِيْ يَدِيْ، قَالَ: ثُمَّ قُلْتُ: وَالَّذِيْ كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ، لَا يَرْفَعُ أَحَدٌ مِنْكُمْ رَأْسَهُ إِلَّا ضَرَبْتُ الَّذِيْ فِيْهِ

نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے میرے چچا ملے، ان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا، اس لیے میں نے ان کو دے دی۔ رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: ''تم تو اس آدمی کی طرح ہو جس نے کہا: اے اللہ! مجھے ایسا محبوب عطا کر دے جو مجھے اپنے آپ سے بھی زیادہ محبوب ہو۔'' (۵) پھر مشرکوں نے ہم سے صلح کے موضوع پر خط و کتابت شروع کی، یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کے پاس جانے لگ گئے اور صلح ہو گئی۔ میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تابع تھا، ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا، کھریرے کے ذریعے اس کی گرد صاف کرتا اور ان کی خدمت کرتا تھا۔ انھیں کا کھانا کھا لیتا تھا اور جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی تو اپنے اہل و عیال اور مال و منال کو پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ جب ہماری اور اہل مکہ کی صلح ہو گئی اور ہم ایک دوسرے کے پاس جانے لگ گئے، تو میں ایک درخت کے نیچے آیا، اس کے کانٹے صاف کئے اور وہاں لیٹ گیا۔ میرے پاس مکہ کے چار مشرک آئے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازیبا الفاظ کہنا شروع کر دیے، میں ان سے بڑا متنفر ہوا، اس لیے میں ایک دوسرے درخت کی طرف چلا گیا۔ انھوں نے اپنا اسلحہ لٹکا دیا اور لیٹ گئے، وہ اسی حالت پر تھے کہ نچلی وادی سے یہ آواز سنائی دی: او مہاجرو! ابن زنیم کو قتل کر دیا گیا۔ میں نے اپنی تلوار سونت لی اور ان چاروں کی طرف دوڑ کر گیا، وہ سو رہے تھے، میں نے ان کا اسلحہ ضبط کر لیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کہا: اس ذات کی قسم جس نے محمد (ﷺ) کی چہرے کو عزت والا بنایا! تم میں سے جو بھی سر اٹھائے گا میں اسے ماروں گا۔ پھر میں انھیں ہانک کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا۔ (٦) میرا چچا عامر عبلات سے مکرز نامی آدمی کو ایک

عَيْنَاهُ قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ بِهِمْ اَسُوْقُهُمْ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: وَجَاءَ عَمِّيْ عَامِرٌ بِرَجُلٍ مِنَ الْعَبَلَاتِ يُقَالُ لَهُ: مِكْرَزٌ، يَقُوْدُهُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى فَرَسٍ مُجَفَّفٍ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَنَظَرَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ﴿دَعُوْهُمْ، يَكُنْ لَّهُمْ بَدْءُ الْفُجُوْرِ وَثِنَاهُ۔﴾ فَعَفَا عَنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَاَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ......﴾ اَلآيَةَ كُلَّهَا۔ قَالَ:٧۔ ثُمَّ خَرَجْنَا رَاجِعِيْنَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِيْ لِحْيَانَ جَبَلٌ، وَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ، فَاسْتَغْفَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِمَنْ رَقَى هٰذَا الْجَبَلَ اللَّيْلَةَ، كَاَنَّهُ طَلِيْعَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَاَصْحَابِهِ۔ قَالَ سَلَمَةُ: فَرَقِيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًا۔ ثُمَّ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِظَهْرِهِ مَعَ رَبَاحٍ غُلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَاَنَا مَعَهُ، وَخَرَجْتُ مَعَهُ بِفَرَسِ طَلْحَةَ اُنَدِّيْهِ مَعَ الظَّهْرِ، فَلَمَّا اَصْبَحْنَا، اَذَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْفَزَارِيُّ قَدْ غَادَرَ عَلَى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، فَاسْتَاقَهُ اَجْمَعَ، وَقَتَلَ رَاعِيَهُ، قَالَ: فَقُلْتُ :يَا رَبَاحُ! خُذْ هٰذَا الْفَرَسَ فَاَبْلِغْهُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَاَخْبِرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ

کمزور گھوڑے پر سوار کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، وہ کل ستر مشرک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''ان کو چھوڑ دو، برائی و بدکاری کی ابتدا بھی ان سے ہوئی اور انتہا بھی انہی پر ہوگی۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان کو معاف کر دیا، اس وقت اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: ﴿وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمھارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا، اس کے بعد کہ اس نے تمھیں ان پر غلبہ دے دیا تھا اور تم جو کچھ کر رہے ہو، اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے۔﴾ (سورۂ فتح: ۲۴) (۷) پھر ہم مدینہ کی طرف پلٹے، ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ہمارے اور بنولحیان، جو کہ مشرک تھے، کے درمیان ایک پہاڑ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رات کو اس پہاڑ پر چڑھنے والے کے لیے بخشش کی دعا کی، گویا کہ وہ نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام کے پیش پیش تھا۔ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس رات کو پہاڑ پر دو یا تین دفعہ چڑھا۔ (۸) پھر ہم مدینہ پہنچے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری اپنے غلام رباح کے ساتھ بھیجی، میں بھی اس کے ساتھ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر نکلا، میں نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے لگاتے پسینہ پسینہ کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ عبد الرحمن فزاری نے دھوکہ کیا، اس نے آپ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور سواریوں کو ہانک کر لے گیا۔ میں نے کہا: رباح! یہ گھوڑا سیدنا طلحہ بن عبیداللہ کے پاس پہنچا دو اور رسول اللہ ﷺ کو یہ پیغام دو کہ مشرک ان کے مویشیوں کو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ میں خود ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا، مدینہ کی طرف متوجہ ہوا اور (لوگوں کو جمع کرنے کے لیے) تین دفعہ کہا: یاصباحاہ! ۔ پھر میں ان لوگوں کے تعاقب میں نکل پڑا، میں انھیں تیر مارتا اور رجزیہ اشعار

اَغَارُوْا عَلٰی سَرْحِهٖ، قَالَ: ثُمَّ قُمْتُ عَلٰی اَكَمَةٍ فَاسْتَقْبَلْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَنَادَيْتُ ثَلَاثًا: يَا صَبَاحَاه! ثُمَّ خَرَجْتُ فِيْ آثَارِ الْقَوْمِ اَرْمِيْهِمْ بالنبل وارتجز أقول:

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

فَاَلْحَقُ رَجُلًا مِنْهُمْ فَاَصُكُّ سَهْمًا فِيْ رَحْلِهٖ، حَتّٰی خَلَصَ نَصْلُ السَّهْمِ اِلٰی كَتِفِهٖ۔ قَالَ: قُلْتُ: خُذْهَا۔

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

قَالَ: فَوَاللّٰهِ! مَا زِلْتُ اَرْمِيْهِمْ اَعْقِرُ بِهِمْ، فَاِذَا رَجَعَ اِلَيَّ فَارِسٌ، اَتَيْتُ شَجَرَةً فَجَلَسْتُ فِيْ اَصْلِهَا، ثُمَّ رَمَيْتُهٗ فَعَقَرْتُ بِهٖ، حَتّٰی اِذَا تَضَايَقَ الْجَبَلُ، فَدَخَلُوْا فِيْ تَضَايُقِهٖ، عَلَوْتُ الْجَبَلَ فَاَخَذْتُ اُرَدِّيْهِمْ بِالْحِجَارَةِ! قَالَ: فَمَا زِلْتُ كَذٰلِكَ اَتْبَعُهُمْ، حَتّٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ بَعِيْرٍ مِنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا خَلَّفْتُهٗ وَرَاءَ ظَهْرِيْ، وَخَلُّوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ، ثُمَّ اَتْبَعُهُمْ اَرْمِيْهِمْ، حَتّٰی اَلْقَوْا اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِيْنَ بُرْدَةً وَّثَلَاثِيْنَ رُمْحًا يَسْتَخِفُّوْنَ، وَلَا يَطْرَحُوْنَ شَيْئًا اِلَّا جَعَلْتُ عَلَيْهِ آرَامًا مِنَ الْحِجَارَةِ يَعْرِفُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهٗ، حَتّٰی اَتَوْا مُتَضَايِقًا مِنْ ثَنِيَّةٍ، فَاِذَا هُمْ قَدْ اَتَاهُمْ فُلَانُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ فَجَلَسُوْا يَتَضَحَّوْنَ (اَيْ: يَتَغَدَّوْنَ)، وَجَلَسْتُ عَلٰی رَاْسِ قَرْنٍ، قَالَ الْفَزَارِيُّ: مَا هٰذَا الَّذِيْ اَرٰی؟

پڑھتے ہوئے کہتا:

میں اکوع کا بیٹا ہوں

آج کمینوں (کی ہلاکت) کا دن ہے

میں ایک آدمی کو پا لیتا اور اس کے تھیلے میں اس زور سے تیر مارتا کہ اس کے کندھے تک پہنچ جاتا۔ پھر میں کہتا: یہ لو

اور میں اکوع کا بیٹا ہوں

آج کمینوں (کی ہلاکت) کا دن ہے۔

اللہ کی قسم! میں ان پر تیر پھینکتا رہا، ان کو حیران و ششدر کرتا رہا، اگر کوئی گھوڑ سوار میری طرف پلٹتا تو میں کسی درخت کے تنے کے پاس بیٹھ جاتا اور تیر مار کر اسے حیران و پریشان کر دیتا۔ (چلتے چلتے) پہاڑ تنگ ہو گیا اور وہ اس کی تنگ جگہ میں داخل ہو گئے۔ میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور پتھروں کو لڑھکانا شروع کر دیا۔ میں ان کا تعاقب کرتا رہا، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام سواریوں کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا، پھر بھی میں ان کا پیچھا کرتا رہا اور ان کو تیر مارتا رہا، یہاں تک کہ انھوں نے اپنے آپ کو کم وزن کرنے کے لیے (اور سامان گھٹانے) کے لیے تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دیے۔ وہ جو چیز پھینکتے تھے میں اس پر علامتی پتھر رکھ دیتا تا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اسے پہچان لیں۔ چلتے چلتے وہ ایک تنگ گھاٹی میں جا پہنچے، وہاں ان کے پاس بدر فزاری کا ایک بیٹا بھی آ پہنچا۔ انھوں نے دوپہر کا کھانا کھانا شروع کیا اور میں پہاڑ یا ٹیلے کی چوٹی پر بیٹھ گیا۔ فزاری نے پوچھا: یہ کون ہے، جو مجھے نظر آ رہا ہے؟ انھوں نے کہا: ہمیں اس سے بڑی تکلیف ہوئی ہے، اللہ کی قسم! یہ صبح سے ہمارے تعاقب میں ہے اور ہم پر

قَالُوْا: لَقِيْنَا مِنْ هٰذَا الْبَرْحِ، وَاللّٰهِ! مَا فَارَقَنَا مُنْذُ غَلَسٍ يَرْمِيْنَا، حَتّٰى انْتَزَعَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ اَيْدِيْنَا، قَالَ: فَلْيَقُمْ اِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْكُمْ اَرْبَعَةٌ، قَالَ: فَصَعِدَ اِلَيَّ مِنْهُمْ اَرْبَعَةٌ فِيْ الْجَبَلِ، قَالَ: فَلَمَّا اَمْكَنُوْنِيْ مِنَ الْكَلَامِ، قَالَ: قُلْتُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَنِيْ؟ قَالُوا: لَا، مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: اَنَا سَلِمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ، وَالَّذِيْ كَرَّمَ وَجْهُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَا اَطْلُبُ رَجُلًا مِنْكُمْ اِلَّا اَدْرَكْتُهُ، وَلَا يَطْلُبُنِيْ رَجُلٌ مِنْكُمْ فَيُدْرِكُنِيْ۔ قَالَ اَحَدُهُمْ: اَنَا اَظُنُّ: قَالَ: فَرَجَعُوْا، فَمَا بَرِحْتُ مَكَانِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ فَوَارِسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَلَّلُوْنَ الْاَشْجَارَ، قَالَ: فَاِذَا اَوَّلُهُم الْاَخْرَمُ الْاَسَدِيُّ عَلٰى اِثْرِهِ اَبُوْقَتَادَةَ الْاَنْصَارِيُّ، وَعَلٰى اِثْرِهِ الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ قَالَ: فَاَخَذْتُ بِعِنَانِ الْاَخْرَمِ قَالَ: فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ قُلْتُ: يَا اَخْرَمُ! اِحْذَرْهُمْ لَايَقْتَطِعُوْكَ حَتّٰى يَلْحَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهُ۔ قَالَ: يَا سَلِمَةُ! اِنْ كُنْتَ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتَعْلَمُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ، فَلَاتَحُلْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الشَّهَادَةِ۔ قَالَ: فَخَلَّيْتُهُ، فَالْتَقٰى هُوَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: فَعُقِرَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَرَسُهُ، وَطَعَنَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهُ، وَتَحَوَّلَ عَلٰى فَرَسِهِ۔ وَلَحِقَ اَبُوْ قَتَادَةَ فَارِسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ،

تیر بھی برساتا ہے، حتی کہ اس نے ہم سے ہر چیز چھین لی ہے۔ اس نے کہا: تم میں سے چار افراد اس کی طرف جائیں۔ سو وہ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے میری طرف آئے۔ جب ان سے کلام کرنا ممکن ہوا تو میں نے کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: نہیں، تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں سلمہ بن اکوع ہوں، اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو معزز بنایا؟ میں تم میں سے جس کو چاہوں پا لوں گا اور تم میں سے کوئی مجھے نہیں پا سکتا۔ ان میں سے ایک نے کہا: میرا بھی یہی گمان تھا۔ (۹) وہ واپس چلے گئے، میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا، حتی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے گھوڑ سوار نظر آئے، وہ درختوں کے بیچ سے چڑھے آ رہے تھے، ان میں پہلا اخرم اسدی رضی اللہ عنہ تھا، اس کے پیچھے ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ اور اس کے پیچھے مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ تھا۔ میں نے اخرم کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ وہ سارے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ میں نے کہا: اخرم! رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کو ملنے تک احتیاط کرنا، کہیں یہ حائل نہ ہو جائیں۔ اس نے کہا: سلمہ! اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور جانتے ہو کہ جنت وجہنم حق ہیں، تو کوئی احتیاط میرے اور میری شہادت کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی۔ میں نے ان کو جانے دیا، ان کا اور عبد الرحمٰن کا مقابلہ ہوا، انھوں نے اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں اور عبد الرحمٰن نے اخرم کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور اس کے گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے گھوڑ سوار ابو قتادہ رضی اللہ عنہ عبد الرحمٰن پر جھپٹے اور اس کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کے چہرے کو معزز بنایا! میں ان کے پیچھے بھاگتا رہا، (اور اتنا آگے نکل گیا کہ) صحابۂ کرام اور ان کا گرد وغبار

فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ، فَوَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ ﷺ! لَتَبِعْتُهُمْ أَعْدُوْ عَلٰى رِجْلَيَّ، حَتّٰى مَا أَرٰى وَرَائِي مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَلَا غُبَارِهِمْ شَيْئًا، حَتّٰى يَعْدِلُوْا قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ إِلٰى شِعْبٍ فِيْهِ مَاءٌ يُقَالُ لَهُ (ذُوْقَرَدٍ) لِيَشْرَبُوْا مِنْهُ وَهُمْ عُطَّاشٌ۔ قَالَ: فَنَظَرُوْا إِلَيَّ أَعْدُوْ وَرَاءَهُمْ، فَخَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ (يَعْنِي: أَجْلَيْتُهُمْ عَنْهُ)، فَمَا ذَاقُوْا مِنْهُ قَطْرَةً، قَالَ: وَيَخْرُجُوْنَ فَيَشْتَدُّوْنَ فِي ثَنِيَّةٍ، قَالَ: فَأَعْدُوْا فَأَلْحَقُ رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَصُكُّهُ بِسَهْمٍ فِي نُغْضِ كَتِفِهِ، قَالَ: قُلْتُ: خُذْهَا۔

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

قَالَ: يَا ثَكِلَتْهُ أُمُّهُ! أَكْوَعُه بُكْرَةً؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ يَا عَدُوَّ نَفْسِهِ! أَكْوَعُكَ بُكْرَةً: قَالَ: وَأَرْدَوْا فَرَسَيْنِ عَلٰى ثَنِيَّةٍ، قَالَ: فَجِئْتُ بِهِمَا أَسُوْقُهُمَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ قَالَ: وَلَحِقَنِي عَامِرٌ بِسَطِيْحَةٍ فِيْهَا مَذْقَةٌ مِنْ لَبَنٍ وَسَطِيْحَةٌ فِيْهَا مَاءٌ، فَتَوَضَّأْتُ وَشَرِبْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِي حَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَخَذَ تِلْكَ الْإِبِلَ، وَكُلَّ شَيْءٍ اسْتَنْقَذْتُهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَكُلَّ رُمْحٍ وَبُرْدَةٍ، وَإِذَا بِلَالٌ نَحَرَ نَاقَةً مِنَ الْإِبِلِ الَّذِي اسْتَنْقَذْتُ مِنَ الْقَوْمِ، وَإِذَا هُوَ يَشْوِي لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ كَبِدِهَا وَسَنَامِهَا۔ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ

نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب یہ مشرک لوگ غروب آفتاب سے قبل ایک گھاٹی میں پہنچے، وہاں پانی تھا جسے ''ذوقرد'' کہتے تھے، یہ پیاسے تھے، انھوں نے پانی پینا چاہا، جب پیچھے پلٹ کر دیکھا تو میں ان کے پیچھے دوڑتا ہوا آ رہا تھا، وہ خوف اور ڈر کی وجہ سے وہاں سے نکل گئے اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ انھوں نے پہاڑی راستے میں دوڑنا شروع کر دیا، میں بھی دوڑتا گیا اور ان کے ایک آدمی کے مونڈھے میں تیر مارا اور کہا:

یہ لے اور میں اکوع کا بیٹا ہوں

آج کمینوں (کی ہلاکت) کا دن ہے

اس نے کہا: تجھے تیری ماں گم پائے، تو صبح والا اکوع ہے؟ میں نے کہا: ایسے ہی ہے، اے اپنی جان کے دشمن! میں صبح والا ہی اکوع ہوں۔ انھوں نے اس راستے پر دو گھوڑے چھوڑ دیے۔ میں ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا۔ (۱۰) مجھے عامر ملے، ان کے پاس ایک مشک میں پانی ملا تھوڑا سا دودھ تھا اور ایک میں پانی۔ میں نے وضوء کیا اور پانی پیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس وقت آپ اس پانی پر تھے، جس سے میں نے دشمنوں کو بھگا دیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام اونٹ اور نیزے چادروں جیسی تمام دوسری اشیاء، جو میں نے مشرکین سے چھینی تھیں، اپنے قبضے میں لے لی تھیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ چھینا ہوا ایک اونٹ ذبح بھی کیا اور اس کا کلیجہ اور کوہان کا گوشت آپ ﷺ کے لیے بھونا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے جانے دیں، میں سو مردوں کا انتخاب کرتا ہوں، پھر ہم سب مشرکوں کے تعاقب میں چلتے ہیں، ان کا جو مخبر ملے گا اسے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، حتی کی

اللّٰهِ! خَلِّنِي فَأَنْتَخِبُ مِنَ الْقَوْمِ مِئَةَ رَجُلٍ فَأَتْبَعُ الْقَوْمَ ، فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ مُخْبِرٌ إِلَّا قَتَلْتُهُ ، قَالَ: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فِي ضَوْءِ النَّهَارِ۔ فَقَالَ: ((يَا سَلْمَةُ! أَتَرَاكَ كُنْتَ فَاعِلًا؟)) قُلْتُ: نَعَمْ ، وَالَّذِيْ أَكْرَمَكَ! فَقَالَ: ((إِنَّهُمُ الْآنَ لَيُقْرَوْنَ فِيْ أَرْضِ غَطْفَانَ۔)) قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ غَطْفَانَ ، فَقَالَ: نَحَرَ لَهُمْ فُلَانٌ جَزُوْرًا ، فَلَمَّا كَشَفُوْا جُلُوْدَهَا رَأَوْا غُبَارًا فَقَالُوْا: أَتَاكُمُ الْقَوْمُ ، فَخَرَجُوْا هَارِبِيْنَ۔ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُوْ قَتَادَةَ ، وَخَيْرَ رَجَّالَتِنَا سَلْمَةُ۔)) قَالَ: ثُمَّ أَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَرَاءَهُ عَلَى الْعَضْبَاءِ رَاجِعِيْنَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ قَالَ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ۔ قَالَ: وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ لَا يُسْبَقُ شَدًّا۔ قَالَ: فَجَعَلَ يَقُوْلُ: أَلَا مُسَابِقٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ ، هَلْ مِنْ مُسَابِقٍ؟ فَجَعَلَ يُعِيْدُ ذٰلِكَ۔ قَالَ فَلَمَّا سَمِعْتُ كَلَامَهُ قُلْتُ: أَمَا تُكْرِمُ كَرِيْمًا وَلَا تَهَابُ شَرِيْفًا؟ قَالَ: لَا ، إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ وَأُمِّيْ ذَرْنِيْ فَلِأُسَابِقَ الرَّجُلَ! قَالَ: ((إِنْ شِئْتَ۔)) قَالَ: اذْهَبْ إِلَيْكَ ، وَثَنَّيْتُ رِجْلَيَّ ، فَطَفَرْتُ ، فَعَدَوْتُ ، قَالَ: فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ أَسْتَبْقِيْ نَفْسِيْ ، ثُمَّ عَدَوْتُ فِيْ

آپ کی ڈاڑھیں آگ کی روشنی میں نظر آنے لگیں۔ آپ نے فرمایا: ''سلمہ! کیا آپ ایسا کر لیں گے؟'' میں نے کہا: جی ہاں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! آپ نے فرمایا: ''غطفان میں ان کی میزبانی کی جائے گی۔'' بعد میں ایک آدمی غطفان سے آیا اور اس نے کہا: فلاں آدمی نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیے تھے، جب وہ کھالیں اتار چکے تو انھیں اٹھتا ہوا گرد وغبار نظر آیا۔ وہ کہنے لگے: (ہمارا تعاقب کرنے والے لوگ) ہم تک پہنچ گئے ہیں، سو وہ بھاگ گئے۔ (۱۱) جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آج کا بہترین گھوڑ سوار ابو قتادہ اور بہترین پاپیادہ سلمہ ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے مجھے دو حصے دیے، ایک گھوڑ سوار کا حصہ اور ایک پاپیادہ کا، آپ نے دونوں حصے میرے لیے جمع کر دیے، پھر آپ نے مجھے اپنی ''عضباء'' اونٹنی پر بٹھایا اور واپس مدینہ کی طرف چل پڑے۔ (۱۲) ہم چل رہے تھے، ایک انصاری، جو دوڑ میں کسی کو آگے بڑھنے نہیں دیتا تھا، نے یہ کہنا شروع کر دیا: کیا کوئی مدینہ تک دوڑ میں مقابلہ کرنے والا ہے؟ آیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟ اس نے بار بار للکارا۔ جب میں نے اس کی بات سنی تو کہا: کیا تو معزز کی عزت نہیں کرتا ہے، کیا تو کسی ذی شرف کا رعب تسلیم نہیں کرتا؟ اس نے کہا: نہیں، الا یہ کہ وہ اللہ کے رسول ہوں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے جانے دیجئے، میں اس آدمی سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''جس طرح تیری مرضی ہے۔'' میں نے کہا: میں تیری طرف آ رہا ہوں، میں نے اپنی ٹانگوں کو مروڑا، چھلانگ لگائی اور دوڑ پڑا، بھاگتے بھاگتے ایک دو ٹیلوں کو عبور کر گیا، پھر میں اس کے پیچھے دوڑ پڑا، ایک دو ٹیلوں تک دوڑتا

إِثْرِهِ فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ، ثُمَّ إِنِّي رَفَعْتُ حَتَّى أَلْحَقَهُ، قَالَ: فَأَصُكُّهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، قَالَ: قُلْتُ: قَدْ سَبَقْتُ وَاللّٰهِ! قَالَ: أَنَا أَظُنُّ، قَالَ: فَسَبَقْتُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ. قَالَ: فَوَاللّٰهِ! مَالَبِثْنَا إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ، حَتَّى خَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلَ عَمِّي عَامِرٌ يَرْتَجِزُ بِالْقَوْمِ:

رہا، پھر تیز ہوا اور اس کو جا ملا، میں نے اس کی کمر پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا: اللہ کی قسم! تو ہار گیا ہے۔ اس نے کہا: ابھی تک مجھے امید ہے۔ پھر میں مدینہ تک اس سے آگے نکل گیا۔ (۱۳) اللہ کی قسم! ہم صرف تین راتیں ٹھہرے تھے، بالآخر ہم خیبر کی طرف نکل پڑے، میرے چچا عامر نے یہ رجزیہ اشعار پڑھنا شروع کر دیے:

تَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا فَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

اللہ کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے
اور ہم تیرے فضل سے غنی نہیں ہو سکتے
اگر دشمنوں سے ٹکر ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھنا
اور ہم پر سکینت نازل کرنا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ هٰذَا؟)) قَالَ: أَنَا عَامِرٌ. قَالَ: ((غَفَرَ لَكَ رَبُّكَ!)) قَالَ: وَمَا اسْتَغْفَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِإِنْسَانٍ يَخُصُّهُ إِلَّا اسْتُشْهِدَ. قَالَ: فَنَادٰى عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! لَوْلَا مَتَّعْتَنَا بِعَامِرٍ. قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا خَيْبَرَ، قَالَ: خَرَجَ مَلِكُهُمْ مَرْحَبُ يَخْطُرُ بِسَيْفِهِ وَيَقُوْلُ:

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' انھوں نے کہا: میں عامر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تیرا ربّ تجھے بخش دے۔'' انھوں نے کہا: جب بھی رسول اللہ ﷺ نے بالخصوص کسی انسان کے لیے بخشش طلب کی تو وہ شہید ہوا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، جبکہ وہ اونٹ پر تھے، پکارا: اے اللہ کے نبی! آپ نے ہمیں عامر کے ساتھ مستفید کیوں نہ ہونے دیا (یعنی ہمیں دعا میں شریک کیوں نہ کیا)؟ (۱۴) جب ہم خیبر میں پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب اپنی تلوار کو لہراتے ہوئے نکلا اور کہنے لگا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

إِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

خیبر بخوبی جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں

ہتھیار بند، سورما اور منجھا ہوا ہوں

جب لڑائیاں بھڑک اٹھتی ہیں تو میں متوجہ ہوتا ہوں

قَالَ: وَ بَرَزَ لَهُ عَمِّي عَامِرٌ، فَقَالَ:

اس کے مقابلے کے لیے میرے چچا عامر رضی اللہ عنہ نکلے اور کہا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي عَامِرُ

شَاكِي السَّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

خیبر اچھی طرح جانتا ہے کہ میں عامر ہوں

مکمل طور پر تیار ہوں، دلیر ہوں، جان کی بازی لگانے والا ہوں

قَالَ: فَاخْتَلَفَا ضَرْبَتَيْنِ، فَوَقَعَ سَيْفُ مَرْحَبَ فِيْ تُرْسِ عَامِرٍ، وَذَهَبَ عَامِرٌ يَسْفُلُ لَهُ، فَرَجَعَ سَيْفُهُ عَلٰى نَفْسِهِ فَقَطَعَ اَكْحَلَهُ، فَكَانَتْ فِيْهَا نَفْسُهُ۔ قَالَ سَلْمَةُ: فَخَرَجْتُ، فَإِذَا نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُوْلُوْنَ: بَطَلَ عَمَلُ عَامِرٍ، قَتَلَ نَفْسَهُ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ قَالَ ذٰلِكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِكَ، قَالَ: ((كَذَبَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ، بَلْ لَهُ اَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ۔)) ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ اِلٰى عَلِيٍّ وَهُوَ أَرْمَدُ، فَقَالَ: ((لَأُعْطِيَنَّ الرَّأْيَةَ رَجُلاً يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، أَوْ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔)) قَالَ: فَأَتَيْتُ عَلِيًّا، فَجِئْتُ بِهِ أَقُوْدُهُ وَهُوَ أَرْمَدُ، حَتّٰى أَتَيْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ، فَبَرَأَ وَأَعْطَاهُ الرَّأْيَةَ، وَخَرَجَ مَرْحَبُ، فَقَالَ:

تلوار کی ضربوں کا تبادلہ شروع ہوا، مرحب کی تلوار سیدنا عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر لگی، عامر جھکے اور ان کی اپنی تلوار سے ان کی بازو کی رگ کٹ گئی اور اسی میں ان کی شہادت تھی۔ (۱۵) سلمہ نے کہا: میں نکلا اور اصحابِ رسول کو یہ کہتے سنا: عامر کا عمل رائیگاں چلا گیا، اس نے تو خودکشی کر لی ہے۔ میں روتا ہوا نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عامر کا عمل رائیگاں چلا گیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کون ایسی بات کر رہا ہے؟'' میں نے کہا: آپ کے صحابہ۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے بھی یہ بات کہی، اس نے خلافِ حقیقت بات کی، عامر کو تو دو اجر ملیں گے۔'' پھر آپ نے مجھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے ان کی طرف بھیجا، وہ اس وقت آشوبِ چشم کے مریض تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔'' میں علی کے پاس آیا اور آنکھ میں تکلیف ہونے کے باوجود میں انھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں

اپنا لعاب لگایا، وہ صحت یاب ہو گئے، پھر انہیں جھنڈا عطا کیا۔ اب کی بار مرحب نکلا اور کہا:

فَقَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السَّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوْبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

خیبر بخوبی جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں
ہتھیار بند ہوں، سورما ہوں اور منجھا ہوا ہوں
جب لڑائیاں بھڑک اٹھتی ہیں تو میں متوجہ ہوتا ہوں

فَقَالَ عَلِيٌّ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

أَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ أُمِّيْ حَيْدَرَه
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَه
أُوْفِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَه

میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے حیدر رکھا
جنگلوں کا شیر ہوں، ہولناک منظر والا ہوں
میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کر دوں گا۔

قَالَ: فَضَرَبَ رَأْسَ مَرْحَبَ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ كَانَ الْفَتْحُ عَلٰى يَدَيْهِ۔ (الصحيحة:٣٥٥٣)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب ماری اور ان کے ہاتھ پر (خیبر) فتح ہو گیا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٥/ ١٩٠، وأخرجه احمد: ٤/ ٤٨ ...... كله او جله، و البيهقى مفرقا فى "دلائل النبوة": ٤/ ١٣٨، ١٨٢، ٢٠٧ وابوداود: ٢٦٥٤، ٢٧٥٢ ......۔

## سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٦٤)۔ عَنْ جَابِرٍ: اَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَشْكُوْ حَاطِبًا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ: ((كَذَبْتَ، لَا يَدْخُلُهَا، فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ۔)) (الصحيحة: ٢٥١٩)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب کے غلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر حاطب کی شکایت کی اور کہا: اے اللہ کے رسول! حاطب ہر صورت میں آگ میں داخل ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو جھوٹ بولتا ہے، وہ آگ میں داخل نہیں ہو گا، کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوا تھا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٦٩، وابن حبان: ٩/ ١٢٥/ ٦٠٧٦، وأحمد: ٣/ ٣٤٩

**شـــرح**:......اس میں بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کی منقبت کا بیان، نیز یہ کلیہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کی حسنات ان کے بشری تقاضوں پر بھاری ہیں۔

## سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٦٥)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((لَصَوْتُ اَبِيْ طَلْحَةَ فِي الْجَيْشِ خَيْرٌ مِنْ فِئَةٍ۔)) (الصحيحة:١٩١٦)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لشکر میں ابوطلحہ کی آواز پوری جماعت سے بہتر ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ١١١، ١١٢، ٢٦١، وابن سعد: ٣/ ٥٠٥، والحاكم: ٣/ ٣٥٢، وأبونعيم في"الحلية": ٧/ ٣٠٩، والخطيب في"التاريخ": ١٣/ ٢٢٤، وابن عساكرفي"تاريخه": ٦/ ٣١٠/ ١

**شرح**:...... ''فئة'' سے مراد لوگوں کی وہ جماعت ہے، جو لڑنے والے لشکر کے پیچھے ہوتی ہے، جب لشکر والوں کو خوف محسوس ہوتا ہے یا وہ شکست کھا جاتا ہے تو اسی جماعت کی پناہ لیتے ہیں۔

## ابو طالب کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش

(٣٤٦٦)۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ اَبُوْ طَالِبٍ، فَقَالَ: ((لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ، يَغْلِيْ مِنْهُ دِمَاغُهُ۔)) (الصحيحة:٥٤)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا: ''ممکن ہے کہ میری سفارش اسے روزِ قیامت فائدہ دے اور اسے کم مقدار آگ میں ڈال دیا جائے، جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی اور اس کی حرارت سے اس کا دماغ کھولنا شروع ہو جائے گا۔''

تخريج: رواه مسلم: ١/ ١٣٥، وأحمد: ٣/ ٥٠و٥٥، وابن عساكر: ١٩/ ٥١/ ١، وأبويعلى فى "مسنده": ٨٦/ ٢

(٣٤٦٧)۔ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ نَفَعْتَ اَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَاِنَّهُ يَحُوْطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، وَلَوْلَا اَنَا (اَيْ: شَفَاعَتُهُ)، لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ)) (الصحيحة:٥٥)

سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے چچا ابو طالب کو آپ سے کوئی فائدہ ہوا ہے، کیونکہ وہ آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی خاطر غصے ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا: ''جی ہاں، اب وہ کم مقدار آگ میں ہوگا، اگر میری شفاعت نہ ہوتی تو وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتا۔''

تخريج: رواه مسلم: ١/ ١٣٤ـ١٣٥، وأحمد: ١/ ٢٠٦و٢٠٧و٢١٠، وأبو يعلى: ٢١٣/ ٢و٣١٣/ ٢، وابن عساكر: ١٩/ ٥١/ ١

**شرح**:...... اگر کوئی کافر کفر کی حالت میں ہی فوت ہو جائے تو اس کی تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہے، لیکن اگر وہ مسلمان ہو جائے تو حالت کفر میں کی گئیں نیکیاں بھی محفوظ کر لی جاتی ہیں اور اس کو آخرت میں ان کی وجہ سے اجر و ثواب دیا جاتا ہے، اس پر مفصل بحث کے لیے دیکھیں: "الاِیْمَانُ وَالتَّوْحِیْدُ وَالدِّیْنُ وَالْقَدْرُ" میں ''قبولیتِ اسلام کے بعد کافر کی حالت کفر میں کی گئی نیکیوں کی اہمیت'' کا عنوان۔

لیکن مذکورہ بالا دونوں احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ابو طالب کے عمل کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف پیدا کر دی گئی، اس اشکال کا جواب درج ذیل ہے:

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس اعتراض کے دو جوابات ہیں:

(۱) ان احادیث سے یہ تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ابو طالب کا عمل اس کے عذاب میں تخفیف کا باعث تھا، اس کے عذاب میں تخفیف تو نبی کریم ﷺ کی سفارش کی وجہ سے ہوئی۔ (صحیحہ: ۵۴)

پھر امام صاحب نے سیدنا عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ کی حدیث پر لکھا: اس حدیث میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کا سبب آپ ﷺ کی شفاعت تھی، اس کا عمل نہیں تھا، اس لیے اس حدیث اور ہمارے بیان کردہ سابقہ قاعدے میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ ابو طالب کے حق میں آپ ﷺ کی سفارش قبول کر لی گئی، حالانکہ وہ شرک پر مرا تھا اور مشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے: ﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ﴾ (سورۂ مدثر: ۴۸) ...... ''سفارش کرنے والے کی سفارش ان کو فائدہ نہیں دے گی۔''

لیکن اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے، اپنا فضل کر دیتا ہے، اور اس کے سب سے زیادہ مستحق سید الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(۲) اگر ہم تسلیم کر لیں کہ ابو طالب کے عذاب میں کی گئی تخفیف کا سبب اس کا عمل تھا کہ وہ آپ ﷺ کی مدد کرتا تھا، تو اسے اصل شرعی قاعدے سے مستثنیٰ کر لیا جائے گا کہ دوسری احادیث کو ان کے اصل مفہوم پر برقرار رکھا جائے گا کہ حالت کفر میں مرنے والے کافر کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ (صحیحہ: ۵۵)

## سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قوم کی فضیلت

(۳۴۶۸)۔ عَنْ عِيَاضٍ الْاَشْعَرِيِّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ

سیدنا عیاض اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی

بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ﴾ (المائدة: ٥٤) اَوْمَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى بِشَيْءٍ كَانَ مَعَهُ، فَقَالَ: ((هُمْ قَوْمُ هٰذَا۔)) (الصحيحة:٣٣٦٨)

محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت کرتی ہوگی۔﴾ (سورۂ مائدہ: ۵۴) تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ کی طرف کسی چیز کے ساتھ اشارہ کیا اور فرمایا: ''یہ وہی لوگ ہیں۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٣١٣، وابن أبي شيبة في"المصنف": ١٢/ ١٢٠، وابن سعد في"الطبقات" ٤/ ١٠٧، وابن جرير في"التفسير": ٦/ ١٨٣، والطبراني في"المعجم الكبير": ١٧/ ٣٧١/ ١٠١٦، والبيهقي في "دلائل النبوة": ٥/ ٣٥١

**شرح:**...... سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے، جب یہ اہل سفینہ کے ساتھ واپس آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو یمن کے علاقوں زبید اور عدن کا عامل بنایا تھا۔ ۲۰ ھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا والی بنایا تھا، پھر وہ معزول ہو کر کوفہ میں منتقل ہو گئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفے کا والی بنا دیا تھا، پھر یہ ان کی شہادت تک اس کے والی رہے، پھر مکہ مکرمہ میں آ گئے اور وہیں رہے، حتی کہ ۵۲ ھ میں فوت ہو گئے۔ جنگ صفین کے موقع پر دونوں فریقوں سے علیحدہ رہے۔

## بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کی فضیلت

(٣٤٦٩)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: ((لَنْ يَّدْخُلَ النَّارَ رَجُلٌ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ۔)) (الصحيحة:٢١٦٠)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو صحابی بدر اور حدیبیہ (کے واقعات) میں شریک ہوا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد:٣/ ٣٩٦

(٣٤٧٠)۔ عَنْ جَابِرٍ: اَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَشْكُوْ حَاطِبًا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَذَبْتَ، لَا يَدْخُلُهَا، فَاِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ۔)) (الصحيحة: ٢٥١٩)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب کے غلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر حاطب کی شکایت کی اور کہا: اے اللہ کے رسول! حاطب ہر صورت میں آگ میں داخل ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو جھوٹ بولتا ہے، وہ آگ میں داخل نہیں ہو گا، کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوا تھا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٦٩، وابن حبان: ٩/ ١٢٥/ ٦٠٧٦، وأحمد: ٣/ ٣٤٩

**شرح:**......اس میں بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کی منقبت کا بیان ہے، نیز یہ کلیہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کی حسنات ان کے بشری تقاضوں پر بھاری ہیں۔

## مسلمان کی فضیلت

(۳۴۷۱)۔ عَنْ سَلْمَانَ مَرْفُوْعًا: ((لَيْسَ شَيْءٌ خَيْرًا مِنْ اَلْفٍ مِثْلِهِ اِلَّا الْاِنْسَانَ۔)) (الصحيحة:۲۱۸۳)

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جو اپنی جیسی ہزار چیزوں سے بہتر ہو، سوائے انسان کے۔''

تخريج: رواه تمام فی "الفوائد":۱۵۳/ ۲، والطبرانی فی "المعجم الكبير": ٦/ ۲۹۲/ ٦٠٩٥

**شرح**:...... یعنی مومن آدمی کئی فاسقوں، بدکاروں اور غیر مسلموں سے افضل ہوتا ہے۔

## مومن کی حرمت، کعبہ سے زیادہ ہے

(۳۴۷۲)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْكَعْبَةِ قَالَ: ((مَا اَعْظَمَ حُرْمَتَكَ!)) وَفِي الطَّرِيْقِ الْاُخْرٰى: لَمَّا نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ: ((مَرْحَبًا بِكَ مِنْ بَيْتٍ، مَا أَعْظَمَكَ، وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكَ! وَلَلْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكَ، اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنْكَ وَاحِدَةً، وَحَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثًا: دَمَهُ، وَمَالَهُ، وَاَنْ يُّظَنَّ بِهِ ظَنَّ السُّوْءِ۔)) (الصحيحة:۳۴۲۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تو کتنی عظیم حرمتوں والا ہے۔'' دوسری روایت میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: ''اے خانۂ خدا! تجھے مرحبا ہو، تو کتنا عظیم ہے، تیری حرمت کتنی عظیم ہے، لیکن اللہ تعالی کے ہاں ایک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے، بیشک اللہ تعالی نے تجھ سے ایک چیز کو اور مومن سے تین چیزوں یعنی خون، مال اور سوئے ظن کو حرام قرار دیا ہے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "شعب الأيمان": ٥/ ۲۹٦۔۲۹۷/ ٦٧٠٦، وأخرجه ابن ابی شيبة فی "المصنف": ۹/ ۳٦۲/ ۷۸۰٤ موقوفا، والطبرانی فی "المعجم الكبير": ۱۱/ ۳۷/ ۱۰۹٦٦

**شرح**:...... یہ حدیثِ مبارکہ مومن کی عظیم حرمت کا منہ بولتا ہوا ثبوت ہے۔ کاش! ہمارے تعلقات اور روابط کی بنیاد میں ایمان و اسلام پایا جاتا۔

## مفہوم

(۳۴۷۳)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا ضَرَّ امْرَاَةً نَزَلَتْ بَيْنَ بَيْتَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ اَوْ نَزَلَتْ بَيْنَ اَبَوَيْهَا۔)) (الصحيحة:۳۴۳۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس عورت کو کوئی تکلیف نہیں جو انصاریوں کے گھروں میں اترے یا اپنے والدین کے گھر اترے۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٢٢٩٦، والحاكم: ٤/ ٨٣، وأحمد: ٦/ ٢٥٧، وعنه أبو نعيم في "الحلية" ٩/ ٢٢٤، والبزار في "مسنده": ٣/ ٣٠٤/ ٢٨٠٦

## سورۂ فاتحہ کی آخری آیت کی تفسیر

(٣٤٧٤)۔ قَالَ ﷺ: ((﴿اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ اَلْيَهُوْدُ، وَ ﴿اَلضَّالِّيْنَ﴾ اَلنَّصَارٰى۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمِ الطَّائِيِّ، وَعَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ، وَأَبِيْ ذَرٍّ۔ (الصحيحة: ٣٢٦٣)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(سورۂ فاتحہ میں) ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ سے مراد یہودی ہیں اور ﴿الضَّالِّيْن﴾ سے مراد عیسائی ہیں۔'' یہ حدیث سیدنا عدی بن حاتم طائی، سیدنا ابو ذر اور ایک دوسرے صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: (١)۔ أما حديث عدي؛ فأخرجه الترمذي: ٢٩٥٦، ٢٩٥٧، وابن حبان: ١٧١٥ و ١٧١٥ و ٢٢٧٩، وأحمد: ٤/ ٣٧٨۔ ٣٧٩، ومن طريقه: البيهقي في "دلائل النبوة": ٥/ ٣٣٩، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٧/ ٩٨

(٢)۔ وأما حديث من سمع النبي ﷺ: فأخرجه الطبري، وأحمد: ٥/ ٣٢

(٣)۔ وأما حديث أبي ذر؛ فذكره السيوطي في "الدر المنثور": ١/ ١٦، وحسن اسناده في "الفتح": ٨/ ١٥٩

## سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٧٥)۔ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَهْلَ الْيَمَنِ قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا: اِبْعَثْ مَعَنَا رَجُلاً يُعَلِّمُنَا السُّنَّةَ وَالإِسْلَامَ، قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، قَالَ: ((هٰذَا أَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔)) (الصحيحة: ١٩٦٤)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یمنی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ''ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے۔ آپ نے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''یہ اس امت کا امین ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٩٧، والحاكم: ٣/ ٢٦٧، وأحمد: ٣/ ١٢٥، وأبو يعلي: ٢/ ٨٣١

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث اس اہم فائدے پر بھی مشتمل ہے کہ احکام کی طرح عقائد میں بھی خبر واحد حجت ہے، کیونکہ یہ بات تو حتمی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو احکام اور عقائد دونوں کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔ اگر عقائد میں خبر واحد کا حجت ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو تعلیم دینے کے لیے آپ ﷺ کا سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا با مقصد نہیں رہتا، جبکہ شارع علیہ السلام ایسے امر سے پاک ہیں کہ حصولِ مقصد کے بغیر کوئی کام سر انجام دیں۔ (صحیحہ: ١٩٦٤)

(٣٤٧٦)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ أَهْلَ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمن

الْیَمَنِ لَمَّا قَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَأَلُوْهُ أَنْ یَبْعَثَ مَعَهُمْ رَجُلاً یُعَلِّمُهُمُ السُّنَّةَ وَالإِسْلَامَ، قَالَ: فَأَخَذَ بِیَدِ أَبِیْ عُبَیْدَةَ فَقَالَ: ((هٰذَا أَمِیْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔))

(الصحیحة: ١٢١٤)

رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ہمارے ساتھ کوئی مبلّغ بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے تو آپ ﷺ نے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''یہ اس امت کا امین ہے۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٢٩، وابن سعد في "الطبقات" ٣/ ٢/ ٢٩٩

## ایک جماعت حق پر قائم رہے گی

(٣٤٧٧)۔ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ مَرْفُوْعًا: ((لَایَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ حَتّٰی یَأْتِیَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ۔))

(الصحیحة: ١٩٥٥)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ (حق پر) غالب رہے گا، حتی کہ اللہ تعالی کا امر آ پہنچے گا اور وہ غالب ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه البخاري: ٤/ ١٨٧ و ٨/ ١٤٩، ١٨٩، ومسلم: ٦/ ٥٣، وأحمد: ٤/ ٢٤٤، ٢٤٨، ٢٥٢

(٣٤٧٨)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ الْیَحْصُبِیِّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِیَةَ یُحَدِّثُ وَهُوَ یَقُوْلُ: إِیَّاکُمْ وَأَحَادِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا حَدِیْثًا کَانَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ، فَإِنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ أَخَافَ النَّاسَ فِی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ((لَاتَزَالُ أُمَّةٌ مِنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَی النَّاسِ۔)) (الصحیحة: ١٩٧١)

عبداللہ بن عامر یحصبی کہتے ہیں: میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا: رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے سے اجتناب کرو، صرف وہی احادیث بیان کرو جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں روایت کی جاتی تھیں، کیونکہ ان کے دور میں لوگ اللہ تعالی سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم دائم رہے گی، اس کا مخالف اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، حتی کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ٩٩

(٣٤٧٩)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔))

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ قیامت کے برپا ہونے تک حق پر قائم رہے گا۔''

(الصحيحة: ١٩٥٦)

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٤٤٩، والطيالسي: صـ ٩ رقم- ٣٨، وعنه الدارمي: ٢/ ٢١٣/ ٢، وكذا الضياء رقم: ١٢٠، ١٢١ بتحقيقي

(٣٤٨٠)- عَنْ ثَوْبَانَ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ۔)) (الصحيحة: ١٩٥٧)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قائم دائم رہے گی، ان کو رسوا کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک اللہ تعالی کا امر آ پہنچے گا اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ٥٢- ٥٣، وأبوداود: ٢/ ٢٠٢، والترمذي: ٢/ ٣٦، وابن ماجه: ٢/ ٤٦٤- ٤٦٥، وأحمد: ٥/ ٢٧٨- ٢٧٩، والحاكم أيضا: ٤/ ٤٤٩

(٣٤٨١)- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، أَنَّ سَلِمَةَ بْنَ نُفَيْلٍ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي سَئِمْتُ الْخَيْلَ، وَأَلْقَيْتُ السِّلَاحَ، وَوَضَعَتِ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، قُلْتُ: لَا قِتَالَ: قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلآنَ جَاءَ الْقِتَالُ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى النَّاسِ يَزِيْغُ اللّٰهُ قُلُوْبَ أَقْوَامٍ يُقَاتِلُوْنَهُمْ، وَيَرْزُقُهُمُ اللّٰهُ مِنْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَهُمْ عَلَى ذٰلِكَ، أَلَا إِنَّ عَقْرَ دَارِ الْمُؤْمِنِيْنَ الشَّامُ، وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ١٩٦١)

جبیر بن نفیر سے روایت ہے کہ سیدنا سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں نے گھوڑے کو اکتا دیا ہے، اسلحہ پھینک دیا ہے اور لڑائی اپنے ہتھیار رکھ چکی ہے، اب کوئی جہاد نہیں ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب جہاد کا حکم آیا ہے، میری امت کا ایک گروہ لوگوں پر غالب رہے گا، اللہ تعالی کچھ لوگوں کے دل اسلام سے منحرف کر دے گا، وہ گروہ ان سے لڑے گا اور اللہ تعالی ان کو ان سے (مالِ غنیمت کے ذریعے) رزق دے گا، حتی کہ اللہ تعالی کا امر آ جائے گا اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔ آگاہ رہو! مومنوں کے گھروں کی اصل شام میں ہے اور روزِ قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و بھلائی لکھ دی گئی ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ١٠٤

(٣٤٨٢)- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَوَّامَةً عَلَى أَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا۔))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ اللہ کے حکم پر قائم دائم رہے گا، اس کے مخالفین اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔''

(الصحيحة:١٩٦٢)

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ١/ ٧

(٣٤٨٣)- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ.)) وَإِنِّيْ أَرَاكُمُوْهُمْ يَا أَهْلَ الشَّامِ.

(الصحيحة: ١٩٥٨)

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالی کا امر آنے تک میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا رہے گا۔“ اے اہل شام! میرا خیال ہے کہ وہ تم لوگ ہو۔

تخريج: أخرجه الطيالسي: صـ ٩٤ برقم ٦٨٩، واحمد: ٤/ ٣٦٩، والبزار و الطبراني، ورواه مسلم: ٦/ ٥٣ بلفظ: ((لاتزال طائفة من امتي قائمة بامر الله لايضرهم من خذلهم او خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون على الناس.)) وأخرج البخاري: ٤/ ١٨٧، ٨/ ١٨٩ نحوه، وفيه الزيادة ايضا.

(٣٤٨٤)- عَنْ عُمَيْرِ بْنِ الْأَسْوَدِ وَكَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَا: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَابْنَ السِّمْطِ كَانَا يَقُوْلَانِ: لَايَزَالُ الْمُسْلِمُوْنَ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ((لَاتَزَالُ مِنْ أُمَّتِيْ عِصَابَةٌ قَوَّامَةٌ عَلٰى أَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَايَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا، تُقَاتِلُ أَعْدَاءَهَا، كُلَّمَا ذَهَبَ حَرْبٌ نَشَبَ حَرْبُ قَوْمٍ آخَرِيْنَ، يَزِيْغُ اللّٰهُ قُلُوْبَ قَوْمٍ لِيَرْزُقَهُمْ مِنْهُ، حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ، كَأَنَّهَا قِطَعُ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، فَيَفْزَعُوْنَ لِذٰلِكَ حَتّٰى يَلْبَسُوْا لَهُ أَبْدَانَ الدُّرُوْعِ.)) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هُمْ أَهْلُ الشَّامِ.)) وَنَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِإِصْبَعِهِ، يُوْمِئُ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى أَوْجَعَهَا. (الصحيحة: ٣٤٢٥)

عمیر بن اسود اور کثیر بن مرہ حضرمی کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن سمط کہتے تھے کہ مسلمان زمین میں قیامت کے برپا ہونے تک موجود رہیں گے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کی ایک جماعت اللہ کے حکم پر قائم دائم رہے گی، اس کا مخالف اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، وہ اپنے دشمنوں سے جہاد کرتی رہے گی، جب کبھی ایک لڑائی ختم ہو گی تو دوسری جنگ چھڑ جائے گی، اللہ تعالی لوگوں کے دلوں کو راہِ راست سے ہٹاتا رہے گا تا کہ ان سے (مالِ غنیمت کے ذریعے) ان کو رزق دیتا رہے، حتی کہ قیامت آ جائے گی، گویا کہ وہ اندھیری رات کے ٹکڑے ہوں گے، اس وجہ سے وہ گھبرا جائیں گے، حتی کہ وہ چھوٹی چھوٹی زرہیں پہنیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ اہل شام ہیں۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلی کے ذریعے زمین کو کریدا (یعنی شام کی طرف خط کھینچا)، حتی کہ آپ کو تکلیف بھی ہوئی۔

تخريج: أخرجه البخاري في ”التاريخ“: ٢/ ٢/ ٢٤٨، ويعقوب بن سفيان في ”المعرفة“: ٢/ ٢٩٦، وابن

عساكر في "التاريخ": ١/ ٥٢٨

(٣٤٨٥)۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ، ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتّٰى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ۔)) (الصحيحة: ١٩٥٩)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی ایک جماعت حق پر جہاد کرتی رہے گی، دشمنی کرنے والوں پر غالب رہے گی، حتی کہ ان کے آخری افراد مسیح دجال کے ساتھ لڑیں گے۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ١/ ٣٨٨۔ ٣٨٩، والحاكم: ٤/ ٤٥٠، وأحمد: ٤/ ٤٢٩، ٤٣٧

(٣٤٨٦)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ: تَعَالَ، صَلِّ لَنَا، فَيَقُوْلُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ، تَكْرِمَةُ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ۔)) (الصحيحة: ١٩٦٠)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی ایک جماعت حق پر قتال کرتی ہوئی روزِ قیامت تک غالب رہے گی، جب حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر ان سے کہے گا: آؤ، ہمیں نماز پڑھاؤ۔ وہ کہیں گے: نہیں، تم ہی ایک دوسرے کے امیر بن سکتے ہو، (میں جماعت نہیں کراؤں گا) یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس امت کی عزت افزائی ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ١/ ٩٥و ٦/ ٥٣، وأحمد: ٣/ ٣٨٤

(٣٤٨٧)۔ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ الْأَسْوَدِ وَكَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَا: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَابْنَ السِّمْطِ كَانَا يَقُوْلَانِ: لَايَزَالُ الْمُسْلِمُوْنَ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ((لَاتَزَالُ مِنْ أُمَّتِي عِصَابَةٌ قَوَّامَةٌ عَلٰى أَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَايَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا، تُقَاتِلُ أَعْدَاءَ هَا، كُلَّمَا ذَهَبَ حَرْبٌ نَشَبَ حَرْبُ قَوْمٍ آخَرِيْنَ، يَزِيْغُ اللّٰهُ قُلُوْبَ قَوْمٍ لِيَرْزُقَهُمْ مِنْهُ، حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ، كَأَنَّهَا قِطَعُ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، فَيَفْزَعُوْنَ لِذٰلِكَ حَتّٰى

عمیر بن اسود اور کثیر بن مرہ حضرمی کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن سمط کہتے تھے کہ مسلمان زمین میں قیامت کے برپا ہونے تک موجود رہیں گے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی ایک جماعت اللہ کے حکم پر قائم دائم رہے گی، اس کا مخالف اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، وہ اپنے دشمنوں سے جہاد کرتی رہے گی، جب کبھی ایک لڑائی ختم ہوگی تو دوسری جنگ چھڑ جائے گی، اللہ تعالی لوگوں کے دلوں کو راہِ راست سے ہٹاتا رہے گا تاکہ ان سے (مالِ غنیمت کے ذریعے) ان کو رزق دیتا رہے، حتی کہ قیامت آ جائے گی، گویا کہ وہ اندھیری رات کے ٹکڑے ہوں گے، اس وجہ سے وہ گھبرا جائیں گے، حتی کہ وہ چھوٹی چھوٹی زرہیں پہنیں گے

يَلْبَسُوْا لَهُ أَبْدَانَ الدُّرُوْعِ۔)) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هُمْ أَهْلُ الشَّامِ۔)) وَنَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِإِصْبَعِهِ، يُوْمِئُ إِلَى الشَّامِ حَتّٰى أَوْجَعَهَا۔ (الصحيحة: ٥/ ٣٤)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اہل شام ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلی کے ذریعے زمین کو کریدا (یعنی شام کی طرف خط کھینچا)، حتی کہ آپ کو تکلیف بھی ہوئی۔

تخریج: أخرجه البخاري في "التاريخ": ٢/ ٢/ ٢٤٨، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة": ٢/ ٢٩٦، وابن عساكر في "التاريخ": ١/ ٥٢٨

(٣٤٨٨)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيْهِ مَرْفُوْعًا: ((إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ، لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ٤٠٣)

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اہل شام میں فساد پیدا ہو جائے گا تو تم میں بھی کوئی خیر باقی نہ رہے گی۔ میری امت کی ایک جماعت کی ہمیشہ مدد کی جاتی رہے گی، انھیں رسوا کرنے (کی کوشش کرنے) والا قیامت برپا ہونے تک انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٣٠ من طريق الطيالسي، وهو في "المسند": ١٤٥/ ١٠٧٦، وكذا أحمد: ٣/ ٤٣٦، ٥/ ٣٥، وابن حبان: ٢٣١٣

**شرح**: ......امام بخاری نے کہا: اس جماعت سے مراد اہل علم ہیں۔

امام احمد نے کہا: إِنْ لَّمْ يَكُوْنُوْا أَهْلَ الْحَدِيْثِ فَلَا أَدْرِيْ مَنْ هُمْ۔ ......اگر اس جماعت سے مراد اہل الحدیث (یعنی محدثین) نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ کون مراد ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا: إِنَّمَا أَرَادَ أَحْمَدُ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَمَنْ يَّعْتَقِدُ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ۔

امام احمد کی مراد اہل السنہ والجماعہ ہیں اور وہ لوگ ہیں جو اہل الحدیث کے منہج کے پیروکار ہوں۔

امام نووی نے کہا: ممکن ہے کہ یہ طائفہ مومنوں کی متعدد جماعتوں پر مشتمل ہو، مثلا: بہادری والے، بصیرت والے، فقیہ، محدث، مفسر، آمر بالمعروف، ناہی عن المنکر، زاہد اور عابد۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ ایک علاقے میں جمع ہوں۔ (دیکھئے: فتح الباری: ١٣/ ٣٦٣، ٣٦٥، عون المعبود: حديث: ٢٤٨٤)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو لوگ علم وعمل کی صورت میں قرآن وحدیث کی خدمت اور ان کا تحفظ کرتے رہے، وہ اس خوشخبری کے مستحق ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ اس احادیثِ مبارکہ کا محل متعین کرتے ہوئے ہر دور اور زمانہ کے نیز ہر طبقہ کے محدثین کرام متفق نظر آتے ہیں۔ ان سے مراد محدثین اور اہل حدیث کی جماعت ہے۔ امام احمد بن

حنبل، امام بخاری، امام علی بن مدینی، یزید بن ہارون اور متاخرین میں سے خطیب بغدادی وغیرہ، کوئی بھی اختلاف کرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ الفاظ اگرچہ مختلف ہیں، مگر مسمّی ایک ہی ہے۔ ایسا زبردست اتفاق شاید ہی کسی حدیث کی توضیح وتعبیر میں دیکھنے میں آیا ہو۔ بعض لوگ اس اختصاص پر چیں بجبیں ہوتے ہیں اور اہل حدیث کے تذکرہ سے سخت کبیدہ خاطر ہوتے ہیں، مگر انہیں دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ ایک یہ کہ حدیث وسنت کے ساتھ والہانہ شغف، حدیث وسنت کے جملہ علوم کے ساتھ حد درجہ اعتنا وتوجہ، آپ ﷺ کی سیرت واخلاق اور غزوات وسرایا نیز حدیث پڑھنے پڑھانے میں یہ محدثین سب لوگوں سے فائق ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ صدر اول کے بعد امت مرحومہ کئی فرقوں میں بٹ گئی، ہر مذہب والوں نے اپنے اصول وفروع مقرر کر لیے اور مسلک کی رو رعایت کرتے ہوئے مخصوص احادیث سے استدلال کرنے لگے اور دوسری طرف نگاہ اٹھانا ہی گوارہ نہ کیا۔ مگر قربان جایئے اہل حدیث پر، ان کے ماتھے کا جھومر اور مانگ کا سیندور ہمیشہ فرمودۂ رسول ﷺ رہا ہے۔ انہوں نے فرمانِ رسول کو ہمیشہ سینے سے لگایا ہے، خواہ روایت کرنے والا شیعہ ہو یا قدریہ یا خارجی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والا ہے، حنفی اور مالکی وغیرہ ہونا تو دوسری بات ہے، بشرطیکہ وہ عادل مسلم اور ثقہ ہوں۔ اہل حدیث کسی دھڑے بندی اور گروہی تعصب کا شکار نہیں ہوئے۔ حدیثِ رسول ہی ان کا مطمع نظر رہا۔ فلله درهم۔

ہم اپنی گفتگو کو حنفی سرخیل عالم مولانا محمد عبدالحئی لکھنوی کی بات پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بنظر انصاف دیکھے، فقہ واصول کے سمندر میں تنگ نظری کے بغیر غوطہ خوری کرے تو اسے یقین کامل ہو جائے گا کہ اختلافی مسائل، خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے، ان میں محدثین کرام کا مؤقف محفوظ، قوی اور بادلائل ہے۔ میں نے جب اختلافی مسائل میں تحقیق وتدقیق سے کام لیا تو محدثین کی بات کو قرین انصاف پایا ہے۔

بھلا ایسا کیوں نہ ہو، وہ وارثانِ علوم نبوت اور نائبینِ شریعت محمدی ہیں۔ مولائے کریم ہمیں ان کی رفاقت کے شرفِ عظیم سے بہرہ ور فرمائیں اور ان کی محبت وکردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (ملخص از صحیحہ: ۲۷۰)

## صحابہ کرام کی برکتیں

(۳٤۸۹)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ . قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فَقَالَ: ((لَا تُوْقِدُوْا نَارًا بِلَيْلٍ۔)) فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ، قَالَ: ((أَوْقِدُوْا، وَاصْطَنِعُوْا، أَمَا إِنَّهُ لَا يُدْرِكُ قَوْمٌ بَعْدَكُمْ صَاعَكُمْ وَلَا مُدَّكُمْ۔)) (الصحيحة: ۱٥٤۷)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ مقام پر فرمایا: ''رات کو آگ نہ جلایا کرو۔'' بعد میں ایک دن فرمایا: ''آگ جلاؤ اور کھانا تیار کرو، خبردار! تمھارے بعد والے تمھارے صاع اور مد (جیسے پیمانوں) کو نہیں پائیں گے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ۳/ ۳٦

**شرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ نے صحیحہ میں اس حدیث پر یہ سرخی ثبت کی ہے: "الاحتراز من العدو وفضل الصحابة" حدیث کے پہلے حصے میں لشکرِ اسلام کو دشمن سے مخفی رکھنے کے لیے آگ جلانے سے منع کیا گیا۔ آخری جملے کے دو مفاہیم بیان کیے جا سکتے ہیں: (۱) ابو الحسن علی ندوی نے کہا: جن علاقوں کو صحابہ کرام نے براہِ راست فتح کیا، آج تک اسے مسلم ریاست ہی سمجھا جاتا ہے۔ (۲) جس طرح آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے یہودیت و نصرانیت سمیت ساری تہذیبوں کا حکم منسوخ کر کے نئی تہذیب اور شریعت کو قائم کیا، اس طرح کا سلوک صحابہ کی تہذیب کے ساتھ نہ ہو گا، بلکہ وہ آخر زمانہ تک محفوظ اور سالم رہے گی۔

## امتِ مسلمہ کی عمر

### آپ ﷺ کے ہم زمانہ بنو آدم ایک صدی کے دورانیے میں فنا ہو گئے

(٣٤٩٠)۔ عَنْ نُعَيْمِ ابْنِ دَجَّاجَةَ ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَنْتَ الَّذِيْ تَقُوْلُ: لَايَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ مِئَةُ سَنَةٍ وَعَلَى الْأَرْضِ عَيْنٌ تَطْرِفُ؟إِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَايَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ مِئَةُ سَنَةٍ ، وَعَلَى الْأَرْضِ عَيْنٌ تَطْرِفُ مِمَّنْ هُوَ حَيٌّ الْيَوْمَ۔)) وَاللّٰهِ إِنَّ رَجَاءَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ مِئَةِ عَامٍ۔

(الصحيحة: ٢٩٠٦)

نعیم بن دجاجہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، سیدنا علی نے ان سے کہا: تم ہو جو کہتے ہو کہ لوگوں پر ابھی تک سو برس نہیں گزریں گے کہ جھپکنے والی آنکھیں ختم ہو جائیں گی (یعنی تمام لوگ سو برس کی مدت میں فنا ہو جائیں گے)؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ "لوگوں پر ابھی تک سو سال نہیں گزریں گے کہ ہر وہ جھپکنے والی آنکھ ختم ہو جائے گی جو آج زندہ ہے۔" اللہ کی قسم! اس امت کی امید سو برس کے بعد بھی ہو گی۔

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٩٣ ، وابنه عبدالله: ١/ ١٤٠ ، ومن طريقه الضياء في "الأحاديث المختارة": ٢/ ٣٧٨/ ٧٦٠ ، وأبو يعلي: ١/ ٤٣٨/ ٥٨٤ ، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٢/ ٥٩/ ١/ ٥٩٨٨

**شرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیثِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بیان کرتے وقت جو لوگ روئے زمین پر موجود تھے، ان کی زندگی سو برسوں تک ختم ہو جائے گی، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس مدت کے بعد سرے سے زندگی ختم ہو جائے گی۔ مزید (فتح الباری: ۱/ ۲۱۱۔۲۱۲) دیکھ لیں۔ (صحیحہ: ۲۹۰۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں نمازِ عشا پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: ((أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الارض احد)) ...... "کیا خیال ہے تمہارا اس رات کے بارے، (ذرا غور کرو کہ آج) جو زمین کی پشت پر موجود ہے،

وہ سو برس تک باقی نہیں رہے گا۔'' (بخاری، مسلم)

حافظ ابن حجر نے کہا: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی۔ (فتح الباری: ۱/ ۲۸۲)

محدثین کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں جو ٹھیک سو برس کے بعد ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ (فتح الباری: ۲/ ۹۵) ایسی پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے باوجود اگر کوئی احادیثِ نبویہ کو حجت تسلیم نہیں کرتا تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جو کسی مقصد کے لیے دوپہر کے وقت سورج پر تھوکنا چاہتا ہو، جبکہ اس کا تھوک واپس اس کے چہرے پر پڑ رہا ہو۔

## سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں برکت کے لیے دعائے نبوی

(٣٤٩١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِتَمْرَاتٍ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهِ فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ (وَفِي رِوَايَةٍ: فَصَفَّهُنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ) ثُمَّ دَعَا لِي فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ، فَقَالَ لِيْ: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ خُذْهُنَّ فَاجْمَعْهُنَّ فِي مِزْوَدِكَ هٰذَا، أَوْفِي هٰذَا الْمِزْوَدِ، كُلَّمَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، فَأَدْخِلْ يَدَكَ فِيْهِ فَخُذْهُ وَلَاتَنْثُرْهُ نَثْرًا۔)) فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ هٰذَا التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسَقٍ (وَفِي طَرِيْقٍ: خَمْسِيْنَ وَسَقًا) فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ، وَكَانَ لَايُفَارِقُ حَقْوِيْ حَتّٰى كَانَ يَقُوْمُ قَتْلُ عُثْمَانَ، فَإِنَّهُ انْقَطَعَ عَنْ حَقْوِيْ فَسَقَطَ۔ (الصحيحة:٢٩٣٦)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لے کر آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالی سے ان کی برکت کی دعا کریں۔ آپ نے ان کو اپنے سامنے رکھا اور برکت کی دعا کی، پھر فرمایا: ''ابوہریرہ! اٹھا لو اور اپنے تھیلے میں جمع کر لو، جب اس سے کھجوریں نکالنے کا ارادہ ہو تو اس کے اندر ہاتھ داخل کر کے نکال لینا اور انھیں بکھیرنا نہیں۔'' سیدنا ابوہریرہ کہتے ہیں: میں نے اللہ کے راستے میں اس تھیلے سے بہت سے (اور ایک روایت کے مطابق پچاس) وسق کھجوروں کے نکالے، ہم اس سے کھاتے رہتے تھے اور میں اس تھیلے کو اپنی کمر کے ساتھ رکھتا تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت والے دن وہ تھیلا میری کمر سے کٹ گیا اور وہ کھجوریں گر پڑیں۔

تخريج: أخرجه الترمذي:٣٨٣٨، وابن حبان:٢١٥٠، والبيهقي في"الدلائل":٦/ ١٠٩، وأحمد: ٢/ ٣٥٢

**شرح**:...... ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع کا وزن دو کلو سو گرام ہوتا ہے۔

## سیدنا ابو ہند رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۳٤۹۲)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ أَبَا هِنْدٍ حَجَمَ النَّبِيَّ فِي الْيَافُوخِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي بَيَاضَةَ! أَنْكِحُوْا أَبَا هِنْدٍ، وَانْكِحُوْا إِلَيْهِ۔)) وَكَانَ حَجَّامًا۔

(الصحيحة: ٢٤٤٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہند رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو سر کے اوپر والے حصے پر سنگی لگائی۔ آپ نے فرمایا: ''بنو بیاضہ! ابو ہند کو نکاح دو اور اسے منگنی کا پیغام بھیجو۔'' وہ پچھنے لگانے والا تھا۔

تخريج: أخرجه البخاري في "التاريخ":١/ ١/ ٢٦٨/ ٨٦١، وأبوداود:٢١٠٢، وابن حبان:١٢٤٩، والحاكم:٢/ ١٦٤، وابن عدي:٧٧/ ٢، وابن الأعرابي في "معجمه":١/٢١٤/ ١

**شرح**:...... اگر کوئی مسلمان پچھنے اور سینگی لگانے کا کام کرتا ہے، تو اس سے اس کے اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا، بلکہ وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے بیٹیوں کو رشتے دیے جائیں اور اس کی بیٹیوں کے رشتے لیے جائیں۔

## آپ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو کیسے راضی کیا؟

(۳٤۹۳)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ بِعَيْنَيْ صَفِيَّةَ خُضْرَةٌ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا هٰذِهِ الْخُضْرَةُ بِعَيْنَيْكِ؟)) فَقَالَتْ: قُلْتُ لِزَوْجِيْ، إِنِّيْ رَأَيْتُ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ قَمَرًا وَقَعَ فِيْ حِجْرِيْ، فَلَطَمَنِيْ وَقَالَ: أَتُرِيْدِيْنَ مَلِكَ يَثْرِبَ؟ قَالَتْ: وَمَاكَانَ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، قَتَلَ أَبِيْ وَزَوْجِيْ، فَمَا زَالَ يَعْتَذِرُ إِلَيَّ۔ فَقَالَ: ((يَا صَفِيَّةُ! إِنَّ أَبَاكِ أَلَّبَ عَلَيَّ الْعَرَبَ، وَفَعَلَ وَفَعَلَ......)) يَعْتَذِرُ لَهَا۔ قَالَتْ: حَتّٰى ذَهَبَ ذَاكَ مِنْ نَفْسِيْ۔

(الصحيحة: ٢٧٩٣)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں سبزی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں فرمایا: ''یہ آپ کی آنکھوں میں سبزی کیسے آ گئی؟'' انھوں نے کہا: میں نے اپنے خاوند سے کہا: میں نے خواب میں اپنی گود میں گرا ہوا چاند دیکھا۔ اس نے (یہ خواب سنتے ہی) مجھے تھپڑ مارا اور کہا: کیا تو یثرب (مدینہ) کا بادشاہ چاہتی ہے؟ پھر اس (صفیہ) نے خود کہا: مجھے رسول اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسند نہیں تھی، کیونکہ آپ نے میرے باپ اور میرے خاوند کو قتل کیا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ عذر پیش کرتے رہے اور فرمایا: ''صفیہ! (دیکھو نا!) تیرے باپ نے عرب کو مجھ پر اکسایا اور یہ یہ (جرائم) کیے ......'' آپ عذر پیش کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے کہا: (جو چیز میں محسوس کر رہی تھی) وہ میرے دل سے نکل گئی۔

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٢٤/ ٦٧/ ١٧٧

**شرح**:...... ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں، خیبر کے موقع پر قید

ہوئیں، رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی نے ان کو لے لیا، لیکن صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کی کہ وہ (صفیہ) آپ کے شایانِ شان ہے، وہ قریظہ اور نضیر کی سردار ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلا کر ان پر اسلام پیش کیا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اس پر آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ہی کو مہر قرار دیا۔

بالآخر بنونضیر کی جلاوطنی کی پیش کش منظور کر لی گئی، حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق جیسے اکابر سمیت بیشتر یہود نے خیبر کا رخ کیا، یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔ یہودیوں کی مکر و سازش والی طبیعت غالب رہی اور بنونضیر کے بیس سردار قریشیوں کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور اپنی مدد کا بھرپور یقین دلایا، نتیجہ یہ نکلا کہ شوال ۵ھ میں مشرکوں کے دس ہزار حملہ آوروں کا سمندر اسلام کا چراغ بجھانے کے لیے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ اور بنوقریظہ کے مابین یہ معاہدہ کیا گیا تھا کہ وہ جنگ کے مواقع پر ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ لیکن ہواپوں کی بنونضیر کا مجرم اکبر حیی بن اخطب بنوقریظہ کے دیار میں آیا اور بالآخر ان کو بدعہدی پر ابھارنے میں کامیاب ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو تسلی دلانے کے لیے ان کے باپ کا ان جرائم کا ذکر کیا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کنانہ بن ابوالحقیق کی بیوی تھیں، ان کا یہ خاوند غزوۂ خیبر میں قتل ہو گیا تھا۔

## سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا ایک صدی تک زندہ رہنا

(٣٤٩٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ لَهُ: ((يَعِيشُ هٰذَا الْغُلَامُ قَرْنًا۔)) فَعَاشَ مِئَةَ سَنَةٍ۔ (الصحيحة: ٢٦٦٠)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: ''یہ لڑکا ایک صدی تک زندہ رہے گا۔'' پس وہ لڑکا (واقعی) سو سال تک زندہ رہا۔

تخريج: أخرجه البخارى فى "التاريخ الكبير": ١/ ١/ ٣٢٣، وفى "الصغير": ص٩٣، و الحاكم: ٤/ ٥٠٠، والبيهقى فى "دلائل النبوة": ٦/ ٥٠٣، والطبرانى فى "مسنده الشاميين": ٨٣٦، وابن عساكر فى "تاريخ دمشق": ٩/ ٤/ ٢

**شرح:** ...... سیدنا ابو بسر عبداللہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ شام میں سب سے آخری فوت ہونے والے صحابی ہیں، ابو القاسم بن سعد اور ابونعیم کے قول کے مطابق یہ ۹۶ھ میں سو (۱۰۰) سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

## سیدنا ابوذر، سیدنا انیس اور ان کی قوم غفار کے ایمان لانے کا واقعہ

(٣٤٩٥)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي ذَرٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَهٰذَا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(زمزم کا پانی) مبارک ہے، یہ کھانے کا کھانا ہے۔'' یہ حدیث حضرت ابوذر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی

حَدِيْثُ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: خَرَجْنَا مِنْ قَوْمِنَا غِفَارٍ۔ وَكَانُوْا يُحِلُّوْنَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ۔ فَخَرَجْتُ أَنَا وَأَخِي أُنَيْسٌ وَأُمُّنَا، فَنَزَلْنَا عَلٰى خَالٍ لَنَا، فَأَكْرَمَنَا خَالُنَا وَأَحْسَنَ إِلَيْنَا، فَحَسَدَنَا قَوْمُهُ، فَقَالُوْا: إِنَّكَ إِذَا خَرَجْتَ عَنْ أَهْلِكَ خَالَفَ إِلَيْهِمْ أُنَيْسٌ، فَجَاءَ خَالُنَا، فَنَثَا عَلَيْنَا الَّذِي قِيْلَ لَهُ۔ فَقُلْتُ: أَمَا مَا مَضٰى مِنْ مَعْرُوْفِكَ فَقَدْ كَدَّرْتَهُ وَلَا جِمَاعَ لَكَ فِيْمَا بَعْدُ۔ فَقَرَّبْنَا صِرْمَتَنَا فَاحْتَمَلْنَا عَلَيْهَا، وَتَغَطّٰى خَالُنَا ثَوْبَهُ، فَجَعَلَ يَبْكِي، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا بِحَضْرَةِ مَكَّةَ، فَنَافَرَ أُنَيْسٌ عَنْ صِرْمَتِنَا وَعَنْ مِثْلِهَا، فَأَتَيَا الْكَاهِنَ، فَخَيَّرَ أُنَيْسًا، فَأَتَانَا أُنَيْسٌ بِصُرْمَتِنَا وَمِثْلِهَا مَعَهَا، قَالَ: وَقَدْ صَلَّيْتُ يَا ابْنَ أَخِي! قَبْلَ أَنْ أَلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ، قُلْتُ: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ، قُلْتُ: فَأَيْنَ تَتَوَجَّهُ؟ قَالَ: أَتَوَجَّهُ حَيْثُ يُوَجِّهُنِي رَبِّي أُصَلِّيْ عِشَاءً حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ أُلْقِيْتُ كَأَنِّي خِفَاءٌ حَتّٰى تَعْلُوْنِي الشَّمْسُ، فَقَالَ أُنَيْسٌ: إِنَّ لِي حَاجَةً بِمَكَّةَ فَاكْفِنِي، فَانْطَلَقَ أُنَيْسٌ، حَتّٰى أَتٰى مَكَّةَ، فَرَاثَ عَلَيَّ، ثُمَّ جَاءَ فَقُلْتُ: مَاصَنَعْتَ؟ قَالَ: لَقِيْتُ رَجُلًا بِمَكَّةَ عَلٰى دِيْنِكَ، يَزْعَمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ، قُلْتُ: فَمَا يَقُوْلُ النَّاسُ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: شَاعِرٌ

حدیث ہے، وہ کہتے ہیں: ہم اپنی قوم غفار، جو حرمت والے مہینے کو حلال سمجھتے تھے، سے وفد کی صورت میں نکلے۔ میں (ابو ذر)، میرا بھائی انیس اور میری ماں روانہ ہوئے، ہم اپنے ماموں کے پاس آ کر ٹھہرے۔ انھوں نے ہماری بڑی عزت کی اور ہمارے ساتھ احسان کیا، لیکن ان کی قوم ہم سے حسد کرنے لگی۔ اس لیے انھوں نے کہا: جب تو اپنے اہل خانہ سے باہر جاتا ہے تو انیس ان کے پاس آ جاتا ہے۔ پس ہمارا ماموں آیا اور جو بات اسے کہی گئی، اس کے سلسلے میں ہماری غیبت کرنے لگ گیا۔ میں نے اسے کہا: جو تو نے ہمارے ساتھ نیکی کی تھی، اسے تو تو نے گدلا کر دیا ہے اور آئندہ ہم آپ کے پاس نہیں آئیں گے۔

ہم اپنی اونٹنیوں کے قریب پہنچے اور سوار ہو کر چل پڑے، میرے ماموں نے کپڑا اوڑھ کر رونا شروع کر دیا۔ ہم چلتے گئے اور مکہ کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالا۔ انیس ہماری اونٹنیوں سے دور رہنے لگ گیا۔ وہ دونوں نجومی کے پاس گئے، اس نے انیس کو منتخب کیا، پس انیس ہماری اور اتنی اور اونٹنیاں لے کر ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں تو رسول اللہ ﷺ کو ملنے سے تین برس پہلے سے نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا: کس کے لیے؟ اس نے کہا: اللہ تعالی کے لیے۔ میں نے کہا: تو کس طرف رخ کرتا تھا۔ اس نے کہا: جس طرف میرا ربّ میرا رخ موڑ دیتا تھا۔ میں رات کے آخری حصے میں نمازِ عشا ادا کرتا تھا۔ اب میں گم سم ہو کر لیٹ گیا، یہاں تک کہ سورج چڑھ آیا۔ انیس نے کہا: مجھے مکہ میں کوئی کام ہے، تو مجھے کفایت کر۔ انیس چلا گیا، مکہ پہنچ گیا اور مجھے اچھائی کا بدلہ برائی سے دیا۔ پھر وہ واپس آ گیا۔ میں نے پوچھا: تو نے وہاں کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: میں مکہ میں ایک

كَـاهِـنٌ، سَـاحِـرٌ. وَكَـانَ أُنَيْسٌ أَحَدَ الشُّعَرَاءِ، قَالَ أُنَيْسٌ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ فَمَا هُوَ بِقَوْلِهِمْ، وَقَدْ وَضَعْتُ قَوْلَهُ عَلَى أَقْرَاءِ الشِّعْرِ، فَمَا يَلْتَئِمُ عَلَى لِسَانِ أَحَدٍ بَعْدِي أَنَّهُ شِعْرٌ، وَاللّٰهِ! إِنَّهُ لَصَادِقٌ، وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ، قَالَ: قُلْتُ: فَاكْفِنِي حَتَّى أَذْهَبَ فَانْظُرَ، قَالَ: فَأَتَيْتُ مَكَّةَ، فَتَضَعَّفْتُ رَجُلاً مِنْهُمْ، فَقُلْتُ: أَيْنَ هٰذَا الَّذِي تَدْعُوْنَهُ الصَّابِئُ؟ فَأَشَارَ إِلَيَّ، فَقَالَ: الصَّابِئُ؟ فَمَالَ عَلَيَّ أَهْلُ الْوَادِي بِكُلِّ مَدْرَةٍ وَعَظْمٍ حَتَّى خَرَرْتُ مُغْشِيًا عَلَيَّ، قَالَ: فَارْتَفَعْتُ حِيْنَ ارْتَفَعْتُ كَأَنِّي نَصَبٌ أَحْمَرُ، قَالَ: فَأَتَيْتُ زَمْزَمَ، فَغَسَلْتُ عَنِّي الدِّمَاءَ، وَشَرِبْتُ مِنْ مَائِهَا، وَلَقَدْ لَبِثْتُ. يَا ابْنَ أَخِي. ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ، مَاكَانَ لِي طَعَامٌ إِلَّا مَاءَ زَمْزَمَ، فَسَمِنْتُ حَتَّى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِي وَمَا وَجَدتُّ عَلَى كَبِدِي سُخْفَةَ جُوْعٍ، قَالَ: فَبَيْنَا أَهْلُ مَكَّةَ فِي لَيْلَةٍ قَمْرَاءَ إِضْحِيَانٍ، إِذْ ضَرَبَ عَلَى أَسْمِخَتِهِمْ، فَمَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ أَحَدٌ، وَامْرَأَتَانِ مِنْهُمْ تَدْعُوَانِ إِسَافاً وَنَائِلَةَ، قَالَ: فَأَتَتَا عَلَيَّ فِي طَوَافِهِمَا، فَقُلْتُ: أَنْكِحَا أَحَدَهُمَا الْأُخْرٰى، قَالَ: فَمَا تَنَاهَتَا عَنْ قَوْلِهِمَا، قَالَ: فَأَتَتَا عَلَيَّ، فَقُلْتُ: هَنٌ مِثْلُ الْخَشَبَةِ، غَيْرَ أَنِّي لَا أَكْنِي، فَانْطَلَقَتَا

ایسے آدمی کو ملا ہوں جو تیرے دین پر ہے، وہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے کہا: لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا: لوگ اسے شاعر، نجومی اور جادوگر کہتے ہیں۔

انیس خود بھی ایک شاعر تھا۔ اس نے کہا: لیکن میں نے نجومیوں کا کلام سنا ہے اور اس کے کلام کو زبان آور شعرا کے کلام پر پیش کیا ہے، لیکن کسی کی زبان یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ وہ (محمد ﷺ کا کلام بھی) شعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ صادق ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔ میں نے کہا: اب تو مجھے کفایت کر، تاکہ میں بھی جا کر دیکھ سکوں (کہ اصل ماجرا کیا ہے؟) میں مکہ پہنچ گیا اور ایک آدمی پر رعب ڈالتے ہوئے پوچھا: وہ آدمی کہاں ہے جس کو تم لوگ بے دین کہتے ہو؟ اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ بے دین۔ (یہ سنتے ہی) اہل وادی مٹی کے ڈھیلے اور ہڈیاں لے کر مجھ پر چڑھ دوڑے، میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب (مجھے افاقہ ہوا اور) میں اٹھا تو ایسے لگتا تھا کہ میں ایک سرخ پتھر ہوں۔ میں زمزم پانی پر آیا، خون دھویا، اس کا پانی پیا اور اے میرے بھتیجے! میں وہاں تیس دنوں تک ٹھہرا رہا۔ میرے پاس مائے زمزم کے علاوہ کوئی کھانا نہیں تھا، وہی پی کر میں موٹا ہوتا رہا (یعنی خوراک کی کمی پوری کرتا رہا) اور اپنے پیٹ کی سلوٹیں ختم کرتا رہا۔ مجھے بھوک کی وجہ سے ہونے والی لاغری محسوس نہیں ہوئی۔ (دن گزرتے رہے اور) ایک دن مکہ میں چاندنی رات اور صاف فضا تھی، اچانک ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ کوئی بھی بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور دو عورتیں اساف اور نائلہ کو پکار رہی تھیں۔ اس نے کہا: وہ طواف کے دوران میرے پاس سے گزریں، میں نے کہا: ایک کی دوسری سے

تُوَلْيَانِ وَتَقُوْلَانِ: لَوْكَانَ هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ أَنْفَارِنَا! قَالَ: فَاسْتَقْبَلَهُمَا، رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْبَكْرٍ وَهُمَا هَابِطَانِ، قَالَ: ((مَا لَكُمَا؟)) قَالَتَا: الصَّابِيُّ بَيْنَ الْكَعْبَةِ وَأَسْتَارِهَا، قَالَ: ((مَاقَالَ لَكُمَا؟)) قَالَتَا: إِنَّهُ قَالَ لَنَا كَلِمَةً تَمْلَأُ الْفَمَ۔ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اسْتَلَمَ الْحَجَرَ، وَطَافَ بِالْبَيْتِ هُوَ وَصَاحِبُهُ، ثُمَّ صَلّٰى، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ: فَكُنْتُ أَنَا أَوَّلَ مَنْ حَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ، قَالَ: فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ)) ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ أَنْتَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: مِنْ غِفَارٍ۔ قَالَ: فَأَهْوٰى بِيَدِهِ، فَوَضَعَ أُصْبُعَهُ عَلٰى جَبْهَتِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِيْ: كَرِهَ أَنْ انْتَمَيْتُ إِلٰى غِفَارٍ؟ فَذَهَبْتُ آخُذُ بِيَدِهِ فَقَدَعَنِيْ صَاحِبُهُ۔ وَكَانَ أَعْلَمَ بِهِ مِنِّي۔ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ قَالَ: ((مَتٰى كُنْتَ هَاهُنَا؟)) قَالَ: قُلْتُ: قَدْ كُنْتُ هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ، قَالَ: ((فَمَنْ كَانَ يُطْعِمُكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: مَاكَانَ لِي طَعَامٌ إِلَّا مَاءَ زَمْزَمَ، فَسَمِنْتُ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ عُكُنُ بَطْنِي، وَمَا أَجِدُ عَلٰى كَبِدِي سُخْفَةَ جُوْعٍ قَالَ: ((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ۔)) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِئْذَنْ لِي فِي طَعَامِهِ اللَّيْلَةَ؟ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ

شادی کر دو۔ لیکن وہ اپنے قول سے باز نہ آئیں۔ (چکر کے دوران پھر) میرے پاس سے گزریں۔ میں نے کہا: یہ تو لکڑی کی طرح ہیں اور میں نے بات کنایۃً نہیں کی۔ وہ دونوں چیختی چلاتی چلتی گئیں اور یہ کہتی گئیں کہ کاش ہماری جماعت کا بھی کوئی آدمی یہاں ہوتا! اس نے کہا: اسی اثنا میں ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر (بلندی سے) اترتے ہوئے آرہے تھے۔ انہوں نے کہا: تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے کہا: کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان بے دین ہے۔ انہوں نے کہا: اس نے تمھیں کیا کہا: انھوں کہا: ایسی بات کہی کہ جس سے منہ بھر جاتا ہے۔

اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور حجر اسود کا استلام کیا اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی نے بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابوذر نے کہا: میں پہلا آدمی تھا جس نے انھیں اسلام کا سلام پیش کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وعلیک ورحمۃ اللہ'' پھر فرمایا: ''آپ کون ہیں؟'' میں نے کہا: میں غفار قبیلے سے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ جھکایا اور اپنی انگلی اپنی پیشانی پر رکھی۔ میں دل ہی دل میں کہنے لگا کہ شاید آپ نے غفار کی طرف میری نسبت کو ناپسند کیا۔ میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن آپ کے ساتھی نے مجھے روک دیا اور وہ آپ کو مجھ سے زیادہ جانتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا: ''کون تجھے کھانا کھلاتا تھا؟'' میں نے کہا: زمزم کے پانی کے علاوہ میرے پاس کوئی کھانا نہیں ہے، یہی پانی پی کر میں موٹا ہوتا رہا اور اپنے پیٹ کی سلوٹیں پر کرتا رہا اور مجھے بھوک کی وجہ سے کوئی لاغری محسوس نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ

اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ، وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، فَفَتَحَ أَبُوْبَكْرٍ بَاباً، فَجَعَلَ يَقْبِضُ لَنَا مِنْ زَبِيْبِ الطَّائِفِ، وَكَانَ ذٰلِكَ أَوَّلَ طَعَامٍ أَكَلْتُهُ بِهَا، ثُمَّ غَبَرْتُ مَاغَبَرْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّهُ قَدْ وُجِّهَتْ لِي أَرْضٌ ذَاتُ نَخْلٍ، لَا أُرَاهَا إِلَّا يَثْرِبَ، فَهَلْ أَنْتَ مُبَلِّغٌ عَنِّي قَوْمَكَ، عَسَى اللّٰهُ أَن يَنْفَعَهُمْ بِكَ وَيَأْجُرَكَ فِيْهِمْ۔)) فَأَتَيْتُ أُنَيْساً، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: صَنَعْتُ أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ، قَالَ: مَابِي رَغْبَةٌ عَنْ دِيْنِكَ، فَإِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ، فَأَتَيْنَا أُمَّنَا فَقَالَتْ: مَا بِيْ رَغْبَةٌ عَنْ دِيْنِكُمَا فَأَنِّيْ قَدْ أَسْلَمْتُ وَتَصَدَّقْتُ فَاحْتَمَلْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا قَوْمَنَا غِفَارًا، فَأَسْلَمَ نِصْفُهُمْ، وَكَانَ يَؤُمُّهُمْ إِيْمَاءُ بْنُ رَحْضَةَ الْغِفَارِيُّ، وَكَانَ سَيِّدَهُمْ وَقَالَ نِصْفُهُمْ: إِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ أَسْلَمْنَا، فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ فَأَسْلَمَ نِصْفُهُمُ الْبَاقِيْ وَجَاءَتْ أَسْلَمُ، فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْوَتُنَا، نُسْلِمُ عَلَى الَّذِي أَسْلَمُوْا عَلَيْهِ! فَأَسْلَمُوْا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا، وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔)) (الصحيحة:٣٥٨٥)

نے فرمایا: ''یہ پانی مبارک ہے اور یہ کھانے کا کھانا ہے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں، آج رات میں اس کو کھانا کھلاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر چل پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا اور طائف کا منقی لانا شروع کیا۔ یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے کھایا، پھر کچھ باقی بھی بچ گیا تھا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی کھجوروں والی زمین میرے لیے مطیع کر دی گئی ہے، مجھے لگتا ہے کہ وہ یثرب (مدینہ) ہے، کیا تو اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچا دے گا، ممکن ہے کہ اللہ تعالی تیرے ذریعے ان کو نفع دے اور ان کی وجہ سے تجھے اجر و ثواب بھی عطا کرے۔'' میں انیس کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا: تو نے کیا کیا ہے؟ میں نے کہا: اسلام قبول کر لیا ہے اور تصدیق کی ہے۔ اس نے کہا: میں بھی تیرے دین سے بے رغبتی نہیں کرتا، میں بھی مطیع ہو گیا ہوں اور میں نے بھی تصدیق کی ہے ہم دونوں اپنی ماں کے پاس گئے تو کہنے لگی مجھے بھی تمہارے دین سے بے رغبتی نہیں میں بھی مسلمان و مطیع ہو گئی۔ ہم سوار ہوئے اور اپنی قوم غفار کے پاس پہنچ گئے۔ نصف قبیلہ تو مسلمان ہو گیا۔ ایماء بن رحضہ غفاری، جو ان کا سردار تھا، ان کو نماز پڑھاتا تھا۔ اور نصف قبیلے نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ نصف قبیلہ کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اسلم قبیلہ کے لوگ آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! جس چیز پر ہمارے بھائی مسلمان ہوئے، ہم بھی اسی چیز پر مسلمان ہوتے ہیں۔ پھر وہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غفار قبیلہ، اللہ اس کو بخش دے اور اسلم قبیلہ، اللہ اسے سلامتی کے ساتھ رکھے۔''

تخریج: جاء من حديث أبي ذرّ، وابن عباس:

(١)أما حديث أبي ذر؛ فله طريقان:

الاول: عن عبد الله بن الصامت: فرواه مسلم: ٣/ ١٥٢ـ ١٥٥و

وقد رواه عن حميد جماعة، يعني سبعة نفر، مطولا و مختصرا وبالفاظ مختلفة۔

انظر: الصحيح مسلم، البزار في"مسنده": ١١٧١، والفاكهي في "أخبارمكة":١٠٨٠، ١٠٨١، وابن أبي شيبة: ١٨٤٤٧، وابن حبان: ٧١٣٣، وأحمد: ٤/ ١٧٤و ١٧٥، والطيالسي: ٦١، وابن سعد في"الطبقات الكبرى"، والبيهقي في"الدلائل": ٢/ ٢١١ و "السنن": ٥/ ١٤٧، وأبونعيم في "الدلائل": صـ٢٠٧، وأبونعيم في"الحلية": ١/ ١٥٧، والطبراني في"المعجم الكبير": ١٦٤٠، والحاكم: ٣/ ٣٤١......

(٢)وأما حديث ابن عباس؛ فقد رواه الطبراني و غيره بلفظ: ((خير ماء على وجه الارض ماء زمزم؛ فيه طعام من الطعم، وشفاء من السقم۔)) وهو مخرج في "الصحيحة": ١٠٦٥

**شرح**:...... حدیثِ مبارکہ میں مختلف امور کی وضاحت کی گئی ہے اور صحابی کے ساتھ پیش آنے والا دوسرا واقعہ بھی واضح ہے۔ زمزم کے پانی کو اللہ تعالی نے انتہائی بابرکت بنایا، یہ ایسا مبارک پانی ہے کہ کھانے سے بھی کفایت کرتا ہے، نیز اس سے ہر قسم کی روحانی اور جسمانی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَاءَ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ۔)) (ابن ماجہ) ......''زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے، وہی مقصد پورا ہو جاتا ہے۔''

## سیدنا زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٩٦)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ﴿دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ لِزَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ دَرَجَتَيْنِ۔﴾ (الصحيحة: ١٤٠٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا اور زید بن عمرو بن نفیل کے دو درجے دیکھے۔''

تخريج: رواه ابن عساكر: ٦/ ٣٣٧/ ٢

**شرح**:......اس حدیث میں سیدنا زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کا بیان ہے۔

## سیدنا حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(٣٤٩٧)۔ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ : أَنَّ حَارِثَةَ بْنَ سُرَاقَةَ خَرَجَ نَظَّارًا ، فَأَتَاهُ سَهْمٌ فَقَتَلَهُ ، فَقَالَتْ أُمُّهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ عَرَفْتَ مَوْضِعَ حَارِثَةَ مِنِّي ، فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ جاسوسی کے لیے نکلے، اچانک ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ ان کی ماں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں کہ حارثہ کا میرے ہاں کیا مقام تھا، اگر وہ جنت

صَبَرْتُ، وَاِلَّا رَاَيْتَ مَا اَصْنَعُ! قَالَ: يَاأُمَّ حَارِثَةَ! اِنَّهَا لَيْسَتْ بِجَنَّةٍ وَاحِدَةٍ۔ وَلٰكِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ، وَاِنَّ حَارِثَةَ لَفِيْ اَفْضَلِهَا اَوْ قَالَ: فِيْ اَعْلَى الْفِرْدَوْسِ۔﴾

(الصحيحة:١٨١١)

میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں، وگرنہ آپ دیکھیں گے کہ میں (اس کی جدائی پر) کیا کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ام حارثہ! جنت ایک نہیں ہے، بلکہ کئی جنتیں ہیں اور (تیرا بیٹا) حارثہ جنت کے افضل یا فردوس کے اعلی حصے میں ہے۔“

تخريج: رواه أحمد: ٣/ ١٢٤، وابن سعد: ٣/ ٥١٠، وأخرجه البخاري: ٢/ ٢٠٤، والترمذي: ٢/ ٢٠١ وزاد في آخره: ((والفردوس ربوة الجنة واوسطها وافضلها۔))

## مدینہ منورہ کی فضیلت

(٣٤٩٨)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ:اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَاَصَابَ الْاَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِيْنَةِ، فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ، فَاَبٰى، ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ:اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ، فَاَبٰى، فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ، تَنْفِيْ خَبَثَهَا، وَيَنْصَعُ طِيْبَهَا۔))

(الصحيحة: ٢١٧)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ کی اسلام پر بیعت کی، لیکن اسے مدینہ میں بخار ہو گیا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے میری بیعت واپس کر دو۔ آپ نے انکار کر دیا۔ وہ دوسری مرتبہ آیا اور کہا: مجھے میری بیعت واپس کر دو۔ آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ وہ تیسری دفعہ آیا اور کہا کہ مجھے میری بیعت واپس کر دو، آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ (بالآخر اجازت نہ ملنے کے باجود) وہ بدو مدینہ سے نکل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مدینہ تو دھونکنی اور بھٹی ہے، یہ خبیث چیز کی نفی کر دیتا ہے اور طیب چیز کو نکھارتا ہے۔“

تخريج: أخرجه البخاري: ٤/ ٧٧، ١٣/ ١٧٤و٢٥٨، ومسلم: ٩/ ١٥٥، ومالك: ٣/ ٨٤، والنسائي: ٢/ ١٨٤، والترمذي: ٤/ ٣٧٣، والطيالسي في"مسنده": ٢/ ٢٠٤، وأحمد: ٣/ ٢٩٢، ٣٠٦، ٣٠٧، ٣٦٥، ٣٨٥، ٣٩٢، ٣٩٣

**شرح:**...... مدینہ منورہ میں وہی رہے گا، جس کے ایمان میں رسوخ ہو گا۔ مدینہ منورہ میں بسیرا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنی منقبت سمجھیں اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کریں۔

(٣٤٩٩)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّهَا طَيِّبَةُ، تَنْفِيْ الْخَبَثَ، كَمَا تَنْفِيْ النَّارُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ (مدینہ) طیبہ ہے، یہ (گناہوں کی) خباثت کی اس طرح نفی کرتا ہے جیسے آگ

خَبَثَ الْفِضَّةِ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَبِيْ أُمَامَةَ، وَأَبِيْ قَتَادَةَ۔ (الصحيحة:٣٥٨٣)

چاندی کے کھوٹ کو ختم کر دیتی ہے۔'' یہ حدیث حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابوامامہ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

تخریج: جاء من حديث زيد بن ثابت، و ابی هريرة، و جابر، وابی امامة، و ابی قتادة رضی اللہ عنہم۔

(١)اما حديث زيد بن ثابت، فرواه البخاری: ١٨٨٤، ٤٠٥٠، ٤٥٨٩، ومسلم: ١٣٨٤، واحمد: ٥/ ١٨٤، ١٨٧، والترمذی: ٣٠٢٨، والنسائی فی "الكبری": ١١١٣، وابن ابی شيبة: ١٤/ ٤٠٦، والطبری: ٥/ ١٢١۔

(٢)واما حديث ابی هريره فرواه البخاری: ١٨٧١، ومسلم: ١٣٨١، ١٣٨٢، واحمد: ٢/ ٢٣٧، ٢٤٧، ٤٣٩، والفسوی فی "المعرفة و التاريخ": ١/ ٣٤٩، وابن حبان: ٣٧٢٦، ٦٧٣٧، والطبرانی فی المعجم الاوسط: ٢٨٠٤، ٢٨٠٥، والبيهقی فی "الشعب": ٣٨٨١

(٣)واما حديث جابر فرواه البخاری: ١٨٨٣، ٧٢١١، ٧٢٠٩، ٧٢١٦، ٧٣٢٢، ومسلم: ١٣٨٣، ومالك: ٣/ ٨٤، والنسائی: ٧/ ١٥١، والترمذی: ٣٩٢٠، والحميدی: ١٢٤١، و احمد: ٣/ ٢٩٢، ٣٠٦، ٣٠٧، ٣٦٥، ٣٨٥، ٣٩٢، والطيالسی: ٢٦٢٩، ٢٧٢٨۔ ترتيبه، وابن حبان: ٣٧٢٤، ٣٧٢٧، والبغوی فی "شرح السنة": ٢٠١٥، وابو يعلی: ٢٠٢٣، ٢١٧٤، وعبد الرزاق: ١٧١٦٤، وابن ابی شيبة: ١٢٤٧٢، والفسوی: ١/ ٣٤٧

(٤)واما حديث ابی امامة فرواه ابن ماجه: ٤٠٧٧ ضمن حديث طويل، وهو بطوله ضعيف وقد خرجته فی "المشكاة": ٦٠٤٤، و "ظلال الجنة": ٣٩١

(٥)واما حديث ابی قتادة فرواه عمر بن شبة فی "تاريخ المدينة": ١/ ١٦٣

والخلاصة عندی: ان اصح الالفاظ رواية؛ انما هو لفظ "الخبث"، والالفاظ الاخری دونه صحة، وبعضها كلفظ "الرجال": و "الناس": يمكن اعتبارها مفسرة للخبث كما ذكر الحافظ رحمہ اللہ۔

اقول: وفی الفاظ رواياتهم اختلاف يسير كما اشار اليها الالبانی رحمہ اللہ۔

(٣٥٠٠)۔ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَّا يَمُوْتَ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنَّهُ مَنْ يَّمُتْ بِهَا يُشْفَعُ لَهُ، أَوْ يُشْهَدُ لَهُ۔)) (الصحيحة:٢٩٢٨)

سیدہ صفیہ بنت ابو عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مدینہ میں فوت ہونے کی طاقت رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ مدینہ میں فوت ہو، کیونکہ جو یہاں فوت ہوگا، اس کی شفاعت کی جائے گی یا اس کی شہادت دی جائے گی۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ١٠٣٢ـ موارد، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٤/ ٣٣١/ ٨٢٤، والبيهقي في "الشعب": ٢/ ١/ ٨٣/ ١

(٣٥٠١)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ (النساء: ٨٨) قَالَ: رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ وَفِي رِوَايَةٍ: مِنْ أُحُدٍ، فَكَانَ النَّاسُ فِيْهِمْ فَرِيْقَيْنِ، فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَقُوْلُ: أُقْتُلْهُمْ، وَفَرِيْقٌ يَقُوْلُ: لَا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ فَقَالَ: ((إِنَّهَا طَيْبَةُ، وَإِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ، كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔)) (الصحيحة: ٢١٨)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس آیت ''تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو'' (سورۂ نساء: ۸۸) کے بارے میں کہا: جب صحابہ کرام غزوۂ احد سے واپس لوٹے تو وہ (منافقوں کے بارے میں) دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک کا خیال تھا کہ ان کو قتل دیا جائے اور دوسرے کا خیال تھا کہ قتل نہ کیا جائے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو﴾ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (مدینہ) طیبہ ہے، یہ خباثت کی نفی کرتا ہے، جیسے آگ لوہے کی میل کچیل صاف کر دیتی ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٤/ ٧٧ـ٧٨، ٨/ ٢٠٦، ومسلم: ٩/ ١٥٥ـ١٥٦، والترمذي: ٤/ ٨٩ـ٩٠، وأحمد: ٦/ ١٨٤، ١٨٧، ١٨٨

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''خَبَث الحدید'' کے معانی اس میل کچیل کے ہیں جو آگ کی وجہ سے لوہے سے نکلتی ہے۔

قاضی نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مصداق آپ ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اُس وقت راسخ الایمان لوگ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے اور وہاں قیام پذیر ہونے پر صبر کر سکتے تھے۔ رہا مسئلہ منافقوں اور بدوؤں کا تو وہ مدینہ کی سختی پر نہ صبر کرنے والے تھے اور نہ وہ اجر وثواب کی نیت سے وہاں سکونت اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ بیمار ہونے والے بدو نے آپ ﷺ سے کہا: مجھے میری بیعت واپس کر دو۔

میں (البانی) کہتا ہوں: قاضی کا یہ دعوی درست نہیں ہے کہ یہ حدیث دورِ نبوی کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ صحیحہ کی (۴۷۲) نمبر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (صحیحہ: ۲۱۸) اور وہ یہ ہے:

(٣٥٠٢)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرٰى، يَقُوْلُوْنَ: يَثْرِبُ، وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جس (کے باسی) دوسری بستیوں پر غالب آ جائیں گے۔ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں، جبکہ وہ مدینہ ہے، جو

خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔)) وَفِيْ رِوَايَةٍ مِنْ طُرُقٍ أُخْرٰى عَنْهُ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ: ((يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُوْ الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ وَقَرِيْبَهُ: هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَايَخْرُجُ مِنْهُمْ أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ فِيْهَا خَيْرًا مِّنْهُ، أَلَا إِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَالْكِيْرِ تُخْرِجُ الْخَبِيْثَ، لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِيَ الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔)) (الصحيحة: ٢٧٤)

لوگوں سے برائیوں کو اس طرح دور کرتی ہے، جس طرح دھونکنی لوہے کی میل کچیل صاف کر دیتی ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ آدمی اپنے چچیرے بھائی یا کسی رشتہ دار کو یوں بلائے گا: (مدینہ کو چھوڑو اور) خوشحالی کی طرف آؤ، آسودگی کی طرف آؤ۔ لیکن مدینہ میں بسیرا کرنا ان کے لیے بہتر ہوگا۔ کاش انھیں اس حقیقت کا علم ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب کوئی آدمی مدینہ سے بے رغبتی کرتے ہوئے نکل جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس سے بہترین فرد کو لے آئے گا۔ آگاہ رہو! مدینہ تو دھونکنی ہے جو خبیث لوگوں کو خارج دیتا ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ شر پسند لوگوں (کو جلاوطن کر کے ان کی) یوں نفی نہ کر دے گا جس طرح کہ بھٹی لوہے کی کھوٹ کو ختم کر دیتی ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٤/ ٦٩ـ٧٠، ومسلم: ٩/ ١٥٤، ومالك: ٣/ ٨٤ـ٨٥، والطحاوي في "مشكل الآثار": ٢/ ٢٣٢ـ٢٣٣، وأحمد: ٧٢٣١ و٧٣٦٤، والخطيب في "الفقيه والمتفقه": ٦٢/ ٢، وأبويعلى في "مسنده": ٣٠٠/ ٢

**شرح**:...... اس میں مدینہ کے باسیوں کی عظمتوں کا بیان ہے، ان کو بھی چاہئے کہ جہاں ان کی پناہ گاہ عظیم ہے، وہ اپنے آپ کو بھی عظیم تر ثابت کریں۔ امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: (امرت بقرية): خطیب نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایک گاؤں کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تاكل القرى): کے معانی ہیں کہ اس بستی والے دوسری بستیوں والوں پر غالب آ جائیں گے۔ (صحیحہ: ٢٧٤)

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق زمانۂ دجال سے ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ ''جب دجال مدینہ کا قصد کرے گا تو مدینہ تین دفعہ زور زور سے ہلے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو اس سے (اس دجال کی طرف) نکال دے گا، (کیونکہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا)۔ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں سکونت اختیار کرنے پر صبر کرنے کی فضیلت ایک تو آپ ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص تھی، جیسا کہ بدو والی درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ کی اسلام پر بیعت کی، لیکن اسے مدینہ میں بخار ہو گیا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے میری بیعت واپس کر دو۔ آپ

نے انکار کر دیا۔ وہ دوسری مرتبہ آیا اور کہا: مجھے میری بیعت واپس کر دو۔ آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ وہ تیسری دفعہ آیا اور کہا کہ مجھے میری بیعت واپس کر دو، آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ (بالآخر اجازت نہ ملنے کے باجود) وہ بدو مدینہ سے نکل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ تو دھونکنی اور بھٹی ہے، یہ خبیث چیز کی نفی کر دیتا ہے اور طیب چیز کو نکھارتا ہے۔'' (صحیحہ: ۲۱۷)

غور فرمائیں! ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ﴾ (سورۂ توبہ: ۱۰۱) ..... ''اور کچھ مدینے والوں میں ایسے (منافق) ہیں کہ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔''

بلا شک وشبہ منافق خبیث ہے، جبکہ وہ مدینہ میں بھی رہ رہا ہو، اس لیے ان احادیث میں یہ جو کہا گیا ہے کہ مدینہ خبیث چیز کی نفی کرتا ہے، یہ استمراراً نہیں، بلکہ تکراراً ہے۔ ایک دفعہ تو آپ ﷺ کے زمانے میں ہو چکا ہے اور دوبارہ دجال کے دور میں ہوگا۔ (صحیحہ: ۲۱۸)

(۳۵۰۳)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ، اَخَافَهُ اللّٰهُ۔))

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا، اللہ اس کو خوف دلائے گا۔''

(الصحيحة: ۲۳۰٤، ۲٦۷۱)

تخريج: أخرجه ابن حبان:۱۰۳۹، وابن النجار فی "ذيل تاريخ بغداد":۱۰/ ٤، وابن عساكر: ۱٦/ ۲٤۰/ ۲، والنسائی فی "الكبرى": ق ۸۹/ ۲، وابو نعيم فی "الحلية": ۱/ ۳۷۲

تخريج: أخرجه ابن حبان:۱۰۳۹، وأخرجه احمد: ۳/ ۳٥٤، ۳۹۳ مطولا و مختصرا

(۳۵۰٤)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ أَبُوْبَكْرٍ وَبِلَالٌ، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ: فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے، میں ان کے پاس گئی اور پوچھا: ابا جان! کیا حال ہے؟ بلال! کیسے ہو؟ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر بیمار ہوتے تو کہا کرتے تھے:

كُلُّ امْرِىءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر کوئی صبح کے وقت اپنے اہل میں ہوتا ہے
اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهُ وَيَقُوْلُ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ: تَغَنّٰى فَقَالَ:

اورحضرت بلال جب بخار سے شفایاب ہوتے تو کمزور پنڈلی کو اٹھاتے اور گاتے ہوئے کہتے:

أَلَا لَيْتَ شَعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِيْ إِذْ خِرٌ وَّجَلِيْلُ
وَهَلْ أَرِدَنَّ يَوْمًا مِيَاهَ مِجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَّطَفِيْلُ

ہائے کاش! مجھے یہ پتہ چل جائے کہ کیا میں ایک رات گزاروں گا
وادی میں اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل قسم کے گھاس ہوں گے
میں مجنہ چشمے کے پانی پر جاؤں گا
کیا مجھے شامہ اور طفیل پہاڑ نظر آئیں گے

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ.)) زَادَ أَحْمَدُ فِيْ رِوَايَةٍ: قَالَ: فَكَانَ الْمَوْلُوْدُ يُوْلَدُ بِالْجُحْفَةِ، فَمَا يَبْلُغُ الْحُلُمَ حَتّٰى تَصْرَعَهُ الْحُمّٰى. (الصحيحة: ٢٥٨٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! ہم کو مدینہ سے مکہ کی مثل یا اس سے بھی زیادہ محبت کرنا نصیب فرما دے، اس کو بیماریوں سے پاک کر دے، ہمارے مدّ اور صاع میں برکت فرما اور اس میں پائے جانے والے بخار کو جحفہ میں منتقل کر دے۔'' مسند احمد کی روایت میں ہے: جب جحفہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو بلوغت سے پہلے ہی بخار اسے پچھاڑ دیتا تھا۔

تخريج: رواه البخاري: ٢/ ٢٢٤-٢٢٥ و ٤/ ٢٦٤ و ٧/ ٥ و ١٦٠، ومسلم: ٤/ ١١٩، ومالك: ٣/ ٨٧، وابن حبان: ٦/ ١٥/ ١٦/ ٣٧١٦- الاحسان، وأحمد: ٦/ ٥٦ و ٦٥ و ٢٢١ و ٢٦٠

**شرح**:...... جُحفہ بہت بڑا گاؤں تھا، جو مکہ مکرمہ سے بیاسی میل کے فاصلے پر واقع تھا، اس کو مَھْیَعہ بھی کہتے تھے، یہ یہودیوں کا مسکن تھا اور وہاں کوئی ایک مسلمان بھی نہیں رہتا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے دعا کی کہ مدینہ منورہ کا بخار اُدھر منتقل ہو جائے، جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں امام ابن حبان وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔
(صحیحہ: ٢٥٨٤)

## مدینہ منورہ کے لیے برکت کی دعا

(٣٥٠٥)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَاجَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ۔)) (الصحيحة: ٣٩٩٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو نے مکہ میں جو برکت نازل فرمائی اس کا دوگنا مدینہ میں نازل فرما دے۔''

تخريج: أخرجه البخاري:١٨٨٥، ومسلم: ٤/ ١١٥، وأحمد: ٣/ ١٤٢

**شرح**:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لیے برکتوں کی دعائیں کی تھیں، آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے لیے مکہ مکرمہ کی بہ نسبت دوگنا برکت کی دعا کی ہے۔ ان دونوں شہروں میں اقامت کرنے والا فرد برکتوں کے اس فرق کو محسوس کرتا ہے۔

## اہل مدینہ کے حقوق

(٣٥٠٦)۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ مَرْفُوْعًا: ((اَللّٰهُمَّ! مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ وَأَخَافَهُمْ، فَأَخِفْهُ، وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَايُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔)) (الصحيحة: ٣٥١)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! جو مدینہ والوں پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے دھمکائے، تو بھی اسے ڈرا دے۔ ایسے آدمی پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کی فرضی عبادت قبول ہوتی ہے نہ نفلی۔''

تخريج: رواه الطبراني في "الأوسط": ١/ ١٢٥/ ٢

**شرح**:...... مدینہ منورہ اسلام کا دار الخلافہ رہا، یہ شہر اور اس کے باسی نبی کریم ﷺ اور آپ کی دعوت کا سہارا بنے۔ اس شہر کو آپ ﷺ کی دعائیں حاصل ہیں، نیز آپ ﷺ نے اس کو حرمتوں والا قرار دیا ہے۔ وہاں کے باسیوں کو اور اس کے گرد ونواح میں رہنے والوں کو یہ حدیث ذہن نشین رکھنی چاہیے۔

## مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی حرمت

(٣٥٠٧)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ، كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِيْ مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَادَعَا إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ۔)) (الصحيحة: ٣٥٠١)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک حضرت ابرہیم (علیہ السلام) نے مکہ (مکرمہ) کو حرمت والا قرار دیا اور اس کے لیے (برکت کی) دعا کی اور میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی طرح مدینہ کو حرمت والا قرار دیتا ہوں اور میں اس کے (ماپ کے پیمانے) مدّ اور صاع (کے بابرکت ہونے) کی دعا کرتا ہوں، جیسا کہ

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کے لیے کی تھی۔''

تخریج: أخرجه البخاري: ٢١٢٩، ومسلم: ٤/ ١١٢، والبيهقي: ٥/ ١٩٧، وأحمد: ٤/ ٤٠

(٣٥٠٨)۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: حَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ بَرِيْدًا بَرِيْدًا لَا يُخْبَطُ شَجَرُهُ وَلَا يُعْضَدُ، اِلَّا مَا يُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ۔ (الصحيحة: ٣٢٣٤)

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو اس کی چہار اطراف سے ایک ایک برید تک اس بات سے ممنوع قرار دیا کہ وہاں کے درختوں کے پتے (ڈنڈے وغیرہ کے ذریعے) جھاڑے جائیں یا انھیں کاٹا جائے، ہاں اونٹوں کو ہانکنے کے لیے (کوئی چھڑی وغیرہ) کاٹی جا سکتی ہے۔''

تخریج: أخرجه أبوداود: ٢٠٣٦، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٧/ ١١١/ ٧٢٢

**شرح**:...... ١٢ ہاشمی (یعنی ١٧ پاکستانی) میلوں کا ایک برید بنتا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے دو حرّوں کے درمیان والی جگہ کو حرمت والا اور مدینہ کے اردگرد بارہ میلوں تک کے علاقہ کو ممنوعہ قرار دیا۔ ابو ہریرہ خود کہتے ہیں: اگر مجھے ان دو حروں کے درمیان ہرن مل جائے تو میں اسے خوفزدہ نہیں کرتا۔ ان دو احادیث میں حرمِ مدینہ کی حد کی تصریح کر دی گئی ہے۔

(٣٥٠٩)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: اَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: ((اِنَّهَا حَرَمٌ اٰمِنٌ۔)) (الصحيحة: ٣٥٨٢)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''یہ امن والا حرم ہے۔''

تخریج: رواه مسلم: ٨/ ١١٨، وابن أبي شيبة: ١٢/ ١٨٢، ١٤/ ١٩٨-١٩٩، والطحاوي في "شرح المعاني الآثار": ٤/ ١٩٢، والبيهقي في "سننه": ٥/ ١٩٥، وأحمد: ٣/ ٤٨٦، والطبراني في "الكبير": ٥٦١٠، ٥٦١١، ٥٦١٢

(٣٥١٠)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَحْمِلُ فِيْهَا السِّلَاحَ لِقِتَالٍ۔)) يَعْنِيْ: الْمَدِيْنَةَ۔ (الصحيحة: ٢٩٣٨)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس (مدینہ) میں لڑنے کے لیے اسلحہ اٹھائے۔''

تخریج: أخرجه أحمد في "المسند": ٢/ ٤٢١، ٣/ ٣٤٧، والبزار في "مسنده": ٤/ ٢٦٧/ ٣٦٨٧

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے مختلف شواہد اور متابعات ذکر کرنے کے بعد لکھا: ان احادیث

سے ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ میں لڑائی کے لیے اسلحہ اٹھانا منع ہے......

ان روایات کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں لڑائی کے لیے اسلحہ اٹھانا منع ہے، ان کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر دشمن کا ڈر ہو یا فتنے کا خدشہ ہو تو اسلحہ کا اہتمام کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ۲۹۳۸)

## اہل حجاز کی فضیلت اور اہل مشرق کی مذمت

(۳۵۱۱)۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ، وَالْإِيْمَانُ فِيْ أَهْلِ الْحِجَازِ۔)) (الصحيحة:٣٤٣٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دلوں کی سختی و غلاظت اور اکھڑ مزاجی اہلِ مشرق میں اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔''

تحريج: هو من حديث جابر- رضي الله عنه- وله عنه طرق:

الأولي: عن أبي الزبير أنه سمع جابر بن عبدالله: فأخرجه مسلم: ١/ ٥٣، وأبوعوانة: ١/ ٦٠، وابن حبان: ٩/ ٢٠٤/ ٧٢٥٢، وأحمد في "المسند": ٣/ ٣٣٥ و "فضائل الصحابة": ٢/ ٨٦٣/ ١٦١١

الثانية: عن سليمان عن جابر بلفظ: فأخرجه أحمد: ٣/ ٣٣٢ بلفظ: ((الايمان في أهل الحجاز، وغلظ القلوب، والجفاء في الفدادين؛ في اهل المشرق۔))

الثالثة: عن أبي سفيان عن جابر مثله: فأخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف": ١٢/ ١٨٣/ ١٢٤٨٠ مثله الا انه قال: ((وغلظ القلوب قبل المشرق؛ في ربيعة و مصر۔))

**شرح**:...... مشرق سے مراد عراق کی سرزمین تھی، تفصیل کے لیے ''اَلْفِتَنُ وَ اَشْرَاطُ السَّاعَةِ وَالْبَعْثُ'' میں ''عراق فتنوں کی آماجگاہ ہے'' کا مطالعہ کریں۔

حجاز، عرب کا وہ حصہ ہے، جو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف پر مشتمل ہے، ایمان وایقان میں نام پیدا کرنے والی، بلکہ خونِ جگر سے شجرِ اسلام کی آبیاری کرنے والی شخصیات کی اکثریت کا تعلق حجاز سے تھا۔

## شام اور اہل شام کی فضیلت

(۳۵۱۲)۔ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ الْأَسْوَدِ وَكَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَا: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَابْنَ السِّمْطِ كَانَا يَقُوْلَانِ: لَا يَزَالُ الْمُسْلِمُوْنَ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ((لَا تَزَالُ مِنْ أُمَّتِيْ عِصَابَةٌ قَوَّامَةٌ عَلٰى أَمْرِ

عمیر بن اسود اور کثیر بن مرہ حضرمی کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن سمط کہتے تھے کہ مسلمان زمین میں قیامت کے برپا ہونے تک موجود رہیں گے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کی ایک جماعت اللہ کے حکم پر قائم دائم رہے گی، اس کا مخالف اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، وہ اپنے دشمنوں سے جہاد کرتی رہے گی، جب کبھی ایک لڑائی ختم

اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَضُرُّھَا مَنْ خَالَفَھَا، تُقَاتِلُ أَعْدَاءَ ھَا، کُلَّمَا ذَھَبَ حَرْبٌ نَشَبَ حَرْبُ قَوْمٍ آخَرِیْنَ، یَزِیْغُ اللّٰہُ قُلُوْبَ قَوْمٍ لِیَرْزُقَھُمْ مِنْہُ، حَتّٰی تَأْتِیَھُمُ السَّاعَۃُ، کَأَنَّھَا قِطَعُ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ، فَیَفْزَعُوْنَ لِذٰلِكَ حَتّٰی یَلْبَسُوْا لَہٗ أَبْدَانَ الدُّرُوْعِ۔)) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((ھُمْ أَھْلُ الشَّامِ۔)) وَنَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِإِصْبَعِہٖ، یُوْمِیُٔ إِلَی الشَّامِ حَتّٰی أَوْجَعَھَا۔

(الصحیحۃ: ۳۴۲۵)

ہوگی تو دوسری جنگ چھڑ جائے گی، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو راہِ راست سے ہٹاتا رہے گا تا کہ ان سے (مالِ غنیمت کے ذریعے) ان کو رزق دیتا رہے، حتی کہ قیامت آجائے گی، گویا کہ وہ اندھیری رات کے ٹکڑے ہوں گے، اس وجہ سے وہ گھبرا جائیں گے، حتی کہ وہ چھوٹی چھوٹی زرہیں پہنیں گے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اہل شام ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلی کے ساتھ زمین کو کریدا (یعنی شام کی طرف خط کھینچا)، حتی کہ آپ کو تکلیف بھی ہوئی۔

تخریج: أخرجه البخاري في"التاريخ": ٢/ ٢/ ٢٤٨، ويعقوب بن سفيان في"المعرفة": ٢/ ٢٩٦، وابن عساكر في"التاريخ": ١/ ٥٢٨

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ''بُشْرٰی لِأَھْلِ الشَّامِ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کی سرخی ثبت کی۔ جغرافیائی حدود تبدیل ہونے کی وجہ سے موجودہ شام اور احادیث میں مذکورہ شام کی حدود میں بہت زیادہ فرق ہے، قدیم شام کئی ممالک میں تقسیم ہو چکا ہے، ''معجم البلدان'' کے بیان کے مطابق جزیرہ نما عرب کا شمالی علاقہ شام کہلاتا تھا، یہ علاقہ انطاکیہ، موجودہ شام، اردن پر اور فلسطین سے عسقلان پر مشتمل تھا۔

مختلف احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاز، شام اور یمن اسلام وایمان کے مراکز ہیں اور یہاں سے اسلام اور ایمان کا علَم بلند ہوتا رہے گا اور مدینہ سے مشرق کی جانب واقع عراق کا علاقہ فتنوں کا سرچشمہ اور ضلالت و گمراہی کا مرکز ہے، یہاں سے بہت سے فتنوں نے جنم لیا، یہاں خیر کم اور شر زیادہ ہے، آپ ﷺ نے یمن و شام کے لیے خصوصی برکت کی دعا فرمائی۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کا پیدائشی اور آبائی علاقہ مکہ مکرمہ یمن کا اور مدینہ منورہ شام کا شہر تھا، جیسا کہ علامہ شرف الدین طیبی نے مشکوۃ المصابیح کی شرح میں کہا ہے۔

(۳۵۱۳)۔ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ أُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ حَتّٰی یَأْتِیَ أَمْرُ اللّٰہِ۔)) وَإِنِّیْ أَرَاکُمُوْھُمْ یَا أَھْلَ الشَّامِ۔

(الصحیحۃ: ۱۹۵۸)

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا امر آنے تک میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا رہے گا۔'' اے اہل شام! میرا خیال ہے کہ وہ تم لوگ ہو۔

تخريج: أخرجه الطيالسي: صـ ۹٤ برقم ٦٨٩، واحمد: ٤/ ٣٦٩، والبزار و الطبرانی، ورواه مسلم: ٦/ ٥٣ بلفظ: ((لاتزال طائفة من امتی قائمة بامر الله لايضرهم من خذلهم او خالفهم حتی يأتی أمر الله وهم ظاهرون علی الناس۔)) وأخرج البخاری: ٤/ ١٨٧، ٨/ ١٨٩ نحوه، وفيه الزيادة ايضا۔

(۳٥١٤)۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ مَرْفُوْعًا: ((لَايَزَالُ أَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ٩٦٥)

سیدنا سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل مغرب (یعنی اہل شام) قیامت کے برپا ہونے تک غالب رہیں گے۔''

تخريج: رواه مسلم: ٦/ ٥٤، وأبويعلى فی"مسنده": ٢/ ١١٨/ ٨٧٣، وأبوعمروالدانی فی "الفتن": ٤٤/ ٢، وابن الأعرابی فی"المعجم": ٣١/ ١/ ١١٢/ ١، والجرجانی: ٤٢٤، والدورقی فی "مسندسعد": ٣/ ١٣٦/ ٢، وأبونعيم فی"الحلية": ٣/ ٩٥۔٩٦، وابن منده فی"المعرفة": ٢/ ١٧٩/ ١

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل مغرب سے مراد اہل شام ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث مدینہ منورہ میں بیان کی تھی اور یہ علاقہ مدینہ منورہ سے شمال مغرب میں واقع ہے، امام احمد نے یہی تفسیر بیان کی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فتاوی میں کئی مقامات پر اس کی تائید کی ہے۔

جن لوگوں نے اس حدیث سے بلادِ مغرب مراد لیے ہیں، جو آج کل شمالی افریقہ کے نام سے مشہور ہیں، انھوں نے بہت دور کی بات کی ہے، یہ مفہوم پہلے کسی نے بیان نہیں کیا۔

اس حدیث میں شام میں بسیرا کرنے والے ان لوگوں کے لیے بشارت ہے، جو سنت کی تائید کرنے والے، اس پر عمل کرنے والے، اس کا دفاع کرنے والے اور اس کی طرف دعوت دینے میں صبر کرنے والے ہیں۔ ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں بھی ان میں سے بنا دے اور ان کے زمرے میں ہمارا حشر کرے، جبکہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے سائے میں ہوں۔ (صحیحہ: ۹۶۵)

(۳٥١٥)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوْعًا: ((صَفْوَةُ اللّٰهِ مِنْ أَرْضِهِ الشَّامُ، وَفِيْهَا صَفْوَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ وَعِبَادِهِ، وَلَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي ثُلَّةٌ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ۔)) (الصحيحة: ١٩٠٩)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی زمین میں سے اس کا انتخاب شام کی سرزمین ہے اور شام میں کئی بندگانِ خدا اللہ تعالی کے پسندیدہ لوگ ہیں اور میری امت میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو بغیر حساب وکتاب اور عذاب وعقاب کے جنت میں داخل ہو گی۔''

تخريج: أخرجه ابن عساكر في"تاريخ دمشق": ١/ ١٠٧ من طريق الطبراني، وهذا في"المعجم الكبير": رقم ۔ ٧٧٩٦، والطبرانی: ٧٧١٨

**شرح** :...... حدیث میں سرزمینِ شام اور اہل شام کو سراہا گیا، ماضی میں یہ علاقہ اہل علم اور اہل تقوی لوگوں کی آماجگاہ بنا رہا۔

سیدنا ابن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انجام یہ ہوگا کہ تم مختلف لشکروں میں بٹ جاؤ گے، ایک لشکر شام میں، ایک یمن میں اور ایک عراق میں ہوگا۔'' ابن حوالہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ زمانہ پالوں تو آپ میرے لیے کون سا علاقہ مختار (وپسندیدہ) سمجھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شام کو لازم پکڑنا، یہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ زمین ہے، اللہ تعالیٰ اپنے مختار بندوں کو اس کی طرف لائے گا، اگر تم ایسا کرنے سے انکار کرو تو پھر یمن کو لازم پکڑنا اور اپنے حوض سے پینا، بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے، (یعنی وہ فتنوں سے محفوظ رہیں گے)۔'' (ابوداود: ۲٤۸۳)

(۳۵۱٦)۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ: يُوْشِكُ اَنْ تَطْلُبُوْا فِي قُرَاكُمْ هٰذِهِ طَسْتًا مِنْ مَاءٍ فَلَا تَجِدُوْنَهُ، يَنْزِوِيْ كُلُّ مَاءٍ اِلٰى عَنْصَرِهِ، فَيَكُوْنُ فِي الشَّامِ بَقِيَّةُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَاءُ۔ (الصحيحة:۳۰۷۸)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب ہے کہ تم ان بستیوں میں ایک پیالہ پانی کا تلاش کرو، لیکن کامیاب نہ ہوسکو، یعنی سارے کا سارا پانی اپنی اصل کی طرف سکڑ جائے گا اور باقی ماندہ مومن اور پانی شام میں ہوں گے۔

تخريج: أخرجه الحاكم في "المستدرك": ٤/ ٥٠٤، والحديث موقوف لكنه فى حكم المرفوع، لانه لايقال من قبل الرأى، كما هو الظاهر

**شرح** :...... مستقبل میں یہ پیشین گوئی پوری ہوگی، ممکن ہے کہ قیامت کے قریب واقع ہو۔ امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک امریکی ادارے نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ دنیا میں بہت بڑی مقدار میں زمینی پانی نکالا جا رہا ہے، بلکہ تکساس اور نیومیکسیکو کے علاقوں میں زمینی پانی مکمل خشک ہونے کا خدشہ پیدا ہوگیا ہے اور شمالی علاقہ جات میں ہر سال پانی کی سطح بارہ فٹ نیچے ہو رہی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکا میں ایک دوسری تحقیق میں کہا گیا ہے کہ عنقریب دنیا پانی کی قلت کے مسئلے سے دوچار ہو جائے گی اور اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہوگا اور ڈیم اور ٹینکوں سے مصنوعی طریقے مفید ثابت نہیں ہوسکیں گے۔ (ملاحظہ ہو: الأهرام: ۱/ ۱۰/ ۱۹۸۵ اور ۲/ ۱۰/ ۱۹۸۵) (صحیحہ: ۳۰۷۸)

(۳۵۱۷)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مَرْفُوْعًا: ((طُوْبٰى لِلشَّامِ، اِنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَيْهِ۔)) (الصحيحة:۵۰۳)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شام کے لیے خوشخبری ہے، رحمن کے فرشتوں نے اس پر اپنے پر پھیلا رکھے ہیں۔''

تخریج: أخرجه الترمذی: ٢/ ٣٣ طبع بولاق، والحاكم فی "المستدرك": ٢/ ٢٢٩، و أحمد: ٥/ ١٨٤،
و قال المنذری فی "الترغيب": ٤/ ٦٣: ورواه ابن حبان فی "صحيحه"، والطبرانی باسناد صحيح

**شــــرح:** ...... رحمت کے فرشتوں نے شام کو تحفظ فراہم کر کے اس کا گھیراؤ کر رکھا ہے، تا کہ اس خطۂ زمین پر برکات کا نزول ہوتا رہے اور اس میں کفر اور مہلک اور موذی اشیا داخل نہ ہو سکیں۔

(٣٥١٨)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ مَرْفُوعًا: ((إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيكُمْ، لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ٤٠٣)

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اہل شام میں فساد پیدا ہو جائے گا تو تم میں بھی کوئی خیر باقی نہ رہے گی۔ میری امت کی ایک جماعت کی ہمیشہ مدد کی جاتی رہے گی، انھیں رسوا کرنے (کی کوشش کرنے) والا قیامت برپا ہونے تک انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

تخريج: أخرجه الترمذی: ٢/ ٣٠ من طريق الطيالسی، وهو فی "المسند": ١٤٥/ ١٠٧٦، وكذا أحمد: ٣/ ٤٣٦، ٥/ ٣٥، وابن حبان: ٢٣١٣

**شرح:** ...... جب شام میں بگاڑ اور فساد آ جائے گا تو وہاں سکونت پذیر ہونے یا اس کی طرف متوجہ ہونے میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہو گی۔

علاقہ شام مبارک علاقوں میں سے ہے، اللہ تعالی نے بیت المقدس کے علاوہ اسے اپنی ظاہری اور باطنی خیرات و برکات کا مرکز بنایا ہے، علاقے کی زرخیزی و شادابی تو واضح ہے اور باطنی طور پر یہ علاقہ انبیا کی سرزمین رہا ہے۔ لوگ بالعموم فطری طور پر خیر چاہنے والے اور دین حق کے پیروں ہیں، بالخصوص اب اردن اور لبنان کے عوام میں خیر پائی جاتی ہے۔ آخر میں حضرت عیسی کا نزول اسی علاقہ میں ہو گا۔ اسی وجہ سے اس علاقے کی طرف ہجرت کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہمیں جو سیاسی اور غیر سیاسی فتنے نظر آتے ہیں، یہ سب وقتی ہیں اور ان سے کوئی علاقہ بھی خالی نہیں ہے، یہ ان شاء اللہ وقت آنے پر ختم ہو جائیں گے۔

ایک مثال یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَوْضِعُ فُسْطَاطِ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمَلَاحِمِ أَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوْطَةُ.)) ...... ''جنگوں اور فتنوں کے دنوں میں مسلمان ایک ایسی جگہ خیمہ زن ہوں گے، جسے غوطہ کہتے ہوں گے۔'' (ابو داود: ٤٦٤٠)

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوْطَةِ، إِلٰى جَانِبِ مَدِينَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ۔)) ...... ''جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا خیمہ (مرکز) دمشق نامی شہر کی جانب میں واقع مقام غوطہ ہو گا اور دمشق شام کے بہترین شہروں میں

سے ہوگا۔'' (ابوداود: ٤٢٤٨)

## سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب وکرامات اور شہادت

(٣٥١٩)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ مِنْ فَرْحِ الرَّبِّ عَزَّ وَ جَلَّ۔)) (الصحيحة:١٢٨٨)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر رب تعالی خوش ہوئے تو عرش جھوم گیا۔''

تخريج: رواه تمام في "الفوائد" ٣/ ٢

(٣٥٢٠)۔ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أُكَيْدَرَ الدَّوْمَةَ بَعَثَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جُبَّةَ سُنْدُسٍ، فَلَبِسَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَتَعَجَّبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ هٰذِهِ؟ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْهَا۔)) ثُمَّ أَهْدَاهَا إِلَى عُمَرَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تَكْرَهُهَا وَأَلْبَسُهَا؟ قَالَ: ((يَاعُمَرُ! إِنَّمَا أَرْسَلْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتَبْعَثَ بِهَا وَجْهًا، فَتُصِيْبَ بِهَا مَالاً۔)) وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُّنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ۔ (الصحيحة: ٣٣٤٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدر دومہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ریشم کا جبہ بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن کیا، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس جبے سے بہتر ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جبہ حضرت عمر کو بطور ہدیہ دے دیا۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اسے ناپسند کرتے ہیں تو میں کیسے پہنوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر! میں نے تو تیری طرف بھیجا ہے، تاکہ تم کسی کو فروخت کر کے کوئی مال حاصل کر لو۔'' یہ واقعہ ریشم کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": ٣/ ٢٥٧، والحديث رواه البخاري: ٢٦١٥، ٣٢٤٨، ومسلم: ٧/ ١٥١ دون جملة الاهداء ودون ذكر اكيدر دومة، وأخرج أحمد: ٣/ ٢٠٦ شطره الاول، ورواه الطيالسي: ٢٦٧/ ١٩٩٠ مختصرا، ورواه الترمذي: ١٧٢٣، والنسائي: ٢/ ٢٩٧ دون جملة الاهداء

**شرح**: ...... ان احادیث میں سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی منقبت کا بیان ہے۔

(٣٥٢١)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ نَزَلَ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ، مَا وَطِئُوْا الْاَرْضَ قَبْلَهَا، وَقَالَ حِيْنَ دُفِنَ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سعد بن معاذ کی موت کے لیے ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے، اس سے قبل اتنی بڑی تعداد زمین پر نازل نہیں ہوئی۔'' جب ان کو دفن کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ!

((سُبْحَانَ اللّٰهِ! لَوِ انْفَلَتَ اَحَدٌ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ، لَانْفَلَتَ مِنْهَا سَعْدٌ، وَلَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً، ثُمَّ اُفْرِجَ عَنْهُ۔)) (الصحيحة: ٣٣٤٥)

اگر کوئی قبر کی گرفت سے بچ سکتا تو وہ سعد ہوتا، لیکن اسے بھی بھینچا گیا اور پھر کشادگی پیدا کر دی گئی۔''

تخریج: أخرجه البزار: ٣/ ١٥٦/ ٢٦٩٨۔ کشف الأستار، وابن سعد فی "الطبقات": ٣/ ٤٣٠، وأخرجه الطبرانی فی "المعجم الکبیر": ٣/ ٢٠٥/ ٢ بلفظ: ...... عن ابن عمر قال: اهتز العرش لحب لقاء الله سعدا، وکان آخرهم خرج من قبره النبی ﷺ وقال: ((ان سعدا ضغط فی قبره ضغطة، فسألت أن یخفف الله عنه۔)) وأخرجه الحاکم: ٣/ ٢٠٦، والبزار: ٣/ ٢٥٦/ ٢٦٩٧، وابن ابی شیبة: ١٢/ ١٤٢ بلفظ: ((ضم سعد فی القبر ضمة، فدعوت الله ان یکشف عنه۔))

(٣٥٢٢)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هٰذَا الرَّجُلُ الصَّالِحُ الَّذِیْ فُتِحَتْ لَهٗ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، شُدِّدَ عَلَیْهِ، ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ۔)) یَعْنِیْ: سَعْدَ بْنَ مَعَاذٍ۔ (الصحيحة: ٣٣٤٨)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نیک آدمی، جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے، پر بھی قبر کو تنگ کر دیا گیا پھر کشادگی پیدا کر دی گئی۔'' آپ ﷺ کی مراد سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔

تخریج: أخرجه ابن حبان في "صحیحه": ٩/ ٨٩/ ٦٩٩٤۔ الأحسان، وأحمد: ٣/ ٣٢٧، وفي "فضائل الصحابة": ٢/ ٨٢٣/ ١٤٩٦، ١٤٩٧، والحاکم: ٣/ ٢٠٦، والطبراني في "المعجم الکبیر": ٦/ ١٣/ ٥٣٤٠

**شرح:** ...... سیدنا سعد رضی اللہ عنہ پر قبر کیوں تنگ ہوئی؟ تفصیل کے لیے "اَلْمَرَضُ وَالْجَنَائِزُ وَالْقُبُوْرُ" میں ''سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بھی قبر کی دبوچ سے نہ بچ سکے'' اور ''بچے کو بھی قبر نے دبوچ لیا'' کا مطالعہ کریں۔

(٣٥٢٣)۔ عَنْ اَنَسٍ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ۔ وَجَنَازَةُ سَعْدٍ مَوْضُوْعَةٌ۔: ((اِهْتَزَّلَهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔)) فَطَفِقَ الْمُنَافِقُوْنَ فِيْ جَنَازَتِهِ، وَقَالُوْا: مَا اَخَفَّهَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((اِنَّمَا كَانَتْ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ مَعَهُمْ۔)) (الصحيحة: ٣٣٤٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑا تھا، اسے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے تو رحمٰن کا عرش بھی جھومنے لگ گیا۔'' منافقوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ (سعد کی میت تو) بہت ہلکی ہے۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''دراصل لوگوں کے ساتھ فرشتے بھی سعد (کی چارپائی) اٹھانے میں (مدد کر رہے تھے)۔

تــخــريـــج: أخـرجـه ابن حبان في "صحيحه": ٩/ ٨٩/ ٦٩٩٣- الأحسان، والترمذي: ٣٨٤٩، وأخرجه مسلم: ٧/ ١٥٠، واحمد: ٣/ ٢٣٤ دون قوله: فطفق المنافقون ......

(٣٥٢٤)- عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ، قَالَ: لَمَّا أُصِيْبَ اَكْحَلُ سَعْدٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَثَقُلَ، حَوَّلُوْهُ عِنْدَ امْرَاَةٍ يُقَالُ لَهَا رَفِيْدَةُ، وَكَانَتْ تُـدَاوِيْ الْجَرْحٰى، فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا مَرَّ بِـهٖ يَـقُوْلُ: ((كَيْفَ اَمْسَيْتَ؟)) وَاِذَا اَصْبَحَ قَـالَ: ((كَيْفَ اَصْبَحْتَ؟)) فَيُخْبِرُهُ، حَتّٰى كَـانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ نَقَلَهُ قَوْمُهُ فِيْهَا، فَثَقُلَ، فَـاحْتَـمَـلُـوْهُ اِلٰـى بَـنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ اِلٰى مَـنَازِلِهِمْ، وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَمَا كَانَ يَسْاَلُ عَنْهُ، وَقَالُوْا: قَدِ انْطَلَقُوْا بِهٖ- فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَخَـرَجْنَا مَعَهُ، فَاَسْرَعَ الْمَشْـيَ حَتّٰـى تَـقَـطَّعَتْ شُسُوْعُ نِعَالِنَا، وَسَقَطَتْ اَرْدِيَتُنَا عَنْ اَعْنَاقِنَا، فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَيْـهِ اَصْـحَـابُـهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَتْعَبْتَنَا فِيْ الْمَشْـيِ، فَـقَالَ: ((اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَسْبِقَنَا الْـمَلَائِـكَةُ اِلَيْـهِ فَتَـغْسِـلُـهُ، كَمَا غَسَلَتْ حَـنْـظَـلَةَ-)) فَـانْتَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى الْبَيْـتِ وَهُـوَ يُـغْسَلُ، وَاُمُّهُ تَبْكِيْهِ، وَهِيَ تَقُوْلُ:

محمود بن لبید کہتے ہیں کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی رگ میں زخم لگ اور وہ بڑھ گیا۔ لوگوں نے ان کو رفیدہ نامی عورت کے پاس منتقل کر دیا، کیونکہ وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھی۔ نبی کریم ﷺ جب ان کے پاس گزرتے تو پوچھتے: ''تو نے کیسی شام پائی؟'' اور جب صبح کے وقت آتے تو کہتے: ''تو نے کیسی صبح پائی؟'' وہ اپنی صورتحال واضح کرتے۔ یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جس میں ان کی قوم نے انہیں وہاں سے منتقل کر دیا اور انہیں اٹھا کر بنوعبدالاشھل کے گھروں میں لے گئے، رسول اللہ ﷺ حسب عادت ان کا حال دریافت کرنے کے لیے تشریف لائے۔ انھوں نے بتلایا کہ وہ انھیں لے گئے ہیں، سو رسول اللہ ﷺ چل دیے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہو لیے، آپ اتنی تیزی سے چلے کہ ہمارے جوتوں کے تسمے ٹوٹ گئے اور ہمارے چادریں گردنوں سے گرنے لگ گئیں، صحابہ نے آپ سے شکایت کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تو ہم کو تھکا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ان کو غسل دینے میں فرشتے ہم سے سبقت نہ لے جائیں، جیسا کہ وہ اس سے پہلے حنظلہ کو غسل دے چکے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر تک پہنچے تو ان کو غسل دیا جا رہا تھا اور ان کی ماں رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی:

وَيْـــــلُ أُمِّــــكَ سَـــعْـــــدَا حَـــزَامَـــةً وَّجِـــــدَا

او سعد! تیری ماں کی ہلاکت (تیری) عقلمندی اور سخاوت (کے گم ہو جانے کی وجہ سے)

فَـقَـــالَ رَسُـوْلُ اللّٰـه ﷺ: ((كُـلُّ نَـائِحَةٍ تَـكْـذِبُ، اِلَّا اُمَّ سَـعْـدٍ-)) ثُمَّ خَرَجَ بِهٖ،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نوحہ کرنے والے جھوٹ بولتی ہے، ماسوائے ام سعد کے۔'' پھر آپ اس کی میت کو لے کر

قَالَ: يَقُوْلُ لَهُ الْقَوْمُ اَوْ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْهُم: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا حَمَلْنَا مَيِّتًا اَخَفَّ عَلَيْنَا مِنْ سَعْدٍ، فَقَالَ: ((مَا يَمْنَعُكُمْ مِنْ اَنْ يَخِفَّ عَلَيْكُمْ، وَقَدْ هَبَطَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ كَذَا وَكَذَا۔)) وَقَدْ سَمّٰى عِدَّةً كَثِيْرَةً لَمْ اَحْفَظْهَا ((لَمْ يَهْبِطُوْا قَطُّ قَبْلَ يَوْمِهِمْ قَدْ حَمَلُوْهُ مَعَكُمْ۔)) (الصحيحة: ١١٥٨)

نکلے، بعض لوگوں نے آپ ﷺ کو کہا: سعد کی میت بہت ہلکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ہلکی کیوں نہ ہو، کثیر تعداد میں فرشتے اترے، اتنے فرشتے کبھی بھی نازل نہیں ہوئے، وہ تمھارے ساتھ سعد کی میت کو اٹھا رہے تھے۔'' آپ نے فرشتوں کی تعداد بھی بتلائی تھی، لیکن مجھے یاد نہ رہی۔

تخريج: رواه ابن سعد: ٣/ ٤٢٧ـ ٤٢٨

(٣٥٢٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْتُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَقْفُوْ آثَارَ النَّاسِ۔ قَالَتْ: فَسَمِعْتُ وَئِيْدَ الْأَرْضِ وَرَائِي۔ يَعْنِي: حَسَّ الْأَرْضِ۔ قَالَتْ: فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا أَنَا بِسَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ وَمَعَهُ ابْنُ أَخِيْهِ الْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ يَحْمِلُ مِجَنَّةً قَالَتْ: فَجَلَسْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَمَرَّ سَعْدٌ وَعَلَيْهِ دِرْعٌ مِنْ حَدِيْدٍ قَدْ خَرَجَتْ مِنْهَا أَطْرَافُهُ، فَأَنَا أَتَخَوَّفُ عَلَى أَطْرَافِ سَعْدٍ قَالَتْ: فَمَرَّ وَهُوَ يَرْتَجِزُ وَيَقُوْلُ:

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں غزوۂ خندق والے دن نکلی اور لوگوں کے پیچھے چل پڑی۔ میں نے چلتے چلتے پیچھے سے قدموں کی پرزور آواز سنی۔ جب میں نے ادھر توجہ کی، تو کیا دیکھتی ہوں کہ سعد بن معاذ ہیں اور ان کے ساتھ ان کا بھتیجا حارث بن اوس ہے، جس نے ڈھال اٹھا رکھی تھی۔ میں زمین پر بیٹھ گئی۔ سعد گزرے، انھوں نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی اور اس کے کنارے نکلے ہوئے تھے، مجھے خطرہ لاحق ہونے لگا کہ کہیں ان سے سعد کے اعضائے جسم (زخمی نہ ہو جائیں)۔ وہ گزرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

لَبِّثْ قَلِيْلاً يُدْرِكِ الْهَيْجَا حَمَلْ
مَا أَحْسَنَ الْمَوْتَ إِذَا حَانَ الْأَجَلْ

ذرا ٹھیرو کہ لڑائی زوروں پر آ جائے کتنی اچھی ہوگی موت، جب اس کا مقررہ وقت آ جائے گا

قَالَتْ: فَقُمْتُ، فَاقْتَحَمْتُ حَدِيْقَةً فَإِذَا فِيْهَا نَفَرٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِذَا فِيْهِمْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ، وَفِيْهِمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ سَبْغَةٌ لَّهُ۔ يَعْنِي: مِغْفَرًا۔ فَقَالَ عُمَرُ: مَاجَاءَ بِكِ؟ لَعَمْرِي وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَجَرِيْئَةٌ وَمَايُؤْمِنُكَ أَنْ

وہ کہتی ہیں: میں کھڑی ہوئی اور ایک باغ میں گھس گئی، وہاں (پہلے سے) چند مسلمان موجود تھے، ان میں عمر بن خطاب بھی تھے اور ایک اور آدمی بھی تھا، اس نے خود پہنا ہوا تھا۔ عمر نے مجھے کہا: آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟ بخدا! آپ نے تو بڑی جرأت کی ہے۔ آپ کو اس سے کیا اطمینان کہ آپ پر کوئی بلا آ

يَكُوْنَ بَلاءٌ أَوْ يَكُوْنَ تَحَوُّزٌ؟ قَالَتْ: فَمَا زَالَ يَلُوْمُنِي حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنَّ الْأَرْضَ انْشَقَّتْ لِي سَاعَتَئِذٍ فَدَخَلْتُ فِيْهَا! قُلْتُ: فَرَفَعَ الرَّجُلُ السَّبْغَةَ عَنْ وَجْهِهِ، فَإِذَا طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: يَاعُمَرُ! إِنَّكَ قَدْ أَكْثَرْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ، وَأَيْنَ التَّحَوُّزُ أَوِ الْفِرَارُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَتْ: وَيَرْمِي سَعْداً رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ۔ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ الْعَرْقَةِ۔ بِسَهْمٍ لَهُ، فَقَالَ لَهُ: خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ الْعَرْقَةِ، فَأَصَابَ أَكْحَلَهُ فَقَطَعَهُ، فَدَعَا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ سَعْدٌ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَا تُمِتْنِي حَتّٰى تُقِرَّ عَيْنِي مِنْ قُرَيْظَةَ۔ قَالَتْ: وَكَانُوْا حُلَفَاءَ مَوَالِيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَتْ: فَرَقَى كَلْمُهُ۔ أَيْ: جُرْحُهُ۔ وَبَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الرِّيْحَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ، فَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ، وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزاً، فَلَحِقَ أَبُوْ سُفْيَانُ، وَمَنْ مَعَهُ بِتِهَامَةَ، وَلَحِقَ عُيَيْنَةُ ابْنُ بَدْرٍ وَمَنْ مَعَهُ بِنَجْدٍ، وَرَجَعَ بَنُوْ قُرَيْظَةَ فَتَحَصَّنُوْا فِي صَيَاصِيْهِمْ، وَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَوَضَعَ السَّلَاحَ، وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ أُدُمٍ فَضُرِبَتْ عَلَى سَعْدٍ فِي الْمَسْجِدِ قَالَتْ: فَجَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنَّ عَلَى ثَنَايَاهُ لَنَقْعُ الْغُبَارِ، فَقَالَ: أَوَ قَدْ وَضَعْتَ السَّلَاحَ؟ وَاللّٰهِ مَا وَضَعَتِ الْمَلَائِكَةُ بَعْدُ السَّلَاحَ، أُخْرُجْ إِلَى بَنِي

پڑے یا کہیں بھاگنا پڑ جائے۔ عمر مجھے ملامت کرتے رہے، حتی کہ مجھے یہ خواہش ہونے لگی کہ اس وقت زمین پھٹے اور میں اس میں گھس جاؤں۔ اُدھر جب اس بندے نے خود اتارا، تو معلوم ہوا کہ وہ طلحہ بن عبید اللہ تھے۔ اس نے کہا: عمر! آپ نے تو آج بہت باتیں کر دی ہیں۔ آج صرف اللہ تعالی کی طرف فرار اختیار کرنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک قریشی مشرک، جس کو ابن عرقہ کہتے تھے، نے سعد کو تیر مارا اور کہا: لو نا یہ، میں تو ابن عرقہ ہوں۔ وہ تیر ان کے بازو کی رگ میں لگا اور وہ کٹ گئی۔ سعد نے اللہ تعالی سے دعا کی: اے اللہ! مجھے (اس وقت تک) موت سے بچانا، جب تک بنو قریظہ کے بارے میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب نہ ہو جائے۔ وہ جاہلیت میں سعد کے موالی کے حلیف تھے۔ پس ان کے زخم (سے بہنے والا خون) رک گیا۔ اُدھر اللہ تعالی نے مشرکوں پر (تند و تیز) ہوا بھیجی اور اس لڑائی میں مومنوں کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ تعالی طاقتور اور غالب ہے۔ ابوسفیان اپنے ساتھیوں سمیت تہامہ میں پہنچ گیا اور عیینہ بن بدر نے اپنے ساتھیوں سمیت نجد میں پناہ لی۔ بنو قریظہ (کے یہودی) واپس آ گئے اور قلعہ بند ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں لوٹ آئے، اسلحہ اتارا اور سعد کے لیے مسجد میں چمڑے کا ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اسی اثنا میں حضرت جبریل علیہ السلام پہنچ گئے، ان کے دانتوں پر غبار چمک رہا تھا۔ انھوں نے کہا: (اے محمد!) آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ اللہ کی قسم! فرشتوں نے تو ابھی تک نہیں اتارا۔ چلیے بنو قریظ کی طرف اور ان سے قتال کیجیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کی خاطر اسلحہ زیبِ تن کیا اور لوگوں میں کوچ کرنے کا اعلان

قُرَيْظَةَ فَقَاتِلْهُمْ. قَالَتْ: فَلَبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَامَتَهُ، وَأَذَّنَ فِي النَّاسِ بِالرَّحِيْلِ أَنْ يَخْرُجُوْا، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَمَرَّ عَلٰى بَنِي غَنَمٍ، وَهُمْ جِيْرَانُ الْمَسْجِدِ حَوْلَهُ، فَقَالَ: ((مَنْ مَرَّ بِكُمْ؟)) قَالُوْا: مَرَّ بِنَا دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ، وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ تُشْبِهُ لِحْيَتُهُ وَسِنُّهُ وَوَجْهُهُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَتْ: فَأَتَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَحَاصَرَهُمْ خَمْساً وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، فَلَمَّا اشْتَدَّ حَصْرُهُمْ وَاشْتَدَّ الْبَلَاءُ، قِيْلَ لَهُمْ: إِنْزِلُوْا عَلٰى حُكْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَاسْتَشَارُوْا أَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنَّهُ الذَّبْحُ. قَالُوْا: نَنْزِلَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِنْزِلُوْا عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ.)) فَنَزَلُوْا، وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، فَأُتِيَ بِهِ عَلٰى حِمَارٍ عَلَيْهِ إِكَافٌ مِنْ لِيْفٍ، وَقَدْ حُمِلَ عَلَيْهِ، وَحَفَّ بِهِ قَوْمُهُ، فَقَالُوْا: يَا أَبَا عَمْرٍو! حُلَفَاؤُكَ وَمَوَالِيْكَ وَأَهْلُ النِّكَايَةِ وَمَنْ قَدْ عَلِمْتَ. فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِمْ شَيْئاً وَلَا يَلْتَفِتْ إِلَيْهِمْ، حَتّٰى إِذَا دَنَا مِنْ دُوْرِهِمْ، اِلْتَفَتَ إِلٰى قَوْمِهِ، فَقَالَ: قَدْ أَنّٰى لِيْ أَنْ لَّا أُبَالِيَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، قَالَ: قَالَ: أَبُوْ سَعِيْدٍ: فَلَمَّا طَلَعَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: ((قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَأَنْزِلُوْهُ.)) فَقَالَ عُمَرُ: سَيِّدُنَا

کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نکل پڑے اور بنو غنم، جو مسجد کے قریب سکونت پذیر تھے، کے پاس سے گزرے اور ان سے پوچھا: ''کون تمہارے پاس سے گزرا ہے؟'' انھوں نے کہا: دحیہ کلبی گزرے ہیں، دراصل سیدنا دحیہ کلبی کی داڑھی، دانت اور چہرہ حضرت جبریل علیہ السلام کے مشابہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ بنوقریظہ کے پاس پہنچے اور ان کا محاصرہ کر لیا، جو پچیس دن تک جاری رہا۔ جب ان پر محاصرے نے شدت اختیار کی اور ان کی تکلیف بڑھ گئی، تو ان سے کہا گیا: رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی ہو جاؤ۔ انھوں نے ابولبابہ بن عبد المنذر سے مشورہ کیا، اس نے اشارہ کیا کہ آپ ﷺ کا فیصلہ تو قتل ہی ہوگا۔ انھوں نے کہا: تو پھر سعد بن معاذ کے فیصلے کو قابل تسلیم سمجھ لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سعد بن معاذ کے فیصلے پر راضی ہو جاؤ۔'' پس انھوں نے تسلیم کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد کو بلا بھیجا۔ سو ایک گدھا لایا گیا، اس پر کھجور کے درخت کے چھال کی پالان تھی، سیدنا سعد کو اس پر سوار کر دیا گیا، ان کی قوم نے ان کو گھیر لیا اور کہا: اے ابوعمرو! وہ (بنوقریظہ والے) آپ کے حلیف بھی ہیں، معاہد بھی ہیں، شکست و ریخت والے بھی ہیں اور تم جانتے ہو کہ وہ ایسے ایسے بھی ہیں۔ لیکن انھوں نے نہ ان کا جواب دیا اور نہ ان کی طرف توجہ کی، (چلتے گئے)، جب ان کے گھروں کے قریب جا پہنچے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں۔ ابوسعید کہتے ہیں: جب وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اٹھو) اپنے سردار کی طرف جاؤ اور ان کو (گدھے سے) اتارو۔'' سیدنا عمر نے کہا: ہمارا سردار تو اللہ

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: ((أَنْزِلُوْهُ۔)) فَأَنْزَلُوْهُ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُحْكُمْ فِيهِمْ۔)) قَالَ سَعْدٌ: فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ مَقَاتِلَتُهُمْ، وَتُسْبٰى ذَرَارِيْهِمْ، وَتُقْسَمُ أَمْوَالُهُمْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ حَكَمْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَحُكْمِ رَسُوْلِهِ۔)) قَالَتْ: ثُمَّ دَعَا سَعْدٌ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ أَبْقَيْتَ عَلٰى نَبِيِّكَ ﷺ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْئاً، فَأَبْقِنِي لَهَا، وَإِنْ كُنْتَ قَطَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ، فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ۔ قَالَتْ: فَانْفَجَرَ كَلْمُهُ، وَكَانَ قَدْ بَرِئَ حَتّٰى مَا يُرٰى مِنْهُ إِلَّا مِثْلَ الْخِرْصِ، وَرَجَعَ إِلٰى قُبَّتِهِ الَّتِي ضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَحَضَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ۔ قَالَتْ: فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنِّي لَأَعْرِفُ بُكَاءَ عُمَرَ مِنْ بُكَاءِ أَبِي بَكْرٍ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي، وَكَانُوْا كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ((رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ)) قَالَ عَلْقَمَةُ: قُلْتُ: أَيْ أُمَّهْ! فَكَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ؟ قَالَتْ: كَانَتْ عَيْنُهُ لَا تَدْمَعُ عَلٰى أَحَدٍ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ إِذَا وَجَدَ، فَإِنَّمَا هُوَ آخِذٌ بِلِحْيَتِهِ۔ (الصحيحة:٦٧)

ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ان کو اتارو۔'' پس انھوں نے ان کو اتارا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔'' سیدنا سعد نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے، ان کے بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے مالوں کو (مسلمانوں میں) تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے تو وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالی اور اس کے رسول کا فیصلہ تھا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے: پھر سعد نے یہ دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے ابھی تک اپنے نبی کی قسمت میں قریشیوں سے لڑنا رکھا ہوا ہے، تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ اور اگر ان کے مابین جنگ و جدل ختم ہو گیا ہے، تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ وہ کہتی ہیں: ان کا زخم پھوٹ پڑا، حالانکہ وہ مندمل ہو چکا تھا اور وہاں انگوٹھی کی طرح کا نشان نظر آتا تھا اور وہ اس خیمہ میں واپس چلے گئے، جو نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے نصب کروایا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ، ابوبکر اور عمر وہاں پہنچ گئے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، میں اپنے حجرے میں بیٹھی ہوئی عمر اور ابوبکر کے رونے کی آواز پہچان رہی تھی، وہ (صحابہ کرام) آپس میں ایسے ہی تھے، جیسے اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ''وہ آپس میں رحمدل ہیں''۔ علقمہ نے پوچھا: امی جان! اس وقت رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: کسی کے لیے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہتے تھے، لیکن جب وہ غمگین ہوتے تو اپنی داڑھی مبارک پکڑ لیتے تھے۔

تخريج: أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف": ١٤/ ٤٠٨-٤١١، والامام أحمد: ٦/ ١٤١-١٤٢-والسياق له۔، وابن سعد: ٣/ ٤٢١-٤٢٣۔ وابن حبان: ٦٩٨٩-الاحسان

**شـــرح**:...... غزوۂ خندق کے موقع پر بنوقریظہ نے عہد شکنی کی اور کفار کے لشکر کے ساتھ جا ملے۔ جب آندھیوں کی وجہ سے دشمنان اسلام بھاگنے پر مجبور ہو گئے تو بنوقریظہ کے یہودی اپنے گھروں کو واپس آئے اور قلعہ بند ہو گئے، ان کے بعد ان کے ساتھ جو حشر ہوا، اس کا تذکرہ اس حدیثِ مبارکہ میں ہوا ہے۔

نیز اس حدیث سے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور کرامتوں کا اور فرشتوں کا مجاہدینِ اسلام کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا پتہ چلتا ہے۔

آخر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا ہے کہ وہ کسی کی فوتگی پر اشک بار نہیں ہوئے، یہ سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ذاتی مشاہدے کی بات ہے، وگرنہ کئی مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا اور آپ کے آنسوؤں کا بہنا ثابت ہے، جیسے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور اپنے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ پڑے تھے۔

## اہل یمن کی فضیلت

(٣٥٢٦)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَهْلُ الْيَمَنِ اَرَقُّ قُلُوْبًا، وَاَلْيَنُ اَفْئِدَةً، وَاَنْجَعُ طَاعَةً۔)) (الصحيحة:١٧٧٥)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”یمنی لوگ انتہائی رحمدل اور نرم دل ہیں اور اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے سب سے زیادہ فلاح یاب ہونے والے ہیں۔“

تخريج: أخرجه الأمام أحمد في "المسند": ٤/ ١٥٤

(٣٥٢٧)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ النَّبِيُّ: ((قَدْ اَقْبَلَ اَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ اَرَقُّ قُلُوْبًا مِنْكُمْ۔)) قَالَ اَنَسٌ وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ۔ (الصحيحة: ٥٢٧)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اہل یمن آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یمنی لوگ آ گئے ہیں، یہ تم سے زیادہ نرم دل والے ہیں۔“ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ پہلے لوگ ہیں جنھوں نے مصافحہ کیا۔

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": ٩٦٧، وأحمد: ٣/ ٢١٢

(٣٥٢٨)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، إِذْ قَالَ: ((يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ كَأَنَّهُمُ السَّحَابُ، هُمْ خِيَارُ مَنْ فِيْ الْأَرْضِ۔)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ:

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شاہراہِ مکہ پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یمن کے لوگ تمہارے پاس آئیں گے، گویا کہ وہ بادل ہیں، وہ (اہلِ) زمین میں سے بہترین لوگ ہیں۔“ ایک انصاری

وَلَا نَـحْـنُ؟ يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَسَكَتَ۔ قَالَ: وَلَا نَـحْـنُ؟ يَـارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَسَكَتَ۔ قَالَ: وَلَا نَـحْـنُ؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ فِيْ الثَّالِثَةِ كَلِمَةً ضَعِيْفَةً: ((إِلَّا أَنْتُمْ۔)) (الصحيحة:٣٤٣٧)

آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ ہم سے بھی (بہتر) ہیں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم (سب سے بہتر) نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی۔ اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم (سب سے بہتر) نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے تیسری دفعہ پست آواز میں فرمایا: ''سوائے تمہارے۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "المسند": ٤/ ٨٤، وفي "الفضائل": ٢/ ٨٦٣/ ١٦١٣، وابو يعلى: ١٣/ ٣٩٨/ ٧٤٠١، والبزار: ٣/ ٣١٧/ ٢٨٣٨ معلقا، والطيالسي في "مسنده": ٢/ ١٢٧/ ٩٤٥، ورواه ابن ابي شيبة في "المصنف": ١٢/ ١٨٣/ ١٢٤٨٢ بنحوه مختصرا

(٣٥٢٩)۔ عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْـرَةَ، قَالَ: لَمَّا أُنْـزِلَـتْ: ﴿إِذَا جَـاءَ نَـصْـرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ (النصر: ١) قَالَ: ((أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، هُمْ أَرَقُّ قُلُوْبًا، اَلْإِيْمَانُ يَمَانٍ، اَلْفِقْهُ يَمَانٍ، اَلْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ۔)) (الصحيحة:٣٣٦٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی﴾ (سورۂ نصر: ۱) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے پاس اہل یمن آ گئے ہیں، وہ نرم دل والے ہیں اور یمنی ایمان، یمنی فقہ اور یمنی حکمت ودانائی (بہترین چیزیں ہیں)۔''

تخريج: أخرجه عبدالرزاق في "تفسير": ٢/ ٤٠٤، ومن طريقه أحمد في "مسنده": ٢/ ٢٧٧، وأخرجه البخاري: ٤٣٨٨، ٤٣٩٠، ومسلم: ١/ ٥٢ دون الآية

**شـــرح**:...... آپ ﷺ کی زندگی میں اور بعد میں یمن سے جتنے لوگ مسلمان ہوکر آئے وہ اِن صفات سے متصف تھے، جیسے اویس قرنی اور ابومسلم خولانی ہیں، ان کے دلوں میں سلامتی اور ایمان میں قوت تھی۔ ایمان کو ان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا ایمان مکمل تھا۔ ''فقہ'' سے مراد دین کی سمجھ بوجھ ہے اور ''حکمت'' سے مراد احکام شریعت کا وہ علم ہے، جس سے بصیرت کے ساتھ اللہ تعالی کی معرفت حاصل ہو، اس سے حق کے ثبوت اور اس پر عمل کرنے میں مدد ملے اور اس کی روشنی میں بندہ خواہش پرستی اور باطل پرستی سے محفوظ رہے۔

اہل یمن کی عظمت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس اویس نامی ایک یمنی آدمی آئے گا، وہ یمن میں اپنے اہل وعیال میں سے صرف والدہ کو چھوڑ کر آئے گا، اسے پھلبہری کی بیماری تھی، اس نے اللہ تعالی سے دعا کی، اللہ تعالی نے ایک درہم یا دینار کے بقدر جسم کے حصے کے علاوہ اس کی بیماری کو دور کر دیا، تم میں سے جو آدمی اسے ملے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے لیے اس سے مغفرت کی دعا کروائے۔'' (مسلم) کتنی عظیم منقبت ہے کہ صحابہ کو حکم دیا جارہا ہے کہ ان کو چاہیے کہ وہ اویس قرنی سے اپنے

لیے بخشش کی دعا کرنے کی درخواست کریں۔

## جنابِ اویس رحمہ اللہ کی فضیلت

(۳۵۳۰)۔ عَنْ اَسِيْرِ بْنِ جَابِرٍ: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِاُوَيْسِ الْقَرْنِيِّ: اِسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ: اَنْتَ اَحَقُّ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِيْ، اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((خَيْرُ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ مِنْ قَرَنٍ يُقَالُ لَهُ: اُوَيْسٌ۔))

(الصحيحة:٨١٢)

اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اویس قرنی سے کہا: میرے لیے بخشش کی دعا کرو۔ انھوں نے کہا: آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ میرے لیے استغفار کریں، کیونکہ آپ اصحاب رسول میں سے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''قرن قبیلے کا اویس نامی آدمی بہترین تابعی ہوگا۔''

تخريج: رواه مسلم: ٧/ ١٨٩، وابن سعد: ٦/ ١١٣، والعقيلي في "الضعفاء": ٥٠، والحاكم: ٣/ ٤٠٤

**شرح**:...... اویس ایک یمنی باشندہ تھا، اپنی والدہ کی خدمت کرنے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ سکا، ایسے شخص کو محدثین کی اصطلاح میں "مُخَضْرَم" کہتے ہیں۔

جب یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا: اب آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: کوفہ کی طرف۔ آپ نے کہا: کیا میں کوفہ کے عامل کی طرف خط لکھ دوں (تاکہ وہ آپ کو عزت دے)؟ انھوں نے کہا: مفلس اور فقیر لوگوں میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ اگلے سال اس قبیلے کا ایک معزز آدمی حج کرنے کے لیے آیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس سے اویس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: اویس کے پاس تھوڑا سا سامان ہے اور ایک ردّی گھر میں سکونت پذیر ہیں۔ (مسلم)

## تائیدِ دین کے لیے عدن ابین کے بارہ ہزار افراد

(۳۵۳۱)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَخْرُجُ مِنْ (عَدَنَ أَبْيَنَ) اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا، يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ هُمْ خَيْرٌ مِنْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ۔))

(الصحيحة: ٢٧٨٢)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عدن ابین سے بارہ ہزار آدمی نکلیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کریں گے، وہ میرے اور اپنے مابین (کی نسلوں) میں سب سے بہتر ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "مسنده": ١/ ٣٣٣

**شرح**:...... ''عدن ابین'' یمن کی مشہور بندرگاہ اور شہر ہے۔ اب بھی یمنی لوگوں میں خیر غالب ہے، وہ بڑی قد و قامت والے بہترین جنگجو ہیں۔

## اہل عمان کی فضیلت

(٣٥٣٢)۔ عَنْ اَبِي بَرْزَةَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَسُوْلًا اِلٰى حَيٍّ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فِي شَيْءٍ ۔ لَا يَدْرِي مَهْدِيٌّ مَا هُوَ۔ قَالَ: فَسَبُّوْهُ وَضَرَبُوْهُ، فَشَكَا ذَالِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ اَنَّكَ اَتَيْتَ اَهْلَ عَمَّانَ مَا سَبُّوْكَ وَلَا ضَرَبُوْكَ۔))

(الصحيحة:٢٧٣٠)

سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ایک قاصد کو عرب کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا۔ راویٔ حدیث مہدی بن میمون کو اس قبیلے کا علم نہ ہو سکا۔ اس قبیلے والوں نے اس قاصد کو گالی گلوچ کیا اور اس کی پٹائی بھی کی۔ اس نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی، آپ نے فرمایا: ''اگر تم عمان والوں کے پاس جاتے تو وہ تم کو برا بھلا کہتے نہ مارتے۔''

تخريج: أخرجه مسلم :٧/ ١٩٠، وابن حبان :٢٣١٤۔ موارد، وأحمد : ٤/ ٤٢٠، ٤٢٣، ٤٢٤، واللفظ له، والرویانی فی "مسنده": ٣٠/ ١٩/ ١

**شرح** :...... بحرین کا ایک شہر عمان ہے، اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس کے باسیوں کے مزاج کی عظمت بیان کی ہے۔

## عجمی لوگوں کی فضیلت

(٣٥٣٣)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَاَيْتُ غَنَمًا كَثِيْرَةً سَوْدَاءَ، دَخَلَتْ فِيْهَا غَنَمٌ كَثِيْرَةٌ بِيْضٌ۔)) قَالُوْا: فَمَا اَوَّلْتَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((اَلْعَجَمُ، يَشْرَكُوْنَكُمْ فِي دِيْنِكُمْ وَاَنْسَابِكُمْ۔)) قَالُوْا: اَلْعَجَمُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنَ الْعَجَمِ، وَاَسْعَدُهُمْ بِهِ النَّاسُ۔))

(الصحيحة:١٠١٨)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں سیاہ رنگ کی بہت زیادہ بکریاں دیکھیں، ان میں بڑی تعداد میں سفید رنگ کی بکریاں داخل ہو گئیں۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کی رسول! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر کی؟ آپ نے فرمایا: ''عجمی لوگ تمھارے دین اور نسب میں شریک ہوں گے۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! عجم؟ (یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟) آپ نے فرمایا: ''اگر ایمان ثریا ستارے کے ساتھ معلق ہوتا تو عجم کے بعض لوگ اس تک بھی رسائی حاصل کر لیتے، (ذہن نشین کر لو کہ) وہ انتہائی سعادت مند لوگ ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٣٩٥

**شرح** :...... بعض عجمی تو آپ ﷺ کی زندگی میں مسلمان ہو گئے تھے، ان میں سیدنا سلمان فارسی کا قبولیتِ اسلام کا واقعہ قابل ذکر ہے اور جب فتوحات کا سلسلہ بڑھا تو عجمی لوگ جوق در جوق مشرف باسلام ہونے لگے۔

## بنوابی العاص کی مذمت

(٣٥٣٤)۔ قَالَ ﷺ: ((إِذَا بَلَغَ بَنُوْ أَبِي الْعَاصِ ثَلاثِيْنَ رَجُلاً، اتَّخَذُوْا دِيْنَ اللّٰهِ دَخَلاً، وَعِبَادَاللّٰهِ خَوْلاً وَمَالَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ دُوْلاً۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ۔ (الصحيحة: ٧٤٤)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ابو عاص کے بیٹوں کی تعداد تیس مردوں تک پہنچے گی تو یہ لوگ اللہ تعالی کے دین میں عیب و نقص نکالیں گے، بندگانِ خدا کو غلام بنالیں گے اور اللہ تعالی کے مال کو آپس میں ہی ادل بدل کریں گے۔'' یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو ذر غفاری، حضرت معاویہ بن سفیان اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: ١۔أما حديث أبي هريرة؛ فأخرجه تمام في "الفوائد": ٥٩/ ٢، والبيهقي في "دلائل النبوة": ٦/ ٥٠٧

٢۔وأما حديث أبي سعيد؛ فأخرجه أحمد: ٣/ ٨٠، والبزار: ٢/ ٢٤٥/ ١٦٢٠و ١٦٢١، وأبو يعلى: ٢/ ٣٨٣/ ١١٥٢، ، والطبراني في "معجم الأوسط": ١/ ١٩١، و تمام أيضا، وكذا البيهقي، وابن عساكر، والحاكم: ٤/ ٤٨٠

٣۔وأما حديث أبي ذر؛ فأخرجه الحاكم: ٤/ ٤٧٩

٤۔وأما حديث معاوية؛ فأخرجه ابن عساكر: ١٣/ ٢٩٤/ ١

**شرح**:...... بنوابی العاص سے مراد بنوامیہ ہیں، جن کے دورِ حکومت میں اس باب میں مذکورہ احادیث کا مصداق بننے والے خلفا موجود تھے۔

(٣٥٣٥)۔ ((إِنِّي رَأَيْتُ فِي مَنَامِي، كَأَنَّ بَنِي الْحَكَمِ بْنِ أَبِي الْعَاصِ يَنْزُوْنَ عَلٰى مِنْبَرِي كَمَا تَنْزُوْ الْقِرَدَةُ۔)) وَرَدَ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَثَوْبَانَ، وَمُرْسَلِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَلَفْظُ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ...... فَذَكَرَهُ قَالَ: فَمَا رُؤِيَ النَّبِيُّ ﷺ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى تُوُفِّيَ۔ (الصحيحة: ٣٩٤٠)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ بنو حکم بن ابو عاص میرے منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں۔'' یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن مسیّب سے مرسلاً روایت کی گئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں مذکورہ بالا حدیث کے ساتھ یہ الفاظ بھی روایت کئے: نبی کریم ﷺ کو ان کی وفات تک پورے زور سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

تخريج: ورد من حديث أبي هريرة، وثوبان، ومرسل سعيد بن المسيب:

١۔ أما حديث أبي هريرة: فأخرجه الحاكم: ٤/ ٤٨٠

٢۔ وأما حديث ثوبان: فأخرجه الطبراني في"المعجم الكبير": ٢/ ٩٢/ ١٤٢٥

٣۔ وأما حديث سعيد بن المسيب: فأخرجه الخطيب في"التاريخ": ٩/ ٤٤

## حکم بن ابی العاص ملعون تھا

(٣٥٣٦)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ ذَهَبَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ يَلْبَسُ ثِيَابَهُ لِيَلْحَقَنِيْ، فَقَالَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ: ((لَيَدْخُلَنَّ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ لَعِيْنٌ۔)) فَوَاللّٰهِ! مَازِلْتُ وَجِلًا اَتَشَوَّفُ دَاخِلًا وَخَارِجًا حَتّٰى دَخَلَ فُلَانٌ: الْحَكَمُ بْنُ أَبِي الْعَاصِي۔

(الصحيحة: ٣٢٤٠)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ جانا تھا، اس لیے وہ کپڑے پہننے کے لیے چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب تم پر لعنتی آدمی داخل ہوگا۔'' اللہ کی قسم! میں قلق و اضطراب میں مبتلا رہا (کہ کون اس وعید کا مستحق ٹھہرتا ہے) اور آنے جانے والوں پر نگاہ لگائے رکھی، حتی کہ حکم بن ابو عاص داخل ہوا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ١٦٣، والبزار في"مسنده": ٢/ ٢٤٧

## سب سے بڑے دو بد بخت

(٣٥٣٧)۔ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ رَفِيْقَيْنِ فِيْ غَزْوَةِ ذِيْ الْعَشِيْرَةِ، فَلَمَّا نَزَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَأَقَامَ بِهَا، رَأَيْنَا نَاسًا مِنْ بَنِيْ مُدْلَجٍ يَعْمَلُوْنَ فِيْ عَيْنٍ لَهُمْ فِيْ نَخْلٍ، فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ: يَا أَبَا الْيَقْظَانِ: هَلْ لَكَ أَنْ نَأْتِيَ هٰؤُلَاءِ فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلُوْنَ؟ فَجِئْنَاهُمْ فَنَظَرْنَا إِلٰى عَمَلِهِمْ سَاعَةً، ثُمَّ غَشِيَنَا النَّوْمُ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَعَلِيٌّ، فَاضْطَجَعْنَا فِيْ صَوْرٍ مِنَ النَّخْلِ، فِيْ دَقْعَاءَ مِّنَ التُّرَابِ فَنِمْنَا، فَوَاللّٰهِ مَا أَيْقَظَنَا إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحَرِّكُنَا بِرِجْلِهِ، وَقَدْ

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ ذی العشیرہ میں رفیق تھے، جب رسول اللہ ﷺ وہاں اترے اور قیام کیا تو ہم نے بنو مدلج قبیلے کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھجوروں میں اپنے ایک چشمے میں کام کر رہے تھے۔ سیدنا علی نے مجھے کہا: ابو الیقظان! کیا خیال ہے کہ اگر ہم ان کے پاس چلے جائیں اور دیکھیں کہ یہ کیسے کام کرتے ہیں؟ سو ہم ان کے پاس چلے گئے اور کچھ دیر تک ان کا کام دیکھتے رہے، پھر ہم پر نیند غالب آ گئی۔ میں اور سیدنا علی کھجوروں کے ایک جھنڈ میں چلے گئے اور مٹی میں لیٹ کر سو گئے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے پاؤں کے ساتھ حرکت دے کر جگایا اور ہم مٹی میں غبار آلود ہو چکے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی پر مٹی دیکھی تو

تَرَبْنَا مِنْ تِلْكَ الدَّقْعَاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا أَبَا تُرَابٍ!)) لِمَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا أُحَدِّثُكُمَا بِأَشْقَيالنَّاسِ رَجُلَيْنِ؟)) قُلْنَا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((أُحَيْمِرُ ثَمُوْدَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ، وَالَّذِيْ يَضْرِبُكَ عَلٰى هٰذِهٖ (يَعْنِيْ: قَرْنَ عَلِيٍّ) حَتّٰى تَبْتَلَّ هٰذِهٖ مِنَ الدَّمِ۔)) يَعْنِيْ: لِحْيَتَهُ۔

(الصحيحة: ١٧٤٣)

فرمایا: ''اے ابوتراب! (یعنی مٹی والے)'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھارے لیے دو بدبخت ترین مردوں کی نشاندہی نہ کروں؟'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''احیمر ثمودی، جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور وہ آدمی جو (اے علی!) تیرے سر پر مارے گا، حتی کہ تیری (داڑھی) خون سے بھیگ جائے گی۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار": ١/ ٣٥١۔ ٣٥٢، والنسائي في "الخصائص": صـ ٢٨، والحاكم: ٣/ ١٤٠۔ ١٤١، وأحمد: ٤/ ٢٦٣

(٣٥٣٨)۔ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ (مُرْسَلًا): ((أَشْقَى الْأَوَّلِيْنَ عَاقِرُ النَّاقَةِ، وَأَشْقَى الْآخِرِيْنَ الَّذِيْ يَطْعَنُكَ يَا عَلِيُّ!)) وَأَشَارَ إِلٰى حَيْثُ يُطْعَنُ۔

(الصحيحة: ١٠٨٨)

عبداللہ بن انس مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پہلے لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ تھا جس نے (حضرت صالح کے معجزہ) کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دی تھیں اور اے علی! پچھلوں میں بدبخت ترین وہ ہوگا جو تجھ پر نیزے کا وار کرے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے نیزے والی جگہ کی طرف اشارہ بھی کیا۔

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات" ٣/ ٣٥

**شرح**:...... حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا گیا، یہ ایک نافرمان قوم تھی، انھوں نے اپنے پیغمبر سے مطالبہ کیا کہ وہ پتھر کی چٹان سے اس طرح ایک اونٹنی نکال کر دکھائے کہ وہ بھی دیکھ رہے ہوں۔ حضرت صالح نے ان سے عہد لیا کہ اس کے بعد بھی اگر ایمان نہ لائے تو وہ ہلاک کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اس معجزے کا اظہار کر دیا، لیکن باغیوں کا ایمان لانا تو درکنار، انھوں نے تو سرے سے اونٹنی کا قصہ ہی تمام کر دیا اور اللہ تعالی کی گرفت میں مبتلا ہو گئے۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا۔﴾ (سورۂ شمس: ١٢ تا ١٤) ...... ''قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلا دیا۔ جب ان کا بڑا بدبخت کھڑا ہوا۔ انہیں اللہ کے رسول نے فرما دیا تھا کہ اللہ

تعالی کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو (نیست و نابود کر کے) برابر کر دیا۔''

اکثر مفسرین کے نزدیک اونٹنی کی کوچیں کاٹنے والے بدبخت کا نام قدار بن سالف تھا، وہ اس بغاوت کی وجہ سے رئیس الاشقیا (سب سے بڑا بدبخت) بن گیا۔ چونکہ اس شرارت میں پوری قوم شریک تھی، اس لیے اس آیت میں اس جرم کو پوری قوم کی طرف منسوب کیا گیا، وگرنہ عملی طور پر ایک شخص نے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔

جنگ نہروان میں خوارج کے صرف نو آدمی بچ گئے تھے، یہ صدارات و امامت کی حیثیت رکھتے تھے، انھوں نے فارس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوتیں اور سازشیں کیں، لیکن ناکام رہے۔ بالآخر عبدالرحمٰن بن ملجم مراوی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور تینوں اس رائے پر متفق ہو گئے کہ سیدنا علی، سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیا جائے، انھوں نے اس ناپاک عزم کی تکمیل کے لیے ۱۶ رمضان جمعہ کے دن فجر کی نماز کا تقرر کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری عبدالرحمٰن بن ملجم نے سنبھالی اور کوفہ کی طرف روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر اپنے دوستوں سے ملاقاتیں کیں، اس کے ہم خیالوں نے وردان نامی شخص کو ابن ملجم کی مدد کرنے کے لیے مقرر کیا، شبیب بن شجرہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ تینوں پچھلی رات مسجد کوفہ میں پہنچ گئے اور دروازے کے قریب چھپ کر بیٹھ گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حسبِ عادت لوگوں کو نماز کے لیے آوازیں دیتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے وردان نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا، مگر اس کی تلوار دروازے کی چوکھٹ یا دیوار پر پڑی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔ ابن ملجم فوراً لپکا اور آپ کی پیشانی پر تلوار کا ہاتھ مارا، جو بہت کاری پڑا۔ اس زخم کے صدمہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو شہید ہو گئے۔ بعد میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو قصاصاً ایک ہی وار سے قتل کر دیا۔

# اَلْفِتَنُ وَ اَشْرَاطُ السَّاعَةِ وَالْبَعْثُ

# فتنے، علاماتِ قیامت اور حشر

الفتن: لغوی معنی: "الفتنة" کی جمع ہے، فتنہ، آزمائش، شرّ، فساد، بے اطمینانی، پریشان خیالی، جنگ

**اصطلاحی تعریف:** ......لغوی معانی ہی مراد ہیں، یعنی امت مسلمہ پر پڑنے والی وہ آزمائشیں جو نبی کریم ﷺ کے بعد سے شروع ہوئیں اور دن بدن بڑھتی چلی گئیں اور قیامت تک جن کا سلسلہ جاری رہے گا اور قیامت کے قریب شدت پکڑے گا۔

یا وہ امور ہیں، جن سے انسان کی خیر یا شرّ والی حالت واضح ہو جاتی ہے۔

الساعة: لغوی معنی: گھڑی، دن اور رات کا چوبیسواں حصہ، وقت کا حصہ

**اصطلاحی تعریف:** ......اس باب میں اس سے مراد قیامت یا قیامت کا دن ہے۔

**اشراط:** لغوی معنی: "شَرَط" کی جمع ہے، علامت

**اصطلاحی تعریف:** ......"اشراط الساعة" سے مراد وہ علامات ہیں، جو قیامت کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

البعث: لغوی معنی: اٹھانا، بیدار کرنا، پھیلانا

**اصطلاحی تعریف:** ......اس باب میں اس سے مراد موت کے بعد کی بیداری ہے، یعنی قیامت۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے

## مشاجرات صحابہ کے بارے میں متاخرین کو کیا کہنا چاہیے؟

(٣٥٣٩)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَرْشَدَهُمَا۔)) (الصحيحة: ٨٣٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب بھی عمار کو دو امور میں سے ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تو انھوں نے انتہائی ہدایت والے معاملے کو اختیار کیا۔"

تخريج:أخرجه الترمذي: ٤/ ٣٤٥، ابن ماجه: ١/ ٦٦، والحاكم: ٣/ ٣٨٨، والخطيب: ١١/ ٢٨٨

**شــرح**:...... یعنی جو معاملہ حق کے زیادہ قریب، زیادہ درست اور زیادہ صلاح والا ہوتا، حضرت عمار اسے اختیار کرتے۔ امام مبارکپوری نے کہا: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق تھی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تھی، کیونکہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور جنگِ صفین میں شہید ہو گئے۔ (تحفة الاحوذی: ٤/ ٣٤٥)

(٣٥٤٠)۔ عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيٰى، قَالَ: لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أُتِيَ حُذَيْفَةَ فَقِيْلَ يا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ قُتِلَ هٰذَا الرَّجُلُ، وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فَمَا نَقُوْلُ؟ فَقَالَ: أَسْنِدُوْنِيْ، فَأَسْنَدُوْهُ إِلٰى صَدْرِ رَجُلٍ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَبُوْ الْيَقْظَان عَلَى الْفِطْرَةِ، لَايَدَعُهَا حَتّٰى يَمُوْتَ، أَوْ يَمَسَّهُ الْهَرِمُ۔)) (الصحيحة: ٣٢١٦)

بلال بن یحییٰ کہتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے ابوعبداللہ! عثمان کو تو شہید کر دیا گیا ہے اور لوگ اختلاف میں پڑ چکے ہیں، ایسے میں آپ کیا کہیں گے؟ انھوں نے کہا: مجھے سہارا دو۔ انھوں نے ان کو ایک آدمی کے سینے کا سہارا دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”ابو الیقظان فطرتِ (اسلام) پر ہے اور اس کو مرنے تک یا انتہائی بوڑھا ہونے تک نہیں چھوڑے گا۔“

تخريج: أخرجه البزار في"مسنده": ٣/ ٢٥٢/ ٢٦٨٦۔ الكشف، وأخرجه الطبراني في "الاوسط": ١/ ١٦٣/ ٣٠٤٣ مختصرا

**شــــــرح**:...... سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالیقظان تھی۔ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان ہی کے لشکر میں جنگِ صفین میں شہید ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہادتِ عثمان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

(٣٥٤١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَبْشِرْ عَمَّارُ! تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔)) (الصحيحة: ٧١٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عمار! خوش ہو جا، تجھے باغی گروپ قتل کرے گا۔“

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٣١٠

**شرح**:...... سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر شہید ہو گئے، یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق تھی اور وہی خلیفۂ راشد تھے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دعوی بغاوت پر مبنی تھا۔

(٣٥٤٢)۔ عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ لَمَّا رَجَعَ الزُّبَيْرُ عَلَى دَابَّتِهِ يَشُقُّ الصُّفُوفَ، فَعَرَضَ لَهُ ابْنُهُ عَبْدُاللّٰهِ، فَقَالَ: مَالَكَ؟ فَقَالَ: ذَكَرَ لِي عَلِيٌّ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَتُقَاتِلَنَّهُ وَأَنْتَ ظَالِمٌ لَهُ۔)) (يَعْنِي الزُّبَيْرَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا) فَلَا أُقَاتِلُهُ قَالَ: وَلِلْقِتَالِ جِئْتَ؟ إِنَّمَا جِئْتَ لِتُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ وَيُصْلِحَ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ بِكَ۔ قَالَ: قَدْ حَلَفْتُ أَنْ لَّا أُقَاتِلَ قَالَ: فَأَعْتِقْ غُلَامَكَ جَرْجَسَ، وَقِفْ حَتّٰى تُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ: فَأَعْتَقَ غُلَامَهُ جَرْجَسَ، وَوَقَفَ فَاخْتَلَفَ أَمْرُ النَّاسِ فَذَهَبَ عَلٰى فَرَسِهِ۔

(الصحيحة:٢٦٥٩)

ابو حرب بن ابو اسود کہتے ہیں: میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، سیدنا زبیر اپنی سواری پر صفوں کو چیرتے ہوئے واپس جا رہے تھے، ان کا بیٹا سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آیا اور پوچھا: آپ کو کیا ہو گیا؟ انھوں نے کہا: سیدنا علی نے مجھے ایسی حدیث بیان کی جو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اس سے ضرور لڑے گا اور تو اس کے حق میں ظالم ہو گا۔'' سو میں اس سے قتال نہیں کرتا۔ سیدنا عبداللہ نے کہا: آپ لڑنے کے لیے تھوڑے آئے ہیں؟ آپ تو لوگوں کے مابین صلح کروانے کے لیے آئے ہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اس معاملے کا تصفیہ کر دے۔ انھوں نے کہا: میں نے تو قتال نہ کرنے کی قسم اٹھا لی ہے۔ سیدنا عبد اللہ نے کہا: (تو بطورِ کفارہ) جرجس نامی غلام کو آزاد کر دو اور لوگوں کے درمیان صلح کروانے تک یہیں ٹھہرے رہو۔ سو انھوں نے اپنے غلام جرجس کو آزاد کر دیا اور وہیں ٹھہر گئے، لیکن جب لوگوں کا معاملہ مختلف فیہ ہو گیا (اور صلح نہ ہو سکی) تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے۔

تخريج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٣٦٦، امام البانی نے طویل تخریج کے بعد کہا: فحديث الترجمة (اي المرفوع منه) صحيح عندي لطرقه كما تقدم، دون قصة عبد الله بن الزبير مع ابيه۔ والله اعلم

**شرح:**...... سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے، اس لڑائی میں ان کو چونسٹھ پینسٹھ زخم لگے، لیکن اس جنگ کے بعد انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگوں سے علیحدگی اختیار کر لی، بعد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔

قارئین کرام! یہ نقطہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ بغاوت خطا ہے، اس جرم کی وجہ سے کسی طرح بھی باغی کو خارج از اسلام نہیں قرار دیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں بغاوت کرنے والے کو بھی مومن کہا ہے۔ اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے برحق خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے باغیوں کو وصفِ ایمان سے خارج کر دیا جائے، ان پر طعن و تشنیع کی جائے اور ان کے بشری تقاضوں کو اچھالا جائے۔

غور فرمائیں کہ آپ ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل کرتے ہوئے فرمایا تھا: ((ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین۔)) (بخاری: ۷۱۰۹)..... ''یہ میرا بیٹا سردار ہے، شاید اللہ تعالی اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے مابین صلح کروا دے۔''

اس حدیث میں کی گئی پیشین گوئی اس وقت پوری ہوئی جب شہادتِ علی رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کا اعلان کیا تھا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ کے گروہ کو آپ ﷺ نے مسلمانوں کی جماعت قرار دیا، جبکہ انھوں نے بغاوت کی تھی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی جنگیں بھی ہوئی تھیں۔ ہمارے سامنے صحابہ کرام کی خطاؤں کے بارے میں یہ قانون ہے:

علی بن زید کہتے ہیں کہ انصار کے سردار کی طرف سے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کوئی (قابل اعتراض) بات پہنچی، انھوں نے اسے برا بھلا کہنے کا ارادہ کیا، اتنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آ گئے اور اسے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ((اِسْتَوْصُوْا بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا۔ أَوْ قَالَ: مَعْرُوْفًا۔ اِقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔)) ...... ''انصار صحابہ کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو، ان میں سے نیکی کرنے والوں سے حسنِ سلوک کرو اور غلطی کرنے والوں سے درگزر کرو۔''

(یہ سن کر) حضرت مصعب نے رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو چارپائی سے نیچے گرا دیا اور اپنے رخسار کو زمین پر رکھ دیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ پھر انصاری کو چھوڑ دیا۔ (صحیحه: ۳۶۰۹، مسند احمد: ۳/ ۲٤۱)

غور فرمائیں اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے بارے میں بالعموم اور انصار کے بارے میں بالخصوص ایک قاعدہ کلیہ پیش کر دیا کہ ان کے نیکوکار افراد سے حسنِ سلوک اور احترام و اکرام والا معاملہ کیا جائے اور اگر کسی میں بتقاضۂ بشریت کوئی عیب نظر آئے تو اس کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے اور اس کے معاملے کو اللہ تعالی کے سپرد کر کے خاموشی اختیار کی جائے، ظن غالب یہی ہے کہ ان کی حسنات و خیرات ان کی لغزشوں پر غالب آ جائیں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ گڑ بڑ تھی، خالد نے عبد الرحمٰن سے کہا: اگر تم ہم سے پہلے ایمان لے آئے ہو تو اس کی وجہ سے ہم پر دست درازی کیوں کرتے ہو؟ جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((دَعُوْا لِيْ أَصْحَابِيْ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ أَنْفَقْتُمْ مِثْلَ أُحُدٍ أَوْ مِثْلَ الْجِبَالِ ذَهَبًا مَا بَلَغْتُمْ أَعْمَالَهُمْ۔)) ...... ''میری خاطر میرے صحابہ کو چھوڑ دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ یا پہاڑوں کے بقدر سونا بھی (فی سبیل اللہ) خرچ کر دو تو پھر بھی ان کا اعمال (کے مرتبے) تک رسائی حاصل نہیں کر سکو گے۔'' (صحیحه: ۱۹۲۳، احمد: ۳/ ۲٦٦)

رہا مسئلہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کا، تو ہم محبان علی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کو مجتہد سمجھتے ہیں اور مجتہد اپنی تاویل کی بنا پر اللہ تعالی کے ہاں معذور ہوتا ہے۔

صحابہ کرام کو ان کی نیکیوں کا کتنا اجر وثواب ملتا تھا؟ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، تم میں سے اگر کوئی شخص (اللہ کے لیے) احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے خرچ کیے ہوئے ایک مُدّ یا نصف مد کو نہیں پہنچ سکتا۔'' (بخاری، مسلم) ایک مد کا وزن نصف کلو سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کے بشری تقاضوں سے صرفِ نظر کرنے کے بارے میں سلف کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا نہ کہا کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی ایک گھڑی، تمہاری زندگی بھر کے اعمال سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

امام شافعی نے کہا: ''تِـلْكَ دِمَـاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ اَيْدِيَنَا مِنْهَا فَلَمْ نُلَوِّثُ اَلْسِنَتَنَا۔'' ......اللہ تعالیٰ نے ان کے خون سے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، تو ہم اپنی زبانوں کو اس میں ملوث کیوں کریں۔

مزید انھوں نے اپنے شاگرد امام ربیع سے کہا: ربیع! اصحابِ رسول کے بارے میں بتکلف بحث وتکرار نہ کرو، وگرنہ کل قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے مخالف ومقابل ہوں گے۔ (سیر اعلام النبلا: ١٠ / ٢٨)

امام نووی نے ایک فیصلہ کن رائے پیش کرتے ہوئے کہا: اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے، وہ بلاشبہ سب مجتہد اور صاحبِ رائے تھے۔ معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی ان کے پیشِ نظر تھی، بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے، تاکہ وہ امرِالٰہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض صحابہ راہِ صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے، لیکن خطا کے باوجود وہ معذور تھے، کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے، اہل سنت کا یہی موقف ہے۔ یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے، یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ حیران و پریشان ہونے کی وجہ سے دونوں فریقوں سے علیحدہ رہے اور قتال میں انھوں نے حصہ نہیں لیا اور اگر ان کو صحیح بات کا یقین ہو جاتا تو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی معاونت سے پیچھے نہ رہتے۔ (شرح مسلم للنووی) اللهم ارض عن الصحابة وارحم السلف۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص فکر کے ساتھ صحابہ کرام کے فضائل ومناقب پر مشتمل تمام احادیث کا مطالعہ کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صحابہ کے بارے میں سلف صالحین کے منہج کو برحق سمجھنے لگے گا۔

قابل غور بات ہے کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، لیکن درج ذیل حدیث میں ان کا بیان کیا ہوا مرتبہ دیکھیں:

(٣٥٤٣)۔ عَـنْ عُـقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: سَمِعْتُ: رَسُـوْلَ اللّٰـهِ ﷺ: ((أَسْـلَـمُ النَّاسِ وَآمَنُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں عمرو بن عاص زیادہ سلامتی والا

عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ۔)) (الصحيحة: ١٥٥) اور امن والا ہے۔''

تخريج: رواه الروياني في "مسنده": ٩/ ٥٠/ ١-٢، واحمد ٤/ ١٥٥، والترمذي: ٢/ ٣١٦

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت کا بیان ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مومن ہونے کی شہادت دی، جس کا لازمی نتیجہ جنت ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ۔)) ...... ''صرف مومن ہی جنت میں داخل ہو گا۔''

اس لیے عصرِ حاضر کے جو مخالفین سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ پر اس بنا پر طعن کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف بلکہ قتال کیا، ان کا یہ دعوی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سے ایمان کی نفی نہیں ہوتی، جیسے ان کی بیان کردہ فضیلت سے ان کی عصمت ثابت نہیں ہوتی، بالخصوص اگر یہ کہا جائے تو سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف ان کے کسی اجتہاد کی وجہ سے تھا، نہ کہ خواہش پرستی کی وجہ سے، (تو بہت بہتر ہو گا)۔ (صحیحہ: ١٥٥)

## سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنگِ جمل میں شرکت کرنا کیسا تھا؟

(٣٥٤٤)۔ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ: اَنَّ عَائِشَةَ لَمَّا اَتَتِ الْحَوْأَبَ، سَمِعَتْ نُبَاحَ الْكِلَابِ، فَقَالَتْ: مَا اَظُنُّنِي اِلَّا رَاجِعَةً، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا: ((اَيَّتُكُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ۔)) فَقَالَ لَهَا الزُّبَيْرُ: تَرْجِعِيْنَ! عَسَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُصْلِحَ بِكِ بَيْنَ النَّاسِ۔ (الصحيحة: ٤٧٤)

قیس بن ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حوأب مقام پر آئیں تو کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں اور کہا: میں تو سمجھتی ہوں کہ مجھے واپس لوٹ جانا چاہئے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا تھا: ''تم میں سے وہ کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔'' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوٹتی ہیں! ممکن ہے کہ اللہ تعالی آپ کی وجہ سے لوگوں میں صلح کروا دے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٥٢ و٩٧ عن يحيى- وهو ابن سعيد-، و٦/ ٩٧، وأبو اسحاق الحربي في "غريب الحديث": ٥/ ٧٨/ ١، وابن حبان في "صحيحه": ١٨٣١- موارد، وابن عدى في "الكامل": ٢٢٣/ ٢، وأبو يعلى: ٣٨٦٨، والحاكم: ٣/ ١٢٠، والبزار: ٣٢٧٥

**شرح:**...... اس حدیث کے درج ذیل شاہد سے مفہوم کی وضاحت ہو جاتی ہے:

سیدنا عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیویوں سے فرمایا: ((لَيْتَ شَعْرِيْ! أَيَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الْأَدْبَبِ، تَخْرُجُ فَيَنْبَحُهَا كِلَابُ الْحَوأبِ، يُقْتَلُ عَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَتْلٰى كَثِيْرٌ۔ ثُمَّ تَنْجُوْ بَعْدَ مَا كَادَتْ؟!)) ...... ''کاش مجھے پتہ چل جاتا! تم میں کون ہے، جو ایسے اونٹ پر سوار ہو گی، جس کے چہرے کے بال بہت زیادہ ہوں گے، وہ نکلے گی اور اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے، اس کے دائیں اور بائیں جانب لوگوں کی کثیر تعداد کو قتل کر دیا جائے گا، وہ خود بال بال بچ جائے گی۔'' (قال الالباني: رواه

البزار في "كشف الاستار: ٤/ ٩٤/ ٣٢٧٣، ٣٢٧٤ ورجاله ثقات كما قال الهيثمي في "مجمع الزوائد": ٧/ ٢٣٤، والحافظ في "فتح الباري": ١٣/ ٤٥)

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے متن میں کوئی اشکال نہیں ہے، بخلاف استاد سعید افغانی ہے۔

اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حوأب کا علم ہوا تو ان کو واپس چلا جانا چاہیے تھا، جب کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوٹی نہیں تھیں، اس چیز کو بھی ام المومنین کی طرف منسوب کرنا ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ جامع الصفات اور باکمال آدمی سے وہی کچھ صادر ہو، جو اس کی ذات کو زیب دیتا ہو، کیونکہ معصوم وہی ہے، جس کو اللہ تعالی بچا کر رکھے۔ اہل السنۃ کو چاہیے کہ وہ محترم شخصیات کی شان میں غلوّ نہ کیا کریں، جیسا کہ شیعوں نے اپنے اماموں کے حق میں کیا اور انھیں معصوم قرار دیا۔

ہمارا خیال ہے کہ اس قافلے کے ساتھ نکلنا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خطا تھی، اسی لیے جب ان کو حوأب کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا تو انھوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا، لیکن سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ کہتے ہوئے مطمئن کر دیا: "ممکن ہے کہ اللہ تعالی آپ کے ذریعے لوگوں میں صلح کروا دیں۔" ............۔ امام زیلعی (نصب الراية: ٤/ ٦٩۔ ٧٠) میں کہتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اس خطا) پر ندامت کا اظہار کیا تھا، جیسا کہ ابن عبد البر نے (کتاب الاستیعاب) میں روایت کی ہے کہ ...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ابو عبد الرحمٰن! تو نے مجھے نکلنے سے روک کیوں نہیں لیا تھا؟ انھوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ ابن زبیر آپ پر غالب آ گئے تھے۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم مجھے روک لیتے تو میں نہ جاتی۔

اس اثر کی ایک دوسری سند بھی ہے، جیسا کہ امام ذہبی نے (سیر النبلاء: صـ ٧٨۔ ٧٩) میں کہا:

اور یہ بھی کہا کہ قیس نے کہا: پہلے پہل تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ خیال تھا کہ ان کو ان کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے گا، لیکن (جنگِ جمل کے بعد) انھوں نے کہا: میرے اس فعل (جرم) کی وجہ سے مجھے دوسری امہات المومنین کے ساتھ دفن کر دینا۔ پھر ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ میں (قیس) کہتا ہوں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد جنگِ جمل والا واقعہ تھا، بعد میں ان کو اس پر بہت ندامت ہوئی تھی اور انھوں نے اس سے توبہ کی تھی۔ حالانکہ ان کا ارادہ خیر و بھلائی کا تھا، جیسا کہ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ، سیدنا زبیر بن عوام اور کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے اجتہاد کیا تھا، اللہ تعالی سب سے راضی ہو جائے۔ (آمین)

امام بخاری اپنی صحیح میں بیان کرتے ہیں: ابو وائل نے کہا: جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مدد مانگنے کے لیے سیدنا عمار اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیجا، تو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں کہا: میں جانتا ہوں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ دنیا میں

بھی آپ ﷺ کی بیوی تھیں اور آخرت میں بھی ہوں گی، لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں آزمانا چاہتا کہ تم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہو یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ جنگِ جمل سے پہلے کا ہے، وہ لوگوں کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکلنے سے روکنا چاہتے تھے۔ (صحیحہ: ٤٧٤)

## سیدنا عثمان برحق خلیفۂ رسول تھے

(٣٥٤٥)۔ عَنْ مُوْسٰی بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي اَبُوْ أُمِّيْ اَبُوْ حَبِيْبَةَ: اَنَّهُ دَخَلَ الدَّارَ وَعُثْمَانُ مَحْصُوْرٌ فِيْهَا، وَاَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَسْتَأْذِنُ عُثْمَانَ فِي الْكَلَامِ، فَاَذِنَ لَهُ، فَقَالَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّكُمْ تَلْقَوْنَ بَعْدِي فِتْنَةً وَاخْتِلَافًا۔اَوْ قَالَ: اخْتِلَافًا وَفِتْنَةً۔)) فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مِّنَ النَّاسِ: فَمَنْ لَنَا؟ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِالْاَمِيْنِ وَاَصْحَابِهِ۔)) وَهُوَ يُشِيْرُ اِلٰى عُثْمَانَ بِذٰلِكَ۔

(الصحيحة:٣١٨٨)

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: مجھے میرے نانا ابو حبیبہ نے بیان کیا کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر، جس میں وہ محصور تھے، داخل ہوئے، انھوں نے دیکھا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان سے کچھ باتیں کرنے کے لیے اجازت طلب کی۔ انھوں نے اجازت دے دی، وہ کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”تم لوگ میرے بعد فتنے اور اختلاف میں پڑ جاؤ گے۔“ کسی کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس وقت (کون سا قائد) ہمارے حق میں بہتر ہوگا؟ آپ ﷺ نے سیدنا عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”اس امین اور اس کے ساتھیوں کو لازم پکڑنا۔“

تخریج: أخرجه الحاكم: ٣/ ٩٩، ٤/ ٤٣٣، وأحمد: ٢/ ٣٤٥، وابن ابی شيبة فی "المصنف": ١٢/ ٥٠/ ١٢٠٩٨

**شرح:** ...... صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے ادوار پر امن تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتنے ابھر آئے، اس حدیث سے پتہ چلا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ تھے اور فتنوں کے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکار حق پر تھے۔

(٣٥٤٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ذَاتَ يَوْمٍ: ((تَهْجُمُوْنَ عَلٰى رَجُلٍ مُعْتَجِرٍ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ، يُبَايِعُ النَّاسَ، مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔)) فَهَجَمْنَا عَلٰى

سیدنا عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا: ”اچانک تم ایسے آدمی پر (بیعت کرنے کے لیے) ٹوٹ پڑو گے، جس نے دھاری دار چادر لپیٹی ہو گی، وہ لوگوں سے بیعت لے گا، اس حال میں کہ وہ جنتی ہو گا۔“

عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ مُعْتَجِرٌ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ يُبَايِعُ النَّاسَ، قَالَ: يَعْنِيْ الشِّرَاءَ وَالْبَيْعَ))۔ (الصحيحة:٣١١٨)

(ایک دن آیا کہ) ہم نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے لیے ان پر ہجوم کیا اور انھوں نے دھاری دار چادر لپیٹی ہوئی تھی۔

تخريج: أخرجه ابن أبي عاصم في "السنة": ٢/ ٢٩٠/ ١٢٩٢، والحاكم: ٣/ ٩٨، وابن عدي في "الكامل": ٣/ ٣٩٣، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٩/ ١٥٥

**شرح:**...... یہ حدیث اس بات کا بین ثبوت ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق تھی۔

(٣٥٤٧)۔ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، قَالَ: كُنَّا مُعَسْكِرِيْنَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ فَقَامَ كَعْبُ بْنُ مُرَّةَ الْبَهْزِيُّ فَقَالَ: لَوْلَا شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَاقُمْتُ هٰذَا الْمَقَامَ، فَلَمَّا سَمِعَ مُعَاوِيَةُ بِذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَجْلَسَ النَّاسَ، فَقَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ مَرَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَلَيْهِ مُرَجَّلاً مُغْدِفًا قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَتَخْرُجَنَّ فِتْنَةٌ مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ أَوْ بَيْنَ رِجْلَيْ هٰذَا يَعْنِيْ: عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا يَوْمَئِذٍ وَمَنِ اتَّبَعَهُ عَلَى الْهُدٰى)) قَالَ: فَقَامَ ابْنُ حَوَالَةَ الْأَزْدِيُّ مِنْ عِنْدِ الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: إِنَّكَ لَصَاحِبُ هٰذَا قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَاللّٰهِ! إِنِّيْ لَحَاضِرٌ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ، وَلَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِيْ فِي الْجَيْشِ مُصَدِّقًا كُنْتُ أَوَّلَ مُتَكَلِّمٍ بِهِ))۔ (الصحيحة:٣١١٩)

جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خیمہ زن تھے، سیدنا کعب بن مرہ بہزی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات نہ سنی ہوتی تو میں اس مقام پر کھڑا نہ ہوتا۔ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا نام سنا تو لوگوں کو بٹھا دیا، انھوں نے کہا: ''ہم رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا، انھوں نے اپنے بالوں کو سنوارا ہوا اور چہرے پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (عثمان) کے قدموں کے نیچے سے فتنہ نکلے گا، اس وقت یہ (عثمان) اور اس کے پیروکار ہدایت پر ہوں گے۔'' منبر کے پاس سے ابن حوالہ ازدی کھڑا ہوا اور مجھے کہا: (کعب!) تو بھی اسی کا ساتھی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اللہ کی قسم! میں اس مجلس میں حاضر تھا، اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اس لشکر میں میری تصدیق کرنے والے موجود ہیں تو میں اس کے بارے میں سب سے پہلے میں کلام کروں گا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٤/ ٢٣٦، وابن أبي عاصم: ٢/ ٥٩١/ ١٢٩٥، والطبراني في "المعجم الكبير" ٢٠/ ٣١٦/ ٧٥٣ و "مسند الشاميين": ٢/ ٣٩٤، وأخرجه الترمذي: ٣٧٠٥ مختصرا

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان سچے خلیفہ تھے، وہ اور ان کے رفقا ہدایت و رشد پر تھے اور ان کے مخالفین

گمراہ تھے۔

## بارہ خلفائے قریش

(٣٥٤٨)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ مَرْفُوْعًا: ((يَكُوْنُ مِنْ بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔)) (الصحيحة: ١٠٧٥)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد بارہ امراء ہوں گے، وہ سارے کے سارے قریش سے ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٣٥، وأحمد: ٥/ ٩٠، ٩٢، ٩٥، ٩٩، ١٠٨، واخرجه البخاري: ١٣/ ١٧٩

**شرح**:...... اس حدیث پر مکمل بحث ''الْخِلَافَةُ وَالْبَيْعَةُ وَالطَّاعَةُ وَالإِمَارَةُ'' میں ''بارہ قریشی خلفا'' کے عنوان میں موجود ہے۔

## سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی
## سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی حیثیت

(٣٥٤٩)۔ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ: اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّي رَاَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ۔ قَالَ: ((وَمَا هُوَ؟)) قَالَتْ: اَنَّهُ شَدِيْدٌ۔ قَالَ: ((وَمَاهُوَ؟)) قَالَ: رَاَيْتُ كَاَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِيْ۔ قَالَ: ((رَاَيْتِي خَيْرًا، تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَاماً فَيَكُوْنُ فِي حِجْرِكِ۔)) فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ، فَكَانَ فِي حِجْرِي كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلْتُ يَوْمًا اِلَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حِجْرِهِ، ثُمَّ حَانَتْ مِنِّي اِلْتِفَاتَةٌ فَإِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تُهْرِيْقَان مِنَ الدُّمُوْعِ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! بِأَبِي اَنْتَ وَأُمِّيْ مَالَكَ؟ فَقَالَ: ((اَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے رات کو قبیح خواب دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: وہ بہت سخت ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''آخر وہ ہے کیا؟'' اس نے کہا: مجھے ایسے لگا کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں پھینکا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے تو عمدہ خواب دیکھا ہے، (اس کی تعبیر یہ ہے کہ ان شاء اللہ میری بیٹی) فاطمہ کا بچہ پیدا ہو گا جو تیری گود میں ہو گا۔'' واقعی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچہ حسین پیدا ہوا، جو میری گود میں تھا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور حسین کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو کیا ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام

وَالسَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هٰذَا۔)) فَقُلْتُ: هٰذَا؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ۔ وَأَتَانِي بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهِ حَمْرَاءَ۔))

(الصحيحة:٨٢١)

میرے پاس آئے اور مجھے بتلایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی۔'' میں نے کہا: یہ بیٹا (حسین)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، وہ میرے پاس اس علاقے کی سرخ مٹی بھی لائے۔

تخريج:أخرجه الحاكم: ٣/ ١٧٦۔١٧٧ ، وعنه البيهقي في"الدلائل": ٦/ ٤٦٩

(٣٥٥٠)۔ عَنْ عَائِشَةَ أَوْأُمِّ سَلَمَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَحَدِهِمَا: ((لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا ، فَقَالَ لِي: إِنَّ ابْنَكَ هٰذَا: حُسَيْنٌ مَقْتُوْلٌ ، وَإِنْ شِئْتَ أُرِيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِي يُقْتَلُ بِهَا۔)) قَالَ: فَأَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ۔

(الصحيحة:٨٢٢)

سیدہ عائشہ و سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کو فرمایا: ''آج گھر میں میرے پاس ایسا فرشتہ آیا، جو پہلے کبھی نہیں آیا تھا، اس نے مجھے کہا: آپ کا یہ حسین بیٹا قتل ہو جائے گا، اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اس کے مقتل کی مٹی آپ کو دکھا دیتا ہوں۔ پھر اس نے سرخ مٹی نکال (کر مجھے دکھائی)۔''

تخريج: رواه أحمد

(٣٥٥١)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نَجِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ ، أَنَّهُ سَارَ مَعَ عَلِيٍّ وَكَانَ صَاحِبَ مِطْهَرَتِهِ ، فَلَمَّا حَاذَى (نينوي) وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلَى صِفِّيْنَ ، فَنَادَى عَلِيٌّ:اِصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ: اِصْبِرْ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ ، قُلْتُ:وَمَا ذَا؟ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَيْنَاهُ تَفِيْضَانِ ، قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَغْضَبَكَ أَحَدٌ؟ مَا شَأْنُ عَيْنَيْكَ تَفِيْضَانِ؟ قَالَ: ((بَلْ قَامَ مِنْ عِنْدِي جِبْرِيْلُ مِنْ قَبْلُ ، فَحَدَّثَنِي أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ۔)) قَالَ: ((فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ أَنْ أُشِمَّكَ مِنْ تُرْبَتِهِ؟)) قَالَ: ((قُلْتُ: نَعَمْ ، فَمَدَّ يَدَهُ فَقَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ

عبداللہ بن نجی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ طہارت والے پانی کا برتن اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے، جب وہ صفین کی طرف جاتے ہوئے نینوی مقام تک پہنچے، تو حضرت علی نے آواز دی: ابوعبداللہ! ٹھہر جاؤ، دریائے فرات کے کنارے ٹھہر جاؤ۔ میں نے کہا: ادھر کیا ہے؟ انھوں نے کہا: میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے پاس گیا، اس حال میں آپ کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کسی نے آپ کو غصہ دلایا ہے؟ آپ کی آنکھیں کیوں آنسو بہار ہی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کی آمد سے قبل جبریل امین میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں، انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ حسین کو دریائے فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔'' آپ نے فرمایا پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اس کی مٹی کی خوشبو سونگھاؤں؟ میں نے کہا:

فَاَعْطَانِيْهَا ، فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ اَنْ فَاضَتَا۔)) (الصحيحة: ۱۱۷۱)

جی ہاں۔پس انھوں نے اپنا ہاتھ لمبا کیا، مٹی کی مٹھی بھری اور مجھے دے دی۔ میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا اور رونے لگ گیا۔‘‘

تخريج: أخرجه أحمد: ۱/ ۸۵

**شرح**:...... سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی میدانِ کربلا میں شہادت امت مسلمہ کے چہرے پر سیاہ دھبہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے پہلے ہی پیشین گوئی فرما دی تھی۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس قسم کی احادیث کربلا کے تقدس، اس زمین پر سجدہ کرنے اور اس کی مٹی کی بنائی گئی ٹکیہ پر پر سجدے کرنے کی فضیلت پر دلالت نہیں کرتیں، جیسا کہ شیعوں کا خیال ہے، اگر اس قسم کی ٹکی کی کوئی فضیلت ہوتی تو مسجد حرام اور مسجد نبوی کی مٹی سے بنائی جانی چاہیے تھی۔

لیکن اس چیز کا تعلق شیعوں کی بدعت اور اہل بیت اور ان کے آثار کی تعظیم میں غلو سے ہے۔ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ ان لوگوں کے ہاں عقل بھی مصادر شریعت میں سے ہے، اسی بنا پر وہ عقلی تحسین اور عقلی تقبیح کے قائل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ کربلا کی زمین پر سجدہ کرنے کی فضیلت ایسی روایات سے ثابت کرتے ہیں، جو عقلی تقاضوں کے مطابق بالکل باطل ہیں۔سید عبدالرضا مرعشی شہرساتی نے اپنے رسالے (ص ۱۵) میں "السجود على التربة الحسينية" کے عنوان میں لکھا:

’’کربلا کی مٹی کے شرف، قداست اور وہاں مدفون ہستیوں کی طہارت کی وجہ اس پر سجدہ کرنا افضل ہے، عترتِ طاہرہ کے ائمہ علیہم السلام سے مروی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں، مثلا: اس (مٹی) پر کیے ہوئے سجدے ساتویں زمین تک نور پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ سجدے ساتوں پردوں کو چاک کر دیتے ہیں۔اللہ تعالی جس طرح اس مٹی پر سجدے کرنے والے کی نماز قبول کرتا ہے، اس طرح دوسروں کی نہیں کرتا۔حسین کی قبر کی مٹی پر کیا گیا سجدہ زمینوں کو روشن کر دیتا ہے۔‘‘

میں (البانی) کہتا ہوں: ان روایات کا باطل و مردود ہونا ظاہر ہے، اہل بیت کے ائمہ رضی اللہ عنہم ایسی مرویات سے بری ہیں، ان کی سرے سے کوئی سند ہی نہیں ہے کہ محقق، علم حدیث اور اصول حدیث کی روشنی میں ان کو پرکھ سکے، کوئی روایت مرسل ہے تو کوئی معضل۔

اسی شیعہ مصنف نے اپنی کتاب کے ورقوں کو کالا کرتے ہوئے مزید کہا: ’’حسینی مٹی کی فضیلت و قداست پر دلالت کرنے والی روایات صرف ائمۂ اہلِ بیت سے مروی نہیں ہیں، بلکہ دوسرے اسلامی فرقوں کی بنیادی کتابوں میں بڑی شہرت کے ساتھ ان کا تذکرہ ملتا ہے، ان کے علما اور رواۃ نے ان کو روایات کیا ہے، مثلا امام سیوطی نے اپنی کتاب (الخصائص الکبری) میں (باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقتل الحسین علیہ السلام) میں امام حاکم، امام بیہقی، امام ابونعیم اور امام طبری جیسے ثقات سے تقریباً بیس روایات بیان کی ہیں، اسی طرح امام ہیثمی کے (مجمع الزوائد: ۹/ ۱۹۱) میں بھی ان کا

تذکرہ ملتا ہے۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: اے مسلمان! تجھے علم ہونا چاہیے کہ امام سیوطی اور امام ہیثمی نے ایک حدیث بھی ایسی ذکر نہیں کی، جو حسینی مٹی کی فضیلت و تقداست پر دلالت کرے، اہل السنہ کی روایت کردہ احادیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی تھی، جیسا کہ میں نے بھی اس صحیحہ میں چند روایات بیان کی ہیں۔ اس شیعے نے جن روایات کے بارے میں دعوی کیا ہے، کیا وہ سیوطی اور ہیثمی نے روایت کی ہیں؟

اے اللہ! ہرگز نہیں۔ دراصل یہ شیعہ اپنی ضلالت اور بدعت کی تائید میں رواں دواں تھا اور مکڑی کے جالے سے کمزور دلیل کا بھی سہارا لینے لگا۔

اس مرعشی شہرسانی شیعے نے اپنی کتاب کے قاریوں کو اتنا دھوکہ دینے پر اکتفا نہ کیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی جرأت بھی کرنے لگا، وہ کہتا ہے:

''جس نے سب سے پہلی مٹی سے بنی ہوئی تختی پر سجدہ کیا، وہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، یہ اس وقت کی بات ہے، جب ۳ھ میں مسلمانوں اور قریشیوں میں احد والی جنگ لڑی گئی، جس میں رکنِ اسلام حمزہ بن عبد المطلب کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ ہر محفلِ سوگ میں ان پر نوحہ کریں، پھر ان کی تکریم میں وسعت اختیار کی گئی اور لوگ ان کی قبر سے مٹی لے کر اس سے تبرک حاصل کرتے اور اس پر سجدہ کرتے اور اس سے سجدہ کی جگہیں بناتے، جیسا کہ (شیعوں کی کتاب) (الارض والتربة الحسينية) میں ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: قارئینِ کرام! سوچیں، اس آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کیسا جھوٹ منسوب کیا اور یہ دعوی کر دیا کہ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے سجدہ کرنے کے لیے ٹکی بنوائی تھی۔ پھر اس نے اپنے دعوی کی کوئی دلیل بھی پیش نہ کی۔ البتہ یہ جھوٹ پیش کیا کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرنے کا حکم دیا تھا، حالانکہ اس حکم کا مٹی والے مسئلہ سے کوئی ربط بھی نہیں ہے، جبکہ آپ ﷺ نے تو عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کی بیعت لی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدہ عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

پھر تیسرا جھوٹ یہ پیش کر دیا کہ صحابہ کرام تبرک کے لیے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے مٹی اٹھا لیتے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر واضح جھوٹ ہے۔ وہ اس قسم کی بت پرستی سے کوسوں دور تھے۔ پھر یہ بیچارہ اپنے جھوٹوں کو مسلمانوں کے کسی معروف مصدر کی طرف منسوب بھی نہ کر سکا۔ البتہ (الارض والتربة الحسينية) کا نام پیش کیا ہے، جو ایک شیعی کی کتاب ہے۔ (صحیحہ: ۱۱۷۱) اس کے بعد مزید بحث صحیحہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

## حبشی کعبہ کو تباہ و برباد کر دیں گے

## اگر حرم امن والا ہے تو اس میں لڑائیاں کیوں ہوئیں

(۳۵۵۲)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اُتْرُكُوْا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوْكُمْ ، فَإِنَّهُ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ إِلَّا ذُوْالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔))

(الصحيحة: ٧٧٢)

نے فرمایا: ''حبشیوں کو اس وقت تک نہ چھیڑو، جب تک وہ تمھیں نہ چھیڑیں، کیونکہ کعبہ کے خزانے کو لوٹنے والا حبشہ کا چھوٹی پنڈلیوں والا آدمی ہوگا۔''

تخريج: رواه أبوداود: ٢/ ٢١٢، وعنه الخطيب فى"التاريخ": ١٢/ ٤٠٣، والحاكم: ٤/ ٤٥٣، وأحمد: ٥/ ٣٧١

**شرح**:...... حبشیوں کے بارے میں یہ رخصت دینے کا پس منظر یہ تھا کہ حبشی علاقہ مسلمانوں کے علاقوں سے بہت دور تھا، اس تک پہنچنے کے لیے بہت زیادہ محنت و مشقت درکار تھی، اسی قسم کا معاملہ ترکوں کا ہے، کہ ان کا علاقہ بہت ٹھنڈا تھا، جبکہ اس وقت عرب لوگوں کا خطہ گرم تھا اور ترک لوگ لڑنے میں بھی بڑے سخت تھے۔ ان امور کو دیکھ کر مشروط خاموشی اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی۔ لیکن اگر ایسے ہو کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں میں گھس آئیں تو ان سے ہر ایک کا لڑنا ضروری ہو جائے گا۔

کعبہ کے خزانے سے مراد اس میں دفن شدہ مال ہے، حبشیوں کے مذکورہ شرّ کی وجہ سے ان سے جنگ نہ چھیڑنے کی تلقین کی گئی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبْشَةِ۔)) (بخاری: ١٥٩٦، مسلم: ٨/ ١٨٣) ...... ''باریک پنڈلیوں والی حبشی کعبہ کو تباہ و برباد کر دے گا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كَأَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ اَسْوَدُ اَفْحَجُ يَنْقُضُهَا حَجْرًا حَجْرًا۔)) يعني الكعبة۔ (بخاری: ١٥٩٥) ...... ''گویا کہ میں اس کالے (حبشی) کو دیکھ رہا ہوں، جس کی دونوں پنڈلیوں میں معمول سے زیادہ فاصلہ ہوگا، وہ کعبہ کو ایک ایک پتھر کر کے کھود ڈالے گا۔''

حبشی لوگوں کی پنڈلیاں بالعموم باریک ہوتی ہیں، لیکن اس شخص کی پنڈلیاں اتنی زیادہ باریک ہوں گی کہ وہ دوسرے حبشیوں سے بھی ممتاز نظر آئے گا۔

معلوم ایسے ہوتا ہے کہ ذو السویقتین حبشی کا زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد اور قیامت کے قریب ہوگا، کیونکہ دجال کے زمانے میں حرمین شریفین آباد ہوں گے، صحیح بخاری (۱۵۹۳) کی روایت کے مطابق یاجوج ماجوج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائے گا۔

(٣٥٥٣)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((يُبَايَعُ لِرَجُلٍ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَلَنْ يَسْتَحِلَّ الْبَيْتَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کی حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کی جائے گی۔ بیت اللہ کی

اِلَّا اَهْلُهُ ، فَاِذَا اسْتَحَلُّوْهُ فَلَاتَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ، ثُمَّ تَأْتِي الْحَبَشَةُ فَيُخْرِبُوْنَهُ خَرَابًا لَايُعَمَّرُ بَعْدَهُ اَبَدًا ، وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ.)) (الصحيحة:٢٧٤٣)

حرمتوں کو پامال کرنے والے اہل بیت اللہ ہی ہوں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو پھر عربوں کی ہلاکت و بربادی محتاجِ بیان نہ رہے گی، پھر حبشی لوگ کعبہ کو ویران کر دیں اور اس کے بعد اسے آباد نہیں کیا جائے، یہی لوگ اس کے خزانے نکال لیں گے۔''

تخریج: أخرجه ابن شيبة فى "المصنف": ١٥/ ٥٢-٥٣، والحاكم: ٤/ ٤٥٢-٤٥٣، والأزرقى "تاريخ مكة": ١/ ٢٧٨، والبغوى فى "الجعديات": ٢/ ١٠٠٥/ ٢٩١١، وعنه الذهبى فى "سير الأعلام": ٢/ ١٤٦، والطيالسى: ٢٣٧٣، وأحمد: ٢/ ٢٩١، ٣١٢، ٣٢٨، ٣٥١

(٣٥٥٤)۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَمْعَانَ ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ اَبَا قَتَادَهَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُبَايَعُ لِرَجُلٍ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَلَنْ يَسْتَحِلَّ الْبَيْتَ اِلَّا اَهْلُهُ ، فَاِذَا اسْتَحَلُّوْهُ ، فَلَايُسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ، ثُمَّ تَأْتِي الْحَبَشَةُ فَيُخْرِبُوْنَهُ خَرَابًا لَايُعَمَّرُ بَعْدَهُ اَبَدًا ، وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ.)) (الصحيحة:٥٧٩)

سعید بن سمعان کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کی حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کی جائے گی اور بیت اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے والے اہل بیت اللہ ہی ہوں گے۔ جب وہ بیت اللہ کی حرمتوں کو پامال کریں گے، تو پھر عربوں کی ہلاکت و بربادی عروج پر ہو گی، پھر حبشی آ کر اسے ویران کر دیں گے، پھر بیت اللہ کو آباد نہیں کیا جائے گا، یہی لوگ کعبہ کے خزانے نکالیں گے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٢/ ٢٩١، ٣١٢، ٣٢٨، ٣٥١، وابن حبان: ١٠٣٠، والحاكم: ٤/ ٤٥٢

**شرح**:...... مؤخر الذکر احادیث کے شروع میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ اہل اسلام خود بیت اللہ کو نقصان پہنچائیں گے اور اس کی حرمتوں کو پامال کریں گے۔ ایسے ہی ہوا، اپنوں کے ہاتھوں حرم کی بے حرمتی ہوتی رہی، تفصیل آ رہی ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ احادیث اللہ تعالی کے اس فرمان کے مخالف ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا﴾ ، کیونکہ اس آیت کے مطابق تو حرم کو امن والا قرار دیا گیا ہے اور اللہ تعالی نے اس وقت اصحاب الفیل کو اس سے روک لیا تھا، جب یہ مسلمانوں کا قبلہ ہی نہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ اب حبشی اس پر کیسے مسلط آئیں گے، جبکہ یہ مسلمانوں کا قبلہ بھی بن چکا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حبشی کا یہ واقعہ آخری زمانہ میں قیامت کے قریب پیش آئے گا، اس وقت اللہ اللہ کہنے والا کوئی ایک شخص بھی اس زمین میں نہیں ہوگا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک

قائم نہیں ہو گی، جب تک اللہ اللہ کہا جانا بند نہ ہو جائے۔'' اسی لیے سعید بن سمعان کی روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ ''اس واقعہ کے بعد بیت اللہ کبھی بھی آباد نہیں ہو گا۔''

لیکن یہ بات ضرور ہے کہ بیت اللہ میں قتال تو کیا گیا، پھر شامیوں نے یزید بن معاویہ کے زمانے میں اس پر چڑھائی کی، اس کے بعد بھی کئی حملے کیے گئے، جن میں سب سے بڑا حملہ قرامطہ کا تھا، جو چوتھی صدی ہجری میں پیش آیا، انھوں نے بے شمار مسلمان کو مطاف میں قتل کیا اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے علاقے میں لے گئے، پھر طویل مدت کے بعد واپس کیا تھا، اس کے بعد کئی لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن اس سب کچھ کا اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا﴾ سے کوئی تناقض اور تضاد نہیں، کیونکہ یہ سارا مسلمانوں نے خود کیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور بیت اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے والے اہل بیت اللہ ہی ہوں گے۔'' تو آپ ﷺ نے جو پیشین گوئی پیش کی، معاملہ اسی طرح ہوا، اور دوسری بات یہ ہے کہ آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ امن کا وجود استمراراً قائم رہے گا۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری: ٣/ ٥٨٩) یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت کے مصداق کو اغلب اوقات پر محمول کیا جائے۔

## فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ پر چڑھائی نہیں ہو گی

(٣٥٥٥)۔ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بَرْصَاءِ مَرْفُوْعًا: ((لَا تُغْزٰى هٰذِهِ (يَعْنِيْ: مَكَّةَ) بَعْدَ الْيَوْمِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ بَعْدَ هٰذَا الْعَامِ صَبْرًا أَبَدًا۔)) (الصحيحة:٢٤٢٧)

سیدنا حارث بن مالک بن برصاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آج کے بعد روزِ قیامت تک اس (یعنی مکہ) پر حملہ نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی قریشی کو باندھ کر قتل کیا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي:١٦١١، والحاكم:٣/ ٦٢٧، وأحمد:٣/ ٤١٢و٤/ ٣٤٣، وكذا الطحاوي في "مشكل الأثار":٢/ ٢٢٨۔٢٢٩، وابن سعد في "الطبقات":٢/ ١٤٥

**شرح**:...... ایک اشکال ہے کہ بیت اللہ پر مسلمانوں کی طرف سے حملے ہوتے رہے اور آئندہ ہوں گے، بالآخر ایک حبشی کعبہ کو تباہ و برباد کر دے گا، اس کے بعد یہ گھر آباد نہ ہو سکے گا۔

اس اشکال کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں:

(۱) مکہ مکرمہ پہلے کی طرح دوبارہ دار الکفر نہیں بنے گا کہ اس کو فتح کر کے دار الاسلام میں بدلنے کے لیے اس پر چڑھائی کی جائے۔

(۲) کفار اس پر حملہ نہیں کریں گے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے حبشی اس پر چڑھائی کریں گے، اس کا جواب یہ ہو گا کہ جب تک مسلمان موجود ہیں اور یہ گھر آباد ہے تو کفار جرأت نہیں کریں گے، لیکن جب قیامت کے قریب مسلمان ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالی کا نام باقی نہیں رہے گا تو تب حبشی حملہ کریں گے۔

رہا مسلمانوں کے حملوں کا مسئلہ، جیسا کہ حرہ کے بعد یزید بن معاویہ کے زمانے میں اور پھر عبد الملک بن مروان کے زمانے میں ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان مسلمانوں کا مقصد یہ نہیں تھا کہ مکہ مکرمہ بیت اللہ مشرفہ پر چڑھائی کی جائے، ان کا معاملہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اگرچہ اس دوران بیت اللہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔

## بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا

(٣٥٥٦)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَاتَنْتَهِي الْبُعُوْثُ عَنْ غَزْوِ هٰذَا الْبَيْتِ، حَتّٰى يُخْسَفَ بِجَيْشٍ مِنْهُمْ۔)) (الصحيحة:٢٤٣٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مختلف لشکر بیت اللہ میں جنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے، حتی کہ ان کے ایک لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه النسائى:٢/ ٣٢، والحاكم:٤/ ٤٣٠، وابو نعيم فى "الحلية": ٧/ ٢٤٤

**شرح:**...... مطلب یہ ہوا کہ لوگ کعبہ پر حملے کرنے سے باز نہیں آئیں گے، جیسا کہ یزید بن معاویہ کے زمانے میں شامیوں نے بیت اللہ پر چڑھائی کی، بعد میں بھی خود مسلمانوں کی طرف سے حملے ہوتے رہے، بالآخر ایک وقت آئے گا کہ حملہ آوروں کے لشکر کو بیدا نامی مقام میں دھنسا دیا جائے گا، صرف ایک شخص بچے گا جو دھنسنے والوں کے بارے میں اطلاع دے گا۔ یہ لشکر آپ ﷺ کی امت میں سے ہو گا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ سو رہے تھے کہ آپ کے جسم میں اضطراب پیدا ہوا۔ ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آج آپ نے نیند میں ایسی حرکت کی ہے، جو پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تعجب انگیز بات ہے، میری امت کے لوگ بیت اللہ کا قصد کریں گے، جب وہ بیدا مقام پر پہنچیں گے، تو ان کو دھنسا دیا جائے گا۔'' (مسلم: ٢٨٨٤)

اس سلسلے میں ذو السویقتین حبشی کو کامیابی ہوگی اور وہ بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ اس کی تفصیل ''حبشی کعبہ کو تباہ و برباد کر دیں گے'' کے عنوان میں موجود ہے۔

## فرزندانِ امت ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے

(٣٥٥٧)۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((اَتَزْعُمُوْنَ أَنِّي مِنْ آخِرِكُمْ وَفَاةً؟ اَلا اَنِّي مِنْ اَوَّلِكُمْ وَفَاةً، وَتَتَّبِعُوْنِّي اَفْنَادًا، يُهْلِكُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔)) (الصحيحة:٨٥١)

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ میں تم میں وفات کے لحاظ سے آخری ہوں؟ آگاہ رہو! میں تو بلحاظ وفات کے تم میں سب سے پہلا ہوں، پھر تم گروہوں (اور جماعتوں) کی شکل میں میرے پیچھے آؤ گے، تمھارے بعض لوگ بعضوں کو ہلاک کریں گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: فى "المسند": ٤/ ١٠٦، وابن حبان فى "صحيحه": ٨/ ٢٢٣/ ٦٦١٢

**شرح** :...... ایسے ہی ہوا، آپ ﷺ جلد ہی دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے، آپ ﷺ کی زندگی میں صحابہ کی کم تعداد فوت ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی جو پیشین گوئی کی تھی، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی شروع ہو گئی تھی اور آج تک جاری ہے۔

## اللہ تعالی روزِ قیامت مومنوں کے سامنے مسکرائے گا

(۳۵۵۸)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْأُوْلٰى وَالْأُخْرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ، جَاءَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ، وَالْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰى كَوْمٍ۔)) فَقَالُوْا لِعُقْبَةَ: مَا الْكَوْمُ؟ قَالَ: مَكَانٌ مُرْتَفِعٌ۔ ((فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ رَبَّكُم؟ فَيَقُوْلُوْنَ: إِنْ عَرَّفَنَا نَفْسَهُ عَرَفْنَاهُ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُمُ الثَّانِيَةَ، فَيَضْحَكُ فِي وُجُوْهِهِمْ، فَيَخِرُّوْنَ لَهُ سُجَّدًا۔)) (الصحيحة: ٧٥٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالی روزِ قیامت اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا، تو وہ مومنوں کے پاس آئے گا، اس وقت مومن کسی اونچی جگہ پر ہوں گے۔ (راویوں نے عقبہ سے ''کوم'' کا معنی پوچھا تو انھوں نے اس کا معنی ''اونچی جگہ بتایا) اللہ تعالی پوچھے گا: (مومنو!) کیا تم اپنے ربّ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: اگر وہ اپنا تعارف کروا دے تو ہم پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالی دوسری دفعہ بات کرے گا اور ان کے سامنے ہنسے گا، (یہ منظر دیکھ کر) وہ سجدے میں گر پڑیں گے۔''

تخریج: أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد": صـ١٥٣

**شرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے، جن میں اللہ تعالی کی صفات کا ذکر ہے۔ ان کے بارے میں سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ جس صفت کا جیسے ذکر کیا گیا ہے، اسے بغیر کسی تعطیل و تشبیہ کے تسلیم کیا جائے، وہ اس سلسلے میں تفویض کے قائل بھی نہیں ہیں، جو کہ کوثری جیسے معطّلہ کا خیال ہے۔ جیسا کہ ابن تیمیہ نے اپنے رسالے (التدمیریة) میں اس کی وضاحت کی ہے۔

تفویض کا مفہوم یہ ہے کہ جن نصوص میں اللہ تعالی کی صفات کا تذکرہ ہوا ہے، ان کو سمجھے بغیر ان کے الفاظ پر ایمان رکھا جائے، (مثلا اس حدیث میں اللہ تعالی کی صفت ''ضحک'' یعنی ہنسنے کا ذکر ہے، تفویض یہ ہے کہ صرف ''ضحک'' کے لفظ پر ایمان رکھا جائے اور یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے کہ اس کا معنی ہنسنا ہے یا کوئی اور)۔ اگر تفویض کو درست سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلف صالحین اس چیز سے جاہل تھے، جو ان کے ہاں سب سے معزز اور مقدس تھی اور وہ ہے اللہ تعالی کے اسماو صفات۔

آپ میری کتاب (مختصر العلو للذهبي) میں میرے مقدمے کا مطالعہ کریں۔ (صحیحه: ٧٥٦)

(۳۵۵۹)۔ عَنْ أَبِي مُوْسٰى، قَالَ: قَالَ

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَتَجَلّٰى لَنَا رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَاحِكًا۔))
(الصحيحة: ٧٥٥)

فرمایا: ''قیامت والے دن ہمارے ربّ ہنستے ہوئے ہمارے سامنے تجلی فرمائیں گے۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد": ١٥٣، والطبراني في "المعجم الكبير": وتمام في "الفوائد": ٢/٨٣، وأحمد: ٤/٤٠٧، وابنه عبدالله في "السنة": صـ٥٠، والآجري في "الشرعية": صـ٢٨٠

**شرح**:...... اللہ تعالیٰ ہمیں یہ موقع نصیب فرمائے۔ آمین۔

## روز قیامت نبی کریم ﷺ کی جائے ملاقات

(٣٥٥٩م)۔ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنْ يَشْفَعَ فِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ: ((أَنَا فَاعِلٌ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ؟ قَالَ: ((اُطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ۔)) قَالَ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ؟ قَالَ: ((اُطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيْزَانِ۔)) قَالَ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ؟ قَالَ: ((فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْحَوْضِ؛ فَإِنِّي لَا أُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ۔))
(الصحيحة: ٢٦٣٠)

نضر بن انس بن مالک اپنے سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ میرے حق کے روزِ قیامت سفارش کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ایسے ہی کروں گا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کہاں تلاش کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرنا۔'' میں نے کہا: اگر میں وہاں آپ کو نہ مل سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر میزان کے پاس مجھے تلاش کرنا۔'' میں نے کہا: اگر میں آپ کو میزان کے پاس نہ پا سکوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر حوض پر مجھے تلاش کرنا، کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ان تینوں مقامات پر نہ ملوں۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/٧٠، وأحمد: ٣/١٧٨، والضياء المقدسي في "الأحاديث المختارة": ق٢٤٢/١۔٢

## اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں

(٣٥٦٠)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ لِلّٰهِ مِئَةَ رَحْمَةٍ، قَسَّمَ رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ أَهْلِ الدُّنْيَا وَسِعَتْهُمْ إِلٰى آجَالِهِمْ، وَأَخَّرَ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً لِأَوْلِيَائِهِ، وَإِنَّ اللّٰهَ قَابِضٌ تِلْكَ الرَّحْمَةَ الَّتِي قَسَّمَهَا بَيْنَ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں، ایک رحمت کو اہل دنیا میں تقسیم کیا، وہ ان کو تا موت کافی ہے، اور ننانوے رحمتیں اپنے اولیاء کے لیے مؤخر کر رکھی ہیں اور جو رحمت اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا میں تقسیم کی تھی، اس کو بھی واپس

اَهْــلِ الـدُّنْيَـا إِلَـى التِّسْـعِ وَالتِّسْـعِيْـنَ، فَيُكَـمِّـلُهَـا مِـئَةَ رَحْـمَةٍ لِأَوْلِيَـائِـهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ١٦٣٤)

کر کے اُن ننانوے کے ساتھ ملا دے گا اور اس طرح اپنے دوستوں کے لیے قیامت کے دن سو رحمتیں پوری کر دے گا۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٢/ ٥١٤

**شــرح**:...... اسی ایک رحمت کا اثر ہے کہ انسان ایک دوسرے پر اور وحشی جانور، دوسرے حیوانات اور پرندے اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں، یا یوں کہنا چاہیے کہ اس دنیا میں رحمت و رحمت اور محبت و شفقت کی جتنی صورتیں پائی جاتی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ رحمت کی وجہ سے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے پر رحمت و شفقت کا معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند بھی ہے اور اس کا فضل و کرم بھی، سنگ دلی اور شفقت و محبت سے ناآشنائی ناپسندیدہ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قیامت والے دن اپنے بندوں سے سو رحمتوں والا معاملہ کرنا، یقیناً اس میں بندگانِ خدا کے لیے بڑی امید اور زبردست خوش خبری ہے۔

لیکن جو اس بنیاد پر اللہ کی مخالفت کو اپنا شیوہ اور اس کی حدود کی پامالی کو اپنا وطیرہ بنا لے، اس کے لیے اس کا غضب بھی اس روز نہایت شدید ہو گا۔ اس لیے ترک فرائض اور اعراض و استکبار کے ساتھ رحمتِ الٰہی کی امید تخم حنظل کی کاشت کر کے کسی ثمر شیریں کی پیداوار کی امید رکھنے کے مترادف ہے۔

## تعارف کے لیے اللہ تعالیٰ کا اپنی پنڈلی منکشف کرنا
## روزِ قیامت ہر عابد اپنے معبود کے ساتھ ہو گا

(٣٥٦١)۔ عَـنْ أَبِـي هُـرَيْـرَةَ قَـالَ: قَـالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا جَـمَـعَ اللّٰهُ الْعِبَادَ بِـصَـعِيْدٍ وَاحِدٍ نَادٰى مُنَادٍ: يَلْحَقُ كُلُّ قَوْمٍ بِـمَـا كَـانُوْا يَعْبُدُوْنَ۔ فَيَلْحَقُ كُلُّ قَوْمٍ بِمَا كَـانُـوْا يَـعْبُـدُوْنَ، وَيَبْـقَـى الـنَّاسُ عَلٰى حَـالِهِـمْ، فَيَـأْتِيهِـمْ فَيَـقُوْلُ: مَابَالُ النَّاسُ ذَهَبُوْا وَأَنْتُمْ هَاهُنَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَنْتَظِرُ إِلٰهَنَا۔ فَيَـقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَهُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: إِذَا تَعَرَّفَ إِلَيْنَا عَرَفْنَا، فَيَكْشِفُ لَهُمْ عَنْ سَاقِهِ فَيَقَعُوْنَ لَهُ سُجُوداً، وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ بندوں کو ایک جگہ پر اکٹھا کرے گا تو منادی کرنے والا آواز دے گا: ہر کوئی اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ مل جائے۔ تمام لوگ اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ کچھ لوگ اپنی سابقہ حالت پر کھڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور پوچھے گا: کیا وجہ ہے، لوگ چلے گئے ہیں اور تم یہیں کھڑے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم اپنے معبود کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تم اپنے معبود کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: اگر وہ ہمیں اپنا تعارف کروا دے تو ہم پہچان لیں گے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی سے پردہ اٹھائے گا، وہ سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس

يَسْتَطِيعُونَ﴾ (الْقَلَم:٤٢) وَيَبْقَى كُلُّ مُنَافِقٍ فَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُودُهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة: ٥٨٤)

قول ﴿جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لیے بلائیں جائیں گے تو (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔﴾ (سورۂ قلم:۴۲) کا یہی مصداق ہے۔منافق کھڑے کے کھڑے رہ جائیں گے اور سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ پھر اللہ تعالی جنت کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے گا۔''

تخریج: أخرجه الدارمی فی "سننه": ٢/ ٣٢٦، واخرجه ابن منده: ٣٩/ ٨ مختصرا

(٣٥٦٢)۔ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْوُرُودِ۔ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: ((نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى كَوْمٍ فَوْقَ النَّاسِ فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا، وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ، الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ، ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ: مَا تَنْتَظِرُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَنْتَظِرُ رَبَّنَا۔ فَيَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: حَتّٰى نَنْظُرَ إِلَيْكَ، فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ يَضْحَكُ، فَيَتَّبِعُوْنَهُ۔)) (الصحيحة:٢٧٥١)

ابوزبیر کہتے ہیں: میں سیدنا جابر سے قیامت کے دن آنے کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے جوابًا مجھے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی: ''ہم روزِ قیامت عام لوگوں سے بلند ایک ٹیلے پر ہوں گے، امتوں کو ان کے بتوں اور معبودوں سمیت پکارا جائے گا، وہ یکے بعد دیگرے آئیں گی، پھر ہمارا ربّ ہمارے پاس آئے گا اور پوچھے گا: تم لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہم کہیں گے: ہم اپنے ربّ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ فرمائے گا: میں تمھارا ربّ ہوں۔ ہم کہیں گے: (اپنے سامنے سے پردہ چاک کرو) تاکہ ہم تجھے دیکھ سکیں۔ سو اللہ تعالی ہنستے ہوئے ان کے سامنے ظاہر ہوں گے اور وہ ان کے پیچھے چل پڑیں گے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣٤٥، والدارمی فی "الرد علی الجهمية": ص٥٨، وابو عوانة فی "صحیحه": ١/ ١٣٩، ومسلم: ١/ ١٢٢

(٣٥٦٣)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ وَيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ يَسْجُدُ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا۔)) (الصحيحة:٥٨٣)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ہمارا ربّ اپنی پنڈلی سے پردہ ہٹائے گا تو ہر مؤمن مرد اور عورت اسے سجدہ کریں گے، جو لوگ دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ باقی رہ جائیں گے، ان میں سے ہر ایک سجدہ کرنے (کے لیے جھکنے) کی کوشش تو کرے گا، لیکن اس کی کمر ایک تختہ ہو جائے گی۔''

تخریج: أخرجه البخاری: ٨/ ٥٣٨۔ فتح، ومسلم: ١/ ١١٤

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (سورۂ شوری: ۱۱)...... ''کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی سی نہیں ہے۔''

لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی صفات ثابت کی ہیں، ان کو تسلیم کرنے سے کسی صورت میں تشبیہ لازم نہیں آتی، کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ثابت کرنے سے اس بنا پر تشبیہ لازم نہیں آتی کہ اس کی ذات، دوسری مخلوقات کی ذاتوں کے مشابہ نہیں ہے، یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ہے کہ اس کی صفات، مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ نہیں ہیں، بلکہ وہ ایسے حقائق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی جلالت وعظمت اور تنزیہ وسبحانیت کے شایانِ شان ہیں۔ اس لیے کوئی مانع نہیں کہ پنڈلی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے، کیونکہ شرعی نصوص نے اس صفت کو ثابت کر دیا ہے۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے ''ساق'' کا لفظ ''ساقہ'' کے لفظ سے زیادہ صحیح ہے، لیکن درایت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ حدیث کا سیاق اللہ تعالیٰ کی پنڈلی پر دلالت کرتا ہے، سب سے زیادہ صریح روایت ہشام کی ہے، جسے امام حاکم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: ((هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ آيَةٍ تَعْرِفُونَهَا؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، اَلسَّاقُ، فَيَكْشِفُ عَنْ سَاقٍ......)) ...... اللہ تعالیٰ پوچھے گا: ''کیا تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے مابین کوئی نشانی ہے، جس کو تم پہچان لو گے؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، وہ پنڈلی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کا انکشاف کریں گے......''

یہ روایت اس ضمن میں انتہائی واضح ہے کہ پنڈلی سے مراد اللہ تعالیٰ کی پنڈلی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سعید بن ابو ہلال کبھی کبھی اس کو بالمعنی روایت کرتے ہوئے ''عن ساقہ'' کہتے تھے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک حق واضح رہے۔ (صحیحہ: ۵۸۳)

مزید ان احادیث میں دو چیزوں کی زبردست مذمت کی گئی ہے، ایک شرک اور دوسری ریاکاری۔ ہمیں شرک اور ریاکاری کی تمام شقوں کو سمجھ کر اپنے رویے کا جائزہ لینا چاہیے، تاکہ قیامت کے دن ذلت ورسوائی سے محفوظ رہیں۔

## اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی معبود میں خیر نہیں ہے

## اگر ایسے ہی ہے تو انبیا وصلحا کا کیا ہوگا، جن کو لوگوں نے معبود بنا لیا؟

(٣٥٦٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَقَدْ عَلِمْتُ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ مَا سَأَلَنِي عَنْهَا رَجُلٌ قَطُّ، فَلَا اَدْرِيْ أَعَلِمَهَا النَّاسُ فَلَمْ يَسْأَلُوْا عَنْهَا؟ اَمْ لَمْ يَفْطِنُوْا لَهَا فَيَسْأَلُوْا عَنْهَا؟ ثُمَّ طَفِقَ يُحَدِّثُنَا، فَلَمَّا قَامَ تَلَاوَمْنَا اَنْ لَا نَكُوْنَ سَأَلْنَاهُ عَنْهَا فَقُلْتُ: اَنَا لَهَا اِذَا رَاحَ غَدًا، فَلَمَّا رَاحَ الْغَدَ، قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ!

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پر غور وفکر کر کے اسے سمجھا ہے، لیکن اس کے بارے میں کسی نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اب میں نہیں جانتا کہ آیا لوگ یہ آیت کو سمجھ گئے ہیں، کہ اس کے بارے میں سوال نہیں کرتے یا سرے سے وہ (استدلال یا مسئلہ) ان کے ذہن میں ہی نہیں آیا کہ اس کے بارے میں پوچھیں۔ پھر انھوں نے ہمیں احادیث بیان کرنا شروع کر دیں۔ جب وہ

ذَكَـرْتَ اَمْسِ اَنَّ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ يَسْأَلْكَ عَنْهَا رَجُلٌ قَطُّ ، فَلا تَدْرِي أَعَلِمَهَا النَّاسُ فَلَـمْ يَسْـأَلُـوْا عَـنْهَـا؟ أَمْ لَمْ يَفْطِنُوْا لَهَا؟ فَـقُـلْـتُ: أَخْبِرْنِي عَنْهَا وَعَنِ اللَّاتِيْ قَرَأْتَ قَبْـلَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِـقُرَيْشٍ: ((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ! اِنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ يُـعْبَـدُ مِـنْ دُوْنِ الـلّٰــهِ فِيْـهِ خَيْرٌ۔)) وَقَدْ عَـلِـمَتْ قُرَيْشٌ اَنَّ النَّصَارٰى تَعْبُدُ عِيْسٰى ابْـنَ مَرْيَمَ، وَمَا تَقُوْلُ فِي مُحَمَّدٍ۔ فَقَالُوْا: يَـا مُحَمَّدُ! اَلَسْتَ تَزْعُمُ اَنَّ عِيْسٰى كَانَ نَبِيًّا وَعَبْـدًا مِـنْ عِبَادِ اللّٰهِ صَالِحًا؟ فَلَئِنْ كُنْتَ صَادِقاً فَإِنَّ آلِهَتَهُمْ لَكُمَا يَقُوْلُوْنَ۔ (اَلْاَصْلُ : تَـقُـوْلُوْنَ!)۔ ، قَالَ: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَـمَّـا ضُـرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً اِذَا قَوْمُكَ مِـنْـهُ يَـصِـدُّوْنَ﴾ (الزخرف: ٥٧) قَـالَ: قُـلْـتُ: مَـا (يَـصِـدُّوْنَ)؟ قَالَ: يَضِجُّوْنَ۔ ﴿وَإِنَّـهُ لَـعِـلْـمٌ لِلسَّاعَةِ﴾ (الزُّخْرُفَ:٦١) قَــالَ: هُـوَ خُـــرُوْجُ (وَفِي رِوَايَةٍ: نُـزُوْلُ) عِيْسٰـى ابْـنِ مَـرْيَـمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (الصحيحة: ٣٢٠٨)

کھڑے ہوئے تو ہم اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیوں نہیں کیا۔ میں نے کہا: جب وہ کل کو آئیں گے تو میں پوچھوں گا۔ جب وہ اگلے دن آئے تو میں نے کہا: ابن عباس! آپ نے کل ایک آیت کے بارے میں کہا تھا کہ اس کی بابت کسی نے آپ سے سوال نہیں کیا اور اب آپ نہیں جانتے کہ آیا لوگ سمجھ چکے ہیں اس لیے سوال نہیں کر رہے یا سرے سے وہ نقطہ ان کی سمجھ میں نہیں آ سکا؟ پھر میں نے کہا: اب آپ مجھے وہ آیت اور اس سے پہلے والی آیات بتلا دیں۔ انھوں نے کہا: جی ہاں، رسول اللہ ﷺ نے قریشیوں کو فرمایا: ''اے قریشیوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جاتی ہے، اس میں کوئی خیر نہیں۔ قریشیوں کو علم تھا کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی عبادت کرتے ہیں اور محمد (ﷺ) پر جرح کرتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے کہا: اے محمد! کیا آپ کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نبی تھے اور بندگانِ خدا میں سے ایک صالح بندے تھے؟ اگر آپ کی بات سچی ہے (کہ اللہ کے علاوہ کسی معبود میں کوئی خیر نہیں) تو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت) ان کے معبودوں میں کوئی خیر نہیں ہو گی؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اور جب ابن مریم (علیہ السلام) کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تیری قوم خوشی سے چیخنے لگی ہے۔﴾ (سورۂ زخرف: ۵۷) میں نے کہا: ''يَـصِـدُّوْنَ'' کا معنی کیا ہے؟ انھوں نے کہا: شور وغل مچانا، ﴿اور یقیناً وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی علامت ہے۔﴾ (سورۂ زخرف: ۶۱) اس سے مراد روزِ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول ہے۔''

تـخـريـج: أخرجه أحمد: ١/ ٣١٧، وأخرجه الطبراني فی "المعجم الكبير": ١٢/ ١٥٤/ ١٢٧٤٠ دون قصه ابن عباس التی قبل قوله: ان رسول الله ﷺ قال: ......

**شــــرح:**...... جب اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید اور جھوٹے معبودوں کی بے وقعتی کی وضاحت کرتے ہوئے

مشرکین مکہ سے کہا کہ تمہارے ساتھ تمہارے معبود بھی جہنم میں جائیں گے تو اس سے مراد ان کی پتھر کی مورتیاں تھیں، جن کی وہ عبادت کرتے تھے، نہ کہ وہ نیک لوگ جو اپنی زندگیوں میں توحید کی دعوت دیتے رہے، مگر ان کی وفات کے بعد ان کے معتقدین نے انہیں بھی معبود سمجھ لیا، ایسے حق پرستوں کے بارے میں تو اللہ تعالی نے کہا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنَى أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾ (سورۂ انبیا: ۱۰۱) ...... ''البتہ بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے، وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔''

کیونکہ اس میں ان کا اپنا کوئی قصور نہیں، البتہ یہ ممکن ہے کہ دیگر مورتیوں کے ساتھ انبیا وصلحا کی بنائی ہوئی مورتیاں بھی جہنم میں ڈال دی جائیں۔لیکن یہ شخصیات بہر حال جہنم سے دور رہیں گی۔

چونکہ مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے حضرت مسیح کا ذکرِ خیر سن رکھا تھا، اس لیے انھوں نے یہ آیت سنتے ہی کٹ حجتی اور مجادلہ کیا اور کہا کہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام قابل مدح ہیں، دراں حالیکہ عیسائیوں نے ان کو معبود بنا رکھا ہے، تو پھر ان کے معبود کیوں برے ہیں؟ کیا وہ بھی بہتر نہیں ہیں؟ یا اگر ان کے معبود جہنم میں جائیں گے تو حضرت عیسی اور حضرت عزیر بھی پھر جہنم میں جائیں گے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کا خوشی سے چلانا، ان کا جدل محض ہے۔ جدل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جھگڑنے والا جانتا ہے کہ اس کے پاس دلیل کوئی نہیں ہے، لیکن محض اپنی بات کو ثابت کرنے میں بحث وتکرار کرنے سے گریز نہیں کرتا۔

## علاماتِ قیامت

(۳۵٦۵)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ: جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَجْلِسًا لَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجَلَسَ بَيْنَ يَدِي رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! حَدِّثْنِيْ مَا الْإِسْلَامُ؟ (قُلْتُ: فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ وَفِيْهِ) قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَحَدِّثْنِي مَتٰى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ، خَمْسٌ مِنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا هُوَ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الآيَةَ (لقمان:۳٤) وَلٰكِنْ إِنْ شِئْتَ حَدَّثْتُكَ بِمَعَالِمَ لَهَا دُوْنَ ذٰلِكَ۔)) قَالَ: أَجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ،

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، حضرت جبریل علیہ السلام آ کر آپ کے سامنے یوں بیٹھے کہ اپنی ہتھیلیاں رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں پر رکھ دیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں ...... (راوی نے طویل حدیث ذکر کی، اس میں یہ الفاظ بھی تھے:) انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیں کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! پانچ امور کا تعلق علم غیب سے ہے، صرف اللہ تعالی ان کو جانتا ہے، (وہ پانچ چیزیں اس آیت میں مذکور ہیں:) ﴿بے شک اللہ تعالی ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے، کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا

فَحَدَّثْنِي ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا رَأَيْتَ الْاَمَةَ وَلَدَتْ رَبَّتَهَا أَوْ رَبَّهَا ، وَرَأَيْتَ أَصْحَابَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ بِالْبُنْيَانِ ، وَرَأَيْتَ الْحُفَاةَ الْجِيَاعَ ، الْعَالَةَ كَانُوْا رُؤُوْسَ الْإِنْسِ ، فَذٰلِكَ مِنْ مَعَالِمِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا۔)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ أَصْحَابُ الشَّاءِ وَالْحُفَاةُ الْجِيَاعُ الْعَالَةُ؟ قَالَ: ((الْعَرَبُ۔))(الصحيحة: ١٣٤٥)

کچھ کرے گا، نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔﴾ (سورۂ لقمان: ۳۴) ہاں اگر تم چاہتے ہوتو میں تمھیں قیامت سے پہلے والی علامات کے بارے میں آگاہ کر دیتا ہوں۔'' انھوں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! مجھے بیان کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپ دیکھیں گے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی، بکریوں کے چرواہے (عالیشان) عمارتوں میں غرور وتکبر کریں گے۔ ننگے پاؤں، بھوکے اور فقیر افراد لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔ یہ قیامت کی علامتیں اور شرطیں ہیں۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بکریوں کے چرواہوں، ننگے پاؤں، بھوکوں اور فقیروں سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عرب لوگ۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٣١٨۔ ٣١٩

**شرح:**...... اس حدیثِ مبارکہ میں تین علاماتِ قیامت بیان کی گئی ہیں، مؤخر الذکر دو علامتیں واضح ہیں، پہلی علامت یعنی لونڈی کا اپنے آقا کو جنم دینے سے کیا مراد ہے؟

اس کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں:

(۱) والدین کی نافرمانی بہت زیادہ ہو جائے گی، اولاد ان سے ایسا سلوک کرے گی، جیسے آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کرتے ہیں۔

(۲) آقا سے مراد مربی لوگ ہیں، یعنی لوگ اپنے مربّیوں کے احسانات کو بھول جائیں گے اور ان پر اپنا حکم چلائیں گے۔

(۳) یہ محض ایک مثال ہے، اس کا مرادی معنی یہ ہے کہ زمانہ بدل جائے گا اور لوگوں کے حالات تبدیل ہو جائیں گے اور وہ اس طرح کہ اعلی اور اقتدار والے ذلیل ہو جائیں گے اور نا اہل اور کمینے لوگ عالی مقام اور بادشاہ بن جائیں گے۔

(۴) لونڈیاں بادشاہوں کو جنم دیں گے اور وہ اس طرح کہ پہلے وقت میں بادشاہ آزاد عورتوں کی رغبت رکھتے اور لونڈیوں سے جماع کرنے سے عار محسوس کرتے تھے، لیکن حالات اور رغبتیں بدل گئیں اور اِن کی لونڈیوں سے اولاد ہونے لگ گئی، جن کو ورثے میں بادشاہت مل جاتی تھی، بنوعباس میں ایسے ہوتا رہا۔

(۵) حالات میں فساد آ جائے گا اور کثرت سے امہات الاولاد کی خرید وفروخت ہوگی، حتی کہ ایک شخص ایسی لونڈی

خریدے گا، جو اس کی ماں ہو گی، پھر اس کے ساتھ وہ آقا والا معاملہ کرے گا۔

(٣٥٦٦)۔ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ جُلُوْسًا، فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: قَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ. فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلْنَا الْمَسْجِدَ، رَأَيْنَا النَّاسَ رُكُوْعًا فِيْ مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ، فَكَبَّرَ وَرَكَعَ وَرَكَعْنَا ثُمَّ مَشَيْنَا، وَصَنَعْنَا مِثْلَ الَّذِيْ صَنَعَ فَمَرَّ رَجُلٌ يُسْرِعُ فَقَالَ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! فَقَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ. فَلَمَّا صَلَّيْنَا وَرَجَعْنَا دَخَلَ عَلٰى أَهْلِهِ، جَلَسْنَا، فَقَال بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: أَمَا سَمِعْتُمْ رَدَّهُ عَلَى الرَّجُلِ: صَدَقَ اللّٰهُ، وَبَلَّغَتْ رُسُلُهُ. أَيُّكُمْ يَسْأَلُهُ؟ فَقَالَ طَارِقٌ: أَنَا أَسْأَلُهُ. فَسَأَلَهُ حِيْنَ خَرَجَ، فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: تَسْلِيْمَ الْخَاصَّةِ وَفُشُوَّ التِّجَارَةِ حَتّٰى تُعِيْنَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ وَكِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ وَظُهُوْرَ الْقَلَمِ۔))(الصحيحة: ٦٤٧)

طارق بن شہاب کہتے ہیں: ہم سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی آیا اور کہا: اقامت کہی جا چکی ہے، وہ کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ لوگ مسجد کے اگلے حصے میں رکوع کی حالت میں ہیں۔ انھوں نے "اَللّٰهُ اَكْبَر" کہا اور (صف تک پہنچنے سے پہلے ہی) رکوع کیا، ہم نے بھی رکوع کیا، پھر ہم رکوع کی حالت میں چلے (اور صف میں کھڑے ہو گئے) اور جیسے انھوں نے کیا ہم کرتے رہے۔ ایک آدمی جلدی میں گزرا اور کہا: ابو عبد الرحمٰن! السلام علیکم۔ انھوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ جب ہم نے نماز پڑھ لی اور واپس آ گئے، وہ اپنے اہل کے پاس چلے گئے۔ ہم بیٹھ گئے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے: آیا تم لوگوں نے سنا ہے کہ انھوں نے اُس آدمی کو جواب دیتے ہوئے کہا: اللہ نے سچ کہا اور اس کے رسولوں نے (اس کا پیغام) پہنچا دیا؟ تم میں سے کون ہے جو ان سے ان کے کہے کے بارے میں سوال کرے؟ طارق نے کہا: میں سوال کروں گا۔ جب وہ باہر آئے تو انھوں نے سوال کیا۔ جواباً انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے مخصوص لوگوں کو سلام کہا جائے گا اور تجارت عام ہو جائے گی، حتی کہ بیوی تجارتی امور میں اپنے خاوند کی مدد کرے گی، نیز قطع رحمی، جھوٹی گواہی، سچی شہادت کو چھپانا اور لکھائی پڑھائی (بھی عام ہو جائے گی)۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٤٠٧

**شرح:**...... عصر حاضر میں یہ امور ہو بہو پورے ہو چکے ہیں۔

(٣٥٦٧)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: عَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ فَأَخَذَهَا، فَطَلَبَهُ الرَّاعِي، فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ، فَأَقْعَى الذِّئْبُ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بھیڑیئے نے بکری پر حملہ کیا اور اس کو پکڑ لیا۔ چرواہا نے اس کا تعاقب کیا اور اس سے بکری چھین لی۔ بھیڑیا پچھلی ٹانگوں کو زمین پر پھیلا کر اور

عَلٰی ذَنْبِهِ، قَالَ: اَلاتَتَّقِي اللّٰهَ؟ تَنْزَعُ مِنِّي رِزْقًا سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيَّ؟ فَقَالَ: يَا عَجَبِي! ذِئْبٌ مُقْعٍ عَلٰى ذَنْبِهِ يُكَلِّمُنِي كَلَامَ الْإِنْسِ! فَقَالَ الذِّئْبُ: اَلا أُخْبِرُكَ بِاَعْجَبَ مِنْ ذٰلِكَ؟ مُحَمَّدٌ ﷺ بِيَثْرِبَ، يُخْبِرُ النَّاسَ بِأَنْبَاءِ مَاقَدْ سَبَقَ۔ قَالَ: فَأَقْبَلَ الرَّاعِي يَسُوْقُ غَنَمَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ، فَزَوَاهَا أَلٰى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا، ثُمَّ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرَهُ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنُوْدِيَ بِـ (اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ)، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ لِلرَّاعِي: اَخْبِرْهُمْ۔ فَاَخْبَرَهُمْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَدَقَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُكَلِّمَ السِّبَاعُ الْإِنْسَ، وَيُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذْبَةُ سَوْطِهِ وَشِرَاكُ نَعْلِهِ، وَيُخْبِرُهُ فَخِذُهُ بِمَا أَحْدَثَ اَهْلُهُ بَعْدَهُ۔)) (الصحيحة:١٢٢)

اگلی ٹانگوں کو کھڑا کر کے اپنی دم پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: کیا تو اللہ تعالی سے نہیں ڈرتا؟ اللہ نے مجھے جو رزق عطا کیا تھا، تو نے وہ چھین لیا ہے؟ چرواہا کہنے لگا: ہائے تعجب! بھیڑیا ہے، اپنی دم پر بیٹھا ہے اور انسانوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے۔ اتنے میں بھیڑیا پھر بولا اور کہنے لگا: کیا میں تجھے اس سے تعجب انگیز بات نہ بتلاؤں؟ محمد ﷺ یثرب (مدینہ) میں آ چکے ہیں اور ماضی کی خبریں بتاتے ہیں۔ (یہ سن کر) چرواہا اپنی بکریوں کو ہانکتے ہانکتے مدینہ میں داخل ہوا، بکریوں کو کسی گوشے میں جمع کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور لوگوں کو جمع کرنے کے لیے "الصلاۃ جامعة" کی صدا بلند کی گئی، (لوگ جمع ہو گئے اور) آپ ﷺ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور چرواہے کو سارا واقعہ بیان کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا: ''اس نے سچ کہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت کے برپا ہونے سے پہلے درندے لوگوں سے باتیں کریں گے، آدمی اپنی لاٹھی کی نوک اور جوتے کے تسمے سے ہم کلام ہوگا اور اس کی ران اسے بتلائے گی کی اس کی بیوی نے اس کے بعد کیا کچھ کیا۔''

تخریج: رواه الامام أحمد: ٣/ ٨٣۔٨٤، وابن حبان: ٢١٠٩، والعقيلي: ٣/ ٤٧٧۔٤٧٨، والبزار: ٣٤٣١، والحاكم مفرقا: ٤/ ٤٦٧ و ٤٦٧۔٤٦٨، واخرج الترمذي: ٢١٨٢ منه قوله: ((والذى نفسى بيده ...))

(٣٥٦٨)۔ عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَزُوْلَ الْجِبَالُ عَنْ اَمَاكِنِهَا، وَتَرَوْنَ الْاُمُوْرَ الْعِظَامَ الَّتِي لَمْ تَكُوْنُوْا تَرَوْنَهَا۔)) (الصحيحة: ٣٠٦١)

سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک پہاڑ اپنی جگہ سے زائل نہیں ہو جائیں گے اور تم ایسے بڑے بڑے امور نہ دیکھ لو گے جو تم پہلے نہیں دیکھا کرتے تھے۔''

تـخـريـج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٧/ ٢٥٠/ ٦٨٥٧، وأخرجه عبد الرزاق في "المصنف": ١١/ ٣٧٤/ ٢٠٧٨٠ عن الحسن مرسلا

(٣٥٦٩)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ، فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ عَنِ الْمُخْتَارِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اِنْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ ثَلاثِيْنَ دَجَّالاً كَذَّابًا۔))

(الصحيحة:١٦٨٣)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کوفی آدمی بیٹھا ہوا تھا، اس نے مختار سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں۔ سیدنا عبداللہ نے کہا: اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تو کہہ رہا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''قیامت سے پہلے تیس انتہائی جھوٹے اور کذاب افراد ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ١١٧۔ ١١٨

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آیا ہے نہ آئے گا اور ایسا دعوی کرنے والا جھوٹا، کذاب اور دجال قرار پائے گا۔

ذہن نشین رہے کہ اس حدیث سے وہ مدعیانِ نبوت مراد نہیں جنھوں نے مطلق طور پر نبوت کا دعوی کیا، کیونکہ ایسی لوگ تو بہت زیادہ ہیں۔ احادیث میں جن تیس کذابوں کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ کم بخت ہیں، جن کو اس دعوی کی وجہ سے شان و شوکت ملی اور ان کو اپنی نبوت پر واقعی شبہ ہونے لگا، پھر لوگوں کی معقول تعداد بھی ان کے ساتھ ہو گئی۔ جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کا مسئلہ ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جن دجالوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، ان میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہندی ہے، جس نے ہند پر برطانوی استعمار کے عہد میں یہ دعوی کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہے، پھر اس نے اپنے آپ حضرت عیسی علیہ السلام باور کرایا اور بالآخر نبوت کا دعوی کر دیا، قرآن و سنت کا علم نہ رکھنے والے کئی جاہلوں نے اس کی پیروی کی۔ ہند اور شام کے ایسے باشندوں سے میری ملاقات ہوئی، جو اس کی نبوت کے قائل تھے۔ میرے اور ان کے مابین کئی مناظرے اور بحث مباحثے ہوئے، ان میں سے ایک تحریری مناظرہ بھی تھا۔ ان مناظروں میں ان کا دعوی تھا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کئی انبیا آئیں گے، ان میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ شروع شروع میں انھوں نے ورغلانا اور پھسلانا چاہا اور مناظرہ کے اصل موضوع سے صرف نظر کرنا چاہا۔ لیکن میں نے ان کے حیلوں بہانوں کا انکار کیا اور اصل موضوع پر ڈٹا رہا۔ پس وہ بری ہزیمت سے دوچار ہوئے اور حاضرین مجلس کو پتہ چل گیا کہ یہ باطل پرست قوم ہے۔

ان کے کچھ دوسرے عقائد بھی باطل اور اجماعِ امت کے مخالف ہیں، بطورِ مثال: جسمانی بعث کا انکار کرنا اور یہ کہنا

کہ جنت وجہنم کا تعلق روح سے ہے، نہ کہ جسم سے۔ کافروں کو دیا جانے والا عذاب بالآخر منقطع ہو جائے گا۔ جنوں کا کوئی وجود نہیں ہے اور جن جنوں کا قرآن مجید میں ذکر ہے، وہ حقیقت میں انسانوں کی ایک جماعت ہے۔

جب یہ لوگ قرآن کی کوئی آیت اپنے عقائد کے مخالف پاتے ہیں تو باطنیہ اور قرامطہ جیسے باطل فرقوں کی طرح اس کی غیر مقبول اور قابل انکار تاویل کرتے ہیں۔ اسی لیے انگریز مسلمانوں کے خلاف ان کی تائید ونصرت کرتے تھے۔ مرزا قادیانی کہتا تھا کہ مسلمانوں پر انگریزوں سے جنگ کرنا حرام ہے۔ میں نے ان پر رد کرنے کے لیے کئی کتابیں تالیف کیں اور ان میں یہ وضاحت کی کہ یہ فرقہ جماعۃ المسلمین سے خارج ہے۔ ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (صحیحہ: ۱۶۸۳)

(۳۵۷۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَبْنِيَ النَّاسُ بُيُوْتًا يُوَشُّوْنَهَا وَشْيَ الْمَرَاحِلِ۔)) (الصحيحة: ۲۷۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک لوگ اپنے گھروں کو اسٹیج کی طرح مزین نہیں کریں گے۔''

تخريج: رواه البخاري في "الأدب المفرد": ۷۷۷

**شرح:** ...... نمائشوں اور آرائشوں کے اس دور میں یہ علامت بھی پوری ہو چکی ہے، لوگوں نے اپنے دفتروں، بیٹھکوں اور گھر کے دوسرے کمروں کو سجانے کے لیے بے دریغ خرچ کیا ہے، بلکہ ایک ایک بیت الخلا کی تیاری پر لاکھوں روپے اڑا دیے جاتے ہیں۔

(۳۵۷۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَسَافَدُوا فِي الطَّرِيْقِ تَسَافُدَ الْحَمِيْرِ۔)) قُلْتُ: اِنَّ ذٰلِكَ لَكَائِنٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، لَيَكُوْنَنَّ۔)) (الصحيحة: ٤٨١)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک ایسے نہیں ہوگا کہ لوگ گدھوں کی طرح راستوں میں باہم جفتی کریں گے۔'' میں نے کہا: کیا ایسے بھی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، ضرور ہوگا۔''

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": ٤/ ١٤٨/ ٣٤٠٨، وابن حبان في "صحيحه": ۱۸۸۹ - موارد، ورواه الحاكم: ٤/ ٤٥٧ مطولا موقوفا، وهو في حكم المرفوع

**شرح:** ...... افریقہ کے بعض ممالک میں زنا کرنے کا یہی انداز اختیار کیا جا رہا ہے۔ بے پردگی، بے حیائی اور حیا باختہ فلموں نے مسلم ممالک کی عوام کو اس قدر بے حیا اور بے غیرت کر دیا ہے کہ سیرگاہوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور مختلف مقامات میں لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کو چھیڑتے ہوئے اور ایک دوسرے کے سامنے زنا کے معاہدے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لڑکیوں کو اغوا کرنے اور ان کے ساتھ اجتماعی زیادتی کے واقعات عام ہیں، تھیٹروں میں سٹیج ڈراموں کا حیا سوز انداز نمایاں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کی انتہائی صورت کیا ہوگی۔

(۳۵۷۲)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ((لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى۔)) فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبة: ۳۳) اِنَّ ذٰلِكَ تَامًّا۔ قَالَ: ((اَنَّهُ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَاشَاءَ اللّٰهُ۔)) (الصحيحة:۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک شب و روز کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا، جب تک لات وعزی کی عبادت نہیں کی جائے گی۔'' سیدہ عائشہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: ﴿اسی نے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے دوسرے تمام مذہبوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک برا مانیں۔﴾ (سورۂ توبہ: ۳۳) تو مجھے گمان ہوا کہ یہ دین اب مکمل رہے گا (اور کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک اللہ چاہے گا، دین مکمل رہے گا۔''

تخریج: رواه مسلم وغيره، وقدخرجته في "تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد": صـ۱۲۲، وأخرجه الحافظ الداني في "الفتن": ق۸۵۔۵۹

**شرح:**...... صحیح مسلم کی مکمل روایت یوں ہے: (جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت پیش کر کے اپنا استدلال ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:) ''جب تک اللہ تعالی چاہے گا، دین قائم رہے گا، پھر اللہ تعالی پاکیزہ ہوا چلائے گا، اس کی وجہ سے ہر وہ شخص فوت ہو جائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا، (اس واقعہ کے بعد) ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے، جن میں کوئی خیر نہیں ہوگی، پھر یہ اپنے آبا واجداد کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔''

(۳۵۷۳)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِنَ الْمَوَالِي يُقَالُ لَهُ: جَهْجَاهُ۔)) (الصحيحة:۲٤٤۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شب و روز کا سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جب تک جہجاہ نامی غلام بادشاہ نہیں بنے گا۔''

تخريج: أخرجه مسلم:۸/ ۱۸٤، والترمذي:۲۲۲۹، وأحمد:۲/ ۳۲۹، والثقفي في "مشيخة النيسابوريين": ق۱۹۲/ ۱

(۳۵۷٤)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ، وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ۔ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَهُمْ اَهْلُ الْبَارِزِ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے قبل تم ایسے لوگوں سے قتال کرو گے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے اور یہی لوگ ہیں مسلمانوں سے لڑنے والے۔'' یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا عمرو بن تغلب اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

اَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ، وَاَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ۔ (الصحيحة:٣٦٠٩) مروی ہے۔

تخريج: جاء من حديث أبي هريرة، وعمرو بن تغلب، وأبي سعيد الخدري:

(١): أما حديث أبي هريرة، فله عنه طرق: رواه البخاري: ٢٩٢٨، ٢٩٢٩، ٣٥٨٧، ٣٥٧٨، ومسلم: ٨/ ١٨٤، وأبوداود: ٤٣٠٤، والترمذي: ٢٢١٥، وابن حبان: ٦٧٤٦، والحميدي: ١١٠٠، وأبويعلي: ٥٨٧٨، وعبدالرزاق: ٢٠٧٨١، وعنه أحمد: ٢/ ٢٧١، وابن ماجه: ٤٠٩٦، وابن ماجه: ٤٠٩٧

(٢)۔أما حديث عمرو بن تغلب: فرواه البخاري: ٢٩٢٧، ٣٥٩٢، وابن ماجه: ٤٠٩٨، وأحمد: ٥/ ٦٩ و ٧٠، وابن قانع في "معجم الصحابة" ٢/ ٢١٢، وأبونعيم في "المعرفة": ق ٨٧/ ١

(٣)وأما حديث ابى سعيد؛ فهو مخرجه فى "الصحيحة": برقم ٢٤٢٩

**شرح**:...... ایک روایت میں ہے کہ ان کے لباس بھی بالوں کے ہوں گے، کیونکہ ان کے علاقے زیادہ برف باری ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ سرد ہیں، یہی لباس ان کے لیے زیادہ مفید ہے۔ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ بالوں سے مراد دباغت کے بغیر وہ چمڑے ہیں، جن پر بال لگے ہوئے ہوں۔

(٣٥٧٥)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا صِغَارَ الْاَعْيُنِ، عِرَاضَ الْوُجُوْهِ، كَأَنَّ اَعْيُنَهُمْ حَدَقُ الْجَرَادِ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَّانُ الْمُطْرَقَةُ، يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعْرَ، وَيَتَّخِذُوْنَ الدَّرَقَ، حَتّٰى يَرْبِطُوْا خُيُوْلَهُمْ بِالنَّخْلِ۔)) (الصحيحة:٢٤٢٩)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم چھوٹی آنکھوں اور چوڑے چہروں والوں سے قتال نہ کرلو گے، گویا کہ ان کی آنکھیں مکڑی کی سیاہی کی طرح ہوں گی اور ان کے چہرے گویا کہ تہ بر تہ چڑھائی ہوئی ڈھالیں ہیں، وہ بالوں کے جوتے پہنیں گے، چمڑے کی ڈھالیں استعمال کریں گے اور اپنے گھوڑوں کو کھجوروں کے ساتھ باندھیں گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد:٣/ ٣١، وابن ماجه: ٤٠٩٩، وابن حبان: ١٨٧٢

**شرح**:...... امام نووی کہتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات تھے، یہ ترک لوگ تھے، احادیث میں مذکورہ تمام صفات ان میں پائی جاتی تھیں، مسلمان ان سے کئی دفعہ لڑے اور اب بھی لڑ رہے ہیں، ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا انجام بخیر و عافیت ہو۔ (شرح مسلم للنووی: ٢/ ٣٩٥)

ملا علی قاری نے کہا: سدی کہتے ہیں کہ ترک، یاجوج ماجوج کی ایک جماعت ہے، قتادہ کہتے ہیں: یاجوج ماجوج کے کل بائیس قبیلے تھے، ذوالقرنین نے اکیس کے سامنے دیوار بنادی اور یہ ایک قبیلہ باہر رہ گیا، جو ترک تھا۔ (مرقاة

المفاتیح: ۹/ ۲۹۹)

(۳۵۷۶)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ۔)) (الصحيحة: ۲۴۳۰)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی، جب تک بیت اللہ کا حج چھوڑ نہ دیا جائے۔''

تخريج: رواه أبو يعلى في "مسنده": ۲/ ٦٥، وابن حبان: ۱۸۸٤، والحاكم: ٤/ ٤٥٣، وأخرجه البخاري: ۱/ ٤٠٣ بلفظ: ((لَيُحَجَّنَ الْبَيْتَ، وليعتمرن بعد خروج يأجوج ومأجوج)) ثم قال: تابعه أبان و عمران عن قتادة، وقال عبد الرحمن عن شعبة: ((لاتقوم الساعة حتى لايحج البيت۔)) والاول اكثر۔

**شرح**:...... امام البانی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتَ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خَرُوْجِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ۔)) ...... ''یاجوج و ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا۔''

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علاماتِ قیامت کے ظہور کے بعد حج نہیں کیا جائے گا، جبکہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج کیا جائے گا۔

حقیقت میں ان دو احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ یاجوج و ماجوج کے بعد حج و عمرہ کا جو سلسلہ جاری رہے گا، وہ قیامت کے قریب رک جائے گا۔ (صحیحہ: ۲٤۳۰)

(۳۵۷۷)۔ عَنْ اَبِي مُوْسٰى، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ، حَتّٰى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ وَأَخَاهُ وَأَبَاهُ۔)) (الصحيحة: ۳۱۸۵)

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک آدمی اپنے پڑوسی، اپنے بھائی اور اپنے باپ کو قتل نہیں کرے گا۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد": رقم ۱۱۸

**شرح**:...... ایسے واقعات تو اخبار و جرائد میں بارہا چھپ چکے ہیں اور آپ ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے، دیکھیں مستقبل میں کیا ہوتا ہے۔

(۳۵۷۸)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ: يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ، مَابِهِ حُبُّ لِقَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔)) (الصحيحة: ۵۷۸)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک ایسا نہ ہو کہ آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کے شوق کی بناء پر کہے گا: کاش میں اس کی جگہ پر ہوتا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۵۳۰، والحديث اخرجه مالك في "المؤطا": ۱/ ۲۳۹، وعنه البخاري: ۱۳/ ۶۳، ومسلم: ۸/ ۱۸۲، واحمد: ۲/ ۲۳۶ دون قوله: ((ما به حب لقاء الله عز وجل.))

**شرح**:...... عصرِ حاضر میں بعض لوگ ایسی ایسی آزمائشوں میں گھرے ہوئے ہیں کہ وہ موت کی تمنا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خوشحال لوگوں کو ان کی آزمائشوں کا اندازہ نہیں ہوسکتا ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس سے ملاقات کرنے کی بنا پر نہیں، بلکہ دنیوی آزمائشوں اور فتنوں کی وجہ سے موت کی تمنا کرے گا۔ لیکن اس حدیث سے یہ اشارہ ضرور ملتا ہے کہ دین کی خاطر موت کی تمنا کی جاسکتی ہے، رہا مسئلہ اس حدیث مبارکہ کا کہ ((لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمْ اَلْمُوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ ......)) ...... ''کوئی آدمی کسی تکلیف کی بنا پر موت کی تمنا نہ کرے......'' کیونکہ یہ صورت دنیوی معاملے کے ساتھ خاص ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: سلف کی ایک جماعت کے نزدیک فسادِ دین کے وقت موت کی تمنا کرنا ثابت ہے، اس سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی درج بالا حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

امام نووی نے کہا: ایسے وقت میں موت کی تمنا کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ کئی سلف صالحین نے ایسے کیا ہے، جیسا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ...... (صحیحہ : ۵۷۸)

امام البانی کے دعوے کی تصدیق صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ سے ہوتی ہے: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَاتَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ، وَيَقُوْلُ: يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءَ)) ......''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے! اس وقت تک دنیا ختم نہیں ہوگی، جب تک ایسے نہ ہوگا کہ ایک آدمی ایک قبر کے پاس سے گزرے گا، اس پر لیٹے گا اور کہے گا: ہائے کاش! میں اس قبر والے کی جگہ پر ہوتا، اس کا موت کی تمنا کرنا دین کی بنا پر نہیں ہوگا، آزمائشوں کی وجہ سے ہوگا۔''

(۳۵۷۹)۔ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُمْطَرَ النَّاسُ مَطَرًا عَامًا، وَلَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ شَيْئًا۔)) (الصحيحة:۲۷۷۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک ایسے نہیں ہوگا کہ عام بارش برسے گی لیکن زمین کوئی (کھیتی) نہیں اگائے گی۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۳/ ۱۴۰، وأبو يعلى: ۳/ ۱۰۷۲، والبخاري في "التاريخ": ۴/ ۱/ ۳۶۲

(۳۵۸۰)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُمْطَرَ النَّاسُ مَطَرًا، لَاتُكِنُّ مِنْهُ بُيُوْتُ الْمَدَرِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک ایسے نہیں ہوگا کہ بارش برسے گی اور کوئی گارے والا گھر نہیں بچ

وَلَا تُكِنُّ مِنْهُ أَلَا بُيُوْتُ الشَّعْرِ۔)) (الصحيحة: ٣٢٦٦)

سکے گا اور اس سے نہیں بچے گا مگر بالوں والا گھر۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٢٦٢، وابن حبان في "صحيحه": ٨/ ٢٧٠/ ٦٧٣٢

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہری مفہوم درج ذیل حدیث کے مخالف ہے:

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ یاجوج ماجوج کا قصہ بیان کرتے ہیں، جب اللہ تعالی ان سب کو ہلاک کر دے گا اور ان کے تعفن کی وجہ سے زمین بدبودار ہو جائے گا، پھر اللہ تعالی بارش نازل کریں گے، کوئی گارے والا اور بالوں والا گھر اس سے نہیں بچ سکے گا، ساری زمین ڈھل جائے گی اور چکنے پتھر (یا آئینے) کی طرح صاف ہو جائے گی۔ (مسلم)

اس حدیث میں ہے کہ بالوں والا گھر بھی نہیں بچ سکے گی، جب کہ متن میں والی حدیث میں ایسے گھروں کو مستثنی قرار دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ دو علیحدہ علیحدہ اوقات میں مختلف بارشیں ہوں۔ واللہ اعلم۔

(٣٥٨١)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مِنَ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ اِنْتِفَاخُ الْاَهِلَّةِ وَاَنْ يُرَ الْهِلَالُ لِلَيْلَةٍ، فَيُقَالُ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ۔)) (الصحيحة: ٢٢٩٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے قریب (ہونے کی علامت یہ بھی ہے کہ) چاند بڑا ہو جائے گا، جب ایک رات کا چاند نظر آئے گا تو کہا جائے گا کہ یہ تو دو راتوں کا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الصغير": ص١٨٢ ورقم ١١٣٠ــ الروض النضير، و في "الأوسط": أيضا ٢/ ١٣٠، ١/ ٧٠٠٧، و"مسند الشاميين": ٦٤٢

(٣٥٨٢)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْكَذِبُ، وَتَتَقَارَبَ الْاَسْوَاقُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَيَكْثُرَ الْهَرَجُ۔)) قِيْلَ: وَمَا الْهَرَجُ؟ قَالَ: ((اَلْقَتْلُ۔)) (الصحيحة: ٢٧٧٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت قائم ہوگی جب فتنے ظاہر ہوں گے، جھوٹ عام ہو جائے گا، بازار تنگ ہو جائیں گے، وقت جلدی گزرے گا اور ہرج زیادہ ہوگا۔'' کہا گیا: ہرج کے کیا معانی ہیں؟ فرمایا: ''قتل۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٥١٩

**شرح:**...... بعض مہینوں میں یہ علامت پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے کہ چاند معمول سے ہٹ کر بڑا معلوم ہوتا ہے۔

(٣٥٨٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَاَنْهَارًا۔)) (الصحيحة: ٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہو گی جب تک عربوں کی سرزمین سبزہ زاروں اور نہروں کی صورت اختیار

نہیں کر لے گی۔"

تخریج: رواه مسلم ۳/ ۸٤، وأحمد: ۲/ ۳۷۰و٤۱۷، والحاکم: ٤/ ٤۷۷

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: جزیرۂ عرب کے بعض علاقوں میں اس حدیثِ مبارکہ میں کی گئی پیشین گوئی کے آثار و علامات دکھائی دینے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خیرات و برکات کے نزول کے کئی مناظر نظر آ رہے ہیں، مختلف آلات کے ذریعے صحرائی زمین سے آبپاشی کے لیے پانی نکالا جا رہا ہے۔ بعض مقامی اخبار میں یہ بات بھی شائع ہوئی تھی کہ فرات کا رخ جزیرۂ عرب کی طرف موڑنے کے منصوبے پر غور کیا جا رہا ہے، ممکن ہے کہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ اس مناسبت سے درج ذیل حدیثِ مبارکہ پر غور کریں:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا يَأْتِي عَلَيْكَ زَمَانٌ إِلَّا وَالَّذِيْ بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ۔)) (صحیح بخاری)......"تم پر جو زمانہ بھی آئے گا، اس کے بعد والا اس سے برا ہو گا، یہاں تک تم اپنے ربّ سے جا ملو گے۔"

یہ حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت تک بدتر سے بدتر زمانہ آئے گا، بلکہ اس حدیث کو ان احادیث کی روشنی میں سمجھنا چاہیے، جن میں امام مہدی کی آمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اس لیے مایوسی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے ور اس انتظار میں رہنا چاہیے کہ اسلام پھر سے دنیا کو بیدا کرنے والا ہے۔ (صحیحہ: ٦)

(۳۵۸٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبِي مُوْسٰى، قَالَا: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيْهَا الْجَهْلُ، وَيُرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ فِيْهَا الْهَرْجُ۔)) قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى: الْهَرْجُ: الْقَتْلُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ۔ (الصحیحة: ۳۵۲۲)

سیدنا عبداللہ اور سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت سے قبل ایسے ایام بھی ہوں کہ ان میں جہالت عام ہو جائے گی، علم کا فقدان ہو جائے گا اور بکثرت قتل ہوں گے۔" سیدنا ابوموسیٰ کہتے ہیں: "ھرج" حبشی زبان کا لفظ ہے، اس کے معانی "قتل" کے ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاري: ۷۰٦۲، ۷۰٦۳، ۷۰٦٤، ۷۰٦٥، ۷۰٦٦، ومسلم: ۸/ ۵۸، ۵۹، والترمذي: ۲۲۰۰، وابن ماجه: ٤۰۵۰، ٤۰۵۱، وأبونعيم في "الحلية" ٤/ ۱۱۲، وابن أبي شيبة في "المصنف" ۱۸۹۷۱، وأحمد: ۱/ ٤۰۲، ٤/ ۳۹۲، ٤۰۵

**شرح:**...... اگر اِس دور کا سلف صالحین اور ان کے بعد والے دور سے موازنہ کیا جائے تو واضح طور پر علم شرعی کا شدید فقدان نظر آئے گا، قتل کی کثرت کا معاملہ تو واضح ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ دنیوی تعلیم کی تمام صورتیں ایک فن ہیں، جو دنیا میں مختلف انداز میں

معاون ثابت ہوتی ہیں، لیکن اس تعلیم سے تقوی، صالحیت اور اسلامی غیرت کے جذبات اور دین کی سمجھ پیدا نہیں ہوتی، بلکہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اعلی ڈگری حاصل کرنے کے بعد غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غور فرمائیں کہ ہمارے معاشرے میں انگریزی، ریاضی، کیمسٹری، کمپیوٹر، اردو اور دوسرے مضامین میں ماسٹر، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کے حاملین موجود ہیں، لیکن اگر وہ فہم قرآن سے محروم ہیں، ترجمۂ قرآن سے دور ہیں، علم حدیث پر ان کو دسترس حاصل نہیں ہے، اسلامی فقہ کا ان کو تجربہ نہیں ہے، تو یہی کہا جائے گا کہ اس معاشرے میں شرعی علم کا فقدان ہے اور اس میں بسیرا کرنے والے جاہل ہیں، کیونکہ شریعت کی نگاہ اس چیز کو علم کہتے ہیں جو اعمال صالحہ کا سبب بنتا ہے۔

قارئین کرام! محسوس نہ کرنا، راقم الحروف کا ایسے ہزاروں افراد سے واسطہ پڑا، جو اعلی دنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں، لیکن نماز جیسے فریضے سے کوسوں دور ہیں، قرآن مجید کی دیکھ کر بھی تلاوت نہیں کر سکتے، اہلیت ہونے کے صورت میں کئی ماہ قرآن مجید کھولنا ان کو نصیب نہیں ہوتا، لیکن اپنے آپ کو اتنا اہلیت والا سمجھتے ہیں کہ گویا ان کے بغیر دنیا بے آسرا ہو جائے گی۔ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو نماز کے وقت میں کسی یونیورسٹی اور اس میں تعمیر شدہ مسجد کا جائزہ لے لیں۔ شریعت میں ایسے معاشرے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

(٣٥٨٥)۔ عَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الْهَرَجَ۔)) قَالُوْا: وَمَا الْهَرَجُ؟ قَالَ: ((الْقَتْلُ ، اِنَّهُ لَيْسَ بِقَتْلِكُمُ الْمُشْرِكِيْنَ ، وَلٰكِنْ قَتْلُ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ، حَتّٰى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ ، وَيَقْتُلَ اَخَاهُ ، وَيَقْتُلَ عَمَّهُ ، وَيَقْتُلَ ابْنَ عَمِّهِ۔)) قَالُوْا: وَمَعَنَا عُقُوْلُنَا يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: ((اِنَّهُ لَتُنْزَعُ عُقُوْلُ اَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ، وَيَخْلُفُ لَهُ هَبَاءٌ مِنَ النَّاسِ ، يَحْسِبُ اَكْثَرُهُمْ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ، وَلَيْسُوْا عَلٰى شَيْءٍ۔)) قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا اَجِدُ لِي وَلَكُمْ مِنْهَا مَخْرَجًا اِنْ اَدْرَكَتْنِيْ وَاِيَّاكُمْ ۔اِلَّا اَنْ نَخْرُجَ مِنْهَا كَمَا دَخَلْنَا فِيْهَا ، لَمْ نُصِبْ مِنْهَا دَمًا وَلَا مَالًا۔ (الصحيحة:١٦٨٢)

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے ''ھرج'' ہو گا۔'' کسی نے پوچھا: ''ھرج'' کا کیا معنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا معنی قتل ہے، (ذہن نشین کر لو کہ) اس سے مراد تمھارا مشرکوں کو قتل کرنا نہیں ہے، بلکہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے، (اور بات یہاں تک جا پہنچے گی کہ) آدمی اپنے پڑوسی کو، بھائی کو، چچا کو اور چچا زاد کو قتل کر ڈالے گا۔'' صحابہ نے کہا: کیا اس وقت ہم میں عقل باقی ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس زمانے والوں کی عقلیں سلب کر لی جائیں گی، وہ بیوقوف لوگ ہوں گے، ان کی اکثریت اپنے آپ کو بزعمِ خود کسی حقیقت پر خیال کرے گی، لیکن وہ کسی حقیقت پر نہیں ہوں گے۔'' سیدنا ابو موسی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ایسے ایام ہم کو پا لیں تو ان سے راہِ فرار کا ایک ہی طریقہ ہو گا کہ جیسے ہم داخل ہوئے ایسے ہی وہاں سے نکل آئیں، نہ کسی کا خون بہائیں اور نہ کسی

کا مال چھینیں۔

تخریج: أخرجه أحمد: ٤/ ٣٩١، ٤١٤، وابن ماجه: ٣٩٥٩

**شرح:**...... یقیناً ہمارا معاشرہ اس حدیث کا مصداق بن چکا ہے، قتل اتنا عام ہو گیا کہ ایک ایک دھماکے میں سینکڑوں لوگ کام آ جاتے ہیں۔ محرم رشتہ داروں میں اس قدر دشمنی اور عداوت ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جان کے پیاسے نظر آتے ہیں اور موقع ملنے پر اپنی خواہشِ بد کا اظہار کر دیتے ہیں۔

(٣٥٨٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مِنْ اِقْتِرَابِ (وَفِي رِوَايَةٍ: اَشْرَاطُ) السَّاعَةِ اَنْ تُرْفَعَ الْاَشْرَارُ، وَتُوْضَعَ الْاَخْيَارُ، وَيُفْتَحَ الْقَوْلُ، وَيُخْزَنَ الْعَمَلُ، وَيُقْرَأَ بِالْقَوْمِ الْمُثْنَاةُ لَيْسَ فِيهِمْ اَحَدٌ يُنْكِرُهَا۔)) قِيلَ وَمَا الْمُثْنَاةُ؟ قَالَ: ((مَا اسْتُكْتِبَ سِوَى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔))

(الصحيحة: ٢٨٢١)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے قریب ہونے کی علامت یہ ہے کہ بدترین لوگوں کو اعلی مناصب دیے جائیں گے، شریف لوگوں کو ذلیل سمجھا جائے گا، لوگ بڑی بڑی باتیں (یعنی بڑکیں) ماریں گے، عمل محدود ہو جائے گا اور لوگوں میں ''مَثْنَاة'' عام ہو گی، کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکے گا۔'' کہا گیا کہ ''مثناۃ'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''جو چیز قرآنی (علوم) کے علاوہ لکھی جائے۔''

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٥٥٤، والهيثمي في "المجمع": ٧/ ٣٢٦، وابن أبي شيبة في "المصنف": ١٥/ ١٦٥/ ١٩٣٩٥، وأبو عمرو الداني في "الفتن": ق٥٣/ ١-٢، والبيهقي في "الشعب": ٤/ ٣٠٦/ ٥١٩٩

**شرح:**...... مسلم ممالک میں صدارت و وزارتِ عظمی جیسے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے والوں اور قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے امیدواروں اور دوسرے اعلی عہدیداروں کی مذہبی حالت کیا ہے؟ یہ فیصلہ شریعت کی روشنی میں کیا جائے گا۔ ان کے مقابلے میں لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والوں، بچوں کو قرآن مجید کی ناظرہ، حفظ اور ترجمہ کی تعلیم دینے والوں، مساجد میں خطابت و امامت کے منصب کو سنبھالنے والوں، اذان دینے والوں، مسجد کی صفائی کرنے والوں اور نکاح، فتوی اور نماز جنازہ جیسی ذمہ داریوں کو نبھانے والوں کا کیا مقام ہے؟ یہ فیصلہ بھی شریعت کی روشنی میں کیا جائے گا۔ اگر سچ پوچھیں تو صرف نماز پڑھانا اور قرآن مجید کی تعلیم دینا اتنا عظیم اور جلیل عمل ہے کہ بظاہر اس عمل کا مقابلہ کرنے کے لیے عوام کے پاس کوئی مقابل موجود نہیں ہے، اس پر مستزاد یہ کہ عوام کی نمازوں اور تلاوتوں کا ثواب بھی پہلے ان مسجد والوں کے کھاتے میں آتا ہے، کیونکہ یہ ان کی تعلیم کا نتیجہ ہوتا ہے۔

بہر حال آپ ﷺ کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور حالات بدل گئے، اب احترام تو ہو گا، لیکن مال کی وجہ سے، نسب کی وجہ سے، حسن کی وجہ سے، عہدے کی وجہ سے، سیاسی موافقت کی وجہ سے، دنیوی تعلیم کی وجہ سے، پرانی یاری کی

وجہ سے۔ اس وجہ سے نہیں کہ فلاں نمازی ہے، روزانہ تلاوت کرتا ہے، حافظ قرآن ہے، بچوں کو حفظ و ناظرہ اور احادیثِ رسول کی تعلیم دیتا ہے، لوگوں کو نیکی اور سنت کی طرف رغبت دلاتا ہے اور برائی اور بدعت سے منع کرتا ہے، مسجد کی صفائی کرتا ہے۔ رہا مسئلہ معاوضے اور تنخواہ کا، جو عوام کا بہت بڑا اعتراض ہے، تو گزارش ہے کہ کئی لوگ فی سبیل اللہ کام کر رہے ہیں اور کئی لوگ بہت تھوڑی تنخواہ وصول کرتے ہیں، جو کہ ان کے لیے حلال اور جائز ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ حدیثِ مبارکہ ہے، اس میں مذکورہ تمام امور وقوع پذیر ہو چکے ہیں، بالخصوص ''مَثْنَاۃ'' والا معاملہ۔ لیکن قرآن مجید اور اس کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبویہ اور سلف صالحین کے آثار کی کتابت کو مستثنی کر لیا گیا ہے۔

رہا مسئلہ ان فقہی کتب کا، جن میں مقلدین کے فرضی مسائل کا بیان ہے اور جنھوں نے طویل زمانے کی جدو جہد کے بعد لوگوں کی توجہ کو قرآن مجید اور سنتِ رسول سے ہٹا لیا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ آج کل کے اکثر مقلدوں میں یہی چیز نظر آتی ہے، حالانکہ ان میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والے اور شرعی کلیات سے سندِ فراغت لینے والے بھی موجود ہیں، ان کا مذہب تقلید ہے اور یہ اسے علما سمیت تمام لوگوں کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ ان کے سرخیل ابو الحسن کرخی حنفی نے اپنی مشہور قاعدے کا یوں اظہار کیا: کل آیه تخالف ما علیه اصحابنا فهی مؤولة او منسوخة و کل حدیث کذلك فهو مؤول او منسوخ۔ (تاریخ التشریع الاسلامی للشیخ محمد الخضری)...... ہر وہ آیت، جو ہمارے اصحاب کے مسلک کے مخالف ہے، اس کی تاویل کی جائے گی یا اس کو منسوخ سمجھا جائے گا، اور یہی معاملہ ہر حدیث کا ہے کہ اس کی بھی تاویل کی جائے گی یا پھر اس کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

سبحان اللہ! ان لوگوں نے اپنے مذہب کو اصل اور قرآن مجید کو اس کا تابع بنا دیا، یہی وہ ''مَثْنَـــاۃ'' (لکھت پڑھت) ہے، جس کو اس حدیث میں قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

ہدایہ میں اس حدیث کے بعد ''مَثْنَاۃ'' کی تفسیر میں یہ کہا گیا ہے: ''اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس لفظ سے مراد حضرت موسی علیہ السلام کے بعد والے بنو اسرائیل کی اخبار ہیں اور وہ اس طرح کہ ان لوگوں نے اللہ کی کتاب کو ترک کر کے اپنی منشا کے مطابق ایک (خود ساختہ) کتاب ترتیب دی، اسے ''مثناۃ'' کہتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہ اہل کتاب سے روایت لینے کو ناپسند کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ان کی کتابیں موجود تھیں، جو ان کو یرموک والے دن ملی تھیں۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: یہ تفسیر اس حدیثِ مبارکہ کے ظاہری مفہوم سے بہت بعید ہے، کیونکہ ''مثناۃ'' تو قربِ قیامت کی علامتوں میں سے ہے، اس چیز کا یہودیوں کے اس فعل سے کیا تعلق ہے، جو آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کیا گیا۔ بلا شک و شبہ ابن اثیر نے ''قِیْلَ'' کہہ کر اس تفسیر کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

اور اس حدیث کی درج ذیل تفسیر کرنا تو سب سے زیادہ ضعیف ہے:

جوہری نے کہا: "مَثْنَاة" سے مراد گانے ہیں، جن کو فارسی میں "دوبیتی" کہتے ہیں۔ (صحیحہ: ۲۸۲۱)

آخری قطعۂ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں اخباروں، ڈائجسٹوں اور کہانیوں جیسی فضول چیزوں کا عام مطالعہ ہوگا، قرآنی علوم کی طرف توجہ دھرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

(۳۵۸۷)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ، يُصَدَّقُ فِيْهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيْهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيْهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيْهَا الْاَمِيْنُ، وَيَنْطِقُ فِيْهَا الرُّوَيْبِضَةُ۔)) قِيْلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: ((الرَّجُلُ التَّافِهُ، يُكَلِّمُ فِي اَمْرِ الْعَامَّةِ۔))

(الصحيحة:۱۸۸۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر عنقریب فریبی و مکاری والا زمانہ آئے گا، اس میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور خائن کو امین اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا اور "رویبضہ" قسم کے لوگ (عوام الناس کے امور سے متعلقہ) گفتگو کریں گے۔" پوچھا گیا کہ "رویبضہ" سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "معمولی اور کم عقل لوگ جو عوام الناس کے امور پر بحث و مباحثہ کریں گے۔"

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤٠٤٢، والحاكم: ٤/ ٤٦٥، ٥١٢، وأحمد: ٢/ ٢٩١، والخرائطي في "مكارم الأخلاق": صـ ٣٠

(۳۵۸۸)۔ (۲۵۵۷)۔ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْنَا نَمْشِي مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَلَمَّا رَكَعَ النَّاسُ، رَكَعَ عَبْدُاللّٰهِ وَرَكَعْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ نَمْشِي، فَمَرَّ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ! فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ وَهُوَ رَاكِعٌ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔ فَلَمَّا انْصَرَفَ سَاَلَهُ بَعْضُ الْقَوْمِ: لِمَ قُلْتَ حِيْنَ سَلَّمَ عَلَيْكَ الرَّجُلُ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ؟ قَالَ: اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اِذَا كَانَتِ التَّحِيَّةُ عَلَى الْمَعْرِفَةِ۔

اسود بن یزید کہتے ہیں: مسجد میں نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی، ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف چل پڑے، لوگ رکوع کی حالت میں تھے، سیدنا عبداللہ نے (صف تک پہنچنے سے قبل ہی) رکوع کر لیا اور ہم بھی رکوع کے لیے جھک گئے اور رکوع کی حالت میں چل کر (صف میں کھڑے ہو گئے)۔ ایک آدمی سیدنا عبداللہ کے سامنے سے گزرا، اس نے کہا: ابوعبد الرحمٰن! السلام علیکم۔ سیدنا عبداللہ نے رکوع کی حالت میں ہی کہا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو بعض افراد نے سوال کیا: جب اُس آدمی نے آپ پر سلام کہا تو آپ نے یہ کیوں کہا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا؟ انھوں نے جواباً کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "یہ چیز بھی

وَفِي رِوَايَةٍ: اَنْ يُّسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا لِلْمَعْرِفَةِ۔)) (الصحيحة:٦٤٨)

علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ سلام معرفت کی بنا پر ہوگا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''ایک آدمی دوسرے کو سلام تو کہے گا، لیکن معرفت کی بنا پر کہے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٣٨٧، والطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٣٦/ ٢

**شرح:**...... اکثر مسلمانوں کا یہی حال ہے کہ ان کا سلام مخصوص افراد کے لیے رہ گیا ہے، جب کہ احادیث کی روشنی میں ہر ایک، وہ معروف ہو یا غیر معروف، کو سلام کہنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(٣٥٨٩)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَفِيْضَ الْمَالُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَتَفْشُوَ التِّجَارَةُ، وَيَظْهَرَ الْعِلْمُ۔)) (الصحيحة:٢٧٦٧)

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ چیز علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ مال پھیل جائے گا، جہالت عام ہو جائے گی، فتنے ابھر پڑیں گے، تجارت عام ہو جائے گی اور علم (یعنی پڑھائی لکھائی) عام ہو گی۔''

تخريج: أخرجه النسائي في "سننه": ٢/ ٢١٢، والحاكم في "مستدركه": ٢/ ٧، واللفظ له، والطيالسي: ١١٧١، وعنه ابن منده في "المعرفة": ٢/ ٥٩/ ٢، والخطابي في "غريب الحديث": ٨١/ ٢

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آج کل اکثر حکومتیں ناخواندگی اور ان پڑھی کو ختم کرنے اور پڑھنے لکھنے کا بہت اہتمام کر رہی ہیں اور اس پر فخر کناں بھی ہیں۔ ہر حکومت یہ اعلان کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ اس کے ہاں ناخوانگی کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں اس اہتمام کا قوی اشارہ موجود ہے، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، یہ حدیث آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جن احادیث میں علم کے ختم ہونے اور جہالت کے عام ہونے کو قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد علم شرعی ہے، جس کے ذریعے لوگ اپنے ربّ کو پہچانتے ہیں اور اس کی کما حقہ عبادت کرتے ہیں، نہ کہ صرف لکھائی پڑھائی۔ اور آج یہ حقیقت مشاہدہ شدہ بن چکی ہے کہ عصرِ حاضر کے منہجوں کی مروّجہ کتابت و تعلیم کی وجہ سے اکثر اسلامی خاندان شریعتِ اسلامیہ سے دور اور علم شرعی سے جاہل ہو گئے ہیں، الا ما شاء اللہ۔ درج ذیل حدیث سے ہمارے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس طرح علم کو ختم نہیں کرے گا کہ اسے لوگوں کے (سینوں سے) کھینچ لے، بلکہ وہ علما کو موت دے دے گا، اس طرح علم ناپید ہو جائے گا، جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیں گے، جب ان سے سوالات کیے جائیں گے، تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، اس طرح خود بھی گمراہ ہو

جائیں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔“

امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہ ، جن کی تصدیق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی، سے بیان کیا ہے۔(صحیحہ : ۲۷٦۷)

(۳۵۹۰)۔ عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الْجَمحِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْأَصَاغِيْرِ۔)) (الصحيحة:٦٩٥)

سیدنا ابو امیہ جمحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ چیز علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ حقیر و ذلیل لوگوں کے پاس علم تلاش کیا جائے گا۔“

تخريج: أخرجه ابن المبارك في"الزهد": ٦١، وعنه أبو عمرو الداني في"الفتن": ٦٢/ ٢، واللالكائي في"شرح أصول السنة": ٢٣٠/ ١ـ كواكب٥٧٦، وكذا الطبراني في"الكبير": وعنه الحافظ عبدالغني المقدسي في"العلم": ١٦/ ٢، وابن منده في"المعرفة": ٢/ ٢٢٠/ ١، وابن عبد البر في"جامع العلم": ١/ ١٥٧ـ١٥٨، والخطيب في"الفقيه والمتفقه": ٢/ ٧٩

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی اس دور میں حرف بحرف پوری ہو چکی ہے۔ بڑے بڑے تعلیمی اداروں میں ایسے ایسے لوگوں کو استفتا اور علم شرعی کے حصول کے لیے منتخب کیا جاتا ہے، جو علمی اور عملی طور پر اسلام کے بنیادی احکام سے غافل ہوتے ہیں۔ ہم نے بسیار ایسے نام نہاد علمی لوگوں کو دیکھا ہے، جو بے نماز ہیں، شیو کرتے ہیں، اسلامی آداب کے یکسر پابند نہیں ہیں، بے پردہ عورتوں میں گھل مل کر رہتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ اسلامیات کے موضوع پر لیکچر دیتے ہیں، اپنے سہولت آمیز اور برے مزاج کے مطابق اسلام کو لچک دار بناتے ہیں، صدیوں سے اسلام کی حقیقی خدمت کرنیو والوں پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور طلبہ وعوام کی اسلام سے متعلقہ مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون).

(۳۵۹۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعاً: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَمُرَّ الرَّجُلُ فِي الْمَسْجِدِ لَا يُصَلِّي فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔)) (الصحيحة:٦٤٩)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ چیز بھی علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ آدمی دو رکعت نماز پڑھے بغیر مسجد سے گزر جائے گا۔“

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في"صحيحه": ١٣٢٦

**شرح**:...... آج کل ہزاروں لوگوں کی ایسی مثالیں موجود ہیں، اللہ تعالی سلامت و عافیت میں رکھے۔

(۳۵۹۲)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ الْفُحْشَ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بدزبانی، فحش گوئی، قطع رحمی، خائن کو

وَالتَّفَحُّش، وَقَطِيعَةَ الْأَرْحَامِ، وَائْتِمَانَ الْخَائِنِ۔ اَحْسِبُهُ قَالَ: وَتَخْوِينَ الْاَمِينِ۔)) (الصحيحة: ٢٢٣٨)

امین اور امانتدار کو خائن سمجھنا علامات قیامت میں سے ہے۔''

تخریج: أخرجه البزار:٢٣٨

(٣٥٩٣)۔ عَنْ بُقَيْرَةَ امْرَأَةِ الْقَعْقَاعِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: ((يَا هٰؤُلَاءِ! إِذَا سَمِعْتُمْ بِجَيْشٍ قَدْ خُسِفَ بِهِ قَرِيْبًا، فَقَدْ أَظَلَّتِ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ١٣٥٥)

قعقاع بن ابو حدرد اسلمی کی بیوی بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''لوگو! جب تم قریب ہی کسی آدمی کے دھنسنے کے بارے میں سنو تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا) قیامت سایہ فگن ہو چکی ہے۔''

تخریج: أخرجه أحمد:٦/ ٣٧٨، والحميدي: ٣٥١

(٣٥٩٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَسْخٌ، وَخَسْفٌ، وَقَذْفٌ۔)) (الصحيحة:١٧٨٧)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے قبل (لوگوں کی) شکلیں بگڑیں گی، انھیں دھنسایا جائے گا اور ان پر سنگ باری کی جائے گی۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ٤٠٥٩

**شرح**:...... بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والے لشکر کو بھی بیدا مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ابھی تک یہ علامات پوری نہیں ہوئیں۔

(٣٥٩٥)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ يَظْهَرُ الرِّبَا، وَالزِّنٰى، وَالْخَمْرُ۔)) (الصحيحة: ٣٤١٥)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے سود، زنا اور شراب عام ہو جائے گا۔''

تخریج: أخرجه الطيالسي في "مسنده": ١٢١/ ٨٩١

**شرح**:...... عصر حاضر میں کفار تو کفار، مسلمانوں میں بھی تینوں چیزیں عام ہو چکی ہیں۔

(٣٥٩٦)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعًا: ((تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے نمودار ہوں گے، آدمی بوقت صبح مومن

وَيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ أَقْوَامٌ دِينَهُمْ بِعَرَضِ الدُّنْيَا.)) (الصحيحة:٨١٠)

ہوگا اور شام کو کافر اور بوقتِ شام مومن ہوگا اور صبح کو کافر، لوگ اپنے دین کو دنیوی ساز و سامان کے عوض فروخت کر دیں گے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٣/ ٢٢١، بشرح التحفة، وابن شيبة في "الايمان": ٦٤، وفي "المصنف": ١١/ ٣٩و ١٥/ ٤٧، والحاكم: ٤/ ٤٣٨، والفريابي في "صفة المنافق": ص ٦٦ من "دفائن الكنوز"

**شرح:**...... جامع ترمذی کی روایت میں ان فتنوں سے پہلے پہلے عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''بوقتِ صبح مومن اور شام کو کافر.....'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ صبح کو ایمان سے متصف ہوگا اور اعمال صالحہ سے مزین گا، لیکن شام کو کفر کی دلدل میں پھنسا ہوا اور کفریہ اعمال کرتا ہوا نظر آئے گا اور یہ معنی بھی کیا گیا ہے صبح کو اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھے گا، لیکن شام کو ان کو حلال تصور کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ حالات ایسا رخ اختیار کرلیں گے کہ انسان کو اپنے بدل جانے کی کوئی سمجھ نہیں آئے گی، اس معاملے میں وہ لاشعوری کا اظہار کرے گا۔ اب ایسے ہو رہا ہے کہ ایک انسان اچھا بھلا نیک پرہیزگار نظر آتا ہے، لیکن کچھ دنوں کے بعد جب اس سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کی روحانی کیفیت بگڑ چکی ہوتی ہے اور نماز جیسے فریضے کو ترک کر چکا ہوتا ہے، کوئی سود کھانے کی وجہ سے گر چکا ہوتا تو کسی سے اچانک قتل ہو جاتا ہے، کوئی دوسرے خاندان کی بچی کی حرمتوں کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی دوسرے کے مال کو ہڑپ کر جانے کی سوچ رہا ہوتا ہے۔ تاجروں کو کوئی شعور نہیں کہ ان کی تجارت شرعی اصولوں پر مبنی ہے یا نہیں، اپریل ۲۰۰۹ء کی بات کہ ایک تاجر نے ایک شرعی قاعدے کو نظر انداز کر کے سودا کیا، اسے اس وجہ سے دو دنوں کے اندر اڑتالیس لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لوگ دنیا میں بہت زیادہ دلچسپی لینے والے اور اس کے حریص ہوں گے اور ان کے دینی معاملات بگڑ جائیں گے۔

ملا علی قاری نے کہا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی صبح کو اصل ایمان یا کمال ایمان سے متصف ہوگا، لیکن شام کو حقیقت ایمان سے محروم ہوگا یا نعمتوں کی ناشکری کرتا ہوا یا کافروں سے مشابہت اختیار کرتا یا کافروں والے عمل کرتا ہوا نظر آئے گا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صبح کو اللہ تعالی کے حرام کردہ امور کو حرام سمجھے گا، لیکن شام کو حلال سمجھنے لگے گا۔ اس جملے کا ماحصل یہ ہے کہ اس زمانے میں لوگ اپنے دین کے معاملے میں تذبذب میں ہوں گے اور ان کی ساری توجہ دنیوی امور پر مرکوز ہوگی۔ (مرقاة المفاتيح: ٩/ ٢٦٠)

(٣٥٩٧)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ مَرْفُوْعًا: ((سِتٌّ مِّنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ: مَوتِيْ، وَفَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدَسِ، وَمَوْتٌ يَأْخُذُ فِي النَّاسِ كَقِعَاصِ الْغَنَمِ، وَفِتْنَةٌ يَدْخُلُ حَرُّهَا بَيْتَ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علاماتِ قیامت چھ ہیں: میرا فوت ہونا، بیت المقدس کا فتح ہونا، بکری کے سینے کی بیماری کی طرح موت کا لوگوں کو دبوچنا، ہر مسلمان کے گھر کو متاثر کرنے والے فتنے کا

كُلَّ مُسْلِمٍ، وَأَنْ يُعْطَى الرَّجَالَ أَلْفُ دِيْنَارٍ فَيَتَسَخَّطُهَا، وَأَنْ تَغْدِرَ الرُّوْمُ فَيَسِيْرُوْنَ فِي ثَمَانِيْنَ بَنْدًا، تَحْتَ كُلِّ بَنْدٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفاً.)) (الصحيحة:١٨٨٣)

ابھرنا، آدمی کا ہزار دینار کو خاطر میں نہ لانا (یعنی کم سمجھنا) اور روم کا غداری کرنا، وہ اسی جھنڈوں کے نیچے چلیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار افراد ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٢٨، وعنه الضياء المقدسي في "فضائل الشام": ٢/ ٤٤/ ٢

**شرح:**...... اس حدیث میں چھ علامات قیامت بیان کی گئی ہیں: آپ ﷺ فوت ہو چکے، بیت المقدس کی فتح مکمل ہوگئی ہے، کہا جاتا ہے کہ خلافت فاروقی میں طاعون کی وجہ سے تین دنوں میں ستر ہزار لوگوں کا مر جانا اسی حدیث کا مصداق ہے۔ حدیث میں وہ فتنہ مراد ہے، جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنا اور پھر اس کے فتنوں کا تسلسل ابھی تک جاری ہے۔ پانچویں علامت سے مراد مال و دولت کی کثرت ہے، جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں عظیم فتوحات کی وجہ سے پوری ہو چکی ہے، اس کے بعد سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا رہا۔ چھٹی علامت یعنی رومیوں کا غداری کرنا، جس میں وہ سات لاکھ اور ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ آئیں گے، ابھی تک واقع نہیں ہوئی۔

(٣٥٩٨)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ؟ فَقَالَ: (( ﴿عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾ (الاعراف: ١٨٧)، وَلٰكِنْ أُخْبِرُكُمْ بِمَشَارِيْطِهَا، وَمَا يَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيْهَا: إِنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا فِتْنَةً وَهَرَجًا۔)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! الْفِتْنَةُ قَدْ عَرَفْنَاهَا فَالْهَرَجُ مَاهُوَ؟ قَالَ: ((بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ: الْقَتْلُ، وَيُلْقٰى بَيْنَ النَّاسِ التَّنَاكُرُ فَلَا يَكَادُ أَحَدٌ أَنْ يَعْرِفَ أَحَدًا۔)) (الصحيحة: ٢٧٧١)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے جوابًا یہ آیت پڑھی: ''اس کا علم میرے ربّ ہی کے پاس ہے، اس کے وقت پر اس کو سوائے اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔'' (سورۂ اعراف: ١٨٧) پھر فرمایا: ''البتہ میں تمھارے لیے اس کی علامتوں اور اس سے پہلے امور کی نشاندہی کر دیتا ہوں۔ اس سے پہلے فتنہ اور ہرج ہوگا۔'' صحابہ نے کہا: ہمیں فتنے کے مفہوم کا تو علم ہے، ہرج سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حبشی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ''قتل'' کے ہیں، اور (قیامت سے پہلے) لوگوں میں اجنبیت پائی جائے گی، کوئی کسی کو نہیں پہچانے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٨٩

**شرح:**...... یہ حقیقت ہے کہ ماضی کو پرکھا جائے یا حال پر نگاہ دوڑائی جائے، ہر دور میں فتنے اور قتل بھرپور انداز میں نظر آتے ہیں، بلکہ خلفائے راشدین کے دور کے آخر سے ہی یہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ رہا مسئلہ نامانوسیت اور اجنبیت کا تو وہ تو آج عروج پر ہے، ہر آدمی نے اپنی وفا کے لیے کچھ رشتہ داروں اور چند دوسرے لوگوں کو مخصوص کر لیا ہے۔

انسان کا بحیثیتِ انسان اور مسلمان کا بحیثیتِ مسلمان احترام نہیں ہے۔

## قیامت کی پہلی بڑی علامت
## آگ کا لوگوں کو شام میں جمع کرنا

(۳۵۹۹)۔ عَنْ اَنَسٍ: اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَقْدَمَهُ الْمَدِیْنَةَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثِ خِصَالٍ، لَایَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ۔ قَالَ: ((سَلْ۔)) قَالَ: مَااَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا اَوَّلُ مَایَاْكُلُ مِنْهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَمِنْ اَیْنَ یَشْبَهُ الْوَلَدُ اَبَاهُ وَاُمَّهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ آنِفاً۔ قَالَ: ذٰلِكَ عَدُوُّالْیَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ۔)) قَالَ: ((اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْمَشْرِقِ، فَتَحْشُرُ النَّاسَ اِلَی الْمَغْرِبِ، وَاَمَّا اَوَّلُ مَایَاْكُلُ مِنْهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ زِیَادَةُ كَبِدِ الْحُوْتِ، وَاَمَّا شَبَهُ الْوَلَدِ اَبَاهُ وَاُمَّهُ، فَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ، نَزَعَ اِلَیْهِ الْوَلَدُ، وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ الرَّجُلَ، نَزَعَ اِلَیْهَا۔)) قَالَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ، وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ الْیَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ، وَاِنَّهُمْ اِنْ یَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِي یَبْهَتُوْنِي عِنْدَكَ، فَاَرْسِلْ اِلَیْهِمْ، فَاسْاَلْهُمْ عَنِّي: اَيُّ رَجُلٍ اِبْنُ سَلَامٍ فِیْكُمْ؟ قَالَ: فَاَرْسَلَ اِلَیْهِمْ، فَقَالَ: ((اَيُّ رَجُلٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ فِیْكُمْ؟)) قَالُوْا: خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا،

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا، صرف نبی کو ان کا علم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پوچھو۔'' انھوں نے کہا: قیامت کی پہلی علامت کون سی ہے؟ جنتی لوگ سب سے پہلے کون سی چیز کھائیں گے؟ اور بچے کی اپنے باپ یا ماں سے مشابہت کیسے ہوتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام نے مجھے ابھی ابھی یہ باتیں بتلائی ہیں۔'' انھوں نے کہا: یہ فرشتہ تو یہودیوں کا دشمن ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی پہلی علامت یہ ہوگی کہ مشرق سے آگ نکلے گی، وہ لوگوں کو مغرب کی طرف اکٹھا کرے گی، جنتی لوگ سب سے پہلے مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ کھائیں گے اور رہا مسئلہ بچے کا اپنے باپ یا ماں سے مشابہ ہونا تو جب مرد کا مادۂ منویہ عورت کے پانی سے سبقت لے جاتا ہے تو بچے کی اس سے مشابہت ہو جاتی ہے اور جب عورت کا مادۂ منویہ مرد کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو اس سے مشابہت ہو جاتی ہے۔'' سیدنا عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مزید کہا: اے اللہ کے رسول! بیشک یہودی لوگ الزام تراش ہیں، جب انھیں میرے اسلام کا پتہ چلے گا تو وہ مجھ پر جھوٹے الزامات دھریں گے۔ آپ اس طرح کریں کہ ان کو بلائیں اور میرے بارے میں یوں پوچھیں: تم میں یہ

وَعَالِمُنَا وَابْنُ عَالِمِنَا، وَأَفْقَهُنَا. قَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ تُسْلِمُوْنَ؟)) قَالُوْا: أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ! قَالَ: فَخَرَجَ ابْنُ سَلَامٍ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. قَالُوْا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا، وَجَاهِلُنَا وَابْنُ جَاهِلِنَا. فَقَالَ ابْنُ سَلَامٍ، هٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَتَخَوَّفُ مِنْهُ.

(الصحيحة: ٣٤٩٣)

ابن سلام کون اور کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور پوچھا: ''تم میں یہ عبداللہ بن سلام کون اور کیسا ہے؟'' انھوں نے کہا: وہ بہترین فرد ہے اور بہترین باپ کا بیٹا ہے اور وہ عالم ہے اور عالم باپ کا بیٹا ہے اور وہ بہت عظیم فقیہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''اگر وہ مسلمان ہو جائے تو کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟ انھوں نے کہا: اللہ تعالی اسے اس طرح کرنے سے بچائے رکھے۔ اتنے میں سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نکلے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگ گئے: یہ بدترین آدمی ہے اور بدترین باپ کا بیٹا ہے اور جاہل ہے اور جاہل باپ کا بیٹا ہے۔ ابن سلام نے کہا: یہی بات ہے جس کا مجھے اندیشہ تھا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ١٠٨، وأخرجه البخاري: ٣٣٢٩، ٣٩٣٨، ٤٤٨٠، والنسائي في "السنن الكبرى": ٥/ ٣٣٨/ ٩٠٧٤

(٣٦٠٠)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَتَخْرُجُ نَارٌ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِحَضْرَمَوْتَ، تَحْشُرُ النَّاسَ.)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ.))

(الصحيحة: ٢٧٦٨)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب روزِ قیامت سے قبل بحرِ حضرموت سے آگ نکلے گی، وہ لوگوں کو جمع کرے گی۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! (ایسے وقت کا سامنا کرنے کے لیے) آپ ہمیں کیا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شام کو لازم پکڑنا۔''

تخريج: أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف": ١٥/ ٧٨

**شرح**:...... ''شام کو لازم پکڑنا'' کا مطلب یہ ہے کہ شام کے راستے پر چل پڑنا اور اس کے فریق کو لازم پکڑنا، کیونکہ یہ علاقہ اس وقت آگ کے پہنچنے سے سالم ہوگا اور رحمت والے فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔

یہ آگ اس اعتبار سے قیامت کی پہلی علامت ہے کہ اس کے بعد دنیوی امور کا وجود ختم ہو جائے گا اور اس لحاظ سے آخری نشانی ہے کہ قیامت کی جتنی نشانیاں بیان کی گئیں ہیں، ان میں سب سے آخری یہ آگ ہوگی، اس کے بعد صور پھونک دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر کی بحث کا خلاصہ:

کل چار حشر ہوں گے، دو دنیا میں اور دو آخرت میں۔

(۱) پہلا حشر، جس کا ذکر سورۂ حشر میں ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ (سورۂ حشر: ۲) ...... ''وہی (اللہ) ہے، جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے، پہلے حشر کے وقت نکالا۔''

اس سے مراد یہودی قبیلے بنونضیر کی جلاوطنی ہے، جو مدینہ منورہ سے نکل کر خیبر میں جا کر مقیم ہو گئے۔ بہرحال یہ حشر کی کوئی مستقل قسم نہیں ہے۔

(۲) دوسرے حشر کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے، جو قیامت کی علامت ہے، ایک روایت میں ہے کہ ''یہ آگ عدن کے انتہائی مقام سے نکلے گی اور لوگوں کو حشر کی طرف لے جائے گی۔'' جبکہ اس روایت میں ہے کہ ''یہ آگ مشرق سے نکلے گی اور لوگوں کو مغرب کی طرف اکٹھا کرے گی۔'' اس حدیث میں مغرب سے مراد شام کا علاقہ ہے۔ ان روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ جمع و تطبیق کی یہ صورت ممکن ہے کہ اس آگ کی ابتدا عدن کے انتہائی علاقے سے ہوگی، پھر یہ زمین میں پھیل جائے گی۔

(۳) مردوں کو ان کی قبروں سے اٹھا کر موقف کی طرف لے کر جانا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾

(۴) حساب و کتاب کے بعد لوگوں کو جنت وجہنم کی طرف لے کر جانا۔

درج ذیل بالا بحث کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((سَتَكُوْنُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ اَهْلِ الْاَرْضِ اَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرُ اِبْرَاهِيْمَ، وَيَبْقٰى فِي الْاَرْضِ شِرَارُ اَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ اَرْضُوْهُمْ، تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللّٰهِ، وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ.)) ...... ''ہجرت کے بعد ہجرت ہوتی رہے گی، زمین کے باسیوں میں سب سے بہتر لوگ وہ ہوں گے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دارِ ہجرت (شام) کو اختیار کیے ہوں گے اور (قربِ قیامت کے وقت) برے لوگ ہی رہ جائیں گے۔ ان کی زمینیں انہیں نکال باہر پھینکیں گی، اللہ عزوجل بھی انہیں برا جانے گا اور آگ ان لوگوں کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ جمع کرے گی۔'' (ابو داود: ۲٤۸۲) آخری جملے کا معنی یہ ہے کہ آگ ان کو جمع کرے گی اور ان کو ہانکے گی، یہ لوگ آگ سے ڈر کر جانوروں کے ساتھ بھاگیں گے۔

## قیامت قریب ہے

(۳٦۰۱)۔ عَنْ اَبِي جُبَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((بُعِثْتُ فِي نَسَمِ السَّاعَةِ۔)) سیدنا ابوجبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے قیامت کے قریب مبعوث کیا گیا ہے۔''

(الصحيحة:۸۰۸)

تخريج: رواه الدولابي في "الكنى": ١/ ٢٣، وابن منده في "المعرفة": ٢/ ٢٣٤/ ٢، وأبوبكر أحمد الحاكم في "الكنى": أيضا: ٥٦/ ٢

**شرح:** ...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث درجذیل حدیث کے ہم معنی ہے: ((بُعِثْتُ بين يدي الساعة۔)) ......"مجھے قیامت کے سامنے مبعوث کیا گیا ہے۔" میں نے (ارواء الغليل: ١٢٦٩) میں اس کی تخریج کی ہے۔

## قربِ قیامت کی مثال

(٣٦٠٢)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: اَنَّ رَجُلاً سَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ؟ وَعِنْدَهُ غُلَامٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، يُقَالُ لَهُ: مُحَمَّدٌ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنْ يَّعِشْ هٰذَا الْغُلَامُ، فَعَسٰى اَنْ لَّا يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔)) وَثَبَتَ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ اَيْضًا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: قیامت کب برپا ہوگی؟ اس وقت آپ ﷺ کے پاس محمد نامی انصاری بچہ موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے جواب دیا: "اگر یہ بچہ زندہ رہا تو ممکن ہے کہ اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے۔" یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(الصحيحة:٣٤٩٧)

تخريج: قد ثبت من حديث أنس، وعائشة۔

(١)۔ أما حديث أنس، فله طرق:

الأولى: عن حماد بن سلمة عن ثابت البناني عن أنس بن مالك: فأخرجه مسلم: ٨/ ٢٠٩، وأحمد: ٣/ ٢٢٨، ٢٦٩

الثانية: عن قتادة عن أنس: فأخرجه البخاري: ٦١٦٧، ومسلم، وأحمد: ٨/ ١٩٢

الثالثة: عن الحسن عن أنس: فأخرجه أحمد: ٣/ ٢١٣ و ٢٨٣

(٢)۔ وأما حديث عائشة؛ فأخرجه ابن ابی شيبة في "المصنف": ١٥/ ١٦٨/ ١٩٤٠٥، ومن طريقه مسلم

**شرح:** ...... اس حدیث کے دو مفہوم ہیں: (۱) آپ ﷺ مبالغہ کے ساتھ قیامت کے قریب ہونے کو باور کرانا چاہتے ہیں، آپ ﷺ کا مقصد تعیین نہیں ہے، کئی دوسری احادیث سے بھی یہ مفہوم واضح ہوتا ہے۔

(۲) یہ حدیث درج ذیل حدیث کے ہم معنی ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا: "جو (انسان) آج زمین پر زندہ ہیں، سو سال تک ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔" ......اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ ختم ہو جائے گا، واقعی ایسے ہی ہوا کہ اِس وقت سے ایک

صدی کے اندر اندر وہ تمام لوگ فوت ہو گئے تھے، جو اس فرمان کے وقت موجود تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: محدثین کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں جو ٹھیک سو برس کے بعد ١١٠ھ میں فوت ہوئے۔ (فتح الباری: ٢/ ٩٥)

اس عنوان میں مذکورہ حدیث میں بھی آپ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ اگر یہ بچہ بوڑھا ہو کر مرا تو اس کی موت سے پہلے وہ تمام لوگ فوت ہو جائیں گے، جو اس وقت دنیا میں موجود ہیں اور ہر شخص کی قیامت اس کی موت کے بعد قائم ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں معانی دوسری احادیث سے بھی ثابت ہوتے ہیں، اس لیے دونوں درست ہیں، کوئی ایک مراد لیا جا سکتا ہے۔

(٣٦٠٣)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ - وَضَمَّ اِصْبَعَيْهِ الْوُسْطٰي وَالَّتِي تَلِي الْاِبْهَامَ۔ وَقَالَ: مَثَلِي وَمَثَلُ السَّاعَةِ اِلَّا كَفَرَسَيْ رِهَانٍ ثُمَّ قَالَ: مَامَثَلِي وَمَثَلُ السَّاعَةِ اِلَّا كَمَثَلِ رَجُلٍ بَعَثَهُ قَوْمٌ طَلِيْعَةً فَلَمَّا خَشِيَ اَنْ يُسْبَقَ ، اَلَاحَ بِثَوْبِهِ: اُتِيْتُمْ اُتِيْتُمْ؟ اَنَا ذَاكَ ، اَنَا ذَاكَ۔)) (الصحيحة: ٣٢٢٠)

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب بھیجا گیا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے (تمثیل پیش کرتے ہوئے) شہادت والی اور بڑی انگلی کو آپس میں ملا دیا، نیز فرمایا: ''میری اور قیامت کی مثال مقابلے میں بھاگنے والے دو گھوڑوں کی طرح ہے (جو ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں)۔'' پھر فرمایا: ''میری اور قیامت کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جسے لوگوں نے بطورِ جاسوس آگے بھیج دیا، اسے اندیشہ ہوا کہ دشمن تو مجھ سے پہلے پہنچ جائے گا تو اس نے کپڑا ہلایا اور کہا: تم دشمنوں کے سامنے آ گئے، تم دشمنوں کے سامنے آ گئے، میں یہ ہوں، میں یہ ہوں۔''

تخريج: أخرجه ابن جرير الطبري في "تاريخه": ١/ ٨، والبيهقي في "شعب الايمان": ٧/ ٢٦٠/ ١٠٢٣٧، و احمد: ٥/ ٣٣١، وأخرج البخاري: ٤٩٣٦، ٥٣٠١، ومسلم: ٨/ ٢٠٨ وغيرهما الطرف الاول منه

**شرح**:...... درمیانی اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کرنے سے آپ ﷺ کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں: (١) جس طرح یہ انگلیاں ایک دوسری کے قریب اور ملی ہوئی ہیں، یہی معاملہ آپ ﷺ اور قیامت کا ہے، (ا) آپ ﷺ اور قیامت کے مابین اتنا فاصلہ رہ گیا ہے، جتنی درمیانی انگلی شہادت والی انگلی سے بڑی ہے۔

اب (١٤٤٣) سن نبوی جاری ہے، یعنی آپ ﷺ کی بعثت کی پندرہویں صدی جاری ہے، اور اگر شریعت میں پیش کردہ علاماتِ قیامت کو دیکھا جائے تو ابھی بھی قیامت دور ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ مثالیں بیان کر کے قیامت کو اتنا قریب ظاہر کیوں کیا، جبکہ قیامت تو بہت دور تھی؟

مختلف جوابات ملاحظہ فرمائیں:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خاتم النبیین تشریف لا چکے ہیں اور اب قیامت کا معاملہ قریب آ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں مختلف مثالیں بیان کی ہیں، ان کی روشنی میں یہی مفہوم زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ گزر جانے والے طویل عرصہ کی بہ نسبت اتنا وقت باقی رہ گیا ہے، جتنی درمیانی انگلی انگشتِ شہادت سے بڑی ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباري: ٩/ ٥٥٢، ١١/ ٤٢٥۔ ٤٢٧)

## میدانِ حشر کی طرف جاتے وقت لوگوں کی کیفیت

(٣٦٠٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى ثَلَاثِ طَرَائِقَ: رَاغِبِيْنَ وَرَاهِبِيْنَ، وَاثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَثَلَاثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَأَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَتَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ، تَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا: وَتَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا، وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ أَصْبَحُوْا، وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ أَمْسَوْا۔)) (الصحيحة:٣٣٩٥)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لوگ تین حالتوں پر جمع ہوں گے: رغبت کرنے والے اور ڈرنے والے، دو دو آدمی ایک اونٹ پر، تین تین آدمی ایک اونٹ پر، چار چار آدمی ایک اونٹ پر اور دس دس آدمی ایک اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے، باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی، جہاں وہ قیلولہ کریں گے وہ وہاں قیلولہ کرے گی، جہاں وہ رات گزاریں گے وہ وہاں رات گزارے گی، جہاں وہ صبح کریں گے وہ وہاں صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہ وہاں شام کرے گی۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٦٥٢٢، ومسلم: ٨/ ١٥٧، والنسائي: ١/ ٢٩٥، وابن حبان في "صحيحه": ٩/ ٢١٧/ ٧٢٩٢، وابن أبي شيبة في "المصنف": ١٣/ ٢٤٨/ ١٦٢٤٥، وابن أبي الدنيا في "الأهوال": ٢٣٩/ ٢٣٥، والبيهقي في "شعب الأيمان": ١/ ٣١٨/ ٣٥٩، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٦/ ٥٠/ ٥١٠٣، والبغوي في "التفسير": ٥/ ١٧٦، و "شرح السنة": ١٥/ ١٢٤/ ٤٣١٤

**شرح:**...... اس حشر کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے، نیز تین اقسام کیسے بنتی ہیں اور ہر ممکنہ صورت پر کون کون سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں؟ تفصیل کے لیے ''فتح الباری: ۱۱/ ۴۶۱'' کا مطالعہ کریں۔

## قربِ قیامت کی سب سے بڑی نشانی مغرب سے سورج کا طلوع ہونا

(٣٦٠٥)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَوَّلُ الْآيَاتِ: طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا۔)) (الصحيحة: ٣٣٠٥)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کی بڑی بڑی علامات میں) سب سے پہلی نشانی مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے۔''

تخريج: رواه الطبراني في "المعجم الكبير": ٨٠٢٢، والخطيب في "تاريخ بغداد": ٢/ ١٥٦، ٥/ ٢٤،

وابـن حبـان فـي "الـمـجروحين": ٢/ ٢٠٤، وابن عدي في "الكامل": ٦/ ٢٠٤٧، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٥/ ٣٦٥

**شــرح** :...... قیامت کے قائم ہونے کے وجود پر دلالت کرنے والی سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہوگا، تمام لوگ یہ نشانی دیکھنے کے بعد ایمان لے آئیں گے، لیکن اس نشانی کے بعد کافر کو ایمان اور فاسق و فاجر کو توبہ کوئی فائدہ نہ دے گی۔

## کن علاماتِ قیامت کے بعد ایمان مفید نہیں ہوگا

## زمین کا چوپایہ

(٣٦٠٦)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ اِذَا خَرَجْنَ، ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَو كَسَبَتْ فِي اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام: ١٥٨) :طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَالدَّجَّالُ، وَدَابَّةُ الْاَرْضِ۔)) (الصحيحة: ٣٦٢٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(جب قیامت کی) تین علامتیں نمودار ہوں گی تو ﴿کسے ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔﴾ (سورۂ انعام: ١٥٨) (وہ تین نشانیاں یہ ہیں:) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال اور زمین کا چوپایہ۔''

تخريج: رواه مسلم: ١/ ٩٥۔ ٩٦، والترمذي: ٣٠٧٢، وأبوعوانة: ١/ ١٠٧، وابن أبي شيبة: ١٥/ ١٧٨، وأحـمـد: ٢/ ٤٤٥، وأبـويـعـلـي: ٦١٧٠، ٦١٧٢، وابـن منده في "الأيمان": ١٠٢٣، وأبوعمرو الداني في "السُّنن الواردة في الفتن": ٦٩٥، والطبراني في "تفسيره": ٨/ ٧٦

**شــرح** :...... جب بڑی نشانیوں کا ظہور ہوگا تو کافروں کا ایمان اور فاسق و فاجر کی توبہ ان کو فائدہ نہیں دے گی، حالانکہ جب لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، لیکن بے سود۔

''دابّة'' (زمین کا چوپایہ) کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (سورۂ نمل: ٨٢) ......''جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا، ہم زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالیں گے، جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔''

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ''سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی، وہ ہے سورج کا مشرق کی بجائے، مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت جانور کا نکلنا۔'' جانور نکلنے کی علت یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالی کی نشانیوں یا آیتوں پر یقین نہیں رکھتے ہوں گے، اللہ تعالی اس جانور کے ذریعے اپنی نشانی دکھائے گا۔

(٣٦٠٧)۔ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ يَرْفَعُ اِلَى

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

النَّبِيِّ ﷺ: ((تَخْرُجُ الدَّابَّةُ، فَتَسِمُ النَّاسَ عَلٰى خَرَاطِيْمِهِمْ، ثُمَّ يُعَمَّرُوْنَ فِيْكُمْ حَتّٰى يَشْتَرِي الرَّجُلُ الْبَعِيْرَ۔ فَيَقُوْلُ: مِمَّنِ اشْتَرَيْتَهُ؟ فَيَقُوْلُ: اِشْتَرَيْتُهُ مِنْ أَحَدِ الْمُخَطَّمِيْنَ۔)) (الصحيحة: ٣٢٢)

فرمایا: ''ایک چوپایہ نکلے گا، وہ لوگوں کی ناک پر ایک علامت لگائے گا اور وہ لمبی عمریں پائیں گے، حتی کہ ایک آدمی اونٹ خریدے گا۔ جب کوئی دوسرا اس سے پوچھے گا کہ تو نے یہ اونٹ کس سے خریدا ہے تو وہ جواب دے گا: میں نے یہ نشان زدہ لوگوں میں سے ایک آدمی سے خریدا تھا۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٨، والبخاری فی "التارخ الکبیر": ٣/ ٢/ ١٧٢، والبغوی فی "حدیث علی بن الجعد": ١٧٢/ ٢، وأبونعیم فی "أخبار أصبهان": ٢/ ١٢٤

## علاماتِ قیامت پے در پے آنے والی ہوں گی

(٣٦٠٨)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْآيَاتُ خَرَزَاتٌ مَنْظُوْمَاتٌ فِي سِلْكٍ فَإِنْ يُقْطَعِ السِّلْكُ يَتْبَعْ بَعْضُهَا بَعْضًا۔))

(الصحيحة: ١٧٦٢)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علاماتِ قیامت تو ایک لڑی میں پروئے ہوئے منکوں کی طرح ہیں، اگر لڑی ٹوٹ جائے تو (منکے) لگاتار گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه الحاکم: ٤/ ٤٧٣۔ ٤٧٤، وأحمد: ٢/ ٢١٩

(٣٦٠٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خُرُوْجُ آيَاتٍ بَعْضُهَا عَلٰى أَثَرِ بَعْضٍ، يَتَتَابَعْنَ كَمَا تَتَابَعُ الْخَرَزُ فِي النِّظَامِ۔)) (الصحيحة: ٣٢١٠)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جیسے لڑی (ٹوٹنے سے) اس کے منکے پے در پے گرنا شروع ہو جاتے ہیں، ایسے ہی علاماتِ قیامت یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ نمودار ہوں گی۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان في "صحیحه": ١٨٨٣، والطبراني في "الأوسط": ١/ ٢٥٨/ ٤٤٣١

**شرح:** ...... یعنی جب قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کا آغاز ہوگا تو وہ یکے بعد دیگرے مسلسل نمودار ہونا شروع ہو جائیں گی۔

## مسجد کو مزین کرنے اور مصحف کو خوبصورت بنانے پر ہلاکت

(٣٦١٠)۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ مَرْفُوْعًا (مُرْسَلًا): ((إِذَا زَوَّقْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ وَحَلَّيْتُمْ مَصَاحِفَكُمْ، فَالدَّمَارُ عَلَيْكُمْ۔)) (الصحيحة: ١٣٥١، قال

سعید بن ابوسعید مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم لوگ مساجد کو مزین کرو گے اور مصاحف کو خوبصورت بناؤ گے تو تم پر ہلاکت و بربادی ہوگی۔''

الالبانی: هذا سند مرسل حسن، وله
شاهد موقوف ...... وهو وان كان موقوفا
فله حكم الرفع لانه لايقال من قبل
الرأي۔))

تخریج: رواه ابن أبي شيبة في "المصنف" ١/ ١٠٠/ ٢۔ مخطوطة الظاهرية

**شرح:**...... مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جب ہم اس کی تعمیر کریں گے تو گھر کے مالک سے پوچھیں گے کہ اس کا ڈیزائن کیسا ہونا چاہیے، غور کریں کہ اس سلسلے میں شریعت کے مطالبات کیا ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِبْنُوْهُ عَرِيْشاً كَعَرِيْشِ مُوْسٰی۔)) يَعْنِي: مَسْجِدَ الْمَدِيْنَةِ۔ ......"موسی کے چھپر کی طرح اس (مسجد نبوی) کو تعمیر کر دو۔" یہ حدیث حسن بصری، سالم بن عطیہ، زہری اور راشد بن سعد سے مرسلاً اور حضرت ابو درداء اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کی گئی ہے۔ (صحیحہ: ٦١٦)

مساجد کی تعمیر بلا شک وشبہ بہت بڑے اجر وثواب کا عمل ہے، یہ عمل حصول جنت کا بہت بڑا سبب ہے، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ تعاون کرنے والوں کو اجرِ عظیم سے نوازے (آمین)۔ بہر حال عصر حاضر میں اکثر مساجد کی انتظامیہ کی سوچوں کا مرکز ومحور یہ بن چکا ہے کہ ان کی مسجد خوبصورت ترین ہونی چاہیے، آج کل ایک ایک مسجد پر کروڑوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں، جبکہ ہدایت اور ان کی آبادی کا معاملہ تعمیر نو سے پہلے والا ہی نظر آتا ہے۔ اس معاملے میں سب سے پہلے دلائل کا جائزہ لینا چاہیے۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسْجِدِ)) ...... "میں (محمد ﷺ) کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ مساجد کی تزئین وآرائش کروں۔" پھر سیدنا ابن عباس نے خود کہا: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتْهَا الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی۔ ......تم مساجد کو اس طرح مزین کرو گے، جیسے یہود و نصاری نے (اپنی عبادت گاہوں کو) کیا تھا۔ (ابوداود: ۴۴۸)

(۲) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی يَتَبَاهَی النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ۔)) (ابوداود: ٤٤٩، ابن ماجه: ٧٣٩، نسائی: ٢١٢ ٣) ......"اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی، جب تک کہ لوگ مساجد پر فخر نہ کرنے لگیں۔"

بڑی عجیب بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں جہاد کے موقع پر کروڑ ہا روپوں کی مالیت کا فنڈ جمع کیا جاتا ہے، صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک ہزار دینار (تقریباً ۳۷۵ تولے سونا) دیا تھا اور آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں جتنا مالِ غنیمت حاصل کر کے اس کو لوگوں میں تقسیم کیا، اس کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا ہے، لیکن جب مسجد نبوی کی تعمیر کا وقت آتا ہے تو اس کو حضرت موسی علیہ السلام کے چھپر کا ڈیزائن دے دیا جاتا

ہے۔ اللہ تعالی نے خلفائے راشدین، بالخصوص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سنہری عہدِ خلافت میں کثیر آمدنی کے انوکھے ذرائع عطا کیے، جن میں قیصر وکسری کے خزانوں کو بھی مسلمانوں پر لٹا دیا، لیکن مسجد نبوی کے عمارتی ڈیزائن میں کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ آخر راز کیا ہے؟ خیر و بھلائی اور تقوی وطہارت کا مرکز مسجد نبوی ہے، اس کے معمار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں، مسجد حرام کے بعد اس کی فضیلت مسلّم ہے، اس میں ایک نماز کا ایک ہزار گنا زائد ثواب ملتا ہے، لیکن اس کو چھپر کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے کیے پر غور وخوض کر کے مساجد کو آباد کرنے کی فکر کرنی چاہیے، نہ کہ ان کو خوبصورت سے خوبصورت بنانے کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح شخصیتوں اور اقوام کے معماروں پر روپیہ پیسہ خرچ کر کے خدمتِ اسلام میں اپنا حصہ ڈالنا چاہیے۔

یہ بات ذہن نشین کرنا پڑے گی کہ مسجد اللہ تعالی کا گھر ہے اور اس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ ہے، کیا یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ اس کے ڈیزائن اور بناوٹ کی ترتیب کی اجازت بھی اسی سے لی جائے گی۔ ہم اپنے معاشرے کی گھروں کی پرشکوہ اور پرجلال عمارتوں سے مرعوب ہو گئے اور مساجد کا ان سے تقابل اور موازنہ کرنے لگ گئے اور پھر اپنے عمل کے حق میں دلائل تلاش کرنا شروع کر دیے۔

اس معاملے میں یہ حقیقت انتہائی حیران کن ہے کہ جو لوگ مساجد پر بے حساب رقم خرچ کرتے ہیں، اسی مسجد میں جب خطیب، امام، خادم اور تعلیم قرآن کے سلسلہ میں بچوں کے مدرس کی تنخواہ کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو انتہائی کنجوسی کا معاملہ کیا جاتا ہے اور راقم الحروف کو بلا رورعایت یہ لکھنا پڑے گا کہ انتظامیہ کے اکثر افراد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ لوگ فارغ البال نہ ہوں اور ان کے پنجوں میں جکڑے رہیں۔ اگر خدمتِ اسلام ہی مقصود ہے تو یہ تضاد کیوں ہے؟ دیواروں پر پردے لٹکائے جا رہے ہیں، منبر ومحراب پر لاکھوں خرچ کیا جا رہا ہے، قسما قسم کی ٹائلیں لگائی جا رہی ہیں، قیمتی اور نقش ونگار والے قالین بچھائے جا رہے ہیں، وضوگاہوں اور طہارت خانوں کو مزین بنایا جا رہا ہے، مرکزی دروازوں کو دیدہ زیب بنایا جا رہا ہے، لیکن جب مساجد کی آبادی کی باری آتی ہے اور امامت، خطابت، بچوں کی تعلیم اور مسجد کی خدمت کے لیے افراد کے انتخاب کی باری آتی ہے، تو کنجوسی کا عجیب مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! کیا آپ حیران ہوں گے کہ آج اگست ۲۰۰۹ء کی بات ہے، ایک شخص مسجد میں امامت، خطابت، ساٹھ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے اور مسجد کی صفائی کرنے کا ذمہ دار ہے، مسجد اس کے گھر سے پانچ گھنٹوں کے سفر پر ہے، دو تین ماہ کے بعد اس کو دو تین دن چھٹی ملتی ہے، لیکن اس کی تنخواہ پانچ ہزار روپے ہے، چار ہزار کا بندوبست ایک تنظیم کرتی ہے اور مسجد کے ''چودھری'' ایک ہزار روپیہ ماہانہ دے کر احسانِ عظیم کرتے ہیں۔ یہی لوگ جب مسجد کو مزین کرنے پر خرچ کریں گے تو کیا ان کے اقدام کو خدمتِ اسلام سمجھا جائے گا؟ (فالی اللہ المشتکی) میں اس نقطے کو نہیں سمجھ پا رہا، بہر حال، دعا گو ضرور ہوں کہ اللہ تعالی ان کی خرچ کی ہوئی دولت قبول فرمائے اور ان کو مزید خلوص سے نواز دے۔

## برائی کا عام ہونا عذابِ الٰہی کا سبب ہے

(٣٦١١)۔ عَنْ عَائِشَةَ تَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ: ((إِذَا ظَهَرَ السُّوْءُ فِي الْأَرْضِ، أَنْزَلَ اللّٰهُ بِأَهْلِ الْأَرْضِ بَأْسَهُ۔)) قَالَتْ: عَائِشَةُ: وَفِيْهِمْ أَهْلُ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، ثُمَّ يَصِيْرُوْنَ إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔)) (الصحيحة: ٣١٥٦)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب زمین میں برائی عام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر اپنا عذاب نازل کر دے گا۔'' سیدہ عائشہ نے کہا: کیا ان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، لیکن وہ اللہ کی رحمت کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٤١، وابن أبي شيبة: ١٥/ ٤٢، والبيهقي في "الشعب": ٦/ ٩٨/ ٧٥٩٩م، والحاكم: ٤/ ٥٢٣

(٣٦١٢)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِذَا ظَهَرَ السُّوْءُ فِي الْأَرْضِ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَأْسَهُ بِأَهْلِ الْأَرْضِ، وَإِنْ كَانَ فِيْهِمْ صَالِحُوْنَ، يُصِيْبُهُمْ مَاأَصَابَ النَّاسَ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة: ١٣٧٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب زمین میں برائی عام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر اپنا عذاب نازل کر دے گا۔ اگر ان میں نیک لوگ ہوئے تو وہ بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف لوٹ آئیں گے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "الشعب الأيمان" ٢/ ٤٤١/ ٢، والحاكم: ٤/ ٥٢٣، واحمد: ٦/ ٤١

**شرح**:...... اس میں شر و فساد کے عام ہونے کی نحوست کا بیان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ زلزلے، سیلاب، قحط اور بیماریوں کے ذریعے اپنے بندوں کی گرفت کرتا ہے تو اس وقت لوگوں کو اپنے رویے کی نظر ثانی کرنی چاہیے۔

## دوسروں کی بجائے اپنی فکر زیادہ کرنی چاہیے

(٣٦١٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ، فَهُوَ أَهْلَكَهُمْ۔)) (الصحيحة: ٣٠٧٤)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی یہ کہے کہ لوگ تباہ ہو گئے (کوئی حال نہیں رہا لوگوں کا)، تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوگا۔''

تخريج: أخرجه مالك في "الموطأ": ٣/ ١٤٨، ومسلم: ٨/ ٣٦، والبخاري في "الأدب المفرد": ٧٥٩، وأبوداود: ٤٩٨٣، وابن حبان في "صحيحه": ٥٧٣٢، وأحمد: ٢/ ٢٧٢، ٣٤٢، ٤٦٥، ٥١٧،

وأبـونعيم في "الحلية" ٧/ ١٤١ و"أخبار أصبهان" ١/ ١٥٠ ، ٢٧٦ ، ٢/ ٣٦٤، و البغوي في "شرح السنة" ١٣/ ١٤٤

**شرح**:...... امام نووی نے کہا: یہ کہنا کہ لوگ تباہ ہو گئے ہیں، اس شخص کے لیے منع ہے، جو اپنے آپ کو اچھا سمجھے، لوگوں کو حقیر گردانے اور ان پر اپنے آپ کو برتر خیال کرے۔ لیکن جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ لوگوں میں دینداری کم ہو گئی ہے اور اس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے دینی غیرت وحمیت کی وجہ سے یہ الفاظ اس کی زبان پر آ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک بن انس، امام حمیدی اور امام خطابی جیسے علما نے اس حدیث کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔ (ریاض الصالحین)

ہمارے معاشرے میں اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو نہ صرف حقیر گردانتے ہیں، بلکہ ان کے عیوب تلاش کرنے اور ان کی نیکیوں کو کوئی دوسرا رخ دینے میں لگے رہتے ہیں۔

ایک دن میں ایک بے دین سے آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اچھے خاصے دین دار شخص کا تذکرہ ہونے لگا، میں نے اس کی شرعی صفات کی وجہ سے اس کی تعریف کرنا چاہیے، لیکن جناب نے صرف اس بنا پر اس کو انتہائی برا کہا کہ اس نے اسے وعدے کے مطابق قرضہ واپس نہیں کیا تھا، جبکہ وہ بزعم خود اپنے آپ کو دین دار ٹھہرا رہا تھا، حالانکہ پرلے درجے کا بدعمل شخص تھا، آج کل اکثریت کا یہی رویہ ہے۔

## کفار، مومنوں کا جہنم سے فدیہ ہیں

(٣٦١٤)۔ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُعِثَ إِلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ بِمَلَكٍ مَعَهُ كَافِرٌ فَيَقُوْلُ الْمَلَكُ لِلْمُؤْمِنِ: يَامُؤْمِنُ! هَاكَ هٰذَا الْكَافِرَ، فَهٰذَا فِدَاؤُكَ مِنَ النَّارِ۔)) (الصحيحة: ١٣٨١)

ابو بردہ اپنے باپ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا، تو ہر مومن کے پاس ایک فرشتہ کافر کو لے کر آئے گا اور اسے کہے گا: اے مومن! لیجئے یہ کافر، یہ جہنم سے تیرا فدیہ ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن عساكر: ١٨/ ١٤٣/ ٢ ، والحديث اخرجه مسلم: ٨/ ١٠٤ ، واحمد: ٤/ ٣٩١، ٤٠٢ ، ٤٠٧

## میدانِ حشر میں سورج کا قریب ہونا اور لوگوں کا پسینے میں شرابور ہونا

(٣٦١٥)۔ عَنِ الْمِقْدَادِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ، حَتّٰى

سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہو گا تو سورج کو لوگوں کے اتنا قریب کردیا جائے گا کہ وہ ایک یا دو میلوں کے فاصلے پر

تَكُوْنَ قِيْدَ مِيْلٍ أَوِ اثْنَيْنِ ، فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ ، فَيَكُوْنُوْنَ فِي الْعَرَقِ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى عَقِبَيْهِ ، وَمِنْهُمْ مَن يَأْخُذُهُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى حَقْوَيْهِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ إِلْجَاماً۔)) فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلٰى فِيْهِ ، أَيْ يُلْجِمُهُ إِلْجَاماً۔

(الصحيحة :١٣٨٢)

آ جائے گا۔ سورج (کی تپش) ان کو پگھلا دے گی، وہ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں شرابور ہوں گے، کسی کا پسینہ ایڑیوں تک ہوگا، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا کمر تک اور کسی کا منہ تک آ جائے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا یعنی اس کے منہ تک آ جائے گا۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٢٨٦٤، والترمذي: ٢٤٢٣، وأحمد: ٦/ ٣

**شرح** :...... اللہ تعالی عافیت میں رکھے، ہر مسلمان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے، بہر حال ایسے خوش نصیب لوگ حشر کے میدان میں موجود ہوں گے، جن کو اللہ تعالی کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

## زمانۂ فتن کے احکام

(٣٦١٦)۔ عَنْ اَبِي مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِكْسِرُوا قِسِيَّكُمْ - يَعْنِي فِي الْفِتْنَةِ - ، وَاقْطَعُوْا اَوْتَارَكُمْ ، وَالْزِمُوْا اَجْوَافَ الْبُيُوْتِ ، وَكُوْنُوْا فِيْهَا كَالْخَيْرِ مِنِ ابْنَيْ آدَمَ۔)) (الصحيحة:١٥٢٤)

سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فتنوں میں اپنی کمانیں توڑ دینا اور ان کی تانتیں کاٹ دینا، اپنے گھروں کے اندر ہی رہنا اور حضرت آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں میں سے نیک بیٹے کی طرح (جنگ و جدل سے دست کش) ہو جانا۔''

تخريج: رواه الترمذي: ٣/ ٢٢٢۔ تحفة، والبيهقي في "الشعب": ٢/ ١١٣/ ٢، وابن عساكر: ١/٤٩١/١٧

(٣٦١٧)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((كَيْفَ بِكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اِذَا بَقِيْتَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ مَرَجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَاَمَانَاتُهُمْ ، وَاخْتَلَفُوْا ، فَصَارُوْا هٰكَذَا۔)) وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاتَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: ((عَلَيْكَ بِخَاصَّتِكَ ، وَدَعْ عَنْكَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عبداللہ بن عمرو! اس وقت تیرا کیا بنے گا جب تو گھٹیا اور ادنی درجے کے لوگوں میں باقی رہ جائے گا، ان کے عہد و پیمان اور امانت و دیانت میں کھوٹ پیدا ہو جائے گی، وہ اختلاف و افتراق میں پڑ جائیں گے اور وہ اس طرح خلط ملط ہو جائیں گے۔'' پھر آپ نے اشارہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔ میں نے

عَوَامِهِمْ۔)) (الصحيحة:٢٠٦)

کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ایسے حالات میں کیا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی فکر کرنا اور عوام الناس (کے معاملات میں) نہ پڑنا۔''

تخريج: أخرجه الدولابي في "الكنى": ٢/ ٣٥، وابن حبان في "صحيحه": ١٨٤٩، وأبو عمرو الداني في "السنن الواردة": ١٦/ ٢، وابن السماك في "الأول من الرابع من حديثه": ١٠٨

(٣٦١٨)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ وَابِصَةَ الْاَسَدِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: إِنِّي لَبِالْكُوْفَةِ فِي دَارِي، إِذْ سَمِعْتُ عَلٰى بَابِ الدَّارِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَلِجُ؟ قُلْتُ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، فَلِجْ۔ فَلَمَّا دَخَلَ إِذَا هُوَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! أَيَّةُ سَاعَةِ زِيَارَةُ هٰذِهِ؟ وَذٰلِكَ فِي نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ، قَالَ: طَالَ عَلَيَّ النَّهَارُ فَتَذَكَّرْتُ مَنْ أَتَحَدَّثُ إِلَيْهِ، قَالَ: فَجَعَلَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأُحَدِّثُهُ۔ قَالَ: ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنِي، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((تَكُوْنُ فِتْنَةٌ، النَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمُضْطَجِعِ، وَالْمُضْطَجِعُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَاعِدِ، وَالْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِيْ خَيْرٌ مِنَ الرَّاكِبِ وَالرَّاكِبُ خَيْرٌ مِنَ الْمُجْرِيْ، قَتْلَاهَا كُلُّهَا فِي النَّارِ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَتٰى ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((ذٰلِكَ أَيَّامُ الْهَرَجِ۔)) قُلْتُ: وَمَتٰى أَيَّامُ الْهَرَجِ؟ قَالَ: ((حِيْنَ لَا يَأْمَنُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ۔)) قَالَ: فَبِمَ تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكْتُ

عمرو بن وابصہ اسدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں کوفہ میں اپنے گھر میں تھا، اچانک مجھے گھر کے دروازے سے آواز آئی: السلام علیکم، میں اندر آ جاؤں؟ میں نے کہا: وعلیکم السلام، آ جاؤ۔ جب وہ اندر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے کہا: ابوعبدالرحمن! آیا یہ ملاقات کا وقت ہے؟ یہ سخت دوپہر کا وقت تھا۔ انھوں نے کہا: دن نہیں گزر رہا تھا، مجھے خیال آیا کہ چلو گفتگو کر لیتے ہیں۔ پھر انھوں نے ایک دوسرے کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنا شروع کر دیں، انھوں نے یہ حدیث بھی بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فتنوں کا (ایسا زمانہ شروع ہو گا کہ) اس میں سونے والا لیٹنے والے سے بہتر ہو گا، لیٹنے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہو گا، بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہو گا، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا، چلنے والا سوار سے بہتر ہو گا اور سوار دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ ان کے سارے کے سارے مقتولین جہنم میں جائیں گے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایسے کب ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قتل و غارت گری کے ایام میں ایسے ہو گا۔'' میں نے کہا: قتل کے ایام کب ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے ہم نشیں سے خوفزدہ ہو گا۔ میں نے کہا: اگر میں ایسا زمانہ پا لوں تو آپ میرے حق میں کیا حکم ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے

ذٰلِكَ الزَّمَانَ؟ قَالَ: ((أُكْفُفْ نَفْسَكَ وَيَدَكَ، وَادْخُلْ دَارَكَ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ اِنْ دَخَلَ عَلَيَّ دَارِي؟ قَالَ: ((فَادْخُلْ بَيْتَكَ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ اِنْ دَخَلَ عَلَيَّ بَيْتِي؟ قَالَ: ((فَادْخُلْ مَسْجِدَكَ، وَاصْنَعْ هٰكَذَا۔)) وَقَبَضَ بِيَمِيْنِهِ عَلَى الْكُوْعِ۔ ((وَقُلْ: رَبِّيَ اللّٰهُ، حَتّٰى تَمُوْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔)) (الصحيحة: ٣٢٥٤)

آپ کو اور اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھنا اور اپنے گھر کے اندر رہنا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی (فتنے باز) میرے گھر کے اندر بھی گھس آیا تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''تو اپنے کمرے میں داخل ہو جانا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر میرے کمرے میں گھس آئے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی سجدہ گاہ میں داخل ہو جانا اور اس طرح کر لینا، پھر آپ نے دائیں ہاتھ سے کلائی کو پکڑ لیا، اور کہنا: میرا رب اللہ ہے، (اسی حالت پر برقرار رہنا) حتی کہ تو مر جائے۔''

تخريج: رواه عبدالرزاق في "المصنف": ١١/ ٣٥٠/ ٢٠٧٢٧، ومن طريقه: أحمد: ١/ ٤٤٨، والحاكم: ٤/ ٤٢٦

**شرح**:...... ''سارے کے سارے مقتولین جہنم میں جائیں گے'' اس کو مسلمانوں کے مابین ہونے والی ان لڑائیوں پر محمول کیا جائے گا، جن کی دونوں طرف سے بنیاد عصبیت، حمیت اور جاہلیت پر ہوگی اور ان میں کوئی شرعی سبب نہیں ہوگا۔

(٣٦١٩)۔ عَنْ سُبَيْعٍ، قَالَ: اَرْسَلُوْنِي مِنْ مَاءٍ اِلَى الْكُوْفَةِ اَشْتَرِي الدَّوَابَّ، فَاَتَيْنَا الْكُنَاسَةَ، فَاِذَا هُوَ رَجُلٌ عَلَيْهِ جَمْعٌ قَالَ: فَاَمَّا صَاحِبِيْ فَانْطَلَقَ اِلَى الدَّوَابِّ وَاَمَّا اَنَا فَاَتَيْتُهُ فَاِذَا هُوَ حُذَيْفَةُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَسْاَلُوْنَهُ عَنِ الْخَيْرِ، وَاَسْاَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: هَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ، كَمَا كَانَ قَبْلَهُ شَرٌّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قُلْتُ: فَمَا الْعِصْمَةُ مِنْهُ؟ قَالَ: ((السَّيْفُ۔)) اَحْسِبُ: قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((ثُمَّ تَكُوْنُ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ، ثُمَّ تَكُوْنُ دُعَاةُ الضَّلَالَةِ،

سُبیع کہتے ہیں: لوگوں نے مجھے کچھ جانور خریدنے کے لیے پانی کے گھاٹ سے کوفہ کی طرف بھیجا، ہم ایک کوڑا خانہ کے پاس سے گزرے، ہم نے ایک آدمی دیکھا، اس کے ارد گرد لوگ جمع تھے، میرا دوست جانوروں کی طرف چلا گیا اور میں اس آدمی کے پاس آ گیا، میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے، وہ کہہ رہے تھے: صحابۂ کرام، رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھتے تھے اور میں شرّ کے بارے میں سوال کرتا تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اِس خیر (یعنی اسلام) کے بعد پھر وہی شرّ منظرِ عام پر آئے گی جو اِس سے پہلے تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' میں نے کہا: اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تلوار۔'' میں نے کہا: پھر کیا ہو گا؟

قَالَ: فَإِنْ رَأَيْتَ يَوْمَئِذٍ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَالْزَمْهُ، وَإِنْ اَنْهَكَ جِسْمَكَ، وَاَخَذَ مَالَكَ، فَإِن لَّمْ تَرَهُ فَاهْرَبْ فِي الْاَرْضِ، وَلَوْ اَنْ تَمُوْتَ وَاَنْتَ عَاضٌّ بِجَذَلِ شَجَرَةٍ۔)) قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ......)) الحديث۔

(الصحيحة:١٧٩١)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''لیکن بباطن لڑائی ہو گی اور ظاہری صلح ہو گی، اس کے بعد ضلالت و گمراہی کی طرف پکارنے والے منظرِ عام پر آئیں گے، اگر ان دنوں میں تجھے کوئی خلیفہ نظر آ جائے تو اسے لازم پکڑ لینا، اگرچہ وہ تیرے جسم کو اذیت پہنچائے اور تیرا مال سلب کر لے اور اگر کوئی خلیفہ نظر نہ آئے تو زمین (کے کسی گوشہ کی طرف) بھاگ جانا، اگرچہ تجھے اس حال میں موت آ جائے کہ تو درخت کے تنے کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔'' میں نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر دجال نمودار ہو گا............۔''

تخريج: أخرجه أبو داود: ٤٢٤٧، وأحمد: ٥/ ٤٠٣

(٣٦٢٠)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَظَلَّتْكُمْ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، اَنْجَى النَّاسِ مِنْهَا صَاحِبَ شَاهِقَةٍ يَاْكُلُ مِن رِسْلِ غَنَمِهِ، اَوْرَجُلٌ مِّن وَرَاءِ الدُّرُوْبِ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ يَاْكُلُ مَنْ فِي سَيْفِهِ۔))

(الصحيحة:١٤٧٨)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جب تم پر اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ٹوٹ پڑیں گے تو ان سے زیادہ نجات حاصل کرنے والے (دو قسم کے لوگ ہوں گے:) (١) (پہاڑوں کی) بلند و بالا چوٹیوں پر نکل جانے والا آدمی جو بکریوں کے دودھ کو خوراک بنائے گا اور (٢) وہ آدمی جو شاہراہِ حیات سے ہٹ کر اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر (کسی سرحد پر فروکش ہو کر) اپنے تلوار کے مالِ غنیمت کے ذریعے روزی کمائے گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٩٢۔ ٩٣

(٣٦٢١)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((غَشِيَتْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، اَنْجَى النَّاسِ فِيْهِ رَجُلٌ صَاحِبُ شَاهِقَةٍ يَاْكُلُ مِنْ رِسْلِ غَنَمِهِ، اَوْرَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ مِن وَّرَاءِ الدُّرَبِ يَاكُلُ مِنْ سَيْفِهِ۔)) (الصحيحة:١٩٨٨)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح تمھیں فتنے ڈھانپ لیں گے، نجات پانے والا آدمی وہ ہو گا جو (پہاڑوں وغیرہ کی) بلند و بالا چوٹیوں پر فروکش ہو کر بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتا رہے گا یا وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر شاہراہِ حیات سے پرے (مصروفِ جہاد ہو گا) اور اپنی تلوار (کی غنیمتوں) سے کھائے گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٥١٤

**شرح**:...... اسلام ایسا جامع مذہب ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں، اس میں ان سے نبٹنے کی ہدایات موجود ہیں، ضروری امر یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اتنی بصیرت ہو کہ وہ انجام و عاقبت پر نگاہ ڈال کر اپنے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کر سکیں۔

اگر سکت ہو تو برائی کو ہاتھ سے دبایا جائے، نہیں تو زبان سے اسے روکنے کی کوشش کی جائے، وگرنہ دل میں ہی اس کو برا سمجھ لیا جائے، لیکن اگر کسی معاشرے میں اتنا بگاڑ پیدا ہو گیا ہو کہ وہاں کے مسلمانوں کو فتنے کا ڈر ہو اور حرام و مشتبہ امور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ عبادت و اطاعت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا افضل لوگوں کا کام ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتَبَعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ وَمَوَاقِعِ القَطْرِ ، يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الفِتَنِ۔)) ...... ”عنقریب ایسا (پرفتن) وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے گرنے کے مقامات (یعنی جنگلوں میں) چلا جائے گا، اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچا سکے گا۔“ (صحيح بخاری: ١٩)

یاد رہے کہ عام حالات میں اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان دنیا سے بھاگ کر جنگلوں اور صحراؤں میں نکل جائے، مسلمان کا کمال اور امتیاز اس میں ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں میں رہ کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو احسن انداز میں ادا کرے، حق و باطل کی کشمکش اور معرکہ آرائی میں حق کو سر بلند کرنے اور باطل کو نیست و نابود کرنے کے لیے جدوجہد کرے اور اس منہج میں صبر آزما مشکلات کو خندۂ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے۔

ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ جب بھی کسی انسان کی توہین کی جائے تو وہ اپنا دفاع کرے، اسے سوچنا یہ چاہیے کہ اگر وہ جوابی کاروائی کرے تو آیا کوئی بڑا فساد تو لازم نہیں آئے گا، اگر ایسی صورت ہے تو اسے صبر کرنا چاہیے، وگرنہ ہم نے دیکھا کہ معمولی بات سے جھگڑا شروع ہوا، پھر ایک دوسرے کے مقابلے میں اتنے افراد کو قتل کیا گیا کہ خاندانوں کے خاندان اجڑ گئے اور ان کی عورتوں کی حرمتوں کو پامال کر دیا گیا۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ شروع میں تھوڑی سے بے عزتی برداشت کر لی جاتی۔ مومن حکیم ہوتا ہے، کبھی بھی اس کا فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہونا چاہیے۔

اس موقع پر مجھے یہ واقعہ بیان کر دینا چاہیے کہ ہم جھنگ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کی طرف ہائی ایس پر سفر کر رہے تھے، آگے سے ایک کار آ رہی تھی، سڑک کی حالت خراب ہونے کی وجہ سے راستے کا کوئی مسئلہ بنا اور دونوں ڈرائیور ایک دوسرے سے خفا ہونے لگے۔ ہائی ایس کا ڈرائیور زیادہ جذباتی اور جاہل تھا، وہ خوب گالی گلوچ کرتا ہوا اپنی گاڑی سے اترا اور زدوکوب کرنے کے لیے دوسرے ڈرائیور کی طرف لپکا، لیکن وہ اپنی کار میں بیٹھا اور اس کے پہنچنے سے پہلے نکل گیا۔ ہائی ایس میں سوار مسافر بیک زبان ہو کر بولے کہ نکلنے والا جیت گیا ہے۔ کتنا حکیم تھا وہ آدمی! جو اس جنگل میں ہونے

والی غیر متوقع لڑائی سے فرار اختیار کر گیا، کسی کو کیا پتہ کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا، اس لیے بے عزتی سے بھی بچ گیا۔

## بعض زمانوں میں صبر کرنا مشکل عمل ہوگا

(٣٦٢٢)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهِ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ.)) (الصحيحة:٩٥٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اپنے دین پر صبر کرنے والا دہکتے ہوئے انگارے کو مٹھی میں بند کرنے والے کے مترادف ہوگا۔''

تخريج: رواه الترمذي: ٢/ ٤٢، وابن عدي في "الكامل": ٥/ ٥٥. وابن بطة في "الابانة": ١/ ١٧٣/ ٢

**شرح**:...... امتِ مسلمہ کا ماضی بھی اس حدیث کا مصداق بنا رہا، اب بھی بعض لوگ آزمائشوں میں مبتلا ہیں اور مستقبل میں بھی یقیناً بعض صورتیں اس حدیث کا مصداق بنیں گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ زمانۂ فتن میں مسلمان اپنے آپ کو مجبور سمجھ کر لوگوں کی موافقت اختیار کرنا شروع کر دے، بلکہ اسے سب سے پہلے صبر کا دامن تھامنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

## فتنوں کی مختلف صورتیں اور آپ ﷺ کا اظہارِ افسوس

(٣٦٢٣)۔ عَنْ مَيْمُوْنَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ: ((كَيْفَ اَنْتُمْ إِذَا مَرَجَ الدِّيْنُ، وَسُفِكَ الدَّمُ، وَظَهَرَتِ الزِّيْنَةُ، وَشُرِّفَ الْبُنْيَانُ، وَظَهَرَتِ الرَّغْبَةُ، وَاخْتَلَفَتِ الْاَخْوَانُ، وَحُرِّقَ الْبَيْتُ الْعَتِيْقُ.)) (الصحيحة:٢٧٤٤)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا: ''جب دین میں فساد آ جائے گی، خونریزی ہوگی، بناؤ سنگھار عام ہوگا، بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی جائیں گی، رغبت بڑھ جائے، بھائیوں میں اختلاف پڑ جائے گا اور بیتِ عتیق جلا دیا جائے گا تو تمھارا کیا بنے گا؟''

تخريج: أخرجه ابن شيبة في "المصنف": ١٥/ ٤٧، وعنه الطبراني في "الكبير": ٢٤/ ٢٦/ ٦٧، وأحمد في "المسند": ٦/ ٣٣٣

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ابن اثیر نے کہا: ''الرغبۃ'' کے معانی پاکدامنی کے کم ہو جانے اور سوال کے زیادہ ہو جانے کے ہیں۔

اگر دورِ حاضر میں قتل و غارت گری کی کثرت، زیب و زینت کے ظہور اور بڑی بڑی عمارتوں کے سلسلے پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ حدیث آپ ﷺ کا علمی معجزہ نظر آتی ہے۔ عمارتوں، لباسوں، تجارتی مرکزوں، نوجوانوں کی قمیصوں اور مرد و زن کے جوتوں پر سجاوٹ و آرائش کے عجیب و غریب ڈیزائن نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالی اس ہستی پر درود و سلام نازل فرمائے، جن کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (سورۂ نجم:

۴۰۳)...... ''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔'' (صحیحہ:۲۷۴۴)

## زمانۂ فتن میں لکڑی کی تلوار کا اہتمام کرنے کی وصیت

(٣٦٢٤)۔ عَنْ عَدِيْسَةَ بِنْتِ اَهْبَانَ، قَالَتْ: لَمَّاجَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ هٰهُنَا (الْبَصْرَةَ) دَخَلَ عَلٰى أَبِيْ، فَقَالَ: يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَلَا تُعِيْنُنِي عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ؟ قَالَ: بَلٰى۔ قَالَ: فَدَعَا جَارِيَةً لَّهُ فَقَالَ: يَا جَارِيَةُ! اَخْرِجِيْ سَيْفِي۔ قَالَ: فَاَخْرَجَتْهُ فَسَلَّ مِنْهُ قَدْرَ شِبْرٍ فَاِذَا هُوَ خَشَبٌ۔ فَقَالَ: اِنَّ خَلِيْلِيْ وَابْنَ عَمِّكَ عَهِدَ اِلَيَّ: ((اِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاتَّخِذْ سَيْفًا مِنْ خَشَبٍ۔)) فَاِنْ شِئْتَ خَرَجْتُ مَعَكَ۔ قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي فِيْكَ، وَلَا فِي سَيْفِكَ۔ (الصحيحة: ١٣٨٠)

عدیسہ بنت اہبان کہتی ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف سے آئے تو میرے باپ کے پاس آئے اور کہا: ابو مسلم! کیا تم ان لوگوں کے خلاف میری مدد کرو گے؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں، پھر اپنی لونڈی کو بلایا اور کہا: لونڈی! میری تلوار نکال لاؤ۔ وہ تلوار لے آئیں۔ انھوں نے ایک بالشت کے بقدر تلوار (میان سے) نکالی، وہ لکڑی کی تلوار تھی۔ پھر کہا: میرے دوست اور تیری چچا زاد (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے یہ وصیت کی تھی: ''جب مسلمانوں میں فتنے ابھر آئیں گے تو لکڑی کی تلوار بنا لینا۔'' اب اگر تم چاہتے ہو تو میں (یہ لکڑی کی تلوار لے کر) تمھارے ساتھ آ جاتا ہوں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تیری اور تیری تلوار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تخريج: أخرجه الترمذي: رقم ٢٢٠٤، وابن ماجه: ٣٩٦٠ واللفظ له، وأحمد: ٥/ ٦٩، ٦/ ٣٩٣، والطبراني في "الكبير" ١/ ٤٤

**شرح**:...... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے، پھر ان دو میں لڑائیاں بھی لڑی گئیں، کئی صحابہ بھی شریک ہوئے، لیکن بعض صحابہ ان کو فتنہ سمجھ کر ان میں شرکت کرنے سے باز رہے، حالانکہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے، ان کو باقیوں پر مقدم سمجھنے والے اور اپنے زمانہ میں ان کو خلافت کے زیادہ مستحق سمجھنے والے تھے، مثلا: سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا اسامہ بن زید اور سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ ان لوگوں کے پاس ایسے مرفوع نصوص تھے، جن میں یہ رہنمائی کی گئی تھی کہ اس قسم کے جنگ و قتال سے اجتناب کرنا اس میں شرکت کرنے سے بہتر ہے، اگرچہ دونوں گروہوں کا اجتہاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہیں۔ صحابہ کے فریقین کے بارے میں کیا کہنا چاہیے؟ اس عنوان کا مطالعہ کریں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، مشاجرات صحابہ کے بارے میں متاخرین کو کیا کہنا چاہیے؟''

## فتنوں کے ظہور سے پہلے عمل کر لینے کی تلقین

(٣٦٢٥)۔ عَنْ عُلَيْمٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَابِسٍ الْغِفَارِيِّ عَلٰى سَطْحٍ، فَرَاٰى قَوْمًا

علیم کہتے ہیں: میں عابس غفاری کے پاس چھت پر بیٹھا ہوا تھا، انھوں نے کچھ لوگوں کو طاعون میں مبتلا دیکھا اور کہا: یہ

يَتَحَمَّلُوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ۔ فَقَالَ: مَالِهٰؤُلَاءِ يَتَحَمَّلُوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ؟ يَا طَاعُوْنُ! خُذْنِي إِلَيْكَ (مَرَّتَيْنِ)۔فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَمٍّ لَهُ ذُوْصُحْبَةٍ: لِمَ تَتَمَنَّى الْمَوْتَ وَقَدْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلَ: ((لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، فَإِنَّهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ عَمَلِهِ، وَلَا يُرَدُّ فَيَسْتَعْتِبَ۔)) فَقَالَ: ((بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ خِصَالًا سِتًّا: اِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرْطِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ، يُقَدِّمُوْنَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِاَفْقَهِهِمْ وَلَا اَعْلَمِهِمْ، مَايُقَدِّمُوْنَهُ اِلَّا لِيُغَنِّيَهُمْ۔))

(الصحيحة:٩٧٩)

لوگ طاعون میں مبتلا کیوں ہیں؟ اے طاعون! مجھ پر طاری ہو جا۔ (انھوں نے یہ بات دو دفعہ کی)۔ ان کے چچازاد، جو صحابی تھے، نے انھیں کہا: آپ موت کی تمنا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ موت اعمال کے سلسلے کو منقطع کر دینے والی چیز ہے، کسی کو (موت کے بعد اللہ کو) راضی کرنے کے لیے دوبارہ موقع نہیں دیا جائے گا۔'' نیز فرمایا: ''اِن چھ امور سے پہلے پہلے اعمال کرلو: بیوقوفوں کی حکومت، پولیس کی کثرت، قطع رحمی، عہدوں اور فیصلوں کی خرید و فروخت، انسانی خون کی ارزانی، کیف و سرور والے لوگ جو قرآن مجید کو سریلی آواز میں پڑھنے کا اہتمام کریں گے، وہ ایسے آدمی کو مقدم کریں گے جو فقیہ ہوگا نہ عالم، صرف وجہ یہ ہوگی کہ وہ انھیں قرآن مجید گا گا کر سنائے گا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤٩٤، وأبوعبيد فى"فضائل القرآن": ٣٤/ ٢، وأبو غرزة الحافظ فى"مسند عابس": ٢/ ١، وابن أبى الدنيا فى"العقوبات": ٧٨/ ١، والطبرانى فى"الكبير": ١٨/ ٣٦/ ٦١، ورواه الطبرانى و ابن شاهين

**شرح**:...... قارئین کرام! شاید آپ بھی اس حقیقت سے متفق ہوں کہ ہمارے دور میں یہ چھ چیزیں بدرجۂ اتم موجود ہیں، آج ۱۴۳۰ھ کے شعبان کی سترہ تاریخ ہے، ہر مسجد کی انتظامیہ تراویح کے لیے حافظینِ قرآن کی تلاش میں ہے، کسی کی یہ ترجیح نظر نہیں آتی کہ قاری صاحب فقاہت، علم شرعی، تقوی و طہارت سے متصف ہوں، ہر ایک کی یہی رٹ ہے کہ سریلی آواز ہو، آیات کو گا گا کر پڑھتا ہو اور رفتار میں بھی تیزی ہو، تاکہ لوگ ان کی مسجد کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ آج کل قرا حضرات کی آزمائشیں شروع ہیں، وہ ایک مسجد میں جا کر جہری نماز پڑھا کر انٹرویو دے رہے ہیں، سلام پھیرتے ہی مسجد کے چند چودھری صاحبان فیصلہ دے دیتے ہیں کہ مزہ نہیں آیا، کسی اور کو بلاتے ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہی تلاوتِ قرآن میں حسن پیدا کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ ہی اس حدیث میں اس قسم کے لوگوں کا ردّ بھی کر رہے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ امام میں تقوی و پارسائی، علم و فقاہت اور خوفِ خدا جیسی صفات پائی جانی چاہئیں اور عوام الناس کو فہمِ قرآن پر توجہ کرنی چاہیے، ان امور کے ساتھ ساتھ آواز میں حسن پیدا کرنے

کی کوشش کرنی چاہیے۔

(٣٦٢٦)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: ((بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا: طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا ، وَالدَّجَّالَ ، وَالدُّخَانَ ، وَدَابَّةَ الْاَرْضِ ، وَخُوَيْصَةَ اَحَدِكُمْ ، وَاَمْرَ الْعَامَّةِ۔))

(الصحيحة:٧٥٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِن چھ امور سے پہلے پہلے اعمال کر لو: مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، دجال، دھواں، زمین کا چوپایہ، موت اور عوام الناس کا معاملہ (یعنی ایسا فتنہ جو لوگوں کا گھیراؤ کر لے گا، یا وہ معاملہ جس میں عوام خود مختار بن جائیں گے)۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٢٠٨ ، وابن حبان: ٨/ ٢٧٩/ ٦٧٥٢ ، وأحمد: ٢/ ٣٢٤ ، ٤٠٧

**شرح**:...... ((خويصة احدكم)) کے تین معانی ہے: موت، ہر شخص سے متعلقہ مخصوص لڑائی، ہر شخص کے جان و مال سے متعلقہ مصروفیات۔ جب بندہ ان تین امور میں کسی ایک میں پھنس جاتا ہے تو وہ اعمالِ صالحہ کی روٹین برقرار نہیں رکھ سکتا، بالخصوص موت۔

دجال، جہتِ مغرب سے طلوع آفتاب اور چوپایہ، ان تین علامتوں کے ظہور کے بعد نہ تو ایمان قبول کرنا مفید ثابت ہو گا اور نہ فاسق و فاجر کو اس کی توبہ فائدہ دے گی۔

دھویں کے تعین کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) قیامت کے قریب آنے کی علامت ہے، ابھی تک ظہور پذیر نہیں ہوئی، اس کی ہیئت و حقیقت کا علم اللہ تعالی کو ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے دور میں یہ نشانی ظاہر ہو چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کے معاندانہ روے سے تنگ آ کر ان کے لیے قحط سالی کی بددعا کی، نتیجتًا ان پر قحط کا عذاب نازل کر دیا گیا، حتی کہ وہ ہڈیاں، کھالیں اور مردار وغیرہ کھاتے تھے، جب آسمان کی طرف دیکھتے تو بھوک اور کمزوری کی شدت کی وجہ سے انھیں دھواں سا نظر آتا تھا۔ زمین کا یہ چوپایہ قربِ قیامت کی علامت ہے، یہ لوگوں سے کلام کرے گے۔

(٣٦٢٧)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا ، وَيُمْسِي كَافِرًا ، اَوْيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا ، يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا۔))

(الصحيحة:٧٥٨)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اندھیری رات کی طرح چھا جانے والے فتنوں سے پہلے پہلے عمل کر لو، اُس وقت آدمی بوقتِ صبح مومن ہو گا اور شام کو کافر یا بوقتِ شام مومن ہو گا اور صبح کو کافر، وہ اپنے دین کو دنیوی ساز و سامان کے بدلے فروخت کر دے گا۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ١/ ٧٦، والترمذي: ٣/ ٣٢٠۔٢٢١ بشرح التحفة، وصححه، وكذا ابن حبان: ١٨٦٨، وأحمد: ٢/ ٣٠٤، والفريابي في "صفة المنافق": صـ٦٥ من "دفائن الكنوز"، وأبو يعلى: ١١/ ٣٩٦/ ٦٥١٥

(٣٦٢٨)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: ((لَيَغْشِيَنَّ أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ اَقْوَامٌ دِيْنَهُمْ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا قَلِيْلٍ۔)) (الصحيحة:١٢٦٧)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے میری امت کو ڈھانپ لیں گے۔ بندہ بوقتِ صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر اور بوقتِ شام مومن ہوگا اور صبح کو کافر۔ لوگ دنیوی معمولی ساز و سامان کے عوض اپنے دین کو فروخت کر دیں گے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٤٣٨

**شرح**:...... ان تمام احادیث میں آپ ﷺ یہ حکم دینا چاہتے ہیں کہ فرصتیں پیدا کر کے اعمال صالحہ کا اہتمام کیا جائے۔ ''بوقتِ صبح مومن اور شام کو کافر......'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ صبح کو ایمان سے متصف اور اعمال صالحہ سے مزین، لیکن شام کو کفر کی دلدل میں پھنسا ہوا اور کفریہ اعمال کرتا ہوا نظر آئے گا اور یہ معنی بھی کیا گیا ہے صبح کو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھے، لیکن شام کو ان کو حلال تصور کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ حالات ایسا رخ اختیار کریں کہ انسان کو اپنے بدل جانے کی کوئی سمجھ نہیں آئے گی، وہ لاشعور سا لگ رہا ہوگا۔ اب ایسے ہی ہو رہا ہے کہ ایک انسان اچھا بھلا نیک پرہیزگار نظر آتا ہے، لیکن کچھ دنوں کے بعد جب اس سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کی روحانی کیفیت بگڑ چکی ہوتی ہے اور نماز جیسے فریضے کو ترک کر چکا ہوتا ہے، کوئی سود کھانے کی وجہ سے گر چکا ہوتا تو کسی سے اچانک قتل ہو جاتا ہے، کوئی دوسرے خاندان کی بچی کی حرمتوں کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی دوسرے کے مال کو ہڑپ کر جانے کی سوچ رہا ہوتا ہے۔ تاجروں کو کوئی شعور نہیں کہ ان کی تجارت شرعی اصولوں پر مبنی ہے یا نہیں، اپریل ۲۰۰۹ء کی بات ہے کہ ایک تاجر نے ایک شرعی قاعدے کو نظر انداز کر کے سودا کیا، اسے اس وجہ سے دو دنوں کے اندر اڑتالیس لاکھ روپے کا نقصان ہوا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لوگ دنیا میں بہت زیادہ دلچسپی لینے والے اور اس کے حریص ہوں گے اور ان کے دینی معاملات ڈگمگانے لگیں گے۔

## آپس کے فتنے بھی دجال سے کم نہیں

(٣٦٢٩)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: ذُكِرَ الدَّجَّالُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَاَنَا لِفِتْنَةِ بَعْضِكُمْ اَخْوَفُ عِنْدِي مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ،

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دجال کا ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دجال کی فتنے کی بہ نسبت مجھے خود تمھارے بعض افراد کے فتنوں کا زیادہ

وَلَنْ يَنْجُوَ اَحَدٌ مِمَّا قَبْلِهَا اِلَّا نَجَا مِنْهَا، وَمَا صُنِعَتْ فِتْنَةٌ مُنْذُ كَانَتِ الدُّنْيَا صَغِيْرَةٌ وَّلَا كَبِيْرَةٌ اِلَّا لِفِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔)) (الصحيحة:٣٠٨٢)

ڈر ہے، جو آدمی دجال سے پہلے والے فتنوں سے نجات پا گیا وہ اس کے فتنے سے بھی چھٹکارا حاصل کر لے گا اور ابتدائے دنیا سے جو چھوٹا بڑا فتنہ منظرِ عام پر آیا وہ فتنۂ دجال کی خاطر تھا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٨٩، والبزار: ٣٣٩١

(٣٦٣٠)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَاتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِي زَمَانٌ يَتَمَنَّوْنَ فِيْهِ الدَّجَّالَ۔)) قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ وَأُمِّيْ! مِمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: ((مِمَّا يَلْقَوْنَ مِنَ الْعِنَاءِ أَوِ الضَّنَاءِ۔)) (الصحيحة:٣٠٩٠)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت پر ایسا (کٹھن) زمانہ آئے گا کہ وہ دجال کی تمنا کرنے لگ جائیں گے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ایسے کیوں ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مشقت یا بیماری میں پڑنے کی وجہ سے (ایسی خواہش کرنے لگیں گے)۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ١/ ٢٥٩۔

**شــرح:**...... صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک کئی مسلمان سنگین فتنوں میں مبتلا رہے ہیں اور دجال کے آنے تک رہیں گے، آج بھی کئی مسلمان آزمائشوں کی بھٹیوں میں جل رہے ہیں۔ اگر کوئی فقر و فاقہ کی آزمائش میں مبتلا ہے تو کوئی ظلم و ستم کی چکی میں پس رہا ہے، اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے جبر و قہر کا نشانہ بنی ہوئی ہے تو کوئی اپنی بیٹیوں کی وجہ سے ذلیل ہو چکا ہے، اگر کسی مسلمان پر کافروں کا تسلط ہے تو کوئی اسلامی سلطنت میں ہی مجبور و مقہور نظر آتا ہے، اگر کوئی بے گناہ قتل ہو رہا ہے تو کسی کی زندگی اجیرن بن چکی ہے۔ علی ہذا القیاس۔

قارئین کرام! خوشحال اور دوسروں کا درد نہ رکھنے والے لوگ ان حقائق کو تسلیم نہیں کریں گے۔ مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس قرآن و حدیث کی روشنی میں بصیرت ہونی چاہیے تاکہ وہ پرفتن ادوار میں اپنے آپ کو راہِ صواب پر گامزن رکھنے کے لیے اپنے لیے راہ بنا سکیں۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و شرّ کی لگائی ہوئی ترتیب
## مختلف امارتوں، فتنوں اور تفرقہ بازیوں کے ادوار کو کیسے گزارا جائے؟

(٣٦٣١)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِيْ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا كُنَّا فِيْ

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں شرّ کے بارے میں دریافت کرتا تھا تاکہ اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ (ایک دن) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شرّ کا زمانہ

جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَنَحْنُ فِيْهِ، وَجَاءَ بِكَ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ؟، قَالَ: ((يَا حُذَيْفَةُ! تَعَلَّمْ كِتَابَ اللّٰهِ، وَاتَّبِعْ مَافِيْهِ۔)) (ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَبَعْدَ هٰذَا الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قُلْتُ: فَمَا الْعِصْمَةُ مِنْهُ؟ قَالَ: ((اَلسَّيْفُ۔)) قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ (وَفِيْ طَرِيْقٍ: قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ؟) قَالَ: ((نَعَمْ، وَفِيْهِ (وَفِيْ طَرِيْقٍ: تَكُوْنُ إِمَارَةٌ (وَفِيْ لَفْظٍ: جَمَاعَةٌ) عَلٰى أَقْذَاءٍ، وَهُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ۔)) قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: ((قَوْمٌ (وَفِيْ طَرِيْقٍ أُخْرٰى: يَكُوْنُ بَعْدِيْ أَئِمَّةٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ، وَيَهْتَدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ، فِيْ جُثْمَانِ إِنْسٍ))۔ (وَفِيْ أُخْرٰى: اَلْهُدْنَةُ عَلٰى دَخَنٍ مَاهِيَ؟ قَالَ: ((لَاتَرْجِعُ قُلُوْبُ أَقْوَامٍ عَلَى الَّذِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ۔)) قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ، عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ اَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا)) قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: ((هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا۔)) قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَا تَأْمُرُنِيْ إِنْ أَدْرَكَنِيْ

گزار رہے تھے، اللہ تعالی نے اسلام، جسے ہم نے قبول کیا، کو اور آپ کو ہماری طرف بھیجا۔ (اب سوال یہ ہے کہ) کیا اس خیر کے بعد پھر شرّ (کا غلبہ ہوگا) جیسا کہ پہلے تھا؟ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: ''حذیفہ! اللہ کی کتاب پڑھ اور اس کے احکام پر عمل کر۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اُس شرّ کے بعد پھر خیر ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے کہا: اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تلوار۔'' میں نے کہا: کیا اس شرّ کے بعد پھر خیر ہوگی؟ اور ایک روایت میں ہے کہ کیا تلوار کے بعد خیر کا کوئی حصہ باقی رہے گا؟ (یعنی لڑائی کے بعد اسلام باقی رہے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''امارت (اور جماعت) تو قائم رہے گی، لیکن معمولی چون و چرا اور دلوں میں نفرتیں اور کینے ہوں گے اور ظاہری صلح، لیکن بباطن لڑائی ہوگی۔'' میں نے کہا: کینے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ایک قوم یا مختلف حکمران ہوں گے جو میری سنت پر عمل نہیں کریں گے اور میری سیرت کے علاوہ کوئی اور سیرت اختیار کریں گے، تو ان کے بعض امور کو اچھا سمجھے گا اور بعض کو برا اور ان میں ایسے لوگ بھی منظرِ عام پر آئیں گے جو انسانوں کے روپ میں ہوں گے، لیکن ان کے دل شیطانی ہوں گے۔'' ایک روایت میں ہے: میں نے کہا: ظاہری صلح بباطن لڑائی اور دلوں میں کینہ، ان چیزوں کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کے دل (ان خصائل حمیدہ) کی طرف نہیں لوٹیں گے، جن سے وہ پہلے متصف ہوں گے۔'' میں نے کہا: کیا اس خیر کے بعد بھی شرّ ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، اندھا دھند فتنہ ہوگا، اور (اس میں ایسے لوگ ہوں گے

ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((تَلْتَزِمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ، تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ الْأَمِيْرَ، وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ۔)) قُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ، حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔)) وَفِي طَرِيْقٍ: ((فَإِنْ تَمُتْ يَاحُذَيْفَةُ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَدًا مِّنْهُمْ۔)) وَفِي أُخْرٰى: ((فَإِنْ رَأَيْتَ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً فَالْزَمْ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ، فَإِنْ لَّمْ تَرَ خَلِيْفَةً فَاهْرُبْ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلِ شَجَرَةٍ۔)) قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ۔)) قَالَ: قُلْتُ: فَبِمَ يَجِيْءُ؟ قَالَ: ((بِنَهْرٍ۔ أَوْ قَالَ: مَاءٍ وَنَارٍ۔ فَمَنْ دَخَلَ نَهْرَهُ حُطَّ أَجْرُهُ، وَوَجَبَ وِزْرُهُ، وَمَنْ دَخَلَ نَارَهُ وَجَبَ أَجْرُهُ، وَحُطَّ وِزْرُهُ۔)) قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: فَمَا بَعْدَ الدَّجَّالِ؟ قَالَ: ((عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔)) قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((لَوْأَنْتَجْتَ فَرَسًا لَمْ تَرْكَبْ فُلُوَّهَا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔))

(الصحیحۃ:۲۷۳۹)

کہ گویا کہ) وہ جہنم کے دروازوں پر کھڑے داعی ہیں، جو آدمی ان کی بات مانے گا وہ اس کو جہنم میں پھینک دیں گے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایسے لوگوں کی صفات بیان کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہماری نسل کے ہوں گے اور ہماری طرح باتیں کریں گے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر ایسا زمانہ مجھے پالے تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی جماعت اور ان کے حکمران کو لازم پکڑے رکھنا، امیر کی بات سننا اور ماننا۔ اگر چہ تیری پٹائی کر دی جائے اور تیرا مال لوٹ لیا جائے پھر بھی ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا۔'' میں نے کہا: اگر سرے سے مسلمانوں کی جماعت ہو نہ حکمران (تو پھر میں کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام فرقوں سے کنارہ کش ہو جانا، اگر چہ کسی درخت کے تنے کے ساتھ چمٹنا پڑے، یہاں تک کہ تجھے موت پا لے اور تو اسی حالت میں ہو۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''حذیفہ! کسی درخت کے تنے کا ساتھ چمٹ کر مرنا اِن حکمرانوں) کی اطاعت کرنے سے بہتر ہوگا۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اگر ان دنوں میں تجھے اللہ کی زمین میں کوئی خلیفہ مل جائے تو اس کو لازم پکڑنا، اگر چہ وہ تیری پٹائی کرے اور تیرا مال چھین لے اور اگر تجھے کوئی خلیفہ نظر نہ آئے تو کسی (گوشۂ) زمین میں بھاگ جانا، حتی کہ تجھے موت آ جائے اور تو کسی درخت کے تنے کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔'' میں نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر دجال ظاہر ہو گا۔'' میں نے کہا: وہ کون سی علامت لے کر آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہر یا پانی اور آگ کے ساتھ آئے گا، جو اس کی نہر میں داخل ہوا اس کا اجر ضائع اور گناہ ثابت ہو جائے گا اور جو اس کی آگ میں داخل ہوا اس کا اجر ثابت ہو جائے گا اور اس کا جرم مٹ جائے گا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دجال کے بعد کیا ہو

گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عیسی بن مریم۔“ میں نے کہا: پھر کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس وقت تیری گھوڑی کا بچہ پیدا ہوا تو وہ ابھی تک اس قابل نہیں ہو گا کہ تو اس پر سواری کر سکے، کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

تخريج: قد جاء هذا الحديث مطولا و مختصرا من طرق، جمعت هنا فوائدها، وضممت اليه زوائدها في أماكنها المناسبة للسياق۔ (لكن ما ميزنا الزوائد)

الطريق الأول :أخرجه البخاري:٣٦٠٦، ٧٠٨٤، ومسلم :٦/ ٢٠، وأبو عوانة: ٥/ ٤٧٤، والطبراني في"مسندالشامين": ص١٠٩/ ١، والداني في"الفتن": ق٤/ ١، وابن ماجه ببعضه: ٢/ ٤٧٥

الثانية: أخرجه مسلم

الثالثة : أخرجه أبو عوانة:٥/ ٤٧٦، وأبوداود :٤٢٤٤-٤٢٤٧، والنسائي في"الكبرى": ٥/ ١٧/ ٨٠٣٢، والطيالسي في "مسنده": ٤٤٢، ٤٤٣، وعبدالرزاق في "المصنف": ١١/ ٣٤١/ ٢٠٧١١، وأحمد:٥/ ٣٨٦، ٤٠٣، ٤٠٤، ٤٠٦، والحاكم :٤/ ٤٣٢، وابن أبي شيبة: ١٥/ ٨/ ١٨٩٦٠، ١٨٩٦١، ١٨٩٨٠

الرابعة : أخرجه النسائي في"الكبرى": ٥/ ١٨/ ٨٠٣٣، وابن ماجه :٢/ ٤٧٦، والحاكم:٤/ ٤٣٢

الخامسة : أخرجه الطبراني في"الأوسط": ١/ ٢٠٢/ ٢/ ٣٦٧٤

**شرح:**...... پہلے بھی یہ توضیح پیش کی جا چکی ہے کہ اسلام ایسا کامل مذہب ہے کہ یہ اہل اسلام کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، بالخصوص اس ضمن میں کہ اچھے یا برے حالات میں مسلمان کے شب و روز کیسے گزرنے چاہئیں۔لیکن یہ رہنمائی حاصل کرنے کے لیے مسلمان کا صاحب بصیرت ہونا اور صاحب علم ہونا یا اہل علم سے رابطہ کرنا ضروری ہے، وگرنہ عصر حاضر کی طرح اکثر مسلمان ابن الوقتی اختیار کر جاتے ہیں اور شریر لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر وقت گزارنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مشکل الفاظ کے معانی:

”السيف“ :تلوار کے ذریعے عفت وعصمت کا تحفظ ہو گا۔ قتادہ کہتے ہیں: اس شرّ سے مراد وہ لوگ ہیں، جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرتدّ ہو گئے تھے۔

”بقيّة“ :یعنی جب ہم ان سے لڑیں گے، تو کیا اس لڑائی کے بعد اسلام باقی رہے گا؟

”أقذاء“ : ابن اثیر کہتے ہیں: ”قذاة“ کی جمع ”القَذى“ ہے اور ”القَذى“ کی جمع ”أقذاء“ ہے۔لغت میں اس سے مراد وہ مٹی یا بھوسے کے تنکے یا میل کچیل ہے، جو آنکھ میں پڑتی ہے یا پانی میں گرتی ہے۔ حدیث میں اس لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ بظاہر مسلمان اکٹھے تو ہوں گے، لیکن ان کے دلوں میں فساد اور کینہ ہو گا۔

”دَخَن“ : قتادہ کی رائے کے مطابق اس سے مراد کینہ ہے، متن میں مذکور ایک طریق میں اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے: ”لوگوں کے دل (ان خصائل حمیدہ) کی طرف نہیں لوٹیں گے، جن سے وہ پہلے متصف ہوں گے۔“

"جِذْل": وہ لکڑی، جو اس مقصد کے لیے گاڑھی جاتی ہے، تا کہ اونٹ اس کے ساتھ خارش کریں۔
"فُلُوَّھا": ابن اثیر نے کہا: گھوڑے یا پالتو خچر وغیرہ کا چھوٹا سا بچھڑا۔

میں (البانی) کہتا ہوں: یہ حدیث نبوت کی عظیم نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اس میں امت کی خیر خواہی کی گئی ہے۔ آج مسلمانوں کو سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ فرقہ بندی اور حزبیت سے چھٹکارا حاصل کریں کہ جس کی وجہ سے ان کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے اور ان کی عظمت و سطوت راکھ بن چکی ہے، انہی وجوہات کی وجہ سے ان کا دشمن ان پر غالب آ چکا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (سورۂ انفال: ٤٦) ......"آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

اہم فائدہ: حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ طبری نے کہا: اس حدیث میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ جب مسلمانوں کا ایک حاکم وخلیفہ نہ ہو اور وہ مختلف فرقوں میں بٹ چکے ہوں، تو پھر کسی مخصوص فرقے کی پیروی نہ کرے اور تمام تنظیموں سے علیحدگی اختیار کر لے، بشرطیکہ ایسا کرنے میں کسی شرّ کا خطرہ نہ ہو، اس موضوع پر مختلف احادیث میں یہی جمع و تطبیق مناسب ہے۔ (صحیحہ: ۲۷۳۹)

## اس امت کے بدترین لوگ، بہترین لوگوں پر مسلط کب ہوں گے؟

(۳۶۳۲)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا مَشَتْ أُمَّتِي الْمُطَيْطَاءَ وَخَدَمَهَا اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ، اَبْنَاءُ فَارِسٍ وَالرُّوْمِ، سَلَّطَ شِرَارُهَا عَلٰى خِيَارِهَا۔)) (الصحيحة: ٩٥٦)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب میری امت متکبرانہ چال چلے گی اور فارس و روم کے بادشاہوں کے بیٹے ان کے خادم ہوں گے تو بدترین لوگ بہترین لوگوں پر مسلط ہو جائیں گے۔"

تخريج: أخرجه ابن المبارك في "الزهد": ١٨٧ ـ رواية نعيم، والمعافى بن عمران في "الزهد": ٢٣٨/ ٢، والترمذي: ٢/ ٤٢ ـ ٤٣، والعقيلي في "الضعفاء": ٤٠٨، وابن عدي في "الكامل": ٣٢٣/ ١ وابن حبان أيضا: ٢/ ٢٣٦، وأبونعيم في "أخبار أصبهان": ١/ ٣٠٨، والبيهقي في "الدلائل": ج ٢

**شرح**:...... ایسے ہی ہوا، جب مسلمانوں نے فارس اور روم کے علاقے فتح کیے اور ان کے مال و دولت کے مالک بنے اور ان کی اولاد کو قیدی بنایا تو رفتہ رفتہ مزاج میں تبدیلی آنا شروع ہو گئی، شرّ غالب ہوتی گئی اور خیر مغلوب۔ بعد والے اہل خیر کو اس کا شدید بھگتان بھگتنا پڑا، آج تک وہی سلسلے جاری ہیں۔

## قصۂ امام مہدی

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ آخر زمانہ میں اہل بیت سے ایک شخص کا ظہور ہو گا، وہ دین کی تائید اور عدل و انصاف کو عام کرے گا، جبکہ اس سے پہلے ظلم و ستم کا دور دورہ ہو گا، تمام مسلمان اس کی پیروی کریں گے اور تمام اسلامی ممالک

اس کے اقتدا میں آ جائیں گے، اس کو مہدی کہا جائے گا، اس کے زمانے میں دجال کا خروج ہوگا، پھر حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہو کر دجال کو قتل کریں اور امام مہدی کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔

امام مہدی کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا، یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا دور بڑا ہی بابرکت ہوگا۔ بقیہ معلومات درج ذیل احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(٣٦٣٣)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَخْرُجُ فِي آخِرِ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ ، يَسْقِيْهِ اللّٰهُ الْغَيْثَ ، وَتُخْرِجُ الْاَرْضُ نَبَاتَهَا ، وَيُعْطِي الْمَالَ صِحَاحاً ، وَتَكْثُرُ الْمَاشِيَةُ ، وَتَعْظُمُ الْأُمَّةُ ، يَعِيْشُ سَبْعًا اَوْ ثَمَانِيًا۔)) يَعْنِي حَجَّةً۔ (الصحيحة:٧١١)

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے آخری زمانے میں مہدی نکلے گا، اللہ تعالی بارش نازل کرے گا، زمین کھیتیاں اگائے گی، وہ لوگوں کو بہترین مال عطا کریں گے، مویشی زیادہ ہو جائیں گے، امت کی تعداد بڑھ جائے گی) اور وہ سات یا آٹھ سال تک زندہ رہے گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٥٥٧۔٥٥٨

(٣٦٣٤)۔ عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ، فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمُ الْمَهْدِيُّ: تَعَالَ صَلِّ بِنَا ، فَيَقُوْلُ: لَا ، اِنَّ بَعْضَهُمْ اَمِيْرُ بَعْضٍ ، تَكْرِمَةُ اللّٰهِ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ۔)) (الصحيحة:٢٢٣٦)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حضرت عیسی بن مریم (علیہ السلام) اتریں گے تو مسلمانوں کے امیر مہدی انھیں کہیں گے: آئیں اور نماز پڑھائیں۔ وہ کہیں گے: نہیں، تم ہی ایک دوسرے کے امام و امیر بن سکتے ہو، یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس امت کی عزت و آبرو ہے۔''

تخريج: أخرجه الحارث بن أبي أسامة في "مسنده"، واصل الحديث في "صحيح مسلم": ١/ ٩٥ من طريق اخرى عن جابر مرفوعا: ((...... فينزل عيسى ابن مريم صلى الله عليه وسلم فيقول اميرهم: تعال صل لنا، فيقول: لا، ان بعضكم على بعض امراء، تكرمة الله هذه الأمة۔))

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اصل حدیث صحیح مسلم میں ہے، جو سیدنا جابر رضی اللہ سے ہی ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ: ((فَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ﷺ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا ، فَيَقُوْلُ: لَا ، اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ اَمِيْرٌ ، تَكْرِمَةَ اللّٰه هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔))...... ''میری امت کا ایک گروہ روزِ قیامت تک حق پر غالب رہے گا'' پھر فرمایا: ''حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے،

مسلمانوں کے امیر ان کو کہیں گے: آئیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ وہ جواب دیں گے: نہیں، تم خود ایک دوسرے کے امام ہو، یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس امت کی عزت ہوگی۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ امیر امام مہدی ہوں گے۔ وباللہ التوفیق۔ (صحیحہ: ٢٢٣٦)

(٣٦٣٥)۔ عَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوْعًا: ((اَلْمَهْدِيُّ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ ، يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِي لَيْلَةٍ۔)) (الصحيحة: ٢٣٧١)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہدی ہم یعنی اہل بیت سے ہوگا، اللہ تعالی ایک رات میں اس کی اصلاح کر دے گا۔''

تخريج: رواه ابن ماجه: ٤٠٧٥، وأحمد: ١/ ٨٤، والعقيلي في "الضعفاء": ٤٧٠، وابن عدي: ٣٦٠/ ٢، وأبو نعيم في "الحلية": ٣/ ١٧٧، والطحاوي في "مشكل الآثار: ١/ ٤٤٩

**شرح**:...... اصلاح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس پر رجوع کرے گا، اس کو توفیق دے گا اور اس کی رشد و ہدایت اس کو الہام کرے گا، پہلے اس میں ایسے اوصاف نہیں ہوں گے۔

(٣٦٣٦)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ ، قَالَ: قَالَ ﷺ: ((مِنَّا الَّذِي يُصَلِّي عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ خَلْفَهُ۔)) (الصحيحة: ٢٢٩٣)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پیچھے حضرت عیسی بن مریم (علیہ السلام) نماز پڑھیں گے وہ ہم (یعنی اہل بیت) میں سے ہوگا۔''

تخريج: عزاه السيوطي في "الجامع" لأبي نعيم في "كتاب المهدي"، والحديث جاء مفرقا في احاديث اخرى

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس باب میں کئی احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ جس امام کی اقتدا میں حضرت عیسی علیہ السلام نماز ادا کریں گے، وہ امام مہدی ہوں گے۔ یہ روایات امام سیوطی کی کتاب (اَلْعُرف الوردی: ص ٨١، ٨٣، ٨٤) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث متواتر ہیں کہ امام مہدی تشریف لائیں گے، ان کا تعلق اہل بیت سے ہوگا، وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ نکلیں گے اور دجال کو قتل کرنے میں ان کی مدد کریں گے، یہی امام ہیں، جو اپنے زمانے میں اس امت کو نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسی علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (صحیحہ: ٢٢٩٣)

(٣٦٣٧)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ اَبِيْهِ مَرْفُوْعًا: ((لَتَمْلَاَنَّ الْاَرْضُ جَوْرًا وَظُلْمًا ، فَاِذَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُماً بَعَثَ اللّٰهُ رَجُلاً مِنِّيْ ، اسْمُهُ اِسْمِيْ ، فَيَمْلَؤُهَا قِسْطًا وَعَدْلاً ، كَمَامُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا۔))

معاویہ بن قرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمین ظلم و ستم سے بھر جائے گی، جب ایسے ہوگا تو اللہ تعالی ایک آدمی بھیجے گا، وہ میرا ہم نام ہوگا، وہ زمین میں ظلم و ستم کی جگہ پر عدل و انصاف عام کر دے گا۔''

(الصحيحة: ١٥٢٩)

تخريج: أخرجه البزار: صـ ٢٣٦ ـ زوائد ابن حجر، وابن عدي في "الكامل": ١٢٩/١، وأبو نعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ١٦٥، والطبراني في "الكبير" و "الاوسط"

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: شیخ غزالی نے کہا: ''میں تو ایک طالب علم ہوں، بہر حال میرے علم کے مطابق تو کسی واضح حدیث میں امام مہدی کا ذکر نہیں آتا اور اگر کوئی صریح حدیث ہے تو وہ صحیح نہیں ہے۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: جنابِ غزالی! کون سے مشائخ نے آپ جیسے طالب علم کو ایسی روایات کی نفی کرنے کی تلقین کی؟ کیا وہ علمائے کلام تو نہیں ہیں، جن بیچاروں کے پاس حدیث کا علم ہے نہ راویانِ حدیث کا؟

اس دعوے کی کیا اہمیت ہے، جبکہ دوسری طرف علمائے حدیث نے مختلف احادیث کی روشنی میں امام مہدی کی آمد کو ثابت کر رکھا ہے۔ امام غزالی کو چاہیے تھا کہ وہ تصحیح وتضعیف کے قانون کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن وحدیث اور ان سے صادر ہونے والے احکام ومسائل کا مراجعہ کرتے اور مسلمانوں کو خواہ مخواہ شک میں نہ ڈالتے۔

میرے مسلمان بھائی! عصر حاضر میں اکثر مسلمان راہِ مستقیم سے منحرف ہو چکے ہیں، یہ ذاتی اختراعات اور خود ساختہ آرا کی روشنی میں شریعت کی مختلف نصوص کی وضاحت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اب امام مہدی کے خروج کے بعد ہی اسلام کو غلبہ واقتدار نصیب ہوگا، (ان سے پہلے غلبۂ اسلام کی کوئی صورت نہیں)۔

یہ بے سر و پا دعوی اور ضلالت وگمراہی ہے، جو شیطان نے اکثر لوگوں اور بالخصوص صوفیوں کے دلوں میں القا کر دی ہے۔ حالانکہ امام مہدی کی آمد میں جتنی احادیثِ نبویہ مروی ہیں، کسی ایک سے بھی یہ دعوی ثابت نہیں ہوتا۔ اتنا ضرور ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسے شخص کے ظہور کی خوشخبری سنائی، جو آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہوگا اور وہ اسلام کے احکام کی روشنی میں فیصلہ کرنے کے ساتھ ساتھ عدل وانصاف کو عام کر دے گا، حقیقت میں وہ ان مجدِّ دین میں سے ہوگا، جن کو اللہ تعالی ہر صدی کے بعد بھیجتا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم دین کی تجدید کی خاطر علم وعمل کے لیے جد وجہد ترک کر دیں۔

اسی طرح امام مہدی کی آمد کا یہ معنی بھی نہیں کہ ہم زمین میں اللہ تعالی کی شریعت کے نفاذ کے لیے کوئی کوشش نہ کریں اور ان کی آس میں بیٹھ جائیں۔

ہم نے عوام الناس کی جو بے سر و پا باتیں بیان کی ہیں، بعض صوفیوں سمیت کچھ لوگوں کو ان کا علم تو ہے، لیکن جب ان میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ امام مہدی کے خروج کا عقیدہ رکھنے سے یہ امور لازم تو آئیں گے، تو وہ فوراً انکار کرنے لگتے ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے، جیسے کسی نے کہا: اس نے میرا علاج اس چیز کے ساتھ کیا، جس میں بیماری تھی۔ ایسے لوگ معتزلیوں سے مختلف نہیں ہیں کہ جنھوں نے اس بنا پر تقدیر کا انکار کر دیا کہ کچھ لوگ اس سے ''جبر'' کا استدلال کر رہے ہیں۔ یہ بیچارے ایک طرف تو جبر کا جواب نہ دے سکے اور دوسری طرف جس چیز کا عقیدہ رکھنا فرض

تھا، اس کا انکار کر دیا۔

ایک فریق کا خیال ہے کہ تاریخ اسلامی شاہد ہے کہ بعض خود غرضوں اور بیوقوفوں نے امام مہدی کے قصے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر لوگوں کو زبردست فتنوں میں مبتلا رکھا ہے، مثلاً جہیمان سعودی کا حرمِ مکی میں برپا کیا ہوا فتنہ۔ اس لیے ضروری ہے کہ سرے سے امام مہدی کی آمد کا ہی انکار کر دیا جائے، تاکہ فتنہ باز لوگوں کے فتنے دب جائیں، شیخ غزالی نے بھی اپنے کلام کے آخر میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا تھا۔

اس فاسد خیال کے حق میں رائے دینے والے اُن باطل پرستوں کی طرح ہیں جنھوں نے آخری زمانے میں حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کا انکار اس بنا پر کیا ہے، کہ بعض کذاب اور دجّال لوگوں نے فتنہ برپا کرنے کے لیے اپنے آپ کو ''مسیح موعود'' ظاہر کیا ہے، مثال کے طور پر مرزا غلام احمد قادیانی۔ شیخ شلتوت جیسوں نے واضح طور پر حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کا انکار کر دیا اور بعض وضاحت تو نہیں کرتے، لیکن ان کی زبانیں اس قسم کے خیالات فاسدہ اگلتی رہتی ہیں۔ ممکن ہے کہ میں حتمی طور پر یہ دعوی کر دوں کہ جن لوگوں نے امام مہدی کی آمد کا انکار کیا، انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کا بھی انکار کر دیا۔

میرے ہاں ان منکرین کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ تعالی کی الوہیت کا انکار اس چیز کو بنیاد بنا کر دے کہ بعض فرعونوں نے بھی الوہیت کا دعوی کیا ہے، اس لیے سرے سے اللہ تعالی کے معبود ہونے کا ہی انکار کر دیا جائے، تاکہ فراعنہ باز آ جائیں۔ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (سورۂ قمر: ۱۵) ..... ''کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟''

(صحیحہ: ۱۵۲۹)

ان بیچاروں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ریت کی تپش سے بچنے کے لیے آگ میں گھس گیا، حق یہ ہے کہ شرعی علم و عمل کی روشنی میں فتنوں کا ردّ کیا جائے۔

## حضرت عیسی علیہ السلام کا حلیہ مبارک

(۳۶۳۸)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ، فَرَاَيْتُ رَجُلاً آدَمَ، كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ، لَهُ لُمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ، قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً، مُتَّكِئاً عَلٰى رَجُلَيْنِ اَوْعَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ، يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَسَأَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: هٰذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے آج رات اپنے آپ کو خواب میں کعبہ کے پاس دیکھا، میں نے ایک گندمی رنگ کا آدمی دیکھا تھا، اس رنگ میں وہ انتہائی خوبصورت آدمی تھا، اس کی بہت خوبصورت زلفیں تھیں، اس نے کنگھی کر رکھی تھی اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں یا دو آدمیوں کے کندھوں پر ٹیک لگا رکھی تھی اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ آدمی کون ہے؟ کہا گیا کہ

ثُــمَّ إِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ ، اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰي ، كَاَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ ، فَسَاَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقِيْلَ لِي: هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ ـ)) (الصحيحة: ٣٩٨٣)

یہ مسیح بن مریم (علیہ السلام) ہیں۔ پھر اچانک میں نے ایک اور آدمی دیکھا جو چھوٹے گھونگھریالے بالوں والا تھا، اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور وہ خوشۂ انگور میں ابھرے ہوئے دانے کی طرح لگتی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے کہا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔''

تخريج: أخرجه مالك في "الموطأ": ٣/ ١٠٧، ومن طريقه أخرجه البخاري: ٥٩٠٢، ومسلم: ١/ ١٠٧

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات

اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے، قیامت کے قریب وہ آسمان سے اتریں گے، اس کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کے زمانے میں نازل ہوں گے اور سات سال تک ٹھہریں گے، ان کے دور میں امن وامان اور مال و دولت کی فراوانی ہو گی، جہاں تک انسانیت ہو گی، وہاں تک اسلام ہو گا، دوسرے تمام ادیان ختم ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ان کے چالیس سال ٹھہرنے کا ذکر ہے، شارح ابوداود نے حافظ ابن کثیر کے حوالے یہ تطبیق پیش کی ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کل عمر ہے، اور مشہور بھی یہی ہے کہ جب ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تو ان کی عمر تینتیس برس تھی۔ (عون المعبود: ٢/ ١٩٨٧) والله اعلم

(٣٦٣٩)۔ عَـنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَـاسِـمِ بِيَـدِهِ! لَيَـنْزِلَنَّ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا، وَحَكَمًا عَدْلاً، فَلَيُكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ، وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ وَلَيُعْرَضَنَّ عَـلَيْـهِ الْـمَالُ فَلَا يَقْبَلُهُ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَاَجَبْتُهُ۔)) (الصحيحة: ٢٧٣٣)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو القاسم کی جان ہے! حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) انصاف پسند امام اور عدل پسند حکمران بن کر ضرور نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، تعلقات میں صلح صفائی کریں گے، عداوت ختم ہو جائے گی، ان پر مال پیش کیا جائے گا لیکن وہ قبول نہیں کریں گے، اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا: اے محمد! تو میں ان کو جواب دوں گا۔''

تخريج: أخرجه أبو يعلى في "مسنده": ٤/ ١٥٥٢، وأخرجه البخاري: ٣٤٤٨، ومسلم: ١/ ٩٣ دون قوله: ((وليصلحن ذات البين، وليذهبن الشحناء))، والفقرة الثانية منهما عند مسلم و غيره

**شرح:** ...... یہ بات یقینی ہے کہ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دینی ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کا جواب دینا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کی مقبولیت کی نشاندہی کی گئی ہے یا پھر ترغیت دلائی جا رہی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳٦٤٠)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((طُوْبٰى لِعَيْشٍ بَعْدَ الْمَسِيْحِ، طُوبٰى لَعَيْشٍ بَعْدَ الْمَسِيْحِ، يُؤْذَنُ لِلسَّمَاءِ فِي الْقَطْرِ، وَيُؤْذَنُ لِلْاَرْضِ فِي النَّبَاتِ، فَلَوْ بَذَرْتَ حَبَّكَ عَلَى الصَّفَا لَنَبَتَ، وَلَا تَشَاحٌّ وَلَا تَحَاسُدٌ وَلَا تَبَاغُضٌ، حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْاَسَدِ وَلَا يَضُرُّهُ، وَيَطَأُ عَلَى الْحَيَّةِ فَلَا تَضُرُّهُ، وَلَا تَشَاحٌّ وَلَا تَحَاسُدٌ وَلَا تَبَاغُضٌ۔)) (الصحيحة:١٩٢٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت عیسی (علیہ السلام) کے بعد والی زندگی کے لیے خوشخبری ہے، حضرت عیسی (علیہ السلام) کے بعد والی زندگی کے لیے خوشخبری ہے، آسمان کو برسنے کی اور زمین کو کھیتیاں اگانے کی (کھلی) اجازت دی جائے گی۔ اگر تم اس وقت صفا پہاڑی پر بھی بیج کاشت کرو گے تو وہ اگ آئے گا۔ (لوگوں میں) ایک دوسرے سے فوقیت و برتری لے جانے کی کوئی تمنا نہیں ہوگی، حسد و بغض ختم ہو جائے گا اور (اتنا امن ہوگا کہ) آدمی شیر کے پاس سے گزر جائے گا، وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور آدمی سانپ کے اوپر سے گزر جائے گا، وہ اسے کوئی تکلیف نہیں دے گا۔ لوگوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوئی تڑپ باقی نہیں رہے گی اور نہ کوئی حسد و بغض ہوگا۔''

تخريج: رواه أبوبكر الأنباري في "حديثه": ج ١ ورقة ٦/ ١، والديلمي: ٢/ ١٦١، والضياء في "المنتقى من مسموعاته بمرو": ١٢٧/ ١

**شرح**:...... اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے دور میں امن و امان، محبت و مودت اور مال و دولت کی فراوانی کی ایک جھلکی پیش کی گئی ہے۔

(٣٦٤١)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمُ الْمَهْدِيُّ: تَعَالَ صَلِّ بِنَا، فَيَقُوْلُ: لَا، اِنَّ بَعْضَهُمْ اَمِيْرُ بَعْضٍ، تَكْرِمَةُ اللّٰهِ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ۔)) (الصحيحة:٢٢٣٦)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حضرت عیسی بن مریم (علیہ السلام) اتریں گے تو مسلمانوں کے امیر مہدی انھیں کہیں گے: آئیں اور نماز پڑھائیں۔ وہ کہیں گے: نہیں، تم ہی ایک دوسرے کے امام و امیر بن سکتے ہو، یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس امت کی عزت و آبرو ہے۔''

تخريج: أخرجه الحارث بن أبي أسامة في "مسنده"، واصل الحديث في "صحيح مسلم": ١/ ٩٥ من

طریق اخری عن جابر مرفوعا: ((...... فینزل عیسی ابن مریم صلی الله علیه وسلم فیقول امیرهم: تعال صل لنا، فیقول: لا، ان بعضکم علی بعض امراء، تکرمة الله هذه الأمة۔))

## آپ ﷺ کا حضرت عیسی علیہ السلام کو سلام بھیجنا

(۳٦٤۲)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَلْيُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ۔)) (الصحیحة:۲۳۰۸)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو حضرت عیسی بن مریم (علیہ السلام) کو پالے، تو انھیں میرا سلام پہنچائے۔''

تخریج: أخرجه الحاکم:٤/ ٥٤٥

**شرح**:...... تمام مسلمان یہ حدیث ذہن نشین کریں اور اپنی نسل کو اس کی تعلیم دیں، تاکہ جس کے زمانے میں حضرت عیسی علیہ السلام کا ظہور ہو وہ ان کو آپ ﷺ کا سلام پہنچائے۔

## دجال اور اس کی شکل اور صفات

حضرت عیسی علیہ السلام سے قبل دجال کا نزول ہوگا، عجیب اختیارات کا مالک ہونے کی وجہ سے الوہیت کا دعوی کرے گا، ہواؤں کے ذریعے چلنے والے بادل کی طرح زمین میں تیزی کے ساتھ پھیل جائے گا اور ہر طرف فساد برپا کر دے گا، ایک قوم کے پاس آئے گا، لیکن وہ اس کی تکذیب کرے گی، اس وجہ سے ان کے اموال دجال کے پیچھے چل پڑیں گے اور ان کے پاس کچھ نہ رہے گا، لیکن جو لوگ اس کی تصدیق کریں گے، ان پر اس کے حکم سے آسمان بارش برسائے گا اور زمین کھیتیاں اگائے گی اور ان کے چوپائے سیر ہو کر اور زیادہ دودھ کے ساتھ واپس آئیں گے، اس کے حکم سے ویران مقامات سے خزانے نکلیں گے اور شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے چل پڑیں گے، یہ ایک بھرپور جوانی والے شخص کو بلائے گا اور اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، لیکن پھر جب وہ اس کو بلائے گا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا، اُس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ اس کے پاس جنت اور آگ کی طرح کی دو چیزیں ہوں گی، یہ جس کو جنت باور کرائے گا، وہ حقیت میں آگ ہوگی، اور جس کے بارے میں آگ ہونے کا دعوی کرے گا، وہ حقیقت میں جنت ہوگی، یہ زمین میں چالیس دن قیام کرے گا، ایک دن سال کی مانند، ایک دن ایک ماہ کی مانند، ایک دن ایک ہفتے کی مانند ہوگا اور بقیہ ایام عام دنوں کی طرح ہوں گے، اس کی پیشانی پر ''کافر'' یا ''ک ف ر'' لکھا ہوا ہوگا، جس کو ہر مومن پڑھ سکے گا۔ حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہونے کے بعد بیت المقدس کے قریب واقع ''لُدّ'' شہر کے دروازے پر اس کو قتل کر دیں گے۔

(۳٦٤۳)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ، فَرَاَيْتُ رَجُلًا آدَمَ، كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ، لَهُ لُمَّةٌ كَاَحْسَنِ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے آج رات اپنے آپ کو خواب میں کعبہ کے پاس دیکھا، میں نے ایک گندمی رنگ کا آدمی دیکھا تھا، اس رنگ میں وہ انتہائی خوبصورت آدمی تھا، اس کی بہت

مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِمَمِ ، قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً ، مُتَّكِئاً عَلٰى رَجُلَيْنِ اَوْعَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ ، يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَسَأَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: هٰذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ـ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ ، اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰي ، كَاَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ ، فَسَاَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقِيْلَ لِي: هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ۔)) (الصحيحة: ٣٩٨٣)

خوبصورت زلفیں تھیں، اس نے کنگھی کر رکھی تھی اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں یا دو آدمیوں کے کندھوں پر ٹیک لگا رکھی تھی اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ آدمی کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ مسیح بن مریم (علیہ السلام) ہیں۔ پھر اچانک میں نے ایک اور آدمی دیکھا جو چھوٹے گھونگھریالے بالوں والا تھا، اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور وہ خوشۂ انگور میں ابھرے ہوئے دانے کی طرح لگتی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے کہا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔“

تخريج: أخرجه مالك في "الموطأ": ٣/ ١٠٧، ومن طريقه أخرجه البخاري: ٥٩٠٢، ومسلم: ١/ ١٠٧

(٣٦٤٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((الدَّجَّالُ اَعْوَرُ، هِجَانٌ اَزْهَرُ (وَفِي رِوَايَةٍ: اَقْمَرُ)، كَأَنَّ رَاْسَهُ اَصِلَةٌ، اَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ ، فَاِمَّا هَلَكَ الْهُلَّكُ ، فَاِنَّ رَبَّكُمْ تَعَالٰى لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔)) (الصحيحة:١١٩٣)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دجال کانا ہوگا، اس کا رنگ سفید ہوگا، ایسے لگتا ہے کہ اس کا سر چھوٹے مہلک سانپ (کے سر) کی طرح (یعنی اس کا سر بہت چھوٹا) ہوگا، لوگوں میں عبد العزی بن قطن اس کے زیادہ مشابہ ہے، (ذہن نشین کر لو کہ مشابہت میں پڑ کر) ہلاک ہونے والے ہلاک ہوتے رہیں، بیشک تمھارا ربّ کانا نہیں ہے۔“

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه" ١٩٠٠ ـ موارد، وأحمد: ١/ ٢٤٠ و ٣١٣، وأبو أسحاق الحربي في "غريب الحديث" ٥/ ٧٣/ ١ و ٩٣/ ١، وابن منده في "التوحيد" ٨٣/ ١

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث سے واضح طور پر پتہ چلا رہا ہے کہ دجال کا تعلق بشریت سے ہے، اس میں بشر کی صفات پائی جاتی ہیں، جیسے وہ عبد العزی بن قطن کے ساتھ مشابہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دجال سے مراد یورپی تہذیب اور اس کی زینت و سجاوٹ اور حسن و دلکشی اور فتنے مراد ہیں، لیکن اس حدیث سمیت کئی دلائل سے اس تاویل کا ردّ ہوتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ دجال ایک بشر ہے اور اس کا فتنہ سب سے بڑا ہے، اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (صحیحہ:۱۱۹۳)

(٣٦٤٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ جُهْدًا شَدِيْدًا يَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے زمانے کی شدید مزاحمتوں کا ذکر کیا۔ میں نے کہا:

الـدَّجَّـالِ ، فَـقُـلْـتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاَيْنَ الْـعَـرَبُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَلِيْلٌ۔)) فَقُلْتُ: مَايُجْزِي الْمُؤْمِنِيْنَ يَـوْمَـئِـذٍ مِـنَ الـطَّـعَـامِ؟ قَالَ: ((مَايُجْزِيْ الْـمَلَائِـكَةَ ، التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَالتَّحْمِيْدُ وَالتَّهْلِيْـلُ۔)) قُـلْـتُ: فَـاَيُّ الْمَالِ يَوْمَئِذٍ خَيْـرٌ؟ قَالَ: ((غُلَامٌ شَدِيْدٌ يَسْقِي اَهْلَهُ مِنَ الْمَاءِ ، وَاَمَّا الطَّعَامُ فَلَا طَعَامَ۔))

(الصحيحة:٣٠٧٩)

اے اللہ کے رسول! اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! ان دنوں عرب تھوڑے ہوں گے۔'' میں نے کہا: تو پھر کون سی چیز مومنوں کو کھانے سے کفایت کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو فرشتوں کو کفایت کرتی ہے، ...... تسبیح، تکبیر، تحمید اور تہلیل۔'' میں نے کہا: ان دنوں میں کون سا مال بہتر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا خادم جو اپنے آقاؤں کو پانی پلا دے گا، رہا مسئلہ کھانے کا تو وہ تو (سرے سے) نہیں ہوگا۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٦/ ٧٥۔٧٦، ١٢٥، وأبويعلي: ٨/ ٧٨/ ٤٦٠٧

**شرح:**...... دجال مسلمانوں کے حق میں بہت بڑا فتنہ ہوگا، اس کی تصدیق نہ کرنے والے مسلمانوں کا مال اس کے پیچھے چل پڑے گا اور ان کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ اس کی وجہ سے مزید تکالیف کا معاملہ اس کے علاوہ ہوگا۔

(٣٦٤٦)۔ عَـنْ اُبَـيِّ بْـنِ كَـعْـبٍ مَرْفُوْعًا: ((الـدَّجَّـالُ عَيْـنُـهُ خَـضْـرَاءُ كَالزُّجَاجَةِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔))

(الصحيحة:١٨٦٣)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دجال کی آنکھ شیشے کی طرح سبز ہوگی اور ہم عذابِ قبر سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتے ہیں۔''

تخريج: رواه أحمد: ٥/ ١٢٣و ١٢٤، وأبونعيم في "أخبار أصبهان": ١/ ٢٤٧، ٢٩٤۔ ٤٩٥

(٣٦٤٧)۔ عَـنْ رِبْـعِـيِّ بْنِ حِرَاشٍ ، قَالَ: قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ: اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَـمِـعْـتَ مِن رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَـالَ: اِنِّي سَـمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَـاءً وَنَـارًا، فَـاَمَّـا الَّذِي يُرٰى النَّاسُ اَنَّهَا الـنَّارُ ، فَمَاءٌ بَارِدٌ، وَاَمَّا الَّذِي يُرٰى النَّاسُ اَنَّـهُ مَـاءٌ بَـارِدٌ، فَـنَارٌ تُحْرِقُ، فَمَنْ اَدْرَكَ مِـنْـكُـمْ ، فَـلْيَقَعْ فِي الَّذِي يُرٰى اَنَّهَا نَارٌ ، فَـاِنَّـهُ عَـذْبٌ بَـارِدٌ۔)) فَقَالَ:عُقْبَةُ: وَاَنَا قَدْ

ربعی بن حراش کہتے ہیں: سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آیا آپ ہم کو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث بیان کریں گے؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''بیشک جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوں گے، جو چیز لوگوں کو آگ کی صورت میں نظر آئے گی وہ درحقیقت ٹھنڈا پانی ہوگی اور لوگ جس چیز کو ٹھنڈا پانی تصور کریں گے وہ حقیقت میں جلانے والی آگ ہوگی۔ اگر تم لوگ دجال کو پا لو تو اس میں گرنا جو تمھیں آگ کی شکل میں نظر آئے گی، کیونکہ وہ در اصل میٹھا

سَمِعْتُهُ، تَصْدِيْقًا لِحُذَيْفَةَ۔ (الصحيحة:٣٥٤٢)

اور ٹھنڈا پانی ہو گا۔" سیدنا عقبہ نے سیدنا حذیفہ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: میں نے بھی یہ حدیث سنی تھی۔

تخريج: أخرجه البخاري: ٣٤٥٠، ٧١٣٠، ومسلم: ٨/ ١٩٦، وابن أبي شيبة في "المصنف" ١٩٣٥١، وأحمد: ٥/ ٣٩٥، والمحاملي في "الأمالي": ٣١٥، والطبراني: ١٧/ ٢٣١

(٣٦٤٨)۔ عَنْ جُنَادَةَ بْنِ اَبِي اُمَيَّةَ الدَّوْسِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَصَاحِبٌ لِّي عَلٰى رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا: حَدِّثْنَا مَاسَمِعْتَ مِن رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا تُحَدِّثْنَا عَنْ غَيْرِهِ وَاِنْ كَانَ عِنْدَنَا مُصَدَّقًا۔ قَالَ: نَعَمْ۔ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: ((اُنْذِرُكُمُ الدَّجَّالَ، اُنْذِرُكُمُ الدَّجَّالَ، اُنْذِرُكُمُ الدَّجَّالَ، فَاِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَهُ اُمَّتَهُ، وَاِنَّهُ فِيْكُمْ اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ! وَاِنَّهُ جَعْدٌ آدَمُ، مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى، وَاِنَّ مَعَهُ جَنَّةً وَنَارًا، فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ، وَاِنَّ مَعَهُ نَهْرَ مَاءٍ وَجَبَلَ خُبْزٍ، وَاِنَّهُ يُسَلَّطُ عَلٰى نَفْسٍ فَيَقْتُلُهَا ثُمَّ يُحْيِيْهَا، لَا يُسَلَّطُ عَلٰى غَيْرِهَا، وَاِنَّهُ يُمْطِرُ السَّمَاءَ وَلَاتُنْبِتُ الْاَرْضَ، اِنَّهُ يَلْبَثُ فِي الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا حَتّٰى يَبْلُغَ مِنْهَا كُلَّ مَنْهَلٍ، وَاِنَّهُ لَا يَقْرُبُ اَرْبَعَةَ مَسَاجِدَ: مَسْجِدَ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدَ الرَّسُوْلِ، وَمَسْجِدَ الْمَقْدَسِ وَالطُّوْرَ، وَمَاشُبِّهَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْاَشْيَاءِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔)) (مَرَّتَيْنِ)

(الصحيحة:٢٩٣٤)

جنادہ بن ابو امیہ دوسی کہتے ہیں: میں اور میرا دوست ایک صحابیٔ رسول کے پاس گئے اور کہا: ہمیں ایسی حدیث بیان کرو، جو تم نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہو، کسی اور سے نہیں، اگرچہ وہ ہمارے ہاں صادق ہو۔ انھوں نے کہا: جی ہاں، رسول اللہ ﷺ ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: "میں تمھیں دجال سے ڈراتا ہوں، میں تمھیں دجال سے ڈراتا ہوں، میں تمھیں دجال سے ڈراتا ہوں، ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے آگاہ کیا۔ اے میری امت! وہ تم میں نکلے گا۔ وہ گھونگھریالے بالوں والا اور گندمی رنگ کا ہوگا، اس کی بائیں آنکھ مٹی ہوئی ہوگی، اس کے پاس جنت اور جہنم ہوگی۔ (درحقیقت) اس کی جہنم، جنت ہوگی اور اس کی جنت، جہنم ہوگی۔ اس کے پاس پانی کی نہر اور روٹیوں کا پہاڑ ہوگا۔ (اسے اتنی قدرت دی جائے گی کہ) ایک جان کو قتل کر کے اسے زندہ کر سکے گا، مزید اسے اس قسم کا تسلط نہیں دیا جائے گا۔ وہ آسمان سے بارش برسائے گا، لیکن زمین سے کوئی چیز نہیں اگائے گی۔ وہ زمین میں چالیس دن ٹھہرے گا، لیکن ہر جگہ پر پہنچے گا۔ وہ چار مساجد کے قریب نہیں آ سکے گا: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد مقدس اور کوہِ طور۔ اگر کچھ اختیارات کی وجہ سے تم پر (اس کی اللہ تعالی سے) مشابہت پڑنے لگے، تو ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالی کانا نہیں ہے۔" یہ بات دو دفعہ ارشاد فرمائی۔

تـخـر يــج: أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف": ١٥/ ١٤٧ـ١٤٨، وأحمد: ٥/ ٤٣٥، وفي "السنة": رقم ١٠١٦

(٣٦٤٩)۔ عَـنْ عُمَرَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ، اَنَّـهُ اَخْبَـرَهُ بَـعْـضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَـالَ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ يُحَذِّرُهُمْ فِتْنَتَهُ (يَـعْـنِي: الدَّجَّالَ): ((تَعَلَّمُوْا اَنَّهُ لَنْ يَرٰى اَحَـدٌ مِّـنْـكُـمْ رَبَّــهُ حَتّٰـى يَمُوْتَ، وَاَنَّـهُ مَـكْـتُـوْبٌ بَـيْـنَ عَيْنَيْهِ "ك ف ر" يَقْرَءُهُ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهُ۔)) (الصحيحة:٢٨٦٢)

عمر بن ثابت انصاری کہتے ہیں کہ مجھے ایک صحابیٔ رسول نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے انھیں دجال سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: "جان لو کہ کوئی بھی اپنے ربّ کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتا اور اس دجال کی آنکھوں کے درمیان (ک ف ر) لکھا ہو گا، اس کے عمل کو ناپسند کرنے والا ہر شخص یہ الفاظ پڑھ لے گا۔"

تخريـج: أخرجه مسلم :٨/ ١٩٣، والترمذي:٢٢٣٦، وابن منده في "المعرفة": ٢/ ٢٨٧/ ٢

**شــرح:**...... مومنوں کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن ہے، اس لیے اگر کوئی ان کی زندگی میں ربّ ہونے کا دعویٰ کر دے تو اسے فوراً جھٹلا دیا جانا چاہیے۔

(٣٦٥٠)۔ عَـنْ اَبِـي قِلَابَةَ، قَـالَ: رَاَيْـتُ رَجُلاً بِالْمَدِيْنَةِ وَقَدْ طَافَ النَّاسُ بِهٖ، وَهُوَ يَـقُـوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰــهِ ﷺ۔ فَـاِذَا رَجُـلٌ مِّـنْ اَصْـحَـابِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اِنَّ مِـنْ بَـعْدِكُمُ الْكَذَّابَ الْمُضِلَّ، وَاِنَّ رَاْسَهُ مِـنْ بَعْدِهٖ حَبْكٌ حَبْكٌ۔ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ وَاِنَّهُ سَيَقُوْلُ: اَنَا رَبُّكُمْ، فَمَنْ قَالَ: لَسْتَ رَبَّنَا، لٰكِنْ رَبُّنَا اللّٰهُ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا، وَاِلَيْهِ اَنَبْنَا، نَـعُـوْذُ بِـاللّٰـهِ مِنْ شَرِّكَ، لَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهِ سُلْطَانٌ۔)) (الصحيحة:٢٨٠٨)

ابوقلابہ کہتے ہیں: میں نے مدینہ میں ایک آدمی دیکھا، لوگ اس کے اردا گرد چکر لگا رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ آدمی صحابیٔ رسول تھا اور میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: "تمھارے بعد انتہائی جھوٹا اور گمراہ کن آدمی پیدا ہو گا، اس کے سر کے بال گھونگھریالے (یا بل دیے ہوئے) ہوں گے، وہ کہے گا: میں تمھارا ربّ ہوں۔ جس آدمی نے اسے یوں جواب دیا: تو ہمارا ربّ نہیں ہے، ہمارا ربّ تو اللہ ہے، ہم نے اس پر توکل کیا، اسی کی طرف رجوع کیا اور ہم تیرے شرّ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ تو اس پر اس کا کوئی بس نہیں چلے گا۔"

تخريـج: أخرجه الامام أحمد: ٥/ ٣٧٢

**شــرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیثِ مبارکہ میں صراحت کی گئی ہے کہ دجالِ اکبر ایک شخص ہے، جس کا سر اور بال ہوں گے۔ اس سے مراد فساد نہیں ہے، جیسا کہ بعض ضعیف الایمان لوگوں کو وہم ہوا ہے۔ (صحیحہ: ۲۸۰۸)

معلوم ہوا کہ دجال کو دیکھ کر یہ دعا پڑھی جائے: لَسْتَ رَبَّنَا ، لٰكِنْ رَبُّنَا اللّٰهُ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ، وَإِلَيْهِ أَنَبْنَا ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكَ۔

## دجال کی جائے خروج

(٣٦٥١)۔ عَنْ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيْقِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ ، يُقَالُ لَهَا: خُرَاسَانُ ، يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔)) (الصحيحة:١٥٩١)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بیان کیا: ”مشرقی سرزمین، جسے خراسان کہتے ہیں، سے دجال نمودار ہوگا، اس کی پیروی کرنے والے لوگوں کے چہرے گویا کہ تہ بر تہ ڈھالیں ہیں۔“

تخریج: أخرجه الترمذي: ٣/ ٢٣٤ ، وابن ماجه: ٢/ ٥٠٦ ، والحاكم: ٤/ ٥٢٧ ، وأحمد: ١/ ٤ و ٧ ، والضياء في "المختارة": ٣٣۔ ٣٧ بتحقيقي

**شرح**:...... امام عبدالرحمٰن مبارکپوری کہتے ہیں: ماوراء النہر اور عراق کے علاقوں کے درمیان خراسان کے معروف علاقے ہیں۔ اب ہرات کو خراسان کہتے ہیں، جس کا بیشتر حصہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی میں مذکورہ خراسان کا ہے، بالکل ایسے ہی سمجھیں جیسے دمشق کو شام کہتے ہیں۔ (حالانکہ احادیث میں مذکورہ شام جزیرہ نما عرب کا شمالی علاقہ ہے، جو موجودہ شام، انطاکیہ سمیت، اردن اور فلسطین سے عسقلان پر مشتمل ہے۔) رہا مسئلہ اس کی پیروی کرنے والے اس حدیث میں مذکورہ لوگوں کا، تو یہ پیدائشی اوصاف ترک اور ازبک لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/ ۲۳۴) جغرافیائی حدود میں تبدیلی کی وجہ سے علاقوں کے قدیم اور جدید ناموں میں اختلاف پایا جاتا رہا ہے۔

## ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے

(٣٦٥٢)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ أَصْبَهَانَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا ، عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ۔)) (الصحيحة:٣٠٨٠)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے لگیں گے (پیروی کریں گے) جن کے جسموں پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔“

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ٢٠٧ ، وابن حبان: ٦٧٦٠ ، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٢/ ٢٥٠۔ مصورة المدينة

**شرح**:...... یہودیوں کا ماضی بھی حق کی مخالفت سے بھرا پڑا ہے اور مستقبل کا یہ حال ہے۔

## دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا

## مدینہ منورہ میں رہنے والے منافق دجال کے پاس کیسے پہنچیں گے؟

(٣٦٥٣)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اَشْرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى فَلَقٍ مِنْ اَفْلَاقِ الْحَرَّةِ وَنَحْنُ مَعَهُ فَقَالَ: ((نِعْمَتِ الْاَرْضُ الْمَدِيْنَةُ اِذَا خَرَجَ الدَّجَّالُ، عَلٰى كُلِّ نَقَبٍ مِنْ اَنْقَابِهَا مَلَكٌ لَا يَدْخُلُهَا، فَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ رَجَفَتِ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، لَا يَبْقٰى مُنَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ اِلَّا خَرَجَ اِلَيْهِ، وَاَكْثَرُ - يَعْنِي- مَنْ يَّخْرُجُ اِلَيْهِ النِّسَاءُ، وَذٰلِكَ يَوْمُ التَّخْلِيْصِ، وَذٰلِكَ يَوْمٌ تَنْفِي الْمَدِيْنَةُ الْخَبَثَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ، يَكُوْنُ مَعَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْيَهُوْدِ، عَلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ سَاجٌ وَسَيْفٌ مُحَلًّى، فَتَضْرِبُ قُبَّتَهُ بِهٰذَا الضَّرْبِ الَّذِي عِنْدَ مُجْتَمَعِ السُّيُوْلِ۔)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَاكَانَتْ فِتْنَةٌ وَتَكُوْنُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَكْبَرَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَلَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا حَذَّرَ اُمَّتَهُ، وَلَاُخْبِرَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مَااَخْبَرَهُ نَبِيٌّ قَبْلِي۔)) ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى عَيْنِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ۔)) (الصحيحة: ٣٠٨١)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ حرہ کے ایک ٹیلے سے جھانکے اور فرمایا: ''جب دجال کا ظہور ہوگا تو مدینہ بہترین سرزمین ثابت ہوگی، اس کی طرف آنے والے ہر راستے پر فرشتہ ہوگا، اس لیے دجال اس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ جب معاملہ یہ ہوگا تو مدینہ تین دفعہ اپنے باشندوں کو جھٹکا دے گا، (مدینہ میں رہنے والا) ہر منافق مرد اور عورت دجال کی طرف نکل جائے گا، زیادہ تر جانے والی عورتیں ہوں گی، یہ ''یوم التخلیص'' ہوگا، اس دن مدینہ اپنے اندر پائی جانے والی خباثت اس طرح نکال دے گا، جیسے دھونکنی لوہے کی میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔ دجال کے ساتھ ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) یہودی ہوں گے، ہر ایک نے زرہ زیبِ تن کی ہوگی اور ہر ایک کے پاس آراستہ کی ہوئی ایک تلوار ہوگی، جہاں پانی کے نالے جمع ہوتے ہیں وہاں اس کا ڈیرہ بنایا جائے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہ (ماضی میں) ایسا فتنہ تھا اور نہ تا قیامت ہوگا، جو دجال کے فتنے سے سنگین ہو۔ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے متنبہ کیا اور میں تمھیں اس کی ایسی علامت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں بتائی۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھا اور فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے (اور دجال کانا ہوگا)۔''

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ٣/ ٢٩٢، و رواه الطبراني في "الاوسط": ١/ ١١٩/ ٢/ ٢٣٥٤ ولم يسق لفظه بتمامه

## مدینہ منورہ بالآخر خالی ہو جائے گا

(٣٦٥٤)۔ عَنْ اَبِي ذَرٍّ، قَالَ: اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَزَلْنَا (الْحُلَيْفَةَ)،

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (سفر سے واپس آ رہے) تھے، ہم نے ذوالحلیفہ مقام میں

فَتَعَجَّلَتْ رِجَالٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَبِتْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ سَأَلَ عَنْهُمْ؟ فَقِيْلَ: تَعَجَّلُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ فَقَالَ: ((تَعَجَّلُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَالنِّسَاءِ۔ أَمَا اِنَّهُمْ سَيَدَعُوْنَهَا اَحْسَنَ مَاكَانَتْ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((لَيْتَ شَعْرِي! مَتٰى تَخْرُجُ نَارٌ مِنَ الْيَمَنِ مِنْ جَبَلِ الْوَرَّاقِ، تُضِيْءُ مِنْهَا اَعْنَاقُ الْاِبِلِ بَرُوْكًا بِبُصْرٰى كَضَوْءِ النَّهَارِ۔)) (الصحيحة:٣٠٨٣)

پڑاؤ ڈالا، کچھ لوگوں نے مدینہ کی طرف جانے میں عجلت سے کام لیا، رسول اللہ ﷺ نے وہیں رات گزاری اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھا (کہ وہ کہاں ہیں)؟ بتلایا گیا کہ انھوں نے مدینہ کی طرف جانے میں جلدی کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انھوں نے مدینہ اور عورتوں کی طرف جانے میں جلدی کی ہے، عنقریب یہ لوگ مدینہ کو چھوڑ جائیں گے، حالانکہ وہ ان کے لیے بہت بہتر ہوگا۔'' پھر فرمایا: ''کاش میں جانتا ہوتا کہ جب یمن کے جبلِ وراق سے آگ نکلے گی، وہ بصری میں بیٹھے ہوئے اونٹوں کی گردنوں کو ایسے روشن کر دے گی، جیسے وہ دن کی روشنی میں نظر آتی ہیں۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ١٤٤، وابن حبان: ١٨٩١

(٣٦٥٥)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَاكَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ (يُرِيْدُ: عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ)، وَآخِرُ مَنْ يَحْشُرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ، يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا، فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا، حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا۔))

(الصحيحة:٦٨٣)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''لوگ مدینہ کو خیر آباد کہہ دیں گے، حالانکہ وہ ان کے لیے سب سے بہتر ہوگا، (درندے اور پرندے جیسے) روزی کے متلاشی جانور اس کو اپنی آماجگاہ بنا لیں گے۔ سب سے آخر میں مزینہ قبیلے کے دو چرواہے اپنی بکریوں کو ڈانٹتے للکارتے مدینہ کی طرف آئیں گے، (جب پہنچیں گے تو) اسے اجاڑ اور ویران پائیں گے، جب وہ ثنیۂ وداع تک پہنچیں گے تو چہروں کے بل گر پڑیں گے۔''

تخریج: أخرجه البخاري: ٤/ ٧٢۔فتح، ومسلم: ٤/ ١٢٣، وأحمد: ٢/ ٢٣٤

**شرح:**...... اگرچہ مدینہ منورہ سے خلافت شام وعراق کی طرف منتقل ہو جانے کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے، لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ حالات قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے۔ حافظ ابن حجر نے مختلف شواہد بھی ذکر کیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری: ٤/ ١١١، ١١٢)

## حرم مدینہ کی حد

(٣٦٥٦)۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: حَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ بَرِيْدًا بَرِيْدًا لَا يُخْبَطُ شَجَرُهُ وَلَا يُعْضَدُ، إِلَّا مَا يُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ۔ (الصحيحة:٣٢٣٤)

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو اس کی چہار اطراف سے ایک ایک برید تک اس بات سے ممنوع قرار دیا کہ وہاں کے درختوں کے پتے (ڈنڈے وغیرہ کے ذریعے) جھاڑے جائیں یا انھیں کاٹا جائے، ہاں اونٹوں کو ہانکنے کے لیے (کوئی چھڑی وغیرہ) کاٹی جا سکتی ہے۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢٠٣٦، والطبراني في"المعجم الكبير": ١٧/ ١١١/ ٧٢٢

**شرح**:...... ١٢ ہاشمی (١٧ پاکستانی) میل کا ایک برید بنتا ہے، جو تقریباً ٢٩ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے دو حرّوں کے درمیان والی جگہ کو حرمت والا اور مدینہ کے اردگرد بارہ میلوں تک کے علاقہ کو ممنوعہ قرار دیا۔ ابو ہریرہ خود کہتے ہیں: اگر مجھے ان دو حروں کے درمیان ہرن بھی مل جائے تو میں اسے خوفزدہ نہیں کرتا۔ ان دو احادیث میں حرمِ مدینہ کی حد کی تصریح کر دی گئی ہے۔

## فتنۂ دجال سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

(٣٦٥٧)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَفِظَ عَشَرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔)) (الصحيحة:٥٨٢)

سیدنا ابودردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد کر لیں وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٦/ ٤٤٩، ومسلم: ٢/ ١٩٩، وابو داود: ٤٣٢٣، والترمذي: ٢/ ١٤٥

**شرح**:...... صحیح مسلم کی روایت میں ہے: ((فَمَنْ اَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ)) ...... ''تم میں سے جو آدمی دجال کو پا لے تو اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔'' اور ابوداود کی روایت میں ہے کہ اس طرح کرنے سے اس کے فتنے سے پناہ مل جائے گی، سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات یہ ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا۔ مَا كِثِيْنَ فِيْهِ أَبَدًا۔ وَ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ بِهٖ أَفْوَاهُهُمْ أَنْ يَّقُوْلُوْنَ أَلَّا

كَذِبًا۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَى اٰثَارِهِمْ أَنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَسَفًا۔ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَإِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا۔ (سورۂ کہف: ۱ تا ۱۰)

...... ''تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ بلکہ ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک رکھا تاکہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کے لیے بہترین بدلہ ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان لوگوں کو بھی ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ درحقیقت نہ تو خود انہیں اس کا علم ہے، نہ ان کے باپ دادوں کو، یہ تہمت بڑی بڑی ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے، وہ نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔ پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمالیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔ اس پر جو کچھ ہے ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں۔ کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ ان چند نوجوانوں نے جب غار میں پناہ لی تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کو آسان کر دے۔''

ہر مسلمان کو چاہیے کہ یہ آیات یاد کر لے۔

## قرآن پڑھنے والے دجال کے ساتھ؟

(٣٦٥٨)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَنْشَأُ نَشْأٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَايُجَاوِزُ تَرَاقِيَهِمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ حَتّٰى يَخْرُجَ فِي أَعْرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ۔)) (الصحيحة: ٢٤٥٥)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآن مجید تو پڑھیں گے لیکن وہ ان کی ہنسلی کی ہڈی (یعنی حلق) سے نیچے نہیں اترے گا (یعنی وہ اس سے متاثر نہیں ہوں گے)، جب ان کی ایک لہر اٹھے گی تو اسے روک دیا جائے گا، (یہ سلسلہ جاری رہے گا) حتی کہ ان لوگوں کے بڑے لشکروں میں دجال ظاہر ہو گا۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ١/ ٧٤

**شرح**:...... نزولِ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ اہل قرآن رشد و ہدایت، تقوی و پارسائی، علم و فقاہت اور خوفِ خدا جیسی صفات سے متصف ہوں اور فہمِ قرآن پر توجہ دھریں اور ہر گوشۂ حیات میں اس کو عملی طور پر اپنانے کی کوشش کریں۔

اس حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کی غرض و غایت اور علم و فقاہت سے محروم ہوں گے اور قرآنی احکام و قواعد پر عمل کرنے سے کوسوں دورں ہوں گے، جبکہ اس کی تلاوت بھی کر رہے ہوں گے۔ امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر "استمرار خروج الخوارج" کی سرخی ثبت کی ہے۔

## قاریٔ قرآن بھی دین سے دور؟

(٣٦٥٩)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((لَيَقْرَأَنَّ الْقُرْآنَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمْيَةِ۔)) (الصحيحة:١٢٠١)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے بعض لوگ قرآن مجید تو پڑھیں گے، لیکن وہ دینِ اسلام سے (بیگانے ہو کر) یوں نکلیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه:١/ ٧٣، وأحمد:١/ ٢٥٦، وابنه أيضا، وأبو يعلى:٢/ ٦٢٣

**شــرح**:...... نزولِ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ اہل قرآن رشد و ہدایت، تقوی و پارسائی، علم و فقاہت اور خوفِ خدا جیسی صفات سے متصف ہوں اور فہمِ قرآن پر توجہ دھریں اور ہر گوشۂ حیات میں اس کو عملی طور پر اپنانے کی کوشش کریں۔ اس حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کی غرض و غایت اور علم و فقاہت سے محروم ہوں گے اور قرآنی احکام و قواعد پر عمل کرنے سے کوسوں دور ہوں گے، بہر حال اس حدیث میں قرآنی علوم سے متعلقہ لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی نیتوں کا جائزہ لیتے رہیں۔

## قصۂ یاجوج و ماجوج

یاجوج و ماجوج، یہ دو قومیں ہیں اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں نسل انسانی میں سے ہیں، ان کی تعداد دوسری نسلی انسانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اور انہی سے جہنم زیادہ بھرے گی۔ جس علاقے میں یہ رہتے تھے، ذوالقرنین کے آنے سے پہلے دوسری انسانی آبادیوں میں گھس آتے اور اودھم مچاتے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے۔ ذوالقرنین کی آمد پر لوگوں نے اس سے ان کی شکایت کی، انھوں نے دونوں پہاڑوں کے سروں کے درمیان جو خلا تھا، اسے لوہے کی چھوٹی چھوٹی چادروں سے پر کر دیا، پھر ان کو گرم کر کے ان پر پگھلا ہوا لوہا، تانبا یا سیسہ ڈال دیا، اس طرح وہ پہاڑی درہ یا راستہ ایسا مضبوط ہو گیا کہ اسے عبور کر کے یا توڑ کر یاجوج و ماجوج کا ادھر دوسری انسانی آبادیوں میں آنا ناممکن ہو گیا۔ جدید تاریخی معلومات کے مطابق یہ ۵۳۹ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ ملا علی قاری نے کہا کہ قتادہ کہتے ہیں: یاجوج ماجوج کے کل بائیس قبیلے تھے، ذوالقرنین نے اکیس کے سامنے دیوار بنا دی اور ایک قبیلہ باہر رہ گیا تھا، جو ترک تھا۔

(مرقاة المفاتيح: ٩/ ٢٩٩)

قیامت کے قریب اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر کے اسے زمین کے برابر کر دیا جائے گا اور یاجوج و ماجوج کا ظہور ہو گا، یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا زمانہ ہو گا۔ یہ اتنی تیزی اور کثرت سے ہر طرف پھیل جائیں گے کہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے

ہوئے محسوس ہوں گے، ان کی فساد انگیزیوں اور شرارتوں سے اہل ایمان سخت پریشان ہوں گے، جبکہ ان میں ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت بھی نہ ہوگی، اس لیے حضرت عیسی علیہ السلام اہل ایمان کو لے کر کوہِ طور پر پناہ گزیں ہو جائیں گے۔ ان کا قتل و غارت گری اور شر و فساد کی وجہ سے زمین پر عارضی غلبہ ہوگا، پھر وبائی مرض سے سب کے سب آن واحد میں لقمۂ اجل بن جائیں گے، مکمل تفصیل درج ذیل روایات میں ملاحظہ فرمائیں۔

(٣٦٦٠)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ يَأْجُوْجَ وَمَاجُوْجَ يَحْفِرُوْنَ كُلَّ يَوْمٍ، حَتّٰى اِذَا كَادُوْا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ، قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ: اِرْجِعُوْا فَسَنَحْفِرُهُ غَدًا، فَيُعِيْدُهُ اللّٰهُ اَشَدَّ مَاكَانَ، حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ مُدَّتُهُمْ، وَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ حَفَرُوْا، حَتّٰى اِذَا كَادُوْا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ، قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ: ارْجِعُوْا فَسَنَحْفِرُهُ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاسْتَثْنَوْا، فَيَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ وَهُوَ كَهَيْئَتِهِ حِيْنَ تَرَكُوْهُ، فَيَحْفِرُوْنَهُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلَى النَّاسِ، فَيُنْشِفُوْنَ الْمَاءَ، وَيَتَحَصَّنُ النَّاسُ مِنْهُمْ فِي حُصُوْنِهِمْ، فَيَرْمُوْنَ بِسِهَامِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ عَلَيْهَا الدَّمُ الَّذِي اِجْفَظَ، فَيَقُوْلُوْنَ: قَهَرْنَا اَهْلَ الْاَرْضِ وَعَلَوْنَا اَهْلَ السَّمَاءِ، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ نَغَفًا فِي اَقْفَائِهِمْ فَيُقْتَلُوْنَ بِهَا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! اِنَّ دَوَابَّ الْاَرْضِ لَتَسْمَنُ وَتَشْكَرُ شُكْرًا مِنْ لُحُوْمِهِمْ۔)) (الصحيحة:١٧٣٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک یاجوج ماجوج ہر روز (بڑے بند کو) کھودتے ہیں، جب وہ (غروب ہوتے ہوئے) سورج کی کرنوں کو دیکھتے ہیں تو ان کا سردار انھیں کہتا ہے: اب چلے جاؤ، کل (اس کو مکمل) کھود لیں گے۔ لیکن اللہ تعالی اسے پہلے سے سخت حالت میں لوٹا دیتا ہے، (یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا) حتی کہ ان کا (وہاں ٹھہرنے کا) وقت پورا ہو جائے گا اور اللہ تعالی ارادہ کر لے گا کہ اب ان کو لوگوں پر بھیج دیا جائے، وہ کھودنا شروع کریں گے، یہاں تک کہ (ڈوبتے) سورج کی کرنیں انھیں نظر آئیں گی، ان کا سردار ان کو کہے گا: اب چلے جاؤ، ہم ان شاء اللہ کل اس کی کھدائی مکمل کر لیں گے، (اس سے پہلے انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا ہوگا، صرف اب کی بار کہیں گے)۔ جب وہ (صبح کو) آئیں گے تو اسے اسی حالت میں پائیں گے جس میں چھوڑ کر گئے تھے، وہ اسے مکمل طور پر کھود لیں گے اور لوگوں پر نکل پڑیں گے، پانی خشک کر دیں گے، لوگ مضبوط قلعوں میں پناہ گزیں ہو جائیں گے۔ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے، ایسا کرنے کے بعد وہ کہیں گے: ہم نے اہل زمین کو زیر کر لیا ہے اور اور اہل آسمان کو بھی مغلوب کر لیا ہے۔ (بالآخر) اللہ تعالی ان کی گدیوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، جس کی وجہ سے وہ مر جائیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! زمین کے جانور ان کا گوشت کھا کر موٹے تازے ہو جائیں گے۔''

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢/ ١٩٧، وابن ماجه: ٤٠٨٠، وابن حبان: ١٩٠٨، والحاكم: ٤/ ٤٨٨، وأحمد: ٢/ ٥١٠- ٥١١- ٥١٢

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حافظ ابن کثیر نے مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث ذوالقرنین اور یاجوج و ماجوج کے قصے میں اس آیت کے ضمن میں ذکر کی ہے: ﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا﴾ (سورۂ کہف: ٩٧) ...... ''پس نہ تو ان (یاجوج ماجوج) میں اس دیوار پر چڑھنے کی طاقت تھی اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے تھے۔''

پھر انھوں نے یہ قصہ ذکر کرنے کے بعد کہا: اس حدیث کی سند تو جید ہے، لیکن اس کے متن کو مرفوع بیان کرنا درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ آیت کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا کہ وہ دیوار اتنی مضبوط اور سخت ہے کہ نہ وہ اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں۔

میں (البانی) کہتا ہوں: یہ آیت کسی طرح بھی اس مفہوم پر دلالت نہیں کرتی کہ ان میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں ہو گی۔ آیت ِ مبارکہ میں ماضی کی خبر دی گئی ہے اور حدیث میں مستقبل کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ آیت اور حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ یہ حدیث درج ذیل آیت کا مکمل مفہوم ادا کر رہی ہے: ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔﴾ (سورۂ انبیا: ٩٦) ...... ''یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔''

میں نے اس تحریر کے بعد امام ابن کثیر کی (البداية والنهاية: ٢/ ١٢٢) میں اس قصے کا مراجعہ کیا، کیا دیکھتا ہوں کہ انھوں نے اسی قسم کا جواب دیا، ہاں اس کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے امور بھی ذکر کیے۔ (صحیحہ: ١٧٣٥)

(٣٦٦١)- عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يُفْتَحُ يَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ، يَخْرُجُوْنَ عَلَى النَّاسِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ﴾ فَيَغْشَوْنَ الْاَرْضَ، وَيَنْحَازُ الْمُسْلِمُوْنَ عَنْهُمْ اِلَى مَدَائِنِهِمْ وَحُصُوْنِهِمْ، وَيَضُمُّوْنَ اِلَيْهِمْ مَوَاشِيَهُمْ، وَيَشْرَبُوْنَ مِيَاهَ الْاَرْضِ، حَتّٰى اَنَّ بَعْضَهُمْ لَيَمُرُّ بِالنَّهْرِ فَيَشْرَبُوْنَ مَافِيْهِ حَتّٰى يَتْرُكُوْهُ يَبَسًا، حَتّٰى اِنَّ مَنْ بَعْدَهُمْ لَيَمُرُّ بِذٰلِكَ

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ لوگوں پر نکل پڑیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے﴾ (سورۂ انبیاء: ٩٦) وہ زمین میں پھیل جائیں گے، مسلمان ان سے بچنے کے لیے اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ جائیں گے اور اپنے مویشی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ یاجوج ماجوج زمین کا پانی پی جائیں گے، (اور اتنا پانی پئیں گے کہ) ان کے بعض افراد ایک نہر کے پاس سے گزریں گے اور وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور نہر خشک ہو جائے گی۔ جب ان کے بعد

النَّهْرِ فَيَقُوْلُ: قَدْ كَانَ هَاهُنَا مَاءٌ مَرَّةً حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا أَحَدٌ فِي حِصْنٍ أَوْ مَدِيْنَةٍ قَالَ قَائِلُهُمْ: هٰؤُلَاءِ أَهْلُ الْأَرْضِ قَدْ فَرَغْنَا مِنْهُمْ، بَقِيَ أَهْلُ السَّمَاءِ۔ قَالَ: ثُمَّ يَهُزُّ أَحَدُهُمْ حَرْبَتَهُ، ثُمَّ يَرْمِي بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَتَرْجِعُ مُخْتَضَبَةً دَمًا لِلْبَلَاءِ وَالْفِتْنَةِ۔ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ دُوْدًا فِي أَعْنَاقِهِمْ كَنَغَفِ الْجَرَادِ الَّذِي يَخْرُجُ فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَيُصْبِحُوْنَ مَوْتٰى لَا يُسْمَعُ لَهُمْ حِسٌّ۔ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ: أَلَا رَجُلٌ يَشْرِيْ نَفْسَهُ فَيَنْظُرُ مَافَعَلَ هٰذَا الْعَدُوُّ، قَالَ: فَيَتَجَرَّدُ رَجُلٌ مِنْهُمْ لِذٰلِكَ مُحْتَسِبًا لِنَفْسِهِ قَدْ أَظُنُّهَا عَلٰى أَنَّهُ مَقْتُوْلٌ، فَيَنْزِلُ، فَيَجِدُهُمْ مَوْتٰى، بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، فَيُنَادِيْ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ: أَلَا! أَبْشِرُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَفَاكُمْ عَدُوَّكُمْ، فَيَخْرُجُوْنَ مِنْ مَدَائِنِهِمْ وَحُصُوْنِهِمْ، وَيُسَرِّحُوْنَ مَوَاشِيَهُمْ، فَمَا يَكُوْنُ لَهَا رَعْيٌ إِلَّا لُحُوْمُهُمْ، فَتَشْكُرُ عَنْهُ كَأَحْسَنِ مَاتَشْكُرُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ النَّبَاتِ أَصَابَتْهُ قَطُّ۔)) (الصحيحة:١٧٩٣)

والوں کا وہاں سے گزر ہو گا تو وہ کہیں گے کہ کسی دور میں یہاں پانی ہوتا تھا۔ جب قلعوں یا شہروں میں پناہ گزین لوگوں کے علاوہ کوئی اور انسان نہیں بچے گا (جو انھیں نظر آ سکے) تو وہ کہیں گے: یہ تھے اہل زمین، (ان کا قصہ تو تمام ہو چکا) ہم ان سے فارغ ہو گئے ہیں، اب اہل آسمان باقی ہیں۔ (ان پر غلبہ پانے کی سوچنی چاہئے) سو ان کا ایک فرد نیزے کو قدرے زور سے حرکت دے گا اور آسمان کی طرف پھینکے گا، وہ خون آلود لوٹے گا، یہ ان کے لیے ابتلاء و آزمائش اور فتنہ و فساد کا سبب بنے گا۔ وہ اسی حالت پر ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالی ان کی گردنوں میں ٹڈی کی طرح کا کیڑا پیدا کر دیں گے، جس کی وجہ سے وہ (سب کے سب) مر جائیں اور ان کی طرف سے کوئی آہٹ سنائی نہیں دے گی۔ مسلمان کہیں گے: کیا کوئی آدمی ایسا ہے جو اپنے حق میں خطرہ مول لے کر دیکھے کہ دشمن کیا کر رہے ہیں؟ ایک آدمی اجر و ثواب کی نیت سے باہر نکلے گا، اس کو اپنے بارے میں یہی گمان ہو گا کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔ وہ (اپنے قلعے یا شہر سے) نیچے اترے گا اور انھیں مرا ہوا پائے گا، ان کے لاشے ایک دوسرے پر پڑیں ہوں گے۔ وہ پکارے گا: مسلمانوں کی جماعت! ذرا غور سے! خوش ہو جاؤ، اللہ تعالی نے تمھیں دشمنوں سے کفایت کیا ہے۔ وہ اپنے قلعوں اور شہروں سے نکلیں گے، اپنے مویشیوں کو چرائیں گے، ان کے گوشت کے علاوہ ان کا کوئی اور چارہ نہیں ہو گا، وہ گوشت کھا کر اتنے موٹے تازے ہو جائیں گے، جتنا کہ وہ بہترین چارہ کھا کر ہوتے تھے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤٠٧٩، وابن حبان: ١٩٠٩، والحاكم: ٢/ ٢٤٥ و ٤/ ٤٨٩۔ ٤٩٠، وأحمد: ٣/ ٧٧

(٣٦٦٢)۔ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے روایت

جَحْشٍ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَزِعًا مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُوْلُ: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ۔ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ۔)) وَحَلَّقَ بِأُصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيْهَا۔ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔)) (الصحيحة:٩٨٧)

کرتی ہیں، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے، آپ گھبرائے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" عربوں کے لیے اس شر کی وجہ سے ہلاکت ہے، جو قریب آ گئی ہے، آج یاجوج و ماجوج کی دیوار سے اتنا حصہ کھول دیا گیا ہے۔" اور آپ نے اپنی دو انگلیوں (انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی) سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، جب کہ ہمارے اندر نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں جب برائی عام ہو جائے گی۔"

تخريج: أخرجه البخاري: ١٣/ ٩، ٩١، ومسلم: ٨/ ١٦٥، وابن حبان: ١٩٠٦۔الموارد۔ والترمذی أيضا: ٢١٨٨، وابن أبي شيبة: ١٥/ ٤٢/ ١٩٠٦١، وعنه ابن ماجه: ٣٩٥٣، والبيهقي في "السنن": ١٠/ ٩٣، و"الشعب": ٦/ ٩٨/ ٧٥٩٨، و"الدلائل": ٦/ ٤٠٦، وأحمد: ٦/ ٤٢٨، والحميدي: ١/ ١٤٧/ ٣٠٨، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٤/ ٥١۔٥٥

(٣٦٦٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فُتِحَ الْيَوْمُ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهِ۔)) وَعَقَدَ وُهَيْبٌ تِسْعِيْنَ وَضَمَّهَا۔ (الصحيحة:٣٠١٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آج یاجوج ماجوج کے بڑے بند میں اتنا سوراخ ہو گیا ہے۔" وہیب نے (بات کو واضح کرتے ہوئے) نوے (۹۰) کی گرہ لگائی اور انگلی کو ملا دیا۔

تخريج: أخرجه البخاري: ٧١٣٦، ومسلم: ٨/ ١٦٦ من طريق ابن أبي شيبه في "المصنف" ١٥/ ٦٢/ ١٩١١٧، وأحمد: ٢/ ٣٥١، ٥٢٩۔ ٥٣٠

**شرح:**...... عربوں کے ہاں نوے (۹۰) کی گرہ یہ ہے: انگشتِ شہادت کا سرا انگوٹھے کی جڑ پر رکھیں پھر انگوٹھے کو انگلی کے ساتھ ملا دیں (کہ اندر گول دائرے کا سوراخ بن جائے)۔ اگر دوسری روایات کو دیکھا جائے تو اس سوراخ سے مراد ان کے فتنے کا قریب ہونا ہے۔

(٣٦٦٤)۔ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ مَرْفُوْعًا: ((سَيُوْقِدُ النَّاسُ مِنْ قِسِيِّ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَنُشَّابِهِمْ وَأَتْرِسَتِهِمْ

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگ یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ڈھالوں کو جلا کر سات سال تک (ایندھن حاصل کرتے رہیں

سَبْعَ سِنِيْنَ۔)) (الصحيحة:١٩٤٠) گے)۔"

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤٠٧٦، ورواه الترمذي: ٢/ ٣٧ مطولا في خروج الدجال و يأجوج ومأجوج وقيام الساعة على شرار الخلق، واخرجه مسلم: ٨/ ١٩٨، لكنه لم يسق لفظه، وانما احال به على لفظ قبله

## امت کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہونا

(٣٦٦٥)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى اِحْدٰى اَوِاثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارٰى عَلٰى اِحْدٰى اَوِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً۔)) (الصحيحة:٢٠٣)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودی بہتر فرقوں میں اور عیسائی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ٥٠٣۔طبع الحلبي، والترمذي: ٣/ ٣٦٧، وابن ماجه: ٢/ ٤٧٩، وابن حبان في "صحيحه": ١٨٣٤، والآجري في "الشريعة": ٢٥، والحاكم: ١/ ١٢٨، وأحمد: ٢/ ٣٣٢، وأبويعلى في "مسنده": ٢٨٠/ ٢

(٣٦٦٦)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ، اَنَّهُ قَامَ فِيْنَا، فَقَالَ: اَلَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِيْنَا، فَقَالَ: ((اَلَا اِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَاِنْ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ۔)) (الصحيحة:٢٠٤)

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہم میں کھڑے ہوئے اور کہا: خبردار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''تم سے پہلے والے اہل کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور اس دین والے تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ ان میں سے بہتر جہنم میں اور ایک، جو جماعت ہوگا، جنت میں جائے گا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ٢/ ٥٠٣۔٥٠٤، والدارمي: ٢/ ٢٤١، وأحمد: ٤/ ١٠٢، وكذا الحاكم: ١/ ١٢٨، والآجري في "الشريعة": ١٨، وابن بطة في "الابانة": ٢/ ١٠٨/ ٢، ١١٩/ ١، والالكائي في "شرح السنة": ١/ ٢٣/ ١

**شرح:**...... علامہ البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: شیخ صالح مقبلی رحمہ اللہ نے (العلم الشامخ في ايثار الحق على

الآباء والمشايخ: صـ ٤١٤) میں کہا: بلا شک وشبہ کثیر روایات سے امت کا تہتر فرقوں میں بٹ جانا ثابت ہوتا ہے، ...... (پھر انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی اور کہا:) اصل اشکال اس جملے میں ہے: ((کلها في النار الا ملة.)) ......"سارے کے سارے فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔"

یہ بات بھی یقینی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خیر الامم ہے، یہ جنت کی نصف آبادی پر مشتمل ہوگی اور سابقہ امتوں کی بہ نسبت اس میں مشرکین کی تعداد اتنی قلیل ہوگی، جیسے سیاہ رنگ کے بیل میں تھوڑے سے سفید بال ہوتے ہیں۔

ایک طرف بہتر فرقوں کا جہنم میں داخل ہونا اور ایک طرف یہ احادیث، اب کیا کیا جائے؟ بعض لوگوں نے سرے سے "ایک فرقے کے علاوہ سب جہنم میں داخل ہوں گے" والے جملے کو ضعیف قرار دے کر اور بعض نے اس کی تاویل کر کے جواب دیا اور کہا: یہ بات بڑی واضح ہے کہ تہتر فرقوں والی حدیث کا یہ معنی نہیں کہ فرقہ ناجیہ سرے سے اختلاف سے محفوظ رہے گا، کیونکہ جلیل القدر صحابہ میں بھی اختلاف تو موجود تھے، (لیکن اس کے باوجود وہ ایک جماعت تھے)۔ اس حدیث میں ایسا اختلاف مراد ہے، جس کی وجہ سے اس کا حامل مستقل بدعتی فرقے میں داخل ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر اہم بنیادی مسائل میں بدعات کا رونما ہونا کہ جن کی وجہ سے بے شمار بڑی بڑی مفسدتیں وجود میں آئیں۔ لیکن اس کے باوجود کسی ایک فرقے کو مکمل طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔

پھر ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا: لوگوں کی دو قسمیں ہیں: عوام اور خواص۔

عوام کے اگلوں پچھلوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جیسے عورتیں، غلام، مزدور اور دوسرا عام طبقہ۔ یہ لوگ ہمیشہ خواص کے امور سے دور رہے، بلا شک وشبہ ان کو بدعتوں سے بری سمجھا جائے گا۔ رہا مسئلہ خواص کا، تو یہ کئی اقسام پر مشتمل ہیں:

(پہلی قسم) ان میں ایسے ایسے بدعتی موجود ہیں، جنھوں نے بدعات ایجاد کر کے ان کو اپنا نصب العین قرار دیا، کئی مبلغین نے ان کو تقویت دی اور ان کو مرکزی حیثیت دے کر قرآن وسنت کی واضح نصوص کی تاویل کر کے اِن کو اُن کی روشنی میں سمجھا۔ پھر بعد میں آنے والوں نے انہی کی فقہ اور تعصب کو منزل مقصود سمجھا۔ بسا اوقات تو ایسے بھی ہوتا کہ یہ اپنے امام کی بدعت کی تجدید کرتے اور اس کی فروعات بنا کر امام پر وہ کچھ تھوپ دیتے، جس کا وہ خود ذمہ نہیں بنتا تھا۔ یہ واقعی بدعتی ہیں اور کافی ساری تعداد میں ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ (سورۂ مریم: ٩٠) ......"قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں۔"

مثلا اللہ تعالی کی حکمت کی نفی کرنا یا اس چیز کی نفی کرنا کہ اللہ تعالی بندے کو قدرت دیتا ہے، یا یہ کہنا بندے کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دی جاتی ہے، یا یہ کہنا کہ بندہ قبیح اعمال کرتا ہے لیکن ان کو قبیح سمجھا نہیں جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر بھی ہم کہیں گے کہ ان بدعات کے حقائق اللہ تعالی کے پاس ہیں، ہم نہیں جانتے کہ کون سے بدعتی کس بدعت

کی وجہ سے تہتر فرقوں میں سے کس فرقے میں داخل ہوتا ہے۔

(دوسری قسم) بعض لوگ ایسے ہیں، جو خواص کی پہلی قسم کے پیروکار بنے اور تدریس وتصنیف کے ذریعے ان کے لشکر کو مضبوط کیا، لیکن فی نفسہ حق کی طرف میلان رکھتے تھے، بسا اوقات ان بحثوں کے دوران انھوں نے مخفی انداز میں حق کے مخالف امور کا بھی ذکر کیا۔ ممکن ہے کہ انھوں نے کسی گھٹیا مصلحت کی بنا پر یا عزت و جان کو اذیتوں سے بچانے کے لیے ایسے کیا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق و باطل کی معرفت تو رکھتے تھے، لیکن بیان کے وقت خبط و دیوانگی میں مبتلا ہو جاتے۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، یہ اس کی مرضی ہے کہ ان کا حشر اِن بدعتی لوگوں کے ساتھ کرے یا ان کا عذر قبول کر کے ان کو بخش دے۔ آپ دیکھیں گے کہ اکثر اہل نظر نے ایسے ہی کیا، اللہ کی قسم! ان کا شرّ بہت بڑا ہے، بعض مقامات پر تو یہ سمجھا ہی نہ جا سکا کہ آیا یہ لوگ بھی حق کی طرف میلان رکھتے ہیں اور اس چیز کی معرفت کا کوئی فائدہ بھی نہیں کہ فلاں آدمی کو حق کی معرفت تو ہے، لیکن وہ اسے مخفی رکھتا ہے۔ واللہ المستعان۔

(تیسری قسم) بعض لوگ اہل تحقیق ہیں نہ حقائق پر مطلع ہونے کے لیے تیار ہیں، انھوں نے بدعتی لوگوں کے ماحول میں تربیت پائی ہے اور اُن کے مفاد و مسلک کے مطابق ڈھلی ہوئی بحثوں کی معرفت حاصل کی، بہرحال یہ لوگ ان ابحاث کے مقاصد کو پوری طرح نہ سمجھ سکے۔ چونکہ یہ لوگ پست عزائم تھے اور ان کے قلوب و اذہان میں ان کے سلف کا ایک مقام تھا، اس لیے انھوں نے ان ہی پر اکتفا کرنے میں عافیت سمجھی۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان بیچاروں کو خواص کی خصوصیت ملی نہ عوام الناس کی سلامت۔

مذکورہ بالا تین اقسام میں سے پہلی قسم والے قطعی طور پر اور دوسری قسم والے بظاہر بدعتی ہیں اور تیسرے قسم والے بھی بدعت کے زمرے میں آ ہی جاتے ہیں۔

(چوتھی قسم) خواص کی چوتھی قسم کے لوگ پہلوں میں زیادہ اور پچھلوں میں کم نظر آتے ہیں، یہ لوگ کتاب وسنت پر متوجہ ہوئے اور ان کے پابند ہو کر رہ گئے، جہاں قرآن وسنت نے خاموشی اختیار کی، وہاں یہ بھی خاموش رہے، یہ لایعنی اور بے مقصد تکلف سے باز رہے۔ ان کا عزم سلامتی تھا، یہ سنت کی حفاظت کو اپنی جانوں کے تحفظ سے مقدم سمجھتے تھے۔ ان کا سکون اس میں تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، عربی زبان کے آداب اور منقول تفسیرات کی روشنی میں اس کو سمجھا جائے اور احادیثِ نبویہ کے الفاظ و احکام کو ثابت کیا جائے اور ان کی معرفت حاصل کی جائے۔ یہی لوگ اہل السنۃ ہیں، یہی فرقہ ناجیہ ہے اور انہی کی طرف عوام کا رجحان ہے۔

اگر آپ مذکورہ بالا بحث کو ذہن نشین کر لیں گے تو سوال کی ممنوعہ صورت سے آپ کی جان چھوٹ جائے گی اور وہ ہے کہ امت کے بڑے حصے کا ہلاک ہونا، کیونکہ دورِ قدیم اور دورِ جدید میں اس کی کثیر تعداد کا تعلق عوام الناس سے رہا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خواص کی دوسری اور تیسری قسم کے لوگوں اور خفیف بدعتوں کے حاملین پر رحم کر دے اور ہر

مسلمان کے لیے اس کی رحمت وسیع ہے۔ ہم نے اس حدیث مبارکہ کے مصداق پر گفتگو کی ہے۔

اس بحث کی روشنی میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ بدعتی فرقوں کی کثیر تعداد کے تمام افراد، دوسرے مسلمانوں کا ہزارواں حصہ بھی نہیں بنتے۔ آپ خود غور کریں، تاکہ اس حدیث مبارکہ کا ربّ تعالیٰ کے رحم وکرم کی مستحق امت کے فضائل سے ٹکراؤ پیدا نہ ہو۔

میں (البانی) کہتا ہوں: شیخ مقبل کا کلام ختم ہوا، جو بڑا پائیدار اور مضبوط بنیادوں پر استوار تھا، اس سے کلام پیش کرنے والے کے علم و فضل اور دقّتِ نظر کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ان اشکالات سے خلاصی ہو جاتی ہے، جن کی بنا پر عمدہ بن وزیر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معلول قرار دینے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، جس نے ہمیں یہ توفیق بخشی کہ ہم اس حدیث کی سندی حیثیت کو صحیح ثابت کرنے اور اس کے متن میں پیدا ہونے والے شبہات کو زائل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہی معبودِ برحق ہے، جو توفیق بخشتا ہے۔

عصر حاضر کے ایک مصنف نے اپنی کتاب (ادب الجاحظ: صـ ۹۰) میں اپنے شیخ جاحظ کا دفاع کرتے ہوئے اس حدیث کی صحت کا انکار کر دیا، وہ کہتا ہے: ”اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو یہ تو امت اسلامیہ کی اکثریت کے حق میں بہت بڑی مصیبت ثابت ہوگی، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس امت کی اکثریت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گی، اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مانعینِ زکوۃ کو مرتد خیال کر کے ان کے خلاف محاذ آرائی نہ کرتے ......“

اس کلام کا واضح طور پر باطل ہونا ہی اس آدمی پر ردّ کرنے کے لیے کافی ہے، بالخصوص شیخ مقبل کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد۔

دوسری بات یہ ہے کہ ”ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا“ اس آدمی کا خود ساختہ نظریہ ہے، جو اس نے حدیث مبارکہ پر طعن کرنے کے لیے اپنایا، وگرنہ حدیث سے اس قسم کی کوئی وعید ثابت نہیں ہوتی۔ (صحیحہ: ۲۰٤)

عبد الرحمٰن مبارکپوری نے کہتے ہیں کہ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا: اہل علم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مراد وہ لوگ نہیں ہیں، جو حلال و حرام کے باب میں فقہی فروعات میں اختلاف کرتے ہیں اور جنھوں نے اس سلسلے میں ایک دوسرے کو کافر یا فاسق نہیں کہا۔ آپ ﷺ ان لوگوں کی مذمت کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے توحید کے اصول، خیر و شرّ کی تقدیر، نبوت و رسالت کی شروط اور صحابہ سے تعلق کے بارے میں اہل حق کی مخالفت کی اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیا، پھر رفتہ رفتہ اختلاف بڑھتا گیا، یہاں تک کہ بہتر گمراہ فرقے مکمل ہو گئے، تہتر واں فرقہ اہل السنہ والجماعہ ہے، جو کہ نجات پانے والا ہے۔ (تحفة الاحوذی: ۳/ ۳٦۷)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ و محدثین کے منہج کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کے احکام پر عمل کیا جائے، اور کسی خاص شخص کی فقہ کی طرف نسبت اور پابندی سے بچا جائے۔

## دن بدن خیر والے لوگوں میں کمی آتی جائے گی

(٣٦٦٧)۔ عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهُ قُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَمْرٌ اَوْ رُطَبٌ، فَاَكَلُوْا مِنْهُ حَتّٰى لَمْ يُبْقُوْا شَيْئًا اِلَّا نَوَاةً وَمَا لَاخَيْرَ فِيْهِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَدْرُوْنَ مَاهٰذَا؟ تَذْهَبُوْنَ الْخَيِّرُ فَالْخَيِّرُ، حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْكُمْ مِثْلُ هٰذَا ـ وَاَشَارَ اِلٰى نَوَاةٍ۔ وَمَا لَا خَيْرَ فِيْهِ۔)) (الصحيحة:١٧٨١)

سیدنا رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خشک یا تر کھجوریں رسول اللہ ﷺ (اور صحابہ) کے سامنے پیش کی گئیں۔ انھوں نے کھائیں اور گٹھلیوں اور ردّی کھجوروں کے علاوہ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ تم یعنی نیک اور محسن لوگ یکے بعد دیگرے فوت ہوتے رہیں گے، حتی کہ ان گٹھلیوں کی طرح کے ردّی اور چھٹے ہوئے لوگ باقی رہ جائیں گے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في"التاريخ": ٢/ ١/ ٣٠٩، وابن حبان:١٨٣٢، والحاكم: ٤/ ٤٣٤، والطبراني:٤٤٩٢

(٣٦٦٨)۔ عَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ، اَلْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ، وَيَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ، لَايُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً۔)) (الصحيحة:٢٩٩٣)

سیدنا مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیک لوگ، ایک ایک کر کے، اٹھ جائیں گے اور جو یا کھجور کے بھوسے کی مانند ردّی قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے، جن کی اللہ تعالی کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔''

تخريج: أخرجه البخاري:٦٤٣٤، وفي"التاريخ": ٤/ ١/ ٤٣٤، والدارمي:٢/ ٣٠١، و البيهقي: ١٠/ ١٢٢، و"الزهد": رقم ٢١٠، وأحمد: ٤/ ١٩٣

**شرح**:...... گزشتہ چودہ صدیوں کے ہر دور میں محمد رسول اللہ ﷺ کے اس معجزے کی تکمیل ہوتی ہوئی نظر آئی، علم و دین سے متعلقہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ وہ اپنے پہلوں سے کم تر ہے اور یہی حقیقت ہے۔

ذہن نشین رہنا چاہیے کہ لوگوں کی اکثریت کو دیکھ کر یہ قانون پیش کیا گیا ہے، وگرنہ آخر زمانہ میں آنے والی امام مہدی اور حضرت عیسی علیہ السلام جیسی شخصیات اس قاعدہ سے مستثنی ہیں، اسی طرح بعض شاذ و نادر نیکوکار لوگ بھی ایسے ہیں کہ امت کا علم و عدل سے متصف طبقہ ان کو بعض اسلاف سے اچھا سمجھتا ہے، بلکہ ہر ہوشمند کا یہی فیصلہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

## دن بدن اللہ تعالی سے دوری اور دنیوی حرص میں اضافہ ہو گا

(٣٦٦٩)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: ((اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَلَا يَزْدَادُ النَّاسُ عَلَى

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قریب آ چکی ہے، لیکن لوگوں

الـدُّنْيَـا اِلَّا حِرْصًا ، وَلَايَزْدَادُوْنَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا۔)) (الصحيحة: ١٥١٠)

میں (دن بدن) دنیا کی حرص بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ سے دوری میں اضافہ ہوگا۔''

تخـريـج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٣٢٤، وكذا الدولابي في "الكنى" ١/ ١٥٥، والمخلص في "الفوائد المنتقاة" ١/ ٣٨/ ٢، وابن أبي الدنيا في "العقوبات" ٧٨/ ١، والهيثم بن كليب في "مسنده": ق ٨٤/ ٢، والطبراني في "المعجم الكبير" ٩٧٨٧، وأبونعيم في "الحلية" ٧/ ٢٤٢، ٨/ ٣١٥، والقضاعي في "مسند الشهاب" ٤٩/ ٢

**شرح:**...... یہ حدیث اس حدیث کے ہم معنی ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ''نیک لوگ، ایک ایک کر کے، اٹھ جائیں گے اور جَو یا کھجور کے بھوسے کی مانند ردّی قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے، جن کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔'' (صحیح بخاری: ٦٤٣٤)

دن بدن لوگوں میں دینی رجحان کم ہو رہا ہے اور دنیوی حرص بڑھتی جا رہی ہے۔

## دن بدن شر و فساد عام ہوتا جائے گا

(٣٦٧٠)۔ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ ، فَقَالَ: قَالَ ﷺ: ((مَا مِنْ عَامٍ اِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ۔)) (الصحيحة: ١٢١٨)

زبیر بن عدی کہتے ہیں: ہم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حجاج کی طرف سے ہونے والی تکلیف کا ذکر کیا۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بعد والا سال پہلے والے سال سے برا ہوگا، (یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا) حتی کہ تم اپنے ربّ سے جا ملو گے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٣٢

**شرح:**...... یہ حدیث بھی اعلام نبوت میں سے ہے، جیسے آپ ﷺ نے خبر دی، ایسے ہی واقع ہوا۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ بعد والے بعض ادوار میں پہلے والے زمانوں کی بہ نسبت شرّ کم رہا ہے، مثال کے طور پر حجاج بن یوسف کے زمانے کے بعد اس کی بہ نسبت عمر بن عبد العزیز کا دور اچھا تھا، اس میں خیر و بھلائی زیادہ تھی؟

دو جوابات ہیں:

(۱) آپ ﷺ کی حدیث میں کی گئی پیشین گوئی کو اکثر و اغلب احوال پر محمول کیا جائے گا، یعنی بیچ میں شر و فساد کے بعد خیر و بھلائی پر مشتمل ادوار بھی آ سکتے ہیں۔ اگر یہ معنی کیا جائے تو عمر بن عبد العزیز، امام مہدی اور حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانوں پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(۲) حدیث کا معنی یہ ہے کہ پہلے والا زمانہ مجموعی اعتبار سے بعد والے زمانے سے افضل ہوگا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ حجاج ظالم تھا، لیکن اس کے زمانے میں صحابہ کی کثیر تعداد موجود تھی، جبکہ عمر بن عبد العزیز کے دور میں صحابہ

کرام کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور یقینی طور پر صحابہ والا زمانہ زیادہ فضیلت والا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہر بعد والے زمانے میں پایا جانے والا شرّ پہلے زمانے سے زیادہ ہوگا، میری مراد خوشحالی اور مال و دولت کی کثرت نہیں ہے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ علم شرعی کم ہوتا جائے گا، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے ناپید ہو جائیں گے اور یہ ہوگا ہلاکت کا وقت۔

لیکن اس معنی کی صورت میں یہ اشکال پیدا ہوتا کہ دجال کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کے عہد میں پہلے ادوار کی بہ نسبت بہت زیادہ خیر و بھلائی ہوگی۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج بالا حدیث کا تعلق بڑی بڑی علاماتِ قیامت کے ظہور سے پہلے سے ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے کا نیا حکم ہوگا یا پھر اس حدیث کا مصداق ہی حضرت عیسی علیہ السلام سے بعد والا زمانہ ہے یا پھر جنس زمانہ مراد ہے، جس میں امرا ہوتے ہیں، وگرنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو سرے سے شرّ ہی نہیں تھا۔ واللہ اعلم

## عراق فتنوں کی آماجگاہ ہے

(٣٦٧١)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعاً: ((اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا، اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ، يُشِيْرُ بِيَدِهِ اِلَى الْمَشْرِقِ، وَفِي رِوَايَةٍ: الْعِرَاقِ۔)) (الصحيحة: ٢٤٩٤)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! فتنہ یہاں ہے، خبردار! فتنہ یہاں ہے (دو یا تین دفعہ فرمایا) یہاں سے شیطان کے سر کا کنارہ طلوع ہو گا۔'' آپ نے یہ فرماتے ہوئے مشرق یا عراق کی طرف اشارہ کیا۔

تخريج: هو من حديث ابن عمر، وله عنه طرق،

الأولى: أخرجه البخاري: ٢/ ٢٧٥، ٤/ ٣٧٤، ومسلم: ٨/ ١٨٠۔ ١٨١، وأحمد: ٢/ ١٨ و ٩٢،

الثانية: أخرجه البخاري: ٢/ ٣٨٤، ٤/ ٣٧٤، ومسلم أيضا، والترمذي: ٢/ ٤٤، و أحمد: ٢/ ٢٣، ٤٠، ٧٢، ١٤٠، ١٤٣

الثالثة: أخرجه مالك: ٣/ ١٤١۔ ١٤٢، والبخاري: ٢/ ٣٢١، ٣/ ٤٧١، وأحمد: ٢/ ٢٣، ٥٠، ٧٣، ١١٠

**شرح:** ...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حدیث کے مختلف طرق سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہتِ مشرق کی طرف اشارہ کیا، بعض روایات میں یہ توضیح کر دی گئی ہے کہ اس جہت سے مراد عراق ہے۔ یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، کیونکہ پہلا فتنہ مشرق سے ہی ابھرا اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی کا سبب بنا، اسی طرح شیعیت اور خارجیت جیسی بدعتیں بھی اسی جہت کی پیداوار ہیں، امام بخاری (٧/ ٧٧) اور امام احمد (٢/ ٨٥، ١٥٣) نے بیان کیا کہ ابن ابی نعیم نے کہا: میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، ایک عراقی آدمی نے ان سے سوال کیا کہ اگر محرِم آدمی مکھی مار دے تو (وہ کیا کفارہ ادا کرے گا)۔ انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: عراقیو! تم مکھی کو قتل کرنے والے محرِم

کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم نے تو رسول اللہ ﷺ کے نواسے (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا، حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((هـمـا ریـحـانـتـای مـن الدنیـا۔)) ...... ''یہ (حسن و حسین) تو دنیا میں میری کلیاں (یا گلدستے) ہیں۔''

ایک فتنہ یہ بھی تھا کہ شیعوں نے جلیل القدر صحابہ پر طعن کیا، بطورِ مثال سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما ہیں، جن کی براءت آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ ایک متعصب شیعہ عبد الحسین نے پوری جرأت، بے شرمی اور چالاکی کے ساتھ اپنی کتاب (المراجعات: ص: ۲۳۷) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن کرنے کے لیے اور احادیث کے سلسلے میں ان کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کئی فصلیں قائم کیں۔ اس نے یا تو ضعیف اور موضوع روایات کا سہارا لیا، ان میں سے بعض ضعیفہ (۴۹۶۳، ۴۹۷۰) میں مذکورہ ہیں یا پھر احادیث صحیحہ کی تحریف کی اور ان کے ایسے مفاہیم بیان کیے، جن کی ان روایات میں کوئی گنجائش نہ تھی، ..........۔ (صحیحہ: ۲۴۹۴)

حافظ ابن حجر نے کہا: (جب آپ ﷺ نے یہ احادیث بیان کیں) اس وقت اہل مشرق کفر پر تھے، آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق پہلا فتنہ یہیں ابھرا، جو مسلمانوں میں تفرقہ بازی کا سبب بنا، اور یہی چیز ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے، اسی طرح کئی بدعتوں کی جائے ظہور بھی یہی ہے۔ (فتح الباری: ۱۳/ ۵۸)

(۳۶۷۲)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا فَـقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَكَّتِنَا، اَللّٰهُمَّ بَـارِكْ لَـنَا فِي مَدِيْنَتِنَا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَـامِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِـي مُـدِّنَـا۔)) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَفِـي عِـرَاقِـنَـا۔ فَـاَعْـرَضَ عَنْهُ، فَرَدَّدَهَا ثَلَاثـاً، كُـلَّ ذٰلِكَ يَـقُـوْلُ الـرَّجُلُ: وَفِيْ عِـرَاقِـنَـا، فَيُـعْـرِضُ عَـنْهُ، فَقَالَ: ((بِهَا الـزَّلَازِلُ وَالْـفِـتَـنُ وَفِيْهَـا يَـطْـلُعُ قَـرْنُ الشَّيْطَانُ۔)) (الصحيحة:۲۲٤٦)

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دعا کی اور فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے مکہ میں ہمارے لیے برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے مدینہ میں ہمارے لیے برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے شام میں ہمارے لیے برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے صاع میں ہمارے لیے برکت فرما۔ اے اللہ! ہمارے مدّ میں ہمارے لیے برکت فرما۔'' ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور ہمارے عراق میں۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے تین دفعہ کہا کہ ہمارے عراق میں۔ آپ ﷺ نے ہر دفعہ اعراض کیا۔ پھر فرمایا: ''یہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور یہاں سے شیطان کے سر کا کنارہ ابھرے گا۔''

تـخـر يـــج: أخـرجـه يـعـقـوب الفسوى فى"المعرفة":۲/ ۷٤٦، ۷٤۸، والمخلص فى"الفوائد المنتقاة": ۷/ ۲، ۳، والـجـرجـانى فى"الفوائد":١٦٤/ ۲، وأبونعيم فى"الحلية":٦/ ۱۳۳، وابن عساكر فى"تاريخ دمشـق":۱/ ۱۲۰، وأخـرجـه الـطبرانى فى"المعجم الاوسط":۱/ ۲٤٦/ ۱/ ٤۲٥٦، وبلفظ:"نجدنا"

مکان "عراقنا" أخرجه البخاري: ١٠٣٧، ٧٠٩٤، والترمذي: ٣٩٤٨، واحمد: ٢/ ١١٨

**شرح:**...... ایک پیمانے کا نام صاع ہے، جس کا وزن تقریباً ۲ کلو سو گرام ہوتا ہے اور مدّ، صاع کا چوتھا حصہ ہوتا ہے۔امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سنت کے مخالف اور توحید سے منحرف بعض لوگ جزیرۂ عرب میں دعوتِ توحید کی تجدید کرنے والے امام محمد بن عبد الوہاب پر طعن کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی جہالت یا تجاہل کی وجہ سے اس حدیثِ مبارکہ سے نجد کے علاقے مراد لے کر اس امام کو اس کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ مختلف طرق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد عراق کا علاقہ ہے، امام خطابی اور حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے قدیم علما نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

ان جاہلوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی آدمی فی نفسہ نیک اور صالح ہو، لیکن اس کا تعلق مذموم علاقوں سے ہو، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اسے ہی مذمت کے لائق سمجھا جائے۔ جیسے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور شام کے علاقوں کی تعریف کی گئی ہے، لیکن ان میں سکونت اختیار کرنے والے کئی لوگ فاسق اور فاجر بھی ہیں، اسی طرح عراق کی مذمت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں کا ہر باسی ہی قابل مذمت ہے، بلکہ اس میں کئی عالم اور نیکوکار لوگ نظر آئیں گے۔ جب سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو عراق سے شام کی طرف ہجرت کر جانے کی دعوت دی تو انھوں نے کہا: "اَمَّا بَعْدُ؛ فَاِنَّ الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ لَاتُقَدِّسُ اَحَدًا، وَاِنَّمَا يُقَدِّسُ الْاِنْسَانُ عَمَلُهُ۔" ......کوئی مقدس سرزمین کسی کو پاک نہیں کرتی، بلکہ ہر انسان کو اس کا (نیک) عمل پاک کرتا ہے۔" (صحیحہ: ٢٢٤٦)

حافظ ابن حجر نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مشرق کے حق میں دعا نہ کی، تاکہ یہ لوگ اس شرّ سے باز آنے کی کوشش کریں، جس کا ظہور ان کے علاقے سے ہوگا،...... (قرن الشيطان کا راجح معنی یہ ہے کہ اس سے مراد) شیطان اور ان اسباب کی قوت ہے، جن کے ذریعے وہ گمراہی پھیلاتا ہے۔ (فتح الباری: ١٣/ ٥٨)

عبد الرحمن مبارکپوری نے کہا: حسی زلزلے مراد ہیں یا معنوی، جو دلوں کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں اور فتنوں سے مراد وہ مصیبتیں اور آزمائشیں ہیں، جو دین کے ضعف اور قلت کا سبب بنیں گی، ......۔ "قرن الشیطان" سے مراد اس شیطان کے اعوان وانصار اور اس کی جماعت یا اس کی قوت اور اسبابِ ضلالت ہیں، ......۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ جہت مشرق سے فتنوں اور بدعتوں کا ظہور ہوگا اور ایسے ہی ہوا، جنگ جمل اور جنگ صفین اسی سمت میں لڑی گئیں، پھر یہیں سے خوارج کا ظہور ہوا۔ (تحفة الاحوذي: ٤/ ٣٨١)

(٣٦٧٣)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔)) جَاءَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ، وَاَبِي مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَاَبِي هُرَيْرَةَ۔ (الصحيحة:٣٥٩٧)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آگاہ رہو! بیشک فتنہ یہاں ہے، جہاں سے شیطان کے سر کا کنارہ نکلتا ہے۔" یہ حدیث سیدنا ابن عمر، سیدنا ابو مسعود انصاری، سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخریج: جاء من حديث ابن عمر، وأبي مسعود الأنصاري، وابن عباس، وأبي هريرة:

(۱)۔أما حديث ابن عمر؛ فرواه البخاري: ۳۲۷۹، ۵۲۹۶۔ والفظ له۔ وابن حبان: ٦٦٤٨، ٦٦٤٩، وأحمد: ۲/ ۲۳، ۵۰ و ۷۳، ۱۱۱، ومسلم: ۸/ ۱۸۰، ۱۸۱، والترمذي: ۲۲٦۸، وعبدالرزاق: ۲۱۰۱٦، وأحمد: ۲/ ۲۳، ۲٦، ٤۰، ۷۲، ۱۲۱، ۱٤۳......

(۲)۔ وأما حديث أبي مسعود: فرواه البخاري: ۳۳۰۲، ۳٤۹۸، ٤۳۸۷، ۵۳۰۳، ومسلم: ۱/ ۵۱، وأبوعوانة: ۱/ ۵۸، ۵۹، والحميدي: ٤۵۸، وابن أبي شيبة: ۱۲/ ۱۸۲، وأحمد في "المسند": ٤/ ۱۱۸، ۵/ ۲۷۳

(۳)۔ وأما حديث ابی هريرة؛ فرواه البخاری: ٤۳۸۹ بلفظ: ((الايمان يمان، والفتنة ها هنا، ها هنا يطلع قرن الشيطان۔)) وله في "صحيح مسلم" و "مسند احمد" طرق اخرى

## بلاضرورت گھر سے نہ نکلنے میں عافیت ہے

(۳٦۷٤)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلٰى عَمَلٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خِرْ لِي۔ فَقَالَ: ((اِلْزَمْ بَيْتَكَ۔)) (الصحيحة:۱۵۳۵)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو کسی کام پر امیر بنایا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ساتھ بھلائی کرتے ہوئے (کوئی نفع مند چیز بتاؤ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے گھر میں ٹھہرے رہنا۔''

تخریج: رواه ابن عدي: ۳۲۵/ ۱، وابن عساكر: ۱٦/ ۳۸۸/ ۱

**شرح**:...... شرعی ذمہ داریوں اور دنیوی ضرورتوں کے علاوہ گھر سے نکلنے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ لوگوں سے زیادہ میل جول اور ان سے گپ شپ میں انسان کے دین کو بہت خطرات لاحق رہتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ، چغلی غیبت، بدگوئی وفضول گوئی، آوارگی، آنکھ کان کا غلط استعمال، یہ تمام امور بلاضرورت گھر سے باہر رہنے کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے زیادہ اختلاط کی بجائے گھر میں اللہ کی اطاعت، ذکر وفکر، تلاوت اور بیوی بچوں کی تعلیم و تربیت میں اوقات کو صرف کرنا بہتر ہے۔

آج کل بعض غیرت مند گھرانے اپنے بچوں اور بچیوں پر یہ پابندی لگاتے ہیں کہ وہ کسی اشد ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ ایسے بچوں میں خیر غالب ہوتی ہے اور وہ تعلیم میں بھی میدان مار جاتے ہیں، یا کم از کم باہر کے ماحول میں پائے جانے والے شرّ سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں اس وقت والدین اور وڈیروں پر سب سے بڑی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کمپیوٹر، موبائل فون، ٹی وی، کیبل نیٹ ورک، نیٹ، سی ڈی پلیر اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کے استعمال کی کھلی اجازت نہ دیں، بلکہ اپنی نگرانی میں بچوں کو ان ایجادات کے مثبت پہلوؤں سے مستفید ہونے کا عادی بنائیں، وگرنہ گھروں میں پابند رکھنے کی حکمت مفقود ہو جائے گی اور بچوں کی روح پر برا اثر پڑے گا اور کچھ

عرصے کے بعد والدین کو اس خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

## روزِ محشر کافر چہرے کے بل چلے گا

(٣٦٧٥)۔ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ قَالَ ﷺ: ((أَلَيْسَ الَّذِيْ أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟)) قَالَ قَتَادَةُ: بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا!

(الصحيحة: ٣٥٠٧)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے نبی! آیا قیامت والے دن کافر کو اس کے چہرے کے بل لایا جائے گا؟ (یہ کیسے ممکن ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس ذات نے دنیا میں پیروں کے بل چلایا، کیا وہ آخرت میں چہرے کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے؟'' قتادہ نے کہا: کیوں نہیں، ہمارے ربّ کی عزت کی قسم!

تخريج: أخرجه البخاري: ٤٧٦٠، ٦٥٢٣، ومسلم: ٨/ ١٣٥، وابن حبان: ٧٢٧٩، والنسائي في "السنن الكبرى": ٦/ ٤٢٠/ ١١٣٦٧، والطبراني في "التفسير": ١٩/ ٩، وأبو نعيم في "الحلية": ٢/ ٣٤٣، والبغوي في "شرح السنة": ١٥/ ١٢٦، وأحمد: ٣/ ٢٢٩

**شرح:** ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (سورۂ فرقان: ٣٤) ...... ''جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے، وہی بدتر مکان والے اور گمراہ تر راستے والے ہیں۔''

## آزمائشوں سے اللہ تعالیٰ کی عافیت کا سوال کرنا چاہیے

(٣٦٧٦)۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِقَوْمٍ مُبْتَلِيْنَ، فَقَالَ: ((أَمَا كَانَ هٰؤُلَاءِ يَسْأَلُوْنَ الْعَافِيَةَ۔)) (الصحيحة: ٢١٩٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار لوگوں کے پاس سے گزرے اور پوچھا: ''آیا یہ لوگ صحت و عافیت کا سوال نہیں کرتے تھے؟''

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ٣١٣٤، كشف الأستار

**شرح:** ...... اگرچہ آزمائشیں اور بیماریاں مومن کے لیے بلندیٔ درجات کا باعث ہیں، لیکن شرعی تقاضا یہ ہے کہ اس نیت سے بیماریوں کی خواہش نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کا سوال کیا جائے، ہاں اگر پھر بھی کوئی کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اسے صبر کرنا چاہیے۔

## آپ ﷺ کی امت مرحوم ہے، لیکن ......

(٣٦٧٧)۔ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ: قَالَ

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُمَّتِیْ أُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَیْسَ عَلَیْهَا عَذَابٌ فِیْ الْآخِرَةِ، عَذَابُهَا فِیْ الدُّنْیَا: الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْبَرَاكِیْنُ۔)) (الصحیحة: ٩٥٩)

فرمایا: ''میری امت پر رحم کیا گیا ہے، آخرت میں اس پر عذاب نہیں ہوگا، اس کا عذاب دنیا میں ہی ہے اور وہ فتنوں، زلزلوں اور آتشیں مادے ابلنے کی صورت میں ہے۔''

تخریج: أخرجه أبو داود: ٤٢٧٨، والحاكم: ٤/ ٤٤٤، وأحمد: ٤/ ٤٠٨، ٤١٠، ٤١٨، و البخاري في "التاريخ الكبير": ١/ ١/ ٣٨، والطبراني في "المعجم الصغير": صـ٣، والحاكم: ٤/ ٣٥٣

**شرح:**...... ادنی سے ادنی تکلیف سے لے کر بڑی سی بڑی آزمائش تک، اس سے روحانی پریشانی ہو یا جسمانی تکلیف، یہ تمام امور مومن کے گناہوں کا کفارہ اور اس کے درجات کی بلندی کا سبب بنتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ شرعی تقاضوں کے مطابق صبر کیا جائے۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیثِ مبارکہ میں ''امت'' سے مراد اس کے غالب افراد ہیں، کیونکہ یہ امر حتمی اور قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے بعض افراد گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے جہنم میں داخل ہوں گے، جیسا کہ مناوی نے کہا، بخلاف اس کے جو اس حقیقت سے جاہل ہے۔

یہ حدیث، صحیحہ کی ان چار احادیث میں سے ہے، جن کو عادل مرشد نے اپنے رسالے (المنهج الصحيح في الحكم على الحديث النبوي الشريف) میں ضعیف قرار دیا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم کئی صحابہ سے مروی ان احادیثِ صحیحہ کے مفہوم کے مخالف ہے، جن میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے کئی افراد آپ ﷺ کی سفارش کی وجہ سے جہنم سے نکلیں گے۔ (ان احادیث کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے)۔

میں (البانی) کہتا ہوں: عادل مرشد کے اس خیال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان متعارِض احادیث میں جمع و تطبیق نہ دے سکے۔ اگر غور وفکر کیا جائے تو ان احادیث میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے، کیونکہ سیدنا ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اس امت کا ہر فرد بخشا ہوا ہے، بلکہ اس سے مراد وہ فرزندانِ امت ہیں، جن کے گناہ دنیوی آزمائشوں کی وجہ سے معاف کیے جا چکے ہوں گے، جیسا کہ امام بیہقی نے (شعب الايمان: ١/ ٣٤٢) میں کہا: آپ ﷺ کی سفارش والی حدیث کا تعلق ان امتیوں سے ہے، جن کے گناہ ان کی زندگی میں معاف نہیں ہوں گے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ''تمام افراد'' کا اطلاق کر کے ''بعض افراد'' مراد لیے گئے ہیں، یعنی آپ ﷺ نے ''امت'' کہہ کر امت کے بعض افراد مراد لیے ہیں، اور وہ وہ ہیں جن کی غلطیاں دنیوی آزمائشوں کی وجہ سے معاف کی جا چکی ہوں گی۔

درج بالا بحث میں تو صرف دو احادیث کا ذکر کیا گیا ہے، حقیقت میں یہ وسیع باب ہے، جو اس پر مطلع ہوگا، وہ اس

قسم کی جہالتوں سے محفوظ رہے گا۔ مثلا ﴿قُرْآنَ الْفَجْرِ﴾ کہہ کر نمازِ فجر اور ﴿فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ کہہ کر رات کی نماز، جو آسان لگے، مراد لی گئی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ((ان آل ابی فلان لیسوا بأولیائی)) (ابوفلاں کی آل والے افراد میرے دوست نہیں ہیں۔) (صحیحہ: ٧٦٤) سے مراد ان میں سے مشرف باسلام نہ ہونے والے افراد ہیں۔ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ١٠/ ٤٢٠) میں اس حدیث کے بعد کہا: اس حدیث میں ''اطلاق الکل وارادۃ البعض'' (کل کا اطلاق کر کے بعض افراد مراد لینا) کا قانون پیش کیا گیا ہے، اس حدیث میں افراد کے ایک مجموعے کی نفی کی گئی ہے، نہ کی جمیع افراد کی۔'' (صحیحہ: ٩٥٩)

## آپ ﷺ کی امت کہاں تک پہنچے گی؟
## بالآخر اسلام ہر گھر میں پہنچ جائے گا

(٣٦٧٨)۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ مَرْفُوْعًا: ((أَنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأَنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا۔)) الحديث۔ (الصحيحة: ٢)

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے میرے لیے زمین کو سکیڑا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ جتنی زمین میرے سامنے سکیڑ کر پیش کی گئی، وہاں تک میری امت کی بادشاہت پہنچے گی۔''

تخريج: رواه مسلم: ٨/ ١٧١، وأبو داود: ٤٢٥٢، والترمذي: ٢/ ٢٧، وصححه، وابن ماجه: رقم: ٢٩٥٢، وأحمد: ٥/ ٢٧٨و٢٨٤، من حديث ثوبان، وأحمد أيضا: ٤/ ١٢٣

**شرح**:...... آپ ﷺ کو معجزاتی طور پر مسلم فاتحین کی فتوحات کا سلسلہ دکھا دیا گیا، امام نووی نے کہا: آپ ﷺ نے جیسے خبر دی، ایسے ہی واقع ہوا، اس حدیث میں یہ اشارہ بھی دیا گیا ہے کہ اس امت کی بادشاہت زیادہ تر شرق و غرب کی جہتوں کی طرف پھیلے گی اور عملاً ایسے ہی ہوا اور یہ سلسلہ شمال و جنوب کی طرف زیادہ نہ پھیل سکا۔ (شرح مسلم للنووی: ٢/ ٣٩٠) امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس موضوع کی زیادہ وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

(٣٦٧٩)۔ عَنْ جَمْعٍ مِنْهُمُ الْمِقْدَادُ، وَأَبُوْ ثَعْلَبَةَ، وَتَمِيْمُ الدَّارِيُّ مَرْفُوْعًا: ((لَيَبْلُغَنَّ هٰذَا الْأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَلَا تَرَكَ اللّٰهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ، بِعِزِّ عَزِيْزٍ، أَوْبِذُلِّ ذَلِيْلٍ، عِزًّا يُعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ، وَذِلًّا يُذِلُّ بِهِ الْكُفْرَ۔))

سیدنا مقداد، سیدنا ابو ثعلبہ، سیدنا تمیم داری اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک رات اور دن کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالی کوئی شہری اور دیہاتی گھر نہیں چھوڑیں گے، مگر اس میں عزیز کی عزت و آبرو کے ساتھ یا ذلیل کی توہین و ذلالت کے ساتھ دین کو پہنچا دیں گے، عزت وہ ہے جو اسلام کے ساتھ

(الصحيحة:٣) ملے اور ذلت وہ ہے جو کفر کے ساتھ ملے۔"

تخريج: رواه جماعة ذكرتهم في "تحزير الساجد": صـ١٢١، ورواه ابن حبان في "صحيحه": ١٦٣١ و١٦٣٢، وأبو عروبة في "المنتقى من الطبقات": ٢/ ١٠/ ١

**شرح**:...... کوئی شک نہیں کہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ مسلمان اپنی روحانیات، مادیات اور دفاعی حالات میں پوری قوت کے ساتھ واپس آئیں گے اور کفر و سرکشی اور ظلم و استبداد پر غالب آ جائیں گے۔ درج ذیل حدیث میں ہمیں یہی بشارت سنائی گئی ہے:

ابو قبیل کہتے ہیں: ہم سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، ان سے یہ سوال کیا گیا: کون سا شہر پہلے فتح ہو گا، قسطنطنیہ یا روم؟ سیدنا عبداللہ نے صندوق منگوایا، اس کے ساتھ کڑے لگے ہوئے تھے۔ اس سے ایک کتاب نکالی۔ پھر انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے، اچانک آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سا شہر پہلے فتح ہو گا، قسطنطنیہ یا رومی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَدِيْنَةُ هِرَقْلَ تُفْتَحُ أَوَّلاً۔)) يَعْنِيْ: قِسْطِنْطِيْنِيَّةَ۔ (صحيحه: ٤) ......"ہرقل والا شہر (قسطنطنیہ) پہلے فتح ہو گا۔"

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "رومیہ" سے مراد "روم" ہے، جیسا کہ (معجم البلدان) میں ہے، آج کل یہ اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔ محمد فاتح عثمانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا، یہ نویں سن ہجری کی بات ہے۔ رومیہ کی فتح بھی ہو گی، کچھ عرصے بعد لوگوں کو پتہ چل جائے گا، بلا شک و شبہ دوسری فتح اس حقیقت کا تقاضا کرتی ہے کہ امتِ مسلمہ کو پھر سے خلافتِ راشدہ نصیب ہو گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مژدہ یوں سنایا:

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر اپنی بات کو روک دیتے تھے۔ اتنے میں ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: بشیر بن سعد! کیا تجھے امرا کے بارے میں کوئی حدیثِ نبوی یاد ہے؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (اس معاملے میں) مجھے آپ کا خطبہ یاد ہے۔ ابو ثعلبہ بیٹھ گئے اور حذیفہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيًّا، فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ سَكَتَ))۔ (صحيحه: ٥)......"اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کچھ عرصہ تک تو نبوت قائم رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے اسے اٹھا لیں گے۔ نبوت کے بعد اس کے منہج پر اللہ کی مرضی کے مطابق کچھ عرصہ تک خلافت ہو گی، پھر اللہ تعالیٰ اسے اختتام پذیر کر دیں گے، پھر اللہ کے فیصلے کے مطابق کچھ عرصہ تک بادشاہت ہو گی، جس میں ظلم و زیادتی ہو گا، بالآخر وہ بھی ختم ہو جائے گی، پھر جبری بادشاہت ہو گی، وہ کچھ عرصہ کے بعد زوال پذیر ہو جائے گی، اس

کے بعد منہجِ نبوت پر پھر خلافت ہوگی، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔''

بائیس تیئیس سالوں پر مشتمل دورِ نبوت اور تیس برسوں پر مشتمل زمانہ خلافتِ راشدہ معروف اور معین ہے۔ سب سے آخر میں ذکر کیے گئے دورِ خلافت کے متعلق یہی کہنا درست معلوم ہوتا ہے کہ یہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ ترتیب میں مذکورہ تیسری اور چوتھی چیز کے تعین کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس حدیث کی سند کے راوی حبیب بن سالم کہتے ہیں: جب عمر بن عبد العزیز (جن کا دور ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ کا ہے) کھڑے ہوئے تو میں نے ان کے ساتھی یزید بن نعمان کو خط لکھا، جس میں یہ حدیث قلمبند کر کے لکھا: مجھے امید ہے کہ ظالم اور جابر دونوں کی حکومتوں کے بعد جس خلافتِ راشدہ کا ذکر کیا گیا وہ عمر بن عبد العزیز ہی ہیں۔ انھوں نے میرا خط ان تک پہنچا دیا، وہ پڑھ کر بڑے خوش ہوئے۔ لیکن امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث کو عمر بن عبد العزیز کے دور پر محمول کرنا بعید بات ہے، کیونکہ ان کی خلافت تو خلافتِ راشدہ کے قریب ہی ہے۔ اس وقت تک تو ظلم و ستم اور جبر و قہر والی مملکتیں وجود میں ہی نہیں آئی تھیں (کہ عمر بن عبد العزیز کے دور کو منہاجِ نبوت والی خلافت کی آخری کڑی سمجھا جائے)۔

اس حدیث میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ مسلمانوں کا مستقبل روشن ہے اور مسلم خلافت پوری قوت کے ساتھ واپس آئے گی۔ (صحیحہ: ۵)

## نیک لوگوں کا سفارش کرنا

(۳۶۸۰)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَنَّ الرَّجُلَ يَشْفَعُ لِلرَّجُلَيْنِ وَلِلثَّلَاثَةِ وَالرَّجُلُ لِلرَّجُلِ۔)) (الصحيحة: ۲۵۰۵)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بعض آدمی دو دو اور تین تین افراد کے حق میں اور بعض صرف ایک آدمی کے حق میں سفارش کریں گے۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد": ص ۲۰۵، و رواه البزار: ۳۴۷۳ دون الجملة الاخيرة

**شرح:**...... علامہ ابن ابی العز الحنفی نے شفاعت کے موضوع پر بہت خوبصورت بحث کی، انھوں نے اس کی آٹھ قسمیں بنائیں اور آخری قسم کے بارے میں کہا: آپ ﷺ کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے والے اپنے امتیوں کے لیے سفارش کریں گے کہ ان کو جہنم سے نکالا جائے، متواتر احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ سفارش کی اس قسم میں آپ ﷺ کے ساتھ فرشتے، دوسرے انبیا اور مومن بھی شریک ہوں گے۔ آپ ﷺ یہ سفارش چار دفعہ کریں گے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ۱۹۶۔ ۲۰۹)

آخرت میں سفارش کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز ہوگا، جو وہ انبیا، مومنوں اور فرشتوں کو عطا کرے گا، لیکن سفارش کون سے اور کتنے لوگوں کے بارے میں کرنی ہے، اس کا تعین اللہ تعالیٰ خود کریں گے۔

## قسطنطنیہ پہلے فتح ہوا یا رومیہ

(٣٦٨١)۔ عَنْ أَبِي قَبِيْلٍ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، وَسُئِلَ: أَيُّ الْمَدِيْنَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلاً: الْقِسْطِنْطِيْنِيَّةُ أَوْ رُوْمِيَّةُ؟ فَدَعَا عَبْدُاللّٰهِ بِصَنْدُوْقٍ لَهُ حِلَقٌ ، قَالَ: فَأَخْرَجَ مِنْهُ كِتَابًا ، قَالَ: فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَكْتُبُ ، إِذْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ الْمَدِيْنَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلاً: أَقِسْطِنْطِيْنِيَّةُ أَوْ رُوْمِيَّةُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَدِيْنَةُ هِرَقْلَ تُفْتَحُ أَوَّلاً۔)) يَعْنِي: قِسْطِنْطِيْنِيَّةَ۔

(الصحيحة:٤)

ابو قبیل کہتے ہیں: ہم سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، ان سے یہ سوال کیا گیا: کون سا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا روم؟ سیدنا عبد اللہ نے صندوق منگوایا، اس کے ساتھ کڑے لگے ہوئے تھے۔ اس سے ایک کتاب نکالی۔ پھر انھوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے، اچانک آپ سے سوال کیا گیا کہ کون سا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہرقل والا شہر (قسطنطنیہ) پہلے فتح ہوگا۔''

تخريج: رواه أحمد: ٢/ ١٧٦ ، والدارمي: ١/ ١٢٦ ، وابن أبي شيبة في "المصنف": ٤٧/ ١٥٣/ ٢ ، وأبو عمرو الداني في "السنن الواردة في الفتن": ١١٦/ ٢ ، والحاكم: ٤/ ٤٢٢ و٥٠٨ و٥٥٥ ، وعبدالغني المقدسي في "كتاب العلم": ٢/ ٣٠/ ١

**شرح** :...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں قسطنطنیہ کی فتح کے لیے دو دفعہ بحری مہم بھیجی، لیکن کامیابی نہ ہو سکی، پھر ۹۸ سن ہجری میں عساکرِ اسلام نے ایک بار پھر قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا، لیکن ناساز گار موسمی اور نفت یونانی (دھماکہ خیز مواد) کے باعث شہر فتح نہ ہو سکا۔

سلطان محمد ثانی کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس کے تئیس سالہ بیٹے محمد ثانی کے ہاتھ آئی، یہ پہلا عثمانی سلطان تھا، جس نے فتح قسطنطنیہ کا عزم کیا اور اس کو فتح کیا۔ یہ ۸۵۷ھ کا واقعہ ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''رومیہ'' سے مراد ''روم'' ہے، جیسا کہ (معجم البلدان) میں ہے، آج کل یہ اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔ محمد فاتح عثمانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا، یہ نویں سن ہجری کی بات ہے۔ رومیہ کی فتح بھی ہوگی، کچھ عرصے بعد لوگوں کو پتہ چل جائے گا، بلا شک وشبہ اُس فتح کے بعد خلافتِ اسلامیہ، امتِ مسلمہ کو مل جائے گی۔ (صحیحہ: ٤)

## کلمۂ شہادت، گناہوں کے ننانوے دفاتر پر بھاری

(٣٦٨٢)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَنَّ اللّٰهَ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بیشک اللہ تعالیٰ روز

سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا ، كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِيَ الْحَافِظُوْنَ؟ فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبِّ! فَيَقُوْلُ: أَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لَا يَارَبِّ! فَيَقُوْلُ: بَلٰى ؛ أَنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً ، فَأَنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ۔ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَّا أِلٰهَ أَلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ فَيَقُوْلُ: أُحْضُرْ وَزْنَكَ ، فَيَقُوْلُ: مَا هٰذِهِ الْبَطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجلاتِ؟ فَقَالَ: أَنَّكَ لَا تُظْلَمُ۔ قَالَ: فَتُوْضَعُ السِجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ ، وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ ، فَطَاشَتِ السِجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ۔)) (الصحيحة: ١٣٥)

قیامت میری امت میں سے ایک آدمی کو تمام مخلوقات کے سامنے لائے گا۔ اس کے سامنے ننانوے رجسٹر پھیلا دیے جائیں گے (جن میں اس کے گناہوں کا اندراج ہو گا)، ہر رجسٹر تاحدّ نگاہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تو ان (گناہوں میں سے) کسی گناہ کا انکار کر سکتا ہے (کہ وہ تو نے نہ کیا ہو)؟ کیا میرے کاتب اور محافظ فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا؟ وہ کہے گا: نہیں، اے میرے ربّ! اللہ تعالیٰ پوچھے: آیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، اے میرے ربّ! اللہ تعالیٰ کہے گا: کیوں نہیں، ہمارے ہاں تیری ایک نیکی محفوظ ہے، آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر اس کے لیے ایک پرچہ نکالا جائے گا، جس پر "أَشْهَدُ أَنْ لَّا أِلٰـهَ أَلَّا اللّٰـهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" لکھا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اسے کہے گا: میزان والی جگہ پر پہنچ۔ وہ کہے گا: ان رجسٹروں کے سامنے یہ پرچہ کیا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کہے گا: آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔ پھر ترازو کے ایک پلڑے میں (ننانوے) رجسٹر رکھے جائیں اور دوسرے میں وہ پرچہ۔ (نتیجتًا) وہ رجسٹر (کم وزن ہونے کی وجہ سے) اوپر کو اٹھ جائیں گے اور پرچے (والا پلڑا) بھاری ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔"

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ١٠٦، وابن ماجه: ٤٣٠٠، والحاكم: ١/ ٦و٥٢٩، وأحمد: ٢/ ٢١٣، ٢٢١

**شرح**: ...... اس حدیثِ مبارکہ میں درج ذیل کلمۂ شہادت کی عظمت و فضیلت کا بیان ہے، اخلاص دل کے ساتھ اور معنی پر غور کر کے اس کی ادائیگی کی جائے۔ أَشْهَدُ أَنْ لَّا أِلٰهَ أَلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کے ترازو کے دو ایسے پلڑے ہوں گے، جن کو دیکھا جا سکے گا اور ان میں اعمال، جو اگرچہ اعراض ہیں، کا وزن کیا گیا جائے، (اس میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اہل السنہ کا یہی عقیدہ ہے، اس کی تائید کافی ساری احادیث سے ہوتی ہے۔ (صحیحہ: ١٣٥)

## مومن کو اس کی نیکی کا صلہ دنیا و آخرت میں ملتا ہے

(٣٦٨٣)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعًا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

((أَنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَتَهُ، يُعْطٰى بِهَا (وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُثَابُ عَلَيْهَا الرِّزْقَ فِيْ الدُّنْيَا) وَيُجْزٰى بِهَا فِيْ الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِيْ الدُّنْيَا، حَتّٰى أَذَا أَفْضٰى أَلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا۔))

(الصحيحة: ٥٣)

نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ مومن پر اس کی نیکی کے سلسلے میں ظلم نہیں کرتا، اسے اس کی نیکی کی وجہ سے دنیا میں بھی رزق عطا کیا جاتا ہے اور آخرت میں اجر وثواب سے بھی نوازا جاتا ہے۔ رہا مسئلہ کافر کا تو اسے اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں چکا دیا جاتا ہے، جب وہ آخرت تک پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوتی کہ اسے جزا دی جائے۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ٨/ ١٣٥، وأحمد: ٣/ ١٢٥، ولتمام في "الفوائد": ٨٧٩

**شرح:**...... یہ توحید اور اعمالِ صالحہ کی برکات ہیں کہ مومن کو دنیا وآخرت میں ان کا صلہ ملتا ہے۔

## کافر کو اس کی نیکیوں کا صلہ دنیا میں مل جاتا ہے

(٣٦٨٤)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعًا:

((أَنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَتَهُ، يُعْطٰى بِهَا (وَفِيْ رِوَايَةٍ: يُثَابُ عَلَيْهَا الرِّزْقَ فِيْ الدُّنْيَا) وَيُجْزٰى بِهَا فِيْ الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِيْ الدُّنْيَا، حَتّٰى أَذَا أَفْضٰى أَلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا۔))

(الصحيحة: ٥٣)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ مومن پر اس کی نیکی کے سلسلے میں ظلم نہیں کرتا، اسے اس کی نیکی کی وجہ سے دنیا میں بھی رزق عطا کیا جاتا ہے اور آخرت میں اجر وثواب سے بھی نوازا جاتا ہے۔ رہا مسئلہ کافر کا تو اسے اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں چکا دیا جاتا ہے، جب وہ آخرت تک پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوتی کہ اسے جزا دی جائے۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ٨/ ١٣٥، وأحمد: ٣/ ١٢٥، ولتمام في "الفوائد": ٨٧٩

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں یہی قاعدہ ہے کہ کافر کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کی نیکیاں اس کو کوئی فائدہ دیں گی نہ ان کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی، چہ جائیکہ وہ عذاب سے نجات پا سکے۔

**تنبیہ:**...... یہ قانون اس کافر کے بارے میں ہے، جو کفر کی حالت میں مر جائے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حالتِ کفر میں کی گئی نیکیوں کو بھی لکھ لیتا ہے اور آخرت میں ان کا بدلہ دے گا، کئی احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ (صحیحہ: ٥٣) تفصیل کے لیے دیکھیں: "الإِيمَانُ وَالتَّوحِيْدُ وَالدِّيْنُ وَالْقَدَرُ" میں عنوان: ''قبولیتِ اسلام کے بعد کافر کی حالتِ کفر میں کی گئی نیکیوں کی اہمیت''

## قیامت سے پہلے تمام مومن ایک ہوا سے مر جائیں گے

(٣٦٨٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ رِيْحًا مِنَ الْيَمَنِ، أَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيْرِ فَلَا تَدَعُ أَحَدًا فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ أِيْمَانٍ أَلَّا قَبَضَتْهُ۔)) (الصحيحة: ١٦٥٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی یمن سے ایک ہوا بھیجے گا، جو ریشم سے نرم ہوگی، وہ ہر اس بندے کو فوت کر دے گی جس کے دل میں ایک دانے کے بقدر ایمان ہوگا۔''

تخريج. أخرجه مسلم: ١/ ٧٦، والبخاري في "التاريخ": ٣/ ١٠٩/ ١، والسراج في "مسنده": ٥/ ٨٨۔٨٩، والحاكم: ٤/ ٤٥٥

**شرح**:...... ہوا کی صفت سے معلوم ہو رہا ہے کہ مومنوں کے ساتھ اس کا رویہ نرم اور اکرام والا ہوگا۔ صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہوا شام سے آئے گی، تو ممکن ہے کہ یہ ہوا شام اور یمن دونوں مقامات سے آئے گی یا پھر یہ تطبیق دی جائے گی کہ اس کا آغاز ایک علاقے سے ہوگا، پھر وہی ہوا دوسرے علاقے میں پہنچ کر پھیلنا شروع ہو جائے گی۔ اس ہوا کے بعد روئے زمین پر صرف شر باقی رہ جائے گا، لوگوں میں توحید و ایمان کی کوئی رمق باقی نہ رہے گی، انہی لوگوں پر قیامت برپا ہوگی۔

(٣٦٨٦)۔ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيْعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((تَجِيْءُ رِيْحٌ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، تُقْبَضُ فِيْهَا أَرْوَاحُ كُلِّ مُؤْمِنٍ۔)) (الصحيحة: ١٧٨٠)

سیدنا عیاش بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت سے پہلے ایک ہوا چلے گی اور وہ ہر مومن کی روح قبض کر لے گی۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤٢٠، والحاكم: ٤/ ٤٨٩

(٣٦٨٧)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ مَسْلَمَةَ بْنِ مَخْلَدٍ وَعِنْدَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَلَّا عَلٰى شِرَارِ الْخَلْقِ هُمْ شَرٌّ مِّنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَدْعُوْنَ اللّٰهَ بِشَيْءٍ إِلَّا رَدَّهُمْ عَلَيْهِمْ۔ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ فَقَالَ لَهُ مَسْلَمَةُ: يَا عُقْبَةُ! إِسْمَعْ

عبد الرحمن بن شماسہ مہری کہتے ہیں: میں مسلمہ بن مخلد کے پاس تھا، سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ سیدنا عبد اللہ نے کہا: قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی، وہ جاہلیت والے لوگوں سے بھی بدتر ہوں گے، وہ جب بھی اللہ تعالی کو پکاریں گے، اللہ تعالی ان کی پکار کو مردود قرار دے گا۔ اتنے میں ان کے پاس سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آ گئے، مسلمہ نے ان سے کہا: عقبہ! عبد اللہ کی بات پر غور کرو، وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: وہ مجھ سے

مَا يَقُوْلُ عَبْدُاللّٰهِ۔ فَقَالَ عُقْبَةُ: هُوَ اَعْلَمُ، وَاَمَّا اَنَا فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ اُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ قَاهِرِيْنَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ۔)) فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: اَجَلْ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا كَرِيْحِ الْمِسْكِ، مَسُّهَا مَسُّ الْحَرِيْرِ، فَلَا تَتْرُكُ نَفْسًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنَ الْاِيْمَانِ اِلَّا قَبَضَتْهُ، ثُمَّ يَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ۔ (الصحيحة: ١١٠٨)

زیادہ علم رکھتے ہیں، میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''میری امت کا ایک گروہ اللہ کے حکم کے مطابق قتال کرتا رہے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور اس کے مخالفین اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اسی حالت پر ہوگا۔'' یہ سن کر سیدنا عبد اللہ نے کہا: جی ہاں، (لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ) پھر اللہ تعالی کستوری کی خوشبو کی حامل ہوا بھیجے گا، وہ ریشم کی طرح (نرم نرم) محسوس ہوگی، جس نفس کے دل میں ایک دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہ اسے فوت کر دے گی، پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ٥٤

## توحید کے ہوتے ہوئے قیامِ قیامت ناممکن ہے

(٣٦٨٨)۔ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ اَللّٰهُ(وَفِي طَرِيْقٍ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔)) (الصحيحة: ٣٠١٦)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے انسان پر قیامت قیام نہیں ہوگی جو اللہ، اللہ کہتا ہوگا (اور ایک روایت میں ہے: جو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہو گا)۔''

تخريج: أخرج مسلم: ١/ ٩١، وأبوعوانة: ١/ ١٠١، وابن حبان: ١٩١١، وأحمد: ٣/ ١٦٢، وعنه البيهقي في "شعب الأيمان" ١/ ٣٩٦/ ٥٢٤، وعن غيره أيضا، كلهم من طريق عبدالرزاق، وهذا في "المصنف" ١١/ ٤٠٢/ ٢٠٨٤٧، والترمذي: ٢٢٠٧

**شرح:**...... قیامت ان لوگوں پر قائم ہوگی جن میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہوگی اور اللہ تعالی کا ذکر مکمل طور پر ختم ہو جائے۔

## قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی

(٣٦٨٩)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ مَسْلَمَةَ بْنِ مَخْلَدٍ وَعِنْدَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ

عبد الرحمن بن شماسہ مہری کہتے ہیں: میں مسلمہ بن مخلد کے پاس تھا، سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ سیدنا عبد اللہ نے کہا: قیامت بدترین لوگوں

الْعَاصِ ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ : لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَلَّا عَلٰى شِرَارِ الْخَلْقِ هُمْ شَرٌّ مِّنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ ، لَا يَدْعُوْنَ اللّٰهَ بِشَيْءٍ إِلَّا رَدَّهُمْ عَلَيْهِمْ ـ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ فَقَالَ لَهُ مَسْلَمَةُ: يَا عُقْبَةُ! اِسْمَعْ مَا يَقُوْلُ عَبْدُاللّٰهِ ـ فَقَالَ عُقْبَةُ: هُوَ أَعْلَمُ ، وَأَمَّا أَنَا فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى أَمْرِ اللّٰهِ قَاهِرِيْنَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ ـ)) فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: أَجَلْ ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا كَرِيْحِ الْمِسْكِ ، مَسُّهَا مَسُّ الْحَرِيْرِ ، فَلَا تَتْرُكُ نَفْسًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنَ الْإِيْمَانِ إِلَّا قَبَضَتْهُ ، ثُمَّ يَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ـ

(الصحيحة: ١١٠٨)

پر قائم ہوگی، وہ جاہلیت والے لوگوں سے بھی بدتر ہوں گے، وہ جب بھی اللہ تعالی کو پکاریں گے، اللہ تعالی ان کی پکار کو مردود قرار دے گا۔ اتنے میں ان کے پاس سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آ گئے، مسلمہ نے ان سے کہا: عقبہ! عبداللہ کی بات پر غور کرو، وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں، میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''میری امت کا ایک گروہ اللہ کے حکم کے مطابق قتال کرتا رہے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور اس کے مخالفین اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اسی حالت پر ہوگا۔'' یہ سن کر سیدنا عبد اللہ نے کہا: جی ہاں، (لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ) پھر اللہ تعالی کستوری کی خوشبو کی حامل ہوا بھیجے گا، وہ ریشم کی طرح (نرم نرم) محسوس ہوگی، جس نفس کے دل میں ایک دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہ اسے فوت کر دے گی، پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔

تخريج: أخرجه مسلم: ٦/ ٥٤

## روزِ قیامت اللہ تعالی بعض بندوں کو سوالات کے جوابات بتا دے گا

(٣٦٩٠)ـ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَنَّ اللّٰهَ يَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى لَيَقُوْلَ: فَمَا مَنَعَكَ أَذَا رَأَيْتَ الْمُنْكَرَ أَنْ تُنْكِرَهُ؟ فَإِذَا لَقَّنَ اللّٰهُ عَبْدًا حُجَّتَهُ قَالَ: أَيْ رَبِّ! وَثِقْتُ بِكَ وَفَرَقْتُ مِنَ النَّاسِ ـ))

(الصحيحة: ٩٢٩)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی بندے سے قیامت کے دن سوال کرے گا، حتی کہ یہ بھی پوچھے گا: جب تو نے برائی دیکھی تھی تو اس کا انکار کیوں نہیں کیا تھا؟ جب اللہ تعالی اپنے بندے کو اپنی حجت ذہن نشین کرائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے ربّ! میں نے تجھ پر اعتماد کیا تھا اور لوگوں سے ڈر گیا تھا۔''

تخريج: رواه ابن ماجه: ٤٠١٧ ، وابن حبان: ١٨٤٥ ، والحسن بن على الجوهرى فى "فوائد منتقاة":

٢٩/ ١، وكذا الحميدى فى "مسنده": ٧٣٩، وابن عساكر: ١٧/ ٣٤٥/ ٢

**شرح:**...... کئی آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اس امت کی ذمہ داری ہے۔ درج بالا حدیث میں مذکورہ صورتحال کا تعلق ایسے مخصوص اوقات سے ہے، جن میں مبلغ کسی خطرہ کی بنا پر خاموشی اختیار کرے گا، جیسا کہ پرفتن دور سے متعلقہ دوسری احادیث میں مصلحت کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے۔

## شراب کا نام تبدیل کر کے اسے حلال سمجھا جائے گا

(٣٦٩١)۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَنَّ أَوَّلَ مَا يُكْفَأُ -يَعْنِيْ: الاِسْلَامَ- كَمَا يُكْفَأُ -يَعْنِيْ: الْخَمْرَ-)) فَقِيْلَ: كَيْفَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيهَا مَا بَيَّنَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا.))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلی چیز جسے اسلام سے نکال دیا جائے وہ شراب ہے (یعنی اس کے بارے میں اسلام کے حکم کی پروانہیں کی جائے گی)۔'' کہا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے ہوگا؟ حالانکہ اللہ تعالی نے پوری وضاحت فرما دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔''

(الصحيحة: ٨٩)

تخريج: رواه الدارمى: ٢/ ١١٤، وابن ابى العاصم فى "الاوائل": ٦٤، وابو يعلى فى "مسنده": ٢٢٥/ ١، وابن عدى: ق ٢٦٤/ ٢.

(٣٦٩٢)۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَسْتَحِلَّنَّ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيَ الْخَمْرَ بِاِسْمٍ يُسَمُّوْنَهَا اِيَّاهُ (وَفِي رِوَايَةٍ: يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا)۔))

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ شراب کا نام تبدیل کر کے اسے جائز وحلال سمجھے گا۔''

(الصحيحة: ٩٠)

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٣٣٨٥، وأحمد: ٥/ ٣١٨، وابن أبى الدنيا فى "ذم المسكر": ٤/ ٢

**شرح:**...... شراب اپنی صفات کی بنا پر حرام ہے، نام کی بنا پر نہیں، شرعی فیصلہ یہ ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اس کا جو نام بھی رکھ دیا جائے۔ اگرچہ آج کل مختلف ممالک میں کئی کمپنیاں مختلف ناموں کے ساتھ شراب کی پیکنگ کر رہی ہیں، لیکن ہماری معلومات کے مطابق ابھی تک مسلمانوں نے نام تبدیل ہونے کی وجہ سے شراب کو حلال نہیں قرار دیا۔ ممکن ہے کہ مغربی یا مغرب زدہ ممالک میں بسنے والے شریعت سے نابلد عیاش مسلمانوں میں اس قسم کے فاسد خیالات پائے جاتے ہوں۔

## فرزندانِ امت کا محرّمات کو حلال سمجھنا

(٣٦٩٣)۔ عَنْ أَبِي عَامِرٍ أَوْ أَبِي مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ، سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِي اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ، يَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيْهِمْ لِحَاجَةٍ، فَيَقُوْلُوْنَ: اِرْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ، وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِيْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:٩١)

سیدنا ابو عامر یا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو جائز و حلال سمجھیں گے، کچھ قومیں بلند پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈالیں گی، شام کو چرواہا اپنے مویشی لے کر ان کے پاس کسی حاجت کے لیے آئے گا، لیکن وہ کہیں گے: (آج لوٹ جاؤ) کل آنا۔ اللہ تعالی انھیں ہلاک کر دے گا اور پہاڑ کو ان پر دے مارے گا اور دوسروں کو روزِ قیامت تک بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔''

تخريج: رواه البخاري في "صحيحه": ٤/ ٣٠ تعليقا، وابوداود: ٤٠٣٩، وقد وصله ابن حبان: ٦٧١٩، والطبراني: ١/ ١٦٧/ ١، والبيهقي: ١٠/ ٢٢١، وابن عساكر: ١٩/ ٧٩/ ٢، وغيرهم من طرق عن هشام بن عمار به

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث سے پتہ چلا کہ اللہ تعالی بعض فاسقوں کو دنیا میں مادی دیتا ہے اوران کی صورتیں مسخ کر دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ١٠/ ٤٩) میں کہا: ابن عربی کہتے ہیں: ممکن ہے کہ اس حدیث کے مصداق کو سابقہ امتوں کی طرح حقیقت پر محمول کیا جائے، لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد لوگوں کے اخلاق کا تبدیل ہونا ہو۔ لیکن پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: اگر ان دونوں اقوال کو سامنے رکھا جائے تو بہتر ہوگا، بلکہ یہی مفہوم متبادر الی الذہن لگتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید کا بیان ہے، جو حرام چیزوں کے نام تبدیل کر کے ان کو حلال کا حکم دینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہاں حرام کے حکم کا تعلق علت سے ہے اور شراب کی حرمت کی علت نشہ ہے، جب بھی نشہ پایا جائے گا تو اسے حرام کا حکم دے دیا جائے گا، اگرچہ اس چیز کا نام کوئی بھی ہو۔ ابن عربی نے حرمت کو لفظ پر محمول کرنے والوں کا ردّ کرتے ہوئے کہا: اس حدیث میں یہ قانون پیش کیا گیا ہے کہ احکام کا تعلق اسما کی حقیقتوں سے ہے، نہ کہ الفاظ و القاب سے۔ (صحیحہ: ٩١)

اسلامی ممالک میں زنا، بے پردگی، ریشم کے لباس، شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں، سونے کی انگوٹھی اور چین اور

آلاتِ موسیقی کے ساتھ مسلمانوں کے رویے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ چیزیں حلال ہو چکی ہے، ان کے استعمال میں حد درجہ لا پرواہی برتی جا رہی ہے، شریعت کا فیصلہ سنانے کے باجود لوگ انتہائی بے توجہی اور بے رخی کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور بعض تو اتنا بھی کہہ دیتے ہیں کہ دل صاف ہونا چاہیے، بظاہر ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## اس امت کے افراد کی شکلیں کب مسخ کی جائیں گی؟

(٣٦٩٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَبِيْتَنَّ قَوْمٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُوْا قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ۔)) (الصحيحة: ١٦٠٤)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کے بعض افراد کھانے پینے اور لہو ولعب میں رات گزار دیں گے، جب صبح ہو گی تو وہ بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه أبونعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ١٢٦، والطيالسي في "مسنده": ١١٣٧، والبيهقي في "شعب الايمان": ٢/ ١٥٣/ ١

(٣٦٩٥)۔ عَنْ أَبِي عَامِرٍ أَوْ أَبِي مَالِكٍ الْاَشْعَرِيِّ، سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِي اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ، يَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيْهِمْ لِحَاجَةٍ، فَيَقُوْلُوْنَ: اِرْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ، وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِيْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ٩١)

سیدنا ابو عامر یا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو جائز و حلال سمجھیں گے، کچھ قومیں بلند پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈالیں گی، شام کو چرواہا اپنے مویشی لے کر ان کے پاس کسی حاجت کے لیے آئے گا، لیکن وہ کہیں گے: (آج لوٹ جاؤ) کل آنا۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کر دے گا اور پہاڑ کو ان پر دے مارے گا اور دوسروں کو روزِ قیامت تک بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔''

تخريج: رواه البخاري في "صحيحه": ٤/ ٣٠ تعليقا، وابوداود: ٤٠٣٩، وقد وصله ابن حبان: ٦٧١٩، والطبراني: ١/ ١٦٧/ ١، والبيهقي: ١٠/ ٢٢١، وابن عساكر: ١٩/ ٧٩/ ٢، وغيرهم من طرق عن هشام بن عمار به

(٣٦٩٦)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((لَيَكُوْنَنَّ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ، وَقَذْفٌ، وَمَسْخٌ، وَذٰلِكَ اِذَا شَرِبُوْا الْخُمُوْرَ، وَاتَّخَذُوْا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت میں بھی دھنسنے، سنگ باری ہونے اور مسخ ہونے (جیسے امور نمودار ہوں گے) اور یہ اس وقت ہوگا جب

الْقَيْنَاتِ، وَضَرَبُوْا بِالْمَعَازِفِ۔)) (الصحيحة:٢٢٠٣)

لوگ شراب پئیں گے، گانے گانے والیوں کا اہتمام کریں گے اور آلاتِ موسیقی استعمال کریں گے۔''

تخريج: أخرجه ابن أبي الدنيا في "ذم الملاهي": ١٥٣/ ١، ١٥٤/ ١

**شرح**:...... ان احادیثِ مبارکہ میں زمین میں دھنسنے، سنگ باری ہونے اور مسخ ہونے کی جتنی علامتیں بیان کی گئی ہیں، وہ کسی نہ کسی حد تک پوری ہو چکی ہیں، دیکھیں اللہ تعالیٰ کب تک مہلت دیتے ہیں۔ عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔ اکثر اسلامی ممالک میں سادے پانی کی طرح شراب عام ہے۔ ہوٹلوں اور تھیٹروں میں اور شادی کے موقعوں پر گانے گانے والیوں کی کثرت ہے، رہی سہی کمی میڈیا نے پوری کر دی ہے۔ رہا مسئلہ موسیقی اور آلات موسیقی کا، تو وہ تو ہر جگہ اور ہر وقت اور غیر محسوس انداز میں دستیاب ہیں، جب لوگ خبرنامے کے بہانے ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، اس وقت ان کو موسیقی، بے پردگی اور اشتہاروں کے بہانے پیش کی جانے والی بے حیائی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ زنا نہ صرف عام ہے، بلکہ مخصوص مقامات کی صورت میں زنا گاہیں قائم ہو چکی ہے، جہاں کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ ہائے خرابی! تعلیم وتعلم کے لیے حکومت کی قائم کردہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بے حیائی، بے شرمی اور بے پردگی بلکہ نیم برہنگی کے مناظر عام ہیں۔ سینموں، تھیٹروں اور مختلف اداروں اور مخصوص ہوٹلوں میں لہو ولعب، شراب و کباب اور ساز و موسیقی کی انتہائی صورتیں موجود ہیں۔

لیکن ابھی تک اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا احادیث میں پیش کردہ آزمائشوں کی صورت میں گرفت کا آغاز نہیں کیا، ہر وقت اس کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس کے انتقام کو دعوت دینے والے عوامل سے دور رہنا چاہیے۔

## روزِ قیامت مظلوم حیوانات کو قصاص دلوایا جائے گا

(٣٦٩٧)۔ عَنْ عُثْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ الْجَمَّاءَ لَتُقَصُّ مِنَ الْقَرْنَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة:١٥٨٨)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک روزِ قیامت بے سینگ جانور کو سینگ والے جانور سے قصاص دلایا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه عبدالله بن أحمد في "زوائد المسند": ١/ ٧٢، والبزار

(٣٦٩٨)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((يَقْضِي اللّٰهُ بَيْنَ خَلْقِهِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ، وَاِنَّهُ لَيَقِيْدُ يَوْمَئِذٍ لِجَمَّاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ، حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ تَبْعَةٌ عِنْدَ وَاحِدَةٍ لِاُخْرٰى قَالَ اللّٰهُ: كُوْنُوْا تُرَابًا، فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَقُوْلُ الْكَافِرُ: ﴿يَالَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات یعنی جن و انس اور چوپائیوں کے مابین فیصلہ کریں گے اور وہ بے سینگ کو سینگ والے جانور سے قصاص دلائیں گے، حتی کہ کسی کا کسی پر کوئی مطالبہ باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ (حیوانات کو) فرمائے گا: مٹی ہو جاؤ۔ اس وقت کافر کہے گا: ﴿ہائے کاش! میں (بھی) مٹی ہو

(النبا: ٤٠))) (الصحیحة:١٩٦٦) جاتا﴾(سورۂ نبا: ٤٠)۔"

تخريـج: أخرجه ابن جرير في "تفسير": ٣٠/ ١٧۔ ١٨

**شــرح:**...... جانوروں کو حشر میں اکٹھا کرنے کے سلسلے میں یہ روایت انتہائی واضح ہے، اس سے علامہ آلوسی اور امام غزالی کی تاویلات کا ردّ ہوتا ہے۔

(٣٦٩٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُقْتَصُّ الْخَلْقُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ، حَتّٰى الْجَمَّاءُ مِنَ الْقَرْنَاءِ، وَحَتّٰى الذَّرَّةُ۔)) (الصحیحة:١٩٦٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت والے دن) مخلوقات کو ایک دوسرے سے قصاص دلایا جائے گا، حتی کہ بے سینگ جانور کو سینگ والے جانور سے اور چیونٹی تک کو قصاص دلوایا جائے گا۔''

تـخـريـج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٦٣، ورواه مسلم: ٧/ ١٨، والترمذي: ٤/ ٢٩٢ بلفظ: ((لتؤدن الحقوق الى اهلها يوم القيامة، حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء۔))

**شــرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام نووی نے شرح مسلم میں کہا: اس حدیث میں یہ صراحت کر دی گئی ہے کہ روزِ قیامت جانوروں کا بھی حشر ہوگا، ان کو اہلِ تکلیف انسانوں اور بچوں اور مجنونوں کی طرح دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ قرآن وسنت کے دلائل اسی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ (سورۂ تکویر: ٥)...... ''اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔''

اگر شرعی دلائل اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں اور کوئی شرعی اور عقلی قانون بھی اس کو ناممکن نہیں سمجھتا تو پھر یہی مناسب ہے کہ ان آیات واحادیث کو ان کے ظاہری مفہوم پر محمول کیا جائے کہ جانوروں کو بھی واقعی میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔

علمائے اسلام نے کہا: کسی مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے حشر میں لانے کے لیے یہ شرط تو نہیں ہے کہ اس کو بدلہ دیتے ہوئے اجر وثواب دیا جائے یا عذاب وعقاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ ہاں یہ درست ہے کہ بے سینگ جانور کو سینگ والے جانور سے قصاص دلوایا جائے گا، لیکن یہ قصاص تکلیف کی بنا پر نہیں، بلکہ مقابلے کی بنیاد پر ہوگا، کیونکہ جانور تو کسی امر کے مکلّف نہیں ہیں۔ امام نووی کی بات ختم ہوئی۔

ابن الملک نے بھی (مبارق الازھار: ٢/ ٢٩٣) میں یہی بات ذکر کی ہے اور پھر ان سے علامہ ملا علی قاری نے (المرقاة: ٤/ ٧٦١) میں نقل کی اور کہا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بکری تو غیر مکلّف ہے، اس سے قصاص کیسے لیا جائے گا؟ ہم کہیں گے: بیشک اللہ تعالی جو چاہتا ہے، کر گزرتا ہے، اس سے اس امر کے بارے میں نہیں پوچھا جا سکتا، جو وہ کرتا ہے۔ جانوروں سے قصاص دلوانے کا مقصد لوگوں کو اس حقیقت پر آگاہ کرنا ہے کہ حقوق کو ضائع نہیں کیا جائے گا اور ہر صورت میں مظلوم کو ظالم سے قصاص دلوایا جائے گا۔

یہ ایک بہترین اور مستحسن توجیہ ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ قضیہ اس امر پر مبالغہ کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ تمام مکلفین میں کمال عدل و انصاف برتا جائے گا، کیونکہ یہ حال تو حیوانات کا ہے، جو غیر معقول اور تکلیف سے بری ہیں، اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس مخلوق کا کیا بنے گا، جو ذوالعقل اور مکلّف ہے؟

لیکن میں (البانی) کہتا ہوں: بڑا افسوس ہے کہ بعض علمائے کلام صرف اپنی رائے اور سمجھ کی بنا پر اس قسم کی احادیث کو ردّ کر دیتے ہیں، حیرانی کی بات یہ ہے کہ علامہ آلوسی بھی ان کے خیال کی طرف مائل نظر آتے ہیں: انھوں نے اپنی تفسیر (روح المعانی: ۹/ ۳۰۶) ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ (سورۂ تکویر: ۵) کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت ذکر کی اور کہا:

حجۃ الاسلام امام غزالی اور کچھ دوسرے علما کا خیال ہے کہ روزِ قیامت صرف جن و انس کا حشر ہو گا، کیونکہ دوسری مخلوقات مکلّف بھی نہیں ہیں اور پھر ان کے حشر میں کوئی توجیہ بھی نظر نہیں آتی۔ اس باب میں کتاب و سنت کی کوئی ایسی معتبر نص نہیں ہے، جو جن و انس کے علاوہ دوسرے جانوروں کو حشر میں اکٹھا کرنے پر دلالت کرے۔ یہ جو صحیح مسلم اور جامع ترمذی کی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی) حدیث ہے، وہ اگرچہ صحیح ہے، لیکن اس میں اس آیت کی تفسیر کا بیان نہیں ہے اور ممکن ہے کہ (بے سینگ جانور کو سینگ والے جانور سے قصاص دلوانا) مکمل عدل و انصاف سے کنایہ ہو۔ میں تو اسی رائے کی طرف میلان رکھتا ہوں، لیکن جو لوگ پہلے مسلک کے قائل ہیں کہ (واقعی جانوروں کا حشر ہو گا)، قطعی طور پر ان کو غلط نہیں کہہ سکتا، کیونکہ ان کے استدلال کی گنجائش موجود ہے، واللہ اعلم۔

میں (البانی) کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ ہمیں اور علامہ آلوسی کو معاف کرے، انھوں نے بڑی عجیب و غریب بات کی ہے، اس تفسیر میں ان کا مسلک یہ تھا کہ وہ کسی تاویل و تعطیل کے بغیر سلف صالحین کے منہج پر آیات کی تفسیر بیان کریں گے، لیکن یہاں انھوں نے عجیب تاویل کی ہے۔ معلوم نہیں کہ انھوں نے حدیث کے ظاہری مفہوم کو ترک کر کے، اس کو مکمل عدل و انصاف سے کنایہ کیوں قرار دیا؟

بہر حال یہ اس حدیث کو تسلیم نہ کرنے کا ایک انداز ہے، علامہ آلوسی نے اس معاملے میں علمائے کلام کی پیروی کی کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلوانے سے مراد عدل و انصاف ہے۔

ہماری اس بحث کا دار و مدار صحیح مسلم کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے، اگر ہم اس باب کی دوسری روایات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ یہ قطعی، حتمی اور حقیقی بات ہے کہ واقعی جانوروں کو میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا اور ان میں سے مظلوموں کو قصاص دلوایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ امام نووی پر رحمت فرمائے، جنھوں نے درج بالا بحث کے دوران کہا:

''جب شریعت کے الفاظ ثابت ہو جائیں اور شریعت و عقل ان کے ظاہری مفہوم کو مستبعد نہ سمجھتے ہوں تو شرعی الفاظ کو ان کے ظاہری مفہوم پر محمول کرنا واجب ہو گا۔''

میں کہتا ہوں کہ امام نووی نے یہ بات کہہ کر علامہ آلوسی وغیرہ کی تعطیل کا ردّ کر دیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جانوروں کا حشر ہوگا اور ان میں سے بعض کو بعض سے قصاص دلوایا جائے گا، یہی مسلک حق ہونے کی گنجائش رکھتا ہے اور جمہور علما وفقہا کی یہی رائے ہے، جیسا کہ علامہ آلوسی نے خود اپنی تفسیر (۲۸۱/۹) میں ان کا مسلک نقل کیا ہے، امام شوکانی نے (فتح القدیر : ۳۳۷/۵) میں سورۂ تکویر کی اس آیت ﴿واذا الوحوش حشرت﴾ کی تفسیر میں اسی کو ترجیح دیتے ہوئے کہا: ''خشکی کے وحشی جانوروں کو "الوحوش" کہتے ہیں اور ''حشرت'' کے معانی ہیں کہ ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تا کہ بعض کو بعض سے قصاص دلوایا جا سکے، مثلا بے سینگ کو سینگ والے جانور سے۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: ۸۹نمبر والے (مجلة الوعی الاسلام) کے صفحہ ۱۰۷ پر باب الفتاوی کو تحریر کرنے والے نے جانوروں کے حشر کے سلسلے میں علامہ آلوسی کی مذکورہ بالا بحث نقل کر دی ہے، اور پھر اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو پسند بھی کیا، دراصل یہ تقلید اور قلت تحقیق کی منحوسیت ہے۔ (صحيحه : ۱۹٦۷)

## فتنوں سے بچ جانے والا اور آزمائشوں میں صبر کرنے والا سعادت مند ہے

(۳۷۰۰)۔ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ۔)) (الصحيحة: ۹۷۵)

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سعادت مند انسان وہ ہے جسے فتنوں سے بچا لیا گیا اور وہ جسے ابتلاء و آزمائش میں تو ڈال دیا گیا لیکن اس نے صبر کیا۔''

تخريج: رواه أبو داود: ٤٢٦٣ عن الليث بن سعد، وأبو القاسم الحنائي في "الثالث من الفوائد": ٨٢/ ١

**شرح**:...... نبوی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کی آزمائش سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کی جائے، لیکن اس کے باوجود اگر اللہ تعالی کسی ابتلا میں مبتلا کر دے تو شریعت کی روشنی میں مکمل صبر کا مظاہرہ کیا جائے۔

## ابتدائے حساب وکتاب کے لیے لوگوں کا انبیا کے پاس جانا
## مردوں کو مدد کے لیے پکارنا کیسا ہے؟

(۳۷۰۱)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْ، حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ، فَبَيْنَاهُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِآدَمَ۔ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ صَاحِبَ ذٰلِكَ، ثُمَّ بِمُوْسٰى، فَيَقُوْلُ كَذٰلِكَ، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ، فَيَشْفَعُ بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتّٰى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْجَنَّةِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا، يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک سورج قریب ہوگا (اور اتنا قریب ہو گا کہ اس کی حرارت کی وجہ سے) بہنے والا پسینہ آدمی کے کان کے نصف تک پہنچ جائے گا، وہ اسی حالت میں حضرت آدم (علیہ السلام) کو مدد کے لیے پکاریں گے۔ وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ پھر حضرت موسی (علیہ السلام) کو پکاریں گے، وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ پھر جب وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیں گے، تو آپ مخلوق کے لیے سفارش کریں گے،

كُلُّهُمْ۔)) (الصحيحة: ٢٤٦٠) آپ چلیں گے اور جنت کے کڑے کو پکڑ لیں گے، اس دن اللہ تعالی آپ کو مقامِ محمود پر اٹھائیں گے، تمام لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد": ص۱۹۹

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "استغاثوا بآدم" کے معانی ہیں: لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ ان کے لیے دعا کریں اور ان کے حق میں اللہ تعالی سے سفارش کریں۔ اس معنی و مفہوم میں کافی ساری احادیث موجود ہیں۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ مُردوں سے مدد مانگنا یا ان کو مدد کے لیے پکارنا درست ہے، جیسا کہ بدعتی لوگوں کو وہم ہوا ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زندہ لوگوں سے ان کی استطاعت کے مطابق مدد مانگنا جائز ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ...﴾ (سورۂ قصص: ۱۵) ......''پس (موسی علیہ السلام) کی قوم والے نے اس کے خلاف، جو اس کے دشمنوں میں سے تھا، (موسی) سے فریاد کی ......''

کسی صورت میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی طاقت و قدرت رکھنے والا زندہ انسان کسی ایسے آدمی سے مدد طلب کرے جو عاجز اور مجبور ہو۔

اب ذرا غور کیجیے کہ جس میت سے مدد طلب کی جا رہی ہو، وہ مدد طلب کرنے والے زندہ انسان سے زیادہ عاجز اور پابند ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی مخالفت کرنے والا بے عقل، لاشعور اور احمق ہو سکتا ہے یا پھر مشرک۔ یہ لوگ میت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سننے والا، دیکھنے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور یہی شرکِ اکبر ہے۔

اہل توحید کو مُردوں سے مدد طلب کرنے والوں کے بارے میں یہی خطرہ ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ (سورۂ اعراف: ۱۹۴، ۱۹۵) ......''واقعی تم اللہ تعالی کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، سو تم ان کو پکارو، پس ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا کر دیں، اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں، جن سے وہ چلتے ہوں، یا ان کے ہاتھ ہیں، جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں، جن سے وہ دیکھتے ہوں۔''

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ۔﴾ (سورۂ فاطر: ۱۳، ۱۴) ......''اور تم اس کے سوا جنہیں پکار رہے ہو، وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر

تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔'' (صحیحہ: ۲۴۶۰)

مقام محمود سے مراد وہ مقام ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالی کے سکھائے ہوئے کلمات کے ذریعے اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے اور پھر وہیں اللہ تعالی کی طرف سے اجازت کے بعد اپنی امت کے لیے شفاعت کریں گے۔

## اس امت کا فتنہ مال ہے

(۳۷۰۲)۔ عَنْ كَعْبِ عَيَّاضٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ۔)) (الصحيحة:٥٩٢)

سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے (یعنی ایسی چیز جس کے ذریعے اس کو آزمایا جاتا ہے) اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٥٤، والبخاري في "التاريخ الكبير": ٤/ ١/ ٢٢٢، وابن حبان: ٢٤٧٠، و الحاكم: ٤/ ٣١٨، وأحمد: ٤/ ١٦٠، والقضاعي في "مسند الشهاب": ١/٨٦

**شرح**:...... کسی معاشرے پر تبصرہ کرتے وقت اس کی اکثریت کو دیکھا جاتا ہے، نہ کہ چند افراد کو۔ اس امت کا فتنہ مال ہے، اس ضمن میں اسی کتاب سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ حقیقت ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ مال و دولت کی کثرت و بہتات نے زیادہ تر لوگوں کے مزاجوں کو تبدیل کیا ہے۔ ان کی ترجیحات تبدیل ہو کر رہ گئی ہیں، امیر لوگ اپنی امیری کی بنا پر ناز کرتے ہوئے اپنے آپ کو بلند مرتبت اور کم آمدنی والوں کو کم تر سمجھتے ہیں اور ان سے حسن سلوک سے پیش نہیں آتے، ان کے تعلق یا دوستی کی بنیاد روپے پیسے پر ہوتی ہے، یہ لوگ اپنے جیسے مالداروں، جاگیرداروں، بڑے سیاسی رہنماؤں اور اعلی منصب داروں کا خوشامد کی حد تک احترام کریں گے اور بھرپور انداز میں ان کی ضیافت کریں گے، لیکن جب کوئی غریب اور نیک آدمی ان کے دروازے پر آئے تو اپنے نوکروں چاکروں کے ذریعے ڈیل کرنے کو کافی سمجھ کر اس کو دروازے سے واپس کرنے کی کوشش کریں گے۔ کم ہی دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی نیک آدمی کی عزت اس کی نیکی کی وجہ سے کریں یا اس سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملاقات ہی کر لیں، بلکہ زیادہ تر اِن کو مذہبی لوگوں پر کیچڑ اچھالتے ہوئے پایا جاتا ہے۔ اگر عبادات کے معاملے کو سامنے رکھیں تو عام لوگوں کی فتح نظر آتی ہے، کسی مسجد کے نمازیوں کی تعداد میں عام لوگوں اور سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے والوں کا تناسب دیکھا جا سکتا ہے، تلاوتِ قرآن اور حفظِ قرآن کے سلسلے میں موازنہ کیا جا سکتا ہے، میں نے اپنی زندگی میں چند امیر افراد پائے جنھوں نے قرآن مجید حفظ کیا اور اسے بھی آرام پرستی کی وجہ سے بھلا دیا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی درس و تدریس اور تحقیق و تفتیش کا معاملہ ہے۔ علی ہذا القیاس۔

چشم فلک اور ہر صاحب بصارت کی بصیرت گواہ ہے کہ دنیوی آسائشوں کی وجہ سے عبادات کا سلسلہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، یہی وجہ ہے کہ آج مساجد میں نمازیوں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے اور اچھے خاصے نمازی لوگ صرف اس وجہ سے نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے کہ شام کو خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور نرم گدے بچھا کر اور ملائم کمل اوڑھ کر اور پنکھے، روم کولر یا اے سی وغیرہ چلا کر سوتے ہیں، ایسے ماحول میں نیند کا کردار نشہ سے کم نہیں ہوتا، نیند پورا ہونے کا نام نہیں لیتی، اعضا ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، نتیجتاً فجر کی جماعت یا سرے سے نمازِ فجر سے ہی محروم ہو جاتے ہیں۔ میں بالیقین کہتا ہوں کہ بظاہر انتہائی پرسکون ماحول میں سونے والوں کی نیند کی مقدار کہیں زیادہ ہوتی ہے، جبکہ انہی کی طرح کے انسان دن میں چار، پانچ، چھ گھنٹے سو کر ان سے زیادہ صحت مند نظر آتے ہیں۔

رہا مسئلہ قلتِ مال یا کثرتِ مال کے بہتر ہونے کا، تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار کرنا ناممکن ہے کہ دین کی حفاظت کے لیے، ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے لیے اور کئی مفاسد سے بچنے کے لیے قلتِ مال بہترین ذریعہ ہے اور رہا ہے، یقین مانیے کہ اگر گزر بسر کے بقدر رزق نصیب ہو جائے تو دنیا کا حقیقی سکون مل جاتا ہے۔ یہ غربت ہی ہے جو بچوں کو دینی تعلیم دینے، قرآن مجید حفظ کرنے اور قرآن و حدیث کی تعلیم کے حصول پر آمادہ کرتی ہے اور یہی لوگ ہیں کہ دین کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے جن کی اکثریت کو استعمال کیا گیا۔ مزاج میں سادگی اور ہر آدمی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا ان ہی لوگوں کا وطیرہ ہے۔ اس سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے کہ مسکین لوگ امیر لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ بہرحال یہ ایسے حقائق ہیں جو امیر زادوں اور مال و دولت کے طلبگاروں کے لیے ناقابل تسلیم ہیں۔

قارئین کرام! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مال و دولت کی کثرت و وسعت کا بندے کو جہاد سمیت شرعی واجبات سے روک دینا باعثِ ہلاکت ہے، جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۹۵) ...... ''اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔'' (صحیحہ: ۱۲)

بہرحال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے مال کی وجہ سے ہی غنی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، وہ مالدار بڑے خوش بخت ہیں جو اپنی اوقات کو اور اپنے ماضی کو نہیں بھولتے اور اپنے مال و دولت کے تقاضے اور بلاتفریق اہل اسلام کے حقوق ادا کرتے ہیں۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض ...... بدعتی لوگ حوض سے دور دھتکار دیے جائیں گے

(۳۷۰۳)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعاً: ((اِنَّ لِي حَوْضًا مَابَيْنَ الْكَعْبَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدَسِ، اَبْيَضَ مِثْلَ اللَّبَنِ، آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ، وَاِنِّي لَاَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے حوض کی وسعت کی مسافت کعبہ سے بیت المقدس کی مسافت جتنی ہے، اس کا پانی دودھ کی طرح سفید ہے، اس کے آبخورے ستاروں کی تعداد کے بقدر ہیں اور

يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) (الصحيحة:٣٩٤٩)

قیامت والے دن میرے پیروکار سب انبیا کے امتیوں سے زیادہ ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤٣٠١

(٣٧٠٤)۔ عَنْ ثَوْبَانَ مَرْفُوْعًا: ((حَوْضِي مَابَيْنَ عَدَنَ إِلٰى عُمَّانَ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ، وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ، وَأَكْثَرُ النَّاسِ وُرُوْدًا عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ، الشَّعْثُ رُؤُوْسًا، الدَّنَسُ ثِيَابًا، الَّذِيْنَ لَا يُنْكَحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ، وَلَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السُّدَدِ، الَّذِي يُعْطُوْنَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ، وَلَا يُعْطَوْنَ الَّذِيَّ لَهُمْ.)) (الصحيحة:١٠٨٢)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے حوض (کی وسعت) عدن سے عمان تک ہے، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، وہاں آنے والوں میں اکثریت مہاجرین کی ہوگی، جو اب پراگندہ بالوں والے اور میلے کپڑے والے ہیں، وہ آسودہ حال عورتوں سے شادی نہیں کر سکتے، بند دروازے ان کے لیے نہیں کھولے جاتے اور وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں، لیکن ان کے حقوق پورے نہیں کیے جاتے۔''

تخريج: رواه الطبراني: ١/ ١٤٧/ ١-٢، ١٤٨/ ١، والحديث اخرجه احمد، والترمذی، وابن ماجه والحاكم لكن فيه انقطاع

(٣٧٠٥)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((تَرِدُ عَلَيَّ أُمَّتِي الْحَوْضَ، وَأَنَا أَذُوْدُ النَّاسَ عَنْهُ: كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ إِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ إِبِلِهِ، قَالُوْا: يَانَبِيَّ اللّٰهِ أَتَعْرِفُنَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ. وَلَيُصَدَّنَّ عَنِّي طَائِفَةٌ مِنْكُمْ، فَلَايَصِلُوْنَ، فَأَقُوْلُ: يَارَبِّ! هٰؤُلَاءِ مِنْ أَصْحَابِي؟! فَيُجِيْبُنِي مَلَكٌ فَيَقُوْلُ: وَهَلْ تَدْرِي مَاأَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) (الصحيحة: ٣٩٥٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت حوض پر میرے پاس آئے گی۔ میں کچھ لوگوں کو اس سے یوں دھتکاروں گا، جیسے کوئی آدمی دوسرے کے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے دور دھتکارتا ہے۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جی ہاں، تمہاری ایک ایسی علامت ہوگی، جو دوسروں کی نہیں ہوگی، تم میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضو کے اثر کی وجہ سے تمہاری پیشانی، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں چمکتے ہوں گے۔ لیکن تم میں ایک گروہ کو مجھ سے روک لیا جائے گا، وہ (مجھ تک) نہ پہنچ پائیں گے۔ میں کہوں گا: اے میرے ربّ! یہ میری ساتھی ہیں؟ ایک فرشتہ مجھے جواب دے گا: اور کیا آپ جانتے ہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد (دین میں) بدعتوں کو رواج دیا تھا؟!''

تـخـريـج: هذا الحديث له عن ابى هريرة طرق و الفاظ ، بعضها مطول و بعضها مختصر (وترى التفصيل فـي الـصـحيحة) أخرجه مسلم: ١/ ١٥٠ـ والسياق لهـ ، وأبوعوانة: ١/ ١٣٧ ، والبيهقي: ١٦١ ، وأحمد: ٢/ ٣٠٠ ، ٤٠٨ ، و البخاري: ٢٣٦٧ ، و ابن أبي عاصم في "السنة": ٧٦٩

**شرح**:...... ان احادیثِ مبارکہ میں حوض، اس کی صفات اور آپ ﷺ کے امتیوں کی مخصوص علامت کا ذکر ہے، جس کی وجہ سے وہ تمام دوسرے انبیا کے امتیوں سے ممتاز نظر آئیں گے۔ اس سے ہمیں سبق یہ ملتا ہے کہ ہم ان احکام کی پیروی کریں، جن کے لیے وضو کرنا پڑتا ہے، تاکہ اس سعادت تک پہنچ سکیں۔ جن لوگوں کو حوض محمدی سے دور دھتکار دیا جائے گا، وہ بدعتی لوگ ہوں گے، اس لیے ہمیں آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی کا حریص ہونا چاہیے۔

**بدعت**: وہ نئی بات جو دین میں اجر وثواب کی غرض سے نکالی جائے اور جس کی دلیل کتاب وسنت سے نہ ہو۔ مثلا عید سے پہلے خطبہ دینا، نماز کے بعد مصافحہ یا معانقہ کا اہتمام کرنا، مجلس میلاد، عرس، گیارہویں، چہلم، مجلس مرثیہ خوانی، رسم قل، رسم ختم وغیرہ وغیرہ۔

## ایام صبر میں پابندِ شریعت رہنے کا اجر وثواب

(٣٧٠٦)۔ عَـنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ اَخِي بَنِي مَازِنِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ ، لِلْمُتَمَسِّكِ فِيْهِـنَّ يَـوْمَـئِذٍ بِمَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِـنْكُمْ۔)) قَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! اَوَمِنْهُمْ؟ قَالَ: ((بَلْ مِنْكُمْ۔)) (الصحيحة :٤٩٤)

بنو مازن بن صعصعہ کے بھائی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے بعد والا زمانہ صبر آزما ہوگا، اس وقت (حق کو) تھامنے والے کو تمھارے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا اُن میں سے (پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر) ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلکہ (اس کا اجر) تم میں سے (پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر) ہوگا۔''

تخريج: أخرجه ابن نصر فی "السنة": ٩ ، والطبرانی فی "الكبير": ١٧/ ١١٧/ ٢٨٩

**شرح**:...... ایسا زمانہ کہ جس میں صبر کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا، برے کاموں میں لوگوں کی دلیری پر عجیب گھٹن محسوس ہوگی۔ بیگانے تو بیگانے، سنت کو تھامنے کی وجہ سے اپنے بھی ڈانٹنا شروع کر دیں گے۔ سنت پر قائم رہنے والا روحانی وجسمانی تکالیف کا تختۂ مشق بن جائے گا۔ بہر حال وہی سعادت مند ہوگا، جس کا روحانی نسب محمد رسول اللہ ﷺ سے جا ملے گا۔ یہ دنیوی زندگی کی چند لمحات ہیں، جو بلبلے کے ختم ہونے کی طرح جلدی ختم ہو جائیں گے اور ایسے سعادت مندوں کی ابدی سعادت شروع ہو جائے گی۔

## روزِ قیامت لوگ ننگے ہوں گے
## سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا
## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوشاک سبز رنگ کی ہوگی
## آدمی انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا، جن میں مرتا ہے

(۳۷۰۷)۔ عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُبْعَثُ النَّاسُ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، يُلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ، وَيَبْلُغُ شَحْمَةَ الْأُذُنِ۔)) قَالَتْ سَوْدَةُ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاسوءَ تَاهُ! يَنْظُرُ بَعْضُنَا إِلَى بَعْضٍ؟! قَالَ: ((شُغِلَ النَّاسُ عَنْ ذٰلِكَ وَتَلَا: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْهِ۔ وَأُمِّهِ وَأَبِيْهِ۔ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيْهِ۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ۔﴾ (عبس: ۳۴، ۳۷)۔)) (الصحيحة:۳۴۶۹)

زوجۂ رسول سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(قیامت والے دن) جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو وہ ننگے بدن، ننگے پاؤں اور غیر مختون (بغیر ختنے کے) ہوں گے، (ان کا پسینہ) ان کو لگام ڈال لے گا اور وہ ان کے کانوں کی لو تک پہنچ جائے گا۔'' سیدہ سودہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہائے! شرمگاہیں نظر آئیں گی اور لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا کام کرنے سے لوگ مشغول ہوں گے (یعنی موقف کی ہولناکی اور شدت انھیں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں دے گی)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر دامن گیر ہوگی، جو اس کے لیے کافی ہوگی۔﴾ (سورۂ عبس:۳۴۔۳۷)

تخريج: أخرجه الطبراني في"المعجم الكبير": ۲۴/ ۳۴/ ۹۱، والحاكم: ۲/ ۵۱۴۔ ۵۱۵، والبغوي في"تفسيره": ۸/ ۳۴۰

(۳۷۰۸)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ((أَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى خَلِيْلُ اللّٰهِ إِبْرَاهِيْمُ ﷺ۔)) (الصحيحة:۱۱۲۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(روزِ محشر) سب سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا۔''

تخريج: رواه البزار في"مسنده" ۲۵۴۔ زوائده، وابن عساكر: ۲/ ۱۷۸/ ۱، ورواه البخاري ومسلم من حديث لابن عباس

(۳۷۰۹)۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعًا:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

((یُبْعَثُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، فَاَکُوْنُ اَنَا وَاُمَّتِي عَلٰی تَلٍّ ، وَیَکْسُوْنِي رَبِّی حُلَّةً خَضْرَاءَ ثُمَّ یُؤْذَنُ لِيْ ، فَأَقُوْلُ مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ اَقُوْلَ ، فَذَاكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔)) (الصحیحة:٢٣٧٠)

نے فرمایا: ''لوگوں کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا، میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ اللہ تعالی مجھے سبز رنگ کی پوشاک پہنائیں گے۔ پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور میں کہوں گا جو اللہ تعالی چاہیں گے، یہی مقامِ محمود ہے۔''

تخریج: أخرجه ابن حبان:٦٤٤٥۔الأحسان، والحاکم:٢/ ٣٦٣، وأحمد:٣/ ٤٥٦

**شرح**:...... محمود سے مراد وہ مقام ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالی کے سکھائے ہوئے کلمات کے ذریعے اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے اور پھر وہیں اللہ تعالی کی طرف سے اجازت کے بعد اپنی امت کے لیے شفاعت کریں گے۔

(٣٧١٠)۔ عَنْ اَبِي سَعِیْدِ الْخُدْرِيِّ: اَنَّهُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِیَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْمَیِّتَ یُبْعَثُ فِي ثِیَابِهِ الَّتِي یَمُوْتُ فِیْهَا۔)) (الصحیحة:١٦٧١)

جب سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آیا تو انھوں نے جدید کپڑے منگوا کر زیبِ تن کئے اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بیشک میت کو ان کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ فوت ہوتا ہے۔''

تخریج: أخرجه أبوداود: ٣١١٤، وابن حبان: ٢٥٧٥، والحاکم: ١/ ٣٤٠، وعنه البیهقي: ٣/ ٣٨٤

**شرح**:...... یہ مختلف احادیث تین معانی پر مشتمل ہیں:

(۱) قیامت کے روز لوگ ننگے ہوں گے۔

(۲) حضرت ابراہیم اور حضرت محمد علیہما السلام کو لباس پہنایا جائے گا، اور......

(۳) بندے کو ان کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ فوت ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے جمع و تطبیق کی یہ صورتیں پیش کیں:

(۱) بعض لوگوں کو ننگا اٹھایا جائے گا اور بعض کو کپڑوں میں۔

(۲) سب کا حشر اس حال میں ہوگا کہ وہ ننگے ہوں گے، پھر انبیا کو لباس دیا جائے گا اور ان میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو۔

(۳) قبروں سے لوگ ان کپڑوں میں اٹھیں گے، جن میں وہ فوت ہوتے ہیں، لیکن جب حشر میں پہنچنا شروع ہوں گے، تو ان کا لباس گر جائے گا اور وہ ننگے ہو جائیں گے، پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔

(۴) سیدنا ابو سعید کی حدیث دراصل شہدا کے بارے میں تھی، راویٔ حدیث نے اس کو عموم پر محمول کر لیا۔ یا پھر......

(۵)...... کپڑوں سے مراد انسان کے نیک یا برے اعمال ہیں، (کیونکہ عرب لوگ جب کسی کے نفس کی پاکی اور عیب سے سلامتی بیان کرنا چاہتے ہوں تو وہ اسے ''طاہر الثیات'' (پاکیزہ کپڑوں والا) کہتے ہیں، اسی طرح برے اور عیب دار بندے کو ''دنس الثیاب'' (میلے کپڑوں والا) کہتے ہیں۔)

ان احادیث کے ساتھ ساتھ درج ذیل روایت بھی قابل غور ہے:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا وَلِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ، فَإِنَّهُمْ يُبْعَثُوْنَ فِيْ أَكْفَانِهِمْ، وَيَتَزَاوَرُوْنَ فِيْ أَكْفَانِهِمْ۔)) (الخطيب فى التاريخ: ۹/ ۸۰، الصحيحة: ۱٤۲٥)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو کفن دینے کا ذمہ دار بنے تو اچھا کفن دے، کیونکہ مردوں کو اپنے کفنوں میں اٹھایا جائے گا اور اسی لباس وہ ملاقاتیں کریں گے۔

## روزِ قیامت ران اور ہتھیلی بھی کلام کریں گی

(۳۷۱۱)۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّكُمْ مَدْعُوُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُفَدَّمَةً أَفْوَاهُكُمْ بِالْفَدَّامِ، ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُبَيِّنُ (وَقَالَ مَرَّةً: يُتَرْجِمُ، وَفِي رِوَايَةٍ: يُعْرِبُ) عَنْ أَحَدِكُمْ لَفَخِذُهُ وَكَفُّهُ۔)) (الصحيحة:۲۷۱۳)

بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک تم سب کو روزِ قیامت اس حال میں بلایا جائے گا کہ تمھارے منہ، منہ بند کے ذریعے بند ہوں گے، پہلی چیز جو تمھاری طرف سے وضاحت یا ترجمانی کرے گی وہ تمھاری ران اور ہتھیلی ہو گی۔''

تخريج: أخرجه النسائي فى "الكبرى": ٦/ ٤٣٩، الحاكم: ٤/ ٦٠٠، وأحمد: ٥/ ٤ و ٥، والسياق له، وكذا عبد الرزاق فى "المصنف": ٢٠/ ١٣٠/ ٢٠١١٥، والحسن المروزى فى "زوائد الزهد": ٣٥٠/ ٩٨٧، والطبرانى فى "المعجم الكبير": ١٩/ ٤٠٧-٤٠٩، والبغوى فى "التفسير": ٧/ ٢٥

**شرح**:...... ناطق کے مقابلے میں غیر ناطق چیزوں کا گواہی دینے کو حجت و استدلال میں زیادہ بلیغ سمجھا جاتا ہے۔ یہ موضوع قرآن مجید میں بھی بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (سورۂ حم السجده: ۲۰، ۲۱) ......''جب وہ (اللہ کے دشمن) جہنم کے قریب آ جائیں گے تو ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں، ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی۔ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوتِ گویائی

عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔'' سورۂ یسین میں بھی یہ موضوع بیان ہوا ہے۔

## آخر زمانہ میں دس فیصد عمل بھی باعثِ نجات ہوگا

(٣٧١٢)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِي زَمَانٍ كَثِيْرٍ عُلَمَاءُهُ، قَلِيْلٍ خُطَبَاءُهُ مَنْ تَرَكَ عُشْرَ مَايَعْرِفُ فَقَدْ هَوٰى، وَيَأْتِي مِنْ بَعْدُ زَمَانٌ كَثِيْرٌ خُطَبَاءُهُ، قَلِيْلٌ عُلَمَاؤُهُ مَنِ اسْتَمْسَكَ بِعُشْرِ مَايَعْرِفُ فَقَدْ نَجَا۔))

(الصحيحة: ٢٥١٠)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج تمھارے زمانے میں علماء زیادہ ہیں اور خطباء کم، ایسے میں اگر کسی نے اپنے علم کے دسویں حصے پر بھی عمل نہ کیا تو وہ گمراہ ہو جائے گا اور بعد میں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اس میں خطباء زیادہ ہوں گے اور علماء کم، اگر اُس زمانے میں کسی نے اپنے علم کے دسویں حصے پر بھی عمل کر لیا تو وہ نجات پا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه الهروي في "ذم الكلام": ١/ ١٤_١٥

**شــرح:**...... ہر مسلمان نے اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہونا ہے، اس لیے ہر ایک کو بار بار غور کرنا چاہیے کہ وہ جس آزمائش اور فتنے کی وجہ سے شریعت کے مطالبات میں کمی کر رہا ہے، آیا وہ واقعی عذر بن سکتے ہیں؟

اشارۃً خطبا سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور شرعی نصوص کے مطابق وعظ ونصیحت کر کے اس پر عمل کریں۔

## روزِ قیامت لوگوں کے وجود کا بھی وزن ہوگا

(٣٧١٣)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّهُ لَيَاتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَايَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ))۔ وَقَالَ: ((اِقْرَؤُوا: ﴿فَلَانُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾))اَلْكَهْفُ:١٠٥۔

(الصحيحة:٣٥٨١)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً قیامت والے دن موٹا تازہ بڑا آدمی آئے گا، اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا، اگر چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔﴾ (سورۂ کہف: ١٠٥)۔''

تخريج: رواه البخاري: ٤٧٢٩ ـ واللفظ له ـ، ومن طريقه: البغوي في "شرح السنة": ٤٣٢٧، ومسلم: ٨/ ٢٥

**شــرح:**...... مختلف نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان حشر میں آدمی کی تین چیزوں کا وزن ہوگا: بدن، عمل اور نامۂ اعمال۔

## بدعت اور خیانت کا وبال

(٣٧١٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰی أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَذْكُرُوْنَ الْحَوْضَ، وَلَمْ اَسْمَعْ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمًا مِنْ ذٰلِكَ وَالْجَارِيَةُ تَمْشِطُنِي فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَيُّهَا النَّاسُ!)) فَقُلْتُ لِلْجَارِيَةِ: اسْتَاخِرِي عَنِّي، قَالَتْ: اِنَّمَا دَعَا الرِّجَالَ، وَلَمْ يَدْعُ النِّسَاءَ!، فَقُلْتُ: اِنِّي مِنَ النَّاسِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنِّي لَكُمْ فَرَطٌ عَلَى الْحَوْضِ، فَاِيَّايَ! لَا يَاتِيَنَّ اَحَدُكُمْ فَيُذَبُّ عَنِّي كَمَا يُذَبُّ الْبَعِيْرُ الضَّالُّ، فَاَقُوْلُ: فِيْمَ هٰذَا؟ فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ ؟! فَاَقُوْلُ: سُحْقًا۔))

(الصحيحة:٣٩٤٤)

زوجۂ رسول سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے غلام عبد اللہ بن رافع بیان کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں: میں لوگوں کو حوض کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی رہتی تھی، نبی کریم ﷺ سے اس موضوع پر کوئی حدیث براہِ راست نہیں سنی تھی، ایک دن میری لونڈی میری کنگھی کر رہی تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آواز لگاتے سنا: ''لوگو!'' میں نے لونڈی سے کہا: پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا: آپ ﷺ نے مردوں کو بلایا ہے، نہ کہ عورتوں کو۔ میں نے کہا: (آپ ﷺ نے لوگوں کو بلایا ہے اور) میں بھی ان میں سے ہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں حوض پر تم لوگوں کا پیش رو ہوں گا۔ میری اطاعت کرتے رہنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم وہاں میرے پاس پہنچو اور تمھیں بھٹکے ہوئے اونٹ کی طرح (مجھ سے دور) دھتکار دیا جائے۔ میں پوچھوں: ایسے کیوں ہو رہا ہے؟ مجھے جوابًا کہا جائے: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کون کون سی بدعات رائج کر دی تھیں۔ (یہ سن کر) میں کہوں گا: بربادی ہو۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٧/ ٦٧، والنسائي في "التفسير - الكبرى": ١٣/ ١٦/ ١٨١٧٣ - تحفة الأشراف، وأحمد: ٦/ ٢٩٧، والطبراني في "المعجم الكبير": ٢٣/ ٢٩٧، ٤١٣

(٣٧١٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنِّي مُمْسِكٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَتَقَاحَمُوْنُ فِيْهَا تَقَاحُمَ الْفِرَاشِ وَالْجَنَادِبِ، وَيُوْشِكُ اَنْ اُرْسِلَ حُجَزَكُمْ، وَاَنَا فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، فَتَرِدُونَ عَلَيَّ مَعًا وَ اَشْتَاتًا، يَقُوْلُ جَمِيْعًا،

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم لوگوں کو آگ سے بچانے کے لیے تمھیں کمروں سے پکڑ رہا ہوں، لیکن تم پتنگوں اور اچھلی اڑتی ٹڈیوں کی طرح اس میں زبردستی گھسنا چاہتے ہو، ممکن ہے کہ میں تمھاری کمروں کو چھوڑ دوں۔ (یاد رکھو کہ) میں حوض پر تمھارا پیش رو ہوں گا، تم میرے پاس متحد ہو کر اور منتشر ہو کر (دونوں صورتوں میں)

فَاَعْرِفُكُمْ بِاَسْمَائِكُمْ وَبِسِيْمَاكُمْ كَمَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ الْغَرِيْبَةَ مِنَ الْاِبِلِ فِي اِبِلِهِ، فَيُذْهَبُ بِكُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، وَاُنَاشِدُ فِيْكُمْ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اُمَّتِي۔ فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَاتَدْرِي مَااَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، اِنَّهُمْ كَانُوْا يَمْشُوْنَ الْقَهْقَرٰى بَعْدَكَ فَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدَكُمْ يَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُ شَاةً لَّهَا ثُغَاءٌ يُنَادِي: يَا مُحَمَّدُ، يَامُحَمَّدُ! فَاَقُوْلُ: لا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، قَدْ بَلَغْتُ، وَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدَكُمْ يَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُ بَعِيْرًا لَهُ رُغَاءٌ يُنَادِيْ: يَا مُحَمَّدُ! يَامُحَمَّدُ! فَاَقُوْلُ: لا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتُ، وَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدَكُمْ يَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُ فَرَسًا لَهُ حَمْحَمَةٌ يُنَادِيْ: يَا مُحَمَّدُ! يَا مُحَمَّدُ! فَاَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ، وَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدَكُمْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُ قَشْعًا مِنْ اٰدَمٍ يُنَادِي: يَا مُحَمَّدُ! يَا مُحَمَّدُ! فَاَقُوْلُ: لا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، قَدْ بَلَّغْتَ۔)) (الصحيحة:٢٨٦٥)

آؤ گے، میں تمھیں تمھارے ناموں اور علامتوں سے ایسے پہچان لوں گا جیسے کوئی آدمی اپنے اونٹوں میں گھسنے والے اجنبی اونٹ کو پہچان لیتا ہے۔ لیکن تمھیں بائیں طرف دھتکار دیا جائے گا اور میں تمھارے لیے جہانوں کے پالنہار سے اپیل کرتے ہوئے کہوں گا: اے میرے ربّ! میری امت (کو بچاؤ)۔ جوابًا کہا جائے گا: تم نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے تمھارے بعد کون کون سی بدعات رائج کر دی تھیں، تیرے بعد انھوں نے الٹے پاؤں چلنا شروع کر دیا تھا۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس نے ممیاتی ہوئی بکری اٹھا رکھی ہو اور یہ آواز دے رہا ہو: اے محمد! اے محمد! (میری معاونت کرو) اور میں کہوں گا: میں تیرے لیے اللہ تعالی سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں نے تو (تیرے تک) پیغام پہنچا دیا تھا۔ میں کسی کو اس حال میں نہ پہچانوں کہ اس نے بلبلاتا ہوا ونٹ اٹھا رکھا ہو اور آواز دے رہا ہو: اے محمد! اے محمد! (میرا سہارا بنو)۔ میں کہوں گا: میں تیرے لیے اللہ تعالی سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں نے تو پیغام پہنچا دیا تھا (کہ ایسا نہ کرنا)۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی نے روزِ قیامت ہنہناتا ہوا گھوڑا اٹھا رکھا ہو اور آواز دے رہا ہو: اے محمد! اے محمد! میں جوابًا کہوں: میں تیرے لیے اللہ تعالی سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ میں تم میں سے کسی کو قیامت والے دن اس حالت میں نہ دیکھوں کہ پرانی کھال کا ٹکڑا اٹھا رکھا ہو اور پکار رہا ہو: اے محمد! اے محمد! اور میں کہہ دوں: میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں نے تو (اللہ کا پیغام) تیرے تک پہنچا دیا تھا۔''

تخريج: أخرجه البزار: ١/ ٤٢٦/ ٩٠٠، والرامهرمزي في"الأمثال": ٢١۔ ٢٢، وابويعلى و البزار

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ کسی کا حق غصب کرنے اور خیانت کرنے سے بچنا چاہیے، وگرنہ وہ عار و شنار اور ذلت و رسوائی کا سبب بنے گا، اگر کسی نے بندگانِ خدا کے حقوق میں کم و کاست کر رکھی ہے تو وہ جلدی جلدی تصفیہ کر لے۔ اسی طرح مومن کو آپ ﷺ کی سنتوں کا حریص ہونا چاہیے اور بدعتوں سے مکمل گریز کرنا چاہیے۔

## بحری جہاد میں شرکت کرنے والے پہلے لشکر کی فضیلت
## مدینۂ قیصر پر چڑھائی کرنے والے پہلے لشکر کی فضیلت

(۳۷۱۶)۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ اَنَّهُ اَتٰى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَّهُ وَمَعَهُ اُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا۔)) قَالَتْ: اُمُّ حَرَامٍ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ: ((اَنْتِ فِيْهِمْ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ۔)) فَقُلْتُ: اَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لَا۔)) (الصحيحة:۲٦٨)

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ عمیر بن اسود عنسی نے ان کو بیان کیا کہ وہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ اس وقت سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سمیت حمص کے ساحل میں فروکش تھے۔ عمیر کہتے ہیں: ہمیں سیدہ ام حرام نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''سمندری جہاد کرنے والا میری امت کا پہلا لشکر (اپنے حق میں جنت کو) واجب کر لے گا۔'' سیدہ ام حرام نے کہا: اے اللہ کے رسول! آیا میں بھی ان لوگوں میں ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ان میں ہوگی۔'' پھر فرمایا: ''قیصر کے شہر والوں سے جہاد کرنے والا میری امت کا پہلا لشکر بخشا ہوا ہوگا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آیا میں ان میں ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "صحيحه": ٦/ ٧٧-٧٨، والحسن بن سفيان في "مسنده"، وعنه أبو نعيم في "الحلية": ٢/ ٦٢، والطبراني في "مسند الشاميين"

**شرح**:...... حافظ ابن حجر نے کہا کہ مہلب کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت کا بیان ہے، جنھوں نے سب سے پہلے بحری جہاد کیا، نیز اس میں ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ہے جس نے ۵۲ھ میں قیصر کے شہر پر سب سے پہلے چڑھائی کی، پھر ابن تین نے ان کا تعاقب کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے: حدیث کے عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی چیز کو خارج کرنے کے لیے خاص دلیل ضروری ہو، کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کے الفاظ ''پہلا لشکر بخشا ہوا ہوگا'' کا تعلق اس شخص سے ہے، جس کی بخشش ممکن ہو، مثال کے طور پر اگر کوئی آدمی اس لشکر میں شرکت کرنے کے بعد مرتدّ ہو جاتا ہے تو وہ بالاتفاق اس حدیث کے اس عموم میں داخل نہیں ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ اس حدیث میں بخشش کی بشارت اسے سنائی جا رہی ہے، جس میں مغفرت کی شرط پائی جاتی ہو۔

لیکن ابن تین کا یہ کہنا کہ ممکن ہے کہ یزید لشکر میں موجود ہی نہ ہو، یہ قول مردود ہے، کیونکہ وہ بالاتفاق لشکر کا امیر تھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ابن تین کی مراد یہ ہو کہ اس نے شرکت تو کی تھی، لیکن عملاً لڑا نہیں تھا۔

اس لشکر میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور اسی غزوے میں فوت ہو گئے تھے، انھوں نے وصیت کی تھی

کہ ان کو قسطنطنیہ کے دروازے کے پاس دفن کیا جائے اور ان کی قبر کے آثار ختم کر دیے جائیں۔ پھر وہ فوت ہو گئے اور ان کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ (فتح الباری: ٦/ ١٢٧)

امام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر، علامہ قسطلانی اور حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ تعالی جیسے ائمہ اسلاف نے یزید بن معاویہ کو ہی اس پہلے لشکر کا سالار قرار دیا، جس نے تاریخ اسلامی میں سب سے پہلے شہر قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کیا تھا۔

لیکن ہم نے عصر حاضر کے ایک ڈاکٹر کا چھبیس صفحات پر مشتمل ایک مضمون پڑھا، جس میں کوشش یہ کی گئی کہ یزید بن معاویہ کو تین بڑے جرائم کی وجہ سے اللہ تعالی کی بخشش سے دور کر دینا چاہیے۔ ہم اس موقع پر یزید کی شخصیت کے اچھا یا برا ہونے کو موضوع بحث نہیں بنانا چاہتے۔ سوال یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی لشکر کے مغفور ہونے کی پیشین گوئی کر دیں تو کیا اس لشکر میں شامل ہونے والوں کا معصوم اور پاکباز ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ مغفرتِ الہی کے حقدار ٹھہر سکیں، کیا اس لشکر میں شرکت کرنے والے کسی گنہگار شخص کو آپ ﷺ کی عام منادی اور خوشخبری سے مستثنی کر دیا جائے گا؟ یہ فیصلہ کون کرے گا کہ ایسے لشکر میں شرکت کرنے والے فلاں فلاں شخص کی بخشش ہو جائے گی، لیکن فلاں فلاں محروم رہے گا؟ ہم بات کو ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرنے کے بعد "اشهد ان لا اله الله......" والی دعا پڑھتا ہے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے۔ غور فرمائیں اگر کوئی گنہگار شخص وضو کرنے کے بعد یہی دعا پڑھے تو کیا اسے یہ کہا جائے گا کہ تو اپنے گناہوں کی وجہ سے اس خوشخبری کا مصداق نہیں بن سکتا؟

دوسری قانونی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہ نقطہ سمجھنا چاہیے کہ تھا کہ فعل پر حکم لگانا اور بات ہے اور فاعل پر حکم لگانا اور بات ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہ کہنا تو ضروری ہے قیصر کے شہر پر چڑھائی کرنے والا پہلا لشکر مغفور ہے۔ لیکن اس سے یہ مفہوم کشید کرنا کسی طرح درست نہیں ہوگا کہ جو جو فرد اس میں شریک ہوا، اس کی تمام خطائیں معاف ہو چکی ہیں اور وہ جنت کا حتمی وارث بن چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلق طور پر پورے لشکر کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے گا اور ہر شخص کے بارے میں حتمی فیصلے کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ جیسے یہ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرنے کے بعد "اشهد ان لا اله الله......" والی دعا پڑھتا ہے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے۔ لیکن جو آدمی یہ عمل کرتا ہے، اس کو مخاطب کر کے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ تیرے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل چکے ہیں اور تو نے مرنے کے بعد جنت میں داخل ہو جانا ہے، بلکہ اس کے معاملے کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

ان گزارشات کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ہم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی حرمت کے قائل نہیں ہیں یا ہم اہل بیت کے حقوق کے بارے میں محتاط نہیں ہیں یا ہم یزید کے دور کی تمام کاروائیوں کو درست سمجھتے ہیں۔

قسطنطنیہ کی فتح نویں سن ہجری میں ہوئی، سلطان محمد ثانی کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس کے تیئس سالہ بیٹے

محمد ثانی کے ہاتھ آئی، یہ پہلا عثمانی سلطان تھا، جس نے فتح قسطنطنیہ کا عزم کیا اور اس کو فتح کیا۔ یہ ۸۵۷ھ کا واقعہ ہے۔

## ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم میں

(٣٧١٧)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ آدَمُ، فَتَرَاءَ ى ذُرِّيَّتَهُ۔ فَيُقَالُ: هٰذَا اَبُوْكُمْ آدَمُ، فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ! فَيَقُوْلُ: اَخْرِجَ بَعْثَ جَهَنَّمَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! كَمْ اُخْرِجُ؟ فَيَقُوْلُ: اَخْرِجْ مِنْ كُلِّ مِئَةٍ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ۔)) فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِذَا اُخِذَ مِنَّا مِنْ كُلِّ مِئَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ، فَمَاذَا يَبْقٰى مِنَّا؟ قَالَ: ((اِنَّ اُمَّتِي فِي الْاُمَمِ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ۔))

(الصحيحة:٣٣٠٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن سب سے پہلے حضرت آدم (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا، وہ اپنی اولاد کو دیکھیں گے۔ انھیں بتلایا جائے گا کہ یہ تمھارے باپ آدم (علیہ السلام) ہیں۔ (اللہ تعالی حضرت آدم کو آواز دیں گے)۔ وہ کہیں گے: میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں! اللہ تعالی فرمائیں گے: اپنی اولاد میں سے جہنم میں داخل ہونے والے لوگوں کو علیحدہ کر دو۔'' وہ پوچھیں گے: اے میرے ربّ! کتنوں کو علیحدہ کروں؟ اللہ تعالی فرمائیں گے: ایک سو کی نفری میں سے ننانوے کو (جہنم کے لیے علیحدہ کر دو)۔'' صحابۂ کرام نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہمارے سو میں سے ننانوے کو (دوزخ کے لیے) پکڑ لیا جائے گا، تو پیچھے بچے گا کیا؟ آپ ﷺ نے (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا: ''بقیہ امتوں میں میری امت کی تعداد سیاہ رنگ کے بیل کی پشت پر سفید بالوں جتنی ہوگی۔''

تخريج: رواه البخاري: ٦٥٢٩، وأحمد: ٢/ ٣٧٨

(٣٧١٨)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا آدَمُ! فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا! وَسَعْدَيْكَ، فَيُنَادِي بِصَوْتٍ: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكَ اَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا اِلَى النَّارِ۔ قَالَ: يَارَبِّ! وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ۔ اَرَاهُ قَالَ۔: تِسْعَ مِئَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ، فَحِيْنَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا، وَيَشِيْبُ الْوَلِيْدُ، ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی قیامت والے دن فرمائے گا: اے آدم! وہ کہیں گے: اے ہمارے ربّ! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالی آواز دیں گے: بیشک اللہ تعالی تجھے حکم دیتا ہے کہ تم اپنی اولاد میں سے جہنم کے لیے (جہنمی) گروہ کو علیحدہ کر دو۔ وہ پوچھیں گے: اے میرے ربّ! آگ کے گروہ کی تعداد کیا ہے؟ اللہ تعالی فرمائیں گے: ایک ہزار کی نفری میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) کو (جہنم کے لیے علیحدہ کر دو)۔ (یہ ہولناک خبر سن کر) حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو

اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ (الحج:٢) فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتّٰى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ، فَقَالَ النَّبِي ﷺ: ((مِنْ يَاجُوجٍ تِسْعُ مِئَةٍ وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعِيْنَ، وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ. ثُمَّ اَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْاَبْيَضِ، اَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ، وَاِنِّي لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبْعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ.)) فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: ((ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: ((شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ)) فَكَبَّرْنَا.

(الصحيحة:٣٢٥٠)

جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے، لیکن اللہ تعالی کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔﴾ (سورۂ حج:٢) یہ بات صحابہ پر اتنی گراں گزری کہ ان کے چہرے بدل گئے۔ نبی ﷺ نے (ان کو حوصلہ دلاتے ہوئے) فرمایا: ''(قیامت والے دن تناسب یہ ہے گا کہ) یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے افراد اور تم میں سے ایک فرد ہو گا، پھر (سابقہ امتوں کے) لوگوں کے مقابلے تمھاری تعداد اتنی ہو گی، جتنے کے سفید رنگ کے بیل کی پشت پر سیاہ بال یا سیاہ رنگ کے بیل کی پشت پر سفید بال ہوتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم جنت کی آبادی کا چوتھائی حصہ ہو گے۔'' (یہ سن کر) ہم نے اللہ اکبر کہا۔ آپ نے فرمایا: ''(مجھے امید ہے کہ) تم جنت کی آبادی کا تیسرا حصہ ہو گے۔'' ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جنت کی آدھی آبادی تم لوگ ہو گے۔'' (یہ سن کر) ہم نے اللہ اکبر کہا۔

تخریج: أخرجه البخاري: ٥/ ٢٤١، ومسلم: ١/ ١٣٩، وأحمد: ٣/ ٣٢۔ ٣٣

**شرح:** ...... یاجوج و ماجوج، یہ دو قومیں ہیں اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں نسل انسانی میں سے ہیں، ان کی تعداد دوسری نسل انسانی کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اور انہی سے جہنم زیادہ بھرے گی۔ مزید اس میں آپ ﷺ کی امت کے توحید پرستوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جنت میں ان کی آبادی زیادہ ہو گی۔

## سلسلۂ خلافت میں نبوی سنت کو بدلنے والا پہلا شخص

(٣٧١٩)۔ عَنْ اَبِي ذَرٍّ اَنَّهُ قَالَ لِيَزِيْدَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((اَوَّلُ مَنْ يُغَيِّرُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي اُمَيَّةَ.)) (الصحيحة:١٧٤٩)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابو سفیان سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''سب سے پہلے میری سنت کو بدلنے والا فرد بنوامیہ میں سے ہو گا۔''

تخریج: أخرجه ابن أبي عاصم في "الأوائل": ٧/ ٢

**شرح:** ...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: ممکن ہے کہ اس حدیث سے مراد اختیاری خلافت کو ختم کر کے اس کو موروثی بنا دینا ہو۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ١٧٤٩)

## صحابہ کرام میں قتل کا فتنہ

(۳۷۲۰)۔ عَنْ اَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقِ بْنِ اَشْيَمَ ، عَنْ اَبِيْهِ ، اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((بِحَسْبِ اَصْحَابِي الْقَتْلُ۔)) (الصحيحة:١٣٤٦)

ابو مالک اشجعی سعد بن طارق بن اشیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کے لیے قتل کا فتنہ ہی کافی ہے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٤٨٢ ، والطبراني ، والبزار

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ نے ایک شاہد ذکر کرتے ہوئے کہا: سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد عنقریب فتنے ہوں گے، ان میں بہت کچھ ہوگا۔'' ہم نے کہا: اگر ہم نے یہ زمانہ پایا تو ہم تو ہلاک ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کے لیے قتل کا فتنہ ہی کافی ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''ان فتنوں میں لوگ جلدی جلدی فنا ہوں گے۔'' (طبرانی، بزار) (صحيحه : ١٣٤٦)

ایسے ہی ہوا کہ صحابہ کے دور میں قتل کا فتنہ عام ہوا اور کئی صحابہ کرام اس فتنے میں جھلس گئے۔ سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی شہادتوں کے واقعات اسی سلسلے کا بیّن ثبوت ہیں۔

## امت مسلمہ کی سزا

(۳۷۲۱)۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عُقُوْبَةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالسَّيْفِ۔)) (الصحيحة:١٣٤٧)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کی سزا تلوار ہے۔''

تخريج: أخرجه الخطيب: ١/ ٣١٧

**شرح**:...... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جو تلوار بے نیام ہوئی، وہ آج تک قابو میں نہ آسکی اور فرزندانِ امت تہہ تیغ ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔ امتِ مسلمہ کو شہادتِ عثمان کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔

## جھوٹے مدّعیانِ نبوت

## قادیانیوں اور ابن عربی کا عقیدہ باطل ہے

(۳۷۲۲)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ ، اُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْاَرْضِ ، فَوُضِعَ فِي يَدِي سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَكَبُرَا عَلَيَّ وَاَهَمَّانِي ، فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَنْفُخْهُمَا ، فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا ، فَاَوَّلْتُهُمَا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں سویا ہوا تھا، میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے، میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے، وہ مجھ پر گراں گزرے اور انھوں نے مجھے مغموم و بے چین کر دیا، میری طرف وحی کی گئی کہ پھونک مارو، میں نے پھونک ماری،

الْكَذَّابَيْنِ الَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا: صَاحِبَ صَنْعَاءَ، وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ.)) (الصحيحة: ٣٦١١)

وہ دونوں (میرے ہاتھ سے) ہٹ گئے۔ میں نے اس خواب کی تاویل یہ کی کہ ان سے مراد دو جھوٹے ہیں، کہ میں جن کے درمیان ہوں، (۱) صاحبِ صنعاء (یعنی اسود عنسی) اور (۲) صاحبِ یمامہ (یعنی مسیلمہ کذاب)۔‘‘

تخريج: رواه البخاري: ٤٣٧٥، ٧٠٣٧، ومسلم: ٧/ ٥٨، وأحمد: ٢/ ٣١٩۔ واللفظ له۔، والبيهقي في "السنن الكبرى": ٨/ ١٧٥، و "الدلائل": ٥/ ٣٣٥، والبغوي في "شرح السنة" ٣٢٩٧، وأحمد: ٢/ ٣٣٨ و ٣٤٤، وابن ماجه: ٣٩٢٢، وابن أبي شيبة: ١١/ ٥٨، وابن حبان: ٦٦٥٣

**شرح:** ...... اسود عنسی اور مسیلمہ دو جھوٹے مدعیانِ نبوت تھے۔ یمن میں امن واسلام کی تکمیل ہو چکی تھی، ہر علاقے میں آپ ﷺ کے عمال موجود تھے، اچانک ’’کہف حنان‘‘ نامی شہر میں سات سو جنگجوؤں کے ساتھ اسود عنسی ظاہر ہوا۔ وہ اپنے لیے نبوت وحکومت کا دعویدار تھا، اس نے آگے بڑھ کر صنعا پر قبضہ کر لیا، اس کے فتنے میں سختی اور حکومت میں طاقت آتی گئی، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کے عمال ’’اشعربین‘‘ کے علاقے میں سمٹ آئے، مسلمانوں نے اس کے ساتھ مصلحت سے کام لیا۔ یہ سلسلہ تین چار ماہ تک جاری رہا۔ پھر فیروز دیلمی اور اس کے فارسی ساتھیوں نے، جو مسلمان ہو چکے تھے، کوئی چال چلی اور فیروز نے اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹا اور قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھی بھاگ نکلے اور اہل اسلام غالب آ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے عمال اپنے اپنے کاموں پر واپس آ گئے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع لکھ کر بھیج دی۔ اس کے قتل کا واقعہ آپ ﷺ کی وفات سے ایک یوم پہلے پیش آیا تھا، اس لیے صحابہ کرام کا خط ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں موصول ہوا تھا، لیکن آپ بذریعہ وحی صحابہ کرام کو اطلاع دے چکے تھے۔

فتح مکہ کے بعد مختلف قبائل کی طرف سے جو وفود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے، ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی بنو حنیفہ کے وفد میں شامل تھا۔ جب یہ اپنے وطن یمامہ کی طرف واپس لوٹا اور انہیں ایام میں آپ ﷺ کی طبیعت کے ناساز ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو اس نے نبوت کا دعوی کر دیا، آپ ﷺ اس کا عملی تدارک کیے بغیر دنیائے فانی سے روانہ ہو گئے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مختلف وجوہات کی وجہ سے مسیلمہ کا فوراً تدارک نہ کر سکے، بالآخر عکرمہ بن ابو جہل کو مسیلمہ کی سرکوبی پر نامزد فرمایا، پہلی لڑائی میں مسیلمہ شکست کھا گیا، لیکن پھر قبیلہ ربیعہ کے چالیس ہزار جنگجو مسیلمہ کے پاس جمع ہو گئے، ان میں بعض لوگ اس کو جھوٹا سمجھتے تھے، لیکن ہم قومیت کی بنا پر اس کی کامیابی کے خواہاں تھے، ......... باغ کے اندر بھی جب ہنگامہ زور گرم ہوا تو مسیلمہ مجبوراً مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور لوگوں کو لڑنے کے لیے آمادہ کرنے لگا، لیکن جب اس نے ہر طرف مسلمانوں کو چیرہ دست دیکھا تو گھوڑے سے اتر کر باغ کے باہر چپکے سے جانے لگا۔ اتفاقاً باغ کے دروازے کے قریب وحشی کھڑا تھا، اس نے اپنا حربہ پھینک مارا جو مسیلمہ

کی دوہری زرہ کو کاٹ کر اس کے پیٹ کے باہر نکل آیا، آخر کار دشمنوں میں سے جس کو جس طرف راستہ ملا، وہ بھاگ گیا۔

(٣٧٢٣)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ، اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((فِي أُمَّتِي كَذَّابُوْنَ وَدَجَّالُوْنَ، سَبْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ، مِنْهُمْ اَرْبَعَةُ نِسْوَةٍ، وَاِنِّي خَاتَمُ النَّبِيِّنَ، لا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔))
(الصحيحة: ١٩٩٩)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں ستائیس آدمی انتہائی جھوٹے اور کذاب ہوں گے، ان میں سے چار عورتیں ہوں گی، (یاد رکھنا کہ) میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

تخريج: أخرجه الطحاوي في "مشكل الآثار": ٤/ ١٠٤، وأحمد: ٥/ ٣٩٦، والطبراني في "الكبير" ٣٠٢٦، والأوسط": ٥٥٨٢

**شرح:**...... اس حدیثِ مبارکہ میں قادیانیوں اور ابن عربی پر خوب ردّ کیا گیا ہے، جو نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کی بقا کے قائل ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا، کذاب اور دجال ہے۔ (صحیحہ: ١٩٩٩)

(٣٧٢٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ، فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ عَنِ الْمُخْتَارِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اِنْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ ثَلاثِيْنَ دَجَّالاً كَذَّابًا۔))
(الصحيحة: ٢٢٥٣)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کوفی آدمی بیٹھا ہوا تھا، اس نے مختار سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں۔ سیدنا عبد اللہ نے کہا: اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تو کہہ رہا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''قیامت سے پہلے تیں انتہائی جھوٹے اور کذاب افراد ہوں گے۔''

تخريج: أخرجه البزار فى "مسنده": ٣٣٧٣، الكشف، والطبرانى فى "المعجم الكبير": ١٨/ ٦٧/ ١٢٥

**شرح:**...... نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آیا ہے نہ آئے گا اور ایسا دعوی کرنے والا جھوٹا، کذاب اور دجال قرار پائے گا۔

ذہن نشین رہے کہ اس حدیث سے وہ مدعیانِ نبوت مراد نہیں جنھوں نے مطلق طور پر نبوت کا دعوی کیا، کیونکہ ایسے لوگ تو بہت زیادہ ہیں۔ احادیث میں جن تیں کذابوں کا ذکر ہے، ان سے مراد وہ کم بخت ہیں، جن کو اس دعوی کی وجہ سے شان و شوکت ملی اور ان کو اپنی نبوت پر واقعی شبہ ہونے لگا، پھر لوگوں کی معقول تعداد بھی ان کے ساتھ ہو گئی۔ جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کا مسئلہ ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جن دجّالوں نے نبوت کا دعوت کیا، ان میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہندی ہے،

جس نے ہند پر برطانوی استعمار کے عہد میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہے، پھر اس نے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام باور کرایا اور بالآخر نبوت کا دعویٰ کر دیا، قرآن و سنت کا علم نہ رکھنے والے کئی جاہلوں نے اس کی پیروی کی۔ ہند اور شام کے ایسے باشندوں سے میری ملاقات ہوئی، جو اس کی نبوت کے قائل تھے۔ میرے اور ان کے مابین کئی مناظرے اور بحث مباحثے ہوئے، ان میں سے ایک تحریری مناظرہ بھی تھا۔ ان مناظروں میں ان کا دعویٰ تھا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کئی انبیا آئیں گے، ان میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ شروع میں انھوں نے ورغلانا اور پھسلانا چاہا اور مناظرہ کے اصل موضوع سے صرف نظر کرنا چاہا۔ لیکن میں نے ان کے حیلوں بہانوں کا انکار کیا اور اصل موضوع پر ڈٹا رہا۔ پس وہ بری ہزیمت سے دوچار ہوئے اور حاضرین مجلس کو پتہ چل گیا کہ یہ باطل پرست قوم ہے۔

ان کے کچھ دوسرے عقائد بھی باطل اور اجماعِ امت کے مخالف ہیں، بطورِ مثال: جسمانی بعث کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ جنت و جہنم کا تعلق روح سے ہے، نہ کہ جسم سے۔ کافروں کو دیا جائے والا عذاب بالآخر منقطع ہو جائے گا۔ جنوں کا کوئی وجود نہیں ہے اور جن جنوں کا قرآن مجید میں ذکر ہے، وہ حقیقت میں انسانوں کی ایک جماعت ہے۔

جب یہ لوگ قرآن کی کوئی آیت اپنے عقائد کے مخالف پاتے ہیں تو باطنیہ اور قرامطہ جیسے باطل فرقوں کی طرح اس کی غیر مقبول اور قابل انکار تاویل کرتے ہیں۔ اسی لیے انگریز مسلمانوں کے خلاف ان کی تائید و نصرت کرتے تھے۔ مرزا قادیانی کہتا تھا کہ مسلمانوں پر انگریزوں سے جنگ کرنا حرام ہے۔ میں نے ان پر ردّ کرنے کے لیے کئی کتابیں تالیف کیں اور ان میں یہ وضاحت کی کہ یہ فرقہ جماعۃ المسلمین سے خارج ہے۔ ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (صحیحہ: ١٦٨٣)

## دین کے شایان شان دور کی مدت کم ہے

(٣٧٢٥)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: ((تَدُوْرُ رُحَى الْاِسْلَامِ بَعْدَ خَمْسٍ وَثَلَاثِيْنَ، اَوْسِتٍّ وَثَلَاثِيْنَ، اَوْسَبْعٍ وَثَلَاثِيْنَ، فَاِنْ يَهْلِكُوْ فَسَبِيْلُ مَنْ هَلَكَ، وَاِنْ يَقُمْ لَهُمْ دِيْنُهُمْ يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا۔)) قُلْتُ: (وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ عُمَرُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مِمَّا بَقِيَ اَوْ مِمَّا مَضٰى؟ قَالَ: ((مِمَّا مَضٰى۔)) (الصحيحة:٩٧٦)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پینتیس یا چھتیس یا سینتیس سالوں کے بعد اسلام کی چکی گھومے گی، اس کے بعد اگر کوئی (گمراہ ہو کر) ہلاک ہوا تو وہ پہلے ہلاک ہونے والوں کی طرح ہو گا اور اگر دین قائم رہا تو وہ ستر سال تک قائم رہے گا۔“ میں نے کہا اور ایک روایت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! مستقبل ستر سال یا ماضی سمیت؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ماضی سمیت۔“

تخريج: وله عن عبد الله بن مسعود طرق: الأولى: أخرجه أبوداود: ٤٢٥٤، والطحاوي في "مشكل الآثار": ١/ ٢٣٥، ٢٣٦، والحاكم: ٤/ ٥٢١، وأحمد: ١/ ٣٩٣، وأبويعلي في "المسند" أيضا: ١/ ٢٥٥،

وابـن الأعرابي في "معجمه": ١٤١/ ٢، وابن عدي في "الكامل": ٩١/ ١، والخطيب في "الفقيه والمتفقه": ٦٣/ ٢، والخطابي في "غريب الحديث": ١١٦/ ٢_١١٧/ ١

الثـانيـه: فـأخـرجـه أحـمـد: ١/ ٣٩٠و ٤٥١، وأبويعلى: ٨/ ٤٢٥/ ٥٠٠٩، ٩/ ٢٠١/ ٥٢٩٨_ط، والـطـحـاوي وابـن الأعرابي، وابن حبان في "صحيحه": ١٨٦٥_موارد، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٠/ ٢١١/ ١٠٣٥٦

الثالثة: فأخرجه الطحاوي، والطبراني: ١٠/ ١٩٥/ ١٠٣١١

**شرح**:...... علامہ عظیم آبادی نے کہا: اسلام کی چکی گھومنا، اس کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں: (۱) اکثر کا یہ خیال ہے کہ اس سے مراد بغیر کسی نقص کے نبوت کے منہج اور خلافت کا جاری رہنا، خلفا کے معاملات کا مستقیم رہنا، حدود کو نافذ کرنا اور شرعی احکام کو رواج دینا ہے۔ (۲) اس سے مراد لڑائی اور قتل و غارت گری ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: خطیب رحمہ اللہ نے کہا: "تَـدُوْرُ رُحَـى اَلإسْلاَمِ" ایک ضرب المثل ہے، اس کا مرادی معنی یہ ہے کہ اس مدت کے بعد اسلام میں کوئی عظیم سانحہ رونما ہو گا، جو اہل اسلام کے لیے خطرہ ہو گا۔ جب کسی معاملے میں تغیر پیدا ہوتا ہے یا وہ تبدیل ہوتا ہے تو "دَارَتْ رَحَـاه" (اس کی چکی گھوم گئی) کہتے ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے شروع میں مدتِ خلافت کے ختم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

"يَـقُـمْ لَـهُـمْ دِيْنُهُمْ" کے معانی ہیں: مسلمانوں کی بادشاہت اور سلطنت قائم رہے گی، کیونکہ "دین" کا اطلاق بادشاہت اور سلطنت پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَـا كَـانَ لِيَـأْخُذَ أَخَـاهُ فِـيْ دِيْـنِ الْـمَـلِكِ﴾ (سـورهٔ یـوسـف: ٧٦) ......"وہ (حضرت یوسف علیہ السلام) اپنے بھائی کو بادشاہ کی بادشاہت کے قانون کے مطابق نہیں رکھ سکتے تھے۔"

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے لے کر مشرق سے بنوامیہ کی بادشاہت ختم ہونے تک تقریبا ستر سال بنتے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا: شک کی بنا پر نہیں، بلکہ اللہ تعالی کی مشیت کی بنا پر پینتیس یا چھتیس یا سینتیس کہا گیا، جو پینتیس برس کی صورت میں ظاہر ہوا، اس عرصے کے بعد (اہل مصر) نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا، حتی کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ ان کی شہادت امت میں اختلاف و افتراق کا سبب ٹھہری، اس کے بعد اگر کوئی ہلاک ہوا تو وہ پہلے ہلاک ہونے والوں کی طرح ہو گا، بہرحال اللہ تعالی نے پردہ رکھا اور اس کی تلافی کرتے ہوئے اس امت میں ایسے افراد کو قائم رکھا، جنھوں نے دین کی حفاظت کی۔ (صحیحہ: ٩٧٦)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا: زمانۂ ہجرتِ نبوی سے لے کر خلفائے ثلاثہ (سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم) کی خلافت کی انتہا تک پینتیس سال بنتے ہیں، اس میں عوام و خواص کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اس عرصے کے بعد سیدنا

عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا، پھر چھتیسویں سال کو جنگِ جمل کا اور سینتیسویں سال کو جنگِ صفین کا واقعہ پیش آیا، ......
...... خطابی نے کہا: ''چکی گھومنے'' سے مراد جنگ و جدل اور قتل و غارت گری ہے، تشبیہ کہ وجہ یہ ہے کہ جس طرح چکی دانے کو پیستی ہے، اس طرح اس عرصے کے بعد لوگوں کی جانیں ہلاک ہونا شروع ہو جائیں گی، ............ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ وہ پینتیس یا چھتیس یا سینتیس تک (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی طرح) دین پر قائم رہیں گے، پھر اختلاف کی وجہ سے افتراق و انتشار پڑ جائے گا، اس کے بعد اگر کوئی ہلاک ہوا تو وہ پہلے ہلاک ہونے والوں کی طرح ہوگا۔ لیکن اگر مسلمانوں کا معاملہ پھر سے ایک امیر کی اطاعت اور حق کی تائید کی طرف لوٹ آیا تو وہ ستر سال تک جاری رہے گا۔ (مرقاة المفاتيح: ٩/ ٢٩٠۔ ٢٩٢)

## ساٹھ سن ہجری کے بعد والے امرا سے پناہ مانگنا

(٣٧٢٦)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِن رَاسِ السَّبْعِيْنَ، وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ۔)) (الصحيحة: ٣١٩١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ستر سال کے بعد والے دور سے اور لڑکوں کی حکومت سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرو۔''

تخريج: أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف": ٥/ ٤٩/ ١٩٠٨٢، وأحمد: ٢/ ٣٢٦، ٣٥٥، ٤٤٨، والبزار: ٤/ ١٢٦/ ٣٣٥٨، وابن عدي في "الكامل": ٦/ ٨١

**شرح:** ...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی ہلاکت قریشی لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔'' (بخاری)

ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے اور کہتے تھے: اے اللہ! نہ مجھے ساٹھ سن ہجری والا سال پائے اور نہ لڑکوں کی امارت۔

اس میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ پہلے لڑکے کی امارت کا ظہور ٦٠ ھ میں ہوگا اور ایسے ہی ہوا، یزید بن معاویہ خلیفہ بنا اور چونسٹھ سن ہجری تک باقی رہا، اس کی یہ عادت بھی تھی کہ وہ مختلف علاقوں سے بزرگوں کو معزول کر کے اپنے چھوٹی عمر کے قرابتداروں کو والی بنا تا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا معاویہ والی بنا جو کچھ مہینوں کے بعد مر گیا۔

ہلاکت یہ ہے کہ وہ امارت و بادشاہت طلب کرنے کے لیے اور اس کی وجہ سے لوگوں سے لڑیں گے، اس طرح لوگوں کے احوال میں فساد آ جائے گا اور پے در پے فتنوں کا ظہور کا ہوگا اور ایسے ہی ہوا۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ ظالم بادشاہوں کے خلاف بغاوت کرنے سے گریز کیا جائے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان بادشاہوں کے نام بھی جانتے تھے اور یہ بھی بتلایا تھا کہ امت کی ہلاکت ان کے ہاتھوں پر ہوگی، لیکن اس کے باوجود انھوں نے بغاوت کا حکم نہ دیا، کیونکہ بغاوت کی وجہ سے جہاں ہلاکتیں زیادہ ہوتی تھیں، وہاں اطاعت

کے امور سے دوری بھی ہوتی تھی، اس لیے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خفیف مفسدت اور آسان کام کو اختیار کیا۔

## بالآخر زمین اپنے خزانے اگل دے گی

(۳۷۲۷)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَقِيْءُ الْأَرْضُ أَفْلَاذَ كَبِدِهَا أَمْثَالَ الْأُسْطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، فَيَجِيْءُ الْقَاتِلُ، فَيَقُوْلُ: فِي هٰذَا قَتَلْتُ، وَيَجِيْءُ الْقَاطِعُ فَيَقُوْلُ: فِي هٰذَا قَطَعْتُ رَحْمِي، وَيَجِيْءُ السَّارِقُ، فَيَقُوْلُ: فِي هٰذَا قُطِعَتْ يَدِي، ثُمَّ يَدَعُوْنَهُ، فَلَا يَأْخُذُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا۔))

(الصحیحۃ:۳۶۱۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں (یعنی خزانوں) کو اگل دے گی، وہ سونے اور چاندی کے ستونوں کی صورت میں پڑے ہوں گے۔ قاتل آ کر کہے گا: اس کی خاطر میں نے قتل کیا تھا۔ قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور کہے گا: اس کی وجہ سے میں نے قطع رحمی کی تھی۔ چور آ کر کہے گا: اس کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا، پھر وہ (ان خزانوں کو) چھوڑ دیں گے اور کچھ بھی نہیں لیں گے۔''

تخریج: رواہ مسلم: ۳/ ۸۴۔ ۸۵، ومن طریقہ: البغوي: ۴۲۴۱، والترمذي: ۲۲۰۸

**شرح**:...... امام ابن کثیر نے یہ حدیث سورۂ زلزال کی تفسیر میں بیان کی ہے اور معلوم بھی ایسے ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ﴿وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا﴾ والا منظر پیش کیا گیا ہے۔

## فتوحات سے پہلے کا زمانہ زیادہ خیر والا تھا

(۳۷۲۸)۔ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا حَتّٰى تُنَجَّدَ الْكَعْبَةُ۔)) قُلْنَا: وَنَحْنُ عَلٰى دِيْنِنَا الْيَوْمَ، قَالَ: ((وَأَنْتُمْ عَلٰى دِيْنِكُمُ الْيَوْمَ۔)) قُلْنَا: فَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ أَمِ الْيَوْمَ؟ قَالَ: ((بَلْ أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ۔))

(الصحیحۃ:۱۸۸۴)

سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم دنیا کو فتح کر لو گے، حتی کی کعبہ کو آراستہ کیا جائے گا۔'' ہم نے کہا: ہم تو اس وقت اپنے دین پر قائم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم آج اپنے دین پر قائم ہو۔'' ہم نے کہا: ہم آج بہتر ہیں یا اس وقت ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم آج بہتر ہو۔''

تخریج: أخرجه البزار: صــ۳۳۰۔ زوائده

**شرح**:...... اسلام اور فتوحات لازم ملزوم ہیں، فتوحات سے اسلام کی شان وشوکت کا پتہ چلتا ہے، بہرحال فتوحات کا نتیجہ غنیمتوں کی صورت میں نکلا، جن کی وجہ سے عام لوگوں میں وہ خیر و بھلائی نہیں رہی، جو صحابہ کرام کے غربت والے دور میں پائی جاتی تھی۔

## عربوں کے زمینی خزانے نکالنے کے لیے بدترین لوگوں کے پہنچنے کی پیشین گوئی

(۳۷۲۹)۔ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِفِضَّةٍ قَالَ: هٰذِهِ مِنْ مَعْدِنٍ لَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَتَكُوْنُ مَعَادِنُ يَحْضُرُهَا شِرَارُ النَّاسِ۔)) (الصحيحة: ۱۸۸۵)

بنوسلیم کا ایک آدمی اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس چاندی لے کر آیا اور کہا اور یہ ہماری کان ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب ان کانوں پر بدترین لوگ پہنچیں گے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٤٣٠

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہے: ''معادن (کانیں)'' ان مقامات کو کہتے ہیں، جہاں سے سونے، چاندی اور تانبے جیسے زمینی جواہر برآمد ہوتے ہیں، اس کی واحد ''معدِن'' ہے۔

کوئی شک نہیں کہ کافر لوگ ہی بدترین ہوتے ہیں۔عربوں کے زمینی خزانے نکالنے کے لیے یورپیوں اور امریکیوں کو وہاں لانے کی وجہ سے مسلمان جس آزمائش میں مبتلا ہیں، اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ المستعان۔ (صحیحہ: ۱۸۸۵)

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ (شام) بہتر ہوگی

(۳۷۳۰)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ مَرْفُوْعًا: ((سَتَكُوْنُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ اَهْلِ الْاَرْضِ اَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيْمَ، وَيَبْقٰى فِي الْاَرْضِ شِرَارُ اَهْلِهَا، تَلْفِظُهُمْ اَرْضُوْهُمْ، تَقْذُرُهُمْ نَفْسُ اللّٰهِ، وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ۔)) (الصحيحة:۳۲۰۳)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یکے بعد دیگرے ہجرتیں ہوتی رہیں گی، بہترین اہل زمین وہ ہوں گے جو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ہجرت گاہ کو لازم پکڑے رکھیں گے، اس وقت زمین میں بدترین لوگ باقی رہ جائیں، ان کی زمین ان کو پھینک دے گی، اللہ تعالی ان سے نفرت کرے گا، آگ ان لوگوں کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ اکٹھا کرے گا۔''

تخريج: أخرجه أبوداود: ١/ ٣٨٨۔ جهاد، والحاكم: ٤/ ٤٨٦، وعبدالرزاق: ١١/ ٣٧٦/ ٢٠٧٩٠، وأحمد: ٢/ ٨٤، ١٩٨۔ ١٩٩، ٢٠٩، وأبونعيم في "الحلية": ٦/ ٥٤ و ٦٦، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١/ ١٤٩، ١٥٠۔ طبع دمشق

**شرح**:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ سے مراد شام ہے۔مختلف احادیث میں شام کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور شام میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔سیدنا ابن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انجام یہ ہوگا کہ تم مختلف لشکروں میں بٹ جاؤ گے، ایک لشکر شام میں، ایک یمن میں اور ایک عراق میں ہوگا۔''

ابن حوالہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے لیے اختیار کریں، اگر میں یہ زمانہ پا لوں تو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شام کو لازم پکڑنا، یہ اللہ تعالی کی پسندیدہ زمین ہے، اللہ تعالی اپنے مختار بندوں کو اس کی طرف لائے گا، اگر تم ایسا کرنے سے انکار کرو تو پھر یمن کو لازم پکڑنا اور اپنے حوض سے پینا، بیشک اللہ تعالی نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے، (یعنی وہ فتنوں سے محفوظ رہیں گے)۔'' (ابوداود: ۲۴۸۳)

اس موضوع پر مکمل بحث ''المناقب والمثالب'' میں ''شام اور اہل شام کی فضیلت'' کے عنوان میں دیکھیں۔
اس حدیث کے بقیہ حصے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی یہ ناپسند کرے گا کہ لوگ شام کی طرف نکلیں اور وہاں رہیں، پس وہ ان کو توفیق ہی نہیں دے گا۔ آخری حصے میں مذکورہ حشر سے مراد قیامت سے پہلے والا حشر ہے، نہ کہ قیامت کے دن والا۔

## سابقہ امتوں کی بیماریاں اس امت میں

(۳۷۳۱)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((سَيُصِيْبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ۔)) فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ؟ قَالَ: ((اَلْاَشَرُ، وَالْبَطَرُ، وَالتَّكَاثُرُ، وَالتَّنَاجُشُ فِي الدُّنْيَا، وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ، حَتّٰى يَكُوْنَ الْبَغْيُ۔)) (الصحيحة: ۶۸۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''عنقریب میری امت کو بھی سابقہ امتوں کی بیماری لگ جائے گی۔'' صحابہ نے کہا: امتوں کی بیماری سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اترانا، تکبر کرنا، مال و دولت کی بہتات، دنیا میں مبالغہ وفریب سے کام لینا، بغض کرنا، حسد کرنا اور بغاوت وظلم۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ١٦٨، والطبراني في "المعجم الأوسط": ٢/ ٢٧٥/ ٩١٧٣

**شرح**:...... یہ حدیث بھی اعلام نبوت میں سے ہے، ہمارا معاشرہ بھی ان تمام بیماریوں میں مبتلا ہو چکا ہے۔

## لباس پہننے کے باوجود ننگی عورتوں کا ظاہر ہونا
## گاڑیوں پر سوار ہو کر مساجد کی طرف آنا کیسا ہے؟

(۳۷۳۲)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((سَيَكُوْنُ فِي آخِرِ أُمَّتِي رِجَالٌ يَرْكَبُوْنَ عَلٰى سُرُوْجٍ كَاَشْبَاهِ الرِّحَالِ، يَنْزِلُوْنَ عَلٰى اَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ، نِسَاؤُهُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، عَلٰى رُؤُوْسِهِنَّ

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''میری امت کے آخری زمانے میں لوگ کجاووں کی طرح کی زینوں پر سوار ہوں گے، وہ مساجد کے دروازوں پر اتریں گے، ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، ان کے سر کمزور بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ ایسی عورتیں ملعون ہیں، ان پر

كَاسِنِمَةِ الْبُخْتِ الْعِجَافِ ، اِلْعَنُوْهِنَّ فَاِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ ، لَوْكَانَتْ وَرَائَكُمْ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَخَدَمْهُنَّ نِسَاوُكُمْ ، كَمَاخَدَمَكُمْ نِسَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ۔))

(الصحيحة:٢٦٨٣)

لعنت کرنا۔ اگر تمھارے بعد کوئی اور امت ہوتی تو تمھاری عورتیں اس کی خدمت کرتیں جیسا کہ تم سے پہلے والی امتوں کی عورتوں نے تمھاری خدمت کی ہے۔"

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٢٢٣، والمخلص في "بعض الجز الخامس من الفوائد و الغرائب المنتقاة": ق٢٦٤/ ١، والسياق له، وابن حبان في "صحيحه": ١٤٥٤۔ موارد، و الطبراني في "الصغير": ٢٣٢۔ هند، و"الأوسط": رقم ٩٤٨٥۔ترقيمي

**شرح**:...... لباس کے باوجود عورت کا برہنہ یا نیم برہنہ ہونا، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس دور کا امتیازی وصف ہے۔ بازاروں، پارکوں، تعلیمی اداروں اور سیر گاہ بن جانے والی مسجدوں میں اور شادی بیاہ کے موقع پر یہ شرّ اتنا عام ہو چکا ہے کہ بے غیرتی کی انتہا ہو گئی ہے۔ رہی سہی کمی میڈیا نے پوری کر دی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ خاندانوں کے سربراہ اس قدر بے حس ہو گئے ہے کہ وہ اس کو برائی تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔

رہا مسئلہ گاڑیوں پر سوار ہو کر مساجد کی طرف آنے کا، تو شرعی مسئلہ کی حد تک اس کی گنجائش ملتی ہے، لیکن اس حدیث میں آپ ﷺ کا مقصود کیا ہے؟ امام البانی کے درج ذیل کلام میں جواب دیا جائے گا۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: (فوائد المخلص) میں "الرحال" کے الفاظ ہیں، جب کہ (مسند الامام احمد) اور (الموارد) میں "الرجال" کے۔ اسی روایت کی شرح کرتے ہوئے شیخ احمد عبد الرحمٰن بنّا نے (الفتح الربانی: ١٧/ ٣٠١) میں کہا: "(جو لوگ اپنی عورتوں کو بے پردہ چھوڑ دیتے ہیں) وہ انسانی وجود میں ڈھلے ہوئے انسان ضرور ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں مرد نہیں ہوتے، کیونکہ جو مرد حسّی اور معنوی طور پر کامل ہوتا ہے، وہ اپنی عورتوں کو ایسا لباس نہیں پہننے دیتا، جس سے ان کے جسم کا پردہ ہی نہ ہو۔"

لیکن وہ اس اشکال پر مطلع نہ ہو سکے، جس کے بارے میں شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ تعالی نے مسند احمد پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہا: (اگر "الرجال" کے الفاظ پر مشتمل روایت کو درست تسلیم کریں تو) اس حدیث مبارکہ کے الفاظ "میری امت کے آخری زمانے میں لوگ، لوگوں کی طرح زینوں پر سوار ہوں ......" میں اشکال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ مردوں کو مردوں سے تشبیہ دینا بعید بات ہے اور اس کی تاویل میں تکلف پایا جاتا ہے، امام حاکم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ رِجَالٌ يَرْكَبُوْنَ عَلَى الْمَيَاثِرِ حَتّٰى يَاْتُوا اَبْوَابَ مَسَاجِدِهِمْ ، نِسَاؤُهُمْ كَاسِيَات عاريات ......)) ......"" میری امت کے آخری زمانے میں لوگ ریشم و دیباج سے آراستہ سواریوں پر سوار ہوں گے، وہ مساجد کے دروازوں پر اتریں گے، ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، ......"

اور طبرانی کے حوالے سے (مجمع الزوائد) میں بیان کردہ الفاظ یہ ہیں: ((سَیَکُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ رِجَالٌ یَرْکَبُوْنَ نِسَاؤُهُمْ عَلٰی سُرُوْجٍ کَأَشْبَاهِ الرِّجَالِ))۔ مجمع الزوائد کے طابع نے جرأت یا جہالت کی بنا پر اس روایت کے الفاظ "یُرْکِبُوْن" کو "یرکب" سے بدل دیا، میرے نزدیک تو "یُرْکِبُوْنَ نِسَاءَ هُم" کے الفاظ واضح اور ظاہر ہیں۔

بہرصورت حدیثِ مبارکہ کا مرادی معنی واضح ہے اور عصرِ حاضر میں ثابت ہو چکا ہے، بلکہ اس دور سے پہلے بھی لعنت وصول کرنے والی برہنہ عورتوں کا وجود ملتا ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: اگر شیخ احمد شاکر کو "الرحال" والی روایت کا علم ہوتا تو ان کا اشکال دور ہو جاتا اور بغیر کسی تکلف و توجیہ کے معنی درست ہو جاتا، میرے نزدیک تو تین اسباب کی بنا پر اِنہی الفاظ والی روایت راجح ہے، ............۔

یہ حدیثِ مبارکہ اس اعتبار سے آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے، آج کل واقعی لوگ گاڑیوں پر سوار ہو کر مساجد کے دروازوں تک پہنچتے ہیں۔ جمعہ کے دن اتنی موٹر کاریں اور دوسری گاڑیاں جمع ہو جاتی ہیں کہ سڑک کھلی ہونے کے باوجود تنگ ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کی کثیر تعداد یا تو سرے سے باقی پانچ نمازوں کا اہتمام نہیں کرتی یا پھر اپنے گھروں میں ادا کرنے پر اکتفا کرتی ہے۔ گویا کہ ان لوگوں نے نمازِ جمعہ کو ہی کافی سمجھ لیا ہے، اس لیے اس موقع پر ان کی کثیر تعداد موجود ہوتی ہے، گاڑیوں کے ذریعے مساجد تک پہنچنے کی وجہ سے یہ لوگ نماز کے مقصد اور ثمرہ سے محروم رہتے ہیں، اور ایسے لوگوں کی بیویوں اور بیٹیوں کا معاملہ بھی بڑا واضح ہے۔

اس سے بڑھ کر اس حدیثِ مبارکہ کا ایک اور مصداق نمازِ جنازہ کے موقع پر دکھائی دیتا ہے۔ نازک مزاج، عیش پرست اور آسودگی کی وجہ سے مغرور اور فرضی نماز کو ترک کرنے والے لوگ اپنی گاڑیوں پر سوار ہو کر نمازِ جنازہ کے پیچھے چلتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب جنازہ کو گاڑی سے اتار کر مسجد میں یا جنازہ گاہ میں رکھا جاتا ہے تو یہ لوگ اپنی گاڑیوں میں بیٹھے رہتے ہیں، البتہ جب دفنانے کا وقت آتا ہے تو عبادت یا ذکرِ آخرت کی بنا پر نہیں، بلکہ نفاق، مداہنت اور چاپلوسی سے کام لیتے ہوئے جنازے کے ساتھ چل پڑتے ہیں ہیں۔ بس اللہ ہی ہے، جس سے مدد طلب کرنی چاہیے۔

میرے نزدیک تو تاویل کی یہی صورت بہتر ہے، اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے ہوگی اور اگر یہ خطا پر مبنی ہے تو میری طرف سے ہوگی۔ اللہ تعالی سے سوال ہے کہ وہ میرے تمام گناہ معاف کر دے، وہ دانستہ طور پر کیے ہوں یا نادانستہ طور پر۔ (صحیحه: ٢٦٨٣)

## مساجد میں دنیا کے موضوع پر بحث کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا منع ہے

(٣٧٣٣)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَرْفُوْعًا: ((سَیَکُوْنُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَجْلِسُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ حَلَقًا حَلَقًا،

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب پچھلے زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں حلقوں کی صورت میں بیٹھیں گے،

إِمَـامُهُمُ الدُّنْيَا فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ۔)) (الصحيحة:١١٦٣)

ان کی سب سے بڑی فکر دنیا ہوگی، ایسے لوگوں کے پاس نہ بیٹھنا، اللہ تعالی کو ایسوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

تخريج: رواه الطبراني: ٣/ ٧٨/ ٢، وأبو إسحاق المزكي في"الفوائد المنتخبة": ١/ ١٤٩/ ٢، وابن حبان: ٣٣١

**شرح**:...... کئی احادیث میں مساجد کے مقاصد بیان کیے گئے ہیں کہ ان کی تعمیر کی غرض و غایت اللہ تعالی کا ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن ہے۔ بہرحال آج کل ایسے لوگ موجود ہیں جو مساجد میں بیٹھ کر دنیوی امور پر گفتگو کرتے ہیں، دوسروں کی چغلی غیبت کرتے ہیں، یا پھر اور بے مقصد اور لایعنی باتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

## ظالم حکمران اور دین میں غلوّ کرنے والے آپ ﷺ کی سفارش سے محروم

(٣٧٣٤)۔ عَنْ اَبِي أُمَامَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَنْ تَنَالَهُمَا شَفَاعَتِي: إِمَامٌ ظَلُوْمٌ غَشُوْمٌ وَكُلُّ غَالٍ مَارِقٍ۔)) (الصحيحة:٤٧٠)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے دو قسم کے افراد کے حق میں میری شفاعت قبول نہیں ہوگی: انتہائی ظالم حکمران اور غلوّ کرتے کرتے دائرۂ مذہب سے خارج ہو جانے والا شخص۔''

تخريج: أخرجه أبو اسحاق الحربى فى"غريب الحديث": ٥/ ١٢٠/ ٢، والجرجانى فى "الفوائد": ١١٢/ ١، والطبرانى فى"الكبير": ٨/ ٣٣٧/ ٨٠٧٠، وابن أبى الحديد السلمى فى "حديث أبى الفضل السلمى": ٢/ ١، وأبوبكر الكلاباذى فى"مفتاح المعانى": ٣٦٠/ ٢

**شرح**:...... ظالم حکمرانوں کا مسئلہ تو واضح ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے غلام بن کر رہیں، عبادات و معاملات میں آپ ﷺ نے جو حد مقرر کر دی ہے، اس سے تجاوز نہ کریں۔

## قدریہ اور مرجئہ

(٣٧٣٥)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مَرْفُوْعًا: ((صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَا يَرِدَانِ عَلَيَّ الْحَوْضَ : الْقَدَرِيَّةُ ، وَالْمُرْجِئَةُ۔)) (الصحيحة:٢٧٤٨)

محمد بن عبد الرحمٰن بن ابو لیلی اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے دو قسم کے افراد حوض پر نہیں آسکیں گے: قدریہ اور مُرجئہ۔''

تخريج: أخرجه العقيلى فى"الضعفاء":ص ١٥٦، والطبرى فى "التهذيب": ٢/ ١٨٠/ ١٤٧٢، وابن أبى عاصم فى"السنة": ٩٤٩، واللالكائى فى"شرح السنن": ٤/ ١٤٢/ ١١٥٧

**شرح**:...... قدریہ: ایک فرقہ ہے، جس کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، ان کی کوئی تقدیر

نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ فرقہ بندوں کے افعال سے متعلقہ تقدیر کا منکر ہے۔

مرجئہ: دو تعریفیں کی گئی ہیں:

(۱) یہ ایک فرقہ ہے، جس کا نظریہ ہے کہ جس طرح کفر کے ساتھ نیکی فائدہ نہیں دیتی، اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی برائی نقصان نہیں دیتی۔

(۲) ان سے مراد جبریہ فرقہ ہے، اس کا نظریہ یہ ہے کہ انسان سے جو اچھا یا برا فعل صادر ہوتا ہے، وہ اس کے کرنے پر مجبور ہے، اس کرنے یا نہ کرنے میں اسے کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

سلف صالحین کا موقف یہ ہے کہ بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالی ہے۔ جس طرح نیکیوں کی وجہ سے ایمان مکمل ہوتا ہے، اسی طرح برائیوں کی وجہ سے ایمان میں نقص آ جاتا ہے۔ بندہ اپنے اچھے یا برے افعال پر اللہ تعالی کے ہاں مسئول ہوگا، اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا عوض پائے گا، اگر اللہ تعالی نے معاف نہ کیا تو۔

## صور کیا ہے؟

(۳۷۳٦)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا الصُّوْرُ؟ قَالَ: ((الصُّوْرُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ۔)) (الصحيحة: ۱۰۸۰)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''صور ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔''

تخريج: رواه ابن سعد في "الطبقات": ۱/ ۳٤، وعنه ابن عساكر في "تاريخ دمشق": ۲/ ۳۰۹/ ۱

**شرح**:...... دو دفعہ صور پھونکا جائے گا، پہلی دفعہ لوگوں کو مارنے کے لیے اور دوسری دفعہ ان کو زندہ کرنے کے لیے۔

## روزِ قیامت کافر کے اعضا کا بڑا ہو جانا

(۳۷۳۷)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ اُحُدٍ، وَعُرِضَ جِلْدُهُ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا، وَعَضُدُهُ مِثْلُ الْبَيْضَاءِ، وَفَخِذُهُ مِثْلُ وَرْقَانَ، وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَابَيْنِي وَبَيْنَ الرَّبْذَةِ۔)) (الصحيحة: ۱۱۰۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزِ قیامت کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی مانند ہو جائے گی، اس کا چمڑا ستر (۷۰) ہاتھ چوڑا ہو جائے گا، اس کا بازو بیضاء پہاڑ کی مانند اور ران ورقان پہاڑ کی مانند ہوگی اور ان کی مقعد یہاں سے ربذہ تک بڑی ہوگی۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٥٩٥، وأحمد: ۲/ ۳۲۸، والترمذي: ۳/ ۳٤۱، واخرجه مسلم: ۸/ ۱٥٤ بلفظ: ((ضرس الكافر او ناب الكافر مثل احد، وغلظ جلده مسيرة ثلاث۔))

**شرح**:...... اللہ تعالی سے بار بار مغفرت طلب کرنی چاہیے، جنت کا سوال کرنا چاہیے اور جہنم سے پناہ مانگنی چاہیے۔

## جمعۂ مبارکہ کا دن اور اس میں سیاہ نقطہ

(۳۷۳۸)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعًا: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاَيَّامُ، فَعُرِضَ عَلَيَّ فِيْهَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فَاِذَا هِيَ كَمِرْآةٍ بَيْضَاءِ، وَاِذَا فِي وَسَطِهَا نُكْتَةٌ سَوْدَاءٌ، فَقُلْتُ: مَاهٰذِهِ؟ قِيْلَ: السَّاعَةُ۔))

(الصحيحة:۱۹۳۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر دنوں کو (ان کی مخصوص صورتوں میں) پیش کیا گیا، ان میں جمعہ کا دن بھی تھا، وہ سفید شیشے کی طرح تھا اور اس کے وسط میں کالا نکتہ تھا۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ مجھے کہا گیا کہ یہ قیامت ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ۱/ ۴۸/ ۲، ورواه ابو يعلى مختصرا، والبزار، وابو نعيم فی "الحلية": ۳/ ۷۲

## فتنۂ احلاس اور اس کے بعد کی صورتحال

(۳۷۳۹)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُعُوْدًا نَذْكُرُ الْفِتَنَ، فَاَكْثَرَ ذِكْرَهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ؟ قَالَ: ((فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ هِيَ فِتْنَةُ هَرْبٍ وَ حَرْبٍ، ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ دَخَلُهَا اَوْدَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيَّ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِي يَزْعُمُ اَنَّهُ مِنِّي، وَلَيْسَ مِنِّي، اِنَّمَا وَلِيِّيَ الْمُتَّقُوْنَ، ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ، ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً، فَاِذَا قِيْلَ: اِنْقَطَعَتْ تَمَادَتْ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، حَتّٰى يَصِيْرَ النَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَيْنِ: فُسْطَاطِ اِيْمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيْهِ، وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا اِيْمَانَ فِيْهِ، اِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے فتنوں کا تذکرہ کر رہے تھے، آپ نے بھی ''فتنۂ احلاس'' سمیت بہت سے فتنوں کا ذکر کیا۔ ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! فتنۂ احلاس سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فتنۂ احلاس سے مراد جنگ و جدل اور شکست و ریخت کا زمانہ ہے، پھر خوشحالی و آسودگی کا فتنہ ابھرے گا، اس کی ابتداء و انتہاء اور سرپرستی و ذمہ داری ایسے آدمی کے ہاتھ میں ہوگی، جو اپنے گمان کے مطابق مجھ سے ہوگا، حالانکہ وہ مجھ سے نہیں ہوگا، میرے دوست تو پرہیزگار لوگ ہیں، پھر لوگ ایسے شخص پر صلح کریں گے، جو مستقل طور پر بادشاہت کے لائق اور اس کا اہل نہیں ہوگا۔ اس کے بعد بھیانک آفت و مصیبت پر مشتمل فتنہ نمودار ہوگا، وہ اس امت کے ہر فرد کو ہلا کر رکھ دے گا۔ جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہو چکا ہے، تو وہ حد سے بڑھ کر سامنے آئے گا۔ بندہ بوقتِ صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر۔ لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے: ایک جماعت صاحبِ ایمان ہوگی، اس میں کوئی نفاق

مِنَ الْيَوْمِ اَوْغَدٍ۔)) (الصحيحة:٩٧٤)

نہیں ہو گا اور دوسری جماعت صاحبِ نفاق ہو گی، اس میں کوئی ایمان نہیں ہو گا، جب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا تو دجال کا انتظار کرنا، وہ اسی دن آ سکتا ہے، یا پھر اگلے دن آ جائے گا۔''

تخريج:أخرجه أبوداود: ٢/ ٢٠٠برقم: ٤٢٤٢، والحاكم: ٤/ ٤٦٧، وأحمد: ٢/ ١٣٣

**شرح**:...... ''حلس'' کی جمع ''احلاس'' ہے، اس کے معانی ہیں: وہ چادر جو پالان کے نیچے اونٹ کی پیٹھ کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ فتنہ طول اختیار کرے گا اور چھٹنے کا نام نہیں لے گا، جیسے یہ چادر اونٹ کی پیٹھ کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس چادر کی سیاہی اور ظلمت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: خطابی رحمہ اللہ نے کہا: ''كَوَرِكٍ عَلَى ضِلَعٍ'' کا لفظی معنی مراد نہیں ہے، کیونکہ پسلی، کولہے پر سہارا نہیں لیتی۔ یہ ایک ضرب المثل ہے، جس کے معانی ہیں: وہ معاملہ جو ثابت ہوتا ہے نہ سیدھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ وہ شخص بادشاہت کے لائق ہو گا نہ اس کا مستقل اہل۔ (صحيحه : ٩٧٤)

## جہاد جاری رہے گا
## ایک گروہ حق پر قائم رہے گا

(٣٧٤٠)۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُفَيْلٍ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ، وَوَضَعُوْا السَّلَاحَ، وَقَالُوْا: لَاجِهَادَ، قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا، فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهِ وَقَالَ: ((كَذَبُوْا، اَلْآنَ، اَلْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ، وَلَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِي اُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ، وَيَزِيْغُ اللّٰهُ لَهُمْ قُلُوْبَ اَقْوَامٍ، وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، وَحَتّٰى يَأْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ، وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ يُوْحَى اِلَيَّ: اَنِّيْ مَقْبُوْضٌ غَيْرُ مُلَبَّثٍ، وَاَنْتُمْ تَتَّبِعُوْنِّيْ اَفْنَادًا،

سیدنا سلمہ بن نفیل کندی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگوں نے گھوڑوں کو بے قیمت کر دیا ہے، اسلحہ ترک کر دیا ہے اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے: اب کوئی جہاد نہیں رہا، اب لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''یہ لوگ خلافِ حقیقت بات کر رہے ہیں۔ اب، بالکل ابھی قتال شروع ہوا ہے، میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا، اللہ تعالیٰ ان کے لیے لوگوں کے دلوں کو ٹیڑھا کرتا رہے گا اور ان سے اپنے بندوں کو (مالِ غنیمت کی صورت میں) رزق مہیا کرتا رہے گا، حتی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ پہنچے گا۔ (یاد رکھو کہ) روزِ قیامت تک گھوڑے کی پیشانی میں خیر معلق رہے گی۔ میری طرف یہ وحی کی جا رہی ہے: میں فوت ہونے والا ہوں، ٹھہرنے والا نہیں

يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ، وَعُقْرُ دَارِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالشَّامِ۔)) (الصحيحة:١٩٣٥)

ہوں، تم لوگ گروہوں کی صورت میں میرے پیچھے چلو گے اور تم ایک دوسرے کا خون کرو گے۔ (یاد رکھنا کہ) شام مومنوں کے گھروں کی اصل ہے۔''

تخريج: أخرجه النسائي: ٢/ ٢١٧ ، وابن حبان: ١٦١٧ ، وأحمد: ٤/ ١٠٤ ، ابن سعد في "الطبقات": ٧/ ٤٢٧ ، والبغوي في "مختصر المعجم": ٩/ ١٣٠/ ١ ، والحربي في "غريب الحديث": ٥/ ١٧٤/ ١ ، والطبراني في "الكبير": ٦٣٥٧ ، ٦٣٥٨ ، ٦٣٥٩ ، والبزار في "مسنده": ١٦٨٩

## کیا قاتل کی توبہ مقبول ہے؟

(٣٧٤١)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : اَنَّهُ سَاَلَهُ سَائِلٌ فَقَالَ: يَا اَبَا الْعَبَّاسِ! هَلْ لِلْقَاتِلِ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْمُتَعَجِّبِ مِنْ شَأْنِهِ: مَاذَا تَقُوْلُ؟ فَاَعَادَ عَلَيْهِ مَسْاَلَتَهُ ، فَقَالَ: لَهُ: مَاذَا تَقُوْلُ؟ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًا۔ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَنّٰى لَهُ التَّوْبَةُ! سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَأْتِي الْمَقْتُوْلُ مُتَعَلِّقاً رَأْسَهُ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ ، مُتَلَبِّبًا قَاتِلَهُ بِيَدِهِ الْاُخْرٰى ، تَشْخَبُ أَوْدَاجُهُ ، حَتّٰى يَاتِيَ بِهِ الْعَرْشَ ، فَيَقُوْلُ الْمَقْتُوْلُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ: هٰذَا قَتَلَنِي: فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْقَاتِلِ : تَعِسْتَ ، وَيُذْهَبُ بِهِ اِلَى النَّارِ۔))

(الصحيحة:٢٦٩٧)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا: ابو العباس! آیا قاتل توبہ کر سکتا ہے؟ سیدنا ابن عباس نے اس سے متعجب ہو کر پوچھا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے اپنا سوال دوہرایا۔ انھوں نے پھر پوچھا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ دو تین دفعہ ایسے ہوا۔ پھر سیدنا ابن عباس نے کہا: اس کی توبہ کیسے قبول ہو گی؟ میں نے تمھارے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''(روزِ قیامت) مقتول آئے گا، ایک ہاتھ سے اپنے سر کو سہارا دے رکھا ہو گا اور دوسرے ہاتھ سے قاتل کا گریبان پکڑا ہوا ہو گا، مقتول کی رگوں سے خون ابل رہا ہو گا، وہ اس کو عرش کے پاس لے آئے گا اور ربّ العالمین سے کہے گا: اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ اللہ تعالی قاتل سے کہے گا: تو تو ہلاک ہو گیا ہے، پھر اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٩٥/ ٢۔٩٦/ ١ ، و"الأوسط": رقم۔ ٤٣٧٥ ، وأخرجه الترمذي: ٢/ ١٧١ ، والنسائي: ٢/ ١٦٤ ببعض اختصار

(٣٧٤٢)۔ عَنْ اَنَسٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَبَى اللّٰهُ اَنْ يَجْعَلَ لِقَاتِلِ الْمُؤْمِنِ تَوْبَةً۔)) (الصحيحة:٦٨٩)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے مومن کے قاتل کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔''

تخريج: أخرجه محمد بن حمزة الفقيه في "أحاديثه": ٢/ ٢١٥ ، والواحدي في "الوسيط": ١/ ١٨٠/ ٢ ،

والضیاء فی "المختارة": ١٢٧/ ١

(٣٧٤٣)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ الَّتِي فِي (الْفُرْقَان) ﴿وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ عَجِبْنَا لِلِيْنِهَا، فَلَبِثْنَا سِتَّةَ أَشْهُرٍ ثُمَّ نَزَلَتْ الَّتِيْ فِيْ النِّسَاءِ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ﴾ حَتّٰى فَرَغَ۔ (الصحيحة: ٢٧٩٩)

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں: جب یہ والی آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو قتل کرتے ہیں مگر حق کے ساتھ۔'' (سورۂ فرقان: ٦٨) تو ہمیں اس آیت میں دی گئی لچک اور نرمی پر بڑا تعجب ہوا، چھ مہینے گزر گئے، پھر یہ والی آیت نازل ہوئی: ''جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا اس کا بدلہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہے، اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا اور اس پر لعنت کی..... آخر تک۔'' (سورۂ نساء: ٩٣)

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ٥/ ١٥٠/ ٤٨٦٩

**شرح**:...... اس حدیثِ مبارکہ کا مفہوم درج ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (سورۂ نساء: ٩٣) ...... ''اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

یہ ان لوگوں کے دلائل ہیں، جن کے نزدیک مومن کے قاتل کو توبہ کا حق نہیں دیا جاتا۔ لیکن قرآن و حدیث کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرد کو ہر قسم کے گناہ سے توبہ کرنے کا حق دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ نساء: ٤٨) ...... ''بیشک اللہ تعالیٰ اس (جرم) کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کا ساتھ شرک کیا جائے، اس کے علاوہ دوسرے (گناہ) جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا۔''

اس آیت میں شرک کے علاوہ بقیہ گناہوں کی معافی کو ممکن قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (سورۂ فرقان: ٦٨، ٦٩، ٧٠) ...... اور وہ (مومنین) کسی ایسے شخص کو بجز حق کے قتل نہیں کرتے، جس کو قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں

رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔''

اور اس مسئلہ کا سب سے بین ثبوت اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جس کے مطابق سو افراد کے قاتل کو توبہ کا ارادہ کرنے کی وجہ سے بخش دیا گیا تھا۔ (مسلم)

ان دلائل سے معلوم ہوا دنیا میں خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ کفر اور شرک نا قابل معافی اور قتل سے بڑے جرائم ہیں، لیکن کافر اور مشرک کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

ان آیات اور ان کے مفہوم کی دوسری احادیث مسلّمہ قوانین ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مومن کو قتل کرنا انتہائی سنگین جرم ہے، لیکن اگر کوئی صدقِ دل سے توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف کر سکتے ہیں۔ ان دلائل کی روشنی میں متن میں مذکورہ حدیث کو تہدید و وعید پر محمول کریں گے یا اس صورت پر کہ اگر اللہ نے ان کی توبہ قبول نہ کی تو وہ اس سزا کے مستحق ہوں گے یا ان کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اگر مومن کے قاتل کے جرم کو دیکھا جائے تو وہ اس سزا کا مستحق بنتا ہے

## اس وقت کی دعا، جب لوگ درہم و دینار جمع کرنے میں مصروف ہوں

(٣٧٤٤)۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ! اِذَا رَاَيْتَ النَّاسَ قَدِ اكْتَنَزُوْا الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ، فَاَكْثِرْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: اَللّٰهُمَّ! اِنِّي اَسْاَلُكَ الثُّبَاتَ فِي الْاَمْرِ ، وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ ، وَاَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ ، وَاَسْاَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ ، وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ ، وَاَسْاَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا ، وَلِسَانًا صَادِقًا ، وَاَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاتَعْلَمُ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِن شَرِّ مَا تَعْلَمُ ، وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ ، اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔)) (الصحيحة:٣٢٢٨)

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''شداد بن اوس! جب تو لوگوں کو سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرتے دیکھے تو یہ دعا بکثرت پڑھنا: ''اے اللہ! میں تجھ سے دین پر ثابت قدمی اور ہدایت پر پختگی کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے تیری رحمت کو واجب کرنے والے اور تیری مغفرت کو لازم کرنے والے امور کا سوال کرتا ہوں، میں تجھ سے تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اچھے انداز میں عبادت کرنے کا سوال کرتا ہوں، میں تجھ سے سلیم دل اور سچی زبان کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے ہر اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں، جسے تو جانتا ہے، ہر اس برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو تیرے علم میں ہے اور تجھ سے (ان تمام گناہوں کی) بخشش چاہتا ہوں جو تیری علم میں ہیں، بیشک تو غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في"المعجم الكبير": ٧/ ٣٣٥۔ ٣٣٦ ، وأبونعيم في"الحلية": ١/ ٢٦٦ ، وكذا ابن عساكر في"تاريخ دمشق": ١٦/ ١٢٧ ، و رواه النسائي ، وابن حبان: ٢٤١٦ ، و في سنديهما انقطاع ،

لکن وصله الترمذی: ٤٠٠٤، واحمد: ٤/ ١٢٥

**شـــرح:**...... کوئی شک نہیں کہ اس وقت لوگوں کی اکثریت مال و دولت کی حرص میں اس انداز میں اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ انہیں حلال وحرام کا امتیاز بھی نہیں رہا، اس لیے یہ دعا پڑھتے رہنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ! اِنِّيْ أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ، وَأَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا، وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَ أَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ، اِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔

## نیک لوگ بھی عذابِ الٰہی میں رگڑے جاتے ہیں، لیکن......

(٣٧٤٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَّ اللّٰهَ إِذَاأَنْزَلَ سَطْوَتَهُ بِأَهْلِ الْأَرْضِ وَفِيْهِمُ الصَّالِحُوْنَ فَيَهْلِكُوْنَ بِهَلَاكِهِمْ؟ فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! اِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَنْزَلَ سَطْوَتَهُ بِأَهْلِ نَقْمَتِهِ وَفِيْهِمُ الصَّالِحُوْنَ، فَيُصَابُوْنَ مَعَهُمْ، ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ۔)) (الصحيحة: ٢٦٩٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب اللہ تعالیٰ اہل زمین پر اپنا عذاب نازل کرے گا تو ان میں نیکوکار لوگ بھی ہوں گے، آیا وہ بھی (برے لوگوں کے ساتھ) ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! جب اللہ تعالیٰ سزا کے مستحق لوگوں پر اپنا عذاب نازل کریں گے اور اگر ان میں نیک لوگ ہوئے تو وہ بھی ان کی طرح اسی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے، پھر انھیں ان کی نیتوں اور عملوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": رقم-١٨٤٦- موارد، والبيهقي في "شعب الايمان": ٢/ ٤٤١/ ١

(٣٧٤٦)۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ وَهُوَ يَسْتَرْجِعُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاشَأْنُكَ؟ قَالَ: ((طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُخْسَفُ بِهِمْ، يُبْعَثُوْنَ إِلَى رَجُلٍ، فَيَأْتِي مَكَّةَ، فَيَمْنَعُهُ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَيَخْسِفُ بِهِمْ، مَصْرَعُهُمْ وَاحِدٌ، وَمَصَادِرُهُمْ شَتَّى، اِنَّ مِنْهُمْ مَن يُكْرَهُ، فَيَجِيْءُ مُكْرَهًا۔)) (الصحيحة: ١٩٢٤)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن'' کہتے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کو کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ایک گروہ کو دھنسایا جا رہا ہے، وہ ایک آدمی کی قیادت میں چلیں گے، وہ (ان کو لے کر) مکہ پر چڑھائی کر دے گا، اللہ تعالیٰ مکہ کی حفاظت کرے گا اور ان سب کو زمین میں دھنسا دے گا، ان کی ہلاکت کی جگہ تو ایک ہی ہوگی لیکن (زمین سے دوبارہ) نکلنے کے مقامات مختلف ہوں گے، کیونکہ ان میں کچھ لوگ (اپنی رضامندی سے نہیں بلکہ) مجبور ہو کر آئے ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٦/ ٢٥٩ و ٣١٦ و ٣١٧، وأبو يعلي: ٤/ ١٦٦٨، والحديث له طرق اخرى عند مسلم: ٤/ ٢٨٨٢، واحمد: ٦/ ٢٩٠ نحوه

**شرح**:...... نیت کا تعلق دل سے ہے اور دلوں کے بھید اللہ تعالی جانتا ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالی کو ہے کہ ہلاک ہونے والی بستی میں کون کتنا صاف دل ہوتا ہے اور زمین میں دھنسنے والوں میں کون مجبور ہوتا ہے اور کون مختار۔ بہر حال ان احادیث سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے نیک بندوں کا لحاظ کرتا ہے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرے تا کہ اللہ تعالی ہر موڑ پر اسے اپنا تحفظ فراہم کرے۔

## یمن کی آگ

(٣٧٤٧)۔ عَنْ اَبِي ذَرٍّ، قَالَ: اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَزَلْنَا (الْحُلَيْفَةَ)، فَتَعَجَّلَتْ رِجَالٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَبِتْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ سَأَلَ عَنْهُمْ ؟ فَقِيْلَ: تَعَجَّلُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ فَقَالَ: ((تَعَجَّلُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَالنِّسَاءِ۔ أَمَا اِنَّهُمْ سَيَدَعُوْنَهَا اَحْسَنَ مَاكَانَتْ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((لَيْتَ شَعْرِي ! مَتٰى تَخْرُجُ نَارٌ مِنَ الْيَمَنِ مِنْ جَبَلِ الْوَرَّاقِ، تُضِيْءُ مِنْهَا اَعْنَاقُ الْاِبِلِ بَرُوْكًا بِبُصْرٰى كَضَوْءِ النَّهَارِ۔)) (الصحيحة:٣٠٨٣)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (سفر سے واپس آ رہے) تھے، ہم نے ذوالحلیفہ مقام میں پڑاؤ ڈالا، کچھ لوگوں نے مدینہ کی طرف جانے میں عجلت سے کام لیا، رسول اللہ ﷺ نے وہیں رات گزاری اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھا (کہ وہ کہاں ہیں)؟ بتلایا گیا کہ انھوں نے مدینہ کی طرف جانے میں جلدی کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انھوں نے مدینہ اور عورتوں کی طرف جانے میں جلدی کی ہے، عنقریب یہ لوگ مدینہ کو چھوڑ جائیں گے، حالانکہ وہ ان کے لیے بہت بہتر ہوگا۔'' پھر فرمایا: ''کاش میں جانتا ہوتا کہ جب یمن کے جبلِ وراق سے آگ نکلے گی، وہ بصری میں بیٹھے ہوئے اونٹوں کی گردنوں کو ایسے روشن کر دے گی، جیسے وہ دن کی روشنی میں نظر آتی ہیں۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٥/ ١٤٤، وابن حبان: ١٨٩١

**شرح**:...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی، جب تک کہ حجاز سے ایک آگ نہ بھڑک اٹھے، جو بصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن کر دے گی۔'' (بخاری، مسلم)

حافظ ابن حجر نے کہا: (خلاصہ) حجاز میں مدینہ کے پاس ایک آگ بھڑک اٹھی، اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ (۳) جمادی الثانی ۶۵۴ھ بدھ کے روز عشا کے بعد ایک بڑا زلزلہ شروع ہوا جو جمعہ کے روز چاشت کے وقت تھا، پھر حرہ کی

ایک طرف قریظہ سے آگ ابھری، جو (دور سے) ایسے بڑے شہر کی طرح نظر آتی تھی، جس پر گنبد اور برج بنے ہوئے ہوں، وہ آگے پھیلنے لگی، اس کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور پگھل جاتے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ گرجتی آواز کے ساتھ سرخ اور زرد رنگ کی نہریں نکل رہی ہیں۔ اس آگ کا اتنا دباؤ تھا کہ اس کے سامنے چٹانیں لڑھکتی چلی گئیں اور بہت بڑا پہاڑ بن گئیں، یہ آگ مدینہ کے قریب آ پہنچی تھی، البتہ مدینہ میں ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ یہ سمندر کی طرح جوش مارتی تھی۔ ہمیں بعض لوگوں نے بتلایا کہ پانچ دنوں تک یہ آگ ہوا میں چڑھتی ہوئی نظر آتی رہی اور اس کے شعلے اس قدر بلند تھے کہ مکہ اور بصری والوں نے بھی اس کو دیکھا تھا۔ امام نووی نے کہا: تمام اہل شام تواتر کے ساتھ اس آگ کی معرفت رکھتے تھے۔ بعض معتبر لوگوں کا کہنا ہے کہ تیما مقام میں اس کی روشنی میں کتابیں بھی لکھی گئی تھیں۔ بعض لوگوں نے کہا: جمادی الثانی کے پہلے جمعہ کو مدینہ کی مشرقی جانب نصف دن کی مسافت پر زمین سے ایک بہت بڑی آگ ابھری، اس سے آگ کی وادی بہنے لگی اور احد پہاڑ کے برابر تک پہنچ گئی۔ (فتح الباری: ۱۳/ ۹۸)

اکثر اہل علم اور مؤرخین کا خیال ہے کہ یہی آگ اس پیش گوئی کا مصداق ہے۔

## آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت سابقہ انبیا کے حق میں شہادت دیں گے

(۳۷۴۸)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((يَجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَيَجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ، وَاَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَاَقَلُّ، فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيُدْعٰى قَوْمُهُ، فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَكُمْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا۔ فَيُقَالُ: مَن شَهِدَ لَكَ؟ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، فَتُدْعٰى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ، فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ۔ فَيَقُوْلُ: وَمَا عِلْمُكُمْ بِذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: اَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذٰلِكَ اَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوْا فَصَدَّقْنَاهُ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرة: ۱۴۳)۔)) (الصحیحة: ۲۴۴۸)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزِ قیامت کوئی نبی دو امتیوں کے ہمراہ آئے گا تو کوئی تین کے ہمراہ اور کسی کے ساتھ اس سے زیادہ یا اس سے کم افراد ہوں گے۔ نبی کو کہا جائے گا: کیا تم نے اپنی قوم تک پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ پھر اس کی امت کو بلا کر اس سے پوچھا جائے گا: کیا تمھارے نبی نے تمھیں (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ نبی سے کہا جائے گا: تمھارے حق میں گواہی کون دے گا؟ وہ کہے گا: محمد (ﷺ) اور ان کی امت۔ سو حضرت محمد ﷺ کی امت کو بلایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: کیا اس نبی نے اپنی قوم تک (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ کہے گی: جی ہاں۔ اللہ تعالی پوچھے گا: تمھیں کیسے پتہ چلا؟ وہ کہے گی: ہمیں ہمارے نبی نے بتایا تھا کہ تمام رسولوں نے اپنی امتوں تک (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا تھا اور ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ اللہ تعالی کے اس فرمان کا یہی مصداق ہے: ﴿اور ہم نے اسی طرح تمھیں عادل امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول

(ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں۔﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۴۳)"

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ۲/ ۵۷۳۔ ۵۷۴، وأحمد: ۳/ ۵۸، وأخرجه البخاري: ٦/ ۲۸٦، ۸/ ۱۳۹، والترمذي: ۲۹٦۵

**شرح**:...... اس میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کا مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔

## حرم میں الحاد سنگین جرم ہے

(۳۷۴۹)۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: اَتٰى عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرٍو اِبْنَ الزُّبَيْرِ، وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْحِجْرِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ الزُّبَيْرِ! إِيَّاكَ وَالْإِلْحَادَ فِي حَرَمِ اللّٰهِ، فَإِنِّي اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَحِلُّهَا وَيَحِلُّ بِهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، لَوْ وُزِنَتْ ذُنُوْبُهُ بِذُنُوْبِ الثَّقَلَيْنِ لَوَزَنَتْهَا۔)) قَالَ: فَانْظُرْ اَنْ لَاتَكُوْنَ اَنْتَ هُوَ يَا ابْنَ عَمْرٍو! فَإِنَّكَ قَدْ قَرَأْتَ الْكِتٰبَ، وَصَحِبْتَ الرَّسُوْلَ ﷺ، قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ اَنَّ هٰذَا وَجْهِي اِلَى الشَّامِ مُجَاهِدًا۔

(الصحيحة: ۲٤٦۲)

سعید بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ،ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: ابن زبیر! اللہ کے حرم میں الحاد سے بچو، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "ایک قریشی آدمی مکہ کو اور حرم مکی کو جائز و حلال سمجھے گا، اگر اس کے گناہوں کا جن و انس کے گناہوں سے وزن کیا جائے تو اس کے گناہ وزنی ہو جائیں گے۔" اے ابن عمرو! تو غور وفکر کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آدمی تو ہی ہو۔ تو نے قرآن مجید پڑھا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہے۔ انھوں نے کہا: میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا چہرہ شام کی طرف ہے، میں جہاد کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

تخريج: أخرجه أحمد: ۲/ ۱۹٦، ۲۱۹

**شرح**:...... اس سے حرم کی حرمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

## تائیدِ دین کے لیے عدن ابین کے بارہ ہزار افراد

(۳۷۵۰)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَخْرُجُ مِنْ (عَدَنَ أَبْيَنَ) إِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا، يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ هُمْ خَيْرٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ۔))

(الصحيحة: ۲۷۸۲)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عدن ابین سے بارہ ہزار آدمی نکلیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کریں گے، وہ میرے اور اپنے مابین (کی نسلوں) میں سب سے بہتر ہوں گے۔"

تخريج: أخرجه أحمد في "مسنده": ۱/ ۳۳۳

**شرح** :...... ''عدن ابین'' یمن کی مشہور بندرگاہ اور شہر ہے۔ اب بھی یمنی لوگوں میں خیر غالب ہے، وہ بڑی قد وقامت والے بہترین جنگجو ہیں۔

## بالآخر ارکانِ اسلام مٹ جائیں گے، حتی کہ حروفِ قرآن بھی

(٣٧٥١)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ مَرْفُوْعًا: ((يَدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ، حَتّٰى لَا يُدْرٰى مَا صِيَامٌ وَلَا صَلَاةٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ، وَلَيُسْرٰى عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ، فَلَا يَبْقٰى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ، وَتَبْقٰى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ: الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْعَجُوْزُ، يَقُوْلُوْنَ: أَدْرَكْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى هٰذِهِ الْكَلِمَةِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَنَحْنُ نَقُوْلُهَا۔)) قَالَ صِلَةُ بْنُ زُفَرَ لِحُذَيْفَةَ، مَاتُغْنِي لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ لَا يَدْرُوْنَ مَا صَلَاةٌ وَلَا صِيَامٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حُذَيْفَةُ، ثُمَّ رَدَّهَا عَلَيْهِ ثَلَاثًا، كُلَّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ حُذَيْفَةُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ: يَا صِلَةُ! تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ۔ ثَلَاثًا۔ (الصحيحة:٨٧)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کپڑے کے بیل بوٹوں کی طرح اسلام (آہستہ آہستہ) مٹتا جائے گا، حتی کہ (لوگوں کو) یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ نماز، روزہ، قربانی اور صدقہ (وغیرہ) کسے کہتے ہیں، ایک رات میں اللہ تعالی کی کتاب (کے حروف) کو مٹا دیا جائے گا، اور زمین میں ایک آیت بھی باقی نہیں رہے گی، لوگوں میں سے جو بوڑھے مرد اور بوڑھی خواتین بچیں گی، وہ کہیں گے: ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو یہ کلمہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه" کہتے سنا اور اب ہم بھی کہہ رہے ہیں۔'' صلہ بن زفر نے سیدہ حذیفہ سے کہا: "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه" سے آپ کی کیا مراد ہے، حالانکہ وہ نماز، روزے، قربانی اور صدقہ سے تو ناواقف ہوں گے؟ سیدنا حذیفہ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے تین دفعہ یہی سوال کیا، ہر دفعہ سیدہ حذیفہ اعراض کرتے رہے۔ تیسری دفعہ متوجہ ہوئے اور تین دفعہ کہا: صلہ! یہ کلمہ انھیں جہنم سے نجات دلائے گا۔

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤٠٤٩، والحاكم: ٤/ ٤٧٣ و ٥٤٥، ونعيم بن حماد في "الفتن": ١/ ١٧٣

**شرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیثِ مبارکہ میں خطرناک خبر سنائی گئی ہے اور وہ یہ کہ ایک ایسا دن بھی آئے گا، جس میں اسلام کا آثار مٹ جائیں گے، حتی کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی اٹھا لیے جائیں گے اور دنیا میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ لیکن ایسا ہونے سے پہلے کرۂ ارضی پر اسلام کا غلبہ ہوگا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (سورۂ توبہ: ٣٣، سورۂ صف: ٩) ...... ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔''

آخری زمانے میں قرآن مجید کے الفاظ کا اٹھ جانا بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہونے کی تمہید ہو گی، جنھیں اسلام

اور توحید کی ذرہ برابر معرفت نہیں ہوگی۔

اس حدیثِ مبارکہ سے عظمتِ قرآن کا اندازہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں قرآن مجید کا وجود بقائے دین اور اس کی بنیادوں کے راسخ ہونے کی دلیل ہے، اور یہ صرف اس وقت ممکن ہوگا جب اس کو سمجھا جائے گا اور اس میں غور وفکر کی جائے گی۔ (صحیحہ: ۸۷)

## قرآن پڑھنے والے لوگ بھی جہنمی؟
## گھوڑوں کی سمندروں میں گھسنے کی پیشین گوئی

(۳۷۵۲)۔ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((یَظْهَرُ هٰذَا الدِّیْنُ حَتّٰی یُجَاوِزَ الْبِحَارَ، وَحَتّٰی تُخَاضَ بِالْخَیْلِ فِي سَبِیْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ یَأْتِيْ اَقْوَامٌ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، فَاِذَا قَرَأُوْا قَالُوْا: قَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ، فَمَنْ أَقْرَءُ مِنَّا؟ مَنْ اَعْلَمُ مِنَّا؟)) ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ فِي أُولٰئِكَ مِنْ خَیْرٍ؟)) قَالُوْا: لَا۔ قَالَ: ((فَأُوْلٰئِكَ مِنْكُمْ، وَأُوْلٰئِكَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، وَأُوْلٰئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ۔)) (الصحیحة: ۳۲۳۰)

سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین منظرِ عام پر آئے گا اور سمندروں سے تجاوز کر جائے گا، حتی کہ اللہ کے راستے میں گھوڑے (سمندر) میں گھس جائیں گے، پھر ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن پڑھیں گے اور اس کی تلاوت کر چکنے کے بعد کہیں گے: ہم نے قرآن مجید پڑھ لیا ہے، ہم سے زیادہ پڑھنے والا کون ہے؟ ہم سے زیادہ علم والا کون ہے؟'' پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: تمھارا کیا خیال ہے کہ ان میں کوئی خیر و بھلائی ہوگی؟ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ لوگ تم میں سے ہوں گے، یہ لوگ اس امت میں سے ہوں گے اور یہ لوگ آگ کا ایندھن بنیں گے۔''

تخریج: أخرجه ابن المبارك في "الزهد": ۱۵۲/ ٤٥٠، وابو یعلی: ۱۲/ ٥٦/ ٦٦٩٨، والبزار: ۱/ ۹۹/ ۱۷٤

**شرح**:...... اس حدیث میں قرا، علما اور خطبا کے لیے سخت وعید بیان کی گئی ہے، قرآنی علوم حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ عجز وانکساری سے متصف ہو، اپنے علم کے مطابق عمل کرے، دوسرے مسلمانوں کی قدر کرے، دوسروں کے سامنے اپنے عمل کا اظہار کرنے سے بچے اور ریا کاری، نمود ونمائش اور اپنی صلاحیتوں پر فخر کرنے سے دور رہے۔

گھوڑوں کی سمندروں میں گھسنے کی پیشین گوئی فاروقی عہدِ خلافت میں ایک دفعہ پوری ہو چکی ہے۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے کہا: بہرسیر اور مدائن کے درمیان دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کو مدائن پر حملے سے روکنے کے لیے دجلہ کا پل توڑ کر کشتیاں روک لی تھیں، اس لیے جب مسلمان دجلہ کے کنارے پہنچے تو اسے عبور کرنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ کا نام لے کر دجلہ میں گھوڑا ڈال دیا۔ انھیں دیکھ کر

پوری فوج دجلہ میں اتر گئی اور نہایت اطمینان سے باتیں کرتی ہوئی پار پہنچ گئی۔ ایرانی دور سے یہ حیرت انگیز منظر دیکھتے تھے اور متحیر تھے۔ جب مسلمان کنارے پر پہنچ گئے تو متحیر ایرانی ''دیواں آمدند، دیواں آمدند'' (دیو آگئے! دیو آگئے!) کہتے ہوئے بھاگ گئے۔ ایک افسر خرزاد نے معمولی مزاحمت کی مگر مسلمانوں نے اسے مغلوب کر لیا۔ یزدگرد پایۂ تخت چھوڑ کر بھاگ گیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صفر ١٦ھ میں مدائن میں داخل ہو گئے۔ (تاریخ اسلام: حصہ اول/ جلد دوم، ص: ١٥٣، ١٥٤)

علامہ اقبال نے مشہور نظم ''شکوہ'' میں یہ شعر کہا تھا

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اس کے پہلے مصرع میں عبورِ دجلہ کے اس حیرت انگیز واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

## کون لوگ روزِ قیامت سجدہ نہیں کر سکیں گے

(٣٧٥٣)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ وَيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَسُمْعَةً ، فَيَذْهَبُ يَسْجُدُ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا۔)) (الصحيحة:٥٨٣)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ہمارا ربّ اپنی پنڈلی سے پردہ ہٹائے گا تو ہر مومن مرد اور عورت اسے سجدہ کریں گے، جو لوگ دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ باقی رہ جائیں گے، ان میں سے ہر ایک سجدہ کرنے (کے لیے جھکنے) کی کوشش تو کرے گا، لیکن اس کی کمر ایک تختہ ہو جائے گی۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٨/ ٥٣٨، ومسلم: ١/ ١١٤

**شرح:**...... سورۂ قلم میں بھی اس مضمون کا ذکر ہے، لیکن وہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو سرے سے سجدے نہیں کرتے۔ اس حدیث اور ان آیات میں ان لوگوں کیلیے سخت وعید ہے جو سرے سے نماز نہیں پڑھتے یا ادا تو کرتے ہیں، لیکن ان کا مقصد ریاکاری ہوتا ہے۔

## آخرِ زمانہ میں سخی خلیفہ
## عراق، شام اور مصر کے وسائل رزق کا روک لیا جانا

(٣٧٥٤)۔ عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: يُوْشِكُ أَهْلُ الْعِرَاقِ لَايُجْبٰى إِلَيْهِمْ قَفِيْزٌ وَلَا دِرْهَمٌ، قُلْنَا: مِنْ أَيْنَ ذَاكَ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُوْنَ

ابونضرہ کہتے ہیں: ہم سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، انھوں نے کہا: قریب ہے کہ اہل عراق کی طرف قفیز اور درہم کی درآمد رک جائے۔ ہم نے کہا: یہ کیسے ہو گا؟ انھوں نے کہا: عجم کی طرف سے، (ایک وقت آئے گا کہ) وہ روک

ذَاكَ ، ثُمَّ قَالَ: يُوْشِكُ أَهْلُ الشَّامِ أَنْ لَّايُجْبَى إِلَيْهِمْ دِيْنَارٌ وَلَا مُدٌّ قُلْنَا: مِنْ أَيْنَ ذَاكَ قَالَ مِنْ قِبَلِ الرُّوْمِ يَمْنَعُوْنَ ذَاكَ ، قَالَ: ثُمَّ أَمْسَكَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ أُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثُوْا الْمَالَ حَثْوًا ، لَايَعُدُّهُ عَدًّا.)) قَالَ: قُلْتُ لِأَبِيْ نَضْرَةَ وَأَبِي الْعَلَاءِ: أَتَرَيَانِ أَنَّهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ؟ فَقَالَا: لَا۔
(الصحيحة: ٣٠٧٢، ٤٠٠١)

لیں گے۔ پھر کہا: قریب ہے کہ اہل شام کی طرف دینار اور مدّ کی درآمد رک جائے۔ ہم نے کہا: یہ کیسے ہوگا؟ انھوں نے کہا: روم سے (ایک وقت آئے گا کہ) وہ روک لیں گے۔ اس کے بعد وہ تھوڑی دیر کے لیے بات کرنے سے رک گئے اور پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے آخر میں ایک ایسا خلیفہ ہوگا جو مال کے چلو بھر بھر کے (لوگوں کو) دے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔“ میں نے ابونضرہ اور ابو علاء سے کہا: تمھارا کیا خیال ہے کہ وہ عمر بن عبدالعزیز ہوسکتا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

٣٠٧٢:تخريج: أخرجه أحمد: ٣/ ٣١٧، ومسلم: ٨/ ١٨٥، وابن حبان: ٦٦٤٧ ٤٠٠١:تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ١٨٥، وأحمد: ٣/ ٣١٧

**شــــرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((منعت العراق درهمها وقفيزها ، ومنعت الشام مديها ودينارها ، ومنعت المصر اردبها و دينارها......۔)) ......”عراق نے اپنا درہم اور قفیز، شام نے اپنا مدی اور دینار اور مصر نے اپنا اردب اور دینار روک لیا ہے،......۔“(مسلم)

(قفیز، مدی اور اردب بالترتیب عراق، شام اور مصر کے ماپ کے پیمانے ہیں۔)

امام نووی نے کہا: ”منعت العراق“ کے معانی کے بارے میں دو اقوال زیادہ مشہور ہیں:

(۱) اہل عراق اسلام قبول کریں گے، اس طرح سے جزیہ ان سے ساقط ہو جائے گا، گویا کہ وہ اپنے درہم و قفیز کو مسلمانوں کی طرف بھیجنے سے روک لیں گے اور ایسے ہو چکا ہے۔

(۲) عجمی اور رومی آخر زمانہ میں ان علاقوں پر غالب آ جائیں گے اور مسلمانوں کو ان چیزوں سے روک لیں گے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ((يوشك ان لايجبى اليهم قفيز ......)) سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے ہمارے زمانے میں ہوا ہے اور وہ اب بھی موجود ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ اہل عراق، اہل شام اور اہل مصر آخر زمانہ میں مرتد ہو جائیں گے اور اس طرح زکوۃ وغیرہ روک لیں گے۔

(۴) ایک قول یہ ہے کہ جو کفار جزیہ ادا کر رہے ہیں، آخر زمانہ میں ان کی حکومت مضبوط ہو جائے گی اور یہ جزیہ و خراج روک لیں گے۔

میں البانی کہتا ہوں کہ "منعت" کا یہی معنی متبادر الی الذہن ہے، پہلا معنی تو بالکل بعید ہے، لیکن جو شخص اسلام کی وجہ سے جزیہ سے مستثنی ہو جاتا ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ جو کچھ ادا کر رہا تھا، اس سے رک گیا۔ جب عراق نے کویت پر چڑھائی کی اور پھر جب عراق پر بری، بحری اور فضائی حملے ہونے لگے اور ان کے لیے دوسرے مسلم ممالک کی مدد بند کر دی گئی، تو کئی لوگوں نے اس مناسبت سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا کہ آیا اب عراق اس حدیث کا مصداق بن سکتا ہے؟

میں نے نفی میں جواب دیا اور امام نووی کی عبارتوں کی روشنی میں اس حدیث کا معنی واضح کیا۔ میں نے یکم صفر ۱۴۱۱ھ بروز بدھ یہ سطور لکھیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (صحیحہ: ۳۰۷۲)

حدیث کے آخری حصے کے الفاظ یہ ہیں: ''میری امت کے آخری زمانے میں ایک ایسا خلیفہ پیدا ہوگا، جو شمار کئے بغیر مال کے چلو بھر بھر کے (لوگوں کو) دے گا۔''

درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خلیفہ سے مراد امام مہدی ہو سکتے ہیں: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امام مہدی کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ((فَيَجِيءُ إِلَيْهِ الرَّجُلُ ، فَيَقُوْلُ لَهُ: يَا مَهْدِيْ! اَعْطِنِيْ اَعْطِنِيْ ، فَيَحْثِيْ لَهُ فِيْ ثَوْبِهِ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ يَحْمِلَهُ۔)) ......''ایک آدمی اس کے پاس آکر کہے گا: مہدی! مجھے دو، مجھے دو۔ پس وہ چلو بھر بھر کر اس کے کپڑے میں اتنا کچھ ڈال دے گا، جو وہ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوگا۔'' (ترمذی، وفیه زید العمی وهو ضعیف، وتابعه العلاءبن بشیر وهو مجهول عند احمد: ۳/ ۳۷ مع تقدیم و تاخیر) مستدرک حاکم کی روایت سے مزید تائید ہوتی ہے، جس میں ہے: ''وہ (مہدی) لوگوں کو بہترین مال عطا کرے گا۔'' یہ حدیث اس عنوان میں دیکھیں: ''قصہ امام مہدی''

## لوگوں کی پٹائی کرنے والوں اور نیم برہنہ عورتوں کی پیشین گوئی اور ان کا انجام بد

(٣٧٥٥)۔ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ مَرْفُوْعًا: ((يَكُوْنُ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ الْبَقَرِ ، يَغْدُوْنَ فِي سَخَطِ اللّٰهِ ، وَيَرُوْحُوْنَ فِي غَضَبِهِ۔)) (الصحيحة:١٨٩٣)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے آخری زمانے میں ایسے لوگ (منظرِ عام پر) آئیں گے کہ ان کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے۔ وہ صبح بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں کریں گے اور شام بھی اس کے غیظ و غضب میں۔''

تخریج: رواه أحمد: ٥/ ٢٥٠، والحاكم: ٤/ ٤٣٦، وابن الأعرابي في معجمه: ٢١٣۔ ٢١٤، والطبراني في "الكبير": رقم۔ ٨٠٠٠

(٣٧٥٦)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا ، قَوْمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جہنم میں جانے والے دو قسم کے لوگ

مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوْسُهُمْ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔))

(الصحيحة:١٣٢٦)

ابھی تک نہیں دیکھے۔ (١) وہ لوگ جن کے پاس گائیوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوتے ہیں اور وہ ان سے لوگوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ اور (٢) وہ عورتیں جو لباس میں ملبوس ہونے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور خود ان کی طرف مائل ہوتی ہیں، اس کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ایسی عورتیں جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو بہت دور سے محسوس کی جاتی ہے۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ٨/ ١٥٥، والبيهقي: ٢/ ٢٣٤، وأحمد: ٢/ ٣٥٥، ٤٤٠

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں لوگوں کی یہ اقسام کالعدم تھیں، لیکن آجکل ایسے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر صرف یہی دو قسمیں بستی ہیں۔ ہر طرف بے پردگی ہے، نیم برہنہ نسوانی جسموں کا بھوت رقص کناں ہے، بازاروں میں بے حیائی و بے شرمی و بدکاری کے اسباب دستیاب ہیں، عورتوں نے دو دو چار چار ہزار کی پوشاکیں زیب تن کر رکھی ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ بے پردہ ہیں، چہروں کو یوں رنگ و روغن کیا ہوا ہوتا ہے کہ جنسی بے راہ روی میں مبتلا انسانی بھیڑیوں کی نگاہیں جم جاتی ہیں۔ والدین کی غیرت وحمیت کا جنازہ اٹھ گیا کہ ان کی بیٹیاں بازاریوں سے ناک کان چھدوا رہی ہیں، چوڑیاں فٹ کروا رہی ہیں اور اپنے بازوؤں پر مہندی کے ڈیزائن بنوا رہی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ یہ وہ قسم ہے جو نبی کریم ﷺ کے عہد میں نظر نہیں آتی تھی۔

دوسری طرف انسانیت کی تذلیل کرنے والی ڈنڈا بردار اور اسلحہ سے لیس سرکاری، نیم سرکاری اور پرائیویٹ تنظیمیں پورے جوبن پر ہیں، جہاں جیسے چاہتے ہیں لوگوں کی پٹائی کرنا شروع کر دیتے ہیں، قتل و غارت گری پورے عروج پر ہے، مرنے والے کو کوئی علم نہیں کہ اسے کیوں مارا جا رہا ہے اور مارنے والا تو اپنی کاروائی کی وجہ دریافت کرنے کی سوچ و بچار سے ہی غافل ہے۔ انسانیت کا بالعموم اور اسلامیوں کا بالخصوص احترام راکھ میں مل چکا ہے۔

## دنیا کی محبت کا انجام مغلوبیت ہے

(٣٧٥٧)۔ عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُوْشِكُ الْأُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا۔)) فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: ((بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب امتوں کے لوگ تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گے، جیسے بسیار خور (کھانے کے) پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' کہنے والے نے کہا: آیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری بہت زیادہ تعداد ہوگی، لیکن

كَغُثَاءِ السَّيْلِ ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ حُبَّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ۔)) (الصحيحة:٩٥٨)

تم سیلاب کے کوڑا کرکٹ کی طرح (ہلکے پھلکے اور بے وقعت) ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں کے دلوں سے تمھاری ہیبت نکال دے گا اور تمھارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا۔'' کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! ''وہن'' کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت کی کراہیت کو ''وہن'' کہتے ہیں۔''

تخريج:أخرجه أبوداود: ٤٢٩٧، والروياني في"مسنده": ٢٥/ ١٣٤/ ٢، وابن عساكر في"تاريخ دمشق": ٨/ ٩٧/ ٢، واحمد: ٥/ ٢٧٨، والطبراني في "الكبير": ٢/ ١٠١/ ١٤٥٢، وابو نعيم في "الحلية": ١/ ١٨٢

**شرح:**...... عصر حاضر دنیائے اسلام اس حدیث کی مصداق بن چکی ہے، مسلمانوں نے دنیوی محبت، موت کی کراہت اور دشمنوں کے رعب کی وجہ سے جہاد ترک کر دیا، جس کی وجہ سے نہ صرف مسلمانوں اور اسلامی مملکتوں کا رعب ختم ہو چکا ہے، بلکہ وہ دشمنوں کے سامنے بری طرح مرعوب ہو چکے ہیں۔

## آخر زمانہ میں پانی صرف شام میں ہوگا
## پانی کم ہو جانے کی امریکی پیشین گوئی

(٣٧٥٨)۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ: يُوْشِكُ اَنْ تَطْلُبُوْا فِي قُرَاكُمْ هٰذِهِ طَسْتًا مِنْ مَاءٍ فَلَا تَجِدُوْنَهُ، يَنْزَوِيْ كُلُّ مَاءٍ اِلٰى عَنْصَرِهِ، فَيَكُوْنُ فِي الشَّامِ بَقِيَّةُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَاءُ۔ (الصحيحة:٣٠٧٨)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب ہے کہ تم ان بستیوں میں ایک پیالہ پانی کا تلاش کرو، لیکن کامیاب نہ ہو سکو، یعنی سارے کا سارا پانی اپنی اصل کی طرف سکڑ جائے گا اور باقی ماندہ مومن اور پانی شام میں ہوں گے۔

تخريج: أخرجه الحاكم في"المستدرك": ٤/ ٥٠٤، والحديث موقوف لكنه في حكم المرفوع، لانه لايقال من قبل الرأى، كما هو الظاهر

**شرح:**...... مستقبل میں یہ پیشین گوئی پوری ہوگی، ممکن ہے کہ قیامت کے قریب واقع ہو۔ امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک امریکی ادارے نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ دنیا میں بہت بڑی مقدار میں زمینی پانی نکالا جا رہا ہے، بلکہ تکساس اور نیو میکسیکو کے علاقوں میں زمینی پانی مکمل خشک ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے اور شمالی علاقہ جات میں ہر سال پانی کی سطح بارہ فٹ نیچے ہو رہی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکا میں ایک دوسری تحقیق میں کہا گیا ہے کہ عنقریب دنیا پانی کی قلت کے مسئلے سے دوچار ہو جائے گی اور اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہوگا اور ڈیم اور ٹینکوں کے مصنوعی طریقے مفید ثابت نہیں ہو سکیں گے۔ ملاحظہ ہو: الأهرام: ١/ ١٠/ ١٩٨٥ اور ٢/ ١٠/ ١٩٨٥ (صحيحه: ٣٠٧٨)

## گھٹیا اور کمینے لوگوں کی امارتوں کی پیشین گوئی

(۳۷۵۹)۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ وَزَاجٍ قَدِيْمًا لَهُ صُحْبَةٌ، فَحَدَّثَنَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((يُوْشِكُ اَنْ يُؤَمَّرَ عَلَيْهِمُ الرُّوَيْجِلُ، فَيَجْتَمِعَ اِلَيْهِ قَوْمٌ مُحَلَّقَةٌ اَقْفِيَتُهُمْ، بِيْضٌ قُمُصُهُمْ، فَاِذَا اَمَرَهُمْ بِشَيْءٍ حَضَرُوْا۔)) فَشَاءَ رَبُّكَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ وَزَّاجٍ وُلِّيَ عَلَى بَعْضِ الْمُدُنِ، فَاجْتَمَعَ اِلَيْهِ قَوْمٌ مِنَ الدَّهَاقِيْنِ مُحَلَّقَةً اَقْفِيَتُهُمْ، بِيْضٌ قُمُصُهُمْ، فَكَانَ اِذَا اَمَرَهُمْ بِشَيْءٍ حَضَرُوْا، فَيَقُوْلُ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔ (الصحيحة:۳٤۲٤)

عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن وزاج رضی اللہ عنہ قدیم صحابی تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قریب ہے کہ تم پر کسی کم اہمیت آدمی کو امیر بنا دیا جائے اور اس کے پاس ایسے لوگ جمع ہو جائیں جن کی گدیوں سے بالو مونڈے ہوئے ہوں گے، ان کی قمیصیں سفید رنگ کی ہوں گیں، جب وہ ان کو کسی چیز کا حکم دینے لگے گا تو وہ حاضر ہو جائیں گے۔“ اللہ کا کرنا کہ سیدنا عبداللہ بن وزاج بعض شہروں کے گورنر بنا دیے گئے، جب ان کے پاس کسان لوگ آتے تھے، جن کی گدیاں مونڈی ہوتیں اور ان کی قمیصیں سفید ہوتیں اور وہ ان کے حکم پر وہ حاضر ہو جاتے۔ تو وہ کہتے تھے: اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ومن طريقه أبونعيم في "معرفة الصحابة": ۲/ ٤۰/ ۲

(۳۷٦۰)۔ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُوْشِكُ اَنْ يَغْلِبَ عَلَى الدُّنْيَا لُكَعُ بْنُ لُكَعٍ، وَاَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ بَيْنَ كَرِيْمَيْنِ۔)) (الصحيحة:۱۵۰۵)

ایک صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ممکن ہے کہ دنیا پر کوئی انتہائی کمینہ آدمی غالب آ جائے، اور اس وقت لوگوں میں افضل وہ مومن ہوگا، جو دو کریموں کے درمیان ہوگا۔“

تخريج: أخرجه الطحاوي في "المشكل" ۲/ ٤۲۸

**شرح:**...... ”لكع بن لكع“ (کمینہ بن کمینہ) سے مراد وہ شخص ہے، جو ردی اور گھٹیا نسب والا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہو جس کا نسب غیر معروف ہو اور لوگ اس کی تعریف نہ کرتے ہوں۔

”دو کریموں“ سے کیا مراد ہے؟ (۱) اس مومن کے ماں باپ کا مسلمان ہونا، (۲) اس کے باپ اور بیٹے کا مسلمان ہونا ہے، یا (۳) دو کریموں سے مراد دو عمدہ قسم کے گھوڑے ہیں، جن پر وہ مومن سوار ہو کر جہاد کرے گا۔ پہلے دونوں معنوں میں کریم سے مراد گناہ کی پلیدی سے یا کفر و شرک کی نجاست سے پاک رہنے والا ہے۔

## تبوک کے چشمہ کے آس پاس باغات کی پیشین گوئی

(٣٧٦١)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، فَكَانَ يَجْمَعُ الصَّلَاةَ، فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا، حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمًا أَخَّرَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا، ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَأْتُوْنَ غَدًا إِنْ شَاءَ تَعَالٰى عَيْنَ تَبُوْكَ، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوْهَا حَتّٰى يَضْحَى النَّهَارُ، فَمَنْ جَاءَ هَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتّٰى آتِيَ۔)) فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ، وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبُضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ، قَالَ: فَسَأَلَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا؟ قَالَا: نَعَمْ۔ فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ ﷺ، وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُوْلَ، قَالَ: ثُمَّ غَرَفُوْا بِأَيْدِيْهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتّٰى اجْتَمَعَ فِي شَيْءٍ، قَالَ: وَغَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ، ثُمَّ أَعَادَهُ فِيْهَا، فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ، (أَوْ قَالَ: غَزِيْرٍ) حَتّٰى اسْتَسْقَى النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ: ((يُوْشِكُ يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ أَنْ تَرٰى مَا هٰهُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا۔)) (الصحيحة: ١٢١٠)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک والے سال نکلے، آپ نمازیں جمع کر کے ادا کرتے تھے، یعنی ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی اکٹھی ادا کر لیتے تھے، ایک دن ایسا بھی آیا کہ نماز کو مؤخر کیا، پھر باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں، بعد ازاں اندر چلے گئے اور پھر جب تشریف لائے تو مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کیں، پھر فرمایا: ''تم ان شاء اللہ کل تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے، اور دن کے روشن ہونے کے بعد پہنچو گے۔ (یاد رکھنا کہ) جو بھی وہاں پہنچے، پانی کو میرے پہنچنے سے پہلے نہ چھوئے۔'' جب ہم اس چشمے کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمی ہم سے بھی سبقت لے جا چکے تھے۔ (ہم نے دیکھا کہ) تسمے کے بقدر چشمہ تھا اور تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دو آدمیوں سے پوچھا: ''آیا تم نے اس پانی کو چھوا ہے؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے ان کو برا بھلا کہا، پھر صحابہ نے اس چشمے سے چلو بھر کر پانی ایک برتن میں جمع کیا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ اور چہرہ دھویا، پھر اس پانی کو اس چشمے میں انڈیل دیا، چشمے کا پانی زور سے بہنا شروع ہو گیا، حتی کہ لوگوں نے پانی پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''معاذ! ممکن ہے کہ تیری زندگی لمبی ہو، (اگر ایسے ہوا تو) تو دیکھے گا کہ یہ جگہ باغات سے بھر جائے گی۔''

تخريج: أخرجه مالك: ١/ ١٤٣ ـ ١٤٤، وعنه مسلم: ٧/ ٦٠ ـ ٦١، وأحمد: ٥/ ٢٣٧، وابن عساكر في

"التاریخ" ۱۷/ ۲۲۰/ ۲

**شرح**:...... مولانا مودودی کہتے ہیں: تبوک کے محکمہ شرعیہ کے رئیس شیخ صالح نے بتایا کہ یہ چشمہ دو سال پہلے تک پونے چودہ سو سال سے مسلسل ابلتا رہا، بعد میں نشیبی علاقوں میں ٹیوب ویل کھودے گئے تو اس چشمے کا پانی ان ٹیوب ویلز کی طرف منتقل ہو گیا۔ تقریباً پچیس ٹیوب ویلز میں تقسیم ہو جانے کے بعد اب یہ چشمہ خشک ہو گیا ہے، اس کے بعد شیخ صالح ہمیں ایک ٹیوب ویل کی طرف بھی لے گئے، جہاں ہم نے دیکھا کہ چار انچ کا ایک پائپ لگا ہوا ہے اور کسی مشین کے بغیر اس سے پانی پورے زور سے نکل رہا ہے، قریب قریب یہی کیفیت دوسرے ٹیوب ویلز کی بھی ہمیں بتائی گئی۔ یہ نبی کریم ﷺ کے معجزے ہی کی برکت ہے، آج تبوک میں اس کثرت سے پانی موجود ہے، کہ مدینہ اور خیبر کے سوا ہمیں کہیں اتنا پانی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبوک کا پانی ان دونوں جگہوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس پانی سے فائدہ اٹھا کر اب تبوک میں ہر طرف باغ لگائے جا رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق تبوک کا علاقہ باغوں سے بھرا ہوا ہے اور دن بدن بھرتا جا رہا ہے۔ (سفرنامہ ارض القرآن)

## اعمال کو تولنے کے لیے بڑا میزان
## فرشتوں نے بھی عبادت کا حق ادا نہ کیا
## پل صراط

(۳۷٦۲)۔ عَنْ سَلْمَانَ، عَنِ النَّبِي ﷺ قَالَ: ((يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلَوْ وُزِنَ فِيْهِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ لَوَسِعَتْ، فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: يَارَبِّ! لِمَن يَزِنُ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى: لِمَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِي۔ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: سُبْحَانَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔ وَيُوْضَعُ الصِّرَاطُ مِثْلَ حَدِّ الْمُوْسٰى، فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: مَنْ تُجِيْزُ عَلٰى هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: مَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِي۔ فَيَقُوْلُوْنَ: سُبْحَانَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔)) (الصحيحة:۹٤۱)

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن (اتنا بڑا) ترازو رکھا جائے گا کہ اس میں زمین و آسمان کا وزن بھی کیا جا سکے گا۔ فرشتے پوچھیں گے: یہ ترازو کس کے لیے وزن کرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں اپنی مخلوق میں سے جس کے لیے چاہوں گا۔ فرشتے کہیں گے: (اے اللہ!) تو پاک ہے، ہم تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکے۔ پھر پل صراط نصب کیا جائے گا، جو استرے کی دھار کی طرح ہو گا۔ فرشتے پوچھیں گے: (اے اللہ!) تو کس کو یہ عبور کروائے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہوں گا۔'' وہ کہیں گے: تو پاک ہے، ہم کما حقہ تیری عبادت نہ کر سکے۔''

تخريج: رواه الحاكم: ٤/ ٥٨٦

**شرح**:...... آپ ﷺ نے قیامت کے جن امور کو بیان کیا گیا، ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس حدیث

سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ پر توجہ دی جائے۔

## قیامت کے دن کی مقدار ظہر سے عصر تک کے وقت جتنی یا پچاس ہزار سال کے برابر؟

(٣٧٦٣)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَوْمُ الْقِيَامَةِ كَقَدْرِ مَابَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ۔)) (الصحيحة: ٢٤٥٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ظہر اور عصر کے درمیانے وقفے جتنا قیامت کا دن ہو گا۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ١/ ٨٤، وعنه الديلمي: ٤/ ٣٣٧

**شرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ''خفة يوم القيامة على المؤمنين'' کی سرخی ثبت کی ہے، یعنی جمع و تطبیق یہ ہوگی کہ یوم حشر کی یہ مختصر مقدار مومنوں کے لیے ہوگی۔

(٣٧٦٤)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: تَلَارَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْآيَةَ: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (الْمُطَفِّفِيْنَ:٦) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَيْفَ بِكُمْ إِذَا جَمَعَكُمُ اللّٰهُ كَمَا يُجْمَعُ النَّبْلُ فِي الْكِنَانَةِ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، ثُمَّ لَايَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ۔)) (الصحيحة: ٢٨١٧)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿جس دن سب لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔﴾ (سورۂ مطففین: ٦) اور فرمایا: ''تمھارا کیا بنے گا جب اللہ تعالیٰ تمھیں ترکش میں تیر جمع کرنے کی طرح پچاس ہزار سال کے لیے (میدانِ محشر میں) جمع کرے گا اور پھر تمھاری طرف دیکھے گا بھی نہیں۔''

تخريج: أخرجه أخرجه الحاكم في "المستدرك": ٤/ ٥٧٢، والطبراني

**شرح** :...... یوم حساب کی اصل مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، لیکن مومنوں کو اس کی مقدار کم محسوس ہوگی۔

## آخرت کے واقعات کو یاد کرتے وقت کون سی دعا پڑھی جائے؟

(٣٧٦٥)۔ قَالَ ﷺ: ((كَيْفَ اَنْعَمُ وَقَدِ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ، وَحَنٰى جَبْهَتَهُ وَاَصْغٰى سَمْعَهُ، يَنْتَظِرُ اَنْ يُؤْمَرَ اَنْ يَنْفَخَ، فَيَنْفَخُ۔)) قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: فَكَيْفَ نَقُوْلُ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا۔)) وَرُبَمَا قَالَ سُفْيَانُ: ((عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں (دنیوی زندگی میں) کیسے خوش و خرم رہ سکوں، اُدھر صور پھونکنے والا فرشتہ اپنے منہ میں صور لے چکا ہے، اس نے اپنی پیشانی جھکا دی ہے، اپنا کان (اللہ کے حکم کے انتظار میں) لگا دیا ہے۔ اب وہ نفخ کے حکم کا انتظار کر رہا ہے، (حکم ہوتے ہوئے صور) پھونک دے گا۔ مسلمانوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم (اس قلق و اضطراب کی اس کیفیت میں) کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے

رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَزَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ، وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ۔ (الصحيحة:١٠٧٩)

فرمایا: ''یہ کہو: اللہ ہمیں کافی ہے، وہ بہترین کارساز ہے، ہم نے اپنے ربّ اللہ پر توکل کیا ہے۔'' یہ حدیث سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا زید بن ارقم، سیدنا انس بن مالک، سیدنا جابر بن عبداللہ اور سیدنا برا بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

تخريج: ١۔ أما حديث أبي سعيد الخدري: فأخرجه ابن المبارك في"الزهد" ١٥٩٧، والترمذي: ١/ ٧٠/ ٣١٦، وابن ماجه: ٤٢٧٣، وأحمد: ٣/ ٧و ٧٣، وأبونعيم في"الحلية"٥/ ١٠٥، ٧/ ١٣٠، ٣١٢، وابو يعلى فى "مسنده": ٧١/ ١

٢۔ وأما حديث ابن عباس: فأخرجه أحمد: ١/ ٣٢٦

٣۔ وأما حديث زيد بن أرقم: فأخرجه أحمد: ٤/ ٣٧٤، وابن عدي: ق ١/١١٦

٤۔ وأما حديث أنس: فأخرجه الخطيب في"تاريخ بغداد" ٥/ ١٥٣، والضياء في" المختارة"١/٢٠٧

٥۔ وأما حديث جابر: فأخرجه أبونعيم في"الحلية" ٣/ ١٨٩

٦۔ وأما حديث البراء: فأخرجه الخطيب في"تاريخ بغداد" ١١/ ٣٩

شرح:...... جب مسلمان کو آخرت کے واقعات کی وجہ سے گھبراہٹ اور فکر لاحق ہو تو درج ذیل دعا پڑھے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبَّنَا۔

## بہترین موت کون سی ہے

(٣٧٦٦)۔ قَالَ سَعْدٌ: اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((نِعْمَ الْمِيْتَةُ اَنْ يَّمُوْتَ الرَّجُلُ دُوْنَ حَقِّهِ۔)) (الصحيحة:٦٩٧)

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''بہترین موت یہ ہے کہ آدمی اپنا حق وصول کرتا ہوا مارا جائے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ١٨٤، وعنه أبو عمرو الداني فى"الفتن": ١/١٤٨، أبو نعيم فى"الحليه": ٨/ ٢٩٠

**شرح:**...... سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهِ اَوْ دُوْنَ دَمِهِ اَوْ دُوْنَ دِيْنِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔)) ......''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے، وہ شہید ہے، اسی طرح جو آدمی اپنے اہل یا اپنے خون یا اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، وہ بھی شہید ہے۔'' (ابوداود: ٤٧٧٢، ترمذی: ١٤١٨، نسائی: ٤٠٩٠، ابن ماجه: ٢٥٨٠)

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت

کرتے ہوئے مارا جائے، وہ شہید ہے۔'' (بخاری: ۲۴۸۰، مسلم: ۱۴۱)

امام نووی کہتے ہیں: جس کا مال بغیر کسی حق کے لیا جا رہا ہو، وہ لینے والے کے ساتھ لڑائی کر سکتا ہے، مال قلیل ہو یا کثیر، یہی جمہور اہل علم کا قول ہے۔ لیکن محدثین اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ دوسری احادیث کی روشنی میں سلطان اور بادشاہ کو مستثنی قرار دیا جائے گا، یعنی اگر وہ ظلم کرتے ہوئے مال لے رہا ہو تو صبر کرنا چاہیے اور اس کے خلاف لڑائی کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

## چادروں کی پیشین گوئی

(٣٧٦٧)۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ لَكُمْ مِنْ أَنْمَاطٍ؟)) قُلْتُ: وَأَنَّى يَكُوْنُ لَنَا الْأَنْمَاطُ؟ قَالَ: ((أَمَا إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْأَنْمَاطُ۔)) قَالَ جَابِرٌ: فَأَنَا أَقُوْلُ لَهَا۔ يَعْنِي: اِمْرَأَتَهُ۔: أَخِرِيْ عَنَّا أَنْمَاطَكِ، فَتَقُوْلُ: أَلَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْأَنْمَاط)) فَأَدَعُهَا۔ (الصحيحة:٤٠٠٦)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس چادریں (یا غالیچے) ہیں؟'' میں نے کہا: ہمارے پاس چادریں کہاں سے آئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ رہو! عنقریب تمھارے پاس ہوں گی۔'' سیدنا جابر کہتے ہیں: جب میں اپنی بیوی کو کہتا تھا کہ ان چادروں کو مجھ سے دور کر دے، تو وہ کہتی تھی: کیا نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: ''عنقریب تمھارے پاس چادریں ہوں گی۔'' میں یہ سن کر اس کو چھوڑ دیتا تھا۔

تخريج: أخرجه البخاري:٣٦٣١ و٥١٦١، ومسلم:٦/ ١٤٦، وأبوداود:٤١٤٥، والنسائي:٢/ ٩٤، والترمذي:٢٧٧٤۔ وصححه۔، وأحمد:٣/ ٢٩٤

**شرح** :...... آپ ﷺ کی گئی پیشین گوئی حق ثابت ہوئی۔

## لوگوں کو ہر وقت ڈراتے نہیں رہنا چاہیے

(٣٧٦٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُوْنَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ، قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔)) ثُمَّ انْصَرَفَ، وَأَبْكَى الْقَوْمَ، وَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِ: يَا مُحَمَّدُ! لِمَ تُقَنِّطُ عِبَادِيْ؟ فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَبْشِرُوْا، وَسَدِّدُوْا، وَقَارِبُوْا۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ صحابہ کے ایک گروہ کے پاس آئے، وہ ہنس رہے تھے اور گپ شپ لگا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم وہ کچھ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں، تو تم ہنسنا کم کر دیتے اور بکثرت روتے۔'' پھر آپ ﷺ چلے گئے اور صحابہ نے رونا شروع کر دیا۔ اللہ تعالی نے آپ کی طرف وحی کی: اے محمد! تم میرے بندوں کو ناامید کیوں کر رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ واپس لوٹے اور

(الصحيحة: ٣١٩٤)

کہا: ''خوش ہو جاؤ، راہِ راست پر چلتے رہو اور میانہ روی اختیار کرو۔''

تخريج: أخرجه البخاري في"الأدب المفرد": ٢٤٥، والبيهقي في"شعب الأيمان": ٢/ ٢٢/ ١٠٥٨، وابن حبان: ١/ ١٦٢/ ١١٣ وأخرج البخاري: ٦٦٣٧، واحمد: ٢/ ٢٥٧ وغيرهما منه الجملة الاولى فقط، واحمد: ٢/ ٤٦٧ الجملة الاولى و الأخيرة منه

(٣٧٦٩)۔ عَنْ أَبِي مُوْسَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ وَمُعَاذاً إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ((يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔)) (الصحيحة: ١١٥١)

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: ''آسانیاں پیدا کرنا اور تنگیوں میں نہ ڈالنا اور خوشخبریاں دینا اور نفرتیں نہ دلانا اور آپس میں موافقت اختیار کرنا اور اختلاف نہ کرنا۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٤/ ٢٦، ٥/ ١٠٨، ٧/ ١٠١، ٨/ ١١٤، ومسلم: ٥/ ١٤١، والطيالسي: صـ ٦٧ رقم ٤٩٦، وأحمد: ٤/ ٤١٢، ٤١٧

**شرح:**...... قرآن وحدیث کا بہت بڑا حصہ تخویف و وعید پر مشتمل ہے، اس لیے اس کو بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کا لب لباب یہ ہے کہ مبلغین کو حکمت و دانائی سے متصف اور مزاج شناس ہونا چاہیے، ان کو یہ سمجھ ہو کہ مختلف لوگوں کو سمجھانے کے لیے مختلف پالیساں اختیار کی جاتی ہیں۔

امام نووی نے شرح مسلم میں مختلف روایات جمع کر کے کہا: ان احادیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے فضل و کرم، اجر وثواب اور اس کی وسعتِ رحمت کا ذکر کر کے لوگوں کو خوشخبریاں سنائی جائیں اور محض تخویف و وعید کا ذکر کر کے سامعین کو متنفر نہ کیا جائے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا نو مسلم یا قریب الاسلام شخص کے ساتھ الفت والا معاملہ کیا جائے، نہ کہ شدت والا۔ اسی طرح جو بچے بلوغت کے قریب ہوں یا بالغ ہو چکے ہوں اور جو لوگ معروف گناہوں سے توبہ کر چکے ہیں، ان کے ساتھ نرمی والا معاملہ کیا جائے اور رفتہ رفتہ ان کو اطاعت کے کاموں کو سرانجام دینے کی ترغیب دی جائے۔ غور کرنا چاہیے کہ صحابہ کرام پر امورِ اسلام کو بتدریج نافذ کیا گیا۔ (شرح نووی: ٢/ ٨٣)

حافظ ابن حجر نے کہا: (مفہوم) "یسروا" میں آسانی کا حکم دیا گیا ہے، مرادی معنی یہ ہے کہ سکون اور آسانی کا لحاظ رکھا۔

ہمیشہ مشقت طلب امور کا حکم نہ دیا جائے، تاکہ عمل کرنے والا اکتا نہ جائے۔ مجبور لوگوں کو دی گئی رخصتوں کی ان پر وضاحت کر دی جائے، مثلا بیٹھ کر نماز پڑھنا، مسافر اور مریض کا روزہ نہ رکھنا، اسی طرح اخف الضررین اور اخف المفسدین کے قانون کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، جیسے آپ ﷺ نے مسجد میں بدو کے پیشاب کرنے کے موقع پر کیا

تھا۔(فتح الباری: ۱۰/ ٦٤٤)

مزید کہا: قریب الاسلام لوگوں کی تالیفِ قلبی کی جائے اور شروع شروع میں ان پر سختی نہ کی جائے، اسی طرح گناہوں سے ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر نرمی اختیار کی جائے اور لوگوں کو بتدریج تعلیم دی جائے، کیونکہ جب کسی چیز کو شروع سے آسان شکل میں پیش کیا جاتا ہے تو اس پر عمل کرنے والے اس کو محبوب سمجھ کر خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، اس طریقے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ مشقت طلب اعمال کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔(فتح الباری: ١/ ٢١٦)

## سجدہ کرنے والے کو سجدہ کرنے کی حالت میں قتل کرنے کا حکم؟

(۳۷۷۰)۔ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ مَرَّبِرَجُلٍ سَاجِدٍ۔ وَهُوَ يَنْطَلِقُ اِلَى الصَّلَاةِ ۔ فَقَضَى الصَّلَاةَ، وَرَجَعَ عَلَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَن يَقْتُلُ هٰذَا؟)) فَقَامَ رَجُلٌ فَحَسَرَ عَنْ يَدَيْهِ فَاخْتَرَطَ سَيْفَهُ وَهَزَّهُ ثُمَّ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي كَيْفَ اَقْتُلُ رَجُلاً سَاجِدًا يَشْهَدُ أَن لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ؟ ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ يَقْتُلُ هٰذَا؟)) فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: اَنَا۔ فَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ وَاخْتَرَطَ سَيْفَهُ وَهَزَّهُ حَتّٰى ارْعَدَّتْ يَدُهُ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! كَيْفَ اَقْتُلُ رَجُلاً سَاجِدًا يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْقَتَلْتُمُوْهُ لَكَانَ اَوَّلَ فِتْنَةٍ وَآخِرَهَا۔))

(الصحیحۃ:٢٤٩٥)

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے (مسجد کی طرف) جا رہے تھے، راستے میں ایک سجدہ ریز آدمی کے پاس سے گزر ہوا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ آدمی ابھی تک سجدے میں پڑا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''کون ہے جو اس کو قتل کر دے؟'' ایک آدمی کھڑا ہوا، آستین چڑھائی، تلوار سونتی اور اسے لہرایا، لیکن کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں ایسے آدمی کو کیسے قتل کروں، جو سجدہ ریز ہے اور گواہی دے رہا ہے کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں؟ لیکن آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کون اس کو قتل کرے گا؟'' وہی آدمی کھڑا ہوا، آستین چڑھائی، تلوار سونتی اور اس کو لہرایا، لیکن اس کے ہاتھ پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میں ایسے آدمی کو کیسے قتل کروں جو سجدہ ریز ہے اور گواہی دے رہا ہے کہ اللہ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم اسے قتل کر دیتے تو یہ پہلا اور آخری فتنہ ہوتا۔''

تخریج: أخرجه الامام أحمد: ٥/ ٤٢

**شرح**:...... اس حدیث میں جس شخص کا بیان ہے، اس کی کیفیت کا علم صرف نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی ہو سکتا ہے۔ اور اس کے زندہ رہنے میں بھی کوئی مصلحت تھی، وگرنہ آپ ﷺ پوری تفصیل بیان کر کے اسے قتل کروا دیتے۔ واللہ اعلم۔

## امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا

(۳۷۷۱)۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ مَرْفُوْعًا: ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ٢٧٠)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ تا قیامت حق پر قائم دائم رہے گا۔''

تخريج: أخرجه الرامهرمزى فى "المحدث الفاصل": ٦/ ١

(۳۷۷۲)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: ((لَايَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِماً يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ٩٦٣)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین قائم دائم رہے گا، مسلمان کی ایک جماعت اس سے متصف ہو کر جہاد کرتی رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٨/ ٢٩٥/ ٦٧٩٨_الاحسان، وأحمد: ٥/ ٩٢، ٩٤، ١٠٣، ١٠٥، والطيالسى: صـ١٠٤ رقم٧٥٦، والطبرانى فى "الكبير": ٢/ ٢٦٥/ ١٩٩٦، ٢٦٩/ ٢٠١١

**شرح**:...... امام بخاری نے کہا: اس جماعت سے مراد اہل علم ہیں۔

امام احمد نے کہا: ان لم يكونوا اهل الحديث فلا ادرى من هم۔ ...... اگر اس جماعت سے مراد اہل الحدیث (یعنی محدثین) نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ پھر یہ لوگ کون ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا: انما اراد احمد اهل السنة والجماعة ومن يعتقد مذهب اهل الحديث۔

...... امام احمد کی مراد اہل السنہ والجماعہ ہیں اور وہ لوگ ہیں جو اہل الحدیث کے منہج کے پیروکار ہوں۔

امام نووی نے کہا: ممکن ہے کہ یہ طائفہ مومنوں کی متعدد جماعتوں پر مشتمل ہو، مثلاً: بہادری والے، بصیرت والے، فقیہ، محدث، مفسر، آمر بالمعروف، ناہی عن المنکر، زاہد اور عابد۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ ایک علاقے میں جمع ہوں۔

(دیکھئے: فتح البارى: ١٣/ ٣٦٣، ٣٦٥، عون المعبود: حديث: ٢٤٨٤)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو لوگ قرآن و حدیث کی خدمت اور ان کا تحفظ کرتے رہے، وہ علم کی صورت میں ہو یا عمل کی صورت میں، وہ اس خوشخبری کے مستحق ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ اس حدیثِ مبارکہ کا محل متعین کرتے ہوئے ہر دور اور زمانہ نیز

ہر طبقہ کے محدثین کرام متفق نظر آتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام علی بن مدینی، یزید بن ہارون اور متاخرین میں سے خطیب بغدادی وغیرہ، کوئی بھی اختلاف کرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ الفاظ اگرچہ مختلف ہیں، مگر مسمّی ایک ہی ہے۔ ایسا زبردست اتفاق شاید ہی کسی حدیث کی توضیح وتعبیر میں دیکھنے میں آیا ہو۔ بعض لوگ اس اختصاص پر چیں بجبیں ہوتے ہیں اور اہل حدیث کے تذکرہ سے سخت کبیدہ خاطر ہوتے ہیں، مگر انہیں دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ ایک یہ کہ حدیث وسنت کے ساتھ والہانہ شغف، حدیث وسنت کے جملہ علوم کے ساتھ حد درجہ اعتناء وتوجہ، آپ ﷺ کی سیرت واخلاق اور غزوات وسرایا نیز حدیث پڑھنے پڑھانے میں یہ سب لوگوں سے فائق ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ صدر اول کے بعد امت مرحومہ کئی فرقوں میں بٹ گئی، ہر مذہب والوں نے اپنے اصول وفروع مقرر کر لیے اور مسلک کی رو رعایت کرتے ہوئے مخصوص احادیث سے استدلال کرنے لگے اور دوسری طرف نگاہ اٹھانا ہی گوارہ نہ کیا۔ مگر قربان جایئے اہل حدیث پر، ان کے ماتھے کا جھومر اور مانگ کا سیندور ہمیشہ فرمودۂ رسول ﷺ رہا ہے۔ انہوں نے فرمانِ رسول کو ہمیشہ سینے سے لگایا ہے، خواہ روایت کرنے والا شیعہ ہو یا قدریہ یا خارجی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والا ہے، حنفی اور مالکی وغیرہ ہونا تو دوسری بات ہے، بشرطیکہ وہ عادل مسلم اور ثقہ ہو۔ اہل حدیث کسی دھڑے بندی اور گروہی تعصب کا شکار نہیں ہوئے۔ حدیثِ رسول ہی ان کا مطمحِ نظر رہا۔ فللہ درھم۔

ہم اپنی گفتگو کو حنفی سرخیل عالم مولانا محمد عبد الحیٔ لکھنوی کی بات پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بنظرِ انصاف دیکھے، فقہ واصول کے سمندر میں تنگ نظری کے بغیر غوطہ خوری کرے تو اسے یقین کامل ہو جائے گا کہ اختلافی مسائل، خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے، ان میں محدثین کرام کا مؤقف محفوظ، قوی اور بادلائل ہے۔ میں نے جب اختلافی مسائل میں تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہے تو محدثین کی بات ہی کو قرین انصاف پایا ہے۔

بھلا ایسا کیوں نہ ہو، وہ وارثانِ علوم نبوت اور نائبینِ شریعتِ محمدی ہیں۔ مولائے کریم ہمیں ان کی رفاقت کے شرفِ عظیم سے بہرہ ور فرمائیں اور ان کی محبت وکردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (ملخص از صحیحہ: ۲۷۰)

### ہر کسی کو پانچ سوالات کے جوابات دینا ہوں گے، وگرنہ......

(۳۷۷۳)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمْرِهِ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ، وَمَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ.)) (الصحيحة:٩٤٦)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”روزِ قیامت ابن آدم کے پاؤں اس وقت سے اللہ تعالی کے پاس سے نہیں کھسک سکیں گے، جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے پوچھ گچھ نہ کر لی جائے گی، (۱) اس نے اپنی عمر کہاں فنا کی؟ (۲) اپنی نوجوانی کہاں کھپائی؟ (۳) مال کہاں سے اور کیسے کمایا؟ اور (۴) کہاں خرچ کیا؟ اور (۵) اس نے اپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا؟“

تخریج: أخرجه الترمذی: ٢/ ٦٧، وأبویعلی فی "مسنده": ٢٥٤/ ٢، والطبرانی فی "المعجم الکبیر": ١/٤٨/ ١، و"الصغیر": ٦٤٨-الروض، وابن عدی فی "الکامل": ٩٥/ ١، والبیهقی فی "الشعب": ٢/ ٢٨٦/ ١٧٨٤، والخطیب: ١٢/ ٤٤٠، وابن عساکر فی "تاریخ دمشق": ٥/ ١٨٢/ ١، ١٢/ ٢٣٩/ ٢

**شرح**: ...... ہر شخص کو چاہیے کہ وہ فکر کرے اور ان پانچ سوالات کے جوابات کے بارے میں بار بار سوچے اور یہ صرف اس وقت ممکن ہوگا جب وہ سختی سے اپنا محاسبہ کرے گا اور اپنے ہر قول و فعل کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لے گا۔

## دنیا میں سیر ہونے والے قیامت والے دن بھوکے ہوں گے

(٣٧٧٤)۔ عَنْ اَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: تَجَشَّأْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا اَكَلْتَ يَا اَبَا جُحَيْفَةَ؟)) فَقُلْتُ: خُبْزٌ وَلَحْمٌ، فَقَالَ: ((اِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَكْثَرُهُمْ شَبْعًا فِي الدُّنْيَا۔)) (الصحيحة:٣٣٧٢)

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ڈکار لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو جحیفہ! آپ نے کیا کھایا ہے؟'' میں نے کہا: روٹی اور گوشت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزِ قیامت وہ لوگ سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے جو دنیا میں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "المعجم الکبیر": ٢٢/ ١٢٦/ ٣٢٧، والبیهقی فی "الشعب": ٥/ ٢٦/ ٥٦٤٣

(٣٧٧٥)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: تَجَشَّأَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((كُفَّ عَنَّا جُشَاءَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شَبْعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوْعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ٣٤٣)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ڈکار لی، آپ نے اسے فرمایا: ''ہم سے اپنی ڈکار کو دور رکھ، بلاشبہ دنیا میں بہت زیادہ سیر و سیراب ہونے والے قیامت کے دن بہت زیادہ بھوکے رہنے والے ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه الترمذی: ٢/ ٧٨، وابن ماجه: ٣٣٥٠ وروی هذا الحدیث عن ابن عمر، وابی جحیفة، وابن عمرو، وابن عباس، وسلمان۔

**شرح**: ...... اسلام میں بسیار خوری کو اچھا نہیں سمجھا گیا، اگر یہ کوئی قابل تعریف اور مفید چیز ہوتی تو یقیناً رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کے اسباب مہیا کیے جاتے۔

اس موضوع پر درج ذیل حدیثِ مبارکہ ایک کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے:

سیدنا مقدام بن معدیکرب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٍ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَ ثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ۔)) (ترمذی: ٢٣٨١) ...... ''کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا۔

آدمی کے لیے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں، اور اگر زیادہ کھانا ہی ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ اپنے کھانے کے لیے، تیسرا حصہ پانی کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے ہو۔''

اگر ان احادیث پر عمل کیا جائے تو نہ صرف اخروی فوائد کا حصول ہوتا ہے، بلکہ کئی بیماریاں خود بخود دم توڑ جاتی ہیں، آجکل اکثر بیماریوں کی بنیاد بسیار خوری اور پیٹ کو اس قدر بھرنا ہے کہ چار پانچ گھنٹے گزرنے کے بعد بھی ڈکاروں کا غلبہ ہوتا ہے، پھر کھانا ہضم کرنے کے لیے چورن، پھکی اور سوڈا واٹر وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

## بعض لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا

(٣٧٧٦)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَتَمَنَّيَنَّ اَقْوَامٌ لَوْ أَكْثَرُوْا مِنَ السَّيِّئَاتِ۔)) قَالُوْا: بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الَّذِيْنَ بَدَّلَ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔)) (الصحيحة:٢١٧٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس میں) بعض لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش انھوں نے زیادہ برائیاں کی ہوتیں۔'' صحابہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! ایسے کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ لوگ (یہ خواہش کریں گے) جن کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔''

تخریج: أخرجه الحاکم: ٤/ ٢٥٢

**شرح**:...... برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنا، یہ مضمون قرآن مجید میں بھی بیان کیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (سورۂ فرقان: ٧٠) ......''سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالی نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔''

لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ جس ہستی پر قرآن اترا اور جن نفوس قدسیہ نے آپ ﷺ سے آیات و احادیث بلاواسطہ سنیں، ان کا طرزِ حیات کیسا تھا؟ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان نصوص کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اس آس میں عمل کرنا ترک کر دے کہ اس کی برائیاں بھی معاف کر دی جائیں گی۔ سوچنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو ان آیات و احادیث پر سب سے زیادہ ایمان تھا، لیکن اس کے باوجود ان کی وجہ سے ان کے عمل میں کوئی غفلت نظر نہ آئی۔ ہمیں بھی ایسا ہی نظامِ زندگی اختیار کرنا چاہیے۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ ان سعادتوں کی امید رکھی جائے اور ان کے حصول کے لیے دعائیں کی جائیں۔

## عربوں کے دل عجمیوں کے دلوں کی مانند ہو جائیں گے

(٣٧٧٧)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَاتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ ان کے

زَمَانٌ، قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْعَجَمِ.» قُلْتُ: وَمَا قُلُوْبُ الْعَجَمِ؟ قَالَ: ((حُبُّ الدُّنْيَا، سُنَّتُهُمْ سُنَّةُ الْأَعْرَابِ، مَاأَتَاهُمْ مِن رِزْقٍ جَعَلُوْهُ فِي الْحَيَوانِ، يَرَوْنَ الْجِهَادَ ضَرَرًا، وَالزَّكَاةَ مَغْرَمًا.))

(الصحيحة: ٣٣٥٧)

دل عجمیوں کے دلوں کی مانند ہو جائیں گے۔'' میں نے کہا: عجمیوں کے دلوں سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت، ان کا انداز بدوؤں کی طرح کا ہو گا، ان کو رزق کی جو صورتیں ملیں گی، وہ ان کو جانوروں پر لگا دیں گے، وہ جہاد کو تکلیف اور زکاۃ کو چٹی تصور کرتے ہیں۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير": ١٣/ ٣٦/ ٨٢

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث اعلامِ نبوت میں سے ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس غیبی امر کے بارے میں جو خبر دی، وہ اس زمانے میں پوری ہو چکی ہے۔ واللہ المستعان۔ (صحیحہ: ٣٣٥٧)

لوگوں کے پاس فراوانی کے ساتھ مال و دولت موجود ہے۔ اپنے ملبوسات، ماکولات، مکانات، دوکانات اور گاڑیوں پر لاکھوں، بلکہ کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں، لیکن جب جہاد، زکاۃ یا کسی مستحق پر صدقہ کرنے کی باری آتی ہے، تو پچاس ساٹھ روپیوں کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔

## عورت بھی فتنہ ہے، لیکن کیوں؟

(٣٧٧٨)۔ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَسَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((مَاتَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.))

(الصحيحة: ٢٧٠١)

سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں، سب سے خطرناک فتنہ عورتوں کا چھوڑا ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري في أول كتاب "النكاح - ١٨"، ومسلم: رقم - ٢٧٤١، والترمذي: ٢٧٨١، وصححه، وابن ماجه: ٣٩٩٨، وأحمد: ٥/ ٢٠٠، ٢١٠

(٣٧٧٩)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ: ((إِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا، لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوْا الدُّنْيَا وَاتَّقُوْا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ.)) (الصحيحة: ٩١١)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک دنیا سرسبز وشاداب (پرکشش) اور میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس میں خلیفہ بنانا ہے تاکہ وہ جانچ سکے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ پس دنیا اور عورتوں سے بچ کر رہنا، کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں میں واقع ہوا۔''

تخریج: أخرجه الامام أحمد فی"المسند": ٣/ ٢٢

**شرح**:...... شریعتِ اسلامیہ میں ایک طرف تو عورت کو کلیدی حیثیت کا مالک ٹھہرایا گیا ہے، یہ عورت ہی ہے جو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کا روپ اختیار کر کے اپنے بیٹوں، اپنے باپوں، اپنے بھائیوں اور اپنے خاوندوں سے الفت و محبت اور احترام و اکرام وصول کرتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَ خَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔)) (مسلم: ١٤٦٧) ......"دنیا ساز و سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان، نیک عورت ہے۔" عورتوں کے ساتھ بہترین حسن سلوک اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ۔)) (ترمذی: ١١٦٢) ......"تم میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے اور تم میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے، جو اپنی عورتوں کے حق میں سب سے بہتر ہے۔"

یہ اسلام ہی ہے جس نے عورت کو سب سے زیادہ تحفظ، احترام اور مقام عطا کیا، مردوں کو ان کی دنیوی ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا، ان کی عزتوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے سرے سے غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے اور بالخصوص نظرِ بد سے دیکھنے سے منع کر دیا۔

بہرحال اس مقام و مرتبہ کے باوجود عورت فتنہ باز، سازشی، مکار، ناشکری اور شکایتی ثابت ہوئی ہے۔ اس کی نالائقی اور بے صبری کو پرکھیں کہ یہ ایک خاوند، ساس سسر اور گھر میں بسنے والے چند افراد کو راضی نہیں رکھ سکتی ہے۔

عصرِ حاضر میں عورتوں کی نیم برہنہ حالت اور بے پردگی اچھے خاصے مومنوں کے لیے بڑی آزمائش ثابت ہوئی ہے، بازاروں میں بدکاری اور نظروں کا زنا عام ہے، گھروں سے باہر نکل کر جدھر نگاہ اٹھائیں، ہر طرف شیطانوں کے روپ میں عورتوں کے جاذبِ نظر چہرے اور بدکاری کے اسباب و وسائل نظر آتے ہیں، رہی سہی کمی کو میڈیا اور اشتہار بازی نے خوب پورا کیا ہے۔ اس سے بڑا مکر و فریب کیا ہو سکتا ہے کہ شادی کے چند روز بعد ہی عورت نے اپنے خاوند کے سامنے قسما قسم کے "بتول" پڑھ پڑھ کے اسے خرید لیا اور اس کو اس کے والدین اور بہن بھائیوں کا دشمن ثابت کر دکھایا۔ آجکل مرد حضرات اپنے مجازی خالق والدین کی گستاخی کرتے ہیں، اپنے بہن بھائیوں کی محبتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں اور ان کے بھتیجے اور بھانجے ان کے میٹھے بولوں کو ترسنے لگتے ہیں، ان سب کارستانیوں کی جڑ عورت ہے۔ چشم فلک گواہ ہے کہ شادی سے پہلے رشتہ داروں کے ساتھ معاملات اور ہوتے ہیں اور شادی کے بعد رخ بدلتے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟ ساس کے کردار پر نگاہ ڈالیں، اس کی سازشوں کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ اس کا داماد اس کی بیٹی کا ہو کر رہ جائے اور اپنے جنم دینے والوں کو دشمن سمجھنے لگے۔ کتنے بدبخت اور کمینے ہیں وہ لوگ، جو اپنی بیویوں اور ساسوں کے پاس بیٹھ کر اپنی ماؤں بہنوں کی بدخوئی کرتے ہیں۔

مسلم معاشرہ کے اکثر افراد بدکار، چالباز اور آوارہ عورتوں کے جال میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ نے

کبھی پوری دنیا میں تعلیمی میدان میں شکست کھا جانے والے ذہین نوجوانوں کے پست ہو جانے کے اسباب پر کبھی غور کیا ہے؟ کالجز اور یونیورسٹیز کے آوارہ صفت ماحول کے نتائج پر کبھی غور کیا ہے؟ والدین سے بے رخی کرنے والے بیس سالہ لڑکے کے اسباب کے بارے میں دریافت کیا ہے؟ معاشرے کے اکثر نوجوان شادیوں کے قابل کیوں نہیں رہے؟ شادی کا نام سن کران کے رنگ پیلے کیوں پڑ جاتے ہیں؟ والدین کی طے شدہ نسبتوں کو کیوں ٹھکرا دیا گیا؟ ایک آدمی بچوں کا باپ ہونے، ان کے نازنخرے پورے کرنے اور ان سے پیار و محبت کے دعوے کرنے کے باوجود اپنے ماں اور باپ کو کیوں بھول جاتا ہے؟ وسعت ہونے کے باوجود اپنے والدین پر خرچ کرنے کے معاملے میں کیوں کنجوسی برتی جاتی ہے؟

.........شاید ان سب سوالوں کے جوابات لفظ ''عورت'' پر آ کر رک جائیں۔

## تقدیر کے حوالے سے ایک اعتراض اور اس کا جواب

(٣٧٨٠)۔ عَنْ اَبِي اَسْوَدِ الدَّيْلَمِيِّ ، قَالَ: غَدَوْتُ عَلٰى عِمْرَانَ بَنِ حُصَيْنٍ يَوْمًا مِنَ الْاَيَّامِ ، فَقَالَ: يَا اَبَا الْاَسْوَدِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اَنَّ رَجُلاً مِنْ جُهَيْنَةَ اَوْمِنْ مُزَيْنَةَ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَاَيْتَ مَايَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُوْنَ فِيْهِ ، شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ ، اَوْمَضٰى عَلَيْهِمْ فِي قَدَرٍ قَدْ سَبَقَ ، اَوْ فِيْمَا يَسْتَقْبِلُوْنَ مِمَّااَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَاتُّخِذَتْ عَلَيْهِمْ بِهِ الْحُجَّةُ؟ قَالَ: ((بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضٰى عَلَيْهِمْ)) قَالَ: فَلِمَ يَعْمَلُوْنَ اِذًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((مَنْ كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَهُ لِوَاحِدَةٍ مِنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ يُهَيِّئُهُ لِعَمَلِهَا وَتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوَاهَا﴾(الشَّمْسُ: ٧ ، ٨۔))

(الصحيحة:٢٣٣٦)

ابواسود دیلمی کہتے ہیں: میں ایک صبح کو سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انھوں نے مجھے کہا: ابو اسود! پھر یہ حدیث بیان کی کہ جہینہ یا مزینہ قبیلے کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! لوگ جو عمل کر رہے ہیں اور مشقت اٹھا رہے ہیں۔ آیا پہلے ہی ان کا فیصلہ ہو چکا ہے اور تقدیر کا نفوذ ہو چکا ہے یا لوگ اپنے نبی کی لائی ہوئی تعلیمات، جن کے ذریعے ان پر حجت قائم کر دی گئی ہے، پر از سرِ نو عمل کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ان اعمال کا) پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اور تقدیر کا نفوذ ہو چکا ہے۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو پھر لوگ عمل کیوں کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس فرد کو دو منازل (یعنی جنت و جہنم) میں سے جس منزل کے لیے پیدا کیا، اسے (اس کے مطابق) وہی عمل کرنے کی توفیق دے گا، میری اس حدیث کی تصدیق قرآنِ مجید میں موجود ہے: ﴿قسم ہے نفس اور اسے درست بنانے کی، پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی﴾ (سورۂ شمس: ۷۔ ۸)۔''

تخریج: أخرجه أحمد:٤/ ٤٣٨ ، وابن جرير فی "تفسيره": ٣٠/ ١٣٥ ، والحديث اخرجه مسلم: ٨/

٤٨ ، والطبراني في "المعجم الكبير": ١٨/ ٢٢٣/ ٥٥٧

**شرح:**...... نبی کریم ﷺ سے تقدیر کے موضوع پر جتنے سوالات کیے گئے، آپ ﷺ نے ان کے انتہائی مختصر جوابات دیے اور سائلین نے مطمئن ہو کر خاموشی کا اظہار کیا۔

یہ حقیقت تو امتِ مسلمہ میں قطعی اور حتمی ہے کہ انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کا ذمہ دار ہے، تقدیر کے موضوع پر زیادہ توضیح "الایمان والتوحید والدین والقدر" میں موجود ہے۔

## بوڑھے زانی نظرِ رحمت سے محروم

(٣٧٨١)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَى الشَّيْخِ الزَّانِي، وَلَا اِلَى الْعَجُوْزِ الزَّانِيَةِ۔)) (الصحيحة:٣٣٧٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نہ بوڑھے زانی مرد کی طرف دیکھیں گے اور نہ بوڑھی زانی عورت کی طرف۔"

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ٩/ ١٨٤/ ٨٣٩٦

**شرح:**...... زنا سنگین جرم ہے، لیکن جب بوڑھے مرد و زن اس کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس کی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے، شرم و حیا کے بھی کوئی تقاضے ہوتے ہیں۔

## آپ ﷺ کی امت اور پانچ سو سال

(٣٧٨٢)۔ عَنْ اَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَنْ يُعْجِزَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ۔)) (الصحيحة:١٦٤٣)

سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن سے ہرگز عاجز نہیں کرے گا۔"

تخريج: أخرجه أبوداود: ٤٣٤٩، والحاكم: ٤/ ٤٢٤

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا شاہد نقل کرتے ہوئے کہا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے امید ہے کہ میری امت اپنے ربّ کے ہاں نصف دن تک عاجز نہیں آئے گی۔" سعد سے پوچھا گیا کہ نصف دن کتنا ہو گا؟ انھوں نے کہا: پانچ سو سال۔ (ابوداود: ٤٣٥٠، وشريح لم يدرك سعدا)

ہم ذیل میں شارح ابوداود کی بحث کا خلاصہ لکھیں گے:

علقمی وغیرہ نے کہا: ان احادیث کا موضوع اس امت کے غنی لوگ ہیں، جن کو فقرا کے جنت میں داخل ہو جانے کے بعد پانچ سو سال تک انتظار کرنا پڑے گا اور یہ عاجز نہیں آئیں گے یعنی صبر کے ساتھ انتظار کریں گے۔

مناوی نے کہا: آپ ﷺ کو یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی امت کو اتنا مقام و مرتبہ حاصل ہے کہ وہ پانچ سو سالوں کے اندر قیامت بپا نہیں کرے گا، یعنی آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر اس امت کو کم از کم پانچ سو سال ملیں گے، زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی تعیین نہیں۔ ملا علی قاری نے بھی اسی قسم کی شرح کی ہے۔ اس مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت قریب ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوداود نے اس حدیث کو "بـاب قيـام السـاعة" میں ذکر کیا ہے۔ (عون المعبود: ۲/ ۲۰۰۶) واللہ اعلم

# اَلْمُبْتَدَأُ وَالْأَنْبِيَاءُ وَعَجَائِبُ الْمَخْلُوقَاتِ

# ابتدائے (مخلوقات)، انبیا و رسل، عجائبات خلائق

الانبیاء: لغوی معنی: "نَبِیّ" کی جمع ہے، خبر دینے والا

اصطلاحی تعریف: ...... اللہ تعالیٰ کا وہ مخصوص و معصوم بندہ جو انسانوں کی ہدایت کے لیے مامور ہو اور اللہ کے احکام ان تک پہنچائے۔

العجائب: "عَجِيْب" کی جمع ہے، ان سے مراد حیرت انگیز، انوکھے اور انتہائی تعجب خیز امور اور مخلوقات ہیں، مثلا اللہ تعالیٰ کا عرش، حاملین عرش، بنی اسرائیل کے بندے کا قبر سے نکل کھڑے ہونا۔

(اس باب کی اکثر احادیث توضیح و تشریح کی متقاضی نہیں ہیں، کیونکہ ان کا تعلق غیبی صورتوں سے ہے۔)

## اللہ تعالیٰ کے عرش اور کرسی کا آسمانوں سے موازنہ

## اللہ تعالیٰ کی کرسی کی صفات

(۳۷۸۳)۔ عَنْ اَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ، قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَحْدَهُ، فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَيُّمَا آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَيْكَ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ((آيَةُ الْكُرْسِيِّ، مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ اِلَّا كَحَلْقَةٍ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ، وَفَضْلُ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسِيِّ كَفَضْلِ تِلْكَ الْفَلَاةِ عَلٰى تِلْكَ الْحَلْقَةِ۔)) (الصحيحة:۱۰۹)

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں مسجد حرام میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو اکیلے دیکھ کر آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون سی آیت افضل ہے، جو آپ پر نازل ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "آیۃ الکرسی ہے"۔ (اللہ تعالیٰ کی اس وسیع) کرسی کے مقابلے میں سات آسمان اس طرح ہیں، جیسے بیابان زمین میں کوئی چھلا پڑا ہو اور پھر کرسی کے مقابلے میں (اللہ تعالیٰ کے) عرش کی ضخامت اس طرح ہے جیسے اس چھلے کے مقابلے میں بیابان کا وجود ہے۔"

تخریج: رواه محمد بن أبي شيبة في "كتاب العرش": ١١٤ / ١، وابن حبان في "صحيحه": رقم: ١٤ - موارد، وابو الشيخ في "العظمة": ٢/ ٦٤٨/ ٥٩ - طبعة الرياض، والبيهقي في "الاسماء والصفات": صـ ٢٩٠

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کی تفسیر بیان کی گئی ہے، یہ حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ دو امور پر دلالت کرتی ہے: (۱) عرش کے بعد سب سے بڑی مخلوق کرسی ہے، اور (۲) اس کا ایک وجود ہے اور وہ حسّی چیز ہے، نہ کہ معنوی۔

اس میں ان لوگوں پر بھی ردّ کیا گیا ہے، جو کہتے ہیں کہ کرسی سے مراد اللہ تعالی کی بادشاہت اور وسعتِ سلطنت ہے، جیسا کہ بعض تفاسیر میں یہ اقوال نقل کیے گئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ انھوں نے کرسی سے مراد علم لیا ہے، لیکن اس قول کی سند صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس میں ابن ابی المغیرہ "ليس بالقوي في ابن جبير" ہے۔

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ کرسی کی صفت کے بارے میں یہی حدیث صحیح ہے۔ درج ذیل تمام روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں، اور سب ضعیف ہیں: کرسی سے مراد اللہ تعالی کے قدموں کی جگہ ہے۔

اس سے نئے کجاوے کی طرح چر چرانے کی آواز آتی ہے۔

اس کو چار فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے اور ہر فرشتے کے چار چہرے ہیں اور ان کے پاؤں ساتویں زمین سے نیچے والی چٹان پر ہیں،......

یہ تمام روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں، جب ہم نے (ما دل عليه القرآن مما يعضد الهيئة الجديدة القويمة البرهان) پر تعلیق لگائی، تو وہاں اس قسم کی بعض احادیث کا ذکر کیا۔ (صحیحه: ١٠٩)

اس حدیث سے اللہ تعالی کی عظمت و جلالت کا اندازہ ہوتا ہے۔

## آمدِ جبریل کا ایک انداز

(٣٧٨٤)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ خُضْرٍ مُعَلَّقٍ بِهِ الدُّرُّ۔)) (الصحيحة: ٣٤٨٥)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبریل (علیہ السلام) میرے پاس ہرے رنگ کے لباس میں آئے، اس کے ساتھ موتی ٹانکے ہوئے تھے۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ١/ ٤٠٧

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ شواہد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: مسند احمد اور نسائی کبری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((رَأَيْتُ جِبْرِيْلَ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى؛ عَلَيْهِ سِتُّ مِئَةُ جَنَاحٍ، يَنْتَثِرُ مِنْ رِيْشِهِ التَّهَاوِيْلُ: اَلدُّرُّ وَالْيَاقُوْتُ۔)) ......''میں نے جبریل کو سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا، اس کے چھ سو پر تھے، اس کے پروں سے عجب رنگ برنگ کی چیزیں یعنی موتی اور یاقوت جھڑ رہے تھے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((رَأَیْتُ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ، قَدْ مَلَأَ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ، وَعَلَیْہِ ثِیَابُ سُنْدُسٍ ، مُعَلَّقًا بِہِ اللُّؤْلُؤُ وَالْیَاقُوْتُ۔)) ......''میں نے جبریل علیہ السلام کو اترتے ہوئے دیکھا، اس نے آسمان اور زمین کے درمیان والے خلا کو بھر رکھا تھا، اس نے باریک ریشمین کپڑا پہنا ہوا تھا، اس کے ساتھ لولو اور یاقوت لٹکے ہوئے تھے۔'' (مسند احمد: ٦/ ١٢٠) (صحیحہ: ٣٤٨٥)

## آسمان کا چڑ چڑانا

### آپ ﷺ کا آسمان کی چڑ چڑاہٹ کو سننا اور اس کی وجہ

(٣٧٨٥)۔ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ ، قَالَ: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ أَصْحَابِہِ إِذْ قَالَ لَھُمْ: ((أَتَسْمَعُوْنَ مَا أَسْمَعُ؟)) قَالُوْا: مَانَسْمَعُ مِنْ شَيْءٍ۔ قَالَ: ((إِنِّيْ لَأَسْمَعُ أَطِیْطَ السَّمَاءِ ، وَمَا تُلَامُ أَنْ تَئِطَّ ، وَمَا فِیْھَا مَوْضِعُ شِبْرٍ إِلَّا وَعَلَیْہِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ قَائِمٌ۔)) (الصحیحۃ:٨٥٢)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ ﷺ فرمایا: ''کیا تم سن رہے ہو جو کچھ میں سن رہا ہوں؟'' انھوں نے کہا: ہم تو کوئی چیز نہیں سن رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ میں تو آسمان کے چڑ چڑانے کی آواز سن رہا ہوں اور اسے چڑ چڑانے پر ملامت بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہاں تو ایک بالشت کے بقدر بھی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام نہ کر رہا ہو۔

تخریج: أخرجه الطحاوی فی "مشکل الآثار": ٢/ ٤٣ ، والطبرانی فی "المعجم الکبیر": ١/ ١٥٣/ ١

**شـــرح:**...... یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ آسمانوں کی چڑ چڑاہٹ سن لیتے تھے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار فرشتوں کی کثرت کا بیان ہے، کہ آسمان بھی جن کا بوجھ محسوس کرتا ہے۔

(٣٧٨٦)۔ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَعَ أَصْحَابِہِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْھُمْ إِذْ قَالَ لَھُمْ: ((ھَلْ تَسْمَعُوْنَ مَا أَسْمَعُ؟)) قَالُوْا: مَا نَسْمَعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ: ((إِنِّيْ لَأَسْمَعُ أَطِیْطَ السَّمَاءِ وَمَا تُلَامُ أَنْ تَئِطَّ ، وَمَا فِیْھَا مَوْضِعُ شِبْرٍ إِلَّا وَعَلَیْہِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ قَائِمٌ۔)) (الصحیحۃ:١٠٦٠)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ ﷺ نے یہ پوچھنے لگے: ''جو میں سن رہا ہوں، کیا تم بھی سن رہے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تو آسمان کا چرچرانا سنائی دے رہا ہے، اور اسے یہی زیب دیتا ہے کہ وہ چرچراتا رہے، کیونکہ اس میں ایک بالشت کے بقدر جگہ بھی ایسی نہیں، جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام کی حالت میں نہ ہو۔''

تخریج: أخرجه ابن نصر في "الصلاة" ٤٣/ ٢

**شرح:**...... نبی کریم ﷺ معجزانہ طور پر آسمانوں سے اٹھنے والی آوازیں سن لیتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی بہت زیادہ تعداد ہے۔

(٣٧٨٧)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا مَوْضِعُ قَدَمٍ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْقَائِمٌ فَذٰلِكَ قَوْلُ الْمَلَائِكَةِ: ﴿وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ۔ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ (الصافات: ١٦٤، ١٦٦)۔)) (الصحيحة: ١٠٥٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمانِ دنیا میں ایک قدم کے بقدر بھی جگہ ایسی نہیں ہے، کہ جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام کی حالت میں نہ ہو، یہی بات فرشتوں کے اس قول کی مصداق ہے: ﴿ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے۔ اور ہم تو (بندگیٔ الٰہی میں) صف بستہ کھڑے ہیں۔ اور اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔﴾ (سورۂ صافات: ١٦٤، ١٦٥، ١٦٦)

تخريج: أخرجه ابن نصر في "الصلاة" ٤٤/ ١

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، نیز یہ کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں۔

## آپ ﷺ کی بعثت سب سے بہترین زمانے میں ہوئی

(٣٧٨٨)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتّٰى بُعِثْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيْهِ۔)) (الصحيحة: ٨٠٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اولادِ آدم کے سب سے بہترین زمانے میں مبعوث کیا گیا، زمانہ صدی در صدی گزرتا گیا، حتی کہ وہ صدی آ گئی جس میں مجھے بحیثیت رسول بھیجا گیا۔

تخريج: رواه البخاري: ٤/ ١٥١۔النهضة، وأحمد: ٢/ ٣٧٣و٤١٧، وابن سعد: ١/ ٢٥، والبيهقي في "الشعب": ٢/ ١٣٩/ ١٣٩٢، و"شرح السنة": ١٣/ ١٩٥ وصححه، وابن عساكر: ١٢/ ٢٤٠/ ١

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا زمانہ بہترین، بابرکت اور دنیا میں پائے جانے والی خیر و بھلائی کی منتہی صورتوں پر مشتمل تھا۔

## آپ ﷺ کے بچپنے میں شقِ بطن کا واقعہ
## آپ ﷺ تمام فرزندانِ امت سے بھاری ہیں

(٣٧٨٩)۔ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبدِ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: كَيْفَ كَانَ أَوَّلُ شَأْنِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ:

سیدنا عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ، جو اصحابِ رسول میں سے تھے، نے ہمیں بیان کیا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے نبوی معاملے کی ابتدا کیسے ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری دایہ کا تعلق بنو سعد بن

((كَانَتْ حَاضِنَتِي مِنْ بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَابْنٌ لَهَا فِي بُهْمٍ لَنَا، وَلَمْ نَأْخُذْ مَعَنَا زَادًا، فَقُلْتُ: يَا أَخِيْ! اِذْهَبْ فَائْتِنَا بِزَادٍ مِنْ عِنْدِ أُمِّنَا، فَانْطَلَقَ أَخِيْ، وَمَكَثْتُ عِنْدَ الْبُهْمِ، فَأَقْبَلَ طَائِرَانِ أَبْيَضَانِ كَأَنَّهُمَا نَسْرَانِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَهُوَ هُوَ؟ قَالَ الْآخَرُ: نَعَمْ۔ فَأَقْبَلَا يَبْتَدِرَانِّي، فَأَخَذَانِي فَبَطَحَانِي لِلْقَفَا، فَشَقَّا بَطْنِي، ثُمَّ اسْتَخْرَجَا قَلْبِي، فَشَقَّاهُ فَأَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَتَيْنِ سَوْدَاوَيْنِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِ: اِيْتِنِي بِمَاءِ ثَلْجٍ، فَغَسَلَ بِهِ جَوْفِي، ثُمَّ قَالَ: اِيْتِنِي بِمَاءِ بَرَدٍ۔ فَغَسَلَ بِهِ قَلْبِي۔ ثُمَّ قَالَ: اِيْتِنِي بِالسَّكِيْنَةِ، فَذَرَّهُ فِي قَلْبِي، ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: حُصْهُ۔ فَحَاصَهُ وَخَتَمَ عَلَيْهِ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اِجْعَلْهُ فِي كِفَّةٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَإِذَا أَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْأَلْفِ فَوْقِي أُشْفِقُ أَنْ يَخِرَّ عَلَيَّ بَعْضُهُمْ ۔ فَقَالَ: لَوْ أَنَّ أُمَّتَهُ وُزِنَتْ بِهِ، لَمَالَ بِهِمْ، ثُمَّ انْطَلَقَا وَتَرَكَانِي۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَفَرِقْتُ فَرَقًا شَدِيْدًا، ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى أُمِّي، فَأَخْبَرْتُهَا بِالَّذِي لَقِيْتُ، فَأَشْفَقَتْ أَنْ يَكُوْنَ قَدِ الْتُبِسَ بِي، فَقَالَتْ: أُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ فَرَحَلَتْ بَعِيْرًا لَهَا، فَجَعَلَتْنِي عَلَى الرَّحْلِ، وَرَكِبَتْ خَلْفِي حَتَّى بَلَغْنَا إِلَى أُمِّي، فَقَالَتْ: أَدَّيْتُ أَمَانَتِي وَذِمَّتِي،

بکر قبیلے سے تھا، میں اور اس کا بیٹا بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے باہر چلے گئے اور اپنے ساتھ زادِ راہ نہ لیا۔ میں نے کہا: میرے بھائی! جاؤ اور اپنی ماں سے اشیاءِ خوردنی لے آؤ۔ پس میرا بھائی چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس ٹھہرا رہا۔ (میں کیا دیکھتا ہوں کہ) گدھ کی طرح کے دو سفید پرندے متوجہ ہوئے، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہ آدمی وہی ہے؟ دوسرے نے کہا: جی ہاں۔ پھر وہ لپکتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے، مجھے پکڑا اور گدی کے بل لٹا دیا، میرا پیٹ چاک کیا، میرا دل نکالا اور اسے چیرا دیا، اس سے گاڑھے خون کے دو سیاہ ٹکڑے نکالے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: برف والا پانی لاؤ۔ پس اس نے اس پانی سے میرا پیٹ دھویا، پھر کہا: اولوں والا پانی لاؤ۔ اس سے اس نے میرا دل دھویا اور پھر کہا: سکینت لاؤ۔ اس (اطمینان و سکون کو) میرے دل میں چھڑک دیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: ٹانکے لگا دو۔ پس اس نے ٹانکے لگا دیے اور اس پر مہر نبوّت ثبت کر دی۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: اس (محمد ﷺ) کو (ترازو کے) ایک پلڑے میں اور دوسرے میں اس کی امت کے ہزار افراد رکھو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (جب انھوں نے وزن کرنے کے لیے ترازو اٹھایا تو) میں نے دیکھا کہ وہ ہزار آدمی (میرے مقابلے میں کم وزن ہونے کی وجہ سے) اتنے اوپر اٹھ گئے کہ مجھے یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ پر گر پڑیں۔ پھر اس نے کہا: اگر ان کا وزن ان کی پوری امت سے کیا جائے تو یہ (محمد ﷺ) وزنی ثابت ہوں گے، پھر وہ چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت میں بہت زیادہ گھبرا گیا، اپنی دایہ کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ اسے سنا دیا، اسے یہ

وَحَدَّثْتُهَا بِالَّذِي لَقِيتُ ، فَلَمْ يَرُعْهَا ذٰلِكَ ، وَقَالَتْ: إِنِّي رَأَيْتُ حِيْنَ خَرَجَ مِنِّي۔يَعْنِي: نُوْرًا۔ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔)) (الصحيحة:٣٧٣)

اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں آپ ﷺ کی عقل میں کوئی فتور نہ آ گیا ہو۔ اس نے کہا: میں تجھے اللہ تعالی کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر اس نے اونٹ پر کجاوہ رکھا، مجھے کجاوے پر بٹھایا اور خود میرے پیچھے سوار ہوگئی اور مجھے میری ماں (آمنہ) کے پاس پہنچا دیا اور میری ماں کو کہا: میں نے اپنی امانت اور ذمہ داری ادا کر دی ہے، پھر اسے وہ سارا واقعہ سنا دیا، جو مجھے پیش آیا تھا۔ لیکن (یہ ماجرا) میری ماں کو نہ گھبرا سکا، بلکہ انھوں نے کہا: جب یہ بچہ (میرے بطن سے) پیدا ہوا تھا تو میں نے ایک نور دیکھا تھا، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔''

تخريج: أخرجه الدارمي: ١/ ٨-٩، والحاكم: ٢/ ٦١٦-٦١٧، وأحمد: ٤/ ١٨٤

**شرح:**...... اس میں اعلام نبوت کا بیان ہے، جن کی حقیقت و کیفیت اور علت و وجہ کا علم اللہ تعالی کو ہے۔

(٣٧٩٠)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ عَلِمْتَ أَنَّكَ نَبِيٌّ حِيْنَ اسْتُنْبِئْتَ؟ فَقَالَ: (( يَا أَبَا ذَرٍّ! أَتَانِي مَلَكَانِ وَأَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَكَّةَ ، فَوَقَعَ أَحَدُهُمَا عَلَى الْأَرْضِ ، وَكَانَ الْآخَرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَهُوَ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ ، قَالَ: فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِهِ ، فَوَزَنْتُهُ ، ثُمَّ قَالَ: فَزِنْهُ بِعَشَرَةٍ ، فَوُزِنْتُ بِهِمْ ، فَرَجَحْتُهُمْ ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِمِئَةٍ فَوُزِنْتُ بِهِمْ ، فَرَجَحْتُهُمْ ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِأَلْفٍ ، فَوُزِنْتُ بِهِمْ ، فَرَجَحْتُهُمْ ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُوْنَ عَلَيَّ مِنْ خِفَّةِ الْمِيْزَانِ ، قَالَ: فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: لَوْ وَزَنْتَهُ بِأُمَّةٍ لَرَجَحَهَا۔)) (الصحيحة:٢٥٢٩)

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب آپ کو تاجِ نبوت پہنایا گیا تو آپ کو کیسے پتہ چلا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو ذر! میرے پاس دو فرشتے آئے اور میں اس وقت مکہ کی کسی وادی میں تھا، ان میں ایک زمین پر تھا اور دوسرا زمین و آسمان کے مابین۔ ایک نے دوسرے سے کہا: (جس شخصیت کی طرف ہم کو بھیجا گیا ہے) کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: ایک آدمی کے ساتھ ان کا وزن کرو، میرا وزن کیا گیا، لیکن میں بھاری رہا۔ اس نے کہا: دس آدمیوں سے ان کا وزن کرو۔ میرا وزن کیا گیا، لیکن میں ان پر بھی بھاری ثابت ہوا۔ اس نے کہا: سو افراد کے ساتھ وزن کرو۔ میرا وزن کیا گیا، لیکن میرا وزن زیادہ رہا۔ اس نے کہا: ہزار افراد کے ساتھ وزن کرو۔ میرا وزن کیا، لیکن (اب کی بار بھی) میں ہی وزنی رہا اور ان (ہزار آدمیوں کا پلڑا ہلکا ہونے کی وجہ سے) اتنا اوپر اٹھ گیا کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہیں وہ خفتِ میزان کی وجہ سے مجھ پر گر ہی نہ جائیں۔ (بالآخر) ایک نے دوسرے سے کہا: اگر تو ان کا وزن ان کی پوری امت سے کر دے تو یہ سب پر بھاری ثابت ہوں گے۔''

تخریج: أخرجه الدارمي: ١/ ٩

**شرح** :...... اس میں نبی کریم ﷺ کی شان وعظمت کا بیان ہے۔

## آپ ﷺ کی طرف وحی کی کیفیت

(٣٧٩١)۔ عَنْ عَائِشَةَ: اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ: كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ: ((اَحْيَانًا يَأْتِيْنِي فِيْ مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ، ثُمَّ يَفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُهُ، وَاَحْيَانًا مَلَكٌ فِيْ مِثْلِ صُوْرَةِ الرَّجُلِ، فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ۔)) (الصحيحة:٣٩٥٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کے پاس وحی کے آنے کیا کیفیت ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی تو وہ گھنٹی کی گونج کی طرح آتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر بڑی گراں گزرتی ہے، جب یہ کیفیت چھٹتی ہے تو میں وہ وحی یاد کر چکا ہوتا ہوں اور بسا اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ میرے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آتا، پھر جو کچھ وہ کہتا ہے، میں یاد کر لیتا ہوں۔''

تخريج: أخرجه البخاري: رقم۔ ٢، ٣٢١٥، ومالك في "المؤطأ": ١/ ٢٠٦۔ ٢٠٧، والترمذي: ٩/ ٢٥٢۔ ٢٥٣۔، والنسائي: ١/ ١٤٧۔ ١٤٨، وابن حبان في "صحيحه": ١/ ١٢٣۔ ١٢٤/ ٣٨، والبيهقي في "السنن": ٧/ ١٥٢۔١٥٣، والبغوي في "شرح السنة": ١٣/ ٣٢١/ ٣٧٣٧، وأحمد: ٦/ ١٥٨۔١٦٣، ٢٥٦۔ ٢٥٧، والطبراني في "المعجم الكبير": ٣/ ٢٩٣/ ٣٣٤٣، ٣٣٤٤

(٣٧٩٢)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُوْلُ: ((كَانَ إِذَا نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ ﷺ ثَقُلَ لِذٰلِكَ، وَتَحَدَّرَ جَبِيْنُهُ عَرَقًا كَاَنَّهُ الْجُمَانُ، وَإِنْ كَانَ فِي الْبَرْدِ۔)) (الصحيحة:٢٠٨٨)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ مشقت میں پڑ جاتے تھے اور آپ ﷺ کی پیشانی سے موتیوں کی طرح پسینہ بہتا تھا، اگرچہ سردی کا موسم ہوتا۔

تخريج: أخرجه أبو نعيم فى "دلائل النبوة": ٧٣، والطبرانى فى "المعجم الكبير": ٥/ ١٢٣/ ٤٧٨٧

**شرح** :...... وحی الٰہی کی تین صورتیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کا دل میں کسی بات کا ڈال دینا یا خواب میں بتلا دینا اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (۲) پردے کے پیچھے سے کلام کرنا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر کیا گیا۔ (۳) فرشتے کے ذریعے سے وحی بھیجنا۔ ان تینوں صورتوں کا ذکر سورۂ شوریٰ میں موجود ہے۔

تیسری صورت کی پھر دو صورتیں ہیں: (۱) گھنٹی کی آواز میں اور (۲) فرشتے کا انسانی شکل اختیار کر کے وحی لے کر آنا۔ مذکورہ بالا احادیث میں وحی کی اس کیفیت کا بیان ہے، جو گھنٹی کی آواز میں آتی تھی، یہ آپ ﷺ پر گراں گزرتی تھی اور آپ پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کی عجز و انکساری

(۳۷۹۳)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔))

(الصحيحة: ٣٣٤٤)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے خیر البریّہ! (یعنی مخلوقات میں سے بہترین) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (وصف تو) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔''

تخريج:أخرجه مسلم: ٧/ ٩٧، وأبوداود: ٤٦٧٢، والترمذي: ٣٣٤٩، والنسائي في "السنن الكبرى": ٦/ ٥٢٠/ ١١٦٩٢، وابن أبي شيبة في "المصنف": ١١/ ٥١٨/ ١١٨٦٥، و الطحاوي في "مشكل الآثار": ٣/ ٤٨۔ ٤٩۔ المؤسسة، وأحمد: ٣/ ١٧٨ و ١٨٤، وأبو يعلي: ٧/ ٣٩۔ ٤٠/ ٣٩٤٨۔ ٣٩٥٠، وأبونعيم في "أخبار أصبهان": ١/ ١٢٨ و٢/ ١٦٥، والبيهقي في "دلائل النبوة": ٤/ ٤٩٧

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ خود افضل الخلق ہیں، اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، میدانِ حشر میں آپ ہی لوگوں کے سردار ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام لوگ آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے محض عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''خیر البریہ'' کہا ہے۔

(۳۷۹٤)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی ، لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ جَاءَ نِيَ الدَّاعِي لَاَجَبْتُ ، اِذْ جَاءَهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ: ﴿فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾ ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی لُوْطٍ اِنْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيْدٍ ، اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ: ﴿لَوْاَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ آوِيْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ ، فَمَا بَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا فِيْ ثَرْوَةٍ مِنْ قَوْمِهِ۔))

(الصحيحة:١٦١٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن خلیلِ رحمٰن ابراہیم، کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے۔ اگر میں (محمد ﷺ) اتنا عرصہ جیل میں ٹھہرتا جتنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے اور میرے پاس بلانے کے لیے داعی آتا تو میں (فوراً) اس کی بات قبول کرتا اور جب ان کے پاس قاصد آیا تو انھوں نے تو کہا: ﴿اس سے پوچھو کہ اب ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے﴾ (سورۂ یوسف: ۵۰) اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحمت کرے، وہ تو کسی مضبوط آسرے کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا﴾ (سورۂ ہود: ۸۰) سو ان کے بعد جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجا

تو اسے اس کی قوم کے لوگوں کے انبوہ کثیر میں بھیجا۔“

تخریج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد" ٦٠٥، والترمذي: ٤/ ١٢٨ ـ ١٢٩، و الحاكم: ٢/ ٣٤٦ و ٥٧٠، وأحمد: ٢/ ٣٣٢، ٣٨٤، وأخرجه مسلم: ٧/ ٩٨ مختصرا

**شرح:**...... کریم بن کریم...... کا مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں ہستیاں معزز و مکرم بزرگ تھیں۔ حضرت یوسف کا ذکر کر کے آپ ﷺ اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے ان کا صبر بیان کر رہے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام ﴿لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ آوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ میں قوت سے اپنے دست و بازو اور اپنے وسائل کی قوت یا اولاد کی قوت مراد ہے اور رکن شدید (مضبوط آسرا) سے خاندان، قبیلہ یا اسی قسم کا کوئی مضبوط سہارا مراد ہے۔ یعنی نہایت بے بسی کے عالم میں آرزو کر رہے ہیں کہ کاش! میرے اپنے پاس کوئی قوت ہوتی یا کسی خاندان اور قبیلے کی پناہ اور مدد مجھے حاصل ہوتا تو آج مجھے مہمانوں کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی نہ ہوتی، میں ان بدقماشوں سے نمٹ لیتا اور مہمانوں کی حفاظت کر لیتا۔

(٣٧٩٥)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((عَجِبْتُ لِصَبْرِ اَخِيْ يُوْسُفَ وَكَرَمِهِ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ حَيْثُ أُرْسِلَ اِلَيْهِ لِيَسْتَفْتِيَ فِي الرُّؤْيَا، وَلَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أَفْعَلْ حَتّٰى أَخْرُجَ، وَعَجِبْتُ لِصَبْرِهٖ وَكَرَمِهٖ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ أُتِيَ لِيَخْرُجَ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى اَخْبَرَهُمْ بِعُذْرِهٖ، وَلَوْ كُنْتُ اَنَا لَبَادَرْتُ الْبَابَ، وَلَوْلَا الْكَلِمَةُ لَمَا لَبِثَ فِي السِّجْنِ حَيْثُ يَبْتَغِي الْفَرَجَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ، قَوْلُهُ: ﴿اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (يوسف: ٤٢)۔)) (الصحيحة: ١٩٤٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ۔ اللہ تعالی ان کو معاف فرمائے۔ کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے (جیل سے) باہر نکل آتا۔ بس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالی ان کو معاف فرمائے، ان کے پاس آدمی آیا تا کہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے، جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کر دی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔ اگر ﴿اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا﴾ (سورۂ یوسف: ۴۲) والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے، جب کہ وہ غیر اللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔“ (صحیحہ: ١٩٤٥)

١٠٩: تخريج: أخرجه الطبراني: رقم۔ ١١٦٤٠

**شرح:**...... نبی کریم ﷺ عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور کشادہ دلی کی تعریف کر رہے ہیں۔

آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیج دیا گیا، آپ کے ساتھ دو نوجوان بھی قید خانے میں داخل ہوئے تھے،

انھوں نے ایک خواب دیکھا تھا اور اس کی بابت حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کیا تھا، جب آپ نے ان کو تعبیر بتلائی کہ ایک بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہوگا اور دوسرے کو سولی چڑھا دیا جائے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کے بارے میں بچ جانے کی امید تھی، اسے کہا تھا کہ ''اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کرنا''۔

مقام نبوت کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے اور اسے یہ نہ کہتے کہ وہ بادشاہ کے سامنے آپ کا ذکر کرے، آپ ﷺ نے درج بالا حدیث کے آخری جملے میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(٣٧٩٦)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ جَاءَ الدَّاعِي لَاَجَبْتُهُ، إِذْ جَاءَهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ: ﴿اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ﴾، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى لُوْطٍ اِنْ كَانَ لَيَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ: ﴿لَوْ اَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً اَوْ آوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ وَمَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا فِي ثَرْوَةٍ مِنْ قَوْمِهِ۔))

(الصحيحة: ١٨٦٧)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں (محمد ﷺ) اتنا عرصہ جیل میں ٹھہرتا جتنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے اور میرے پاس بلانے کے لیے داعی آتا تو میں (فوراً) اس کی بات قبول کرتا اور جب ان کے پاس قاصد آیا تو انھوں نے تو کہا: ﴿اس سے پوچھو کہ اب ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بیشک میرا ربّ ان کے مکر سے واقف ہے۔﴾ (سورۂ یوسف: ۵۰) اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحمت کرے، وہ تو کسی مضبوط آسرے کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا﴾ (سورۂ ہود: ۸۰) سو ان کے بعد جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجا تو اسے اس کی قوم کے لوگوں کے انبوہ کثیر میں بھیجا۔''

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ٢/ ٢٣٢، والترمذي: ٤/ ١٢٩، والحديث اخرجه البخاري: ٤/ ١١٩، ومسلم: ١/ ٩٢، ٧/ ٩٨، وابن ماجه: ٢/ ٤٩٠ وزادوا في اوله: ((نحن احق بالشك من ابراهيم......۔))

**شرح**:...... آپ ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر کا ذکر کر کے اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کر رہے ہیں۔

## آپ ﷺ کا عبدیت کو بادشاہت پر ترجیح دینا

(٣٧٩٧)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَلَسَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ اِلَى السَّمَاءِ، فَاِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ، فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ: هٰذَا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جبریل امین، نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے اور آسمان کی طرف دیکھا، (کیا دیکھتے ہیں کہ) ایک فرشتہ اتر رہا تھا۔ پس جبریل نے آپ ﷺ کو

الْمَلَكُ مَا نَزَلَ مُنْذُ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ: يَامُحَمَّدُ! اَرْسَلَنِي اِلَيْكَ رَبُّكَ :أَمَلِكًا اَجْعَلُكَ اَمْ عَبْدًا رَسُوْلًا؟ قَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ: تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا، بَلْ عَبْدًا رَسُوْلًا۔)) (الصحيحة:١٠٠٢)

بتایا کہ یہ فرشتہ اپنی ولادت سے لے کر آج تلک کبھی نہیں اترا۔ جب وہ اتر چکا تو اس نے کہا: اے محمد! آپ کے ربّ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، (میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ) میں (اللہ) آپ کو بادشاہ بناؤں یا بندہ جو رسول ہو؟ جبریل نے آپ ﷺ کو کہا: اے محمد! اپنے ربّ کے لیے عاجزی کا ثبوت دو۔ سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ (وہ مجھے) بندہ اور رسول بنا دے۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٢١٣٧، وأحمد: ٢/ ٢٣١

## تنے کا رونا

(٣٧٩٨)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَا: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ اِلَى جِذْعٍ، فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ ذَهَبَ اِلَى الْمِنْبَرِ، فَحَنَّ الْجِذْعُ، فَاَتَاهُ وَاحْتَضَنَهُ، فَسَكَنَ، فَقَالَ: ((لَوْ لَمْ اَحْتَضِنْهُ، لَحَنَّ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) (الصحيحة: ٢١٧٤)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک تنے کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے، جب آپ ﷺ نے منبر کا اہتمام کیا تو وہ تنا رونے لگ گیا، آپ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے ساتھ چمٹ گئے، پس وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اس کو گلے نہ لگاتا تو یہ روزِ قیامت تک روتا رہتا۔''

تخريج: أخرجه البخاري في "التاريخ": ٤/ ١/ ٢٦، والدارمي: ١/ ١٨، ١٩ و ٣٦٧، وابن ماجه: ١/ ٤٣٣، وأحمد: ١/ ٢٤٩، ٢٦٦، ٢٦٧، ٣٦٣، والبغوي في "حديث هدبة بن عمار": ١/ ١٥٧، ١٥٨، والضياء في "المختارة": ١/ ٥٠٨

**شرح**:...... جب اس تنے نے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل آپ ﷺ کے خطبے کی آواز گم پائی تو اس نے رونا شروع کر دیا۔

(٣٧٩٩)۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ اِلَى جِذْعِ نَخْلَةٍ، قَالَ: فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ ـ كَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ ـ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا، أَفَآمُرُهُ اَنْ يَتَّخِذَ لَكَ مِنْبَرًا تَخْطُبُ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ایک انصاری عورت، جس کا غلام بڑھئی تھا، نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا غلام بڑھئی ہے، کیا میں اسے یہ حکم دے دوں کہ وہ آپ کے لیے ایک ممبر بنائے، تاکہ آپ اس پر کھڑے ہو کر خطبہ

عَلَيْهِ؟ قَالَ ﷺ: ((بَلٰى۔)) قَالَ: فَاتَّخَذَ لَهُ مِنْبَرًا۔ قَالَ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، خَطَبَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔ قَالَ: فَأَنَّ الْجِذْعُ الَّذِيْ كَانَ يَقُوْمُ عَلَيْهِ كَمَا يَئِنُّ الصَّبِيُّ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هٰذَا بَكٰى لِمَا فَقَدَ مِنَ الذِّكْرِ۔)) (الصحيحة:٣٥٤٧)

ارشاد فرمائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں''؟ پس اس نے منبر بنایا۔ جب جمعہ کا دن آیا اور آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے، تو اس تنے نے بچے کی طرح رونا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب اس تنے نے ذکر (یعنی خطبہ کی باتیں) گم پائیں تو اس نے رونا شروع کر دیا۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٢٠٩٥، ٣٥٨٤، وأحمد: ٣/ ٣٠٠، والبيهقي في "دلائل النبوة": ٢/ ٥٦٠

**شرح**:...... انسان اور جن کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوقات ہیں، ان کا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں اور اس کی تسبیح و تعریف بیان کرتی ہیں۔ بسا اوقات ان کا یہ انداز انسان کو بھی دکھا دیا جاتا ہے۔

## آپ ﷺ اور آپ کی امت ایک دوسرے کے نصیبے میں آئے ہیں

(٣٨٠٠)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنَا حَظُّكُمْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنْتُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ۔)) (الصحيحة:٣٢٠٧)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں انبیا میں سے تمھارا حصہ ہوں اور تم امتوں میں سے میرا حصہ ہو۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ٢٣٠٤، وابن شاهين في "الأفراد": ق ٤/ ١، والبزار: ٣/ ٣٢١/ ٢٨٤٧، وأبونعيم في "آخبار أصبهان": ٢/ ٢٢٤، والطبراني في "الكبير"

## کیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ دیکھا؟

(٣٨٠١)۔ عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَا أَبَا عَائِشَةَ! ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُمْ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، قُلْتُ: مَاهُنَّ؟ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأٰى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، قَالَ: وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَنْظِرِيْنِي وَلَا تَعْجَلِيْنِي، أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ

مسروق کہتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ انھوں نے مجھے کہا: اے ابو عائشہ! تین امور ہیں، ان میں سے ایک کا قائل ہونے کا مطلب اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگانا ہوگا۔ میں نے کہا: وہ کون سے امور ہیں؟ انھوں نے کہا: جس آدمی کا یہ خیال ہو کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا۔ میں ٹیک لگائے ہوئے تھا، یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور کہا: اے ام المومنین! ذرا مجھے مہلت دیجئے اور جلدی مت کیجیے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ

عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾ (التكوير:٢٣) ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (النجم:١٣)؟ فَقَالَتْ: اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: ((اِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ، لَمْ اَرَهُ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ عَلَيْهَا اِلَّا هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ، رَاَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ، سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔)) فَقَالَتْ: اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام: ١٠٣)؟ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الشورى: ٥١)؟ قَالَتْ: وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدة: ٦٧) قَالَتْ: وَمَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ، فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل:٦٥)۔

(الصحيحة:٣٥٧٥)

نہیں فرمایا کہ ﴿اور تحقیق اس نے اس کو واضح افق میں دیکھا﴾ (سورۂ تکویر: ۲۳) ﴿اور تحقیق اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا﴾ (سورۂ نجم: ۱۳) (ان آیات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ربّ تعالیٰ کو دیکھا ہے)؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس امت میں میں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے ان آیات کے بارے میں سوال کیا تھا اور آپ ﷺ نے مجھے یہ جواب دیا: ''یہ تو جبریل تھا، میں نے اسے اس کی اصلی حالت میں دو مرتبہ دیکھا، میں نے اسے آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، اس کی بڑی جسامت نے آسمان و زمین کے درمیانی خلا کو بھر رکھا تھا۔'' پھر سیدہ نے کہا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿آنکھیں اس اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں، لیکن وہ آنکھوں کا ادراک کر لیتا ہے اور وہ تو باریک بیں اور باخبر ہے۔﴾ (سورۂ انعام: ۱۰۳) نیز آپ نے یہ ارشادِ باری تعالیٰ نہیں سنا: ﴿اور ناممکن ہے کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو چاہے وحی کرے، بیشک وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔﴾ (سورۂ شوریٰ: ۵۱) سیدہ نے کہا: اور جس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے بعض احکام چھپائے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام دھر دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ﴿اے رسول! جو کچھ تیرے رب کی طرف تیری طرف نازل کیا گیا، اسے آگے پہنچا دو، اگر تم نے ایسے نہ کیا تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا﴾ (سورۂ مائدہ: ۶۷) پھر انھوں نے کہا: اور جس نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ آئندہ کل میں ہونے والے امور کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿کہہ دیجئے کہ

آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب نہیں جانتا﴾ (سورۂ نمل: ۶۵)۔

تخریج: رواه مسلم: ١/ ١١٠- واللفظ له-، وأحمد: ٦/ ٢٣٦، ٢٤١، والطيالسي: ١٤٠٨، والنسائي في "الكبرى": ١١٥٣٢، والترمذي: ٣٠٦٨، وأسحاق بن راهويه في "مسنده": ٨٨٤، وابن خزيمة في "التوحيد": صـ ١٤٥ـ ١٤٦، وأبو الشيخ الأصبهاني في "العظمة": ٤٨٥

**شرح**:...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تین باتیں بیان کی ہیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغِ رسالت کا حق ادا کیا اور قرآن مجید کا کوئی حصہ مخفی نہیں رکھا۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے تھے۔

لیکن درج ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تھا:

عبدالرحمٰن بن عائش سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ)) (دارمی مرسلا)...... ''میں نے اپنے ربّ کو سب سے خوبصورت شکل میں دیکھا۔'' امام دارمی نے اس حدیث کو ''باب رؤیۃ الرب تعالی فی النوم'' میں ذکر کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَتَانِی اللَّیْلَةَ رَبِّیْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ)) قَالَ: اَحْسِبُهُ قَالَ: ((فِي الْمَنَامِ)) (ترمذی)...... ''میرا رب تعالیٰ رات کو میرے پاس سب سے خوبصورت شکل میں آیا۔'' راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند کا ذکر بھی کیا، (یعنی نیند میں یہ واقعہ پیش آیا)۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنِّیْ قُمْتُ مِنَ اللَّیْلِ، فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّیْتُ مَا قُدِرَ لِیْ، فَنَعَسْتُ فِیْ صَلَاتِیْ حَتّٰی اسْتَثْقَلْتُ، فَاِذَا اَنَا بِرَبِّیْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ۔)) (ترمذی)...... ''میں رات کو اٹھا، وضو کیا اور نماز پڑھتا رہا، جتنی میرے مقدر میں تھی۔ مجھے نماز میں ہی اونگھ آنے لگ گئی، یہاں تک کہ میں بوجھل ہو گیا، میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ربّ تبارک و تعالیٰ کے سامنے ہوں، جبکہ وہ سب سے خوبصورت شکل میں ہے۔''

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

(۳۸۰۲)۔ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ، فَكَاَنَّمَا رَآنِيْ فِي الْيَقْظَةِ، اِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَتَمَثَّلَ بِيْ۔))

(الصحيحة: ١٠٠٤)

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، گویا کہ اس نے مجھے بیداری کی حالت میں دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔''

تخريج: أخرجه ابن ماجه: ٤/ ٣٩٠، وابن حبان: ١٨٠١

**شــــرح:**...... آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا شرف حاصل ہونا، اس کا معنی و مفہوم کیا ہے؟ ''المناقب والمثالب'' میں ''آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا'' کا عنوان دیکھیں۔

## واقعہ اسرا و معراج

یہ نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے، جو مکی دور میں آپ ﷺ کے جسدِ اطہر اور روحِ مقدس سمیت پیش آیا، اسرا سے مراد راتوں رات نبی کریم ﷺ کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس میں اور معراج سے مراد بیت المقدس سے عالم بالا میں تشریف لے جانا ہے، مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک چالیس دنوں کا سفر ہے۔

(٣٨٠٣)۔ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ ، وَهُوَ دَابَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ ، يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهِ۔ فَلَمْ نُزَايِلْ ظَهْرَهُ اَنَا وَجِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ ، فَفُتِحَتْ لَنَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ ، وَرَاَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ۔)) قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: وَلَمْ يُصَلِّ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔ قَالَ زِرٌّ: فَقُلْتُ لَهُ: بَلٰى قَدْ صَلّٰى۔ قَالَ حُذَيْفَةُ: مَااسْمُكَ؟ يَا اَصْلَعُ! فَاِنِّيْ اَعْرِفُ وَجْهَكَ وَلَا اَعْرِفُ اسْمَكَ؟ فَقُلْتُ: اَنَا زِرُّ بْنُ حُبَيْشٍ۔ قَالَ: وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهُ قَدْ صَلّٰى؟ قَالَ: فَقُلْتُ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ آيَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الاسراء:١) قَالَ: فَهَلْ تَجِدُهٗ صَلّٰى؟ لَوْ صَلّٰى لَصَلَّيْتُمْ فِيْهِ كَمَا تُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ قَالَ زِرٌّ: وَرَبَطَ الدَّابَّةَ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ يَرْبِطُ بِهَا

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس سفید رنگ کا لمبا سا جانور براق لایا گیا، (اس کی سبک رفتاری کا یہ عالم تھا کہ) وہ اپنا قدم اپنی منتہائے نگاہ تک رکھتا تھا۔ میں اور جبریل اس پر سوار ہوئے، حتی کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ ہمارے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور میں نے جنت اور جہنم دونوں دیکھیں۔'' حذیفہ بن یمان نے کہا کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ لیکن (سند کے راوی) زر کہتے ہیں: میں نے انھیں کہا: کیوں نہیں، آپ ﷺ نے تو نماز پڑھی تھی۔ حذیفہ نے کہا: گنجے! تیرا نام کیا ہے؟ میں تیرا چہرہ تو پہنچانتا ہوں، لیکن مجھے تیرے نام کا علم نہیں ہے۔ میں نے کہا: میں زر بن حبیش ہوں۔ انھوں نے کہا: تجھے کیسے پتہ چلا کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا: ارشادِ باری تعالی ہے: ''پاک ہے وہ اللہ تعالی جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دی رکھی ہے، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ تعالی ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔'' (سورۂ اسراء:۱) انھوں نے کہا: کیا اس میں تجھے کوئی نماز پڑھنے کا تذکرہ ملتا ہے؟ اگر آپ ﷺ نے نماز

الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، قَالَ حُذَيْفَةُ: اَوَكَانَ يَخَافُ اَنْ تَذْهَبَ مِنْهُ وَقَدْ اَتَاهُ اللّٰهُ بِهَا؟ (الصحيحة: ٨٧٤)

پڑھی ہوتی تو تم لوگ بھی نماز پڑھتے، جیسا کہ مسجد حرام میں پڑھتے ہو۔ زر کہتے ہیں: آپ ﷺ نے اپنی سواری اس کڑے کے ساتھ باندھ دی، جس کے ساتھ دوسرے انبیا علیہم السلام باندھتے تھے۔ حذیفہ نے پوچھا: (آیا باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ) آپ ﷺ کو خدشہ تھا کہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے آپ ﷺ کے پاس لائے تھے۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٣٩٢، ٣٩٤، والترمذي: ٤/ ١٣٩، والحاكم: ٢/ ٣٥٩

(٣٨٠٤)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ، وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ، يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهِ، قَالَ: فَرَكِبْتُهُ حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ، قَالَ: فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهَا الْأَنْبِيَاءُ، قَالَ: ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَ نِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ۔ فَقِيْلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ۔ قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ۔ قِيْلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ، فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ۔ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فَقِيْلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ۔ قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ۔ قِيْلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ۔ فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس براق لایا گیا، وہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا سفید رنگ کا لمبا جانور تھا، وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ جاتی تھی۔ میں اُس پر سوار ہوا، (اور چل پڑا) حتیٰ کہ بیت المقدس میں پہنچ گیا، میں نے اُس کو اُس کڑے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ دوسرے انبیا بھی باندھتے تھے، پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

جب میں وہاں سے نکلا تو حضرت جبریل علیہ السلام شراب کا اور دودھ کا ایک ایک برتن لائے، میں نے دودھ کا انتخاب کیا۔ جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو پسند کیا ہے۔ پھر ہمیں آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ (جب ہم وہاں پہنچے تو) جبریل نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا، کہا گیا: کون ہے؟ اس نے کہا: جبریل ہوں۔ پھر کہا گیا: تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ اُس نے کہا: (جی ہاں) انہیں بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا، انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے دعا کی۔ پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا، پوچھا گیا: کون ہے؟ اس نے کہا: جبریل ہوں۔ فرشتوں نے

الْخَالَةِ: عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا، فَرَحَّبَا وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ- ثُمَّ عُرِجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ فَقِيْلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ- قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ ﷺ- قِيْلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ- فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِيُوْسُفَ ﷺ، إِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ- قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ- قَالَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ- فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيْسَ، فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ- فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ- قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: جِبْرِيْلُ- قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ- قِيْلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ- فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِهَارُوْنَ ﷺ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ- قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ قِيْلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِمُوْسٰى ﷺ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ،

پوچھا: تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ فرشتوں نے کہا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: (جی ہاں!ان کو بلایا گیا ہے۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔

میں نے خالہ زاد بھائیوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا کو دیکھا، اُن دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے خیر و بھلائی کی دعا کی۔ پھر ہمیں تیسرے آسمان کی طرف اٹھایا گیا، جبریل نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔فرشتوں نے پوچھا: کون؟اس نے کہا: جبریل۔فرشتوں نے پوچھا: تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ۔کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟جبریل نے کہا: جی ہاں! انہیں بلایا گیا ہے۔سو ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، وہاں میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا،(ان کی خوبصورتی سے معلوم ہوتا تھا کہ) نصف حسن ان کو عطا کیا گیا ہے۔اُنہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔

پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف اٹھایا گیا، جبریل نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ پوچھا گیا: کون؟ اس نے کہا: جبریل ہوں۔ پھر پوچھا گیا: تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں! اُن کو بلایا گیا ہے، پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا، انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے خیر و بھلائی کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے حضرت ادریس کا مقام و مرتبہ بلند کیا۔پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا، اور دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ کہا گیا: کون ؟ اس نے کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔

فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ۔ فَقِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ۔ قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ ﷺ ۔ قِيْلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيْمَ مُسْنِداً ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ، وَإِذَا هُوَيَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ لَايَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ۔ ثُمَّ ذَهَبَ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ، وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ، قَالَ: فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَاغَشِيَ، تَغَيَّرَتْ، فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحَى، فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَنَزَلْتُ إِلَى مُوْسٰى فَقَالَ: مَافَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: خَمْسِيْنَ صَلَاةً۔ قَالَ: اِرْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَايُطِيْقُوْنَ ذٰلِكَ، فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ وَخَبَرْتُهُمْ۔ قَالَ: فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّيْ۔ فَقُلْتُ: يَارَبِّ! خَفِّفْ عَلٰى أُمَّتِي، فَحَطَّ عَنِّي خَمْساً فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى، فَقُلْتُ: حَطَّ عَنِّي خَمْساً۔ قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَايُطِيْقُوْنَ ذٰلِكَ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ۔ قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَبَيْنَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى قَالَ: يَامُحَمَّدُ! إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَذٰلِكَ خَمْسُوْنَ

پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے جواب دیا: جی ہاں! انہیں بلایا گیا ہے، پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں حضرت ہارون ﷺ کو دیکھا، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر کی دعا کی۔

پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور چھٹے آسمان پر دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا۔ کہا گیا: کون؟ اس نے کہا: جبریل ہوں۔ کہا گیا: تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پس ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے وہاں حضرت موسیٰ ﷺ کو دیکھا۔ اُنہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا۔ پوچھا گیا: کون؟ اس نے کہا: جبریل ہوں۔ کہا گیا: تیرے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔ سو دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے حضرت ابراہیم ﷺ کو دیکھا۔ وہ بیت معمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (بیتِ معمور کی کیفیت یہ ہے کہ) ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔

پھر حضرت جبریل مجھے سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى کے پاس لے گئے، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے اور اُس کا پھل مٹکوں کی مانند۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی چیز سے اسے ڈھانکا گیا تو (اس کی کیفیت یوں) بدل گئی کہ خلقِ خدا میں کوئی بھی اس کا حسن بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی اور ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں اُتر کر موسیٰ ﷺ کے پاس آیا، انہوں نے

صَلَاةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا، كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْراً، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا، لَمْ يُكْتَبْ شَيْئاً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً. قَالَ: فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: اِرْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَقُلْتُ: قَدْ رَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.)) (الصحيحة: ٣٩٥٦)

پوچھا: تیرے رب نے تیری امت پر کیا کچھ فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اپنے ربّ کے پاس جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو، تیری امت (کے افراد) میں اتنی استطاعت نہیں ہے، میں نے بنی اسرائیل کو آزما لیا ہے اور اُن کا تجربہ کر چکا ہوں، آپ ﷺ نے کہا: پس میں اپنے پروردگار کی طرف واپس چلا گیا اور کہا: اے میرے ربّ! میری امت کے لیے (نمازوں والے حکم میں) تخفیف کیجیے۔ پس اللہ تعالی نے پانچ نمازیں کم کر دی۔ پھر میں موسیٰ کی طرف لوٹا اور ان کو بتلایا کہ مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دی گئی ہیں، انہوں نے کہا: تیری امت کو اتنی طاقت بھی نہیں ہوگی، اس لیے اپنے رب کے پاس جاؤ اور اس سے (مزید) کمی کا سوال کرو۔ آپ نے فرمایا: میں اسی طرح اپنے پروردگار اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، ہر نماز (کے عوض) دس نمازوں کا ثواب ہے، (اس طریقے سے یہ) پچاس نمازیں ہوں گئیں اور (مزید سنو کہ) جس نے نیکی کا قصد کیا اور (عملاً) نہیں کی تو اُس کے لیے ایک نیکی لکھ جائے گی اور اگر اُس نے وہ نیکی عملاً کر لی تو اُس کے لیے دس گنا ثواب لکھ دیا جائے گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور عملاً اُس کا ارتکاب نہیں کیا، تو اُس (کے حق میں کوئی گناہ) نہیں لکھا جائے گا، اور اگر اُس نے عملاً برائی کا ارتکاب کر لیا تو (پھر بھی) اُس کے لیے ایک برائی لکھ دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نیچے اترا اور موسیٰ ﷺ تک پہنچا اور اُن کو (ساری صورتحال کی) خبر دی۔ انہوں نے پھر کہا: اپنے پرودگار کی طرف لوٹ جاؤ اور اُس سے مزید تخفیف کا سوال کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کہا: میں اپنے پروردگار کی طرف (بار بار) لوٹ چکا ہوں۔ اب تو میں اپنے ربّ سے شرماتا ہوں۔''

تخريج: أخرجه مسلم: ١/ ٩٩، وأبو عوانة: ١/ ١٢٦-١٢٨، وأحمد: ٣/ ١٤٨، وأخرجه البخاري: ٣٥٧٠، ٤٩٦٤، ٥٦١٠، ٦٥٨١، ٧٥١٧ ليكن قدم فيه شيئا و أخر وزاد ونقص

(٣٨٠٥)۔ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَمَّا انْتَهَيْنَا إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ جِبْرِيْلُ بِإِصْبَعِهِ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ.)) (الصحيحة: ٣٤٨٧)

ابن بریدا پنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ہم بیت المقدس پہنچے تو جبریل نے اپنی انگلی سے پتھر میں سوراخ کیا اور براق کو اُس کے ساتھ باندھ دیا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٣١٣٢، وابن حبان: ٣٤۔ موارد، والحاكم: ٢/ ٣٦٠

**شرح:**...... اسراء سے مراد راتوں رات نبی کریم ﷺ کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس میں اور معراج سے مراد بیت المقدس سے عالم بالا میں تشریف لے جانا ہے، مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک چالیس دنوں کا سفر ہے، یہ واقعہ آپ ﷺ کے جسد اطہر اور روح مقدس سمیت پیش آیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے، جو آپ کو پانچ سنہ نبوی یا ستائیس رجب دس سنہ نبوی یا سترہ رمضان بارہ سنہ نبوی یا محرم یا سترہ ربیع الاول تیرہ سنہ نبوی کو عطا کیا گیا۔

ہمارے ہاں واقعۂ اسراء و معراج کی مناسبت سے ہر سال ستائیس رجب کی رات کو مخصوص انداز میں گزارا جاتا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کوئی حتمی بات نہیں کہ یہ معجزہ ستائیس رجب کو ہی عطا کیا گیا تھا، جیسا کہ مذکورہ بالا تاریخوں سے پتہ چل رہا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس مناسبت سے کوئی مخصوص عمل کرنا بدعت کے زمرے میں آتا ہے، کیونکہ جس پاک ہستی نے یہ معجزہ وصول کیا، اس نے اس دن کوئی مخصوص عمل پیش نہیں کیا۔

## اللہ تعالی نے قریش کو امارت عطا کر دی

(٣٨٠٦)۔ عَنْ ذِي مِخْبَرٍ مَرْفُوْعًا: ((كَانَ هٰذَا الْاَمْرُ فِي حِمْيَرٍ، فَنَزَعَهُ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَصَيَّرَهُ فِي قُرَيْشٍ۔))

(الصحيحة: ٢٠٢٢)

سیدنا ذو مخبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (خلافت و ملوکیت والا) معاملہ حمیر قبیلے میں تھا، اللہ تعالی نے ان سے سلب کر کے قریش کے سپرد کر دیا۔''

تخريج: رواه البخاري في "التاريخ": ٢/ ١/ ٢٤١، واحمد: ٤/ ٩١، والطبراني: ١/ ٢٠٣/ ٢، وابن أبي عاصم في "السنة": ق١٠٧/ ٢ رقم ١٠١٥، بتحقيقي، وأبو موسى المديني في "منتهى رغبات السامعين": ١/٢٥٤

**شرح:**...... قریشی تقریبا ابتدائی چھ صدیوں تک حکومت کرتے رہے، بالآخر دین سے انحراف کرنے کی وجہ سے تاتاریوں نے ان کی سلطنت کو نیست و نابود کر دیا۔

## حضرت موسی علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی؟

(٣٨٠٧)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَاَلْتُ جِبْرِيْلَ علیہ السلام اَيَّ الْاَجَلَيْنِ قَضٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ: اَكْمَلُهُمَا وَاَتَمُّهُمَا۔))

(الصحيحة: ١٨٨٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جبریل سے سوال کیا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: اکمل اور اتم مدت پوری کی تھی۔''

تخريج: رواه أبويعلي: ٢/ ٦٣٤، وابن جرير: ٢٠/ ٤٤، والحاكم: ٢/ ٤٠٧، وابن عساكر: ١٧/ ١٥٨/ ١

**شـــرح:** ...... اللہ تعالی کا کرنا کہ حضرت موسی علیہ السلام کا مکا لگنے سے قبطی مر گیا۔ وہ ایک آدمی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے نکل کر مدین کے ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ وہاں سے ایک شعیب نامی بوڑھے آدمی کے گھر پہنچ گئے، اس آدمی نے ان کو کہا: ﴿قَالَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ٱبْنَتَيَّ هَٰتَيْنِ عَلَىٰٓ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ﴾ (سورہ قصص: ٢٧) ...... اس نے کہا: ''میں اپنی ان دولڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں، اس (شرط پر) کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں، ہاں اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو یہ آپ کی طرف سے بطورِ احسان کے ہوگا۔''

مذکورہ بالا حدیث میں اس مدت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، جواب سے معلوم ہوا کہ انھوں نے احسان کرتے ہوئے دس سال پورے کر دیے تھے۔

## حضرت آدم اور حضرت موسی علیہما السلام کا مباحثہ

(٣٨٠٨)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ مُوْسٰی قَالَ: يَا رَبِّ أَرِنِيْ آدَمَ الَّذِيْ أَخْرَجَنَا وَنَفْسَهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَأَرَاهُ اللّٰهُ آدَمَ۔ فَقَالَ: أَنْتَ أَبُوْنَا آدَمُ؟ فَقَالَ لَهُ آدَمُ: نَعَمْ۔ فَقَالَ: أَنْتَ الَّذِيْ نَفَخَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ، وَعَلَّمَكَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى أَنْ أَخْرَجْتَنَا وَنَفْسَكَ مِنَ الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ لَهُ آدَمُ: وَمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا مُوْسٰی۔ قَالَ: أَنْتَ نَبِيُّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الَّذِيْ كَلَّمَكَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ، لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ رَسُوْلًا مِنْ خَلْقِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: أَفَمَا وَجَدْتَ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: فَمَا تَلُوْمُنِيْ فِيْ شَيْءٍ سَبَقَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِيْهِ الْقَضَاءُ قَبْلِيْ؟)) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت موسی علیہ السلام نے کہا: اے میرے ربّ! مجھے آدم دکھاؤ، جس نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکال دیا۔ اللہ تعالی نے ان کو آدم دکھائے۔ (آسانی کے لیے مکالمہ کی صورت میں ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔) حضرت موسی علیہ السلام: آپ ہمارے باپ آدم ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام: جی ہاں۔ حضرت موسی علیہ السلام: آپ وہی ہیں جن میں اللہ تعالی نے اپنی روح پھونکی، سارے کے سارے اسماء سکھلائے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں؟ حضرت آدم علیہ السلام: جی ہاں۔ حضرت موسی علیہ السلام: سو کس چیز نے آپ کو اس بات پر اکسایا کہ آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکال دیا؟ حضرت آدم علیہ السلام: آپ کون ہیں؟ حضرت موسی علیہ السلام: میں موسی ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام: آپ بنی اسرائیل کے وہی رسول ہیں، جن سے اللہ تعالے نے کسی قاصد کے بغیر (براہِ راست) پردے کے پیچھے سے کلام کی تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام: جی ہاں۔ حضرت آدم علیہ السلام: کیا آپ کو (تورات میں) یہ بات ملی کہ میری پیدائش سے پہلے اللہ تعالی کی کتاب میں

((فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی ، فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی۔)) (الصحیحة:۱۷۰۲)

(میرا جنت سے نکلنا) لکھا جا چکا تھا؟ حضرت موسی علیہ السلام: جی ہاں۔ حضرت آدم علیہ السلام: اللہ تعالی کا جو فیصلہ مجھ سے پہلے میرے بارے میں سبقت لے جا چکا ہے، کیا آپ مجھے اس پر ملامت کرتے ہیں؟'' یہ بات بیان کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام پر غالب آ گئے، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام پر غالب آ گئے۔''

تخریج: أخرجه أبو داود: ۴۷۰۲، وعنه البیهقي في "الأسماء والصفات": صـ ۱۹۳، وابن خزیمة في "التوحید": صـ ۹۴

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: علما نے اس مباحثے اور اعتراض کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں، میرے علم کے مطابق سب سے بہترین توجیہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی ہے، وہ کہتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کے درخت کا پھل کھانے کی وجہ سے ان کی اولاد مصیبت میں پھنس گئی، اس بنا پر حضرت موسی علیہ السلام نے ان کو ملامت کیا۔ یہ طعن اس بنا پر تھا کہ درخت کا پھل کھانے کی وجہ سے ان کی اولاد مصیبت میں پھنس گئی، نہ کہ اس بنا پر کہ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تھا، کیونکہ انھوں نے اس غلطی سے توبہ کر لی تھی۔ اور حضرت موسی علیہ السلام جانتے تھے کہ توبہ اور مغفرت کے بعد کسی کو گناہ کی وجہ سے ملامت نہیں کیا جا سکتا۔ غور فرمائیں کہ حضرت موسی نے یوں اعتراض کیا تھا: ''تجھے کس چیز نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے باہر نکالنے پر آمادہ کیا؟'' سوال یہ نہیں تھا کہ تو نے حکم کی مخالفت کیوں کی ہے؟ اور لوگ اس بات کے مکلّف ہیں کہ انہیں جو مصائب لوگوں کے افعال کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے لاحق ہوتے ہیں، وہ تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں ........ آپ خود فتاوی ابن تیمیہ کی آٹھویں جلد میں ''کتاب القدر'' اور (مرقاة المفاتیح: ۱/ ۱۲۳۔ ۱۲۴) وغیرہ کا مطالعہ کر لیں۔ (صحیحہ: ۱۷۰۲)

(۳۸۰۹)۔ عَنْ اَنَسٍ عَنْ جُنْدُبٍ اَوْغَیْرِہٖ مِنَ الصَّحَابَةِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِحْتَجَّ آدَمُ وَ مُوْسٰی ، فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی۔)) (الصحیحة:۹۰۹)

سیدنا انس بن جندب یا کوئی اور صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت آدم اور حضرت موسی نے ایک دوسرے پر اعتراض کیا، (نتیجتًا) حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

تخریج: أخرجه الخطیب فی "تاریخ بغداد": ۴/ ۳۴۹، واحمد: ۲/ ۴۶۴، وابو یعلی: ۱/ ۴۲۲، والطبرانی فی "المعجم الکبیر": ۱/ ۸۳/ ۲، والحدیث فی الصحیحین من طرق عن ابی هریرة

## عہد الست

(۳۸۱۰)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَخَذَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَی الْمِیْثَاقَ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے نعمان یعنی عرفہ مقام پر حضرت

مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِـ(نَعْمَانَ) يَعْنِي عَرَفَةَ۔ فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا، فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا قَالَ: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ۔ اَوْتَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ آبَاءُ نَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۷۲۔۱۷۳)۔)) (الصحیحة:۱۶۲۳)

آدم علیہ السلام کی کمر سے عہد و پیمان لیا، (جس کی عملی صورت یہ تھی کہ) اللہ تعالی نے حضرت آدم کی پیٹھ سے ان کی تمام نسل کو نکالا اور اسے اپنے سامنے چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی شکل میں بکھیر دیا، پھر ان سے آمنے سامنے گفتگو کی اور فرمایا: ''کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم اس چیز کی گواہی دیتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم روزِ قیامت یہ کہہ دو کہ ہم تو اس سے غافل تھے یا یہ کہہ دو کہ ہمارے آباء ہم سے پہلے شرک کر چکے تھے اور ہم ان کی اولاد تھے (لہذا ہمیں ان کی ہی پیروی کرنا تھی) پس کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر تو ہم کو ہلاکت میں ڈال دے گا؟'' (سورۂ اعراف: ۱۷۲، ۱۷۳)

تخريج: أخرجه أحمد: ۱/ ۲۷۲، وابن جرير في "التفسير": ۱۵۳۳۸، وابن أبي عاصم في "السنة": ۱۷/ ۱، والحاكم: ۲/ ۵۴۴، والبيهقي في "الأسماء والصفات": صـ ۳۲۶

یہ ''عہدِ اَلَست'' کہلاتا ہے جو اس آیت کے الفاظ ﴿الست بربکم﴾ سے ماخوذ ہے۔

سورۂ اعراف کی مذکورہ بالا آیات کی تفسیر اسی حدیث میں کر دی گئی ہے، یہ عالَمِ ذرّ کہلاتا ہے، اس کی یہی تفسیر صحیح اور حق ہے، جس سے عدول کرنا اور کسی اور مفہوم کی طرف جانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ مرفوع حدیث ہے اور آثارِ صحابہ سے ثابت ہے اور اسے مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ کی ربوبیت کی یہ گواہی ہر انسان کی فطرت میں ودیعت ہے، اسی مفہوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کیا کہ ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، اس کا ناک کان کٹا نہیں ہوتا۔'' (بخاری، مسلم) صحیح مسلم میں ایک حدیث قدسی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ''میں نے اپنے بندوں کو حنیف (اللہ کی طرف یکسوئی سے متوجہ ہونے والا) پیدا کیا ہے۔ پس شیطان ان کو ان کے دین (فطری) سے گمراہ کر دیتا ہے۔'' یہی فطرت یا دین فطرت، رب کی توحید اور اس کی نازل کردہ شریعت ہے، جو اب اسلام کی صورت میں محفوظ اور موجود ہے۔

## حاملینِ عرش میں سے ایک کی ہیئت

(۳۸۱۱)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: (( أُذِنَ لِي اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ، مَابَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنِهِ اِلٰى عَاتِقِهِ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِئَةِ سَنَةٍ۔))

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں حاملینِ عرش فرشتوں میں ایک فرشتے کی یہ (جسامت) بیان کروں کہ اس کی کان کی لو سے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال مسافت کا

(الصحيحة: ١٥١) ہے۔“

تخريج: رواه أبوداود: ٤٧٢٧، والطبراني في "الأوسط" كما في "المنتقى" منه للذهبي: ٦/ ٢، وفي "حديثه عن النسائي": ٣١٧/ ٢، وابن شاهين في "الفوائد": ١١٣/ ٢، وأبوالشيخ في "العظمة": ٣/ ٩٤٨-٩٤٩، والبيهقي في "الأسماء": ٣٩٨، وابن عساكر في المجلس ١٣٩ من "الأمالي": ٥٠/ ١، وفي "التاريخ": ١٢/ ٢٣٢/ ١

**شرح:** ...... یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مناظر ہیں۔ جس فرشتے کی کان کی لو اور اس کے مونڈھے کا درمیان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کا ہو، اس کا باقی وجود کتنا بڑا ہوگا۔ ربّ جلیل ہی ہے جو تعریف و توصیف اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔

## عرش کے نیچے کھڑے ہوئے ایک مرغ کی ساخت

(٣٨١٢)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِيْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ دِيْكٍ قَدْ مَرَقَتْ رِجْلَاهُ فِيْ الْاَرْضِ، وَعُنُقُهُ مُنْثَنٍ تَحْتَ الْعَرْشِ، وَهُوَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ مَا اَعْظَمَكَ رَبَّنَا! فَيَرُدُّ عَلَيْهِ: مَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ مَنْ حَلَفَ بِيْ كَاذِبًا۔)) (الصحيحة: ١٥٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں ایک مرغے کی (ساخت) بیان کروں، جس کی ٹانگیں زمین میں گڑھی ہوئی ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے مڑی ہوئی ہے اور وہ کہتا ہے: اے ہمارے ربّ! تو پاک ہے، تو کتنا عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جوابًا کہتے ہیں: وہ آدمی میری اس عظمت کو نہیں جانتا جو میری جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔“

تخريج: رواه الطبراني في "الأوسط": ١/ ١٥٦/ ١، وأبوالشيخ في "العظمة": ٣/ ١٠٠٣-١٠٠٤، والحاكم: ٤/ ٢٩٧

**شرح:** ...... قدرتوں والا ہی اپنی قدرتوں کے مظاہر کے حقائق کو جانتا ہے۔

## خلق خدا کا اندازہ لگانا مخلوق کے بس کی بات نہیں

(٣٨١٣)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اَرَاَيْتَ ﴿جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ﴾ فَاَيْنَ النَّارُ؟ قَالَ: ((اَرَاَيْتَ هٰذَا اللَّيْلَ الَّذِيْ قَدْ كَانَ اَلْبَسَ عَلَيْكَ كُلَّ شَيْءٍ اَيْنَ جُعِلَ؟)) فَقَالَ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ۔ قَالَ: ((فَاِنَّ

اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ.)) (الصحيحة: ٢٨٩٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! آپ کا اس آیت کے بارے میں کیا خیال ہے کہ ''جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔'' (اگر بات ایسے ہی ہے تو) جہنم کہاں ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ رات، جو اپنے دورانیے میں تجھ پر ہر چیز خلط ملط کر دیتی ہے، اسے (دن کے وقت) کہاں رکھ دیا جاتا ہے؟'' اس نے کہا: اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالی جو چاہتا ہے، وہ کر لیتا ہے، (لہٰذا اس موضوع پر سوچنے کی ضرورت ہی نہیں کہ جہنم کہاں ہوگی)۔''

تخريج: أخرجه اسحاق بن راهوية في "مسنده أبي هريرة": ١/ ٣٩٩/ ٤٣٧، وابن حبان في "صحيحه": ١/ ١٥٨/ ١٠٣، والبزار في "مسنده": ٣/ ٤٣/ ٢١٩٦، والحاكم: ١/ ٣٦

**شـــرح**: ...... ماحصل یہ ہے کہ جس چیز کی حقانیت قرآن وحدیث کے مطابق ثابت ہو جائے، وہ ہمارے عقلی تقاضوں سے موافقت کرتی ہو یا مخالفت، اسے بہر صورت تسلیم کرنا اور نوعیت و کیفیت کو اللہ تعالی کے سپرد کرنا مومن کے ایمان کا تقاضا ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث کی فقہ کا علم امام ابن حبان کے اس حدیث پر قائم کردہ درج ذیل باب سے ہوتا ہے: ذكر الخبر الدال على اجابة العالم السائلَ بالأجوبة على سبيل التشبيه، والمقايسة دون الفصل في القصه...... اصل قصہ کی تفصیل میں پڑے بغیر جواب دینے کے لیے عالم کا ایسی روایت ذکر کرنا، جو تشبیہ و تقییس کی صورت میں سائل کو دیے جانے والے جوابات پر مشتمل ہو۔

مختلف سوالات کے جوابات کے لیے حقائق کی کھوج لگانے کے سلسلے میں عصر حاضر کے ذہن میں تحقق و تجسّس پایا جاتا ہے، اس لیے یہ جواب تلاش کر لیا گیا ہے کہ دن کے وقت رات کہاں ہوتی ہے۔

## جہنم کی شکایت اور اس کا ازالہ

(٣٨١٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا وَقَالَتْ: أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَيْنِ: نَفَسًا فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسًا فِي الصَّيْفِ، فَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الشِّتَاءِ فَزَمْهَرِيْرٌ، وَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الصَّيْفِ فَسَمُوْمٌ.)) (الصحيحة: ١٤٥٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جہنم نے اپنے ربّ سے یہ شکوہ کیا کہ (شدت کی وجہ سے) میرا بعض، بعض کو کھا رہا ہے، تو اللہ تعالی نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی۔ ایک سانس موسم سرما میں اور ایک موسم گرما میں۔ سو موسم سرما کی سردی کی شدت وہی سانس ہے اور گرمیوں کے موسم میں گرمی کی شدت بھی اسی سانس کا اثر ہے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٣/ ٣٤٦، وابن ماجه: ٢/ ٥٨٦، واخرجه احمد: ٢/ ٢٣٨، ٢٧٧، ٤٦٢،

۵۰۳ نحوہ

**شرح**:...... معلوم ہوا کہ جہنم میں دو قسم کے عذاب ہیں: گرمی کا عذاب اور سردی کا عذاب۔ ہم جو گرمی یا سردی محسوس کرتے ہیں، یہ جہنم کے سانس کے اثر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

## پہلوں اور پچھلوں کے بد بخت

(۳۸۱۵)۔ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ (مُرْسَلًا): ((اَشْقَى الْاَوَّلِيْنَ عَاقِرُ النَّاقَةِ، وَاَشْقَى الْاٰخِرِيْنَ الَّذِيْ يَطْعَنُكَ يَا عَلِيُّ!)) وَاَشَارَ اِلٰى حَيْثُ يُطْعَنُ۔

(الصحيحة: ۱۰۸۸)

عبداللہ بن انس مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پہلے لوگوں میں سب سے بڑا بد بخت وہ تھا جس نے (حضرت صالح کے معجزہ) کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دی تھیں اور اے علی! پچھلوں میں بد بخت ترین وہ ہوگا جو تجھ پر نیزے کا وار کرے گا۔'' پھر آپ ﷺ نے نیزے والی جگہ کی طرف اشارہ بھی کیا۔

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات" ۳/ ۳۵

**شرح**:...... جنگ نہروان میں خوارج کے صرف نو آدمی بچ گئے تھے، یہ صدارت و امامت کی حیثیت رکھتے تھے، انھوں نے فارس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوتیں اور سازشیں کیں، لیکن ناکام رہے۔ بالآخر عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور تینوں اس رائے پر متفق ہو گئے کہ سیدنا علی، سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیا جائے، انھوں نے اس ناپاک عزم کی تکمیل کے لیے ۱۶ رمضان جمعہ کے دن فجر کی نماز کا تقرر کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری عبد الرحمٰن بن ملجم نے سنبھالی اور کوفہ کی طرف روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر اپنے دوستوں سے ملاقاتیں کیں، اس کے ہم خیالوں نے وردان نامی شخص کو ابن ملجم کی مدد کرنے کے لیے مقرر کیا، شبیب بن شجرہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ تینوں پچھلی رات مسجد کوفہ میں پہنچ گئے اور دروازے کے قریب چھپ کر بیٹھ گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حسبِ عادت لوگوں کو نماز کے لیے آوازیں دیتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے وردان نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا، مگر اس کی تلوار دروازے کی چوکھٹ یا دیوار پر پڑی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے۔ ابن ملجم فوراً لپکا اور آپ کی پیشانی پر تلوار کا ہاتھ مارا، جو بہت کاری پڑا۔ اس زخم کے صدمہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو شہید ہو گئے۔ بعد میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو قصاصاً کو ایک ہی وار سے قتل کر دیا۔

## حسنِ یوسف

(۳۸۱۶)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((أُعْطِيَ يُوْسُفُ شَطْرَ الْحُسْنِ۔))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن عطا کیا گیا تھا۔''

(الصحيحة:١٤٨١)

تخريج: رواه أبوبكر بن أبي شيبه في "المصنف" ٧/ ٦٨/ ٢، وأحمد: ٣/ ٢٨٦، والحاكم: ٢/ ٥٧٠، وأخرجه مسلم: ١/ ٩٩ في حديث الاسراء، وفيه: ((فاذا انا بيوسف ﷺ، اذا هو قد أعطى شطر الحسن.))

**شرح:**...... حضرت یوسف حسن میں اپنی مثال آپ تھے، عزیز مصر کی بیوی ان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی اور اس نے جن عورتوں کو دعوت دی تھی، جب حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کی نگاہ پڑی تو ان کی جلوہ آرائی دیکھ کر ایک تو ان کی عظمت و جلال کا اعتراف کیا اور دوسرے، ان پر بے خودی اور وارفتگی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ چھریاں اپنے ہی ہاتھوں پر چلا دیں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی بزرگی اور صبر

(٣٨١٧)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَقَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ جَاءَ نِيَ الدَّاعِيْ لَاَجَبْتُ، اِذْ جَاءَهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ: ﴿فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى لُوْطٍ اِنْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ: ﴿لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ آوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾، فَمَا بَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا فِيْ ثَرْوَةٍ مِنْ قَوْمِهٖ.)) (الصحيحة:١٦١٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن خلیل رحمٰن ابراہیم، کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے۔ اگر میں (محمد ﷺ) اتنا عرصہ جیل میں ٹھہرتا جتنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے اور میرے پاس بلانے کے لیے داعی آتا تو میں (فوراً) اس کی بات قبول کرتا اور جب ان کے پاس قاصد آیا تو انھوں نے تو کہا: ﴿اس سے پوچھو کہ اب ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے﴾ (سورۂ یوسف: ٥٠) اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحمت کرے، وہ تو کسی مضبوط آسرے کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا﴾ (سورۂ ہود: ٨٠) سو ان کے بعد جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجا تو اسے اس کی قوم کے لوگوں کے انبوہ کثیر میں بھیجا۔“

تخريج: أخرجه البخاري في "الأدب المفرد" ٦٠٥، والترمذي: ٤/ ١٢٨-١٢٩، والحاكم: ٢/ ٣٤٦و ٥٧٠، وأحمد: ٢/ ٣٣٢، ٣٨٤، وأخرجه مسلم: ٧/ ٩٨ مختصرا

**شرح:**...... کریم بن کریم...... کا مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں ہستیاں معزز و مکرم بزرگ تھیں۔ حضرت یوسف کا

ذکر کر کے آپ ﷺ اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے ان کا صبر بیان کر رہے ہیں۔ ﴿لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ آوِیَ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ﴾ میں قوت سے اپنے دست و بازو اور اپنے وسائل کی قوت یا اولاد کی قوت مراد ہے اور رکن شدید (مضبوط آسرا) سے خاندان، قبیلہ یا اسی قسم کا کوئی مضبوط سہارا مراد ہے۔ یعنی حضرت لوط علیہ السلام نہایت بے بسی کے عالم میں آرزو کر رہے ہیں کہ کاش! میرے اپنے پاس کوئی قوت ہوتی یا کسی خاندان اور قبیلے کی پناہ اور مدد مجھے حاصل ہوتا تو آج مجھے مہمانوں کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی نہ ہوتی، میں ان بدقماشوں سے نمٹ لیتا اور مہمانوں کی حفاظت کر لیتا۔

(۳۸۱۸)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((عَجِبْتُ لِصَبْرِ اَخِيْ یُوْسُفَ وَکَرَمِهٖ وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ حَیْثُ أُرْسِلَ اِلَیْهِ لِیَسْتَفْتِیَ فِي الرُّؤْیَا، وَلَوْ کُنْتُ أَنَا لَمْ أَفْعَلْ حَتّٰی أَخْرُجَ، وَعَجِبْتُ لِصَبْرِهٖ وَکَرَمِهٖ وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ أُتِيَ لِیَخْرُجَ فَلَمْ یَخْرُجْ حَتّٰی اَخْبَرَهُمْ بِعُذْرِهٖ، وَلَوْ کُنْتُ اَنَا لَبَادَرْتُ الْبَابَ، وَلَوْلَا الْکَلِمَةُ لَمَا لَبِثَ فِي السِّجْنِ حَیْثُ یَبْتَغِي الْفَرَجَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ، قَوْلُهٗ: ﴿اُذْکُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف: ٤٢)۔))

(الصحیحة:١٩٤٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ۔اللہ تعالی ان کو معاف فرمائے۔ کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے (جیل سے) باہر نکل آتا۔ بس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالی ان کو معاف فرمائے، ان کے پاس آدمی آیا تاکہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے، جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کر دی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔ اگر ﴿اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا﴾ (سورۂ یوسف: ۴۲) والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے، جب کہ وہ غیر اللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔''

تخریج: أخرجه الطبراني: رقم۔ ١١٦٤٠

**شرح:**...... نبی کریم ﷺ عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور کشادہ دلی کی تعریف کر رہے ہیں۔

(۳۸۱۹)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ جَاءَ الدَّاعِي لَاَجَبْتُهُ، اِذْ جَاءَهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ: ﴿اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ﴾، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى لُوْطٍ اِنْ كَانَ لَيَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ:﴿ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ آوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ وَمَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا فِيْ ثَرْوَةٍ مِنْ قَوْمِهِ۔)) (الصحيحة: ۱۸٦٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں (محمد ﷺ) اتنا عرصہ جیل میں ٹھہرتا جتنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے اور میرے پاس بلانے کے لیے داعی آتا تو میں (فوراً) اس کی بات قبول کرتا، لیکن جب ان کے پاس قاصد آیا تو انھوں نے تو کہا: ﴿اس سے پوچھو کہ اب ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بیشک میرا ربّ ان کے مکر سے واقف ہے۔﴾ (سورۂ یوسف: ۵۰) اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحمت کرے، وہ تو کسی مضبوط آسرے کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا﴾ (سورۂ ہود: ۸۰) سو ان کے بعد جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجا تو اسے اس کی قوم کے لوگوں کے انبوہ کثیر میں بھیجا۔“

تخريج: أخرجه الأمام أحمد: ۲/ ۲۳۲، والترمذى: ٤/ ۱۲۹، والحديث اخرجه البخارى: ٤/ ۱۱۹، ومسلم: ۱/ ۹۲، ۷/ ۹۸، وابن ماجه: ۲/ ٤۹۰ وزادوا فى اوله: ((نحن احق بالشك من ابراهيم......))

## قومِ موسیٰ کی بڑھیا کی دور اندیشی اور موقع شناسی
## حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی قبر سے منتقل کرنا

(۳۸۲۰)۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى، قَالَ: اَتَى النَّبِيُّ ﷺ اَعْرَابِيًّا فَاَكْرَمَهُ، فَقَالَ لَهُ: ((اِئْتِنَا۔)) فَاَتَاهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَعْرَابِيٍّ فَاَكْرَمَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَعَهَّدْنَا ائْتِنَا۔)) فَاَتَاهُ الْاَعْرَابِيُّ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَلْ حَاجَتَكَ۔)) فَقَالَ: نَاقَةٌ بِرَحْلِهَا وَاَعْنُزًا يَحْلِبُهَا اَهْلِيْ، فَقَالَ

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک بدو کے پاس گئے، اس نے آپ ﷺ کی بڑی عزت کی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”تم بھی ہمارے پس آنا۔“ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بدو کے پاس ٹھہرے، اس نے آپ ﷺ کی بڑی آؤ بھگت کی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”تم نے ہماری بڑی دیکھ بھال کی ہے، ہمارے پاس بھی آنا۔“ چنانچہ وہ بدو ایک دن آپ ﷺ کے پاس آیا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَعَجَزْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِثْلَ عَجُوْزِ بَنِي اِسْرَائِيْلَ؟)) فَقَالَ اَصْحَابُهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا عَجُوْزُ بَنِي اِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: ((اِنَّ مُوْسٰى لَمَّا سَارَ بِبَنِي اِسْرَائِيْلَ مِنْ مِصْرَ، ضَلُّوْا الطَّرِيْقَ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ عُلَمَاؤُهُمْ: نَحْنُ نُحَدِّثُكَ: اِنَّ يُوْسُفَ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَخَذَ عَلَيْنَا مَوْثِقًا مِنَ اللّٰهِ اَنْ لَا نَخْرُجَ مِنْ مِصْرَ حَتّٰى نَنْقُلَ عِظَامَهُ مَعَنَا۔ قَالَ: فَمَنْ يَعْلَمُ مَوْضِعَ قَبْرِهِ؟ قَالُوْا: مَانَدْرِي اَيْنَ قَبْرُ يُوْسُفَ اِلَّا عَجُوْزٌ مِنْ بَنِي اِسْرَائِيْلَ، فَبَعَثَ اِلَيْهَا، فَاَتَتْهُ، فَقَالَ: دُلُّوْنِي عَلٰى قَبْرِ يُوْسُفَ قَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ، لَا اَفْعَلُ حَتّٰى تُعْطِيَنِي حُكْمِي۔ قَالَ: وَمَا حُكْمُكِ؟ قَالَتْ: اَكُوْنُ مَعَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ فَكَرِهَ اَنْ يُعْطِيَهَا ذٰلِكَ، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ اَعْطِهَا حُكْمَهَا، وَانْطَلَقَتْ بِهِمْ اِلٰى بُحَيْرَةٍ، مَوْضِعِ مُسْتَنْقَعِ مَاءٍ، فَقَالَتْ: اَنْضِبُوْا هٰذَا الْمَاءَ، فَاَنْضَبُوْا۔ قَالَتْ: اِحْفِرُوْا وَاسْتَخْرِجُوْا عِظَامَ يُوْسُفَ۔ فَلَمَّا اَقَلُّوْهَا اِلَى الْاَرْضِ، اِذَا الطَّرِيْقُ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ۔))

(الصحيحة:٣١٣)

رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''اپنی کسی ضرورت کا اظہار کرو (تاکہ میں اسے پورا کر دوں)۔'' اس نے کہا: کجاوہ سمیت ایک اونٹنی چاہئے اور کچھ بکریاں، تاکہ گھر والے دودھ دوہ سکیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم لوگ بنو اسرائیل کی بڑھیا کی طرح (بھی مطالبہ پیش کرنے سے) عاجز آ گئے ہو؟'' صحابہ نے عرض: اے اللہ کے رسول! یہ بنو اسرائیل کی بڑھیا (کا کیا واقعہ) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب حضرت موسی علیہ السلام بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو وہ راستہ بھول گئے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: یہ کیا ہو گیا ہے؟ ان کے علما نے کہا: ہم بتاتے ہیں، جب حضرت یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت آ پہنچا تو انھوں نے اللہ تعالی کا واسطہ دے کر ہم سے یہ عہد و پیمان لیا کہ اس وقت تک مصر سے نہ نکلنا، جب تک میری ہڈیاں بھی یہاں سے منتقل نہ کر دو۔ حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر ان کی قبر کے بارے کون جانتا ہے؟ علما نے کہا: ہمیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا علم نہیں ہے، ہاں بنو اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت کو اس کا علم ہو سکتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آ گئی۔ اسے حضرت موسی علیہ السلام نے کہا: مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں بتاؤ۔ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہیں بتلاؤں گی، جب تک آپ میرا مطالبہ پورا نہیں کرتے۔ آپ نے پوچھا: تیرا مطالبہ کیا ہے؟ اس نے کہا: آپ کے ساتھ جنت میں رہنا چاہتی ہوں۔ حضرت موسی علیہ السلام کو یہ ناگوار گزرا کہ اسے یہ ضمانت دے دی جائے۔ لیکن اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی کہ اس بڑھیا کے لیے اس کا مطالبہ ادا کر دو۔ تب وہ ان کو ایک بحیرہ کی طرف لے کر گئی، وہاں ایک جوہڑ تھا، اس نے کہا: اس کا سارا پانی نکال دو۔ انھوں نے سارا پانی وہاں سے خشک کر دیا۔ پھر اس نے کہا: اب اس کو کھودو اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں نکال لو (ان کی مراد حضرت یوسف کا وجود تھا)۔ (ایسے ہی کیا گیا) جب انھوں نے ان ہڈیوں کو اٹھایا تو راستہ دن

کی طرح روشنی ہو گیا۔''

تخريج: أخرجه أبويعلى في "مسنده": ١/٣٤٤، والحاكم: ٢/ ٤٠٤ـ٤٠٥، ٥٧١ـ٥٧٢

**شرح:**...... اس واقعہ میں بنو اسرائیل کی بوڑھی عورت نے کمال ذہانت استعمال کی، دور اندیش لوگوں کی نگاہیں دور دور تک دیکھ لیتی ہیں۔ یہ فکرِ آخرت کا نتیجہ ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں ''عظام یوسف'' یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کا ذکر ہے۔ یہ الفاظ بظاہر درج ذیل حدیث کے متعارض ہیں:

سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔))...... ''بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا کے جسم کھانا حرام کیا ہے۔'' (صحیح ابو داود: ٩٦٢، صحیحہ: ١٥٢٧)

لیکن درج ذیل حدیث کو دیکھا جائے تو مذکورہ بالا احادیث میں موجودہ تعارض ختم ہو جاتا ہے: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب موٹے ہو گئے، تو سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: أَلَا أَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَجْمَعُ أَوْ يَحْمِلُ عِظَامَكَ؟ قَالَ: ((بَلٰى۔)) فَاتَّخِذْ لَهُ مِنْبَرًا مِرْقَاتَيْنِ۔...... اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے لیے منبر نہ بنوا لاؤں، جو آپ کے وجود کو سہارا دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔'' پھر دو سیڑھیوں والا منبر بنوا لائے۔ (ابو داود: ١٠٨١)

اس حدیث سے مجھے پتہ چلا کہ ''جز'' بول کر ''کل'' مراد لیا جا رہا ہے، یعنی ''عظام'' سے مراد ''وجود'' لیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وقرآن الفجر﴾ سے نمازِ فجر مراد لی گئی ہے۔

معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں ''عظام یوسف'' سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود ہے، نہ کہ ان کی ہڈیاں۔ (صحیحہ: ٣١٣)

## یہودیوں کے اکہتر، عیسائیوں کے بہتر اور امت مسلمہ کے تہتر فرقے
## امتِ مسلمہ کے عوام و خواص میں فرقۂ ناجیہ

(٣٨٢١)۔ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ مَرْفُوْعًا: ((اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى إِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَبْعِيْنَ فِي النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰى عَلَى اثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَإِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِي النَّارِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ!

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہودی اکہتر فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے ایک جنت میں داخل ہوا اور ستر جہنم میں۔ نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ان میں سے ایک جنت میں داخل ہوا اور بہتر آتشِ دوزخ میں۔ اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے

لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً ، فَوَاحِدَةً فِي الْجَنَّةِ ، وَثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِي النَّارِ۔)) قِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ ؟ قَالَ : ((هُمُ الْجَمَاعَةُ۔)) (الصحيحة: ١٤٩٢)

گے، ان میں سے ایک جنت میں جائے گا اور بہتر جہنم میں۔ ’’ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ (جنت میں داخل ہونے والے) کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو جماعت کی شکل میں ہوں گے۔

تخريج: رواه ابن ماجه: ٢/ ٤٧٩ ، وابن أبي عاصم في "السنة" ٦٣ ، واللالكائي في "شرح السنة" ١/ ٢٣/ ١

**شــرح:**...... عبدالقاہر تمیمی نے اس حدیث کی شرح لکھتے ہوئے کہا: اربابِ علم جانتے ہیں کہ مذموم فرق سے آپ ﷺ کی مراد حلال و حرام کے حوالے سے فقہ کی فروعات میں اختلاف کرنے والے لوگ مراد نہیں ہیں، انھوں نے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کو فاسق اور کافر نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے ان افراد کی مذمت کی، جنھوں نے اصولِ توحید، خیر و شرّ کی تقدیر، نبوت و رسالت کی شروط اور صحابہ کرام کی موالات جیسے اعتقادی مسائل میں اہل حق کی مخالفت کی، یہ افراد مختلف فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ اس حدیث کا موضوع یہی لوگ ہوں۔ عہد صحابہ کے آخر میں ہی قدریوں کا معبد جہنی اور اس کے پیروکاروں سے اختلاف شروع ہو گیا تھا، پھر نزاع و خلاف میں اضافہ ہوتا رہا، حتی کہ بہتر فرقے پورے ہو گئے اور تہترواں فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے، جو کہ فرقۂ ناجیہ ہے۔ (تحفۃ الاحوذی) اگرچہ عصر حاضر میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے، کوئی با نظم جماعت موجود نہیں۔ ایسے میں اللہ تعالی سے خلافتِ اسلامیہ کا سوال کیا جائے اور ہر ممکنہ صورت میں قرآن و حدیث پر عمل کیا جائے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: شیخ صالح مقبلی رحمہ اللہ نے (العَلَم الشامخ في ايثار الحق على الآباء والمشايخ: صـ ٤١٤) میں کہا: بلا شک وشبہ کثیر روایات سے امت کا تہتر فرقوں میں بٹ جانا ثابت ہوتا ہے،...... (پھر انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی اور کہا:) اصل اشکال اس جملے میں ہے: ((كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً۔)) ...... ’’سارے کے سارے فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔‘‘

یہ بات بھی یقینی اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی امت خیر الامم ہے، یہ جنت کی نصف آبادی پر مشتمل ہو گی اور سابقہ امتوں کی بہ نسبت ان میں مشرکین کی تعداد اتنی قلیل ہو گی، جیسے سیاہ رنگ کے بیل میں تھوڑے سے سفید بال ہوتے ہیں۔

ایک طرف بہتر فرقوں کا جہنم میں داخل ہونا اور ایک طرف یہ احادیث، اب کیا کیا جائے؟ بعض لوگوں نے سرے سے ’’ایک فرقے کے علاوہ سب جہنم میں داخل ہوں گے‘‘ والے جملے کو ضعیف قرار دیا اور بعض نے اس کی تاویل کر کے جواب دیا اور کہا:

یہ بات بڑی واضح ہے کہ تہتر فرقوں والی حدیث کا یہ معنی نہیں کہ فرقہ ناجیہ سرے سے اختلاف سے محفوظ رہے گا، کیونکہ جلیل القدر صحابہ میں بھی اختلاف تو موجود تھے، (لیکن اس کے باوجود وہ ایک جماعت تھے)۔ اس حدیث میں ایسا

اختلاف مراد ہے، جس کی وجہ سے اس کا حامل مستقل بدعتی فرقے میں داخل ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر اہم بنیادی مسائل میں بدعات کا رونما ہونا کہ جن کی وجہ سے بے شمار بڑی بڑی مفسدتیں وجود میں آئیں۔لیکن اس کے باوجود کسی ایک فرقے کو مکمل طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا۔

پھر ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا: لوگوں کی دو قسمیں ہیں: عوام اور خواص۔

عوام کے اگلوں پچھلوں میں کوئی فرق نہیں ہے، جیسے عورتیں، غلام، مزدور اور دوسرا عام طبقہ۔ یہ لوگ ہمیشہ خواص کے امور سے دور رہے، بلا شک و شبہ ان کو بدعتوں سے بری سمجھا جائے گا۔

رہا مسئلہ خواص کا، تو یہ کئی اقسام پر مشتمل ہیں:

(پہلی قسم) ان میں ایسے ایسے بدعتی موجود ہیں، جنھوں نے بدعات ایجاد کر کے ان کو اپنا نصب العین قرار دیا، کئی مبلغین نے ان کو تقویت دی اور ان کو مرکزی حیثیت دے کر قرآن وسنت کی واضح نصوص کی تاویل کر کے اِن کو اُن کی روشنی میں سمجھا۔ پھر بعد میں آنے والوں نے انہی کی فقہ اور تعصب کو منزل مقصود سمجھا۔ بسا اوقات تو ایسے بھی ہوتا یا اپنے امام کی بدعت کی تجدید کرتے اور اس کی فروعات بنا کر امام پر وہ کچھ تھوپ دیتے، جس کا وہ خود ذمہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ یہ واقعی بدعتی ہیں اور کافی ساری تعداد میں ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ (سورۂ مریم: ۹۰) ...... ''قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں۔''

مثلا اللہ تعالی کی حکمت کی نفی کرنا یا اس چیز کی نفی کرنا کہ اللہ تعالی بندے کو قدرت دیتا ہے، یا یہ کہنا بندے کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دی جاتی ہے، یا یہ کہنا کہ بندہ قبیح اعمال کرتا ہے لیکن ان کو قبیح سمجھا نہیں جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر بھی ہم کہیں گے کہ ان بدعات کے حقائق اللہ تعالی کے پاس ہیں، ہم نہیں جانتے کہ کون سے بدعتی کس بدعت کی وجہ سے تہتر فرقوں میں سے کس فرقے میں داخل ہوتا ہے۔

(دوسری قسم) بعض لوگ ایسے ہیں، جو خواص کی پہلی قسم کے پیروکار بنے اور تدریس و تصنیف کے ذریعے ان کے لشکر کو مضبوط کیا، لیکن فی نفسہ حق کی طرف میلان رکھتے تھے، بسا اوقات ان بحثوں کے دوران انھوں نے مخفی انداز میں حق کے مخالف امور کا بھی ذکر کیا۔ ممکن ہے کہ انھوں نے کسی گھٹیا مصلحت کی بنا پر یا عزت و جان کو اذیتوں سے بچانے کے لیے ایسے کیا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق و باطل کی معرفت تو رکھتے تھے، لیکن بیان کے وقت خبط و دیوانگی میں مبتلا ہو جاتے۔ ان کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے، یہ اس کی مرضی ہے کہ ان کا حشر اِن بدعتی لوگوں کے ساتھ کرے یا ان کا عذر قبول کر کے ان کو بخش دے۔ آپ دیکھیں گے کہ اکثر اہل نظر نے ایسے ہی کیا، اللہ کی قسم! ان کا شرّ بہت بڑا ہے، بعض مقامات پر ان کا شرّ اس قدر غالب رہا کہ یہ بھی نہ سمجھا جا سکا کہ آیا یہ لوگ بھی حق کی طرف میلان رکھتے ہیں؟ اس چیز کی معرفت کا

کوئی فائدہ بھی نہیں کہ فلاں آدمی کو حق کی معرفت تو ہے، لیکن وہ اسے مخفی رکھتا ہے۔ واللہ المستعان۔

(تیسری قسم) بعض لوگ نہ اہل تحقیق ہیں اور نہ حقائق پر مطلع ہونے کے لیے تیار ہیں، انھوں نے بدعتی لوگوں کے ماحول میں تربیت پائی ہے اور اُن کے مفاد و مسلک کے مطابق ڈھلی ہوئی بحثوں کی معرفت حاصل کی، بہر حال یہ لوگ ان ابحاث کے مقاصد کو پوری طرح نہ سمجھ سکے۔ چونکہ یہ لوگ پست عزائم تھے اور ان کے قلوب و اذہان میں ان کے سلف کا ایک مقام تھا، اس لیے انھوں نے ان ہی پر اکتفا کرنے میں عافیت سمجھی۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان بیچاروں کو خواص کی خصوصیت ملی نہ عوام الناس کی سلامت۔

مذکورہ بالا تین اقسام میں سے پہلی قسم والے قطعی طور پر اور دوسری قسم والے بظاہر بدعتی ہیں اور تیسری قسم والے بھی بہرحال بدعت کے زمرے میں آجاتے ہیں۔

(چوتھی قسم) خواص کی چوتھی قسم کے لوگ پہلوں میں زیادہ اور پچھلوں میں کم نظر آتے ہیں، یہ لوگ کتاب وسنت پر متوجہ ہوئے اور ان کے پابند ہو کر رہ گئے، جہاں قرآن وسنت نے خاموشی اختیار کی، وہاں یہ بھی خاموش رہے، یہ لایعنی اور بے مقصد تکلف سے باز رہے۔ ان کا عزم سلامتی تھا، یہ سنت کی حفاظت کو اپنی جانوں کے تحفظ سے مقدم سمجھتے تھے۔ ان کا سکون اس میں تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، عربی زبان کے آداب اور منقول تفسیرات کی روشنی میں اس کو سمجھا جائے اور احادیثِ نبویہ کے الفاظ و احکام کو ثابت کیا جائے اور ان کی معرفت حاصل کی جائے۔ یہی لوگ اہل السنہ ہیں، یہی فرقہ ناجیہ ہے اور انہی کی طرف عوام کا رجحان ہے۔

اگر آپ مذکورہ بالا بحث کو ذہن نشین کر لیں گے تو سوال کی اس ممنوعہ صورت سے آپ کی جان چھوٹ جائے گی اور وہ ہے کہ امت کا بڑا حصہ ہلاک ہو جائے گا، کیونکہ دورِ قدیم اور دورِ جدید میں امت کی کثیر تعداد کا تعلق عوام الناس سے رہا ہے۔ اللہ تعالی کی رحمت ہر مسلمان کے لیے وسیع ہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالی خواص کی دوسری اور تیسری قسم کے لوگوں اور خفیف بدعتوں کے حاملین پر اپنی رحمت نچھاور کر دے۔ ہم نے اس حدیثِ مبارکہ کے مصداق پر گفتگو کی ہے۔

اس بحث کی روشنی میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ بدعتی فرقوں کی کثیر تعداد کے تمام افراد، دوسرے مسلمانوں کا ہزارواں حصہ بھی نہیں بنتے۔ آپ خود غور کریں، تاکہ اس حدیثِ مبارکہ کا ربّ تعالی کے رحم و کرم کی مستحق امت کے فضائل سے ٹکراؤ پیدا نہ ہو۔

میں (البانی) کہتا ہوں: شیخ مقبل کا کلام ختم ہوا، جو بڑا پائیدار اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے، اس سے کلام پیش کرنے والے کے علم و فضل اور دقتِ نظر کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ان اشکالات سے خلاصی ہو جاتی ہے، جن کی بنا پر عمدہ بن وزیر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معلول قرار دینے والی رائے قائم کی۔ اللہ تعالی کا شکر ہے، جس نے ہمیں یہ توفیق بخشی کہ ہم اس حدیث کی سندی حیثیت کو صحیح ثابت کرنے اور اس کے متن میں پیدا ہونے والے شبہات کو زائل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہی معبودِ برحق ہے، جو توفیق بخشتا ہے۔

عصر حاضر کے ایک مصنف نے اپنی کتاب (ادب الجاحظ : صـ ۹۰) میں اپنے شیخ جاحظ کا دفاع کرتے ہوئے اس حدیث کی صحت کا انکار کر دیا، وہ کہتا ہے: ''اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو یہ امت اسلامیہ کی اکثریت کے حق میں بہت بڑی مصیبت ثابت ہوگی، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس امت کی اکثریت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گی، اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مانعینِ زکوۃ کو مرتدّ خیال کر کے ان کے خلاف محاذ آرائی نہ کرتے، ............''

اس کلام کا واضح طور پر باطل ہونا اس آدمی پر ردّ کرنے کے لیے کافی ہے، بالخصوص شیخ مقبل کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد۔ دوسری بات یہ ہے کہ ''ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا'' اس آدمی کا خود ساختہ نظریہ ہے، جو اس نے حدیثِ مبارکہ پر طعن کرنے کے لیے اپنایا، وگرنہ حدیث سے اس قسم کی کوئی وعید ثابت نہیں ہوتی۔ (صحیحہ: ۲۰٤) رحم الله الالبانی رحمة واسعة

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ و محدثین کے منہج کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کے احکام پر عمل کیا جائے، اور کسی خاص شخص کی فقہ کی طرف نسبت اور پابندی سے بچا جائے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کی تین اقسام سے پیدا کیا گیا

(۳۸۲۲)۔ عَنْ اَبِي ذَرٍّ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ آدَمَ خُلِقَ مِنْ ثَلَاثِ تُرُبَاتٍ: سَوْدَاءَ، وَبَيْضَاءَ، وَخَضْرَاءَ۔))

(الصحيحة: ۱۵۸۰)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک حضرت آدم علیہ السلام کو تین قسم کی مٹی سے پیدا کیا گیا: کالی، سفید اور سبز۔

تخريج: رواه ابن سعد في"الطبقات": ۱/ ۳٤، وعنه ابن عساكر في"تاريخ دمشق": ۲/ ۳۰۹/ ۱

**شرح** :...... اس حدیث کی مزید وضاحت یہ ہے: سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَرْضِ فَجَاءَ بَنُوْ آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْاَرْضِ، مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَالِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزَنُ وَالْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔) (ابو داود، ترمذی) ......''بیشک اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی (مٹی) سے پیدا کیا، جو اس نے زمین (کے مختلف حصوں سے) جمع کی۔ بنو آدم زمین کے (مختلف حصوں کے) مطابق پیدا ہوئے۔ کوئی سرخ ہے اور کوئی سفید، کوئی سیاہ ہے اور کوئی ملے جلے رنگ کا، کوئی نرم مزاج ہے اور کوئی سخت مزاج، کوئی خبیث ہے اور کوئی طیب۔''

## ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ دیکھ کر اپنی کامیابی کا اندازہ لگا لیا

(۳۸۲۳)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((لَمَّا صَوَّرَ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى آدَمَ علیہ السلام تَرَكَهُ، فَجَعَلَ إِبْلِيْسُ يَطُوْفُ بِهٖ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ، قَالَ: ظَفِرْتُ بِهٖ، خَلْقٌ لَا يَتَمَالَكُ۔)) (الصحيحة:٢١٥٨)

فرمایا: ''جب اللہ تبارک وتعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر (ڈھانچہ) تیار کیا تو اسے یوں ہی پڑا ہوا چھوڑ دیا۔ ابلیس اس کے ارد گرد گھوم کر اسے دیکھنے لگ گیا، جب اس نے دیکھا کہ یہ تو اندر سے خالی (یعنی کھوکھلا) ہے تو کہا: میں اس کے مقابلے میں کامیاب ہو جاؤں گا، کیونکہ یہ ایسی مخلوق ہے جو اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکے گی۔''

تخريج: رواه عبدالله بن أحمد في "الزهد":٤٨، وابن عساكر:٢/ ٣١٠/ ١، وأخرجه مسلم في "صحيحه":٨/ ٣١ دون قوله: ((ظفرت به))، واحمد: ٣/ ١٥٢، ٢٢٩، ٢٤٠، ٢٥٤

**شرح:**...... ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اس کو اور اس کی اولاد کو ورغلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

"أَجْوَف" (کھوکھلا) اسے کہتے ہیں، جو متغیر الحال، متزلزل الامر اور آفات کے درپے ہو اور جس میں قوت اور ثبات نہ ہو اور جس میں شہوات کو روکنے اور وسوسوں کو دفع کرنے کا ملکہ نہ ہو۔ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالی کی صفتِ ''صمد'' کے مقابلے میں انسان کی صفتِ ''اجوف'' ہے۔ ''صمد'' اس ہستی کو کہتے ہیں جو خود ہر ایک سے غنی ہو، جبکہ ساری مخلوق اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے اسی کا قصد کرتی ہو، اور انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہے اور اسے کھانے پینے کی ضرورت ہے۔

ابلیس کا یہ اندازہ حضرت آدم یا دوسرے انبیا و رسل کے بارے میں نہ تھا، بلکہ نسل انسانی کی فطرت کے بارے میں تھا، جو اس نسل کی کثیر تعداد کے حق میں سچ ثابت ہوا۔

## حضرت آدم علیہ السلام کا چھینکنا

(٣٨٢٤)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((لَمَّا نَفَخَ اللّٰهُ فِيْ آدَمَ الرُّوْحَ، فَبَلَغَ الرُّوْحُ رَأْسَهُ عَطَسَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ لَهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔)) (الصحيحة:٢١٥٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکی اور وہ سر تک پہنچی تو وہ چھینکے اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہا۔ اللہ تبارک وتعالی نے جواب میں کہا: "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" (یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے)۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان:٢٠٨١، و رواه الحاكم:٤/ ٢٦٣ موقوفا

**شرح:**...... مختلف احادیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر عائد ہونے والے حقوق بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک حق کی تفصیل یہ ہے کہ چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے، سننے والا "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہے اور پھر

چھینکنے والا "يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہے۔

# "خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ" کی تشریح

## حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر اور قد

(٣٨٢٥)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ، وَطُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا۔)) (الصحيحة: ١٠٧٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔

تخريج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٢٣، وعبد الله بن احمد فى "كتاب السنة": صـ ١٧٦

(٣٨٢٦)۔ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً: ((إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فليجتنِبِ الْوَجْهَ فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ۔)) (الصحيحة:٨٦٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی کسی کو سزا دے تو چہرے پر مارنے سے گریز کرے، کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا۔''

تخريج:أخرجه أحمد: ٢/ ٢٤٤، واخرج البخاري: ٥/ ١٨٢/ ٢٥٥٩، ومسلم: ٨/ ٣١ منه الشطر الاول بلفظ: ((اذا قاتل احدكم اخاه......)) وليس عند البخاري: ((اخاه))

**شرح:**...... یہ حدیث احترامِ انسانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، ہر سلیم الفطرت تسلیم کرتا ہے کہ تربیتی مراحل میں بعض اوقات سزائیں ضروری ہو جاتی ہیں، شریعتِ اسلامیہ نے نہ صرف اس ضابطے کو برقرار رکھا، بلکہ مقامِ انسانیت کو مجروح ہونے سے بچایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: علمائے کرام کا خیال ہے کہ چہرہ نرم و نازک اور پیاری چیز ہے، تمام محاسن کا مجموعہ ہے، یہ حواس خمسہ (دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، سننا، چھونا) کے اکثر افراد پر بھی مشتمل ہے، یہ اندیشہ ہے کہ کسی ضرب کی وجہ سے چہرہ بھدا، اور بدشکل نظر آنے لگے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مارنے سے نہ صرف بھونڈا پن اور عیب داری نظر آئے گی، بلکہ وہ انتہائی واضح لگے گی، ان وجوہات کی بنا پر شریعتِ اسلامیہ نے چہرے پر مارنے سے منع کر دیا ہے۔(فتح الباری: ٥/ ٢٢٩) ان نصوص کے باوجود بعض لوگ اپنے ملازموں کو اور بعض والدین اور اساتذہ اپنے بچوں اور شاگردوں کو سزا دیتے وقت ان کے چہروں پر ضرب لگاتے ہیں اور تھپڑ مارتے ہیں۔

حافظ ابن حجر دوسرے مقام پر اس حدیثِ مبارکہ کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جس صورت پر پیدا کیا گیا، جنت میں اور جنت سے اترنے کے بعد، بلکہ وفات تک وہی صورت قائم رہی یا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مختلف مراحل سے

گزارے بغیر ابتدائے تخلیق سے ہی ایک وجود عطا کر دیا گیا، پھر اسی پر ان کو برقرار رکھا، جبکہ ان کی اولاد اپنی تخلیق کے دوران کئی مراحل سے گزرتی ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں آخرت کے منکر اور زمانے کی بقا کے قائلین دہریوں کا ردّ ہے، جن کا خیال ہے انسان نطفے سے پیدا ہوتا ہے اور نطفہ انسان سے نکلتا ہے اور اس کی کوئی ابتدا نہیں، بلکہ ازل سے انسانی تخلیق کا یہ نظام چل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس حدیث میں وضاحت کی کہ اللہ تعالی نے خود انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا۔ نیز اس حدیث میں ماہرینِ علمِ طبیعات کا بھی ردّ ہے، جن کا خیال ہے کہ انسان، ایک فطرت اور اس کی تاثیر کا فعل ہے۔ یہ حدیث قدریوں کا بھی ردّ کرتی ہے جو تقدیرِ خداوندی کے منکر ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ انسان اپنے افعال کی تخلیق خود کرتا ہے، نہ کہ اللہ تعالی۔ (فتح الباري: ١١/ ٤)

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث میں "عَلٰى صُوْرَتِهٖ" میں "ہ" ضمیر کا مرجع لفظ "آدم" ہے، نہ کہ لفظ "اللّٰه"، کیونکہ یہی قریب ہے اور صحیح بخاری کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے: ((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهِ طُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا۔)) ...... "اللہ تعالی نے حضرت آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔" یہ حدیث صحیحہ (۴۴۹) میں گزر چکی ہے۔

رہا مسئلہ اس حدیث کا: ((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ۔)) ...... "اللہ تعالی نے حضرت آدم کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا۔"

تو یہ منکر ہے، میں نے اس کی تفصیل (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ١١٧٥، ١١٧٦) میں بیان کی ہے اور شیخ تویجری رحمہ اللہ جیسے ہم عصروں کی تصحیح کا رد بھی کیا ہے۔ (صحيحه: ٨٦٢)

(٣٨٢٧)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ، طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا۔ فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ: اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٍ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ، فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ۔ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ فَزَادُوْهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الْآنَ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا، ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ جب اللہ تعالی نے ان کی تخلیق کی تو فرمایا: جاؤ اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اُس جماعت کو سلام کہو اور غور سے سنو کہ وہ آپ کو جواباً کیا کہتے ہیں، کیونکہ یہی (جملے) آپ اور آپ کی اولاد کا سلام ہوں گے۔ (وہ گئے اور) کہا: السلام علیکم۔ انھوں نے جواب میں کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ یعنی "ورحمۃ اللہ" کے الفاظ کی زیادتی کی۔ جب آدمی بھی جنت میں داخل ہو گا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت (وجسامت) پر داخل ہو گا۔ لیکن (دنیا میں ولادتِ

(الصحيحة:٤٤٩) آدم سے) آج تک قد و قامت میں کمی آتی رہی۔"

تخريج: أخرجه البخاري: ٦/ ٢٨١، ١١/ ٢-٦، ومسلم: ٨/ ١٤٩، وأحمد: ٢/ ٣١٥، وابن خزيمة في"التوحيد": ٢٩، وابن حبان:٨/ ١٢/ ٦١٢٩، والبيهقي في"الأسماء": ٢٨٩ من حديث عبدالرزاق، وهذا في"المصنف": ١٠/ ٣٨٤/ ١٩٤٣٥

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ روایت ان لوگوں کے قول کی تائید کرتی ہے، جو لفظِ آدم کو "ہ" ضمیر کا مرجع بناتے ہیں، اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جس ہیئت پر پیدا کیا تھا، اسی پر ان کو وجود بخشا، یعنی ان کو اپنی اولاد کی طرح نہ اپنی تخلیق کے دوران مختلف احوال سے گزرنا پڑا اور نہ رحموں میں پہلے نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ، پھر عظام اور لحم اور خلق تامّ جیسے مراحل طے کرنا پڑے، بلکہ جونہی اللہ تعالیٰ نے ان میں روح پھونکی تو ان کو کامل و مکمل، معتدل و متناسب اور ٹھیک و درست بنا دیا۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر مفصّل اور مفید گفتگو کی ہے، آپ اس کا مراجعہ کر لیں۔ (صحیحہ: ٤٤٩)

## سلام کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی

(٣٨٢٨)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهِ، طُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا۔ فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ: اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوْسٍ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ، فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ فَزَادُوْهُ: وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الْآنَ۔)) (الصحيحة:٤٤٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا، ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کی تو فرمایا: جاؤ اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اُس جماعت کو سلام کہو اور غور سے سنو کہ وہ آپ کو جواباً کیا کہتے ہیں، کیونکہ یہی (جملے) آپ اور آپ کی اولاد کا سلام ہوں گے۔ (وہ گئے اور) کہا: السلام علیکم۔ انھوں نے جواب میں کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ یعنی "ورحمۃ اللہ" کے الفاظ کی زیادتی کی۔ جب آدمی بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت (وجسامت) پر داخل ہوگا۔ لیکن (دنیا میں ولادتِ آدم سے) آج تک قد و قامت میں کمی آتی رہی۔"

تخريج: أخرجه البخاري: ٦/ ٢٨١، ١١/ ٢-٦، ومسلم: ٨/ ١٤٩، وأحمد: ٢/ ٣١٥، وابن خزيمة في "التوحيد": ٢٩، وابن حبان:٨/ ١٢/ ٦١٢٩، والبيهقي في"الأسماء": ٢٨٩ من حديث عبدالرزاق، وهذا في"المصنف": ١٠/ ٣٨٤/ ١٩٤٣٥

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ سلام کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں نے رکھی۔ انسان کا اصل قد ساٹھ ہاتھ ہے،

عصر حاضر میں چھ سات فٹ قد کو حسن کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہ محض ماحول سے متاثر ہونے کی وجہ سے ہے، وگرنہ اصل انسانی تخلیق کو دیکھا جائے تو موجودہ قد و قامت ناقص ہے۔ بہر حال جنت میں داخل ہوتے وقت جنتی لوگ اپنے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے قد آور سانچے میں ڈھل کر داخل ہوں گے اور تمام لوگ اسے حسن و جمال کی علامت سمجھیں گے۔

## پہلا میزبان
## سب سے پہلا ختنہ

(٣٨٢٩)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((كَانَ اَوَّلُ مَنْ ضَيَّفَ الضَّيْفَانَ اِبْرَاهِيْمَ، وَهُوَ اَوَّلُ مَنِ اخْتَتَنَ عَلٰى رَاْسِ ثَمَانِيْنَ سَنَةٍ، وَاخْتَتَنَ بِالْقُدُّوْمِ۔)) (الصحيحة:٧٢٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے فرد ہیں جنھوں نے مہمانوں کی میزبانی کی اور وہی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسی سال کے بعد ختنہ کیا اور ختنہ بھی تیشے سے کیا۔''

تخريج: رواه ابن عساكر: ٢/ ١٦٧/ ١، والشطر الاول اخرجه ابي ابي عاصم في "الاوائل": ٦٣/ ١٨، والطبراني فيه: ٣٥/ ١٠، والشطر الآخر عند الشيخين و غيرهما دون قوله: ((وهو اول من))، وهو مخرج في الارواء: ١/ ١٢٠/ ٧٨

**شرح**:...... ہماری شریعت میں ختنہ کروانا مشروع ہے، اگر کوئی آدمی جہالت یا کسی عذر کی بنا پر ختنہ نہیں کروا پاتا اور وہ بڑا ہو جاتا ہے اور عذر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوتا ہے تو ان تمام صورتوں میں ختنہ کروانا ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان ہونے والے ایک شخص کو ختنہ کروانے کا حکم دیا تھا۔ (ابوداود:٣٥٦)

## انبیا کی تعداد...... رسول اور نبی میں فرق
## آدم و نوح اور نوح و ابراہیم علیہم السلام کا درمیانی فاصلہ

(٣٨٣٠)۔ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَبِيٌّ كَانَ آدَمُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، مُعَلَّمٌ، مُكَلَّمٌ۔)) قَالَ: كَمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نُوْحٍ؟ قَالَ: ((عَشْرَةُ قُرُوْنٍ۔)) قَالَ: كَمْ كَانَ بَيْنَ نُوْحٍ وَاِبْرَاهِيْمَ؟ قَالَ: ((عَشْرَةُ قُرُوْنٍ۔)) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! كَمْ كَانَتِ الرُّسُلُ؟ قَالَ: ((ثَلَاثُ مِئَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ، جَمًّا غَفِيْرًا۔))

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جی ہاں، وہ تعلیم دیے گئے تھے اور ان سے (اللہ تعالی کی طرف سے) کلام بھی کی گئی تھی۔'' اس نے کہا: ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین کتنا فاصلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'دس صدیاں (یا دس زمانے)۔'' اس نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس صدیاں۔'' پھر صحابہ نے پوچھا:

(الصحيحة:٣٢٨٩)

اے اللہ کے رسول! کل کتنے رسول ہو گزرے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تین سو پندرہ، جم غفیر ہے۔“

تخريج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٢٦٢، والطبراني في "المعجم الكبير": ٨/ ١٣٩، و في "المعجم الأوسط": ١/ ٢٤/ ٢/ ٣٩٨۔ بترقيمي

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کا ایک موقوف شاہد ذکر کرتے ہوئے کہا: سیدنا عبداللہ بن عباس نے کہا: نوح اور آدم کے مابین دس صدیاں تھیں، سارے لوگ شریعتِ حقہ پر تھے، پھر اختلاف پڑ گیا، پس اللہ تعالی نے نبیوں کو بھیجنا شروع کیا، تاکہ وہ خوشخبریاں دیں اور ڈرائیں، حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت یوں تھی: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا﴾ (تفسیر طبری: ٢/ ١٩٤، حاکم: ٢/ ٥٤٦)

اس میں ایک اہم فائدے کا بیان ہے کہ لوگ شروع میں ایک امت تھے، خالص توحید ان کا مذہب تھا، پھر بعد میں ان پر شرک کے آثار طاری ہوئے۔ اس سے ان فلسفیوں اور ملحدوں کا ردّ ہوتا ہے، جو کہتے ہیں کہ اصل میں شرک تھا، بعد میں توحید کو وجود ملا۔ (صحیحہ: ٣٢٨٩)

(٣٨٣١)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَبِيًّا كَانَ آدَمُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ مُكَلَّمٌ۔)) قَالَ: كَمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نُوْحٍ؟ قَالَ: ((عَشْرَةُ قُرُوْنٍ۔)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَمْ كَانَتِ الرُّسُلُ؟ قَالَ: ((ثَلَاثُ مِئَةٍ وَّخَمْسَةَ عَشَرَ۔)) (الصحيحة:٢٦٦٨)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں، ان سے کلام بھی کی گئی تھی۔“ اس نے کہا: ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دس صدیاں۔“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کل کتنے رسول تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تین سو پندرہ۔“

تخريج: أخرجه أبو جعفر الرزاز فی "مجلس من الأمالی": ق١٧٨/ ١، والحديث اخرجه ابن حبان ايضا فی "صحيحه": ٢٠٨٥، وابن منده فی "التوحيد": ق ١٠٤/ ٢، ومن طريقه ابن عساكر فی "تاريخ دمشق": ٢/ ٣٢٥/ ٢، والطبرانی فی "الاوسط": ١/ ٢٤/ ٢/ ٣٩٨، وفی "الكبير": ٨/ ١٣٩، والحاكم: ٢/ ٢٦٢

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ نے شواہد کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا ایک اقتباس یہ ہے: میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! پہلا نبی کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آدم علیہ السلام۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا آدم نبی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں ہاں، وہ نبی تھے، جن سے کلام بھی کی گئی، اللہ تعالی نے ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور پھر ان میں اپنی روح پھونکی، پھر ان سے کہا: آدم! پتلا بن جا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! انبیا کی تعداد کتنی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی تھے، ان میں رسولوں کی تعداد (٣١٥) تھی، جم غفیر ہے۔“

(احمد: ٥/ ٢٦٥)

پھر انھوں نے کہا: یہ اور دوسری احادیث دلالت کرتی ہیں کہ رسول اور نبی میں فرق ہے، قرآن مجید کی آیت بھی اس فرق پر دلالت کرتی ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ﴾ (سورۂ حج: ٥٢) ......''اور ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجا نہ نبی، مگر اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا تو شیطان نے اس کی آواز میں کچھ ملا دیا۔''

ابن جریر طبری سے لے کر علامہ آلوسی تک کے عام مفسرین کا یہی مسلک ہے، امام ابن تیمیہ (المجموع: ١٠/ ٢٩٠، ١٨/٧) میں کئی مقامات میں کہا ہے: كل رسول نبي و ليس كل نبي رسول ۔ (ہر رسول نبی تو ہے، لیکن ہر نبی رسول نہیں۔) امام قرطبی (۱۲/۸۰) کہا: مہدوی نے کہا: یہی رائے صحیح ہے کہ ہر رسول نبی ہے، لیکن ہر نبی رسول نہیں۔

قاضی عیاض نے (الشفاء) میں یہی رائے اختیار کی اور کہا: جم غفیر کا یہی مسلک ہے کہ ہر رسول نبی ہے، لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے، انھوں نے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا۔

اس کی مزید تائید سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس قراءت سے ہوتی ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ﴾ اس میں ''محدث'' سے مراد وہ ہے کہ جس کی طرف نیند میں وحی کی جاتی ہے، کیونکہ انبیا کا خواب وحی ہوتا ہے۔ ابو بکر انباری نے یہ قول ((الرد)) میں ذکر کیا ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں: ایسی قراءات سے قرآن مجید ثابت نہیں ہوتا، بہرحال اگر یہ قول سنداً صحیح ہو تو رسول اور نبی کے مابین فرق پر دلالت کرتا ہے، مفسر قرآن مجاہد رحمہ اللہ سے بھی فرق کا قول منقول ہے، جس کو امام سیوطی نے (الدر: ٤/ ٣٦٦) میں ذکر کیا ہے۔............

رسول اور نبی میں فرق کیا ہے؟

علامہ زمخشری (۳/۳۷) لکھتے ہیں: والفرق بينهما ان الرسول من الأنبياء: من جَمَع الى المعجزة والكتاب المنزل عليه۔ والنبي غير الرسول: من لم ينزل عليه كتاب وانما امر ان يدعو الناس الى شريعة من قبله۔......ان دو کے مابین فرق: رسول، انبیا میں سے ہوتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ اور کتاب دونوں چیز دی جاتی ہیں اور نبی، رسول کے علاوہ ہوتا ہے، اس پر کتاب نازل نہیں کی جاتی، بلکہ اسے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ سابقہ رسول کی شریعت کی طرف دعوت دے۔

امام بیضاوی نے اپنی تفسیر (۴/۵۷) میں کہا: الرسول: من بعثه الله بشريعة مجدِّدة يدعو الناس اليها، والنبي يعمه، ومن بعثه لتقرير شرع سابق، كأنبياء بني اسرائيل الذين كانوا بين موسى و عيسى ولذالك شبه النبي ﷺ علماء امته بهم۔......رسول وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نئی شریعت دے

کر بھیجے اور وہ اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور نبی اس کو بھی کہتے ہیں اور اُس کو بھی جو سابقہ نبی کی شریعت کو برقرار رکھنے کے لیے بھیجا جائے، جیسے حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہما السلام کے مابین آنے والے انبیا تھے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے علما کو ان سے تشبیہ دی۔

میں (البانی) کہتا ہوں: امام بیضاوی شاید اس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہوں: ((عُلَمَاءُ أُمَّتِيْ كَأَنْبِيَاءِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ۔)) ...... ''میری امت کے علما، بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں۔''

لیکن یہ حدیث سندی اعتبار سے بے بنیاد ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر اور امام سخاوی وغیرہ نے کہا ہے اور پھر انھوں امام بیضاوی کی تعریف پر اعتراضات کیے، جن کا لب لباب یہ تھا کہ بیضاوی کی تعریف سے ''مجددۃ'' اور زمخشری کی تعریف سے ''الکتاب'' کے الفاظ حذف کر دیے جائیں، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر کوئی کتاب نازل ہوئی نہ کوئی ایسی شریعت، جواز سرِ نو ہو۔ وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے پیروکار تھے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَبِيًّا﴾ (سورۂ مریم: ٥٤) ...... ''وہ (اسماعیل) وعدے کے سچے اور رسول اور نبی تھے۔''

خلاصۂ کلام یہ نکلا: النبی بمن بعث لتقریر شرع سابق، والرسول من بعثه الله بشریعة یدعوا الناس الیها، سواء کانت جدیدة او متقدمة۔ ...... نبی وہ ہے جسے سابقہ شریعت کے قیام کے لیے بھیجا جائے اور رسول وہ ہے، جسے اللہ تعالی نئی یا سابقہ شریعت کو برقرار رکھنے کے لیے بھیجے اور وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ٢٦٦٨)

## حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کا حلیہ مبارک
## حضرت موسی علیہ السلام احرام کی حالت میں

(٣٨٣٢)۔ عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَذَكَرُوْا الدَّجَّالَ، فَقَالَ: إِنَّهُ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: كَافِرٌ قَالَ: فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذٰلِكَ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ: ((أَمَّا إِبْرَاهِيْمُ، فَانْظُرُوْا إِلٰى صَاحِبِكُمْ، وَأَمَّا مُوْسٰى، فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلٰى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ، كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ يُلَبِّيْ۔)) (الصحیحۃ: ٣٤٩٢)

امام مجاہد کہتے ہیں: ہم سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ دجال کا تذکرہ کرنے لگے۔ ایک آدمی نے کہا: اس کی پیشانی پر لفظ ''کافر'' لکھا ہوگا۔ ابن عباس نے کہا: میں نے تو آپ ﷺ سے یہ بات نہیں سنی، البتہ یہ سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اگر تم) حضرت ابراہیم علیہ السلام (کی شکل وصورت کا اندازہ لگانا چاہتے تو) تو اپنے ساتھی (یعنی مجھ محمد ﷺ) کو دیکھ لو اور حضرت موسی علیہ السلام گندم گوں رنگ کے تھے، ان کے بال گھونگھریالے تھے، جو منظر مجھے دکھایا گیا اس میں وہ سرخ رنگ کے اونٹ پر سوار تھے،

جسے کھجور کے درخت کی رسی کی لگام ڈالی گئی تھی اور وہ تلبیہ
کہتے ہوئے وادی میں اتر رہے تھے۔''

تخریج: أخرجه البخاري: ٣٣٥٥، ٥٩١٣، ومسلم: ١/ ١٠٦، والبيهقي: ٥/ ١٧٦، وأحمد: ١/ ٢٧٧،

دراصل سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا، جس کے مطابق دجال کی پیشانی پر ''کافر'' یا ''ک ف ر'' لکھا ہوا ہوگا۔ درج ذیل حدیث پر غور فرمائیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ يُحَذِّرُهُمْ فِتْنَتَهُ (يَعْنِي : الدَّجَّالَ): ((تَعَلَّمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رَبَّهُ حَتَّى يَمُوتَ، وَأَنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ "ك ف ر" يَقْرَءُهُ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهُ۔)) (الصحيحة:٢٨٦٢)

عمر بن ثابت انصاری کہتے ہیں کہ مجھے ایک صحابیٔ رسول نے بیان کیا کہ ایک دن نبی ﷺ نے انھیں دجال سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ''جان لو کہ کوئی بھی اپنے ربّ کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتا اور اس دجال کی آنکھوں کے درمیان (ک ف ر) لکھا ہوگا، اس کے عمل کو ناپسند کرنے والا ہر شخص یہ الفاظ پڑھ لے گا۔'' (الصحيحه: ٢٨٦٢، مسلم: ٨/ ١٩٣، و الترمذي: ٢٢٣٦، وابن منده في "المعرفة": ٢/ ٢٨٧/ ٢)

دجال کے بارے میں باقی تفصیلات "الفتن وأشراط الساعة والبعث" میں ملاحظہ فرمائیں۔

(٣٨٣٣)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مَرْفُوْعًا: ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ هٰذَا الْوَادِيْ مُحْرِمًا بَيْنَ قَطْوَانِيَّتَيْنِ۔)) (الصحيحة: ٢٠٢٣)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گویا کہ میں حضرت موسی علیہ السلام کو اس وادی میں دو قطوانی چادروں کے احرام میں دیکھ رہا ہوں۔'' (صحیحہ: ٢٠٢٣)

تخريج: رواه أبو يعلى: ٣/ ١٢٦٢، والطبراني في "الكبير": ٣/ ٧٠/ ١، و"الأوسط": ١/ ١١٩/ ١، وأبوبكر المقرىء الأصبهاني في "الفوائد": ١٧٨/ ١، وأبونعيم في "الحلية": ٤/ ١٨٩

(٣٨٣٤)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ مُنْهَبِطًا مِنْ ثَنِيَّةِ هَرْشَى مَاشِيًا۔)) (الصحيحة:٢٩٥٨)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گویا کہ میں حضرت موسی بن عمران علیہ السلام کو ہرشی پہاڑی راستے سے پیدل اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٧/ ٢٧/ ٣٧٤٧

**شرح**:...... حضرت موسی علیہ السلام کو مذکورہ ہیئت میں کیسے بیان کیا گیا؟ دو صورتیں ممکن ہیں: (۱) جس طرح وہ دنیوی زندگی میں عبادت کرتے، حج کرتے اور تلبیہ کہتے تھے، تمثیلی طور پر ان کو اسی شکل میں آپ ﷺ کے سامنے پیش

کیا گیا یا (۲) آپ ﷺ نے ان کو اپنے خواب میں اسی طرح دیکھا تھا۔ واللہ اعلم

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح دی گئیں
## قرآن مجید کی سورتوں کی تقسیم

(۳۸۳۵)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُوْتِيَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ الْأَلْوَاحَ، وَأُوْتِيْتُ الْمَثَانِيَ۔))

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (توراۃ کی) تختیاں اور مجھے (قرآن کا) مثانی (حصہ)۔''

(الصحیحۃ:۲۸۱۳)

تخریج: أخرجه الأسماعيلي في "معجم شيوخه": ق۸۲/ ۱، ورواه ابوداود، والنسائي وغيره مختصرا

**شرح**:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ تختیوں کی صورت میں ملی تھی۔

قرآن کے ''مثانی'' حصے سے مراد سورۂ فاتحہ ہے یا ابتدائی لمبی سات سورتیں۔

عام طور پر قرآن مجید کی سورتوں کی یہ تقسیم پیش کی جاتی ہے:

(۱) طِوَال: اس سے مراد درج ذیل سات لمبی سورتیں ہیں:

بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف اور ساتویں سورت کے بارے میں دو اقوال ہیں: توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ سے انفال اور توبہ کو ایک سورت کے قائم مقام سمجھ لیا گیا، یا یونس

(۲) مِئِین: وہ سورتیں، جن کی آیات کی تعداد سو سے زیادہ یا سو کے لگ بھگ ہیں۔

(۳) مَثَانِی: وہ سورتیں ہیں، جن کی آیات کے تعداد ''مئین'' سے کچھ کم ہے، ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ''طِوال'' اور ''مئین'' کہ بہ نسبت ان کی بار بار تلاوت کی جاتی ہے۔

(۴) مُفَصَّل: سورۂ ق یا سورۂ حجرات سے آخرِ قرآن تک والی سورتیں۔

اس کی تین اقسام ہیں:

طوالِ مفصل: ق یا حجرات سے سورۂ نبأ یا بروج تک۔

اوساطِ مفصل: نبأ یا بروج سے ضحیٰ یا بیّنہ تک۔

قصارِ مفصل: ضحیٰ یا بیّنہ سے آخرِ قرآن تک۔

رہا مسئلہ اس حدیث تو سنن ابی داود (۱۴۵۹) میں کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: أُوْتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي الطُّوَلِ، وَأُوْتِيَ مُوْسٰى سِتًّا، فَلَمَّا اَلْقَى الْاَلْوَاحَ رُفِعَتْ ثِنْتَانِ، وَبَقِيَنَ اَرْبَعٌ۔ ......رسول اللہ ﷺ کو بار بار پڑھی جانے والی سات لمبی سورتیں دی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ تختیوں (میں تورات) دی گئی تھی، لیکن جب انھوں نے تختیاں پھینکیں تو دو اٹھالی گئیں اور چار باقی رہیں۔

علامہ عظیم آبادی نے تفصیلی بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ اس حدیث میں "سبعا من المثانی الطول" سے پہلی سات لمبی سورتیں ہی ہیں۔ (عون المعبود)

## حضرت موسی علیہ السلام اللہ تعالی کا انتخاب تھے

(٣٨٣٦)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ صَفِيُّ اللّٰهِ۔)) (الصحيحة:٢٣٦٤)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت موسی بن عمران علیہ السلام اللہ تعالی کا انتخاب ہیں۔''

تخريج: أخرجه الحاكم:٢/ ٥٧٦، والديلمي: ٤/ ٧٥

## سب سے پہلے نبی

(٣٨٣٧)۔ عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَوَّلُ نَبِيٍّ اُرْسِلَ نُوْحٌ۔)) (الصحيحة:١٢٨٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں، جن کو بھیجا گیا۔''

تخريج: رواه الديلمي في "مسنده" ١/ ١/ ٩، وابن عساكر في "تاريخه" ١٧/ ٣٢٦/ ٢، والحديث له شاهد قوى من حديث ابى هريرة المرفوع الطويل، ففيه: ((فيأتون نوحا، فيقولون: يا نوح! انت اول الرسل الى الارض۔)) اخرجه مسلم: ١/ ٣٢٧، والترمذى: ٢٤٣٦

**شرح:**...... حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام وغیرہ گزر چکے تھے، لہٰذا اس حدیث کے یہ مفاہیم بیان کئے جا سکتے ہیں:

(۱) حضرت نوح علیہ السلام رسول تھے اور ان سے پہلے والے انبیا تھے۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام اس اعتبار سے پہلے رسول ہیں کہ جب ان کو مبعوث کیا گیا تو سارے کے سارے لوگ کافر تھے، جب کہ آپ سے پہلے والے انبیا و رسل کا واسطہ مسلم و کافر دونوں سے پڑتا رہا۔

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت تمام اہل ارض کی طرف تھی، جبکہ آپ سے پہلے والے انبیا و رسل مخصوص اقوام کی طرف تشریف لاتے رہے۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت

(٣٨٣٨)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ عَلَيْهِ جُبَّةُ سِيْجَانَ مَزْرُوْرَةٌ بِالدِّيْبَاجِ، فَقَالَ: اَلَا اِنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا قَدْ

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے، کسی بستی کا باسی سیجان کا جبہ، جس کے بٹن ریشمی تھے، زیب تن کر کے آیا اور کہا: خبردار! تمھارے اس ساتھی (محمد ﷺ) نے گھڑسواروں کے مقام کو کم اور

وضع كُلَّ فَارِسِ ابْنِ فَارِسٍ. قَالَ: يُرِيْدُ اَنْ يَّضَعَ كُلَّ فَارِسِ ابْنِ فَارِسٍ، وَيَرْفَعُ كُلَّ رَاعِ ابْنِ رَاعٍ. قَالَ: فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَجَامِعِ جُبَّتِهٖ، وَقَالَ: ((اَلا اَرٰى عَلَيْكَ لِبَاسَ مَنْ لَّا يَعْقِلُ؟)) ثُمَّ قَالَ ﷺ: ((اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ نُوْحًا ﷺ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، قَالَ لِابْنِهٖ: اِنِّيْ قَاصٌّ عَلَيْكَ الْوَصِيَّةَ: آمُرُكَ بِاثْنَتَيْنِ، وَاَنْهَاكَ عَنِ اثْنَتَيْنِ، آمُرُكَ بِـ(لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ)، فَاِنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضِيْنَ السَّبْعَ لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كِفَّةٍ، وَوُضِعَتْ (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ) فِيْ كِفَّةٍ، رَجَحَتْ بِهِنَّ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)، وَلَوْ اَنَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضِيْنَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُبْهَمَةً، اِلَّا قَصَمَتْهُنَّ (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ)، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، فَاِنَّهَا صَلَاةُ كُلِّ شَيْءٍ وَبِهَا يُرْزَقُ الْخَلْقُ. وَاَنْهَاكَ عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ.)) قَالَ: قُلْتُ اَوْ قِيلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا الشِّرْكُ قَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا الْكِبْرُ؟ قَالَ: اَنْ يَّكُوْنَ لِاَحَدٍ نَعْلَانِ حَسَنَتَانِ لَهُمَا شِرَاكَانِ حَسَنَانِ؟ قَالَ: ((لَا)) قَالَ: هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ لِاَحَدِنَا اَصْحَابٌ يَجْلِسُوْنَ اِلَيْهِ؟ قَالَ: ((لَا.)) قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰـهِ! فَمَا الْكِبْرُ؟ ((سَفَهُ الْحَقِّ وَغَمْصُ النَّاسِ.)) (الصحيحة:١٣٤)

چرواہوں کی عزتوں کو بلند کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جبہ کے گریبان سے پکڑا اور فرمایا: ''کیا میں تجھ پر ان لوگوں کا لباس نہیں دیکھ رہا، جو بیوقوف ہیں۔'' پھر فرمایا: ''جب اللہ تعالی کے نبی نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آ پہنچا تو انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا: میں تیرے سامنے ایک وصیت بیان کرتا ہوں، میں تجھے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ میں تجھے ''لا الہ الا اللہ'' کا حکم دیتا ہوں، کیونکہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو (ترازو کے) ایک پلڑے میں اور ''لا الہ الا اللہ'' کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو ''لا الہ الا اللہ'' بھاری ہو جائے گا۔ اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک بند کڑے کی شکل اختیار کر لیں تو اس کو بھی ''لا الہ الا اللہ'' توڑ دے گا، اور (دوسری چیز) ''سبحان اللہ وبحمدہ'' ہے، یہ کلمات ہر چیز کی نماز ہیں اور ان ہی کے ذریعے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے اور میں تجھے شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں۔'' میں نے یا کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم شرک کو تو پہنچانتے ہیں، تکبر کسے کہتے ہیں؟ کیا تکبر یہ ہے کہ آدمی کے جوتے اور ان کے تسمے اچھے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' کسی نے کہا: تو کیا تکبر یہ ہے کہ آدمی کے دوست و یار ہوں، جو اس کے پاس بیٹھتے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' پھر کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو پھر تکبر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حق کو جھٹلا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا (تکبر کہلاتا ہے)۔''

تخريج: رواه البخاري في "الأدب المفرد": ٥٤٨، وأحمد: ٢/ ١٦٩-١٧٠ و٢٢٥، والبيهقي في "الأسماء": ٧٩-هندية

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حدیث کئی فوائد پر مشتمل ہے، مثلا:

(۱) وفات کے وقت وصیت کرنا۔

(۲) تہلیل و تسبیح کی فضیلت اور ان کی وجہ سے مخلوق کو رزق ملنا۔

(۳) یہ بات حق ہے کہ روز قیامت ترازو نصب کیا جائے گا اور اس کے دو پلڑے ہوں گے، اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ جبکہ معتزلہ اور ان کے مقلدوں کا یہ خیال ہے کہ احادیث صحیحہ سے عقائد ثابت نہیں ہوتے، کیونکہ ان کے نزدیک خبر واحد یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔ میں نے اپنی کتاب (مع الاستاذ الطنطاوی) میں ان کے خیال کا بطلان واضح کیا ہے۔

(۴) آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کئی احادیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے اور اللہ تعالی کے اس فرمان کا بھی یہی مفہوم ہے: ﴿خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ (سورۂ طلاق: ۱۲) ...... ''اس نے سات آسمان پیدا کیے اور ان کی طرح زمینیں بھی۔''

کچھ لوگوں نے یورپیوں کی تحقیقات سے متاثر ہو کر اس آیت میں بیان کی گئی عدد کی مماثلت کی نفی کی ہے، یہ ان بیچاروں کو دھوکہ ہوا ہے۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ کیا ہم یورپیوں کی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالی اور اس کے رسول کے کلام کا انکار کر دیں؟ اللہ تعالی نے سچ فرمایا کہ ''تم کو تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے۔'' (سورۂ اسرا: ۸۵)

(۵) خوبصورت لباس پہننا تکبر کی علامت نہیں ہے، بلکہ یہ تو شرعی معاملہ ہے، کیونکہ اللہ تعالی خود بھی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند بھی کرتا ہے۔

(۶) جس تکبر کا ذکر شرک کے ساتھ کیا گیا ہے اور جس کی ذرہ برابر مقدار بھی جنت میں داخل ہونے سے مانع ہے، اس سے مراد حق کی وضاحت ہو چکنے کے بعد اس کو جھٹلانا ہے اور بغیر کسی حق کے بریٔ الذمہ لوگوں پر طعن کرنا اور ان کو حقیر جاننا ہے۔

مسلمان کو چاہیے کہ جیسے وہ شرک سے بچتا ہے، اسی طرح اس قسم کے تکبر سے بھی گریز کرے۔ (صحیحہ: ۱۳٤)

## انبیا کی آنکھیں سوتی ہیں، جبکہ دل بیدار رہتے ہیں

(۳۸۳۹)۔ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ تَنَامُ اَعْيُنُنَا، وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُنَا۔)) (الصحيحة: ١٧٠٥)

عطاء کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہم انبیا کی جماعت کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتے۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات": ١/ ١٧١

**شرح**:...... اس میں انبیا کا خاصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا سونا نبی کریم ﷺ کے لیے ناقض وضو نہیں تھا۔

(۳۸۴۰)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔)) (الصحيحة:٦٩٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔''

تخریج: أخرجه ابن خزيمة في "صحيحه": ١/ ٩/ ٢

**شرح:**...... اس میں نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے۔ سابقہ انبیا بھی اس صفت سے متصف تھے۔

## انبیا کا برزخی زندگی میں نماز پڑھنا

(۳۸۴۱)۔ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلٰى مُوْسٰى فَرَأَيْتُهُ قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ۔)) (الصحيحة:٢٦٢٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اسرا والی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ٧/ ١٠٢، والنسائي: ١/ ٢٤٢، وابن حبان: ٤٩۔ الاحسان، وأحمد: ٣/ ١٢٠

(۳۸۴۲)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلْأَنْبِيَاءُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔)) (الصحيحة: ٦٢١)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انبیا صلوات اللہ علیہم اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه البزار في "مسنده": ٢٥٦، وتمام الرازي في "الفوائد": ٥٦۔ نسختي، وعنه ابن عساكر في "تاريخ دمشق": ٤/ ٢٨٥/ ٢، وابن عدي في "الكامل": ٩٠/ ٢، والبيهقي في "حياة الأنبياء": ٣

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپ کو علم ہونا چاہئے کہ اس حدیث میں انبیا کی جس زندگی کو ثابت کیا جا رہا ہے، وہ برزخی زندگی ہے، جس کا دنیوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے جہاں ایسی احادیث پر ایمان لانا واجب ہے، وہاں دنیوی زندگی کو مدنظر رکھ کر عالم برزخ کی مثالیں یا اس کی تکییف و تشبیہ بیان کرنا بھی کسی کو زیب نہیں دیتا۔

اس سلسلے میں یہی مؤقف درست ہے کہ احادیث میں جتنا اور جو کچھ بیان ہوا، اس پر ایمان لایا جائے اور آرا و اقیسہ سے گریز کیا جائے۔ جیسا کہ بعض بدعتیوں کا طریق کار رہا، جنہوں نے بالآخر یہ دعوی کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں (دنیا والی) حقیقی زندگی میں ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور اپنی بیویوں سے شب باشی بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ برزخی زندگی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسرا والی رات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ یہ بھی اسی حدیث کا شاہد ہے۔ (صحیحہ:٦٢١)

## ضب (سانڈے) کی حلت و حرمت

(۳۸۴۳)۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ،

سیدنا عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ

قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ، فَأَصَبْنَا ضِبَابًا، فَكَانَتِ الْقُدُوْرُ تَغْلِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ أُمَّةً مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مُسِخَتْ، وَأَنَا أَخْشٰى أَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ۔)) يَعْنِيْ: الضِّبَابَ۔ قَالَ: فَأَكْفَأْنَاهَا وَإِنَّا لَجِيَاعٌ۔(الصحيحة: ٢٩٧٠)

کے ساتھ ایک سفر میں تھا، سانڈے ہمارے ہاتھ لگ گئے، (ان کو پکانا شروع کیا گیا اور) ہنڈیاں ابل رہی تھیں، اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنواسرائیل کی ایک امت کی شکلیں مسخ ہوگئی تھیں اور مجھے خدشہ ہے کہ یہ جانور وہی ہو گا۔'' یہ سن کر ہم نے ہنڈیاں انڈیل دیں، حالانکہ ہم بھوکے تھے۔

تخريج: أخرجه ابن حبان: ١٠٧٠۔ موارد، والطحاوي في"شرح المعاني": ٢/ ٣١٤، و"مشكل الآثار": ٤/ ٢٧٨، والبيهقي: ٩/ ٣٢٥، وابن أبي شيبة في"المصنف": ٨/ ٢٦٦، و أحمد: ٤/ ١٩٦، وأبو يعلي: ٢/ ٢٣١/ ٩٣١، والبزار: ٢/ ٦٦/ ١٢١٧

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے جتنے متون نقل کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جانور حلال ہے، آپ ﷺ نے کچھ وجوہات کی بنا پر نہیں کھایا، ایک متن یہ ہے:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: ہمارے ہاں سانڈے پائے جاتے ہیں اور وہی ہمارے اہل و عیال کا عام کھانا ہیں؟ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ ہم نے اسے کہا: پھر سوال کرو۔ سو اس نے دوبارہ سوال کیا، لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس نے تیسری دفعہ سوال دوہرایا تو آپ ﷺ نے اسے آواز دی اور فرمایا: ((يَا أَعْرَابِيُّ! إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ أَوْ غَضِبَ عَلٰى سِبْطٍ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَمَسَخَهُمْ دَوَابَّ يَدِبُّوْنَ فِي الْأَرْضِ، فَلَا أَدْرِيْ لَعَلَّ هٰذَا مِنْهَا، فَلَسْتُ آكِلُهَا وَلَا أَنْهٰى عَنْهَا۔)) (مسلم) ...... ''بدو! بیشک اللہ تعالی نے بنواسرائیل کے ایک خاندان پر لعنت کی یا غصہ کیا اور ان کو زمین پر رینگنے والوں جانوروں کی صورت میں مسخ کر دیا، اب میں یہ نہیں جانتا کہ شاید یہ سانڈا ان میں سے ہو۔ لہٰذا میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔'' (مسلم: ٦/ ٧٠، طحاوی: ٤/ ٢٧٩)

اس موضوع پر مکمل بحث "اَلْأَضَاحِي وَالذَّبَائِحُ وَالْأَطْعِمَةُ وَالْأَشْرِبَةُ وَالْعَقِيْقَةُ وَالرِّفْقُ بِالْحَيَوَانِ" میں ''سانڈے کی حلت و حرمت'' کے عنوان میں موجود ہے۔

## اللہ تعالی کی ایک مٹھی میں جنتی اور ایک مٹھی میں جہنمی

(٣٨٤٤)۔ عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ، قَالَ: مَرِضَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ يَعُوْدُوْنَهُ، فَبَكٰى، فَقِيْلَ لَهُ: مَا يُبْكِيْكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ؟ أَلَمْ يَقُلْ

ابونضرہ کہتے ہیں: ایک صحابی بیمار ہو گئے، اس کے ساتھی اس کی تیمارداری کرنے کے لیے اس کے پاس گئے، وہ رونے لگ گیا۔ اس سے پوچھا گیا: اللہ کے بندے! کیوں رو رہے ہو؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تجھے یہ نہیں کہا تھا کہ ''اپنی

لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتّٰى تَلْقَانِيْ۔)) قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَبَضَ قَبْضَةً بِيَمِيْنِهِ، فَقَالَ: هٰذِهِ لِهٰذِهِ وَلَا أُبَالِيْ، وَقَبَضَ قَبْضَةً أُخْرٰى-يَعْنِيْ: بِيَدِهِ الْأُخْرٰى-، فَقَالَ: هٰذِهِ لِهٰذِهِ وَلَا أُبَالِيْ۔)) فَلَا أَدْرِيْ فِيْ أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا۔ (الصحيحة:٥٠)

مونچھیں کاٹ دو اور پھر اسی چیز پر برقرار رہنا، یہاں تک کہ مجھے آ ملو۔'' ؟ اس نے کہا: کیوں نہیں، (آپ ﷺ نے واقعی یہ بشارت مجھے دی تھی) لیکن میں نے آپ ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ ''بیشک اللہ تبارک وتعالی نے دائیں ہاتھ سے (اپنے بندوں کی) کی ایک مٹھی بھری اور فرمایا کہ اس مٹھی والے (جنت) کے لیے ہیں اور مجھے کسی کی کوئی پروانہیں ہے، پھر دوسرے ہاتھ سے دوسری مٹھی بھری اور فرمایا کہ اس مٹھی والے (جہنم) کے لیے ہیں اور میں کسی کی کوئی پروانہیں کرتا۔'' (میرے رونے کہ وجہ یہ فکر ہے کہ) میں یہ نہیں جانتا کہ میں کس مٹھی میں ہوں گا۔

تخريج: رواه أحمد: ٤/ ١٧٦ و١٧٧ و٥/ ٦٨، والبزار: ٣/ ٢٠

**شــرح:**...... اللہ تعالی کے علم کو تقدیر کہتے ہیں، ازل سے اسے علم ہے کہ فلاں فلاں جنت میں جائے گا ور فلاں فلاں جہنم میں۔ لیکن اس سے قطعی طور پر یہ لازم نہیں آتا کہ ہم عمل کرنے سے غفلت برتیں، کیونکہ جو ہستی مستقبل کے تمام امور سے بخوبی آگاہ ہے، اسی نے اعمالِ صالحہ کرنے کا حکم دیا ہے اور انسان کو اچھے یا برے اعمال کرنے کے اختیارات سونپے ہیں۔

(٣٨٤٥)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَبَضَ قَبْضَةً، فَقَالَ: فِي الْجَنَّةِ بِرَحْمَتِيْ وَقَبَضَ قَبْضَةً، فَقَالَ: فِي النَّارِ وَلَا أُبَالِيْ۔)) (الصحيحة:٤٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی نے ایک مٹھی بھری اور فرمایا: یہ میری رحمت سے جنت میں ہوں گے اور دوسری مٹھی بھری اور فرمایا: یہ جہنم میں ہوں گیا اور میں کوئی پروانہیں کرتا۔''

تخريج: رواه أبو يعلى في "مسنده": ٢/ ١٧١، والعقيلي في "الضعفاء": صـ٩٣، وابن عدي في "الكامل": ٢/ ٦٦، والدولابي في "الأسماء والكنى": ٢/ ٤٨

## اللہ تعالی نے غلبۂ رحمت والا جملہ اپنے ہاتھ سے لکھا

(٣٨٤٦)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ حِيْنَ خَلَقَ الْخَلْقَ كَتَبَ بِيَدِهِ عَلٰى نَفْسِهِ: إِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ۔)) (الصحيحة:١٦٢٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالی نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنے ہاتھ سے اپنے بارے میں لکھا کہ بیشک میری رحمت، میرے غضب پر غالب آ جاتی ہے۔''

تخریج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٧١، واللفظ له، وأحمد: ٢/ ٤٣٣، وابن ماجه: ٤٢٩٥، وهذا الحديث له طرق كثيرة في الصحيحين، مسند الامام احمد

**شرح**:...... جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔ جو آدمی، وہ نیک ہو یا برا، جنت میں داخل ہو گا، وہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بنا پر داخل ہوگا۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ اعمالِ خیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب بنتے ہیں۔

## چھ گھڑیوں تک گناہ نہیں لکھا جاتا

(٣٨٤٧)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوعًا: ((إِنَّ صَاحِبَ الشِّمَالِ لَيَرْفَعُ الْقَلَمَ سِتَّ سَاعَاتٍ عَنِ الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ الْمُخْطِئِ أَوِ الْمُسِيْءِ، فَإِنْ نَدِمَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ مِنْهَا أَلْقَاهَا وَإِلَّا كَتَبَ وَاحِدَةً۔))

(الصحيحة:١٢٠٩)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بائیں طرف والا فرشتہ (جو برائیاں لکھتا ہے) چھ گھڑیوں تک غلطی کرنے والے مسلمان بندے کی غلطی لکھنے سے اپنا قلم روکے رکھتا ہے، اگر (اس وقت کے اندر اندر ایسا مسلمان) پچھتا کر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرنا شروع کر دے تو وہ قلم رکھ دیتا ہے (یعنی وہ گناہ سرے سے نہیں لکھا جاتا اور اگر اتنے وقت میں بھی اسے ندامت کا موقع نہ ملے تو) وہ ایک برائی لکھ لیتا ہے۔''

تخریج: رواه الطبراني في "الكبير" ق ٢٥/ ٢ مجموع ٦، وأبونعيم في "الحلية" ٦/ ١٢٤، والبيهقي في "الشعب" ٢/ ٣٤٩/ ١، والواحدي في "تفسيره" ٤/ ٨٥/ ١

**شرح**:...... یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ چھ گھڑیوں تک گناہ نامۂ اعمال میں لکھا ہی نہیں جاتا۔ لیکن جب بندہ غفلت کرتا ہے اور چھ گھڑیوں تک اپنے کئے پر کوئی توجہ نہیں دھرتا تو وہ ایک گناہ لکھ لیا جاتا ہے۔ لیکن جب نیکی کی باری آتی ہے تو اس کا ارادہ کرنے پر ہی ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے اور عملاً نیکی کرنے پر کم از کم دس گنا ثواب ملتا ہے۔

## شیطان نے گمراہ کرنے کا چیلنج کیا اور اللہ تعالیٰ نے بخشنے کا دعوی کیا، لیکن ......

(٣٨٤٨)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِكَ! يَا رَبِّ! لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَادَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ۔ فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: وَعِزَّتِي! وَجَلَالِي! لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي۔))

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک شیطان نے کہا تھا: اے میرے ربّ! تیری عزت کی قسم! جب تک تیرے بندوں کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی، میں انھیں گمراہ کرتا رہوں گا اور ربّ تبارک وتعالیٰ نے اس کے جواب میں کہا: مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش طلب کرتے

(الصحيحة:١٠٤) رہیں گے تو میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔"

تخريج: رواه الحاكم: ٤/ ٢٦١، والبيهقي في "الأسماء": ١٣٤

**شرح**:...... ہر انسان یقینی طور پر بتقاضۂ بشریت غلطیوں کا مرتکب ہوگا اور شیطان کے ورغلانے سے ایسا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالی نے استغفار اور توبہ کا دروازہ موت کا غرغرہ طاری ہونے تک کھلا رکھا ہوا ہے، ہمیں چاہئے کہ شیطان کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دیں اور بار بار اللہ تعالی کی طرف رجوع کرتے رہیں۔

## جزیرۂ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوسکتی، لیکن......

(٣٨٤٩)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يُّعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ هٰذِهِ، وَلٰكِنَّهُ قَدْ رَضِيَ مِنْكُمْ بِمَا تَحْقِرُوْنَ۔)) (الصحيحة:٤٧١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بیشک شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین (جزیرۂ عرب) میں اس کی عبادت ہو سکے، لیکن (جن برائیوں کو) تم لوگ حقیر سمجھتے ہو وہ تم سے ان کا ارتکاب کروا کر ہی راضی ہوتا رہے گا۔"

تخريج: أخرجه الامام أحمد: ٢/ ٣٦٨، والبزار في "مسنده": ٢٨٥٠

**شرح**:...... شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب کے لوگ شرک کریں گے، البتہ وہ ان کو دوسرے گناہوں میں مبتلا کر سکے گا۔

لیکن اس جزیرہ میں غیروں کی پوجا پاٹ کی بعض صورتیں پائی گئیں، اس صورتحال کو دیکھ کر اس حدیث کے درج ذیل مفاہیم بیان کیے گئے ہیں:

(١) شیطان کسی مومن کو اس قدر گمراہ نہیں کر سکے گا کہ وہ بتوں کی عبادت شروع کر دے۔

(٢) شیطان کی چالبازیاں اس قدر کارگر ثابت نہ ہوسکیں گی کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح آپ ﷺ کی امت کو اتنا گمراہ کر دے کہ وہ نماز بھی پڑھیں اور شیطان کی عبادت بھی کریں۔

(٣) شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ وہ دین اسلام کو مسخ کر کے شرک و بدعت کو عام کر دے اور جزیرۂ عرب اسلام کی آمد سے پہلے کی طرح ہو جائے۔ تیسرا معنی ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

## بنو آدم کے رنگ اور مزاج مختلف کیوں؟

(٣٨٥٠)۔ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيْعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُوْ آدَمَ عَلٰى قَدَرِ الْأَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بیشک اللہ تعالی نے ساری زمین سے ایک مٹھی بھری اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم زمین کی مٹی کی نوعیت کے مطابق پیدا ہوئے

وَالْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ، وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔)) (الصحيحة: ١٦٣٠)

ہیں، یعنی کوئی سرخ ہے، کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے اور کسی کی رنگتیں ان کے درمیان درمیان ہیں اور کوئی نرم ہے، کوئی سخت ہے، کوئی خبیث ہے اور کوئی طیب ہے۔''

تخریج: رواه ابن سعد في "الطبقات": ١/ ٥-٦، واحمد: ٤/ ٤٠٦، وابن حبان: ٢٠٨٣

## ہدایت وضلالت کے بارے میں تقدیری فیصلے

(٣٨٥١)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلقهٗ فِيْ ظُلْمَةٍ وَاَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِنْ نُوْرِهٖ، فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰى بِهٖ، وَمَنْ اَخْطَاَهٗ ضَلَّ۔)) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو: فَلِذٰلِكَ اَقُوْلُ: جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔ (الصحيحة: ١٠٧٦)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر اس پر اپنا نور ڈالا، جس کو وہ نور نصیب ہوا وہ ہدایت پا گیا اور جس سے تجاوز کر گیا، وہ گمراہ ہو گیا۔'' سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسی لیے میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہونے والا ہے، قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

تخریج: أخرجه الآجري في "الشريعة" صـ ١٧٥، وابن حبان ١٨١٢، والحاكم: ١/ ٣٠، والترمذي: ٢/ ١٠٧، واحمد: ٢/ ١٧٦، ١٩٧

**شرح:**...... اس موضوع پر "الایمان والتوحید والدین والقدر" میں بحثیں گزر چکی ہیں کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا علم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے جنتی یا جہنمی ہونے کا علم ہے۔ اس علم کا یہ مطلب نہیں کہ انسان جنتی یا جہنمی ہونے پر مجبور ہے۔

اگر کوئی شخص اس جواب پر مطمئن نہ ہو تو اس سے ایک سوال کیا جائے گا کہ جس مقدس ہستی نے تقدیر کے بارے میں یہ احادیث بیان کی ہیں، اس نے خود بھی اعمالِ صالحہ کا اہتمام کیا اور اپنے صحابہ کو بھی یہی حکم دیا، بلکہ بعض ایسی احادیث بھی بیان نہ کرنے کی تلقین کی گئی، جن کی وجہ سے عوام الناس میں عملی طور پر سستی پیدا ہو سکتی تھی۔

## اہل جنت اور اہل جہنم کے بارے میں تقدیری فیصلے

(٣٨٥٢)۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَتَادَةَ السُّلَمِيِّ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ، ثُمَّ اَخَذَ الْخَلْقَ مِنْ ظَهْرِهٖ، وَقَالَ: هٰؤُلَاءِ اِلَى الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ، وَهٰؤُلَاءِ اِلَى النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ۔)) فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ

سیدنا عبد الرحمن بن قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر ان کی پیٹھ سے ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا: یہ جنت کے لیے ہیں اور میں بے پروا ہوں اور یہ جہنم کے لیے ہیں اور میں کوئی پروا نہیں کرتا۔'' کسی نے کہا: اے اللہ کے

اللّٰہِ! فَعَلٰی مَاذَا نَعْمَلُ؟ قَالَ: ((عَلٰی مَوَاقِعِ الْقَدَرِ۔)) (الصحیحۃ:٤٨)

رسول! ہم کس چیز کے مطابق عمل کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تقدیر کے مطابق۔''

تخریج: رواہ أحمد: ٤/ ١٨٦، وابن سعد فی "الطبقات": ١/ ٣٠و٧/ ٤١٧، وابن حبان فی "صحیحہ": ١٨٠٦، وعبدالباقی ابن قانع فی ترجمۃ عبدالرحمن الاتی من "المعجم"، والحاکم: ١/ ٣١، والحافظ عبدالغنی المقدسی فی "الثالث والتسعین من تخریجہ": ٤١/ ٢، وابن جریر فی "التفسیر": ١٥٣٧٧. والآجری فی "الشریعۃ": ١٧٢

**شرح**:...... بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو نیکی و بدی کرنے کے اختیارات سونپ رکھے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ (سورۂ دھر: ٣) ...... ''ہم نے اسے راہ دکھائی، اب خواہ وہ شکر گزار بنے، خواہ ناشکرا۔'' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ معلوم کر لیا کہ کون کیا عمل کرے گا اور کس کا انجام کیا ہو گا، پھر اس کو قلمی شکل دے دی، اس کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر یا اس کا علم کہتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کے طرزِ حیات اور ان کے انجام کی پیشین گوئی کی، جو حق ثابت ہوئی۔ اب کوئی انسان مجبور ہو کر نیک یا برے اعمال نہیں کر رہا، بلکہ اسے اختیار ہے، اس نے خود انتخاب کرنا ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے انتخاب کا علم ہے۔ اب انسان کے عمل اور اللہ تعالیٰ کے علم میں من وعن موافقت ہے، اسی کو کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق عمل کر رہا ہے۔

(٣٨٥٣)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مَرْفُوْعًا: ((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ حِيْنَ خَلَقَهُ، فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُمْنٰى، فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّةً بَيْضَاءَ كَاَنَّهَا الذَّرُّ، وَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرٰى، فَاَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ، كَاَنَّهُمُ الْحُمَمُ، فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَمِيْنِهِ: اِلَى الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ، وَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ كَتِفِهِ الْيُسْرٰى: اِلَى النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ۔)) (الصحیحۃ:٤٩)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس کے دائیں کندھے پر ضرب لگائی اور وہاں سے سفید رنگ کی اولاد نکالی، جو چھوٹی چیونٹیوں کی جسامت کی تھی۔ پھر بائیں کندھے پر ضرب لگائے اور کوئلوں کی طرح سیاہ اولاد نکالی۔ پھر دائیں طرف والی اولاد کے بارے میں کہا: یہ جنت میں جائیں گے اور میں کوئی پرواہ نہیں کرتا اور بائیں کندھے سے نکلنے والے اولاد کے بارے میں کہا: یہ جہنم میں جائیں گے اور میں بے پرواہ ہوں۔''

تخریج: رواہ أحمد، وابنہ فی "زوائد المسند": ٦/ ٤٤١، والبزار: ٢١٤٤، وابن عساکر فی "تاریخ دمشق": ١٥/ ١٣٦/ ١

**شرح**:...... تقدیر کے مسائل مکمل تفصیل کے ساتھ "الاِیْمَانُ وَالتَّوْحِیْدُ وَالدِّیْنُ وَالْقَدْرُ" میں موجود ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ انسان جنت یا جہنم میں داخل ہونے کے سلسلے میں مجبور ہے۔ اس حدیث میں اللہ

تعالیٰ نے انسانوں کے انجام کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے، جو اس کے علم غیب پر دلالت کرتی ہے۔

## بادلوں کا بولنا اور ہنسنا

(٣٨٥٤)۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، اَخْبَرَنِي اَبِي، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا اِلَى جَنْبِ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي الْمَسْجِدِ، فَمَرَّ شَيْخٌ جَمِيلٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ، وَفِي اُذُنَيْهِ صَمَمٌ اَوْ قَالَ: وَقْرٌ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ حُمَيْدٌ، فَلَمَّا اَقْبَلَ، قَالَ: يَا ابْنَ اَخِي اَوْسِعْ لَهُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكَ، فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَقَالَ لَهُ حُمَيْدٌ: هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي حَدَّثْتَنِي عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ الشَّيْخُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ فَيَنْطِقُ اَحْسَنَ النُّطْقِ، وَيَضْحَكُ اَحْسَنَ الضَّحِكِ.)) (الصحيحة: ١٦٦٥)

ابراہیم بن سعد کہتے ہیں: مجھے میرے باپ نے بتایا کہ وہ حمید بن عبد الرحمن کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں وہاں سے بنو غفار کے خوبصورت بزرگ، جو کچھ بہرا تھا، کا گزر ہوا۔ حمید نے اسے بلوا بھیجا، جب وہ آیا تو حمید نے میرے باپ سے کہا: میرے اور اپنے درمیان اس بزرگ کے بیٹھنے کے لیے وسعت پیدا کرو، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کا صحابی ہے۔ وہ آیا اور ان دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ حمید نے اسے کہا: وہ حدیث کون سی ہے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مجھے بیان کی ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''بیشک اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتے ہیں، پھر وہ بادل حسین انداز میں بولتے ہیں اور خوبصورت انداز میں ہنستے ہیں۔'' (صحیحہ: ١٦٦٥)

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ٤٣٥، والعقيلي: صـ ١٠، وابن منده في "المعرفة": ٢/ ٢٧٩/ ١، والرامهرمزي في "الأمثال": صـ ١٥٤ ـ هند، والبيهقي في "الأسماء": صـ ٤٧٥، والكلاباذي في "مفتاح المعاني": ٩٠/ ١ ـ ٢

**شرح**:...... کائنات کی ہر مخلوق کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص انداز میں تعلق ہوتا ہے، انسان اس تعلق کو نہیں سمجھ پاتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔﴾ (سورۂ بنی اسرائیل: ٤٤)

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔''

## سب سے پہلی مخلوق

(٣٨٥٥)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ عَزَّ وجلَّ الْقَلَمُ، فأَخَذَهُ بِيَمِيْنِهِ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ قَالَ فَكَتَبَ الدُّنْيَا وَمَا يَكُوْنُ فِيْهَا مِنْ عَمَلٍ مَعْمُوْلٍ: بِرٍّ أَوْ فُجُوْرٍ، رَطْبٍ أَوْ يَابِسٍ، فَأَحْصَاهُ عِنْدَهُ فِي الذِّكْرِ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((اِقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿هَـٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورة الجاثية:٢٩) فَهَلْ تَكُوْنُ النُّسْخَةُ إِلَّا مِنْ أَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ۔)) (الصحيحة:٣١٣٦)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، پھر اس نے دنیا کو، اور دنیا میں کی جانے والی ہر نیکی و بدی اور رطب و یابس کو لکھا اور سب چیزوں کو اپنے پاس لوحِ محفوظ میں شمار کرلیا۔ پھر فرمایا: اگر چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿یہ ہے ہماری کتاب جو تمھارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے، ہم تمھارے اعمال لکھواتے جاتے ہیں﴾ (سورۂ جاثیہ: ٢٩) لکھنا اور نقل کرنا اسی امر میں ہوتا ہے جس سے فارغ ہوا جا چکا ہو۔''

تخريج: أخرجه الآجري في "الشريعة": ٣٢١

**شرح**:...... امام مبارکپوری نے کہا: اضافی طور پر قلم کو پہلی مخلوق کہا گیا ہے، یعنی عرش، پانی اور ہوا کے بعد باقی مخلوقات سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((کَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔)) قَالَ: ((وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔)) (مسلم) ......''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیریں لکھ لی تھیں، اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔''

اور امام بیہقی نے روایت کیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا کہ پھر پانی کس چیز پر تھا۔ انھوں نے کہا: ہوا کی کمر پر۔ (تحفۃ الاحوذی: ٣/٢٠٣) امام مبارکپوری کی بات محل نظر ہے۔ درج ذیل حدیث اور اس کے فوائد کا مطالعہ کریں۔

(٣٨٥٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: ((اِنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى الْقَلَمُ، وَاَمَرَهُ اَنْ يَكْتُبَ كُلَّ شَيْءٍ يَكُوْنُ۔)) (الصحيحة: ١٣٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیے اور اسے (مستقبل میں) ہونے والی ہر چیز کو لکھنے کا حکم دیا۔''

تخريج: رواه ابن أبي عاصم في "السنة": ١٠٨ و"الأوائل": ٣، وأبو يعلى: ١٢٦ / ١، والبيهقي في "السنن

الکبری": ۹/ ۳، و"الأسماء والصفات": ۲۷۱ من طریق أحمد

**شرح:** ...... امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: کئی لوگوں کے دلوں میں یہ عقیدہ مضبوط ہو چکا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے محمد رسول اللہ ﷺ کا نور پیدا کیا، لیکن یہ عقیدہ بے بنیاد ہے اور عبد الرزاق کی حدیث کی سند معروف نہیں ہے۔ نیز اس حدیث میں ان لوگوں کا بھی ردّ ہے جو اللہ تعالی کے عرش کو پہلی مخلوق تصور کرتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس اس دعوی کی کوئی واضح نص موجود نہیں ہے، سب کچھ استنباط و اجتہاد کی روشنی میں کہا گیا۔

قلم کے پہلی مخلوق ہونے کے دلائل واضح ہیں، ایسی واضح نصوص کے موجودگی میں کسی دوسرے اجتہاد کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ان احادیث کا یہ مطلب بیان کرنا کہ عرش کے بعد پہلی مخلوق قلم ہے، باطل ہے۔ اگر عرش کے اول المخلوق ہونے پر کوئی قطعی نص ہوتی تو ایسی تاویل کی گنجائش مل سکتی تھی۔ بعض فلسفی قسم کے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حوادث کی کوئی ابتدا نہیں ہے اور ہر مخلوق سے پہلے کسی نہ کسی مخلوق کا وجود ضروری ہے۔

اگر اس نظریے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو کسی چیز کو اول المخلوق نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ اس حدیثِ مبارکہ میں ایسے لوگوں کا رد کیا گیا ہے اور قلم کو سب سے پہلی مخلوق قرار دے کر یہ ثابت کیا گیا کہ مخلوقات کی ایک ابتدا ہے، اس ابتدا سے پہلے مخلوق کا کوئی فرد موجود نہ تھا۔ (صحیحہ: ۱۳۳) یہ صرف اللہ تعالی کی صفت ہے کہ وہ ازل سے ہے، ابد تک رہے گا، اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔

## بتوں کی عبادت کرنے والا پہلا شخص

(۳۸۵۷)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَعَبَدَ الْأَصْنَامَ اَبُوْ خُزَاعَةَ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ، وَاِنِّي رَاَيْتُهُ يَجُرُّ اَمْعَاءَهُ فِي النَّارِ۔)) (الصحيحة: ۱٦۷۷)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلے اونٹنیوں کو غیر اللہ کی منت ماننے کی وجہ سے آزاد چھوڑنے والا اور بتوں کی عبادت کرنے والا عمرو بن عامر ہے، جو خزاعہ قبیلے کا باپ ہے، میں نے اسے دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا۔"

تخريج: أخرج أحمد: ۱/ ۱٤٤٦

## حضرت موسی علیہ السلام کے بعد بنو اسرائیل کے خلیفے کا واقعہ

(۳۸۵۸)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ بَنِي اِسْرَائِيْلَ اسْتَخْلَفُوْا خَلِيْفَةً عَلَيْهِم بَعْدَ مُوْسٰى عليه السلام فَقَامَ يُصَلِّي لَيْلَةً فَوْقَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فِي الْقَمَرِ، فَذَكَرَ اُمُوْرًا كَانَ صَنَعَهَا، فَخَرَجَ،

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بنو اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام کے بعد اپنے لیے ایک خلیفہ مقرر کیا، ایک دن وہ چاندنی رات کو بیت المقدس کے اوپر نماز پڑھنے لگ گیا اور وہ امور یاد کئے جو اس نے سرانجام دیے تھے۔ پھر وہ وہاں سے نکلا اور رسّی کے

فَتَدَلّٰی بِسَبَبٍ ، فَاَصْبَحَ السَّبَبُ مُعَلَّقًا فِيْ الْمَسْجِدِ ، وَقَدْ ذَهَبَ۔ قَالَ: فَانْطَلَقَ حَتّٰی اَتٰی قَوْمًا عَلٰی شَطِّ الْبَحْرِ ، فَوَجَدَهُمْ يَضْرِبُوْنَ لَبِنًا ، اَوْ يَصْنَعُوْنَ لَبِنًا ، فَسَاَلَهُمْ : كَيْفَ تَاْخُذُوْنَ عَلٰی هٰذَا اللَّبِنِ؟ قَالَ: فَاَخْبَرُوْهُ ، فَلَبَنَ مَعَهُمْ ، فَكَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ ، فَاِذَا كَانَ حِيْنَ الصَّلَاةِ قَامَ يُصَلِّيْ ، فَرَفَعَ ذٰلِكَ الْعُمَّالُ اِلٰی دَهْقَانِهِمْ ، اِنَّ فِيْنَا رَجُلًا يَفْعَلُ كَذَا وَكَذَا ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَاَبٰی اَنْ يَّاْتِيَهٗ ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ اِنَّهٗ جَاءَ يَسِيْرُ عَلٰی دَابَّتِهٖ ، فَلَمَّا رَاٰهُ فَرَّ ، فَاتَّبَعَهٗ فَسَبَقَهٗ ، فَقَالَ: اَنْظِرْنِيْ اُكَلِّمْكَ ، قَالَ: فَقَامَ حَتّٰی كَلَّمَهٗ ، فَاَخْبَرَهٗ خَبَرَهٗ فَلَمَّا اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَلِكًا ، وَاَنَّهٗ فَرَّ مِنْ رَهْبَةِ رَبِّهٖ ، قَالَ: اِنِّيْ لَاَظُنُّنِيْ لَاحِقٌ بِكَ ، قَالَ: فَاتَّبَعَهٗ ، فَعَبَدَا اللّٰهَ ، حَتّٰی مَاتَا بِرُمَيْلَةِ مِصْرَ۔)) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : لَوْ اَنِّيْ كُنْتُ ثَمَّ لَاهْتَدَيْتُ اِلٰی قَبْرِهِمَا بِصِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلَّتِيْ وَصَفَ لَنَا۔ (الصحيحة: ٢٨٣٣)

ساتھ لٹکا۔ مسجد میں رسی لٹکی رہی اور وہ وہاں سے چلا گیا اور سمندر کے کنارے پر ایسے لوگوں کے پاس پہنچ گیا جو کچی اینٹیں بنا رہے تھے۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ یہ اینٹیں بنانے کی کتنی اجرت لیتے ہو؟ انھوں نے (ساری صورتحال) بتائی۔ نتیجتاً اس نے بھی اینٹیں بنانا شروع کر دیں اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزر بسر کرنے لگ گیا۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو وہ نماز پڑھتا تھا۔ عُمّال نے یہ بات اپنے سردار تک پہنچا دی کہ ایک آدمی ایسے ایسے کرتا ہے۔ اُس نے اِس کو بلایا، لیکن اِس نے اُس کے پاس جانے سے انکار کر دیا، ایسے تین دفعہ ہوا، بالآخر وہ سواری پر سوار ہو کر آیا، جب اس نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو بھاگنا شروع کر دیا، اس نے اس کا تعاقب کیا اور اس سے سبقت لے گیا اور کہا: مجھے اتنی مہلت دو کہ میں تمھارے ساتھ بات کر سکوں۔ چنانچہ وہ ٹھہر گیا، اِس نے اُس سے بات کی، اس نے ساری صورتحال واضح کی اور کہا کہ میں بھی ایک بادشاہ تھا، لیکن اپنے ربّ کے ڈر کی وجہ سے بھاگ آیا ہوں۔ اس نے یہ سن کر کہا: مجھے گمان ہے کہ میں بھی تمھارے ساتھ مل جاؤں گا، پھر وہ اس کے پیچھے چلا گیا اور وہ دونوں اللہ تعالی کی عبادت کرنے لگے، حتی کہ مصر کے رمیلہ مقام پر فوت ہو گئے۔'' سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر میں وہاں ہوتا تو ان کی قبروں کو ان صفات کی بنا پر پہچان لیتا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی تھیں۔

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده": ٤/ ٢٦٧/ ٣٦٨٩، واحمد: ١/ ٤٥١، وابو يعلى: ٩/ ٢٦١/ ٥٣٨٣ والطبراني في "المعجم الكبير": ١٠/ ٢١٦/ ١٠٣٧٠، و"الاوسط": ٢/ ١١٢/ ١/ ٦٧٤٣

**شرح**:...... یہ خوفِ خدا کا نتیجہ ہے کہ بندہ دنیا سے دھوکہ نہیں کھاتا اور اپنی آخرت سنوار لیتا ہے۔

## نزولِ تورات کے بعد کسی قوم کو آسمانی عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا، ماسوائے ......

(٣٨٥٩)۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((وَمَا اَهْلَكَ اللّٰهُ قَوْمًا ، وَلَا

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے جب تورات نازل کی، اس وقت

قَرْنًا، وَلَا أُمَّةً، وَلَا أَهْلَ قَرْيَةٍ مُنْذُ أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ بِعَذَابٍ مِّنَ السَّمَاءِ، غَيْرَ أَهْلِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ مُسِخَتْ قِرَدَةً، أَلَمْ تَرَ إِلٰى قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْأُوْلٰى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾۔)) (القصص:٤٣) (الصحيحة:٢٢٥٨)

سے روئے زمین پر بسنے والی کسی قوم، کسی نسل، کسی امت اور کسی بستی والوں کو آسمانی عذاب سے ہلاک نہیں کیا۔ البتہ ایک گاؤں والوں کو بندروں کی شکلوں میں مسخ کر دیا گیا تھا۔ کیا تم اللہ تعالی کے اس فرمان کی طرف نہیں دیکھتے: ﴿اور ان اگلے زمانہ والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسی (علیہ السلام) کو ایسی کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لیے دلیل اور ہدایت و رحمت ہو کر آئی تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔﴾ (سورۂ قصص:۴۳)۔

تخريج: أخرجه الحاكم:٢/ ٤٠٨، والبزار:٢٢٤٨۔الكشف، والثعلبي في "تفسيره": ٣/ ٤١/ ٢

**شرح:**...... فرعون، آل فرعون، قوم نوح، قوم عام اور قوم ثمود وغیرہ کی ہلاکتوں کے بعد حضرت موسی علیہ السلام کو توراۃ دی گئی۔ نزولِ تورات کے بعد اللہ تعالی نے صرف ایک بستی کو آسمانی عذاب سے ہلاک کیا۔

## بنو اسرائیل نے تورات ترک کر کے خود ایک کتاب ایجاد کر لی

(٣٨٦٠)۔ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ كَتَبُوْا كِتَابًا فَاتَّبَعُوْهُ وَتَرَكُوْا التَّوْرَاةَ۔)) (الصحيحة:٢٨٣٢)

ابو بردہ اپنے باپ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک بنو اسرائیل نے خود ایک کتاب لکھی اور اس کی پیروی کرنے لگ گئے اور توراۃ کو ترک کر دیا۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط": ٢/ ٣٩/ ١/ ٥٨٧٦

**شرح:**...... اللہ تعالی نے بھی ان کی اس قبیح خصلت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سورۂ بقرہ: ۷۹) ......''ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالی کی طرف کی کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ہلاکت اور افسوس ہے۔'' شریعت سازی کرنا اور زمان و مکاں سے متاثر ہو کر فتووں میں تبدیلی لانا بنو اسرائیل کے علمائے سوء کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

## بنو اسرائیل کا بہترین فرقہ اصحاب ابوقرن تھا

(٣٨٦١)۔ عَنْ رَبِيْعِ بْنِ عُمَيْلَةَ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، مَاسَمِعْنَا حَدِيْثًا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ

ربیع بن عمیلہ کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں اتنی بہترین حدیث بیان کی، کہ ہم نے اسے قرآن مجید اور نبی

اِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَرِوَايَةً عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَمَّا طَالَ الْاَمَدُ وَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ اِخْتَرَعُوْا كِتَابًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ، اِسْتَهْوَتْهُ قُلُوْبُهُمْ، وَاسْتَحَلَّتْهُ اَلْسِنَتُهُمْ، وَكَانَ الْحَقُّ يَحُوْلُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ كَثِيْرٍ مِنْ شَهَوَاتِهِمْ، حَتّٰى نَبَذُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ، فَقَالُوْا: (اَلْاَصْلُ: فَقَالَ) اَعْرِضُوْا هٰذَا الْكِتَابَ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، فَاِنَّ تَابَعُوْكُمْ عَلَيْهِ، فَاتْرُكُوْهُمْ، وَاِنْ خَالَفُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ۔ قَالَ: لَا، بَلِ ابْعَثُوْا اِلٰى فُلَانٍ ۔رَجُلٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ۔ فَاِنْ تَابَعَكُمْ فَلَنْ يَّخْتَلِفَ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ اَحَدٌ۔ فَاَرْسَلُوْا اِلَيْهِ فَدَعَوْهُ، فَاَخَذَ وَرَقَةً فَكَتَبَ فِيْهَا كِتَابَ اللّٰهِ، ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِيْ قَرْنٍ، ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهِ، ثُمَّ لَبِسَ عَلَيْهَا الثِّيَابَ، ثُمَّ اَتَاهُمْ، فَعَرَضُوْا عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَقَالُوْا: تُؤْمِنُ بِهٰذَا؟ فَاَشَارَ اِلٰى صَدْرِهِ۔ يَعْنِيْ الْكِتَابَ الَّذِيْ فِيْ الْقَرْنِ۔فَقَالَ: آمَنْتُ بِهٰذَا، وَمَالِيْ لَا اُؤْمِنُ بِهٰذَا؟ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ۔ قَالَ: وَكَانَ لَهُ اَصْحَابٌ يَغْشُوْنَهُ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ اَتَوْهُ، فَلَمَّا نَزَعُوْا ثِيَابَهُ وَجَدُوْا الْقَرْنَ فِيْ جَوْفِهِ الْكِتَابُ، فَقَالُوْا: اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى قَوْلِهِ: آمَنْتُ بِهٰذَا، وَمَالِيْ لَا اُؤْمِنُ بِهٰذَا، فَاِنَّمَا عَنٰى بِهٰذَا هٰذَا الْكِتَابَ الَّذِيْ فِيْ الْقَرْنِ۔ قَالَ:

کریم ﷺ کی روایات کے بعد حسین پایا، وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بنو اسرائیل کی مدت دراز ہوئی اور ان کے دل سخت ہو گئے تو انھوں نے خود ایک ایسی کتاب ترتیب دی، جو ان کے دلوں کو پسند اور زبانوں کو میٹھی لگتی تھی اور اس وقت حق بھی وہی ہوتا تھا جو ان کی شہوات کے اردگرد منڈلاتا تھا۔ انھوں نے اللہ تعالی کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا، ایسے لگتا تھا کہ یہ لوگ کچھ بھی نہیں جانتے۔ پھر (ایک وقت ایسا بھی آیا کہ) انھوں نے کہا کہ یہ (خود ساختہ) کتاب بنو اسرائیل پر پیش کرو، اگر وہ تمھاری پیروی کرنے لگیں تو انھیں کچھ نہ کہو اور اگر مخالفت کریں تو ان کو قتل کر دو۔ لیکن اس نے کہا: نہیں، بلکہ یوں کرو کہ فلاں عالم کے پاس پیغام بھیجو، اگر اس نے تمھاری پیروی کی تو اس کے بعد کوئی بھی اختلاف نہیں کرے گا۔ انھوں نے اس کی طرف کسی کو بھیج کر اسے بلایا۔ اس نے ایک ورق لیا، اس میں اللہ تعالی کی کتاب لکھی، پھر اسے ایک سینگ میں ڈال کر اپنی گردن میں لٹکا لیا اور اس کے اوپر کپڑے زیب تن کر لیے اور ان کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے اس پر (اپنی من گھڑت) کتاب پیش کی اور کہا: کیا تو اس پر ایمان لاتا ہے؟ اس نے جوابًا اپنے سینے کی طرف یعنی سینگ کے اندر موجودہ کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: میں اس پر ایمان لاتا ہوں، بھلا اس پر ایمان کیوں نہ لاؤں۔ (اس کا مقصد سینگ میں پنہاں کتاب تھی، نہ کہ ان کی خود ساختہ کتاب، لیکن یہ لوگ اس کی بات سمجھ نہیں پا رہے تھے) بہر حال انھوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے کچھ ساتھی تھے، جو اس کی مجلس میں بیٹھتے تھے، جب وہ فوت ہو گیا تو وہ آئے اور اس کے کپڑے اتارے، وہاں انھیں ایک سینگ نظر

فَاخْتَلَفَ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ عَلٰی بِضْعٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، خَیْرُ مِلَلِهِمْ أَصْحَابُ اَبِيْ الْقَرْنِ۔)) (الصحیحة: ۲٦۹٤)

آیا جس کے اندر کتاب تھی۔ اب (وہ اصل حقیقت سمجھے اور) کہا: جب اس بندے نے یہ کہا تھا کہ ''میں اس کتاب پر ایمان لایا ہوں اور بھلا اس پر ایمان کیوں نہ لاؤں'' تو اس کی مراد سینگ میں موجود کتاب (جو کہ حق ہے) تھی۔ سو بنو اسرائیل تہتر چوہتر فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سب سے بہتر فرقے والے وہ لوگ ہیں جو اس سینگ والے کے ساتھی اور پیروکار تھے۔'' (صحیحہ: ۲٦۹٤)

تخریج: أخرجه البیهقی فی "شعب الایمان": ۲/ ٤۳۹/ ۱۔ ۲

**شـــرح:**...... معلوم ہوا کہ مجبوری کے وقت بظاہر باطل پرستوں کی موافقت کرنا جائز ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ موافقت کی صورت میں دل، زبان اور وجود کے ظاہری فیصلے کے ساتھ مطمئن نہ ہو اور اس میں اصل ایمان موجود ہے، ہماری شریعت میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (سورۂ نحل: ۱۰٦) ...... ''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالی سے کفر کرے، بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں ان پر اللہ تعالی کا غضب اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

امام قرطبیؒ نے کہا: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے وہ جان بچانے کے لیے قولاً یا فعلاً کفر کا ارتکاب کر لے، جب کہ اس کا دل مطمئن ہو، تو وہ کافر نہیں ہوگا، نہ اس کی بیوی اس سے جدا ہوگی اور نہ اس پر دیگر احکام کفر لاگو ہوں گے۔ (فتح القدیر)

## بنو اسرائیل کے تین افراد کی دنیوی مال کے ذریعے آزمائش
## دنیوی نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالی کو نہیں بھلا دینا چاہیے

(۳۸٦۲)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ ثَلَاثَةً فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ: اَبْرَصَ، وَاَقْرَعَ، وَاَعْمٰى، فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ، فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا، فَاَتَى الْاَبْرَصَ، فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّيَ الَّذِيْ قَدْ قَذِرَنِيَ النَّاسُ۔ قَالَ: فَمَسَحَهُ، فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ، وَاُعْطِيَ لَوْنًا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بنی اسرائیل میں سے تین آدمی تھے، ایک برص (سفید داغوں) کے مرض میں مبتلا تھا، دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا۔ اللہ تعالی نے ان کو آزمانے کا ارادہ فرمایا، پس ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا، فرشتہ پہلے برص والے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا، تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اس نے جواب دیا: اچھا رنگ، خوبصورت جسم، نیز یہ بیماری مجھ سے دور ہو جائے، جس کی وجہ سے لوگ مجھ

حَسَنًا ، وَجِلْدًا حَسَنًا ، قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ ، قَالَ: اَلْإِبِلُ اَوْ قَالَ: اَلْبَقَرُ ، شَكَّ اِسْحَاقُ ، اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ اَوِالْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا: اَلْإِبِلُ ، وَقَالَ الْآخَرُ: اَلْبَقَرُ۔ قَالَ: فَاُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ ، فَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا۔ قَالَ: فَاَتَى الْاَقْرَعَ ، فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ ، اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ ، وَيَذْهَبُ عَنِّيْ هٰذَا الَّذِيْ قَذِرَنِيَ النَّاسُ ، قَالَ: فَمَسَحَهُ ، فَذَهَبَ عَنْهُ ، وَاُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا ، قَالَ: فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْبَقَرُ ، فَاُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا ، فَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا۔ قَالَ: فَاَتَى الْاَعْمٰى ، فَقَالَ: اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: اَنْ يَّرُدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ ، فَاُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ ، قَالَ: فَمَسَحَهُ ، فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ ، قَالَ: فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: اَلْغَنَمُ ، فَاُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا ، فَاُنْتِجَ هٰذَانِ ، وَوَلَّدَ هٰذَا ، قَالَ: فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ ، وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ۔ قَالَ: ثُمَّ اِنَّهُ اَتَى الْاَبْرَصَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ۔ فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ ، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ ، اَسْاَلُكَ بِالَّذِيْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ ، وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ ، وَالْمَالَ بَعِيْرًا اَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِيْ سَفَرِيْ۔ فَقَالَ: اَلْحُقُوْقُ كَثِيْرَةٌ ، فَقَالَ لَهُ: كَاَنِّيْ

سے گھن کھاتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا، جس سے (اللہ کے حکم سے) اس کی گھن والی بیماری دور ہو گئی اور اسے خوبصورت رنگ دے دیا گیا۔ فرشتے نے اس سے پھر پوچھا، تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواباً اونٹ یا گائے کہا۔ (اس کی بابت اسحاق راوی کو شک ہوا، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ برص والے اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کا ذکر کیا اور ایک نے گائے کا)۔ چنانچہ اسے آٹھ دس مہینے کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور فرشتے نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالی تیرے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پوچھا: تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اچھے بال، یہ میرا (گنجا پن) ختم ہو جائے، جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا، جس سے اس کا گنجا پن دور ہو گیا اور اسے (اللہ تعالی کی طرف سے) خوبصورت بال عطا کر دیے گئے۔ فرشتے نے اس سے پوچھا، تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: گائے۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی اور دعا دی کہ اللہ تعالی تیرے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اس سے پوچھا، تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالی مجھے میری بینائی واپس لوٹا دے، پس میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا، پس اللہ تعالی نے اس کی بینائی بحال کر دی، فرشتے نے اس سے پوچھا: تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں۔ پس اسے بچہ جننے والی ایک بکری دے دی گئی۔ پس سابقہ دونوں (برص والے اور گنجے) کے ہاں بھی دونوں جانوروں (اونٹنی اور گائے) کی نسل خوب بڑھی اور اس نابینا

اَعْرِفُكَ ، اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ؟ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا لْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ. فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا ، فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَاكُنْتَ .قَالَ: وَاَتَى الْاَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهٖ ، فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا ، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلٰى هٰذَا ، فَقَالَ: اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا ، فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَاكُنْتَ! قَالَ: وَاَتَى الْاَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ ، وَابْنُ سَبِيْلٍ ، اِنْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ ، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ ، اَسْاَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ . فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى ، فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ ، فَخُذْ مَاشِئْتَ ، وَدَعْ مَاشِئْتَ ، فَوَاللّٰهِ! لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ شَيْئًا اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ! فَقَالَ: اَمْسِكْ مَالَكَ ، فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ ، فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ ، وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ.)) (الصحيحة:٣٥٢٣)

کے ہاں بھی بکری نے بچے دیے۔ سو (برص والے کے ہاں) ایک وادی اونٹوں کی، گنجے کے ہاں ایک وادی گائیوں کی اور اس اندھے کے ہاں ایک وادی بکریوں کی ہوگئی۔ اب پھر فرشتہ برص والے کے پاس گیا، اس کی صورت اور ہیئت میں آیا اور کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں، سفر میں میرے وسائل ختم ہو گئے ہیں، آج میرے وطن پہنچنے کا کوئی وسیلہ، اللہ تعالیٰ اور پھر تیرے علاوہ نہیں، اس لیے میں تجھ سے اس ذات کے نام سے جس نے تجھے اچھا رنگ، خوبصورت جسم اور مال عطا کیا ہے، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں، جس کے ذریعے میں اپنے سفر میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ اس نے جواب دیا: (میرے ذمے پہلے ہی) بہت سے حقوق ہیں، یہ سن کر فرشتے نے اس سے کہا: گویا کہ میں تجھے پہنچانتا ہوں، کیا تو وہی نہیں کہ جس کے جسم پر سفید داغ تھے، لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے، تو فقیر تھا، اللہ تعالیٰ نے تجھے مال سے نواز دیا؟ اس نے کہا: یہ مال تو مجھے باپ دادا سے ورثے میں ملا ہے، فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے، جیسا کہ تو تھا۔ اب فرشتہ گنجے کے پاس اس کی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو (برص والے) کو کہا تھا اور اس گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو برص والے نے دیا تھا، جس پر فرشتے نے اسے بھی بددعا دی، کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے، جیسا کہ تو پہلے تھا۔ فرشتہ (پھر) اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ میں مسکین اور مسافر آدمی ہوں، سفر کے وسائل ختم ہو گئے ہیں، آج میں نے وطن پہنچنا، اللہ تعالیٰ کی مدد، پھر تیری مالی اعانت کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے میں تجھ سے اس ذات کے نام سے، جس نے تیری بینائی تجھ پر لوٹا دی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تا کہ اس کے ذریعے سے میں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤں۔ اندھے نے کہا: بلاشبہ میں اندھا تھا، اللہ تعالیٰ نے میری بینائی بحال کر دی (تیری سامنے بکریوں کا ریوڑ ہے، ان میں سے) جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ کی قسم! آج میں، جو تو اللہ کے لیے لے گا، اس میں تجھ سے کوئی جھگڑا نہیں کروں گا، یہ سن کر فرشتے نے اسے کہا: اپنا مال اپنے پاس رکھو، بیشک تمہیں آزمایا گیا ہے (جس میں تو کامیاب رہے) پس اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو گیا (اور تیرے دونوں ساتھی ناکام

رہے) ان پر تیرا ربّ ناراض ہو گیا۔''

تخریج: أخرجه مسلم: ٨/ ٢١٣، وابن حبان: ٣١٤، والبیهقي: ٧/ ٢١٩، وأخرجه البخاري: ٣٤٦٤

**شــــــرح**:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی فراوانی بھی ایک آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں کامیاب وہی ہوتا ہے جو مال کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر، اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہیں بھولتا۔ بلکہ وہ اس دولت کو اللہ کی ضرورت مند مخلوق پر خرچ کر کے خوش ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا عملی شکر ادا کرتا ہے اور اس کے برعکس رویہ اختیار کرنے والے ناکام قرار پاتے ہیں، کیونکہ اس رویے کہ وجہ سے وہ جھوٹ، بخل اور تکبر کا ارتکاب کرتے ہیں، جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہیں۔

## سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے مائے زمزم کو کیسے روکا؟

(٣٨٦٣)۔ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ رَكَضَ زَمْزَمَ بِعَقِبِهِ جَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ تَجْمَعُ الْبَطْحَاءَ۔)) فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَحِمَ اللّٰهُ هَاجِرَ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْهَا كَانَتْ عَيْنًا مُعِيْنًا۔)) (الصحيحة:١٦٦٩)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب جبریل علیہ السلام نے زمزم کا پانی نکالنے کے لیے اپنی ایڑی پر زور دیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں کشادہ وادی (پر بجری بنا کر) اس کو جمع کرنے لگ گئی۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ام اسماعیل ہاجرہ پر رحم فرمائے، اگر وہ اس پانی کو چھوڑ دیتی تو یہ جاری چشمہ ہوتا۔''

تخریج: رواه عبدالله بن أحمد في "زوائد المسند": ٥/ ١٢١، وابن حبان: ١٠٢٨، وأبو بكر المقريء في "الفوئد": ١/ ١٠٩/ ١، وابن عساكر: ١٩/ ٢٧٩/ ٢، ابن شاهين فی "الافراد": ٥/ ٣٢

**شــــرح**:...... مائے زمزم انتہائی بابرکت پانی ہے اور حدیثِ نبوی کی رو سے کھانے سے بھی کفایت کر جاتا ہے، اس پانی کی ابتدا کیسے اور کب ہوئی؟ اس حدیث میں اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے۔

## بنو اسرائیل کے قرضدار اور قرض خواہ کا ایک عجیب واقعہ
## صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کو کفیل بنانے والوں کا انجام

(٣٨٦٤)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ رَجُلًا اَنْ يُسْلِفَهُ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَقَالَ لَهُ: اِئْتِنِي بِشُهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ عَلَيْكَ، فَقَالَ: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ قَالَ: فَأْتِنِي بِكَفِيْلٍ۔ قَالَ: كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا،

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنو اسرائیل کے ایک آدمی نے کسی سے ایک ہزار دینار ادھار لینے کا سوال کیا۔ اس نے کہا: کوئی گواہ لاؤ، جسے میں تجھ پر گواہ بنا سکوں۔ اس نے کہا: اللہ ہی بطورِ گواہ کافی ہے۔ اس نے کہا: تو پھر کوئی کفیل لاؤ۔ اس نے کہا: اللہ ہی بطورِ کفیل کافی ہے۔ اس نے کہا: تو نے سچ کہا ہے۔ پس اس

قَالَ: صَدَقْتَ۔ قَالَ: فَدَفَعَ اِلَيْهِ اَلْفَ دِيْنَارٍ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ، وَقَضٰى حَاجَتَهُ وَجَاءَ الْاَجَلُ الَّذِيْ اَجَّلَ لَهُ، فَطَلَبَ مَرْكَبًا، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ، وَكَتَبَ صَحِيْفَةً اِلٰى صَاحِبِهَا ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ اَتٰى بِهَا الْبَحْرَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قَدْ عَلِمْتَ اَنِّيْ اسْتَسْلَفْتُ مِنْ فُلَانٍ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَسَاَلَنِيْ شُهُوْدًا، وَسَاَلَنِيْ كَفِيْلًا، فَقُلْتُ: كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا، فَرَضِيَ بِكَ وَجَهِدْتُ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ بِحَقِّهِ، فَلَمْ اَجِدْ، وَاِنِّيْ اسْتَوْدَعْتُكَهَا، فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ! فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا يَقْدُمُ بِمَالِهِ، فَاِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَالُ، فَاَخَذَهَا حَطَبًا، فَلَمَّا كَسَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ، فَاَخَذَهَا، فَلَمَّا قَدِمَ الرَّجُلُ قَالَ لَهُ: اِنِّيْ لَمْ اَجِدْ مَرْكَبًا يَخْرُجُ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ اَدّٰى عَنْكَ الَّذِيْ بَعَثْتَ بِهِ فِي الْخَشَبَةِ۔ فَانْصَرَفَ بِالْاَلْفِ رَاشِدًا۔))

(الصحيحة: ٢٨٤٥)

نے اسے ایک مقررہ وقت تک ایک ہزار دینار قرضہ دے دیا۔ وہ آدمی سمندر کی طرف روانہ ہو گیا اور اپنی ضرورت پوری کی۔ جب مقررہ وقت آ پہنچا تو اس نے کوئی سواری تلاش کی، لیکن نہ مل سکی۔ سو اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں کھدائی کر کے ایک ہزار دینار رکھ دیا اور ان کے مالک کی طرف ایک خط لکھا اور (لوہے وغیرہ کے ذریعے اس سوراخ کو) بند کر دیا، پھر وہ لکڑی لے کر سمندر کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی سے ایک ہزار دینا ادھار لیا تھا، جب اس نے مجھ سے شاہد اور کفیل کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا تھا کہ اللہ ہی بطورِ کفیل کافی ہے۔ وہ (تیری کفالت پر) راضی ہو گیا تھا اور اب میں نے سواری تلاش تو کی تاکہ اس کا حق اس تک پہنچا دوں، لیکن سواری نہیں مل رہی۔ اب میں اس مال کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ پھر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔

اُدھر ادھار دینے والا آدمی اس غرض سے نکلا کہ شاید (کوئی سوار) کسی سواری پر سوار ہو کر (میرا قرضہ چکانے کے لیے) میرا مال لے کر آ رہا ہو۔ اچانک (اسے سمندر کے کنارے پر) ایک لکڑی نظر آئی جس میں اس کا مال تھا۔ اس نے ایندھن کا کام لینے کے لیے وہ لکڑی اٹھا لی، جب اسے توڑا تو اسے مال اور خط موصول ہوا، اس نے وہ لے لیا۔ بعد میں قرضہ لینے والا آدمی (ایک ہزار دینار لے کر) خود بھی پہنچ گیا اور کہا: مجھے کوئی سواری نہیں مل سکی تھی (لہٰذا اب یہ قرضہ چکانے آیا ہوں)۔ قرضہ دینے والے نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھ تک وہ چیز پہنچا دی، جو تو نے لکڑی میں بھیجی تھی۔ سو وہ کامیاب ہو کر واپس پلٹ گیا۔“

تخریج: أخرجه أحمد: ٢/ ٣٤٨، ومن طريقه الأصفهاني في "الترغيب": ص ٦١٠۔ مصورة الجامعة الاسلامية، وذكره البخاري معلقا في اماكن من "صحيحه"، ووصله في "الادب المفرد": ١١٢٨، وابن حبان: ٦٤٥٣

**شرح**:...... جن لوگوں نے صدقِ دل سے اللہ تعالی کو شاہد اور کفیل بنایا ہو، اللہ تعالی بھی شہادت اور کفالت کا حق ادا کر دیتا ہے۔

## یوشع نبی کے لیے سورج کا رکنا اور اس کی وجہ
## سابقہ امتوں کے مجاہدوں کا مالِ غنیمت آگ کھا جاتی تھی

(٣٨٦٥)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: (( اِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ عَلٰى بَشَرٍ اِلَّا لِيُوْشَعَ لَيَالِيَ سَارَ اِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ (وَفِي رِوَايَةٍ: غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ، فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتَّبِعُنِي رَجُلٌ قَدْ مَلَكَ بُضْعَ امْرَاَةٍ، وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَبْنِيَ بِهَا، وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا، وَلَا آخَرُ قَدْ بَنٰى بُنْيَانًا، وَلَمَّا يَرْفَعْ سَقْفَهَا، وَلَا آخَرُ قَدِ اشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ مُنْتَظِرٌ وِلَا دَهَا۔) قَالَ فَغَزَا، فَاَدْنٰي لِلْقَرْيَةِ حِيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذٰلِكَ (وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَقِيَ الْعَدُوَّ عِنْدَ غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ)، فَقَالَ لِلشَّمْسِ: اَنْتِ مَاْمُوْرَةٌ، وَاَنَا مَاْمُوْرٌ، اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيَّ شَيْئًا، فَحُبِسَتْ عَلَيْهِ، حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَغَنِمُوْا الْغَنَائِمَ، قَالَ: فَجَمَعُوْا مَا غَنِمُوْا، فَاَقْبَلَتِ النَّارُ لِتَاْكُلَهُ، فَاَبَتْ اَنْ تَطْعَمَهُ، وَكَانُوْ اِذَا غَنِمُوْا الْغَنِيْمَةَ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهَا النَّارَ فَاَكَلَتْهَا، فَقَالَ: فِيْكُمْ غُلُوْلٌ، فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَبَايَعُوْهُ، فَلَصِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ، فَقَالَ: فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيْلَتُكَ، فَبَايَعَتْهُ۔ قَالَ: فَلَصِقَتْ بِيَدِ رَجُلَيْنِ اَوْثَلَاثَةٍ يَدُهُ، فَقَالَ: فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک سورج کسی بشر کے لیے کبھی بھی نہیں روکا گیا، سوائے یوشع بن نون کے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے، ایک روایت میں ہے: انبیا میں سے ایک نبی نے جہاد کیا، اس نے اپنی قوم سے کہا: وہ آدمی میرے ساتھ نہ آئے جو کسی عورت کی شرمگاہ کا مالک بن چکا ہے (یعنی اس نے نکاح کر لیا ہے) اور رخصتی کرنا چاہتا ہے، لیکن ابھی تک نہیں کی، وہ آدمی بھی (میرے لشکر میں شریک) نہ ہو، جس نے کوئی گھر بنانا شروع کیا ہے، لیکن ابھی تک چھت نہیں کیا اور جو آدمی بکریاں یا ایسے حاملہ جانور خرید چکا ہے، کہ جن کے بچوں کی ولادت کا اسے انتظار ہے، وہ بھی ہمارے ساتھ نہ آئے۔ (یہ اعلان کرنے کے بعد) وہ غزوہ کے لیے روانہ ہو گیا، جب وہ ایک گاؤں کے پاس پہنچے تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا، یا قریب تھا۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ کہ غروبِ آفتاب سے پہلے دشمنوں سے مقابلہ ہوا)۔ اس وقت اس نبی نے سورج سے کہا: تو بھی (اللہ تعالی کا) مامور ہے اور میں بھی (اسی کا) مامور ہوں۔ اے اللہ! تو اس سورج کو میرے لیے کچھ دیر تک روک لے۔ پس اسے روک دیا گیا، (وہ جہاد میں مگن رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے فتح عطا کی اور کافی غنیمتیں حاصل ہوئیں۔ اس لشکر والوں نے (اس وقت کے شرعی قانون کے مطابق) غنیمتوں کا مال جمع کیا، اسے کھانے کے لیے آگ آئی، لیکن اس نے ایسا

اَنْتُمْ غَلَلْتُمْ۔قَالَ: اَجَلْ! قَدْ غَلَلْنَا صُوْرَةَ وَجْهِ بَقَرَةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ: فَاَخْرَجُوْا لَهُ مِثْلَ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: فَوَضَعُوْهُ فِي الْمَالِ وَهُوَ بِالصَّعِيْدِ، فَاَقْبَلَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهُ، فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِنْ قَبْلَنَا، ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى رَاٰى ضُعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا۔(وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: اِنَّ اللّٰهَ اَطْعَمَنَا الْغَنَائِمَ رَحْمَةً بِنَا وَتَخْفِيْفًا لِمَا عَلِمَ مِنْ ضُعْفِنَا۔)) (الصحيحة:٢٠٢)

کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا اصول یہ تھا کہ وہ جب وہ غنیمت کا مال حاصل کرتے تو اللہ تعالی آگ بھیجتا جو اسے کھا جاتی۔ اس نبی نے (آگ کے نہ کھانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) کہا: تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے، لہٰذا ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی میری بیعت کرے۔ انھوں نے بیعت کی۔ بیعت کے دوران ایک آدمی کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چپک گیا۔ اس وقت انھوں نے کہا: تم میں خیانت ہے۔ اب تیرے قبیلے کا ہر آدمی میری بیعت کرے گا (تاکہ مجرم کا پتہ چل سکے)، انھوں نے بیعت شروع کی، بالآخر دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ چپک گئے۔ نبی نے کہا: تم میں خیانت ہے، تم نے خیانت کی ہے۔ انھوں نے کہا: جی ہاں، ہم نے گائے کے چہرے کی مانند بنی ہوئی سونے کی ایک مورتی کی خیانت کی ہے۔ پھر وہ گائے کے چہرے کی طرح کی بنی ہوئی چیز لے کر آئے اور اسے مٹی کے ساتھ مالِ غنیمت میں رکھ دیا، پھر آگ متوجہ ہوئی اور مالِ غنیمت کھا گئی۔ ہم (امتِ محمد ﷺ) سے پہلے کسی کے لیے بھی مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے دیکھا کہ ہم ضعیف اور بے بس ہیں تو غنیمتوں کو ہمارے لیے حلال قرار دیا۔" اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا: "اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ رحم کرتے ہوئے اور ہماری کمزوری کی بنا پر ہمارے ساتھ تخفیف کرتے ہوئے ہمیں غنیمت کا مال کھانے کی اجازت دے دی۔"

تخريج: ١- رواه أحمد: ٢/ ٣٢٥، ٣١٨، ومسلم في "صحيحه": ٥/ ١٤٥، والطحاوي في مشكل الآثار: ٢/ ١٠، والطحاوي: ٢/ ١٠-١١، والحاكم: ٢/ ١٣٩

**شرح**:...... نبی کریم ﷺ سے قبل کسی امت کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا، یہ امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالی ان کے لیے غنیمت کا مال حلال کر دیا۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"بُضع امرأة": حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس لفظ کا اطلاق شرمگاہ، شادی اور جماع پر ہوتا ہے، اس حدیث میں یہ تینوں معانی مراد لینا مناسب ہے، اور اس کا اطلاق مہر اور طلاق پر بھی ہوتا ہے۔

"ولما يبنِ بها": یعنی ابھی وہ خاوند اس پر داخل نہیں ہوا، اس ترکیب میں "لمّا" لانے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اسے ایسا ہونے کی توقع ہے۔

"خلِفات": یہ "خلِفة" کی جمع ہے، اس کے معانی حاملہ اونٹنی کے ہیں۔ اونٹنی کے علاوہ دوسروں جانوروں پر بھی

اس کا اطلاق ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کی شرح:......

(۱) مہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کے فتنے کی وجہ سے انسان کا نفس بے صبری و بے قراری کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس میں دنیا میں طویل عمر پانے کی حرص پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ جس آدمی نے کسی عورت سے نکاح کر لیا ہو، لیکن ابھی رخصتی یا جماع وغیرہ نہ ہوا ہو اور اسے سفرِ جہاد میں نکلنا پڑ جائے، تو اس کے دل میں یہی خیال رہے گا کہ اسے جلدی واپس چلے جانا چاہیے، اس طرح سے شیطان اس کے دل کو یوں مشغول کر دے گا، کہ وہ اپنے سفر کے مقصد سے غافل ہو جائے گا۔

(۲) ابن منیر نے کہا: عام لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ادائیگیٔ حج کو شادی پر مقدم کرتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ حج سے پاکدامنی کا حصول ہوتا ہے، اس حدیث سے ایسے لوگوں کا ردّ ہوتا ہے، بہتر یہ ہے کہ شادی کو حج پر ترجیح دی جائے، کیونکہ اسی میں پاکدامنی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں اس چیز کو جہاد پر ترجیح دی گئی۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ اس موضوع پر درج ذیل دو احادیث مروی ہے:

(أ) ((الحج قبل التزويج۔)) ......''حج، شادی سے پہلے ہے۔''

اس کی سند میں دو راوی غیاث بن ابراہیم اور میسرہ بن عبد ربہ کذاب ہیں۔

(ب) ((من تزوج قبل ان يحج ، فقد بدأ بالمعصية۔)) ......''جس نے حج سے پہلے شادی کی، اس نے معصیت سے ابتدا کی۔''

اس کی سند میں محمد بن ایوب ''یروی الموضوعات''، اس کا باپ ''لیس بشيء'' اور احمد بن جمہور ''متهم بالوضع'' ہے۔

مزید تفصیل (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۲۲۱، ۲۲۲) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (صحيحه: ۲۰۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت پر احسان کرتے ہوئے مالِ غنیمت بھی حلال کر دیا اور ساری زمین کو جائے نماز قرار دیا اور مجبوری کے وقت ہر حالت میں نماز پڑھنے کی گنجائش دی، مثلاً پیدل چلتے ہوئے یا سوار ہو کر۔

(۳۸۶۶)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((مَاحُبِسَتِ الشَّمْسُ عَلٰى بَشَرٍ قَطُّ، إِلَّا عَلٰى يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ لَيَالِيَ سَارَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔)) (الصحيحة: ۲۲۲۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی بشر کے لیے کبھی بھی سورج کو نہیں روکا گیا، سوائے یوشع بن نون کے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے۔''

تخريج: رواه أحمد: ۲/ ۳۲۵، والخطيب: ۹۹، وعنه ابن عساكر: ۷/ ۱۵۷/ ۲، وأخرجه البخاري و مسلم من طريق اخرى عن ابى هريرة نحوه مطولا

**شرح**:...... سورج اللہ تعالیٰ کے نظام کے مطابق صدہا صدیوں سے اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے، اس کی آمد و رفت میں ایک لمحہ کا فرق نہیں آیا، صرف یوشع بن نون کے لیے سورج کو روک لیا گیا تھا، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، یقیناً اس سے جہاد کی برکت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔

## شیطان ایک جوتے میں چلتا ہے، اس لیے......

(۳۸٦٧)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ الشَّيْطَانَ يَمْشِيْ فِيْ النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ۔)) (الصحيحة: ۳٤۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک شیطان ایک جوتا پہن کر چلتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الطحاوی فی "مشكل الآثار": ۲/ ۱٤۲، والحديث فی "الصحيحين" وغيرهما بلفظ: ((لا يمش احدكم فی نعل واحدة، لينعلهما جميعا او ليخلعهما جميعا۔))

**شرح**:...... معلوم ہوا کہ مسلمان کو ایک جوتے میں نہیں چلنا چاہئے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَمْشِ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدٍ، لِيَنْعَلْهُمَا جَمِيْعًا اَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا۔)) (بخاری) ......''کوئی آدمی ایک جوتے میں نہ چلے، دونوں پہن لے یا دونوں اتار دے۔''

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایک جوتے میں چلنے سے نہی پر مشتمل حدیث تو معروف ہے، امام طحاوی کی اس روایت کو صحیحہ میں لانے کا میرا مقصد یہ ہے کہ اس میں اس نہی کی علت بیان کی گئی ہے، جس کی وجہ سے اکثر اقوال اور ان میں بیان کی گئی توجیہات کا ردّ ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ۱۰/ ۲٦۱) میں کہا: خطابی کہتے ہیں: پاؤں کو کانٹوں سے وغیرہ سے بچانا جوتے پہننے کی حکمت ہے۔ جب ایک پاؤں میں جوتا نہیں ہوگا تو چلنے والا جوتے والے پاؤں کی بہ نسبت ننگے پاؤں کو بچانے کے لیے زیادہ احتیاط برتے گا، اس طرح وہ چلنے کی معروف ہیئت سے ہٹ جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ پھسلنے کا خطرہ بھی ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک جوتا نہ پہننے کی وجہ سے اعضا و جوارح میں اعتدال نہیں رہے گا۔ جبکہ ابن عربی نے کہا: اس نہی کی علت یہ ہے کہ ایک جوتے میں چلنا شیطان کا انداز ہے۔..........

میں (البانی) کہتا ہوں: ابن عربی کا قول صحیح ہے، اِس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جامع ترمذی کی بیان کردہ سیدہ عائشہ کی روایت کہ نبی کریم ﷺ بسا اوقات ایک جوتے میں چلتے تھے، وہ ضعیف ہے، کیونکہ اس میں لیث ہے، جو "صدوق، اختلط اخيرا، ولا يتميز حديثه، فترك" ہے۔ مندل پر بھی نقد ہے، لیکن ہریم نے اس کی متابعت کی ہے۔ (صحیحہ: ۳٤۸)

## صور پھونکنے والے فرشتے کی کیفیت

(۳۸٦۸)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِنَّ طَرْفَ صَاحِبِ الصُّوْرِ مُنْذُ وُكِّلَ بِهٖ مُسْتَعِدٌّ يَنْظُرُ نَحْوَ الْعَرْشِ، مَخَافَةَ اَنْ يُّؤْمَرَ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْهِ طَرْفُهٗ، كَاَنَّ عَيْنَيْهِ كَوْكَبَانِ دُرِّيَّانِ۔)) (الصحیحۃ:١٠٧٨)

فرمایا: ”جب سے صور پھونکنے کی ذمہ داری صور پھونکنے والے فرشتے کو سونپی گئی، اس وقت سے اس کی نگاہ پلکوں کی جھپک کے بغیر عرش کی طرف لگی ہوئی ہے، اس ڈر سے کہ کہیں پلکوں کی جھپک کے لوٹنے سے پہلے ہی حکم نہ دے دیا جائے۔ (ہمیشہ سے کھلا رہنے کی وجہ سے) اس کی آنکھیں دو چمکدار ستاروں کی مانند لگتی ہیں۔“

تخریج: أخرجه الحاكم: ٤/ ٥٥٨۔ ٥٥٩

## سو افراد کے قاتل کی توبہ

(٣٨٦٩)۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ: لَا اُحَدِّثُكُمْ اِلَّا مَاسَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ: ((اِنَّ عَبْدًا قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا، ثُمَّ عَرَضَتْ لَهُ التَّوْبَةُ، فَسَأَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: رَاهِبٍ) فَاَتَاهُ فَقَالَ: اِنِّيْ قَتَلْتُ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا، فَهَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: بَعْدَ قَتْلِ تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا؟! قَالَ: فَانْتَضٰى سَيْفَهٗ فَقَتَلَهٗ بِهٖ، فَاَكْمَلَ بِهٖ مِئَةً۔ ثُمَّ عَرَضَتْ لَهُ التَّوْبَةُ، فَسَأَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ؟ فَدُلَّ عَلٰى رَجُلٍ عَالِمٍ، فَاَتَاهُ فَقَالَ: اِنِّيْ قَتَلْتُ مِئَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: وَمَنْ يَّحُوْلُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ اُخْرُجْ مِنَ الْقَرْيَةِ الْخَبِيْثَةِ الَّتِيْ اَنْتَ فِيْهَا اِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ قَرْيَةِ كَذَا وَكَذَا، فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ، فَاعْبُدْ رَبَّكَ مَعَهُمْ فِيْهَا، وَلَا تَرْجِعْ اِلٰى اَرْضِكَ فَاِنَّهَا اَرْضُ سُوْءٍ، قَالَ: فَخَرَجَ

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کیا میں تمھیں وہ حدیث بیان نہ کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی، میرے کانوں نے وہ حدیث سنی اور میرے دل نے اسے یاد کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک آدمی نے ننانوے افراد قتل کر دیے، پھر اسے توبہ کا خیال آیا۔ اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کی بابت لوگوں سے پوچھا؟ اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ وہ ننانوے آدمی قتل کر چکا ہے، کیا ایسے فرد کے لیے توبہ ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا ننانوے افراد کے قتل کے بعد؟ (ایسے شخص کے لیے کوئی توبہ نہیں)۔ اس نے تلوار میان سے نکالی اور اسے قتل کر کے سو کی تعداد پوری کر لی۔ پھر اسے توبہ کا خیال آیا، اس نے لوگوں سے اہل زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا۔ اس کے لیے ایک عالم کی نشاندہی کی گئی، وہ اس کے پاس گیا اور کہا: میں سو افراد قتل کر چکا ہوں، کیا میری لیے توبہ (کی کوئی گنجائش) ہے۔ اس نے کہا: تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ لیکن تو اس طرح کر کہ اس خبیث بستی سے نکل کر فلاں فلاں کسی نیک بستی کی طرف چلا جا۔ کیونکہ وہاں کے لوگ اللہ

اِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ ، فَعَرَضَ لَهُ اَجَلُهُ فِي بَعْضِ الطَّرِيْقِ ، فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا ، قَالَ: فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ ، قَالَ: فَقَالَ اِبْلِيْسُ: اَنَا اَوْلٰى بِهٖ ، اِنَّهُ لَمْ يَعْصِنِيْ سَاعَةً قَطُّ! قَالَ: فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: اِنَّهُ خَرَجَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهٖ اِلَى اللّٰهِ ، وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ: اِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ ـ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَلَكًا فِيْ صُوْرَةِ آدَمِيٍّ فَاخْتَصَمُوْا اِلَيْهِ ـ قَالَ: فَقَالَ: اُنْظُرُوْا اَيُّ الْقَرْيَتَيْنِ كَانَ اَقْرَبَ اِلَيْهِ فَاَلْحِقُوْهُ بِاَهْلِهَا ، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِيْ ، وَاَوْحٰى اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِيْ ، فَقَاسُوْهُ ، فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰى اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ اَرَادَ بِشِبْرٍ ، فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ ، فَغَفَرَلَهُ ، قَالَ الْحَسَنُ: لَمَّا عَرَفَ الْمَوْتَ احْتَفَزَ بِنَفْسِهٖ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: نَاءَ بِصَدْرِهٖ) فَقَرَّبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ الْقَرْيَةَ الصَّالِحَةَ ، وَبَاعَدَ مِنْهُ الْقَرْيَةَ الْخَبِيْثَةَ ، فَاَلْحَقُوْهُ بِاَهْلِ الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ ـ)) (الصحيحة: ٢٦٤٠)

تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تو بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اپنے علاقے کی طرف مت لوٹنا کیونکہ یہ بری سرزمین ہے۔ وہ نیک بستی کی طرف چل پڑا، لیکن راستے میں اسے موت آ گئی، وہ اپنے سینے کے سہارے سرک کر پہلی زمین سے دور ہو کر (تھوڑا سا) دوسری طرف ہو گیا۔ (اسے لینے کے لیے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں آ گئے اور ان کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا۔ ابلیس نے کہا: میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، اس نے کبھی بھی میری نافرمانی نہیں کی تھی۔ لیکن ملائکۂ رحمت نے کہا: یہ تائب ہو کر آیا تھا اور دل کی پوری توجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف آنے والا تھا اور ملائکۂ عذاب نے کہا: اس نے کبھی بھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو ایک آدمی کی شکل میں بھیجا۔ انھوں نے اس کے سامنے یہ جھگڑا پیش کیا۔ اس نے کہا: دیکھو کہ کون سی بستی اس کے قریب ہے، اسی بستی والوں سے اس کو ملا دیا جائے۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو (جہاں سے وہ آ رہا تھا) حکم دیا کہ تو دور ہو جا اور ارض صالحین (جس کی طرف وہ جا رہا تھا) حکم دیا کہ تو قریب ہو جا۔ جب انھوں نے اس کی پیمائش کی تو جس زمین کی طرف وہ جا رہا تھا، اسے (دوسری کی بہ نسبت) ایک بالشت زیادہ قریب پایا۔ پس رحمت کے فرشتے اسے لے گئے اور اسے بخش دیا گیا۔''

حسن راوی کہتے ہیں: جب اسے موت کا علم ہوا تو وہ (نیک بستی کی طرف) سکڑ گیا، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے سینے کے سہارے (نیک بستی کی طرف) سرک گیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے اسے قریۂ صالحہ کے قریب کر دیا اور قریۂ خبیثہ سے دور کر دیا، تو ان فرشتوں نے اسے نیک بستی والے لوگوں میں شامل کر دیا۔''

تخریج: أخرجه أحمد: ٣/ ٢٠، ٧٢، وقد أخرجه البخاري: ٦/ ٣٧٣، ومسلم: ٨/ ١٠٤ مختصرا

**شرح**:...... اس سے معلوم ہوا کہ (۱) گناہ گار لوگوں کے لیے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی توبہ قبول فرماتا ہے، بشرطیکہ خالص توبہ ہو۔ (۲) علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسئلہ بتلاتے وقت، سائل کی نفسیات اور اس

کی مشکلات کو سامنے رکھیں اور ایسی حکمتِ عملی اختیار کریں کہ جس سے اللہ کے حکم میں بھی تبدیلی نہ آئے اور سائل بھی اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر گناہوں پر مزید دلیر نہ ہو۔ (۳) نیک لوگوں کی صحبت میں رہنا باعثِ برکت ہے اور برے لوگوں کے ساتھ رہنا باعثِ نحوست ہے اور (۴) بوقتِ ضرورت فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی صورت میں آتے ہیں۔

## فرشتے فرعون کی بیوی پر سایہ کرتے تھے
## آسیہ کی دعا کی قبولیت

(۳۸۷۰)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَوْقُوْفًا: اِنَّ فِرْعَوْنَ اَوْتَدَ لِاِمْرَاَتِهِ اَرْبَعَةَ اَوْتَادٍ فِيْ يَدَيْهَا وَرِجْلَيْهَا ، فَكَانُوْا اِذَا تَفَرَّقُوْا عَنْهَا ظَلَّلَتْهَا الْمَلَائِكَةُ ، فَقَالَتْ: ﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ﴾ ، فَكَشَفَ لَهَا عَنْ بَيْتِهَا فِي الْجَنَّةِ۔ (الصحیحۃ:۲۵۰۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فرعون نے اپنی بیوی کے دو ہاتھوں اور دو پاؤں میں چار میخیں گاڑ دیں۔ جب وہ (فرعونی) اس سے جدا ہوتے تھے تو فرشتے اس پر سایہ کر لیتے تھے، اس بیوی نے کہا: ﴿اے میرے ربّ! اپنے ہاں میرے لیے جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی چھٹکارا نصیب فرما﴾ سو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کے گھر سے پردہ ہٹا کر (اسے اس کا گھر دکھا دیا)۔'' (صحیحہ:۲۵۰۸)

تخریج: أخرجه أبو يعلى في "مسنده": ٤/ ١٥٢١۔ ١٥٢٢

**شرح**:...... بندگانِ خدا پر آزمائشیں ضرور آتی ہیں، لیکن ان آزمائشوں پر صبر کرنے کی وجہ سے انہیں جو رحمتِ خداوندی نصیب ہوتی ہے، وہ ان مصائب سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔

## شراب ام الخبائث ہے
## ایک آدمی نے زنا، قتل اور خنزیر کے گوشت سے بچنے کے لیے شراب پی لی، لیکن......

(۳۸۷۱)۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ اَبِيْهِ: اَنَّ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَنَاسًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جَلَسُوْا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَذَكَرُوْا اَعْظَمَ الْكَبَائِرِ ، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ فِيْهَا عِلْمٌ يَنْتَهُوْنَ اِلَيْهِ ، فَاَرْسَلُوْنِيْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَسْاَلُهُ عَنْ

سالم بن عبد اللہ بن عمر اپنے باپ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، وہ سب سے بڑے گناہوں کا تذکرہ کرنے لگے۔ لیکن ان کے پاس کوئی ایسی علمی بات نہ تھی، جس پر موضوع ختم ہو سکے۔ پس انھوں نے مجھ (عبد اللہ) کو سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا،

ذٰلِكَ، فَأَخْبَرَنِي: إِنَّ أَعْظَمَ الْكَبَائِرِ شُرْبَ الْخَمْرِ۔ فَأَتَيْتُهُمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ، فَأَنْكَرُوا ذَالِكَ، وَوَثَبُوا إِلَيْهِ جَمِيعًا، حَتّٰى أَتَوْهُ فِي دَارِهِ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مَلِكًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَخَذَ رَجُلًا، فَخَيَّرَهُ بَيْنَ أَنْ يَّشْرَبَ الْخَمْرَ، أَوْيَقْتُلَ صَبِيًّا، أَوْ يَزْنِيَ، أَوْيَأْكُلَ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ، أَوْ يَقْتُلُوْهُ إِنْ أَبٰي، فَاخْتَارَ أَنْ يَّشْرَبَ الْخَمْرَ، وَإِنَّهُ لَمَّا شَرِبَهَا لَمْ يَمْتَنِعْ مِنْ شَيْءٍ أَرَادُوْهُ مِنْهُ۔)) وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا حِيْنَئِذٍ: ((مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْرَبُهَا فَتُقْبَلَ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، وَلَا يَمُوْتُ وَفِيْ مَثَانَتِهِ مِنْهَا شَيْءٌ إِلَّا حُرِّمَتْ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ وَإِنْ مَاتَ فِي الْأَرْبَعِيْنَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔)) (الصحيحة: ٢٦٩٥)

تاکہ میں ان سے اس کے بارے میں سوال کر سکوں۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ سب سے بڑا گناہ شراب نوشی ہے۔ میں ان کے پاس واپس آیا اور انھیں یہ بات بتلائی، لیکن انھوں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور وہ سارے اٹھ کھڑے ہوئے، سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ اب کی بار انھوں نے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنو اسرائیل کے ایک بادشاہ نے ایک آدمی کو پکڑا اور اسے شراب پینے، بچے کو قتل کرنے، زنا کرنے اور خنزیر کا گوشت کھانے میں اختیار دیتے ہوئے کسی (ایک جرم کا ارتکاب کرنے پر مجبور کیا)، وگرنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے شراب پی لی۔ لیکن جب شراب پی تو وہ ان تمام جرائم سے نہ رک سکا جو وہ اس سے چاہتے تھے۔'' اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا: ''جو آدمی شراب پیئے گا، چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہوگی، جو آدمی اس حال میں مرے گا کہ اس کے مثانے میں کچھ شراب ہو تو اس پر جنت حرام ہوگی اور اگر وہ (شراب نوشی کے بعد) چالیس دنوں کے اندر اندر مر گیا تو وہ جاہلیت والی موت مرے گا۔''

تخریج: أخرجه الطبراني في "الأوسط": رقم۔ ٣٥٧۔ مصورتي، والحاكم: ٤/ ١٤٧

**شرح**:...... اس میں شراب کی قباحت اور شراب نوشی کی سنگینی کا بیان ہے۔ جس کی تفصیل "الأضاحي والذبائح والاطعمة والاشربة والعقيقه والرفق بالحيوان" کے باب میں موجود ہے۔

## حضرت ایوب کی بیماری کا واقعہ

(٣٨٧٢)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ أَيُّوْبَ لَبِثَ بِهِ بَلَاؤُهُ ثَمَانَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَرَفَضَهُ الْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ، إِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ إِخْوَانِهِ كَانَا يَغْدُوَانِ إِلَيْهِ وَيَرُوْحَانِ، فَقَالَ: أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ ذَاتَ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس بیمار رہے۔ قریب و بعید کے تمام رشتہ دار بے رخی کر گئے، البتہ ان کے دو بھائی صبح و شام ان کے پاس آتے جاتے تھے۔ ایک دن ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: آیا تو جانتا ہے،

يَوْمٍ: تَعْلَمُ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَذْنَبَ اَيُّوْبُ عَلَيْهِ السَّلَام ذَنْبًا مَا اَذْنَبَهُ اَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِيْنَ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: مُنْذُ ثَمَانَ عَشْرَةَ سَنَةً لَمْ يَرْحَمْهُ اللّٰهُ فَيَكْشِفُ مَا بِهِ۔ فَلَمَّا رَاحَ اِلَى اَيُّوْبَ، لَمْ يَصْبِرِ الرَّجُلُ حَتّٰى ذَكَرَ ذَالِكَ لَهُ، فَقَالَ اَيُّوْبُ: لَا اَدْرِيْ مَا تَقُوْلَان، غَيْرَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَعْلَمُ اَنِّيْ كُنْتُ اَمُرُّ بِالرَّجُلَيْنِ يَتَنَازَعَان، فَيَذْكُرَان اللّٰهَ، فَاَرْجِعُ اِلٰى بَيْتِيْ فَاُكَفِّرُ عَنْهُمَا، كَرَاهِيَةَ اَنْ يُّذْكَرَ اللّٰهُ اِلَّا فِيْ حَقٍّ۔ قَالَ: وَكَانَ يَخْرُجُ اِلَى حَاجَتِهِ، فَاِذَا قَضٰى حَاجَتَهُ، اَمْسَكَتْهُ امْرَاَتُهُ بِيَدِهِ حَتّٰى يَبْلُغَ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ، اَبْطَاَ عَلَيْهَا، وَاُوْحِيَ اِلٰى اَيُّوْبَ اَنْ ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ (ص: ٤٢) فَاسْتَبْطَاَتْهُ، فَتَلَقَّتْهُ تَنْظُرُ وَقَدْ اَقْبَلَ عَلَيْهَا قَدْ اَذْهَبَ اللّٰهُ مَابِهِ مِنَ الْبَلَاءِ وَهُوَ اَحْسَنُ مَاكَانَ، فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ: اَيْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ! هَلْ رَاَيْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا الْمُبْتَلٰى؟ وَاللّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ، مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَشْبَهَ بِهِ مِنْكَ اِذَاكَانَ صَحِيْحًا۔ فَقَالَ: فَاِنِّيْ اَنَا هُوَ وَكَانَ لَهُ اَنْدَرَان (اَيْ: بَيْدَرَان): اَنْدَرٌ لِلْقَمْحِ، وَاَنْدَرٌ لِلشَّعِيْرِ، فَبَعَثَ اللّٰهُ سَحَابَتَيْنِ، فَلَمَّا كَانَتْ اِحْدَاهُمَا عَلٰى اَنْدَرِ الْقَمْحِ، اَفْرَغَتْ فِيْهِ الذَّهَبَ حَتّٰى فَاضَ، وَاَفْرَغَتِ الْاُخْرٰى فِيْ اَنْدَرِ

اللہ کی قسم! (میرا خیال یہ ہے کہ) ایوب نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے، جو جہانوں میں سے کسی فرد نے نہیں کیا؟ اس کے ساتھی نے کہا: وہ کون سا؟ اس نے کہا: (دیکھو) اٹھارہ سال ہو چکے ہیں، اللہ تعالی نے اِس پر رحم نہیں کیا کہ اس کی بیماری دور کر دے۔ جب وہ بوقتِ شام ایوب کے پاس آئے تو ایک نے بے صبری میں وہ بات ذکر کر دی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے (ان کا الزام سن کر) کہا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو، اس قسم کی کوئی بات میرے علم میں تو نہیں ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ اللہ تعالی جانتا ہے کہ دو آدمیوں کے پاس سے میرا گزر ہوتا تھا، وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے تھے، وہ مجھے اللہ تعالی کا واسطہ دے دیتے اور میں اپنے گھر واپس چلا جاتا تھا اور اس وجہ سے ان دونوں کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُنھوں نے مجھے ناحق انداز میں اللہ تعالی کا واسطہ نہ دیا ہو۔ حضرت ایوب علیہ السلام قضائے حاجت کے لیے باہر جاتے تھے، جب وہ قضائے حاجت کر لیتے تو ان کی بیوی ان کو ہاتھ سے پکڑ کر سہارا دیتی تھی، حتی کہ وہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتے تھے۔ ایک دن وہ لیٹ ہو گئے اور (ان کی بیوی ان کے انتظار میں رہی) اور اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی: ﴿اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے﴾ (سورۂ ص: ۴۲) اُدھر ان کی بیوی کو یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ دیر کر رہے ہیں۔ جب وہ واپس پلٹے تو اللہ تعالی ان کی تمام بیماریاں دور کر چکے تھے اور وہ بہت حسین لگ رہے تھے۔ جب ان کی بیوی نے ان کو دیکھا تو (نہ پہچان سکی اور ان سے) پوچھا: اللہ تعالی تجھ میں برکت پیدا کرے، کیا تو نے اللہ تعالی کے نبی، جو بیمار ہیں، کو دیکھا ہے؟ اللہ تعالی اس بات پر گواہ ہیں کہ جب وہ نبی صحتمند تھے تو تجھ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ انھوں

الشَّعِيْرِ الْوَرِقَ حَتّٰى فَاضَ۔)) (الصحيحة:۱۷)

نے کہا: میں وہی (ایوب) ہوں' (اب اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے)۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا تھا اور ایک جو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بدلیاں بھیجیں، ایک بدلی گندم والے کھلیان پر آ کر سونا برسنے لگی اور دوسری جو والے کھلیان پر آ کر چاندی برسنے لگی، (اس طرح اللہ تعالیٰ نے صحت بھی دے دی اور مالِ کثیر بھی عطا کر دیا)۔''

(صحیحہ: ۱۷)

تخریج: رواه أبو يعلى في "مسنده": ۱/ ۱۷٦-۱۷۷، والبزار: ۲۳۵۷۔کشف، وأبونعيم في "الحلية": ۳/ ۳۷٤-۳۷٥ و الضياء المقدسي في "المختارة": ۲۲۰/ ۲- ۲۲۱/ ۲، وابن حبان في "صحيحه": ۲۰۹۱، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ۳/ ۲۵۱- ۲۵۲

**شرح**:...... حدیثِ نبوی ہے: ((الصبر ضياء۔)) ..... صبر روشنی ہے۔ (مسلم) صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیمار رہے، بہر حال انھوں نے صبر کا دامن نہ چھوڑا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں دنیا میں بھی خزینوں کے منہ کھول دیے اور آخرت میں بھی نظرِ کرم فرمائے گا۔

## حضرت ایوب علیہ السلام پر دورانِ غسل سونے کی ٹڈیاں گرنا

(۳۸۷۳)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوْبُ يَحْتَثِيْ فِيْ ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوْبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ: بَلٰى وَعِزَّتِكَ! وَلٰكِنْ لَا غِنَى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ۔)) (الصحيحة:۳٦۱۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ حالت میں غسل کر رہے تھے، اسی اثنا میں ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں، وہ ان کو اپنے کپڑے میں اکٹھا کرنے لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آواز دی: ایوب! کیا میں نے تجھے ان چیزوں سے غنی نہیں کر دیا، جو تجھے نظر آ رہی ہیں؟ انھوں نے جواباً فرمایا: کیوں نہیں، تیری عزت کی قسم! (تو نے مجھے غنی کیا ہے) لیکن میں تیری برکتوں سے غنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا۔''

تخريج: رواه البخاري: ۲۷۹ و ۳۳۹۱ و ۷٤۹۳، وابن حبان: ٦۲۲۹، وأحمد: ۲/ ۳۱٤، والبغوي في "شرح السنة": ۲۰۲۷ و في "تفسيره": ٥/ ۳٤۷، والبيهقي في "الأسماء والصفات": صـ ۲۰٦، وفي "السنن الكبرى": ۱/ ۱۹۸، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ۱۰/ ۷٥، والطيالسي: ۲٤٥٥، والحاكم: ۲/ ٥۸۲

**شرح**:...... اللہ تعالیٰ کا مقصود حضرت ایوب علیہ السلام کو ڈانٹنا نہیں تھا، بلکہ وہ اس کے ساتھ شفقت و مہربانی والا سلوک کرتے ہوئے ان کو مزید عطا کر رہا تھا اور یہ امتحان لینا چاہتا تھا کہ آیا وہ شکر بجا لاتے ہے یا نہیں۔ آگے سے

حضرت ایوب نے اسی نقطے کی طرف اشارہ کیا کہ وہ کسی صورت میں اللہ کی برکتوں، نعمت کی کثرتوں اور رحمتوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

## اسلام کی طرف نسبت کرنے کی فضیلت اور نسب پر فخر کرنے کا وبال

(٣٨٧٤)۔ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ، قَالَ: اِنْتَسَبَ رَجُلَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَحَدُهُمَا: اَنَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ ، فَمَنْ اَنْتَ لَا أُمَّ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنْتَسَبَ رَجُلَانِ عَلٰى عَهْدِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَحَدُهُمَا: اَنَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ حَتّٰى عَدَّ تِسْعَةً ، فَمَنْ اَنْتَ لَا أُمَّ لَكَ؟ قَالَ: اَنَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانِ ابْنِ الْإِسْلَامِ۔ قَالَ: فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ قُلْ لِهٰذَيْنِ الْمُنْتَسِبَيْنِ: اَمَّا اَنْتَ اَيُّهَا الْمُنْتَمِيْ اَوِ الْمُنْتَسِبُ اِلٰى تِسْعَةٍ فِي النَّارِ ، فَاَنْتَ عَاشِرُهُمْ ، وَاَمَّا اَنْتَ يَا هٰذَا الْمُنْتَسِبُ اِلَى اثْنَيْنِ فِي الْجَنَّةِ ، فَاَنْتَ ثَالِثُهُمَا فِي الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة: ١٢٧٠)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو آدمیوں نے اپنا اپنا نسب نامہ بیان کیا۔ ایک نے کہا: میں تو فلاں بن فلاں ہوں، تیری ماں نہ رہے، تو کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو آدمیوں نے حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں اپنا اپنا نسب بیان کیا، ایک نے کہا: میں فلاں بن فلاں ...... ہوں (نو پشتیں ذکر کر دیں)، تیری ماں نہ رہے تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں فلاں بن فلاں بن اسلام ہوں۔ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ نسب بیان کرنے والے ان دو آدمیوں سے کہو: تو، جس نے نو پشتوں تک اپنا نسب بیان کیا ہے، تیری نو پشتیں بھی جہنم میں ہیں اور تو ان کا دسواں ہے۔ اور تو، جس نے دو پشتیں بیان کی ہیں، تیری دونوں پشتیں جنت میں ہیں اور تو ان کا تیسرا ہے، جو جنت میں جائے گا۔“

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ١٢٨ وعنه الضياء في "المختارة" ١/ ٤٠٦ ـ ٤٠٧ ، والبيهقي في "شعب الأيمان" ٢/ ٨٨/ ١

**شرح**:...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَمَنْ اَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔)) (ابوداود، ترمذی، ابن ماجه) ...... ”جس کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا، اس کا نسب اس کو آگے نہیں لے جا سکے گا۔“

## ہر نبی کو قبل از موت اس کا جنتی ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے
## آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری الفاظ

(٣٨٧٥)۔ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ: ((اِنَّهُ لَمْ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب نبی کریم ﷺ صحتمند تھے تو فرمایا کرتے تھے: ”کسی نبی کو اس وقت تک موت نہیں آتی،

يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، ثُمَّ يُخَيَّرُ۔)) فَلَمَّا نُزِلَ بِهٖ وَرَأْسُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهٗ اِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ، ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ! اَلرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى۔)) فَقُلْتُ: اِذَنْ، لَا يَخْتَارُنَا، وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ۔ قَالَتْ: فَكَانَتْ آخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا: ((اَللّٰهُمَّ! اَلرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى۔)) (الصحيحة: ٣٥٨٠)

جب تک اسے اس کا جنتی ٹھکانہ نہ دکھا دیا جائے اور پھر (موت و حیات میں) اختیار نہ دے دیا جائے۔'' جب آپ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ ﷺ کا سر میری ران پر تھا، تو آپ پر غشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا اور آپ ﷺ نے چھت کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کر دیا اور یہ کہنے لگ گئے: ''اے اللہ! مجھے رفیقِ اعلی تک پہنچا دے۔'' اس وقت میں نے کہا: مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے (موت و حیات کے اختیار میں) ہمیں ترجیح نہیں دی، اور میں نے پہچان لیا کہ اب آپ ﷺ اسی حدیث کا مصداق بن رہے ہیں، جو ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان کرتے تھے، آپ ﷺ کا آخری کلمہ یہ تھا: ''اے اللہ! رفیقِ اعلی تک پہنچا دے۔'' (صحیحہ: ۳۵۸۰)

تخريج: رواه البخاري: ٤٤٦٣۔ واللفظ له۔، ٤٤٣٧، ومسلم: ٧/ ١٣٧۔١٣٨، وأحمد: ٦/ ٨٩

**شرح:**...... یہ نبی کا خاصہ ہے کہ اسے موت وحیات میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ جب آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے موت کو ترجیح دی، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے واضح ہو رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی موت کا یہی معاملہ پیش آیا تھا۔

## صحابہ کے بعد والے مسلمانوں کا ایمان جزوی اعتبار سے سب سے پسندیدہ ہے

(٣٨٧٦)۔ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَيُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِيْمَانًا؟)) قَالُوْا: اَلْمَلَائِكَةُ۔ قَالَ: ((اَلْمَلَائِكَةُ كَيْفَ لَا يُؤْمِنُوْنَ!)) قَالُوْا: اَلنَّبِيُّوْنَ۔ قَالَ: ((اَلنَّبِيُّوْنَ يُوْحٰى اِلَيْهِمْ فَكَيْفَ لَا يُؤْمِنُوْنَ؟)) قَالُوْا: اَلصَّحَابَةُ۔ قَالَ: ((اَلصَّحَابَةُ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ فَكَيْفَ لَا يُؤْمِنُوْنَ؟! وَلٰكِنَّ اَعْجَبَ النَّاسِ اِيْمَانًا: قَوْمٌ يَجِيْئُوْنَ مَنْ بَعْدَكُمْ فَيَجِدُوْنَ كِتَابًا مِنَ الْوَحْيِ، فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَتَّبِعُوْنَهٗ، فَهُمْ اَعْجَبُ النَّاسِ اِيْمَانًا اَوْ الْخَلْقِ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کون سی مخلوق کا ایمان (اعلی و افضل ہونے میں) تعجب انگیز ہے؟'' صحابہ نے کہا: فرشتوں کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتوں (کو کیا ہے کہ وہ) ایمان نہ لائیں، (کیونکہ سارے حقائق ان کے سامنے ہوتے ہیں)۔'' انھوں نے کہا: تو پھر انبیا ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انبیا کی طرف تو وحی کی جاتی ہے (جس کی وجہ سے ہر چیز ان پر عیاں ہو جاتی ہے) وہ ایمان کیوں نہ لائیں؟'' انھوں نے کہا: تو پھر صحابہ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''صحابہ تو انبیا کے ساتھ ہوتے ہیں، (ان کے لیے کوئی شق مبہم نہیں رہتی اسلیے) انھیں

اِيْمَانًا۔)) (الصحيحة:٣٢١٥) ایمان قبول کرنے میں کیا دقت ہے؟ دراصل ایمان کے لحاظ سے سب سے زیادہ تعجب انگیز لوگ وہ ہیں، جو تمھارے بعد آئیں گے، ان کے ہاں وحی کی صورت ایک کتاب ہوگی، لیکن وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی پیروی کریں، یہ لوگ ہیں جن کا ایمان قابل تعجب ہے، (یعنی کوئی معجزہ یا کوئی علامت دیکھے بغیر ہی مشرف بایمان ہو جائیں گے)۔

تخريج: أخرجه البزار في "مسنده" ٣/ ٣١٨۔ كشف الأستار

**شرح**:...... بلا شک وشبہ تمام انبیا و رسل، تمام فرزندانِ امم سے علی الاطلاق افضل و اعلی ہیں۔ لیکن جزوی طور پر کسی امتی کو برتری حاصل ہو سکتی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ایک وصف کی وضاحت کی گئی ہے۔

## حضرت عیسی علیہ السلام کو معبودیت کی تہمت سے کیسے پاک کیا جائے گا؟

(٣٨٧٧)۔ عَنْ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوْفًا: تَلَقّٰى عِيْسٰى حُجَّتَهٗ، فَلَقَّاهُ اللّٰهُ فِيْ قَوْلِهٖ: ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (المائدة: ١١٦)۔ ثُمَّ رَفَعَ الْبَاقِيَ، فَقَالَ: قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: فَلَقَّاهُ اللّٰهُ: ﴿سُبْحَانَكَ مَايَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَالَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ﴾ (المائدة: ١١٦)۔)) اَلآيَةَ كُلَّهَا۔ (الصحيحة: ٢٤٥٤)

طاوس کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی حجت (اللہ تعالی سے) سیکھی اور اللہ تعالی نے انھیں سکھا دی، جس کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿اور جب اللہ تعالی کہے گا: اے عیسی بن مریم! کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ اللہ تعالی کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود بنا لو﴾ (سورۂ مائدہ: ١١٦) پھر آیت کا باقی حصہ روک لیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالی نے (حضرت عیسی علیہ السلام) کو یہ جواب سکھایا: "تو پاک ہے، یہ تو مجھے زیب ہی نہیں دیتا کہ میں ایسی بات کروں جو میرے لیے حق نہ ہو۔" (سورۂ مائدہ: ١١٦)

تخريج: أخرجه الترمذي: ٣٠٦٤

**شرح**:...... یعنی اللہ تعالی روزِ قیامت حضرت عیسی علیہ السلام سے سوال کریں گے اور پھر اس کا جواب بھی ان کو الہام کر دیں گے۔

## حضرت عیسی علیہ السلام کی تواضع کی مثال

(٣٨٧٨)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى تَوَاضُعِ عِيْسٰى، فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِيْ ذَرٍّ۔)) (الصحيحة: ٢٣٤٣)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو حضرت عیسی علیہ السلام کی تواضع دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے، وہ (میرے صحابی) ابو ذر کو دیکھ لے۔"

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات": ٤/ ٢٢٨

**شرح**:...... اس میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی عاجزی و انکساری کا بیان ہے۔

## حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد امن والا دور

(٣٨٧٩)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى، وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ، وَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لِاَنَّهُ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَاِنَّهُ نَازِلٌ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ، رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ، اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَاَنَّ رَاْسَهُ يَقْطُرُ، وَاِنْ لَّمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْاِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ اللّٰهِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ، تَقَعُ الْاَمَنَةُ فِيْ الْاَرْضِ حَتّٰى تَرْتَعَ الْاَسْوَدُ مَعَ الْاِبِلِ، وَالنِّمَارُ مَعَ الْبَقَرِ، وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَمِ، وَيَلْعَبُ الصِّبْيَانُ بِالْحَيَّاتِ لَاتَضُرُّهُمْ، فَيَمْكُثُ فِيْ الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفّٰى، فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ۔))

(الصحيحة: ٢١٨٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیا علاتی بھائی ہیں، (یعنی ان کا باپ ایک ہے اور) مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے اور میں حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ (میری امت میں) اترنے والے ہیں۔تم جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا، وہ درمیانے قد کے ہیں، ان کا رنگ سرخی سفیدی مائل ہے، وہ دو سوتی چادروں میں ملبوس ہوں گے، جب وہ اتریں گے تو ایسے لگیں گے کہ گویا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، اگرچہ ان کو گیلا نہیں کیا ہو گا، وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ (کا تصور) ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالی ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ تمام (باطل) مذاہب کو نیست و نابود کر دے گا اور مسیح دجال کو بھی ہلاک کر دے گا۔ اور (ان کے زمانے میں) زمین میں اتنا امن ہو گا کہ سانپ اونٹوں کے ساتھ، چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، حضرت عیسی علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام کرنے کے بعد فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔''

تخريج: أخرجه أبو داود: ٢/ ٢١٤، وابن حبان في "صحيحه": ٦٧٧٥، ٦٧٨٢، الأحسان، وأحمد: ٢/ ٤٠٦

**شرح**:...... علاتی بھائی ان کو کہتے ہیں جن کی مائیں مختلف ہوں اور باپ ایک۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیا کے دین کی بنیاد ایک رہی ہے، جو توحید ہے، لیکن شریعت کی عملی فروعات میں اختلاف رہا ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے، آپ کا دین ان کے دین کے ساتھ متصل تھا، حضرت عیسی علیہ السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی بشارت سنائی تھی اور آپ کی تصدیق کی راہ ہموار کی تھی اور آخرت میں انبیائے کرام کا انجام کامیابی ہے، اس لیے آپ ﷺ حضرت عیسی علیہ السلام کے قریب تر تھے۔

اس حدیث میں حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے نزول کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے، قیامت کے قریب وہ آسمان سے اتریں گے، اس کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔ حضرت عیسی علیہ السلام امام مہدی کے زمانے میں نازل ہوں گے اور سات سال تک ٹھہریں گے، ان کے دور میں امن و امان اور مال و دولت کی فراوانی ہوگی، جہاں تک انسانیت ہوگی، وہاں تک اسلام ہوگا، دوسرے تمام ادیان ختم ہو جائیں گے۔

اس روایت میں ان کے چالیس سال ٹھہرنے کا ذکر ہے، شارح ابوداود نے حافظ ابن کثیر کے حوالے یہ تطبیق پیش کی ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کی کل عمر ہے، اور مشہور بھی یہی ہے کہ جب ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تو ان کی عمر تینتیس برس تھی۔ (عون المعبود: ۲/ ۱۹۸۷) واللہ اعلم

## گھوڑوں میں برکت ہے

(۳۸۸۰)۔ عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِي ﷺ قَالَ: ((اَلْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ۔)) (الصحيحة:۳٦۱٥)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔''

تخريج: رواه البخاري: ۲۸٥۱، ۳٦٤٥، ومسلم: ٦/ ۳۲، والنسائي:٦/ ۲۲۱، وابن حبان: ٤٦٧٠، وابن أبي شيبة: ۱۲/ ٤٨١، وأحمد: ۳/ ۱۱٤، ۱۲۷، ۱۷۱، وسعيد بن منصور في "سننه": ۲٤۲۷، والبيهقي: ٦/ ۳۲۹، والبغوي: ۲٦٤۳، والقضاعي: ۲۲۲

**شرح**:...... پیشانیوں سے مراد گھوڑے ہی ہیں۔ یعنی گھوڑے بابرکت جانور ہیں، کیونکہ جہاد کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے اور جہاد میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں پائی جاتی ہیں۔

## بیت معمور میں عبادت کرنے والے فرشتوں کی تعداد

(۳۸۸۱)۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((اَلْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفُ مَلَكٍ لَايَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔)) (الصحيحة: ٤٧٧)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیت معمور ساتویں آسمان میں ہے، ہر روز اس میں ایک ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور قیامت کے قائم ہونے تک ان کی باری دوبارہ نہیں آتی۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ۳/ ۱٥۳، وابن جرير: ۲۷/ ۱۱، والحاكم: ۲/ ٤٦٨، وعبد بن حميد

فی "المنتخب" ۱۳۲/ ۲، تمام فی "الفوائد": ۱/ ٦٧، وهذا الحديث عند البخاری: ۳/ ۳۰، ومسلم: ۱/ ۱۰۳ طويل

**شرح**:...... بیت معمور ساتویں آسمان پر ایک عبادت خانہ ہے جو ہر وقت فرشتوں سے بھرا رہتا ہے، نیز اس میں فرشتوں کی کثرت کا بیان ہے، اور یہ کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مگن رہتے ہیں اور ایسا کرنے کے حریص بھی ہیں۔

## یہودیوں کے آپ ﷺ سے چند سوالات
## بچہ تذکیر یا تانیث کے قالب میں کیسے ڈھلتا ہے؟
## بادلوں میں کیسے آواز پیدا ہوتی ہے؟

(۳۸۸۲)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: اَقْبَلَتْ يَهُوْدُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: يَا اَبَا الْقَاسِمِ! نَسْأَلُكَ عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ أَجَبْتَنَا فِيهَا اتَّبَعْنَاكَ وَصَدَّقْنَاكَ وَآمَنَّا بِكَ۔ قَالَ: فَأَخَذَ عَلَيْهِمْ مَا اَخَذَ إِسْرَائِيْلُ عَلٰى نَفْسِهِ ، قَالُوْا: اَللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ۔ قَالُوْا: اَخْبِرْنَا عَنْ عَلَامَةِ النَّبِيِّ قَالَ: ((تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔)) قَالُوْا: فَاَخْبِرْنَا كَيْفَ تُؤَنِّثُ الْمَرْأَةُ وَكَيْفَ تُذَكِّرُ؟ قَالَ: ((يَلْتَقِي الْمَاءَ ان ، فَإِنْ عَلَا مَاءُ الْمَرْاَةِ مَاءَ الرَّجُلِ أَنَّثَتْ ، وَإِنْ عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ ذَكَّرَتْ۔)) قَالُوْا: صَدَقْتَ ، فَاَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ مَاهُوَ؟ قَالَ: ((اَلرَّعْدُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ ، بِيَدَيْهِ اَوْفِي يَدِهِ مِخْرَاقٌ مِنْ نَارٍ يَزْجُرُ بِهِ السَّحَابَ ، وَالصَّوْتُ الَّذِي يُسْمَعُ مِنْهُ زَجْرُهُ السَّحَابَ إِذَا زَجَرَهُ حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى حَيْثُ أُمِرَهُ۔))

(الصحيحة:۱۸۷۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہودی لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے ابو القاسم! ہم آپ سے کچھ چیزوں کے بارے سوالات کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ نے (درست) جوابات دے دیے تو ہم آپ کی پیروی کریں گے، آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ نے ان سے وہ عہد و پیمان لیا جو اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے لیے اختیار کیا تھا۔ انھوں نے کہا: جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر محافظ و نگران ہے۔ (سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) انھوں نے کہا: ہمیں نبی کی علامت کے بارے میں بتلائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نبی کی آنکھیں سوتی ہیں، لیکن دل نہیں سوتا۔'' انھوں نے کہا: عورت کے بطن سے مذکر و مؤنث کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(مذکر و مؤنث) کے پانی ملتے ہیں، اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو مؤنث پیدا ہوتی ہے اور اگر مرد کا پانی عورت کے مادہ پر غالب آجائے تو مرد پیدا ہو جاتا ہے۔'' انھوں نے کہا: ''رعد'' (بادلوں کی گرج یا کڑک) کے بارے میں ہمیں بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک فرشتے کا نام ''رعد'' ہے، بادلوں

کے معاملات اس کے سپرد ہیں، اس کے ہاتھوں میں آگ کی تلوار (یا کوڑا) ہوتا ہے، جس کے ذریعے وہ بادلوں کو اِدھر اُدھر لے جاتا ہے، اور جب وہ بادلوں کو (مخصوص انداز میں ڈانٹ ڈپٹ کر کے) متحرک کرتا ہے، تو اس وقت وہ آواز پیدا ہوتی ہے جو (ہمیں) سنائی دیتی ہے، حتی کہ وہ اس مقام تک ان کو پہنچا دیتا ہے، جہاں کا اس کو حکم ہوتا ہے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٤/ ١٢٩، وأحمد: ١/ ٢٧٤، وأبوأسحاق الحربي في"غريب الحديث": ٥/ ١٢٣/ ١ـ ٢، والطبراني في"المعجم الكبير": رقم ١٢٤٢٩، وابن بشران في"الأمالي": ٢٤/ ٢٧/ ٢، والضياء المقدسي في"الأحاديث المختارة": ق ٢٠٦ ـ ٢٠٧

**شرح:**...... آپ ﷺ نے یہودیوں کے تمام سوالات کے جوابات دینے میں کامیاب ہوئے۔ پھر بھی ان جوابات کی حقیقت اور تفصیل کو کہنے والے کی طرف منسوب کر دیا جائے گا۔

## بنواسرائیل کے بعض افراد کے لیے میت کا سو سال کے بعد قبر سے نکل پڑنا

(٣٨٨٣)ـ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((حَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ، فَاِنَّهُ كَانَتْ فِيْهِمُ الْاَعَاجِيْبُ۔)) ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ قَالَ: ((خَرَجَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَتّٰى اَتَوْا مَقْبَرَةً لَهُمْ مِنْ مَقَابِرِهِمْ، فَقَالُوْا: لَوْ صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ، وَدَعَوْنَا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُخْرِجَ لَنَا رَجُلًا مِمَّنْ قَدْ مَاتَ نَسْأَلُهُ عَنِ الْمَوْتِ، قَالَ: فَفَعَلُوْا، فَبَيْنَمَاهُمْ كَذٰلِكَ إِذَا أَطْلَعَ رَجُلٌ رَأْسَهُ مِنْ قَبْرٍ مِنْ تِلْكَ الْمَقَابِرِ، خِلَاسِي، بَيْنَ عَيْنَيْهِ اَثَرُ السُّجُوْدِ، فَقَالَ: يَا هٰؤُلَاءِ مَا أَرَدْتُمْ إِلَيَّ؟ فَقَدْ مُتُّ مُنْذُ مِئَةِ سَنَةٍ، فَمَا سَكَنَتْ عَنِّي حَرَارَةُ الْمَوْتِ حَتّٰى كَانَ الْاٰنَ، فَادْعُوْا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لِي يُعِيْدُنِي كَمَا كُنْتُ۔)) (الصحيحة: ٢٩٢٦)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنواسرائیل سے (ان کی احادیث) بیان کیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ان میں بڑے تعجب انگیز واقعات پائے جاتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا: ''بنواسرائیل کے کچھ لوگ نکلے اور کسی مقبرہ تک جا پہنچے، وہاں وہ کہنے لگے کہ اگر ہم دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے کسی مردہ کو (قبر سے باہر) نکالے، تاکہ ہم اس سے موت کے بابت کچھ دریافت کر سکیں۔ پس انھوں نے ایسے ہی کیا، وہ اسی حالت و کفیت میں تھے کہ ایک آدمی نے اس قبرستان کی ایک قبر سے سر باہر نکالا، وہ گندم گوں رنگ کا تھا اور اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔ اس نے کہا: او لوگو! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ میری موت کے واقعہ کو سو سال بیت چکے ہیں، لیکن ابھی تک موت کی حرارت (کے آثار) ختم نہیں ہوئے، سو تم لوگ اللہ عز وجل سے دعا کرو کہ وہ مجھے اسی حالت میں لوٹا دے، جس میں میں تھا۔''

تخريج: أخرجه أحمد في"الزهد": ١٦ـ ١٧، وابن أبي شيبة في"المصنف": ٩/ ٦٢ دون القصة، وكذا

البزار في "مسنده": ۱/ ۱۰۸/ ۱۹۲ ـ كشف الأستار

**شرح**:...... حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے اور ہمارے لیے عبرت کا پیغام ہے کہ سو سال بیت جانے کے بعد بھی موت کی حرارت ٹھنڈی نہ پڑی۔

## کیا سانپ مسخ شدہ جن ہیں؟

(۳۸۸٤)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْحَيَّاتُ مَسْخُ الْجِنِّ، كَمَا مُسِخَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ۔)) (الصحيحة: ۱۸۲٤)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سانپ، جنوں کی مسخ شدہ شکلیں ہیں، جیسا کہ بندر اور خنزیر (بعض) بنو اسرائیل کی مسخ شدہ شکلیں ہیں۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان: ۱۰۸۰، والطبراني في "المعجم الكبير": ۱۱۹٤٦، وابن أبي حاتم في "العلل": ۲/ ۲۹۰

**شرح**:...... اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ موجودہ سانپ جنوں کی مسخ شدہ شکلیں ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے یہودیوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کیا گیا، اسی طرح بعض جنوں کو سانپ کی شکلوں میں مسخ کیا گیا تھا۔ صحیح حدیث کے مطابق مسخ شدہ انسانوں یا جنوں کی نسل آگے نہیں چلتی۔

امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: آپ کو علم ہونا چاہیے کہ اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں کہ موجودہ سانپ جنوں کی مسخ شدہ شکلیں ہیں۔ اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ بعض جنوں کو سانپوں کی شکل میں مسخ کیا گیا تھا، جیسا کہ یہودیوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں مسخ کیا گیا تھا، لیکن ایسی حالت میں ان کی نسل نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مجلس میں یہ بات ہونے لگی کہ بندر اور خنزیر کس کی مسخ شدہ شکلیں ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَمْسَخْ شَيْئًا فَيَدَعَ لَهُ نَسْلًا أَوْ عَاقِبَةً، وَقَدْ كَانَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ قَبْلَ ذَالِكَ۔)) (صحيح مسلم) ......''جب اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو (دوسری مخلوق کی شکل میں) مسخ کرتے ہیں تو اس کی آگے نسل اور اولاد نہیں ہوتی (یعنی وہ اسی مسخ شدہ شکل میں ہلاک ہو جاتی ہے) اور بندر اور خنزیر (جن کے بارے میں تم باتیں کر رہے ہو، یہ تو مسخ شدہ قوموں سے) پہلے بھی تھے۔''

## چھپکلی کو قتل کرنا اور اس کی وجہ

(۳۸۸۵)۔ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَائِبَةَ مَوْلَاةٍ لِلْفَاكِهِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ: أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى عَائِشَةَ، فَرَأَتْ فِيْ بَيْتِهَا رُمْحًا مَوْضُوْعًا۔ فَقَالَتْ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَا تَصْنَعِيْنَ بِهٰذَا

امام نافع، فاکہ بن مغیرہ کی لونڈی سائبہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور ان کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر پوچھا: اے ام المومنین! اس نیزے کو کیا کرتی ہو؟ انھوں نے کہا: ہم اس سے چھپکلیاں مارتی ہیں، کیونکہ نبی

الـرُّمْـحِ؟ قَـالَ: نَقْتُلُ بِهِ الْاَوْزَاغَ، فَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ اَخْبَـرَنَـا: ((إِنَّ إِبْـرَاهِيْمَ عَلَيْـهِ السَّلَامُ حِيْـنَ أُلْقِيَ فِيْ النَّارِ، لَمْ تَكُنْ دَابَّةٌ إِلَّا تُـطْفِيُّ عَنْهُ غَيْرَ الْوَزَغِ، فَإِنَّهُ كَانَ يَنْفُخُ عَـلَيْــهِ.)) فَـأَمَـرَ عَلَيْـهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِقَتْلِهِ. (الصحيحة:١٥٨١)

کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ہر جانور نے اس آگ کو بجھانے (کے لیے کوشش) کی، سوائے اس چھپکلی کے، کہ یہ (آگ کو بھڑکانے کے لیے) پھونک مارتی تھی۔'' اس لیے آپ ﷺ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ٢/ ٢٩٥، وابن حبان: ١٠٨٢، وأحمد: ٦/ ٨٣و ١٠٩و ٢١٧

**شرح**:...... سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَـنْ قَتَلَ وَزْغًا فِيْ اَوَّلِ ضَـرْبَةٍ كُتِبَـتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذَالِكَ وَفِي الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذَالِكَ.)) (مسلم) ......''جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مار دیا اسے سو نیکیاں ملیں گی، دو ضربوں سے مارنے والے کو اس سے کم اور تین ضربوں سے مارنے والے کو دوسرے سے بھی کم نیکیاں ملتی ہیں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سنت پر عمل کرنے کے لیے ایک نیزہ رکھا ہوا تھا۔

## فاسق جانور اور ان کو قتل کرنے کا حکم

(٣٨٨٦)۔ عَـنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَـالَ: ((اَلْحَيَّةُ فَاسِقَةٌ، وَالْعَقْرَبُ فَاسِقَةٌ، وَالْفَأْرَةُ فَاسِقَةٌ، وَالْغُرَابُ فَاسِقٌ.)) (الصحيحة:١٨٢٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سانپ فاسق (یعنی شرّ پسند) جانور ہے، بچھو فاسق جانور ہے، چوہیا فاسق جانور ہے اور کوا فاسق جانور ہے۔''

تخریج: أخرجه ابن ماجه: ٣٢٤٩، وأحمد: ٦/ ٢٠٩و ٢٣٨

**شرح**:...... اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جانور طبعی طور پر فسادی اور نقصان دہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کو حل و حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

## کائنات کی کون سی اشیا کب پیدا کی گئیں؟

(٣٨٨٧)۔ عَـنْ اَبِـيْ هُـرَيْـرَةَ، قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَـدِيْ فَقَالَ: ((خَلَقَ اللّٰهُ التُّـرْبَةَ يَـوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَـوْمَ الْاَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَخَـلَـقَ الْـمَـكْـرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اللہ تعالی نے سینچر وار کو مٹی، اتوار کو پہاڑ، سوموار کو درخت، منگل کو مکروہ چیزیں، بدھ کو نور، جمعرات کو چوپائے پیدا کیے اور حضرت آدم علیہ السلام، جو کہ آخری مخلوق تھے، کو جمعہ کے روز بعد از وقتِ عصر جمعہ کی آخری

النُّوْرَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَخَلَقَ آدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ آخِرَ الْخَلْقِ، مِنْ آخِرِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ۔)) (الصحيحة: ١٨٣٣)

گھڑی میں پیدا کیا، یہ گھڑی عصر سے رات (غروبِ آفتاب) تک کے وقت کے مابین ہوتی ہے۔

تخریج: رواه ابن معين في "التاريخ والعلل": ٩/ ١۔ المخطوطة ورقم۔ ٢١٠۔ المطبوعة، وابن منده في "التوحيد": ٢٥/ ٢

## فرشتے کی تخلیق نور سے، انسان کی مٹی سے اور ابلیس کی آگ سے ہوئی

(٣٨٨٨)۔ عَنْ عَائِشَةَ مَرْفُوْعًا: ((خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ، وَخُلِقَ إِبْلِيْسُ مِنْ نَارِ السَّمُوْمِ، وَخُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِمَّا قَدْ وُصِفَ لَكُمْ۔)) (الصحيحة: ٤٥٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتوں کو نور سے، ابلیس کو جلا دینے والی آگ سے پیدا کیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اس چیز سے ہوئے جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔''

تخریج: رواه مسلم: ٨/ ٢٢٦، وابن حبان: ٨/ ٩/ ٦١٢٢، وابن منده فی "التوحيد": ٣٢/ ١، والسهمی فی "تاريخ جرجان": ٦٢، والبيهقی فی "الأسماء والصفات": ٢٧٧۔هند، ابن عساكر: ٢/ ٣١٠/ ١

**شرح**:...... یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث میں درج ذیل حدیث کے باطل ہونے کا اشارہ دیا گیا، جو لوگوں کے ہاں بڑی مشہور ہے: ((اول ما خلق الله نور نبيك يا جابر۔))...... ''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔''

کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، نہ حضرت آدم اور ان کی اولاد کو۔ آپ متنبہ رہیں اور غافلوں میں سے نہ ہو جائیں۔ (صحیحہ: ۴۵۸)

(٣٨٨٩)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ حَبَشِيًّا دُفِنَ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((دُفِنَ فِي الطِّيْنَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا۔)) (الصحيحة: ١٨٥٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ایک حبشی کو مدینہ (کے قبرستان) میں دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مٹی سے اس کو پیدا کیا گیا تھا، اس میں اس کو دفن کر دیا گیا۔''

تخريج: رواه أبونعيم في "أخبار أصبهان": ٢/ ٣٠٤، والخطيب في "الموضح": ٢/ ١٠٤

## عمل سے کورے خطیبوں کا انجام

(٣٨٩٠)۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْفُوْعًا: ((رَأَيْتُ لَيْلَةَ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

أُسْرِيَ بِيْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَارٍ۔)) فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ فَقَالَ: ((اَلْخُطَبَاءُ مِنْ أُمَّتِكَ، يَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ۔)) (الصحيحة: ٢٩١)

فرمایا: ''جس رات مجھے اسرا کرایا گیا، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں کے ساتھ کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے خطیب لوگ ہیں جو لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں، لیکن خود اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہیں، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہیں، کیا ایسے لوگ عقل نہیں رکھتے۔''

تخريج: له خمس طرق من حديث انس رضي الله عنه:

١۔عن مالك بن دينار؛ فأخرجه أبويعلى فى "مسنده": ١٩٨/ ١، وابن حبان فى "صحيحه": ٥٢

٢۔عن على بن زيد بن جدعان؛ فأخرجه عبدالله بن المبارك فى "الزهد": ١٩٢/ ١ من الكواكب، وأحمد: ٣/ ١٢٠، ١٨٠، ٢٣١، ٢٣٩، وأبويعلى: ١٩١/ ١۔٢و٢ والخطيب فى "التاريخ": ٦/ ١٩٩، ١٢/ ٤٧

٣۔عن سليمان التيمى؛ فأخرجه أبونعيم: ٨/ ١٧٢۔١٧٣

٤۔عن خالد بن سلمة؛ فأخرجه الواحدى فى "التفسير الوسيط" ١/ ١٥/ ١.

٥۔عن معتمر عن أبيه دون قوله :"يأمرون ......": فأخرجه أبو يعلى : ٧/ ١١٨/ ٤٠٦٩

**شرح:**...... خطبا و مبلغین کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے سامنے جن واجبات و فرائض کا تذکرہ کرتے ہیں، ان پر خود عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

## سدرۃ المنتہٰی اور اس سے نکلنے والی چار نہریں
## سیحان، جیحان، فرات، نیل

(٣٨٩١)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتِ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔)) (الصحيحة: ١١٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیحان، جیحان، فرات اور نیل ساری جنت کی نہروں میں سے ہے۔''

تخريج: رواه مسلم: ٨/ ١٤٩، وأحمد: ٢/ ٢٨٩و٤٤٠، وأبوبكر الأبهرى فى "الفوائد المنتقاة": ١٤٣/ ١، والخطيب: ١/ ٥٤۔٥٥

(٣٨٩١)۔عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((فُجِرَتْ اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ مِنَ الْجَنَّةِ : الْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ وَالسَّيْحَانُ وَجَيْحَانُ۔))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ چار نہریں جنت سے پھوٹتی ہیں: فرات، نیل، سیحان اور جیحان۔''

(الصحيحة: ١١١)

تخريج: رواه أحمد: ٢/ ٢٦١، وأبو يعلى فى "مسنده": ٤/ ١٤١٦۔مصورة المكتب الاسلامى والخطيب فى "تاريخه": ١/ ٤٤ و٨/ ١٨٥

(٣٨٩٢)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا: ((رُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرٍ، وَوَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيْلَةِ، يَخْرُجُ مِنْ سَاقِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ! مَاهٰذَانِ؟ قَالَ: اَمَّا الْبَاطِنَانِ، فَفِي الْجَنَّةِ، وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ۔)) (الصحيحة:١١٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'میرے لیے ساتویں آسمان میں سدرۃ المنتہی کو بلند کیا گیا، اس کے پھل (کی ساخت) ہجر علاقے کے مٹکوں جتنی تھی اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے۔ اس کے تنے سے دو ظاہری اور دو باطنی نہریں پھوٹ رہی تھیں۔ میں نے کہا: اے جبریل! یہ دو نہریں کیا ہیں؟ انھوں نے کہا: باطنی نہریں جنت میں جارہی ہیں اور ظاہری نہریں دریائے نیل اور دریائے فرات ہیں۔''

تخريج: رواه أحمد: ٣/ ١٦٤، ٢٠٧۔٢٠٨ و٢٠٨۔ ٢١٠، واخرجه البخارى معلقا، وقد وصله هو: ٣/ ٣٠، ٣٣، ومسلم: ١/ ١٠٣۔١٠٥، وابو عوانة: ١/ ١٢٠۔ ١٢٤، والنسائى: ١/ ٧٦، ٧٧۔

**شرح** :...... امام البانی رحمہ اللہ نے کہا: جس طرح انسان کی اصل جنت سے ہے، اسی طرح ممکن کہ دریائے نیل اور دریائے فرات کی اصل جنت سے ہو، جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے: ((فُجِّرَتْ اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ مِنَ الْجَنَّةِ: اَلْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ، وَالسَّيْحَانُ وَجَيْحَانُ۔)) (مسند احمد) ...... ''چار نہریں جنت سے پھوٹتی ہیں: فرات، نیل، سیحان، جیحان۔'' لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ دریا معروف چشموں سے پھوٹ رہے ہیں۔ اس تعارض کو یوں دور کیا جائے گا کہ حدیث کا تعلق غیبی امور سے ہے، جس پر ایمان لانا اور اس کی اطلاع دینے والے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا واجب ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔﴾ (سورۂ نسا: ٦٥) ...... ''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

## ایک ہوا ہے، لیکن کسی کے لیے رحمت اور کسی کے لیے زحمت

(٣٨٩٣)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَرْفُوْعًا: ((اَلرِّيْحُ تُبْعَثُ عَذَابًا لِقَوْمٍ، وَرَحْمَةً لِآخَرِيْنَ۔)) (الصحيحة:١٨٧٤)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک قسم کی ہوا بھیجی جاتی ہے، لیکن وہ کسی قوم کے لیے عذاب اور کسی کے لیے رحمت بن کر آتی ہے۔''

تخريج: أخرج الديلمي: ٢/ ١٧٩

**شرح**:...... اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، نفعوں کو نقصان میں اور نقصانات کو نفع میں تبدیل کرنا اس کے اختیار کی بات ہے۔ یہ بھی اس کی قدرت کا مظاہرہ ہے کہ ہوا ایک ہے، لیکن وہ کسی کے لیے عذاب بن رہی ہے اور کسی کے لیے رحمت، کہیں اس کا دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے اور کہیں کم۔

## تخلیقِ جہنم کے بعد میکائیل ہنسے نہیں

(٣٨٩٤)۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((مَالِيْ لَمْ اَرَ مِيْكَائِيْلَ ضَاحِكًا قَطُّ؟ قَالَ: مَاضَحِكَ مِيْكَائِيْلُ مُنْذُ خُلِقَتِ النَّارُ۔)) (الصحيحة:٢٥١١)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ''کیا وجہ ہے کہ میکائیل کبھی بھی مجھے ہنستے دکھائی نہیں دیے؟ انھوں نے کہا: جب سے (جہنم کی) آگ کو پیدا کیا گیا، اس وقت سے میکائیل نہیں ہنسے۔''

تخريج: أخرجه الامام أحمد :٣/ ٢٢٤، وابن أبي الدنيا في "صفة النار": ١٥١/ ٢

**شرح**:...... میکائیل جہنم کی آگ کی وجہ سے اتنی دہشت میں ہے کہ ان کے چہرے سے مسکرانے اور ہنسنے کے آثار مٹ گئے۔

## حضرت داود علیہ السلام بڑے عبادت گزار تھے

(٣٨٩٥)۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَانَ دَاوُدُ اَعْبَدَ الْبَشَرِ۔)) (الصحيحة:٧٠٧)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت داود علیہ السلام انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔''

تخريج: أخرجه الترمذي: ٢/ ٢٦٢، والحاكم: ٢/ ٤٣٣

## سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے وقف کر دی

(٣٨٩٦)۔ عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ يَا ابْنَ اُخْتِيْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِيْ الْقِسَمِ مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا، وَكَانَ قَلَّ يَوْمٍ اِلَّا وَهُوَ يَطُوْفُ عَلَيْنَا جَمِيْعًا، فَيَدْنُوْ مِنْ كُلِّ امْرَاَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيْسٍ حَتّٰى يَبْلُغَ اِلَى الَّتِيْ هُوَ يَوْمُهَا، فَيَبِيْتُ عِنْدَهَا، وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ

عروہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے کہا: میرے بھانجے! رسول اللہ ﷺ ہم (امہات المومنین) کے لیے دنوں کی تقسیم میں کسی کو دوسری پر فضیلت نہیں دیتے تھے، تقریبا ہر روز تمام بیویوں کے پاس جاتے تھے اور ہر بیوی کے قریب ہوتے تھے، لیکن جماع نہیں کرتے تھے، حتی کہ اس کے پاس پہنچ جاتے جس کا وہ دن ہوتا تھا اور اس کے پاس رات گزارتے تھے۔ جب سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عمر

بِنْتُ زَمْعَةَ حِيْنَ أَسَنَّتْ وَفَرِقَتْ اَنْ يُفَارِقَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ فَقَبِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا ، وَفِيْ ذٰلِكَ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَفِيْ اَشْبَاهِهَا أُرَاهُ قَالَ: ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا﴾ (النساء: ١٢٨)۔

(الصحيحة: ١٤٧٩)

رسیدہ ہو گئیں اور انھیں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ انھیں داغِ مفارقت نہ دے دیں، تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری باری کا دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی، اسی قسم کے مسائل کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بے پرواہی کا خوف ہو تو وہ......﴾

(سورۂ نساء: ۱۲۸)

تخريج: أخرجه أبوداود: ١/ ٣٣٣۔ التازية

**شرح**:...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سوال یہ ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق کا خدشہ کیسے لاحق ہوا؟ ممکن ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کے حقوق کو پورا کرنے میں کم و کاست سے کام لیا ہو، پھر اس بنا پر ان کو طلاق کا خوف لاحق ہو گیا ہو۔ لیکن کسی نص میں واضح طور پر سبب کی وضاحت نہیں کی گئی۔ ایک روایت کے مطابق وہ عمر رسیدہ ہو گئیں تھیں اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ اس کو مردوں سے کوئی محبت نہیں ہے، بس وہ تو یہ چاہتی ہے کہ اسے امہات المؤمنین کے زمرے میں اٹھایا جائے۔ لیکن اس روایت کی سند میں محمد بن عمر واقدی ''کذاب'' ہے۔

میرے نزدیک اس خدشے کی وجہ یہ تھی کہ وہ سخت رویے والی تھیں اور ان کے مزاج میں شدت اور جوش تھا، ان وجوہات کی بنا پر ان کو اپنی سوکنوں پر بڑی غیرت آتی تھی، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مَا رَأَيْتُ اِمْرَأَةً اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَكُوْنَهُ فِيْ مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ ، مِنْ اِمْرَأَةٍ فِيْهَا حِدَّةٌ۔...... ...... میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی کہ میں وہی بن جانا پسند کروں، سوائے سودہ بن زمعہ کے، ان کے مزاج میں بڑھی تیزی اور جوش تھا۔ جب وہ عمر رسیدہ ہو گئیں تو انھوں نے اپنا دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے وقف کر دیا۔

(صحیحہ: ١٤٧٩)

پوری آیت یہ ہے: ﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ (سورۂ نساء: ١٢٨) ......''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بددیانتی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں۔ صلح بہتر چیز ہے اور طمع تو ہر نفس میں شامل کر دی گئی ہے۔''

معلوم ہوا کہ اگر خاوند کسی وجہ سے اپنی بیوی کو ناپسند کرے اور اس سے دور رہنا اور اعراض کرنا معمول بنا لے یا ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں حسن میں کم تر کسی بیوی سے اعراض کرے تو عورت اپنا کچھ حق چھوڑ کر خاوند سے مصالحت کر لے، جیسا کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے کیا، ایسی مصالحت میں خاوند یا بیوی پر کوئی گناہ نہیں، کیونکہ صلح بہر حال

بہتر ہے۔

## عورتیں ایسا لباس نہیں پہن سکتیں، جو مردوں کو ان کی طرف متوجہ کرے

(۳۸۹۷)۔ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((كَانَ فِي بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ امْرَأَةٌ قَصِيْرَةٌ، فَصَنَعَتْ رِجْلَيْنِ مِنْ خَشَبٍ، فَكَانَتْ تَسِيْرُ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ قَصِيْرَتَيْنِ، وَاتَّخَذَتْ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، وَحَشَتْ تَحْتَ فَصِّهِ أَطْيَبَ الطِّيْبِ الْمِسْكَ، فَكَانَتْ إِذَا مَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ، حَرَّكَتْهُ فَنَفَخَ رِيْحُهُ ـوَفِيْ رِوَايَةٍ: وَجَعَلَتْ لَهُ غَلَقًا، فَإِذَا مَرَّتْ بِالْمَلَأِ أَوْ بِالْمَجْلِسِ، قَالَتْ بِهِ، فَفَتَحَتْهُ، فَفَاهُ رِيْحُهُ۔))

(الصحيحة:٤٨٦)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنو اسرائیل میں ایک کوتاہ قد عورت تھی، اس نے کھڑاؤں (لکڑی کے جوتے) بنوا لیے۔ اب وہ دو پست قد عورتوں کے درمیان چلتی تھی اور سونے کی ایسی انگوٹھی پہنتی تھی، جس کے نگینے میں بہترین خوشبو کستوری بھر لیتی تھی۔ جب کسی مجلس کے پاس سے گزرتی تو نگینے کو حرکت دیتی، سو خوشبو پھیل جاتی تھی۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اس نے نگینے کا ایک ڈھکن بنوایا ہوا تھا، جب کسی گروہ یا مجلس کے پاس سے گزرتی تو اسے کھول دیتی تھی اور خوشبو پھیل جاتی تھی۔''

تخريج: أخرجه أحمد في "المسند": ٣/ ٤٠

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ فاسق عورتیں ایسا لباس زیب کرتی ہیں اور (ایسی وضع قطع اختیار کرتی ہیں) جو لوگوں کی نگاہوں کو ان کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

آج کل بھی یہ مصیبت عام ہو گئی ہے کہ عورتیں اونچی ہیل والی جوتیاں پہنتی ہیں اور جوتوں کے نیچے لوہا (وغیرہ) لگواتی ہیں، تاکہ چلتے وقت ''ٹِک ٹِک'' کی خوب آواز ہو۔ شاید یہودیوں نے یہ چیز ایجاد کی ہو، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ ایسے جوتوں اور لباسوں سے اجتناب کریں۔ واللہ المستعان۔

(صحيحه: ٤٨٦)

## بے صبری کا انجام

(۳۸۹۸)۔ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ جُرِحَ، فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّيْنًا، فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ، فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: بَادَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهِ

سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے والے لوگوں میں ایک آدمی زخمی ہو گیا، اس نے بیتابی کا اظہار کرتے ہوئے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ دیا اور خون نہ رکنے کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ مجھ سے سبقت لے گیا ہے، (یعنی

فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔)) (الصحيحة:١٤٨٥)

میری تقدیر پر راضی نہ ہوا اور خود فیصلہ کر دیا) لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

تخريج: أخرجه البخاري: ٢/ ٣٧٣، وأبويعلي في "المغاريد" ١/ ٧٠/ ١

**شرح:**...... سبق یہ ملا کہ جسمانی تکالیف پر صبر کرنا چاہیے۔

## انبیا پر آزمائشیں سخت ہوتی ہیں

(٣٨٩٩)۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: دَخَلَتْ أُمُّ بِشْرِ بْنِ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَهُوَ مَحْمُوْمٌ فَمَسَّتْهُ، فَقَالَتْ: مَا وَجَدْتُّ مِثْلَ وَعْكٍ عَلَيْكَ عَلَى اَحَدٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَمَا يُضَاعَفُ لَنَا الْاَجْرُ، كَذٰلِكَ يُضَاعَفُ عَلَيْنَا الْبَلَاءُ۔)) (الصحيحة: ٢٠٤٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سیدہ ام بشر بن برا بن معرور رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس مرض الموت میں تشریف لائیں، اس حال میں آپ ﷺ کو بخار تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو چھوا اور کہا: جو (شدید) بخار آپ کو ہے، اتنا بخار تو میری نظر میں کسی کو نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جیسے ہمارے لیے اجر و ثواب کئی گنا بڑھایا جاتا ہے، اسی طرح آزمائشیں بھی کئی گنا ہوتی ہیں۔''

تخريج: أخرجه ابن سعد في "الطبقات":٨/ ٣١٤

**شرح:**...... انبیا علیہم السلام کو زیادہ تکلیفیں آتی ہیں، جن سے ان کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ گویا اہل ایمان پر آلام و مصائب کی زیادتی کمال ایمان کی علامت ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی دلیل۔

## ہر نبی اپنی قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث کیا گیا

(٣٩٠٠)۔ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا بِلُغَةِ قَوْمِهِ۔)) (الصحيحة:٣٥٦١)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا، مگر اس کی قوم کی زبان میں۔''

تخريج: أخرجه أحمد: ٥/ ١٥٨

**شرح:**...... نبی کا مقصد قوم کو سمجھانا ہوتا ہے اور اس مقصود کا حصول صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ اپنی قوم کا ہم زبان ہو۔

## اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں موسیٰ و خضر کے علم کی مثال

(٣٩٠١)۔ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَمَّا لَقِيَ مُوْسَى الْخَضِرَ

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خضر سے ملاقات ہوئی

عَلَيْهِمَا السَّلَامُ جَاءَ طَيْرٌ، فَأَلْقَى مِنْقَارَهُ فِي الْمَاءِ فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوْسٰى: تَدْرِيْ مَا يَقُوْلُ هٰذَا الطَّيْرُ؟ قَالَ: وَمَا يَقُوْلُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: مَاعِلْمُكَ وَعِلْمُ مُوْسٰى فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا كَمَا اَخَذَ مِنْقَارِيْ مِنَ الْمَاءِ۔)) (الصحيحة: ٢٤٦٧)

تو ایک پرندہ آیا اور اس نے پانی سے اپنی چونچ بھر لی۔ خضر نے موسیٰ سے کہا: کیا تجھے علم ہے کہ یہ پرندہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ خضر نے کہا: یہ مجھے کہہ رہا ہے کہ تیرا اور موسیٰ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے اتنا ہی ہے جتنا کہ (سمندر کے مقابلے میں) میری چونچ میں پانی ہے۔''

تخريج: أخرجه الحاكم: ٢/ ٣٦٩، و الحديث قطعة من قصة الخضر مع موسى عليهما السلام في "الصحيحين"

**شرح:**...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا مفصل ذکر سورۂ کہف میں موجود ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت بیان کی گئی ہے۔

## کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوئے؟

(٣٩٠٢)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ اَنَّ اللّٰهَ يُوَاخِذُنِيْ وَعِيْسٰى بِذُنُوْبِنَا (وَفِيْ رِوَايَةٍ: بِمَا جَنَتْ هَاتَانِ ۔ يَعْنِي الْاِبْهَامَ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا۔) لَعَذَّبَنَا وَلَا (وَفِي الْاُخْرٰى: وَلَمْ) يَظْلِمْنَا شَيْئًا۔)) (الصحيحة: ٣٢٠٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ میرا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مؤاخذہ ہمارے گناہوں کی بنا پر کرے تو وہ ہمیں عذاب دے گا اور بالکل ظلم نہیں کرے گا۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''اگر صرف ان گناہوں کی وجہ سے مؤاخذہ کرے کہ جن کا ارتکاب انگوٹھے اور شہادت کی انگلی نے کیا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن حبان في "صحيحه": ٢/ ٦٥٦، ٦٥٨۔ بالروايتين۔، وأبو نعيم في "الحلية": ٨/ ١٣٢، و أخرج الطبراني في "الاوسط": ٢٢٩٤ والبزار نحوه

**شرح:**...... یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت ہے، جو لوگوں کی مغفرتوں کا سبب بنے گی، وگرنہ کوئی آدمی صرف اپنے اعمالِ صالحہ کی بنا پر جنت میں نہیں جا سکے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (سورۂ فتح: ٢) ...... ''تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔''

سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سا گناہ سرزد ہوا جو اللہ تعالیٰ نے معاف کیا، اور اس معافی کا ذکر قرآن و حدیث دونوں میں ہوا؟

(۱) اس سے مراد ترکِ اولیٰ والے معاملات یا وہ امور ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فہم و اجتہاد سے کیے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ناپسند فرمایا، جیسے سیدنا عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، جس کا ذکر سورۂ عبس کے شروع میں موجود

ہے۔ یہ معاملات و امور اگرچہ گناہ اور منافیٔ عصمت نہیں، لیکن آپ ﷺ کی شانِ ارفع کے پیشِ نظر انھیں بھی کوتاہیاں شمار کر لیا گیا، جس پر معافی کا اعلان فرمایا جا رہا ہے۔

(۲) تقصیرِ شکر مراد ہے، کیونکہ کوئی بشر یا فرشتہ یا جن اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا کما حقہ شکریہ ادا نہیں کر سکتا، اس دعوے کی تفصیل یہ ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''راہِ صواب پر چلو، میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبریاں سنایا کرو۔ بیشک کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی (اپنے عمل کے بل بوتے پر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا)، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت سے مجھے ڈھانپ لے۔'' (بخاری، مسلم)

حافظ ابن حجر نے کہا: عامل لوگوں نے اعمالِ صالحہ سرانجام دیے ہیں، یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا کمال ہے کہ جس نے ان کو الہام کیا، علم عطا کیا اور اپنے فضل و رحمت سے ان کو عمل کرنے کی توفیق بخشی۔

چار چیزیں ہیں: (۱) عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے، اگر رحمت نہ ہو تو بندہ ایمان و اطاعت سے محروم رہتا۔ (۲) غلام کے منافع کا مالک اس کا آقا ہوتا ہے، اگر وہ اسے کوئی انعام دے دے تو یہ اس کا محض فضل ہوگا۔ یہی معاملہ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کا ہے۔ (۳) جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگا اور درجات کی تقسیم اعمال کی بنا پر ہوگی۔ (۴) مختصر سے وقت میں نیک عمل کیا جاتا ہے اور اس کا ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔

عامل کو چاہیے کہ وہ نجات اور درجات کے حصول کے لیے اپنے عمل پر اعتماد نہ کرے، کیونکہ اس کی نیکی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وجود میں آئی اور اللہ تعالیٰ کے بچانے کی وجہ سے برائی سے بچا، پس جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہوا۔ (تلخیص از فتح الباری)

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نیک عمل کرتا ہے، اس پر اسے شکریہ ادا کرنا چاہیے، جب وہ شکریہ ادا کرنے کے لیے کوئی نیکی کرتا ہے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوتی ہے، اس شکریہ پر اسے پھر سے شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے توفیق دی۔ یہ تو ایک لا متناہی سلسلہ ہے، بالآخر انسان کی بس ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نبی کریم ﷺ شکریہ ادا کرنے کے لیے رات کو لمبا قیام کرتے تھے، یہاں تک پاؤں میں ورم آ جاتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ طویل قیام بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوتا تھا، اس کا پھر سے شکریہ کیسے ادا کیا جائے۔

ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تقصیر ہو، یعنی کوئی شخص اپنی نیک زندگی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے، ہم نبیٔ معظم ﷺ کی تنقیص نہیں کر رہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم بھول کر بھی ایسا جملہ نہ لکھنے پائیں، جس سے آپ ﷺ کی شان و عظمت میں فرق آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے سورۂ فتح میں فرمایا کہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں، صحابہ کرام بھی آپ ﷺ سے ایسی باتیں کرتے تھے اور آپ ﷺ نے خود بھی اس قسم کی احادیث بیان کی ہیں، اس لیے فقہا و محدثین میں اس بحث نے وجود پکڑا کہ کون سے گناہ مراد ہیں؟ ہم نے بھی یہ جواب دینے کی کوشش کی ہے، اس کا درست پہلو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر اس میں کوئی خطا ہے تو وہ ہماری کم علمی کا نتیجہ ہے۔

## عام نیک لوگ بھی سفارش کریں گے

(۳۹۰۳)۔ عَنْ اَبِي أُمَامَةَ، اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ، لَيْسَ بِنَبِيٍّ، مِثْلُ الْحَيَّيْنِ اَوْ مِثْلُ اَحَدِ الْحَيَّيْنِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ۔)) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا رَبِيْعَةُ مِنْ مُضَرَ؟ فَقَالَ: ((اِنَّمَا اَقُوْلُ مَا اَقُوْلُ۔))

(الصحيحة:٢١٧٨)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: ''ایک آدمی، جو نبی نہیں ہوگا، کی سفارش سے دو قبیلوں جتنے یا ربیعہ اور مضر میں سے ایک قبیلے جتنے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔'' ایک آدمی نے کہا: ربیعہ کی مضر سے کیا نسبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جو کہہ دیا، سو کہہ دیا۔''

تخريج: أخرجه أحمد:٥/ ٢٥٧، ٢٦١، وابن عساكر:١١/ ١٠٥/ ١

ربیعہ، مضر کے مقابلے میں بہت بڑا قبیلہ تھا، جو ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہے۔ مضر قبیلہ مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہے، گویا یہ دونوں قبیلے نزار کی اولاد سے ہیں۔

(٣٩٠٤)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَنَّ الرَّجُلَ يَشْفَعُ لِلرَّجُلَيْنِ وَلِلثَّلَاثَةِ وَالرَّجُلُ لِلرَّجُلِ۔))

(الصحيحة: ٢٥٠٥)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بعض آدمی دو دو اور تین تین افراد کے حق میں اور بعض صرف ایک آدمی کے حق میں سفارش کریں گے۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد": ص٢٠٥، و رواه البزار: ٣٤٧٣ دون الجملة الاخيرة

**شرح**: ...... علامہ ابن ابی العز الحنفی نے شفاعت کے موضوع پر بہت خوبصورت بحث کی، انھوں نے اس کی آٹھ قسمیں بنائیں اور آخری قسم کے بارے میں کہا: آپ ﷺ کبیرہ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے والے اپنے امتیوں کے لیے سفارش کریں گے کہ ان کو جہنم سے نکالا جائے، متواتر احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ سفارش کی اس قسم میں آپ ﷺ کے ساتھ فرشتے، دوسرے انبیا اور مومن بھی شریک ہوں گے۔ آپ ﷺ یہ سفارش چار دفعہ کریں گے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ١٩٦ـ ٢٠٩)

آخرت میں سفارش کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز ہوگا، جو وہ انبیا، مومنوں اور فرشتوں کو عطا کرے گا، لیکن

سفارش کون سے اور کتنے لوگوں کے بارے میں کرنی ہے، یہ حد بندی اللہ تعالی کی طرف سے کی جائے گی۔

## تبع اور ذوالقرنین کیا اور کون تھے؟

(۳۹۰۵)۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا اَدْرِيْ تُبَّعَ أَلَعِيْنًا كَانَ اَمْ لَا؟ وَمَا اَدْرِيْ ذَالْقَرْنَيْنِ أَنَبِيًّا كَانَ اَمْ لَا؟ وَمَا اَدْرِيْ الْحُدُوْدُ كَفَّارَاتٌ اَمْ لَا؟)) (الصحيحة:۲۲۱۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا کہ تبع ملعون تھا یا نہیں اور مجھے یہ علم بھی نہیں کہ ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں نیز میں یہ بھی نہیں جانتا کہ حدود (متعلقہ گناہوں کا) کفارہ بن جاتی ہیں یا نہیں۔''

تخريج: أخرجه أبو داود:٤٦٧٤ ـ دون الجملة الثالثة ـ والحاكم فى "المستدرك":١/ ٣٦، وعنه البيهقى:٨/ ٣٢٩، وأبو القاسم الحنائى فى "الفوائد":١٦/ ١، وابن عبدالبر فى "الجامع": ٢/ ٥٠، وابن عساكر فى "التاريخ":٣/ ٢٥١، ١و٦/ ٥٧/ ١و١١/ ٣٠٢/ ١و١٦/ ٦٦/ ٢

**شرح:**...... امام البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن عساکر نے کہا: آپ ﷺ نے تبع کا معاملہ واضح ہونے سے پہلے لاعلمی کا اظہار کیا، پھر بعد میں وضاحت فرما دی۔ (صحیحہ: ۲۲۱۷) اور وہ یہ ہے:

(۳۹۰۶)۔ قَالَ ﷺ: ((لَا تَسُبُّوْا تُبَّعًا، فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ اَسْلَمَ۔)) رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا، وَوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ مُرْسَلًا۔ (الصحيحة: ٢٤٢٣)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تبع کو گالی نہ دیا کرو، کیونکہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔'' یہ حدیث سیدنا سہل بن سعد ساعدی، سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعا اور وہب بن منبہ سے مرسلا روایت کی گئی ہے۔

تخريج: (١)۔ أما حديث سهل: أخرجه أحمد:٥/ ٣٤٠، والطبرانى فى "الأوسط": (ص٣٦٨ـ مجمع البحرين) و(ق ٨/ ٢ـ المنتقى منه)، والرويانى فى "مسنده":٢٩/ ٢٠١/ ٢، وابن عساكر فى "التاريخ": ٣/ ٢٥١/ ٢ـ خط ١٠/ ٤٠٨ط

(٢)ـ وأما حديث ابن عباس: أخرجه أبو بكر بن خلاد فى "الفوائد":١/ ٢١٧/ ١، وعنه ابن عساكر، والطبرانى فى "الأوسط" أيضا، وكذا فى "الكبير":٣/ ١٣٥/ ٢، والخطيب فى "التاريخ":٣/ ٢٠٥، (٣)۔ وأما حديث عائشة: أخرجه الحاكم:٢/ ٤٥٠

(٤)۔ وأما حديث وهب بن منبه: أخرجه ابن عساكر

**شرح:**...... قرآن مجید میں جس تبع کا ذکر ہے اس سے مراد قوم سبا ہے، سبا میں حمیر قبیلہ تھا، یہ اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے، تاریخ کا اتفاق ہے کہ بعض تبابعہ کو بڑا عروج حاصل رہا۔ رہا مسئلہ ذوالقرنین اور حدود کے کفارہ بننے کا تو

ذوالقرنین ایک انصاف پسند اور عادل بادشاہ تھا، جس کا زمانہ ۵۳۹ء قبل مسیح ہے۔ اس کے نبی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ہے۔

سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا اُقِیْمَ عَلَیْهِ حَدُّ ذٰلِكَ الذَّنْبِ، فَهُوَ كَفَّارَتُهٗ۔) (صحیحه: ۲۳۱۷) ..... ''جس نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور اس پر اس گناہ کی حد قائم کر دی گئی تو وہ حد اس کے لیے اس گناہ کا کفارہ ہوگی۔''

## ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے، مگر......

(۳۹۰۷)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا تَسْتَقِلُّ الشَّمْسُ فَيَبْقٰى شَيْءٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا سَبَّحَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحَمِدَهٗ، اِلَّا مَاكَانَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاَعْتٰى بَنِيْ آدَمَ۔)) فَسَاَلْتُ عَنْ اَعْتٰى بَنِيْ آدَمَ؟ فَقَالَ: ((شِرَارُ الْخَلْقِ، اَوْقَالَ: شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ۔)) (الصحیحة: ۲۲۲٤)

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی سورج چڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہر ایک مخلوق اس کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن شیطان اور اولادِ آدم میں سے ''اعتی'' قسم کے لوگ نہیں کرتے۔'' میں نے سوال کیا کہ اولادِ آدم میں سے ''اَعْتٰی'' لوگوں سے کون مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدترین انسان'' یا فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدترین کو (اعتی کہتے ہیں)۔''

تخریج: أخرجه ابن السنی فی "عمل الیوم واللیلة":١٤٦، وعنه الدیلمی:٤/ ٤٦، وأبو نعیم فی "الحلیة": ٦/ ١١١

**شرح**:..... بدبخت لوگ غفلت اور سرکشی میں مبتلا ہیں، سبق آموز نظامِ کائنات چل رہا ہے، لیکن وہ اس سے عبرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے۔

## ابن آدم اللہ تعالیٰ کو کیسے عاجز کرے گا، حالانکہ......

(۳۹۰۸)۔ عَنْ بُسْرِ بْنِ جَحَّاشٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَصَقَ يَوْمًا عَلٰى كَفِّهٖ، وَوَضَعَ عَلَيْهِ اِصْبَعَهٗ ثُمَّ قَالَ: ((يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا ابْنَ آدَمَ! اَنّٰى تُعْجِزُنِيْ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِثْلِ هٰذِهٖ، حَتّٰى اِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ وَلِلْاَرْضِ مِنْكَ وَئِيْدٌ فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ، حَتّٰى اِذَا

سیدنا بسر بن جحاش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا اور اس پر اپنی انگلی رکھی اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے آدم کے بیٹے! تو مجھے کیسے بے بس کر سکتا ہے، میں نے تو تجھے اس قسم کے مادے سے پیدا کیا، حتی کہ تجھے ٹھیک ٹھاک کیا اور پھر (درست اور) برابر بنایا۔ (جب تو بڑا ہوا تو) تو نے دو چادریں زیبِ تن کر لیں اور زمین میں خراماں خراماں چلنے لگا، پھر مال جمع کیا اور اسے اپنے پاس

بَلَغَتْ نَفْسُكَ هٰذِهِ وَاَشَارَ اِلٰى حَلْقِهِ (وَفِي رِوَايَةٍ: حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ) قُلْتَ: اَتَصَدَّقُ، وَأَنّٰى أَوَانُ التَّصَدُّقِ؟))

(الصحيحة: ١٠٩٩)

روکے رکھا، حتی کہ تیرا سانس حلق تک پہنچ گیا اور تو نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں، لیکن اب کہاں ہے صدقہ کرنے کا وقت؟'' ایک روایت میں ''حلق'' کی بجائے ''ہنسلی کی ہڈی'' کا ذکر ہے۔

تخريج: رواه ابن ماجه: ٢/ ١٥٩، والأمام أحمد: ٤/ ٢١٠، وابن سعد في "الطبقات" ٧/ ٤٢٧

**شرح:**...... انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی بنیاد کیا ہے؟ وہ کیسے پروان چڑھا؟ اس کی زندگی کا کیا مقصد ہے؟ کس نے اس کو مال و دولت عطا کیا اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی ابتدا و انتہا کیا ہے؟ اس کا انجام و عاقبت کیا ہے؟ اگر کوئی آدمی ان امور پر مثبت انداز میں غور و فکر کرے تو اپنی اصلاح کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں پائے گا۔

لیکن موجودہ انسان کے طرزِ حیات کی شہادت تو یہ ہے کہ گویا اللہ تعالی کا اس پر کوئی احسان نہیں، وہ اپنی اصلیت کو بھول چکا ہے اور اگر چند سکّے اس کے ہاتھ لگ جائیں تو پھر تو اس کی گردن خم لینے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتی اور وہ ان تمام نعمتوں کو اپنی صلاحیتوں کا نتیجہ سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو صحت و عافیت کے زمانے میں صدقہ و خیرات کرنا چاہئے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ کون سا صدقہ ہے جس کا اجر و ثواب عظیم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تو تندرست ہو، مال کی حرص بھی ہے، فقیری کا اندیشہ بھی ہو، امیری کی لالچ بھی ہو تو اس وقت صدقہ کرنا افضل ہے اور صدقہ کرنے میں دیر نہ کر (اور ایسا نہ ہونے پائے کہ) جب تیری روح تیرے حلق تک پہنچے تو تو یہ کہنا شروع کر دے کہ فلاں کے لیے اتنا (مال و دولت) اور فلاں کے لیے اتنا۔ اب تو وہ (تیرے) دوسرے ورثا کا ہو چکا ہے اور (تیرا اختیار ختم ہو چکا ہے)۔'' (بخاری، مسلم) لہٰذا ہمیں چاہئے کہ موت کا پیغام وصول کرنے سے پہلے صدقہ و خیرات کر لیں۔

## ہر فرشتے نے سینگی لگوانے کی رائے دی

(٣٩٠٩)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: (( مَا مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِمَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا كُلُّهُمْ يَقُوْلُ لِي: عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ! بِالْحِجَامَةِ۔))

(الصحيحة: ٢٢٦٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اسرا والی رات فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرا، اس نے مجھے یہی کہا کہ اے محمد! سینگی (پچھنے) ضرور لگوانا۔''

تخريج: أخرجه الترمذي، وابن ماجه: ٢/ ٣٥٠، وابن جرير الطبري في "التهذيب": ٢/ ١٠٣، وصححه، وأحمد، والطبراني: ٣/ ١٣٩/ ١

**شرح:**...... سینگی لگوانے سے جسم کا فاسد خون خارج ہو جاتا ہے اور آدمی کی طبیعت بحال ہو جاتی ہے، اس کی

مزید وضاحت اور اس سے متعلقہ روایات "الطب والعیادۃ" میں موجود ہیں۔

## مسخ شدہ قوم کی نسل نہیں ہوتی

(۳۹۱۰)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا: ((مَا مُسِخَتْ أُمَّةٌ قَطُّ، فَيَكُوْنُ لَهَا نَسْلٌ۔)) (الصحيحة:٢٢٦٤)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس امت کو بھی (کسی دوسری شکل میں) مسخ کیا گیا، اس کی نسل نہیں ہوئی۔''

تخريج: أخرجه الطبراني في "الأوسط":٤٢٩

**شرح**:...... معلوم کی آپ ﷺ سے پہلے جتنی امتوں کو مسخ کیا گیا اب ان کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ بندر اور خنزیر وغیرہ مستقل جنسیں ہیں، یہ کسی انسان کی مسخ شدہ شکلیں نہیں ہیں۔ بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں مسخ ہونے والے بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے، اس حالت میں ان کی نسل آگے نہ چل سکی۔

## حضرت یحییٰ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی

(۳۹۱۱)۔ قال ﷺ: ((مَامِنْ اَحَدٍ مِنْ وَلَدِ آدَمَ اِلَّا قَدْ اَخْطَاَ اَوْهَمَّ بِخَطِيْئَةٍ، لَيْسَ يَحْيَ بْنَ زَكَرِيَّا۔)) رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَوْ عَنْ اَبِيْهِ عَمْرٍو، وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ مُرْسَلًا، وَيَحْيَ بْنِ جَعْدَةَ مُرْسَلًا۔ (الصحيحة:٢٩٨٤)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہر فرد نے کوئی نہ کوئی خطا کی یا پھر خطا کا ارادہ کیا۔'' یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص یا ان کے باپ سیدنا عمرو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حسن بصری اور یحییٰ بن جعدہ سے مرسلاً روایت کی گئی ہے۔

تخريج: روى عن عبدالله بن عباس، وعبدالله بن عمرو بن العاص، أو عن أبيه عمرو، وأبي هريرة، والحسن البصري مرسلا، ويحي بن جعدة مرسلا

(١) أما حديث ابن عباس: فأخرجه الحاكم :٢/ ٥٩١، والبيقهي:١٠/ ١٨٦، وابن أبي شيبة في "المصنف": ١١/ ٥٦٢، وأحمد: ١/ ٢٥٤، ٢٩٢، ٢٩٥، ٣٠١، ٣٢٠، وأبو يعلى: ٤/ ٤١٨/ ٢٥٤٤، والطبراني في "المعجم الكبير":١٢/ ٢١٦/ ١٢٩٣٣، وابن عساكر في "تاريخ دمشق": ١٨/ ٩٣، والبزار:٣/ ١٠٩/ ٢٣٥٩، وابن عساكر:١٨/ ٩٣

(٢) وأما حديث عبدالله بن عمرو بن العاص أو أبوه عمرو؛ فأخرجه الطبري في "التفسير": ٣/ ١٧٤، والبزار:٢٣٦٠، وابن عساكر:١٨/ ٨٢

(٣) وأما حديث أبي هريرة؛ فأخرجه ابن أبي حاتم:٢/ ٢٣/ ٢، وابن عدي :٢/ ٢٣٤، والطبراني

في "المعجم الأوسط": ٢/ ٨ـ١/ ١/ ٦٧٠٠ـ بترقيمي ، وابن عساكر: ١٨/ ٩٣

(٤) وأما حديث الحسن البصري؛ فأخرجه الحاكم أيضا ، وكذا البيهقي ، وابن عساكر

(٥) وأما حديث يحي بن جعدة ؛ فأخرجه ابن عساكر: ١٨/ ٩٢

**شرح:** ...... اس میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی عفت و پاکدامنی کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا۔ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا۔ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔﴾ (سورهٔ مریم: ١٢ تا ١٥) ...... ''ہم نے اسے لڑکپن ہی سے دانائی عطا فرمائی۔ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی، وہ پرہیزگار شخص تھا اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا، وہ سرکش اور گنہگار نہ تھا۔ اس پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔''

## ہر اونٹ کی چوٹی پر شیطان ہے، اس لیے......

(٣٩١٢)۔ عَنْ أَبِي لَاسٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَمَلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى إِبِلٍ مِّنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ ضِعَافٌ لِلْحَجِّ ، فَقُلْنَا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاتَرٰى أَنْ تَحْمِلَنَا هٰذِهِ ، فَقَالَ: ((مَا مِنْ بَعِيْرٍ إِلَّا عَلٰى ذَرْوَتِهِ شَيْطَانٌ ، فَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ إِذَا رَكِبْتُمُوْهَا كَمَا أَمَرَكُمْ ، ثُمَّ امْتَهِنُوْهَا لِأَنْفُسِكُمْ ، فَإِنَّمَا يَحْمِلُ اللّٰهُ۔))

(الصحيحة: ٢٢٧١)

سیدنا ابو لاس خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم کمزور لوگ تھے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے اونٹوں پر سوار کیا۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول: آپ کا کیا خیال ہے، کیا آپ ہم کو اس (کوہان) پر سوار کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر اونٹ کی کوہان پر شیطان ہوتا ہے، سو جب تم ان پر سوار ہونے لگو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو، جیسا کہ اس نے تم کو حکم دیا ہے، پھر ان کو اپنے لیے استعمال کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی سواریاں عطا کرتا ہے۔''

تخريج: أخرجه ابن خزيمة: ١/ ٢٤١ ، ٢/ ٢٥٥ ، ٢ ، والحاكم: ١/ ٤٤٤ ، وعنه البيهقي: ٥/ ٢٥٢ ، و أحمد: ٤/ ٢٢١ ، وابن معين في "التاريخ والعلل": ٩/ ٢ ، والحربي في "غريب الحديث": ٥/ ٤٩/ ١ ، وابن سعد في "الطبقات": ٤/ ٢٩٧ ، والطبراني في "الكبير": ٢٢/ ٣٣٤/ ٨٣٧ ، ٨٣٨

**شرح:** ...... سیدنا حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عَلٰى ظَهْرِ كُلِّ بَعِيْرٍ شَيْطَانٌ ، فَإِذَا رَكِبْتُمُوْهَا فَسَمُّوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ، ثُمَّ لَا تُقَصِّرُوْا عَنْ حَاجَاتِكُمْ ۔)) (مسند احمد: ١٦١٣٥) ...... ''ہر اونٹ کی کمر پر شیطان ہے، اس لیے جب تم اس پر سوار ہو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا کرو، پھر اپنی حاجات (کو پورا کرنے میں) سستی نہ برتو۔''

ممکن ہے کہ اونٹ کی کوہان پر واقعی شیطان ہو جو اپنی دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے سوار کو تکلیف دینے کے لیے اس کو نفرت کرنے اور بدکنے پر آمادہ کرتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ شرّ ہو جو اونٹ کے مزاج میں پایا جاتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھا کرو، کیونکہ یہ جنوں سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس سے مراد بھی ان کے مزاج میں پائے جانے والی شیطنت اور منافرت ہے۔

دونوں احادیث کے آخری جملے کا مفہوم یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر ان کو اپنی خدمت کے لیے استعمال کرو، اللہ تعالی اپنے نام کی برکت سے ان کو تمہارا مطیع کر دے گا۔

سواری کی مکمل دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ۔ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ، فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (ابو داود، ترمذی)

''اللہ کے نام کے ساتھ، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لیے مسخر کر دیا، حالانکہ ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے۔ اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، ساری تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! تو پاک ہے، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس تو مجھے بخش دے، کیونکہ گناہوں کو کوئی نہیں معاف کرتا، مگر تو ہی۔''

## ہر سال بارش کی مقدار ایک ہوتی ہے، لیکن ......

(٣٩١٣)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ((مَا مِنْ عَامٍ بِاَكْثَرَ مَطَرًا مِنْ عَامٍ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یُصَرِّفُهٗ بَیْنَ خَلْقِهٖ حَیْثُ یَشَاءُ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا﴾ (الفرقان: ٥) الآیة۔))

(الصحیحة:٢٤٦١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ بات نہیں ہے کہ ایک سال کی بہ نسبت دوسرے سال میں بارش زیادہ ہوتی ہے، (ہر سال بارش کی مقدار ایک ہی ہوتی ہے) لیکن اللہ تعالی اپنی مشیت کے مطابق اس کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿اور بیشک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔﴾ (سورۂ فرقان: ٥)

تخریج: أخرجه ابن جریر فی "التفسیر": ١٩/ ١٥، والحاکم: ٢/ ٤٠٣

**شرح:** ...... معلوم ہوا کہ ہر سال نازل ہونے والی بارش کی مقدار ایک ہی ہوتی ہے، لیکن مقامات میں فرق آتا رہتا ہے۔ اگر ایک سال کسی علاقے میں بارش کی فراوانی ہوتی ہے تو وہاں کسی اگلے سال کے دوران قحط پڑ سکتا ہے، لیکن

اس کا یہ مطلب نہیں کی بارش کی مقدار میں کمی آ گئی ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام بغوی نے "معالم التنزيل": ٦/ ١٨٤ میں ابن عباس کی اس موقوف حدیث کے بعد کہا: یہ حدیث مرفوعا بھی روایت کی گئی ہے، اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی کی مشیت کے مطابق شب و روز کی ہر گھڑی میں کسی نہ کسی خطے میں بارش ہو رہی ہوتی ہے۔ ابن اسحاق، ابن جریج اور مقاتل نے باسند سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرفوعاً نقل کی: ''بات یہ نہیں ہے کہ ایک سال دوسرے سال سے برا (اور کم رزق والا) ہوتا ہے۔ دراصل اللہ تعالی نے رزق تقسیم کر کے آسمان دنیا میں رکھ دیے ہیں، جو کہ اس بارش میں (مضمر) ہیں، ہر سال رزق معین ماپ تول کے ساتھ نازل ہوتا ہے، لیکن جب ایک خطے کے لوگ اللہ تعالی کی نافرمانی کرتے ہیں تو اللہ تعالی (ان کو محروم کر کے رزق اور اسبابِ رزق کو) دوسرے علاقوں والوں پر نچھاور کر دیتا ہے، جب سارے لوگ نافرمانیوں پر اتر آتے ہیں، تو یہی بارش جنگلوں، بیابانوں اور سمندروں میں برسنا شروع ہو جاتی ہے۔''

میں (البانی) کہتا ہوں: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے، لیکن مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس کا رائے اور اجتہاد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اس پر مستزاد یہ کہ یہ مرفوعاً بھی روایت کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ (صحيحه: ٢٤٦١)

## میت کے حق میں بنو آدم کی شہادت کی اہمیت

(٣٩١٤)۔ عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: كُنْتُ قَاعِدًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَمُرَّ بِجَنَازَةٍ، فَقَالَ: ((مَا هٰذِهِ الْجَنَازَةِ؟)) قَالُوْا: جَنَازَةُ فُلَانِ الْفُلَانِيِّ كَانَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَيَسْعٰى فِيْهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ۔)) وَبِجَنَازَةٍ أُخْرٰى فَقَالُوْا: جَنَازَةُ فُلَانِ الْفُلَانِيِّ كَانَ يُبْغِضُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيَعْمَلُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَيَسْعٰى فِيْهَا، فَقَالَ: ((وَجَبَتْ، وَجَبَتْ، وَجَبَتْ۔)) فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَوْلُكَ فِي الْجَنَازَةِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهَا: أُثْنِيَ عَلَى الْاَوَّلِ خَيْرٌ، وَعَلَى الْآخَرِ شَرٌّ، فَقُلْتَ فِيْهَا: ((وَجَبَتْ، وَجَبَتْ،

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اسی اثنا میں وہاں سے ایک جنازہ گزارا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ جنازہ کس کا ہے؟'' صحابہ نے کہا: یہ فلاں آدمی کا جنازہ ہے، جو اللہ تعالی اور اس کے رسول سے محبت کرتا تھا، اور اللہ تعالی کی اطاعت کرتا تھا اور اس معاملے میں کوشش کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔'' اتنے میں ایک اور جنازہ گزارا گیا، اس کے بارے صحابہ نے کہا: یہ فلاں آدمی کا جنازہ ہے، جو اللہ تعالی اور اس کے رسول سے بغض رکھتا تھا اور اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا تھا اور اس معاملے میں کوشش کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہو گئی، ثابت ہو گئی، واجب ہو گئی۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایک جنازے کی تعریف کی گئی اور دوسرے کی مذمت کی گئی، آپ نے

وَجَبَتْ)) ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ يَا اَبَابَكْرٍ ! اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً تَنْطِقُ عَلَى اَلْسِنَةِ بَنِيْ آدَمَ بِمَا فِي الْمَرْءِ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔)) (الصحيحة:١٦٩٤)

دونوں کے بارے میں فرمایا: ''واجب ہو گئی، واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔''؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، ابو بکر! بے شک اللہ تعالی کے فرشتے خیر وشرّ کے معاملے میں بنو آدم کی زبانوں کی موافقت کرتے ہوئے بولتے ہیں۔''

تخریج: أخرجه الحاكم: ١/ ٣٧٧، والديلمي: ١/ ٢/ ٢٥٨، وأبوشريح الأنصاري في "جزء بيبي": ٢/١٧١، والحديث فى "الصحيحين" وغيرهما نحوه، وقد جمعت الزيادات الثابته منها، وسقتها فى سياق واحد فى "احكام الجنائز": صـ ٤٤

**شرح:**...... نبی کریم ﷺ نے مومنوں کو اللہ تعالی کا گواہ قرار دیا ہے، یہ لوگ جس میت کے بارے میں نیک ہونے کی شہادت دیتے ہیں، اللہ تعالی کے نزدیک بھی وہ نیک ہی ہوتا ہے۔

## اللہ تعالی کی خشیت کی وجہ سے ایک اشرف فرشتے کی ہیئت

(٣٩١٥)۔ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا: ((مَرَرْتُ بِجِبْرِيْلَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِالْمَلَأِ الْاَعْلٰى وَهُوَ كَالْحِلْسِ الْبَالِي مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔)) (الصحيحة:٢٢٨٩)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اسرا والی رات جبریل کی مصاحبت میں ایک اشرف فرشتے کے پاس سے گزرا، وہ اللہ تعالی کی خشیت کی وجہ سے بوسیدہ ٹاٹ کی طرح لگ رہا تھا۔'' (صحیحہ: ۲۲۸۹)

تخریج: رواه محمد بن العباس البزار فى "حديثه": ٢/١١٦، والطبرانى فى "الاوسط"، وابن ابى عاصم فى "السنة": رقم: ٦٢١۔ بتحقيقى

## جنت سے اتارا جانے والا حجر اسود سفید تھا، لیکن سیاہ کیوں ہو گیا؟

(٣٩١٦)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ، اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ، فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ۔)) (الصحيحة:٢٦١٨)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب حجر اسود جنت سے اترا تھا تو وہ برف سے زیادہ سفید تھا، لیکن بنو آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا۔''

تخریج: أخرجه الترمذى: ١/ ١٦٦، وابن خزيمة فى "صحيحه": ١/ ٢٧١/ ١، والطبرانى فى "المعجم الكبير": ٣/ ١٥٥/ ١۔٢، وكذا أحمد: ١/ ٣٠٧، ٣٢٩، ٣٧٣، والخطيب فى "التاريخ": ٧/ ٣٦٢

**شرح:**...... اگر جنتی چیزیں بنو آدم کے گناہوں سے متاثر ہو کر اپنی حالت برقرار نہیں رکھ سکتیں تو خود گنہگار انسانوں کا کیا بنے گا؟

(٣٩١٧)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَرْفَعُهُ:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

((لَوْلَا مَامَسَّهُ مِنْ أَنْجَاسِ الْجَاهِلِيَّةِ، مَامَسَّهُ ذُوْعَاهَةٍ إِلَّا شُفِيَ، وَمَا عَلَى الْأَرْضِ شَيْءٌ مِنَ الْجَنَّةِ غَيْرَهُ۔)) (الصحيحة: ٣٣٥٥)

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس (حجر اسود) کو جاہلیت کی نجاستوں نے نہ چھوا ہوتا تو اسے مس کرنے سے تکلیف والے آدمی کی تکلیف دور ہو جاتی، اس پتھر کے علاوہ زمین میں جنت کی کوئی چیز نہیں ہے۔''

تخريج: أخرجه البيهقي في "السنن": ٥/ ٧٥، و "الشعب الأيمان": ٣/ ٤٤٩/ ٤٠٣٣

**شرح:**...... معلوم ہوا کہ جنتی چیزیں بابرکت ہوتی ہے اور ان کو چھونے سے شفا ملتی ہے۔ نیز گناہوں کی نحوست اور بے برکتی دیکھیں کہ جنت سے اتارا جانے والا پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ معلوم نہیں کہ خطاؤں کی نحوست گنہگاروں سے کیا سلوک کرے گی۔

## سورج کیچڑ میں غروب ہو کر سجدہ کرتا ہے

(٣٩١٨)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى حِمَارٍ، وَالشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا: فَقَالَ: ((هَلْ تَدْرِيْ أَيْنَ تَغْرُبُ هٰذِهِ؟)) قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ۔ قَالَ: ((فَإِنَّهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ تَنْطَلِقُ، حَتّٰى تَخِرَّ لِرَبِّهَا عَزَّوَجَلَّ سَاجِدَةً تَحْتَ الْعَرْشِ، فَإِذَا حَانَ خُرُوْجُهَا أَذِنَ اللّٰهُ لَهَا أَنْ تَخْرُجَ فَتَطْلُعُ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّطْلِعَهَا حَيْثُ تَغْرُبُ حَبَسَهَا، فَتَقُوْلُ: يَارَبِّ! إِنَّ مَسِيْرِيْ بَعِيْدٌ، فَيَقُوْلُ لَهَا: أُطْلُعِيْ مِنْ حَيْثُ غِبْتِ، فَذٰلِكَ حِيْنٌ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا﴾ (الانعام: ١٥٨)۔)) (الصحيحة:٢٤٠٣)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گدھے پر رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا، غروبِ آفتاب کا وقت تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو جانتا ہے کہ یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک رواں گرم چشمے میں غروب ہوتا ہے، (اور چلتا رہتا ہے، حتی کہ) عرش کے نیچے پہنچ کر اپنے ربّ کے سامنے سجدے کی حالت میں گر پڑتا ہے۔ جب اس کے طلوع ہونے کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے طلوع ہونے کی اجازت دیتے ہیں، سو وہ طلوع ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہو گا کہ سورج (مشرق کی بجائے) مغرب سے طلوع ہو تو وہ اسے روک لے گا۔ سورج کہے گا: اے میرے ربّ! بیشک میری مسافت دور ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تو پھر مغرب سے طلوع ہو جا، اور یہ اس وقت ہو گا جب ﴿کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا﴾ (سورۂ انعام: ١٥٨)

تخريج: أخرجه أبوداود:٤٠٠٢، واللفظ له، وأحمد:٥/ ١٦٥، والحديث اخرجه البخاري: ٣/ ٣١٨، ومسلم: ١/ ٩٦، والطيالسي: ٤٦٠ دون ذكر الغروب في العين الحامية

**شرح:** ...... انسانی مشاہدے کے مطابق سورج غروب نہیں ہوتا، بلکہ ہر وقت زمین کے کسی نہ کسی حصے پر روشنی دے رہا ہوتا ہے، یہ تصور صحابۂ کرام کے دور میں نہ تھا۔ پہلے بھی اس قسم کی احادیث گزر چکی ہیں۔ دراصل مخلوقات کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ غیبی امر سے تعلق رکھتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے ان احادیث کی صدق و سچائی پر مکمل ایمان رکھیں اور کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

## ٹڈیاں بھی اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں، اس لیے......

(۳۹۱۹)۔ عَنْ اَبِي زُبَيْرٍ النُّمَيْرِيِّ مَرْفُوْعًا: ((لَا تَـقْتُـلُوْا الْجَرَادَ، فَإِنَّهُ جُنْدٌ مِنْ جُنُوْدِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ۔)) (الصحيحة:۲٤۲۸)

سیدنا ابو زبیر نمیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ٹڈیوں کو قتل نہ کیا کرو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم لشکر ہیں۔''

تخريج: أخرجه أبو محمد المخلدي في "الفوائد": ق۲۸۹/ ۲، وأبو عبدالله بن منده في "معرفة الصحابة": ۳۷/ ۲۰۱/ ۱، والطبراني في "الكبير" و"الأوسط": ۱/ ۱۲۸/ ۲، وابن منده أيضا: ۲/ ۲٤۳/ ۱

**شرح:** ...... سانپ، بچھو، کوا، چیل اور چوہیا جیسے فاسق جانوروں اور کالے کتے کے علاوہ کسی مخلوق کو کسی فائدے کے بغیر قتل نہیں کیا جا سکتا۔ ٹڈی حلال جانور ہے، اس کا مردار بھی حلال ہے، اس لیے اس کو کھانے کے لیے قتل کرنا جائز ہے۔